

اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر

پروفیسر خلیل صدیقی
ریسرچ لائبریری شعبہ اردو
زکریا یونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر عاصی کرناٹی

پروفیسر خلیل صدیقی اردو شعری

فارسی شعری روایت کا اثر

65

68

الف

ب

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

711
821.428
KAR
نام کتاب

اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر
(حقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی / اردو)

پروفیسر (ڈاکٹر) ماسی کرہلی

محقق / مصنف

سید اینڈ سید ، کراچی ، فون: ۲۶۲۷۳۰۰ ، ۲۶۲۷۳۰۰

مطبع

نید منزل شاہ

کمپوزنگ

القلم نعت کراچی ، E-۲۰۱ ، سائمن ایجنڈ ، سیکٹر B-۲۳

بائزر

شمال کراچی ۷۵۸۵۰ ، فون: ۶۹۰۱۲۱۲

۷۴ م ہنر ، کراچی

تقدیر

ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مطابق جون ۲۰۰۵ء

چرخ اشاعت

۵۰۰

تعداد

۱۰۰۰ روپے

قیمت

(۱) سید قمر زیدی ، فون: ۳۱-۳۵۷۵۹۰۶

رہنما

A-۹۷۱C-۲ گلشن جمال ، کراچی

(۲) پروفیسر ڈاکٹر ماسی کرہلی

۳۵ شاہید کالونی ، یاس روڈ ، ملتان ، فون: ۶۱-۵۲۳۱۱۱

انتساب

ممتاز عالم و فاضل، ادیب و شاعر، ناقد و محقق اور فیض رساں شخصیت

ڈاکٹر وحید قریشی کے نام

میں رہرو بے حوصلہ دشتِ ثنا ہوں

رہبر کی توجہ ہے کہ منزل پہ کھڑا ہوں

پیرِ علم و فضل اور سراپا اخلاص و ایثار

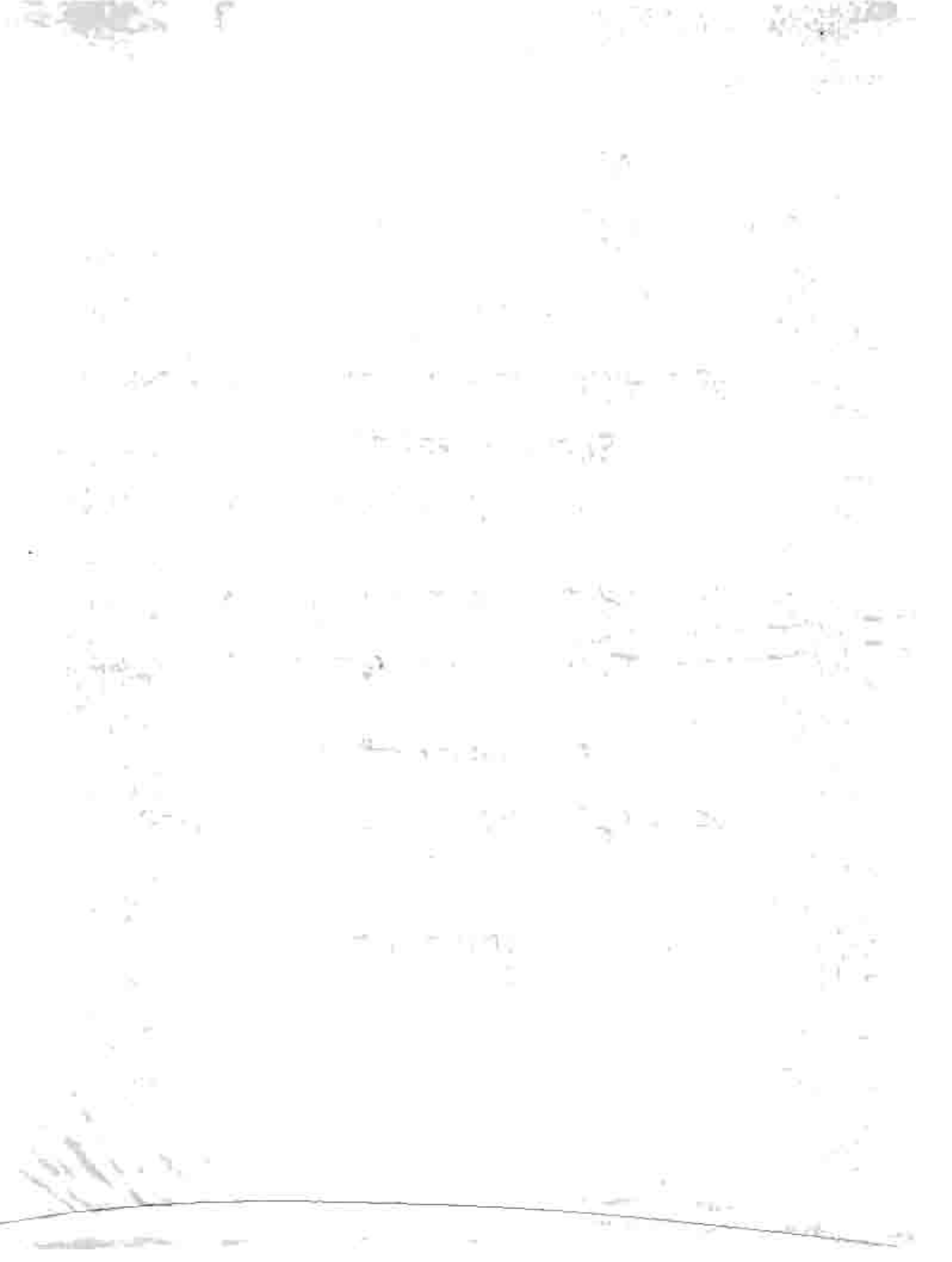
ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نام

جن کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے، میں نے نہایت اعتماد و اطمینان کی

فضا میں مراحلِ تحقیق طے کئے

دستگیر من شدی، مرہونِ احسانِ تو ام

جانِ من مفتوحہ، تو، زیرِ فرمانِ تو ام



اعترافات

میں سب سے پہلے محترم ڈاکٹر وید قریشی کا ممنون شکات ہوں، جنہوں نے بہ حیثیت مگر وہ قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ اپنی بہ چار معروفات کے باوجود علمی و ادبی مسائل کے حل میں مجھے دانشورانہ آگہی کی روشنی سے نوازتے رہے۔

محترم ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس مقالے کے سلسلے میں دیا ہوا کام مجھے اپنی توجہ بہ اہمیت اور قیمتی آواز سے نوازا۔ میرا دل ان کے لئے جذبات منوہیت سے معمور ہے۔

ڈاکٹر اسرار فی اشرف، ڈاکٹر انور احمد اور ڈاکٹر عبدالرزاق شاکر کی توجہ کا شکر گزار ہوں۔ ان سے گاہے گاہے مہلول اکابر نیز علمی و ادبی رفاقت میرے لئے حوصلہ انگیز رہی۔

ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر طاہر قزوینی کی علمی و تحقیقی ہر

"ہر سو سے ہر سو میں زبان پہاں ہے"

ڈاکٹر عظیم حیدر تھانی نے مجھے نہ علوم و معارف و تعلیمات سے نہ احترام و کمال ان کا حمایت شکر گزار ہوں۔

شریادہاشی میری شریک حیات ہیں۔ اگر ان کی مسلسل امداد مجھے حاصل نہ ہوتی تو شاید یہ آئندہ تفسیر "تجلی فی ربی" انہوں نے تمام معاشرتی رویوں اور حقوق کی لوائی، نیز تمام گھریلو امور و احوال کا جو اپنے سر لیا اور مجھے پوری یکسوئی اور مصیبت خاطر کے ساتھ تحقیقی کام کا موقع فراہم کیا۔ میں اطلاق میں کوششیں ہو کر کام کرتا رہا۔ وہ کبھی ہارے لارے ہیں، کبھی بھٹوں سے میری تواضع کر رہی ہیں اور کبھی اپنے ہاتھ سے روٹی کے تھے مٹا کر کھا رہی ہیں۔ ہمارے تحقیق میں کی حوصلہ شکنی مرسلے آئے لیکن انہوں نے نہ صرف میری صحت افزائی کی۔ ان کی اس ایثار و شہد و لافیت کا جو خدا کے قدوس کے پاس محفوظ ہے۔

میرے بچے، چیل، عظمت کمال، پروفسر حسن شادق، احمد مسخیر، ڈاکٹر احمد دانیال، شہناز، بلخس، بول، میرے والد پروفسر طارق پرویز، بیگم کمالہ، سلیم عابد، میرے لاکھوں کی شکایات و غیب حسن، منور جمیل، عظیم زہرا اور وہ تین میری کامیابی کیلئے دست و پاؤں منظر رہے کہ میں کب ڈاکٹر کمالہ کا اور ان سب کو عظیم الشان رحمت پر متوجہ کروں گا۔ میں ان سب کی اور اسی مراد باندھی اقبال کے لئے دعاگو ہوں۔ میرے بے شمار قابل احترام و گرامیوں کو اور انہوں نے فراہمی کتب کے سلسلے میں میری کمال امداد کی حتیٰ کہ والی کتب مسترد دینے میں بھی کمال نہیں رہا۔ میں ان سب کا مر ہوں منت ہوں۔ بعض اہم اور درویش کتب خانوں سے میرا رابطہ قائم رہا۔ میں ان کے منتظرین کے بھی لیاقتانہ تہنیت کا شکر یہ لو اکر جاؤں۔

خصوصی، عوامی، ادارہ جاتی کتب خانے

انجمن ترقی اردو کراچی	اردو اشرفی اور ذکر اپنی	حضرت حسن احمد و نعمت بک چنگ کراچی
پنجاب پبلک لائبریری لاہور	مسعود جہانگیر لاہور۔ سردار چار جہانگیر (ملکی)	
مرکزی کتب خانہ علامہ اقبال لکھنؤ	پبلک لائبریری قاسمی لکھنؤ	پبلک لائبریری بہار لکھنؤ
خانہ فرہنگ اربعہ لکھنؤ	مرکز تحقیقات ادبی اسلام آباد	آری لکھنؤ انجمن لکھنؤ

مدرسہ انوار العلوم ملتان مفتی عبدالرحمن قرآنی لاہوری ملتان گورنمنٹ ڈگری کالج، بوہڑی روڈ ملتان
 گورنمنٹ ڈگری کالج، سول لاہور ملتان گورنمنٹ ولایت حسین اسلامپور ڈگری کالج ملتان
 گورنمنٹ مائیدار حسین اسلامپور کالج ملتان گورنمنٹ کالج ایجوکیشن ملتان گورنمنٹ ملت کالج ملتان
 گورنمنٹ کبیری سنوگر ٹوبہائی اسکول ملتان لاسال ہائر سیکنڈری اسکول ملتان

ذاتی کتب خانے: اسمائے گرامی

مدینہ منورہ: الاستاذ قاری محمد عبداللطیف، مدرسہ امجدیہ الدینی الشریف
 کراچی: ڈاکٹر فرحان فتح پوری - راجب مرحوم قادی - ڈاکٹر خورشید نثار امر دہوی -
 سید قمر زیدی - نوح میاں - صفی رحمانی
 اسلام آباد: آغا محمد کٹر محمد حسین تسمیحی - واحد ظہیر دامود -
 لاہور: جنس محمد الیس - حنیف تائب - خالد بی - راہد شید محمود -
 فیصل آباد: حافظہ حیوانی - ڈاکٹر ریاض مجید - ڈاکٹر خالد محمود انور -
 ملتان:

علامہ نصیر شاہ ولی	ڈاکٹر اسد مرید	ڈاکٹر حسین نقوی	مفتی غلام مصطفیٰ صدیقی
مرزا حسن حنیف	ڈاکٹر طاہر قاسمی	لالہ صحرانی	ڈاکٹر نجیب جمال
اقبال ساغر صدیقی	پروفیسر لطیف الزماں	پروفیسر اصغر علی شاہ	پروفیسر حسین سحر
پروفیسر اسلم ہندسی	ڈاکٹر محمد امین	ڈاکٹر حمید رضا صدیقی	پروفیسر نصیر صدیقی
حسن شاہ گروہری	اقبال ارشد	ایڈ صدیقی	پروفیسر غلام حسین شاہ
محمد انور حسین زبیری	محمد افضل خان ترین	پروفیسر حافظ اشفاق احمد خان	شواہب کاظمی
سزائین ظفر اقبال (پرنسپل)		مددگار لائسنس (پرنسپل)	

ابواب کی تقسیم

- پہلا باب: حمد اور نعت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم۔ عربی اور فارسی شاعری میں اس کے نقوش و آثار اور اردو شاعری پر اثرات
- ۱۸۰ ص ۷ تا ۱۸۰ ص ۲۱۱
- دوسرا باب: اردو شاعری میں حمد و نعت کی روایت اور اس کے محرکات
- ۱۔ ربی و مذہبی
۲۔ نفسیاتی و ماحولیاتی
۳۔ تمدنی و تاریخی
۴۔ ملی و قومی
۵۔ علمی و ادبی
۶۔ متصوفانہ و فلسفیانہ وغیرہ
- ۲۱۲ ص ۲۳۸ تا ۲۱۲ ص ۲۳۸
- تیسرا باب: حمدیہ و نعتیہ شاعری کا موضوع اور اس کے فنی لوازم و مقصدیات
- ۱۔ موضوعاتی و غیر موضوعاتی شاعری، مسائل و مباحث
۲۔ حمدیہ و نعتیہ شاعری اور تنقید، نزاکتیں اور قبائلیں
۳۔ حمدیہ و نعتیہ شاعری کو جانچنے، پرکھنے کی صورتیں اور معیارات
- ۲۳۹ ص ۲۴۹ تا ۲۳۹ ص ۲۴۹
- چوتھا باب: قدیم ادوار سے عصر حاضر تک حمد نگاری و نعت نگاری کا جائزہ فارسی شعری روایت کے حوالے سے
- ۱۔ فارسی شعری روایت کا جائزہ: زبان، بیان، مولد، ہیئت، اسالیب، نمونہ
۲۔ اویس اردو حمد اور اردو نعت کا (جو فارسی شعری روایت کے تحت تخلیق ہوئی ہو) سرانجام
۳۔ حوالہ شعری اصناف: نعت، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، غزل، رباعی، قطعہ، نیز نظم کی مختلف ہیئتیں، قسمیں و غیرہ
- ۲۴۹ ص ۲۴۹ تا ۲۴۹ ص ۲۴۹
- پانچواں باب: عصر حاضر کے مقصدیات و مسائل کے پیش نظر حمد نگاری و نعت نگاری کی روایت سے
- ۵۰۰ ص ۵۰۸ تا ۵۰۰ ص ۵۰۸
- نئے مطالبات
- ۱۔ نتائج +
۲۔ حواشی
۳۔ کتابت
۴۔ ضمیمہ
- ۵۰۸ ص ۵۰۸ تا ۵۰۸ ص ۵۰۸
۵۰۸ ص ۵۰۸ تا ۵۰۸ ص ۵۰۸
۵۰۸ ص ۵۰۸ تا ۵۰۸ ص ۵۰۸

فہرست شعرا

عربی (حمد)

ص ۵۰ تا ص ۶۱

جناب عبدالطلب، قلیل بن حبیب شمش، عبداللہ بن الزہری، امیہ بن ابی الصلت، کعب بن مالک، لوسل بن ربیع، زبیر بن عبدالطلب، زید بن عمرو بن قلیل، ابو قیس بن الاسلم، عمرو بن ابی کحوج، ابو قیس بن انس، عمرو بن معدیکرب، عبدلہ بن ابی، زید بن اہمہ، زبیر بن ابی سلمی، لیبید بن ربیع، فرزدق، ثابت بن قلعہ، ابو العتیبہ، ابو نواس، امرؤ القیس بن ماس، طفیل بن عامر، شاس بن زہد، عمرو بن الحارث، حضرت علی بن ابی طالب، الفضل بن اسماعیل، محمد عبداللہ التولی۔

(نعت)

ص ۸۳ تا ص ۱۰۱

اصحٰی بن قیس، ورقہ بن نوفل، قس بن ساعدہ، کعب بن لوی، نفع شاہ یمن، جناب ابو طالب، حضرت حسن بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہر، حضرت حمزہ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عباس، حضرت عکرم، حضرت علی، امام زین العابدین، سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو جہش، حضرت عباس بن مرداس، حضرت قاطر، حضرت عاتکہ، حضرت صفیہ، حضرت فضا، احمد قطرب، ابو العتیبہ، ابن العرق، شجاع الدین المصری، امام ابو میری، شہاب محمود الحلیمی، ابن ہادی، ابن ہادی الاندلسی، عبدالرحیم البیری، احمد شوقی وغیرہ۔

شعرا کے فارسی: (حمد و نعت)

ص ۱۰۵ تا ص ۱۸۰

فردوسی، ابی طاہر مروی، بہائی، حکیم عمر خیام، ابو سعید ابو الخیر، احمد جام، ہندو بیل، سنائی، خاقانی، خواجہ فرید الدین عطار، نظامی گنجوی، جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، فرید الدین عریقی، محمود شمسری، امیر خسرو، حسن جزوی، ابو علی شاہ قلندر، حافظ شیرازی، نور الدین ہای، نظامی شیرازی، ناصر خسرو، فرید الدین کرمانی، اشرف غزنوی، جمال الدین اسلمانی، کمال اسماعیل، ابو سعدی مراغی، خواجہ کرمانی، سلطان سادوی، خواجہ ہام الدین علاء الدین، مخدوم کاشانی، فیضی، عرفی شیرازی، نظیری نیشاپوری، قدسی مشدی، طالب آملی، صاحب حمزوی، قلام حسن شہید مہمانی، قاتل شیرازی، مرزا بیدل، اسد اللہ غالب، گردی ہاند مرئی، اقبال، شہاب ممبر ہدیائی، قطب الدین حقیر کاک، مخدوم علی احمد صاحب کلیری، خواجہ بابا باللہ، سعد اللہ مسکینی، مصطفیٰ خان شہید، نواب ضیاء الدین نیر، فیضی نعمانی، بکر مراد آبادی، عبدالقادر جیلانی، خواجہ قلام الدین لولیا، خواجہ معین الدین امیری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، حافظ مظہر الدین، جانتہ محمد افضل فقیر، نصیر الدین نصیر، مستن شاد کاشانی، مظہر جانپناں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، معروف المصنوی، مولانا محمد قاسم بالوٹوی، میر حسین علی خان، عزیز الدین احمد نظامی، مومن تھان مومن، نور مر علی شاہ، راجا امیر احمد خاں ولی محمد آبادی، خواجہ قمر الدین سیالوی، خواجہ میر درد، مولوی محمد باقر اکابر، بیلوی، ہزارہ بیلوی، سر سید احمد، احمد حسن محدث بھڑی، عزیز معنی پوری، اثر عظیم آبادی، فیاضی، ابو الکلام سلیم اللہ خاں، میر تقی میر، قلام امام شہید، مولوی قلام مصطفیٰ مجسم، شمس بہجتی، ناصر مردانی، ادیب فراہانی، لودھی، ملک اشرف ابراہیم، سروش اسلمانی، صباح علی خاں، معنی، عاشق اسلمانی، مشتاق اسلمانی، مشتاق باغی، وصال شیرازی، بھائی، بھائی بھائی

شعراے اردو (حمد و نعت)

ص ۲۳۹ تا ۲۹۰

(جنوبی ہند) :- خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، سید محمد اکبر حسینی، فخر الدین لکھائی، میراجی شمس المصطفیٰ، صدر الدین، شیخ بہاء الدین پانچن، شہد بان الدین پانچن، شاہ علی محمد جوگامدھنی، قاضی محمد دیوانی کجراتی، شاہ اشرف بیانی، عبدالملک بھروچی، شاہ امین الدین اعلیٰ، سید شاہ ہاشم حسینی، خوب محمد چشتی، محمد قلی قطب شاہ، ملا سید اللہ وجہی، عبد اللہ قطب شاہ، خواجہ غلامی، نصرت شاہی، مصطفیٰ، نصرتی، طبعی یا طبعی، علی عادل شاہ تالی شاہی، عالم کجراتی، سید بلاتی، بھند، معظم، قدرتی، قناری، امای دکنی، عبد اللہ ترین، مہین

دل دکنی، قاضی محمود مری، فراتی، سراج نورنگ آبادی، ولی و طوری، لولاش علی شیدا، محمد باقر کاکا، سید محمد پانچ پوری، محمد اشرف احمد آبادی، تقی، پانچ پانی، جعفر حسین، حسینی، داس، رضوان، مشقی، غازی، غازی کجراتی، خواجہ قادری، مرزا، مریدی، ہاشمی پانچ پوری، رفیع، مزی، محمد علی

شمالی ہند کا عبوری دور

ص ۲۹۲ تا ۲۹۷

شعرا (صوفیائے کرام) :- حضرت غلام قادر شاہ، شیخ محمد جانی، امام عشق قادری، شیخ مہین، شیخ الطرح محمد فاضل الدین، دہلوی، محبوب عالم شیخ جیون چشتی صدی، امیدی، اسماعیل امروہوی، محمد، فقیر اللہ، رحمت شاہ، شاہ مروان قاضی پانچ محمد، شیخ محمد نور

میر و سوداے امیر و محسن تک (حمد و نعت)

ص ۲۹۸ تا ۳۳۵

میر تقی میر، مرزا محمد رفیع سودا، خواجہ میر درد، میر حسن، غلام بھائی مسکنی، خواجہ حیدر علی آتش، شوق گھنوی، نیکر اکبر آبادی، حکیم مومن خاں مومن، بیگم شاہ ظفر، اسد اللہ غالب، لطیف بریلوی، کفایت علی کافی، ولدہ علی مذاق بدایونی، حافظ بکلی بھینتی، اللہ اللہ صاحب کی، کرامت علی شہیدی، غلام نام شہید، مرتضیٰ حسن بیگ دہلوی میر غنی، دلغ دہلوی، امیر بیگانی، نیازہ بریلوی، محسن کاکوروی۔

عصر جدید (۱۸۵۷ء سے تشکیل پاکستان تک) حمد و نعت

ص ۳۳۰ تا ۳۸۱

الطاف حسین حالی، اکبر و آبادی، شکی نعمانی، محمد اسماعیل میر غنی، ملا محمد اقبال، ظفر علی خاں، مولانا امجد رضا خاں بریلوی، حسن رضا خاں حسن بریلوی، قالی بدایونی، امیر گوٹادی، جگر مراد آبادی، حسرت دہلوی، اقبال سبیل، معظم گڑھی، اکبر دہلوی میر غنی، امجد میر آبادی، بیہ ہارلی۔

عصر حاضر (۱۹۴۷ء تا حال) حمد و نعت

ص ۳۸۲ تا ۴۵۵

فیاض القادری بدایونی، بیگم گھنوی، مایہ القادری، سیما اکبر آبادی، حفیظہ جالندھری، حافظ مظہر الدین، میراجی کامی، سید محمد عبدالعزیز شرقی، اسد ملاتی، شکیل صدیقی، احسان دانش، عبدالعزیز خالد، حفیظہ صاحب، حافظہ لدھیانوی، راجہ عرفانی، معظم چشتی، راجہ شہری، امیر حسین خدی، ظہیر لدھیانوی، راجہ حرم حید صدیقی، احمد ندیم قاسمی، مظفر دہلوی، راقب مراد آبادی، ڈاکٹر وحید قریشی، کرم حیدری، یزدانی جالندھری، اجازت شہید محمود، جعفر بلوچ، آغا صادق، خواجہ عزیز الحسن غوری، بھابھ، حافظہ محمد افضل فقیر، حفیظہ صدیقی۔

عارف عبدالستار، نسیم صدیقی، محترم رسول مگھری، محترمہ الیاسی، رفیع الدین دکنی، عزیز حاصل پوری، عزیز صدیقی، حفیظہ اسدی، جیش دہلوی، جمیل ہوشید پوری، سہا اختر، اقبال عظیم، خالدہ بی، مسرور کٹی، ابوالفتحیاز، س۔ مسلم، اعجاز حسینی، جیش محمد الیاس، اسلم انصاری۔

لہار صدیقی، اصغر علی شاہ، ہلال جعفری، حسین عمر، انور جمال، لالہ صحرانی، تاباش صدیقی، نوحہ حقروٹی، سافر مشدی، پیش شجاع آبادی، سید قمر زیدی، صبیح رحمانی، طاہر سلطانی، ڈاکٹر ریاض مجید، حامی کرنی، ڈاکٹر مرثیہ صدیقی، محمد اسلم بیٹا، ڈاکٹر محمد امین، اقبال ارشد، ڈاکٹر طاہر تونسوی۔

عبد السلام طور، فکیل دارا، لیلیٰ اثر، سید مسرورہ الہانی، درد کا کوردی۔

اردو شاعرات (حمد و نعت)

ص ۴۶۰ تا ص ۴۷۰

نواب اختر محل اختر - امت الکریم - ام مشتاق پروین - حضرت بی بی بھلولی روشن - شمس النساء حکم شرم - شکیلا بی بی - نواب شاہجہاں حکم شیریں - شرف النساء حکم ضرورت - فرخ لاہوری - کبیرہ فاطمہ خانم - کبیرہ فاطمہ کبیر - کبلی - محبوب - منیر النساء حضرت بی بی بھلولی - اختر حیدر آبادی - لوا جعفری - انیس - ہارون شروانیہ - بلخیر النساء حکم بغیر - خیر النساء حکم بیو - حکم الفضل - حکم عروج - رابعہ پنہاں بی بی - تجسیم فاطمہ قادری - نورۃ اللہ تنسیم - قنیت النساء حکم قنیت - حمیدہ حکم - حیات بی بی - بدر النساء حکم فنی - نور شہیدہ آزاد حکم - رونی علی اصغر - زابدہ خاتون شروانیہ - زہرہ حیدر آبادی - سرور بانو لاہوری - ش - شمیم ہالندہ حری - طاہرہ سعیدہ - طلعت طلویہ - مفت مظفر گھری - علیا حضرتہ شمس پاشا - محمودہ بھلولی - محلی بی بی - مریم قادری - مستورہ ضویہ - سعیدہ عروج مظفر - سعیدہ حیدر آبادی - ہار پکری - جازش برہمن جود - صالح زہبت - حمیدہ شمیم - نسیم فاطمہ بی بی - نور جہاں نور بی بی - نوشاہ خاتون - زہرا ڈار - مسرت نوری - ڈر شمولہ زمر - پروین شاکرہ - زابدہ صدیقی - زمر شاکر - زہیدہ قاسمی - حمیدہ روشن پروین - طاہرہ شمیم - ہادیہ رحمان - حاجرہ مشکورہ صبری - شفقت سلطان - ساجدہ فرحت - عارفہ عظیم - قیسرہ نسیم - فوزیہ تنسیم - مریم النساء حری - خالدہ نوشین - خالدہ لہریں - سیدہ تہاں عابدی - نوشاہ زمر - شریانو ہاشمی۔

غیر مسلم شعرا (نعت)

ص ۴۷۱ تا ص ۴۷۶

بھٹی نرائن شفیق، راجا کھنن لال کھنن، منشی شکر لال ساقی، مدار اجا سرکشن پرشاد، شاد کورام کوٹری، عرش سلیمانی، سادہ حورام آزاد سہانپوری، منور کھننوی، جمن لال جمن، امر چند قیس جالندہ حری، کبیر داس بھادی، موج فتح کزیمی، نوب بیٹا پوری، رگو ناتھ ساسے امید، کال داس گیتار شاہ، لالہ بھٹی نرائن، فریق گوہر کپوری، کبلی دہلوی، ہری چند اختر، تلوک چند محروم، بجن ناتھ آزاد، پنڈت لویہ کھننوی، کاکا پرشاد، نزدیکی سنگھ اشک جالندہ حری، ہن سنگھ بھلی، بدین سنگھ راجا، کنور مندر سنگھ بیدی، شیر سنگھ فرخ آبادی، امر سنگھ عارج، گوہر علی سنگھ کنور جالندہ حری، منشی خواجہ سنگھ جوہر، نندہ قیسر۔

غیر مسلم شعرا (حمد)

ص ۴۷۷ تا ص ۴۷۸

پنڈت دیبا شکر نسیم، منشی بجن ناتھ خوشتر، منشی شبیر پرشاد دہلی، منشی دبی پرشاد عمر، منشی درگا ساسے سرور، منشی جواہر پرشاد برقی، سون نرائن مراد دہلی، منشی تلوک چند محروم، بجن ناتھ آزاد۔

اصولی مباحث

پہلا باب

حمد و نعت کی تعریف۔ لغت میں حق کے معنی اطاعت، شکر، دعا، مناجات، مدح، منقبت و غیرہ کا فرق، حمد و نعت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت، قرآن مجید انہی اور نعت رسول ﷺ کا اولین مادہ:

الحمد لله رب العالمین، تمام قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا حمد و مدح ہے۔ اس کی عقلی قابلیت، تخلیقیت، ربوبیت، علم و حکمت اور توحید و کبریائی کا منظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے ستانی، دو محرمیں جو خود اس نے اپنی شان میں بیان کیں اور جو ہمیں سکھائیں۔ مناجات کے جو ہی ایسے ہمیں تعلیم دیتے۔ مگر قرآن سے قطعاً الہیات نیز کائنات کے سرور و حکم کا مطالعہ۔

و در بعضا لک ذکر: قرآن مجید حضور پاک محمد رسول اللہ ﷺ کے ذکر مہرک سے معمور ہے۔ حضور ﷺ کی صفت، کائنات پر آپ کے احسانات، آپ کے جمال و کمال و اتصال اور آپ کی میرت اقدس کی روشنی قرآن پاک کی سطر سطر سے ہمیں ہے۔ حضور ﷺ کی شہادت و شہادت، حضور جو دو سطر چشمہ عظمیٰ حکت اور مرکز رحمت و شفاقت ہیں۔ مگر قرآن سے نعت گوئی کے آداب و انداز کی تعلیم، شعرائے عرب کے یہاں متبع حمد و نعت، (ان کے قصائد میں)

عرب کے لہا کد و شعر کا مطالعہ کیا: بنیاد جو طالب، حضرت علی، حسن بن علی، محمد بن رواد، کعب بن مالک، کعب بن زہیر و رضی اللہ عنہم، جو میری رحمت اللہ علیہ اور دوسرے۔

فارسی شعرا کے یہاں مختلف اہمال شعری میں متبع حمد و نعت کا سرانجام، لہا کد و شعرا مثلاً فردوسی، ہوشیار کو سعید، نظام، سنائی، مسعود سعد سلمان، سنائی، کلاسی، عطار، دروی، سعدی، خسرو، حافظ، ہمای، عراقی، کائنائی، بیضا، عری، نظیری، قدسی، صاحب، کیم، دبیر، غالب، اقبال و غیرہ۔

اردو شاعری پر اثرات

اردو زبان اور اس کی ادبیات نے عربی سے بالواسطہ اور فارسی سے براہ راست اثرات قبول کئے ہیں۔ نیز ایران سے شعر، علم، فلسفہ، مونیات اور اہل کمال، صلیب ہند میں جا چکی، تہذیبی اور سیاسی احوال کے زیر اثر آتے رہتے ہیں۔ مستطاب آہو ہوتے، رہتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ اپنی زبان اور اپنے فکری و ادبی نقوش و آہو لائے نیز انہوں نے یہاں آہو ہونے کے بعد زبان فارسی سے چاہے کے اور ان میں زبان اردو میں شعری تخلیقات کیں۔ اس لئے اردو شاعری عربی اور فارسی شاعری کی زبان، زبان، مولد، اسالیب، تشبیہات و استعارات، سمبھجات و اساطیر اور روح و مزاج سے متاثر ہوئی۔ نعت و حمد گہری بھی اس صورت احوال سے اثر پذیر ہوئی۔

دوسرا باب: اردو شاعری میں حمد و نعت کی روایت اور اس کے محرکات:

۱۔ دینی و مذہبی

حمد کا پہلا مذہبی اور معرفت الہی کا اسان کرک، معبود اور عید کا اہل، حمد اللہ اور حیات و کائنات کے جہن تخلیق کی تعظیم کا اہد، فرد کے لئے نظام عہدیت و احاطت کا تعارف و مدح، میرت اقدس کا مطالعہ اور کردار و مادی و تعمیر فرد و جماعت کا وسیلہ۔

۲۔ نفسیاتی و ماحولیاتی:

عقیدہ توحید اور حضور پاک کی شخصیت و سیرت کو قلوب و اذان میں رائج کرنے اور معیار عمل بنانے کا وسیلہ، جس کے نتیجے میں فرد کی ذہنی، عقلی اور قلبی تعمیر ہوتی ہے، اجتماعی و سنت سنورتی ہے اور انسانیت اخلاقی اور روحانی ترقی حاصل کرتی ہے۔ نیز معاشرے میں اقدار و خیر پر عمل کی اساس پختہ ہوتی ہے۔ نعت و حمد و ثناء کی ذاتی شخصیت، خاندانی یکس منہ، اس منہ کے سیاسی اور معاشرتی احوال و حالات۔

۳۔ تمدنی و تاریخی:

اسلام نے ایک نئی تہذیب سے انسان کو آشنا کیا۔ یہ تہذیب دوسری اقوام کی تہذیبوں اور تہذیبوں سے یکسر مختلف ہے۔ اس کی بنیاد (بلا امیزش) توحید خالص کے عقیدے پر ہے۔ اس میں عکرم پھر کا پہلو لہایاں ہے۔ یہ تہذیب مہارات، عدل، حقوق اللہ اور حقوق العباد (مہارات و معاملات) پر قائم ہے۔ اس لئے مسلمان معاشرے کا اپنا تمدنی تشخص ہے۔ محمد اس تشخص کو واضح کرتی ہے اور حضور پاک ﷺ کی سیرت اقدس ہمارے لئے فکر و عمل کے نقوش کو ابھار کرتی ہے۔ ہمارے جرنیلی احوال و احوال میں ایک امتیاز و انفرادیت ہے۔ یہ حیثیت قانع و مغتر سین سے ہمارا حسن سلوک اور ان کا تحفظ حقوق، تصور جہاد کے ساتھ ہمارا حرفی رویہ۔ یہ کیا شکست ہر دو صورتوں میں ہمارے محسوسات و جذبات اور افکار کی مخصوص نچ اور منفرد روایت، ہر حالت میں اعلیٰ اخلاقیات کا تصور۔ یہ صیر میں تاریخی و تعلقات و مہر کے جن اصول سے ہم گزرے، ان کے زیر اثر ہماری شاعری میں لطافت اور انصافیت کی صورتیں اور نعت و حمد پر (جو کہ شاعری کی ایک شاخ ہے) ان تاریخی عوامل کے اثرات۔

۴۔ ملی و قومی:

ع فاس ہے ترکیب میں قوم و رسول ہامی
ہمارے ملی و قومی خصائص و خصوصیات کا تصور محمد میں، آزادی میں محمد، شک و شک و دریں کا منکر، محکوم میں محمد، مناجات و استقلال کا اظہار
نعت، لطافت و عقیدہ رسالت کی ترقیب تاکہ ملت اسلام حضور ﷺ کے ارشادات اور احوال حسنہ کے سانچے میں داخل ہو جائے۔

۵۔ علمی و ادبی:

اسلامی علوم و فنون اور انبیاء کا مزاج ان عناصر سے ترکیب پاتا ہے جو خدا الہی اور نبوی سے عہدت ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے علوم و فنون کے تقاضے سے اقوام عالم کے لوہان کو منور کیا۔ یورپ اور اتر غلٹ سے گزر رہا تھا اور اسلام اپنے علوم و فنون اور ایمانات و تحقیقات سے انہیں رو رو دکھا رہا تھا۔ تہذیب مسلمانوں نے دوسری اقوام کے علمی و فنی افکار کو بھی لیا لیکن ان میں جو اسلامی معتقدات سے متصادم عناصر تھے ان کی تعمیر کی اور انہیں اسلامی سانچے میں احوال۔ محمد الہی اور نعت رسول ﷺ کے زمرے میں ہمارے خالص علمی مزاج کے تشخص کے آئینہ دار ہیں۔ یہ صیر میں ہمارے علمی و ادبی سرمایے (خواہ تر میں ہوں، خواہ نظم میں) اپنی نگہ بچان رکھتے ہیں۔ محمد جو حکم ذکر الہی ہے ہمارے اسی علمی و ادبی خزینے کا گہرہ مصداق ہے اور نعت جو امت کا مزمع عقیدت اور نور و شمس و لطافت ہے، اسی سند و کتاب موتی ہے۔

۶۔ صوفیانہ انداز نظر:

نعت پر حق، اپنی ذات کی حقانیت، مجر و اللہ، بے ثباتی عالم کا احساس اور اس احساس کا فروغ، خوف و خشیت کے مضامین، رہبانیت، ترک دنیا اور بے عملی کے پرے میں توکل (ایک فنی قدر کی حیثیت میں) وحدت و جدوی اور وحدت شہودی کے نظریات کا محمد میں فروغ۔ تفصیل کے مثبت اور فنی اثرات کا ہائزہ، نعت کے وسیلے سے ذات رسالت بآب ﷺ سے ہمارا احکام اور ان کی نگاہ کرم سے مستعد اور استعانت۔

فلسفیانہ انداز فکر:

جو میں حکمت، عقل، خدو، فکر کے مضامین، الہیات، حیات، کائنات کی پراسراریت اور عقل کا قہر، تدبیر اور قہر کے حکمت سے معمور ہو رہا۔

نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انسانی اخصیت کا اظہار اور تاریخی و تمدنی تعلقات و معاشرت میں ان کی اخصیت انسانی کا ذکر۔

تیسرا باب: حمدیہ و نعتیہ شاعری کا موضوع اور اس کے فنی لوازم و مقدمات

حمدیہ شاعری کا موضوع اللہ تعالیٰ اور اس کی الوہیت ہے۔ الوہیت کے مظاہر کا سبب توفیق مرثیہ اور اس سحریت الہی کی جہاد پر حمدیہ شاعری تخلیق۔ جبکہ نعتیہ شاعری کا موضوع علیہ السلام کی نبوت اور حیات و کائنات پر ان کے اثرات ہیں۔

موضوعاتی اور غیر موضوعاتی تقسیم: یہ اور امت محمدیہ واسطہ پر، بڑی مدہ علی حمدی تقسیم نعت کے سلسلے میں بھی ہو سکتی ہے۔

نعتیہ و حمدیہ شاعری پر تنقید، ایک نازک عمل، نیز اسے پرکھنے کی صورتیں اور معیارات:

نعتیہ و حمدیہ شاعری پر تنقید، اپنے اندر بہت حد تک اس قدر قہر و قہریت رکھتی ہے۔ ہم کسی حمد و نعت کو اچھے اور بے خانوں میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ ایک حمد اور دوسرے حمد کے درمیان اور دل کی تمام تر حسرتیں اس کی کوئی حمد و نعت میں رہتی ہی ہوتی ہیں اس لئے حمد و نعت کو ہم "چھا" ہی نہیں گئے۔ الہی فن کے عظمت کو سامنے رکھ کر ہم اس پر تنقید کریں گے۔ اس میں خیالات، زبان و بیان، مولود و اسلوب کے معیار کی سطحوں پر محکم کریں گے۔ نیز یہ کہ توحید غافل کے جو سلاطین و حقائق ہیں، کیا یہ تنقید مرثیہ و مرثیہ سے تو انحراف نہیں کرتی؟ اس فن کا نثر سے میں کافی مطالعہ بھی شامل ہو سکتا ہے۔ نعت میں ہم نے توابہ و مدد کی پاسداری کی ہے۔ کہیں لایا تحریف کی تلاش تو نہیں ہوئی؟

چوتھا باب: قدیم ادوار سے عصر حاضر تک حمد نگاری کا جائزہ اور نعت نگاری پر نظر

زبان و بیان اور انسانی عقل کے سبب ان کی نعتیہ و حمدیہ صورتیں۔

معدیات و نعت کے مولود کا جائزہ، سائنس و معنی، عقل و توحید، سائنس و معنی، مختلف مضامین میں حمدیات و نعت کی تفکیک، بڑی حمدوں کے علاوہ حمدوں کی حامل بیتوں کا سرور۔ اسی طرح نعت کی بیتوں پر نظر، مختلف شعر و مرثیہ کے مضامین کا فرق، مولود اور نعت۔

پہلی حمد میں نے اور کب کب۔ اس حمد کا تحقیقی، تنقیدی و تحقیقی جائزہ۔

پہلی نعت کا سرور اور اس کا جائزہ۔

امروہ و زبان کی شعری مثال کے حوالے سے حمد و نعت نگاری کا مہر پر تحقیقی جائزہ، ہر حمد کے ممتاز شعر کی تفہیم کے ساتھ۔

اس باب میں غافل شاعری، شعر و نعت پر تحقیق کی اساس ہوگی۔ غیر فارسی اور مقامی زبانوں کا ذکر کرتے ہوئے کافی جائزہ پیش کیا جائیگا۔

پانچواں باب:

حقائق کے ادراک کی نئی جہان کا دور، عصر حاضر کی مسائل پر درج، بعد الطبیعیات کا نظریہ و مولود و سبب اور ایک سے مولود و انسان کی

بے منتہی جدہ کی جائے شعور کے مسائل سے تھک، مدت نگاری اور حمد نگاری کے روایتی فن میں نئے امکانات کا حمد۔

نتائج: تمام نتائج کی تحقیق کا حاصل

کتابیات

موضوع کی اہمیت:

ایک بالاتر ہستی کا تصور ہیٹ انسان کے ساتھ رہا ہے۔ حیرت فز بری یا خوف زدگی کے سبب وہ کسی نہ کسی طاقت کے سامنے سر اٹکھندہ رہا ہے۔ گریب کار صا صر فطرت، رسائی سے بالاتر مظاہر قدرت، انسان غشت و گل، دیوی دیوتا (الہیاب النوع) اس کی پرستش کا مرکز رہے۔ پھر جمالت سے علم اور بے شعوری سے تیز و شعور کی جانب سفر کرتے ہوئے اور عرفان و عقل سے ارتقا پیدا کرنے کی صورت میں جوہد رانی اور مافوق الفطرت ہستی اس کی کند عقل میں آتی رہی، وہ اس کی پرستش اور اس کے سامنے سر اٹکھندگی سے انحراف کرتا چلا گیا۔ تاہم یہ تصور کہ ایک "ہستی" ایسی ضرور ہے جس کے وہم و گمان کی وسوسوں اور علم و خبر کی رسائی سے نہ صرف بالاتر ہے بلکہ وہ اس کی خالق، اس کے انہوں پر عمل اور حیات و کائنات کی تنظیم اور ان کی نظریات پر غالب ہے، ہمیشہ اس کے معتقدات میں رہی کسی رقی اور اس نے یا تو اس عقلی ہستی کے مظاہر سے رہا عقیدت استوار رکھا اور کسی نہ کسی منظر کو اس تک رسائی کا وسیلہ بنایا پھر اس منظر کو اس کے قدرت و اعتبار میں شریک بنایا۔ بت پرستی، عبودیت، کثرت پرستی، مظاہر پرستی، آئین پرستی، مسیحیت و غیرہ اس اعتقاد کی مختلف صورتیں ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر اعتقاد کے پس منظر میں ایک "اللہ" کا تصور ضرور قائم رہا جیسا کہ مشرکین عرب یہ مانتے تھے کہ ایک اللہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور جو ان کو دیکھتا ہے اور متاثر ہے اور بت اس تک رسائی کا وسیلہ ہیں۔

عقیدے کا کلیہ ہندوؤں کی نرم زمین سے اٹھا اور پھلتا پھوٹا ہے۔ یہ جذبہ اپنا اظہار چاہتے ہیں تاکہ بھاری پارستہ اپنے انعام (مرکز پرستش) تک اپنی عقیدت اور چاہت کو بھر پور انداز میں عقل کر دے اور اپنی عاجزی کو اپنے حاجت روا کے درود عاجزانہ پیش کر دے۔ نرم و نازک اور رقی ہندوؤں کا اظہار نثر کی بجائے شمر کی صورت میں زیادہ موثر انداز میں ہوتا ہے کیونکہ شمر میں یہ صلاحیت ہے کہ لطیف ہندوؤں کو بلبل و پریشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمود دیا کی برہمن میں شمر سے پہلے شاعری وجود میں آئی ہے یعنی ہندو، شمر سے پہلے آگے کوٹھے ہیں اور کیونکہ ہر شمس کا عقیدہ دور رہے اور فطرت پر انسان کے ساتھ چپکا رہا ہے اس لئے اس نے اپنے تمام ہندوؤں کے عقائد میں زیادہ تر اپنے ہند پرستش کو شمر کی صورت میں لہاں اظہار پرتا رہا ہے۔ چنانچہ قدیم اور میں سرود و عہد بھی گیت، بھجن، شلوک وغیرہ اس کے اظہار کے مختلف پیکر رہے ہیں۔

مختلف مذہب و عقائد عالم کے مقابلے میں دین اسلام ایک انتہائی عقیدے کے ساتھ سامنے آیا اور اس نے اللہ کی توحید خالص کا واضح عقیدہ پیش کیا جس کے سبب تمام کثیف اور شرک آلود عقائد منسوخ ہو کر روکے۔ جب انسانی (اسلامی) ہندوؤں نے اپنے اظہار عبودیت کے طور پر شاعری کے وسیلے سے حمد و مناجات کے زحر سے بندھے اور اللہ تعالیٰ کی روایت، غایت، تقویت اور دین میں اس کی یکسانی، کبریائی اور اس کی حاکمیت و مائیت کے لئے اپنے ساز جوں پر آلا ہے۔

اس طرح حصے ایک نہایت توانا پیکر میں ایک منفرد و ممتاز صنف شمری کے طور پر وجود میں آئی۔ حرفی کی عہد اسلام کی شاعری اور فارسی شاعری کی لطائف و محو سے معمور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ کی بنا پر انسان کی ہدایت کے لئے اپنے خاص مہ سے انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھیجے تاکہ وہ اپنے ارشادات و ہدایات سے اور اپنی ہدایت طاہرہ اور حسن کردار سے کائنات انسانی کی رہنمائی فرمائیں اور بھٹے ہوئے کاروان انسانیت کو منزل ہدایت کی جانب بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے صنف آسمانی اور معروف نہ بھی کتب مقدسہ اور خصوصاً قرآن حکیم کو جزل فرمایا کہ انسان کے لئے صراط مستقیم اور منزل محمود متعین فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کو دنیا و آخرت مختلف اقوام، ملل اور مختلف لوگوں و نسلوں میں بھیج کر مائیں اور خصوصاً عالم انسانی کی خیر و صلاح اور فز و نفع و صلاح کے سامان ہم پہنچائے۔ انبیاء علیہم السلام عہد و مہبود کے مابین رابطے کا وسیلہ ہیں۔ انہی نفوس قدسہ کی ہر گت سے مکر کو انسان ہدایت پاب ہوں اس نے کفر، شرک

اور باطل پرستی سے دامن چھڑا کر اللہ سے اپنا رشتہ اطاعت و عہدیت قائم کیا اور اپنی دنیا اور مٹی سنواری۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہی محسنین انسانیت ہیں جن کا بار اہل انبیا پر ہے۔ یقیناً جذبات عقیدت کا دوسرا مرکز و محور بھی مسلمان ہیں اور یقیناً ہر دور میں ہر امت کے افراد نے ان کی عقیدتوں کے بزرگ جذموں کا اظہار و معائنہ کے شعری جواہروں میں کیا ہو گا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، دو چہ تخلیق کائنات، فخر موجودات اور باریکیات کائنات ہیں۔ آپ فخر البشر ہیں اور آپ کی امت فخر الامم۔ آپ پر نازل ہونے والا کلام اتنی تمام اودار کے لئے دستور کائنات اور منشور حیات ہے۔ آپ ہی پر الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت محکم نازل ہوئی اور آپ ہی دین اسلام کے پیغمبر آخر الزماں کے طور پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ، ملائکہ، جن و انس، ہر مخلوقات، تمام ارض و سما، دنیا اور مابینا آپ پر درود و سلام پڑھتی ہے اور آپ کی مدح و ثناء میں مشغول ہے۔ حضور پاک ﷺ کی شان میں لوگوں نے والے معنوم جذبہ "نفسیت" نکلاتے ہیں۔

عرب کی مدد اسلام کی شاعری نہ صرف ہائے نعت و ثناء سے معمور ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنے والے اور حضور پاک کے کلمہ گو دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔ یقیناً دنیا بھر کی بے شمار زبانوں میں عربی اور نعت محمدی کے ذخیرے جمع ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

اردو زبان کی شاعری زیادہ تر عربی اور فارسی شاعری سے اثر پذیر ہوئی ہے۔ عربی شاعری بھر اور است اثر مقدار کے اعتبار سے ہم سے جبکہ یہ اثر بواسطہ طور پر فارسی شاعری کے حوالے سے ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں اردو شاعری فارسی شاعری روایت سے بھر اور است اور کچھ مقدار میں متاثر ہوئی ہے۔ عربوں نے بہت سے ممالک کو فتح کیا اور مفتوحہ ممالک کے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن پر گھر چڑھ کر انہیں اثر انداز ہوئے۔ ہندو یوں نے ہندوستان کو فتح کیا اور مفتوحہ ملکوں کے ذہن و فکر کو اپنے اندر جذب اور ان کے علمی و ادبی ذخائر کو اپنے علوم و فنون میں محو کرتے چلے گئے۔ خلافتِ عرب کے، جس کی کامیابی و تہذیب زیادہ تر شکوہ، زیادہ تر گمراہی اور گمراہی کی صفات سے آراستہ تھی۔ چنانچہ تہذیبی، علمی اور ادبی حیرت انگیزی ہے کہ ایران نے عرب کے علوم و فنون کے متعجب حصے کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اپنے مزاج کے رنگ میں رنگ لیا۔ ایک تو ایران پہلے ہی فخری و مایہ کے اعتبار سے مالا مال تھا دوسرے اسے عرب کی تہذیب و تمدن علم و تہذیب کی تھی اس لئے اس کے تہذیبی اور فخری خزانے نہایت وسیع ہو گئے۔ فارسی تراجم کی شکل میں عربی علوم و ادبیات کو منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے خود بھی اسلامی ثقافتوں کے مطابق تخلیق، تنقید اور تحقیق کے ذخائر کے ذخیرہ رکھ لئے۔

ایران کی محدود سلطنت کیونکہ بہت وسیع تھی اور پھر وہ ذوقِ عمل سے بھرپور تھی اور فخر و غرور مندی کے خواہش تھے اس لئے وہاں کے باشندوں نے قبول اسلام کے بعد جن ممالک کو فتح کیا وہاں کے علوم و فنون، تہذیب و معاشرت اور طرزِ احساس پر وہ اثر انداز ہوتے چلے گئے۔

ان فائقین اسلام نے ہر صغیر میں اپنی نگہداشت کی جڑیں مضبوط کیں۔ ہزاروں باشندے نئے مفتوحہ علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان کی زبان فارسی تھی۔ ان کی بول چال، نوشت و خواند اور مفتوحہ ملک کے مقامی باشندوں سے ان کے رویہ کا وسیلہ فارسی زبان ہی تھی اس لئے یہی زبان اپنی تمام خصوصیات و لوازمات کے ساتھ پھیلی اور سب کو اپنے ہی رنگ میں رنگتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایک طرف تو یہ خود اردوین فارسی زبان میں لکھتے پڑتے اور لوب تخلیق کرتے تھے دوسری طرف ان کے اثر و نفوذ کے باعث مقامی باشندوں کی سوچ اور اظہار کا رویہ بھی یہی زبان فارسی ہی۔

فارسی زبان اپنی شعری روایت کا ایک طویل دور طے کر چکی تھی۔ قبل از اسلام بھی ایران کی اپنی عصری روایت نہایت مضبوط و دور رس اور بے گمراہ تھی اور اسلام کے بعد یہ روایت آباد و شکوہ اور زیادہ با عظمت انداز میں پیش رفت کرتی رہی۔ فارسی شاعری میں تقریباً ہر موضوع پر متنوع

مضامین و افکار کے تخلیقی ذخیرے موجود تھے اور مختلف عصری شکلیات کے مطابق انہوں نے اس روایت کو زیادہ زور دیا یا کمزور کیا اور جذبہ و فکر کے قریب قریب ہر موضوع اور انسان کی فردیت اور اجتماع کے قریب قریب ہر پہلو اور بے شمار اور دلکش اسالیب کی صورت میں تخلیقی عمل کے مظاہر فراہم ہو چکے تھے۔ انہی میں سے کچھ اور فضیلت کے درجے پر ابھرتے ہوئے جو تخلیق کے خزانوں میں پائے دیکھے گئے۔

بے شمار تاریخی، تفسیری، تمدنی، ثقافتی اور معاشرتی عوامل کے باعث (جن کی تشریح اپنے مواقع پر آئے گی) اردو شاعری نے آٹھارویں سے فارسی کی شعری روایت کو منہ نہ منی قبول کر لیا اور فارسی شاعری کے تمام ترقی اور تخلیقی تجربوں میں اپنے آپ کو جذب کرتی چلی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عربی شاعری تو چند قلیل موضوعات و مضامین سے زیادہ اثر نہ ڈال سکی جب کہ ہم نے اردو شاعری کو فارسی شعری روایت میں اتنا شکاک و شکوکوں شعری روایتیں ہم رنگ و ہم آہنگ ہو کر رہ گئیں۔ بعد ایک جانب اردو قالب کی بات زیادہ درست ہے۔ فارسی شعری روایت سے اردو شاعری نے کیا کچھ نہیں لیا۔ نوزاد و غور، تقریباً تمام شعری اصناف اور ان کی (فارسی میں) سرودج، ہمیشہ، زبان و بیان، "سبک"، (STYLES) تخلیق و بھاری ایسے، تخیلیات کا نظام، استعارات، اساطیر، تلمیحات، موضوعات، مضامین و افکار، بعد یوں کہنے کے طرز احساس اور نظام خیال میں اتنی زبردست مشابہت و مماثلت ہے کہ صرف زبانوں کا فرق ہے ورنہ معنوی وحدت اور باطنی یکسانی اختیار ہے کی ہے۔

باقی اصناف شعری کی طرح اردو نعت بھی فارسی شعری روایت سے پوری طرح متاثر ہے۔ ایران میں جس طرح حمد و نعت بعض اصناف کے دو مہمان کھل کر یا اپنی پوری وحدت کے ساتھ الگ ویت میں (مثلاً غزل یا نظم کی فارم میں) وجود پزیر ہوئی، قصوف اور قطعات کے مکاتب نے ایران کے فکری نظام اور جذباتی رویے کو جس جس شکل میں متاثر کیا، اردو حمد و نعت نے بھی اس کی تقلید کی سنت لڑائی۔ ہمیں حسیں ہے کہ ہند کی سر زمین میں یہاں کے مخصوص پتھر اور مقامی رنگ نے بھی جزوی طور پر حمد و نعت کو متاثر کیا لیکن یہ کمزور سایا جزویاتی سا متاثر فارسی کی مسلسل و متواتر اور توانا شعری روایت کے قوی اثرات کو معطل نہیں کر سکا۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اردو حمد و نعت کے تخلیقی ذخیرے کو (آٹھارہویں صدی سے) مصر و اہل تک (فارسی شعری روایت کے حوالے سے دیکھا اور پرکھا جائے۔ اگرچہ نعت پر یونہی سبزی کی سیخ پر تخلیقی کام ہو چکا ہے اور حمد پر بھی تحقیق کا آغاز ہو چکا ہے لیکن دونوں اصناف میں یعنی حمد و نعت کے تخلیقی عمل میں یہ اہم اور دو قیام رہے نظر نہیں ہے کہ فارسی کی توانا اور مسلسل شعری روایت نے اردو حمد و نعت کے مزاج پر کیا کیا اثرات مرتب کئے ہیں اور اس روایت کی بدولت سے حمد و نعت کے تخلیقی سرمایے میں کس قدر دو قیام اور بے پناہ نعل و جواہر کا اضافہ ہوا ہے اور یہ سلسلہ تخلیق اپنی حد کثرت و ثمرات کے ساتھ آج بھی جاری و ساری ہے۔

پہلا باب

☆ حمد کے لغوی معانی و مطالب

☆ اللہ کا قدیم تصور

☆ حمد مذہب قدیم میں

☆ اثبات الہی کے دلائل

عربی شاعری میں حمد:

عرب شعرا کے کلام سے مثالیں: (حمد) جناب ابو طالب ، قلیب بن حبیب غنمی ، عبد اللہ بن الزہری ،

امیہ بن ابی العسل ، کعب بن مالک ، لوسد بن ربیعہ ، زبیر بن عبد المطلب ، زید بن عمرو بن قلیب ،

ابو قیس بن الاسات ، عمرو بن الحموج ، ابو قیس بن اوس ، عمرو بن معد کرب ، جعفر بن ابی ، وریہ بن الصمد ،

زبیر بن ابی سلمی ، لیبید بن ربیعہ ، فرزدق ، جہش بن قعدہ ، ابو العتیبہ ، ابو نوہس ، امرؤ القیس بن عباس ،

طلح بن عامر ، شمس بن نزار ، عمرو بن العارض ، حضرت علی بن ابی طالب ، الفضل بن اسماعیل ،

عمر عبد اللہ القوی ۔

نعت کے لغوی معانی و مطالب

☆ قدیم نعت

☆ نعت کے چند لغوی اور معنوی معانی

☆ عربی شاعری میں نعت

عربی شعرا کے کلام سے مثالیں: (نعت) امیہ بن قیس ، ورق بن نوفل ، قیس بن ساعدہ ، کعب بن لوی ،

جع شہامین ، جناب ابو طالب ، حضرت حسان بن ثابت ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ ، حضرت کعب بن زہر ،

حضرت عوذہ ، حضرت ابو بکر صدیق ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عباس ، حضرت عثمان ، حضرت علی ،

امام زین العابدین ، سعد بن ابی وقاص ، حضرت ابو ہانہ ، حضرت عباس بن مرداس ، حضرت فاطمہ ،

حضرت عائشہ ، حضرت سیدہ ، حضرت عثمان ، ابو قحطبہ ، ابو العتیبہ ، ابن العری ،

شیخ جمال الدین البصری ، امام حمیری ، شہاب محمود الحللی ، ابن ہاشم ، ابن جندب اللہ لکی ،

عبد الرحیم البری ، ابو شقی وغیرہ۔

شعرا کے فارسی: (حمد و نعت) فردوسی ، بلال طبر عربی ہمدانی ، تقسیم مرخیام ، ابو سعید الخیر ، احمد ہام زندہ بلی ،

سائی ، منائی ، خواجہ فرید الدین عطار ، نکای محوی ، جلال الدین رومی ، سعدی شیرازی ، فرید الدین عری ،

عماد شمسری ، امیر خسرو ، حسن بصری ، ابو علی شاہ قندہار ، حافظ شیرازی ، نور الدین ہاوی ، فضل شیرازی ،

ناصر خسرو ، فخر الدین گرجانی ، اشرف غزنوی ، جمال الدین اسفہانی ، کمال امین ، سعدی مراغی ،
 خواجہ کرمانی ، سلمان سادسی ، خواجہ ہمام الدین ملا سحرزی ، مختار کاشانی ، فیضی ، عربی شیرازی ،
 نظیری نیشاپوری ، قدسی مشہدی ، غالب آملی ، صاحب تبریزی ، غلام حسن شہید مغانی ، حاکمی شیرازی ،
 مرزا میل ، سید اللہ غالب ، گرجانی جالہ حری ، اقبال ، شهاب مہر ویدایونی ، قطب الدین علی دہلوی ،
 خدوم علی احمد سرکلیری ، خواجہ باقی پاشا ، سید اللہ مسکانی ، مصطفیٰ خان شہید ، نواب شہداء الدین شیرازی ،
 شبلی نعمانی ، جگر مراد آبادی ، عبداللہ جیلانی ، خواجہ غلام الدین لویا ، خواجہ سکن الدین امیری ،
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، مولانا احمد رضا خان دہلوی ، حافظ مظہر الدین ، حافظ عمر الحسنی ، سید الدین نصیری ،
 مستان شاہ کاشانی ، مظہر جانجانی ، سید مظاہر شاہ بخاری ، معروف اشعری ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ،
 میر حسن علی خان ، عزیز الدین احمد عطائی ، مومن خان مومن ، میر مراد شاہ ، راجا امیر احمد خاں ، علی محمود آبادی ،
 خواجہ قمر الدین سیالوی ، خواجہ میر درد ، مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی ، نیاز دہلوی ، سر سید احمد ،
 احمد حسن محدث نپڑی ، عزیز صلی پوری ، ازہر عظیم آبادی ، نیا بھٹری ، ابو الکریم سلیم اللہ فی ، میر تقی میر ،
 غلام کام شہید ، صوفی غلام مصطفیٰ مجسم ، شمس الحق ، ہامیر مرادانی ، نواب قرمانی ، سعدی ،
 ملک اشرف بہار ، سر دیش اسفہانی ، صاحب علی خان ، مکی ، عاشق اسفہانی ، مشتاق اسفہانی ، وحشی بافقی ،
 وصال شیرازی ، ہالی ، یمنانی چندی

ایک دلچسپ لیکن لا حاصل بحث (چند فقہی اشعار کے اصل مصنفین کا سراغ)

حمد کے لغوی معنی و مطالب

(۱) (ارود لغات جامع)

(۲) (فرہنگ فارسی جمید)

حمد خدا کی تعریف

سپاس، ستائش، شاکرانی

حَمْدًا، حَمْدًا، حَمْدًا، حَمْدًا، حَمْدًا، حَمْدًا

(حَمْدَتُكَ يَا اللَّهُ)

اے اللہ! لا علیٰ امر: جزاء الشئ: وجہ حمید اور بقل:

ای احمد معك اللہ او اشكر اليك و معك اجدادہ و نعمہ

(المسجد) (۳)

حمد اللہ! اے اللہ! حمد اللہ بعد الاخری و قال "الحمد للہ"

حمد خدا کی تعریف، حمد خدا کی بزرگی اور عظمت کا بیان کرنا

حمد اور ثنا کا فرق:

حمد خدا کے لئے مخصوص ہے جبکہ ثنا استعمال انسان کے لئے بھی ہے۔

(منہ) (۲۹)

(غیاث اللغات) (۳۰)

(خان تہذیب)

(مویہ اللغات) (۳۸)

(فرہنگ منہ) (۳۹)

(غیاث اللغات) (۴۰)

(منہ اللغات) (۴۱)

— شکر نعمت، اضعاف نعمت کسی

— سپاس و شکر منعمیہ سبب حصول نعمت

— شکر فعلی است کہ دلالت کند بر تعلیم منعمیہ سبب انعمیہ

— خود بیان، خود بیان قلب

— سپاس

— شکر و سپاس گزاری بہ سر امتحان کسی

— خیر و ستودگی بہ اصطلاح محاورہ مثالی مثل سیدہ اصحاب کہل

— خواہش حاجت لڑائے تعالیٰ

— مختلف اللغات کے فن لغوی معانی و مفہومات سے ہمہ تن باخ آفہ کرتے ہیں۔

— انک۔ ہم صرف اللہ کی تعریف و توصیف کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے دائرہ مقنوم میں کوئی اور ذات یا شخص یا شے داخل نہیں ہو سکتی۔ ہر شے

— خدا ہی کی ذات و صفات کی متعلق مقنوم و مشاہدہ ہو سکتی ہے، غیر خدا کی نہیں۔

— سبب۔ دعا، مناجات اور شکر ہمہ کوئی ہی کے مشاہدات اور صفات ہیں۔ جب عبادت کرنا ہے تو وہ بیان ہمہ میں مختلف مراتب و کیفیات سے گزرتا

— ہے۔ کبھی ذات و صفات الہیہ کی شخص مجید کرتا ہے۔ کبھی اپنے خالق و مالک حقیقی سے عقد کو استقامت کرتا ہے اور عبادتِ رواقی بارگاہ میں

— اپنی ضروریات و مسائل عرض کر کے اس کی حمد و اعانت طلب کرتا ہے۔ کبھی راز و نیاز کے مراحل سے گزرتا ہے اور مناجات کے ہر اسے

— میں اس سے علو و حقش کا طلب گار ہوتا ہے۔ اپنی خطاؤں پر تہمت، توبہ و ثبات اور مغفرت کا جہاد و یار طے کرتا ہے اور کبھی اس کی نعمتوں

— کے احساس سے معمور ہو کر فکر کے مظاہرین کو آکر تا ہے۔ الغرض ہمہ کوئی اور ہمہ نگاری میں یہ درجہ و منازل مختلف جزایا مناسب ترتیب

— سے بیان ہوتی رہتی ہیں۔

— لب ہم شکر اور دعا اور خصوصاً حمد کی توضیحات، قرآنی حوالے سے کرتے ہیں:-

— اللہ تعالیٰ ہر انعم حقیقی ہے۔ اس نے ہمیں اتنی بے شمار خابری باطنی، معلوم اور غیر معلوم نعمتوں سے نوازا رکھا ہے جن کی انتہائی نہیں اور

— جن کا احصاء شمار ہمارے حیطہ امکان میں ہے ہی نہیں۔ اپنے منعم احسن حقیقی کا بے پایاں شکر ہمیں ہر وقت لوار کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ اللہ کی نعمتوں کا

— نظری تقاضا ہے۔ اسلام میں اس کی زبردست اہمیت ہے۔ اس کی نعمتوں کے تفکر کا بیان و حکمت سے اعتقاد بھی ضروری ہے نیز اس کی دوسری صورتیں بھی

— ہیں کہ ہم اعتقاد شکر کے طور پر سراپا عبادت و عبادت کے سانچے میں داخل ہائیں۔ ہم اس کی مدد کی جتنی استعداد لوار کرتے ہیں۔ ہم آیات الہی کو جن

— میں فکر گزاری کے لئے بے شمار سامان غور و فکر ہے، تفق سے مطالعہ کریں اور ان پر عمل کریں۔ ہم اللہ صمد سول علیہ السلام کو اپنا شعار زندہ کی مالیں۔ ہم

— اللہ کی نعمتوں پر اطمینان قلب کا اعتقاد کریں اور تحریریں دے مہری سے اپنے والان تفکر کو آلودہ کریں۔ نیز شکر کا ایک اور جز کہ روح بھی ہے کہ ہم

— غیر اللہ کو اس فکر گزاری میں شریک نہ کریں۔ محسن کے احسان کا شکر اور دوسروں کو لوار کرنا و اصل محسن کے احسان کا انکار ہے۔ اس طرح جب ہم ہم

— گزاری میں شکر کے حقیقی ہدایت کو شامل کر لیں گے تو یہ فکر جائے خود اللہ تعالیٰ کے انعامات حریہ کا میلہ ہوگا۔

— چند قرآنی آیات سے ان مطالب و مضامین کا اہمیت فراہم ہوتا ہے:

— واللہ مکنتکم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معاش لیللا ما تشکرون (الاعراف)

ہم نے جس زمین میں اختیارات کے ساتھ مہیا کردہ ہے کے یہاں سالانہ زیست فراہم کیا۔ مگر تم لوگ کبھی شکر گزار ہوتے ہو۔

وہو الذی یسخر البحر لنا کلواتہ لعلنا نطربہا و یتسخر جواتہ حلیۃ للبسولہا و تری الفلک مواجر فیہ و لیتغوا من فضلہ و

لعلکم تشکرون ۝ (النحل)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو سحر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے زینہ کوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زیست کی چیزیں لکھو جنہیں تم پرنا کرتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ کشتی سمندر کا سید چرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل کا شکر کرو اور اس کے شکر گزار ہو۔

و انکم من کلی ما سألتموہ و ان تعلموا نعمۃ اللہ لا تحصوها ان الاسمان لظلمون کفار ۝ (ابراہیم)

اس نے وہ سب کچھ جنہیں ارادہ تم نے اس سے مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکر نہ کرنا چاہو تو تمہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ذاتی بہتصال اور شکر ہے۔

کذلک یعم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون ۝ فان تولوہ فاعلموا علیکم البلاغ العین ۝ یعرفون نعمۃ اللہ لم یشکرونها و اکثرہم

الکفرون ۝ (النحل)

اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے تاکہ تم فریاد نہ کرو۔ اب اگر وہ مزے موزے ہیں تو (اے نبی ﷺ) آپ پر صاف صاف پیغام حق پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ اللہ کے اعلان کو پہچانتے ہیں مگر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جو حق ماننے کے لئے چہر نہیں ہیں۔

والانذار دیکم انکم لایزالنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید ۝ (ابراہیم)

یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر تم شکر گزار نہ ہو گے تو میں تم کو اور زیادہ نواہوں گا اور اگر کفر میں ثابت کرو گے تو میری براہیمت سخت ہے۔ (۳۲)

دعا: اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا بیان اور اس سے عبادت رانی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ اللہ الخالق ہے، رب ہے، رزاق ہے، مہربان ہے، رحیم ہے، سچا ہے، علیم و مجید ہے۔ وہ اللہ کی ہے اور انسان کے اختیارات کو ان کو محدود ہے۔ پھر کار کا دعائی میں ہے اللہ ایسے مقامات و مراحل آج ہیں جہاں اللہ ہے اس کو رہے ہمارے نظر آتا ہے اور وہ عمل مشکلات میں اپنے رب قدرتی کو پہنچاتا ہے اور اسی سے استغاثہ و تہجد اور کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی شان و عظمت و حمایت سے اس کی دشمنوں کو آسانی میں اور انہیں کو سزا و عذاب کی تہذیب دیتا ہے۔ دعا ایک طرح سے مہر و شکر کے طواریات سے ہے۔ نعمتوں میں اضافہ و حرکت کے لئے دعا اور شکر و آفت میں سرے لئے اور روایات کے لئے دعا، عہد و عہد کے اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اور حسن و حسن کی یہ حمایت اہم ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء و نبیوں بالذات و سادہ انبیاء ہوں یا عوام، سب کے دل اس کی یادگار گرم میں خواہ شکر و ثنات ہیں اور سب کی زبانوں پر اسی کے روبرو احساس و امتداد ہے۔

”سیرۃ النبی“ میں سے ایک اقتباس:

”آنحضرت ﷺ کے سن و شمار میں ہر وقت اور ہر موقع کی اس کثرت سے جو دعائیں ہیں۔ شکر کھانا کھانے کی۔

نئے کپڑے پہننے کی، سونے کی، سو کر سنانے کی، منے میں کھانے کی، مسکھ میں ہانے کی، عطیات ماننے سے لگنے کی

و غیر وہ غیر وہی سب کا اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر اور زبان سے حق کا شکر یہ لو اگر تھے لیکن زبان کا یہ شکر یہ

دل کا ترجمان اور حق کی کھیت کا بیان ہو رہا ہے۔“ (۳۳)

حضرت امام احمد و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا:

"والذیرفع بنو نعیم القواعد من البیت و استعمل و منا قلیل منا انت السبع العلیم ۝ و منا واجعلنا مسلمین لك و من قریبنا امة مسلمة لك و ارینا مناسکنا و لب علینا انت الثواب الرحیم ۝ و منا و ابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم انک و تعلمهم الکتاب و الحکمة و انکم انکم انت العزیز الحکیم ۝" (الفرقہ)

اے نبی کریم! اے علی! (علیہ السلام) جب اس گھر کی دیواریں اٹھ رہی تھیں تو دعا کرتے چلے گئے۔ اے اللہ! رب اہم سے یہ قوم قبول فرماتے۔ اے اللہ! تو سب کی سنتے۔ ہمارے والد! اے۔ اے رب! ہم دونوں کو اپنا اسم ("یعنی قرآن) کہنا۔ اللہ کی نسل سے ایک ایسی قوم الٹا جو حیرتی طبعی قرآن بعد ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا دے۔ اللہ کی کو جان اس سے وہ گھر قرآن، مگر شک نہیں کہ قرآن اس حال میں گرنے والا اور ہم فرماتے والد! اے۔ اے رب! تو سب کی قوم سے ایک ایسا رسول القاصیہ جو انہیں حیرتی قیامت سے لے کر انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کی انوکھی سنو۔ یہ کہہ شک نہیں کہ قوی قوتی ہی اللہ رب العالمین حکیم ہے۔"

حضرت مریم کی والدہ کی دعا:

اذ قالت امراة عمران رب انی نطی وحرودا فلیل منی انت السبع العلیم ۝ (آل عمران)
(وہ اس وقت اس واقعہ کا جب مریم کی عورت کہہ رہی تھی کہ "میرے پردہ دکھاؤ! میں اس پہ کو جو میرے پیٹ سے ہے۔ حیرتی عورت کہتی ہیں وہ حیرت سے ہی کام کے لئے اللہ بوجہ میری اس پیشکش کو قبول فرماتے۔ کتاب لانی تو سب سے لور ہمارے والد! اے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

ھذاک دعا زکریا و ھذا قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ علیہ اللہ صبیح الدعاء ۝ (آل عمران)
یہ حال دیکھ کر زکریا نے اپنے رب کو پکارا کہ "پھر وہ دکھاؤ! اپنی قدرت سے مجھے ایک فرزند عطا فرمادے۔ کہہ شک نہیں کہ قوی ہمارے والد! اے۔"

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعا:

قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ونا اقرئی علینا مائدة من السماء تکلون لنا عبد لا اربا و آخرنا و آتہ ملک و اوردنا و انت عبد الرافضین ۝ (الباقیہ)

یعنی ابن مریم نے دعا کی "اے اللہ! انارے رب! ہم پر آسمان سے ایک ٹونہ نازل فرما۔ اللہ سے لے لور ہمارے انگوٹیاں، پستانوں کے لئے ٹونی کا موقع قرار پائے۔ اور حیرتی طرف سے نشانی ہو۔ ہم کو وہ ذوق دے لور تو بھڑکے ہوئے ہے۔"

قرآنی اور نبوی دعائیں حضرت قرآن اور لور محمود ہائے اللہ دیتے ہیں۔ درج ہیں جو مسلمان کو چاہے کہ اپنے تہذیب کے لئے اپنے تہذیب اور لور محمود و رحمت میں پیش کرتے لور اسی سے مانتے والی کی در خواست کرتے ہیں۔

ہم چند قرآنی اور نبوی دعائیں کے صرف اور ترستے ہیں کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآنی دعائیں:-

میں نے یہ دیکھا کہ کچھ لوگ اس سچی کی طرف گریبا جن سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرم کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

(الباقیہ ۷۹)

میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے ہمدرد کیا اور وہ مالک ہے عرضِ عظیم کا۔

(التوبہ - ۱۲۹)

میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبادت، میرا عین اور میرا جہ سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے اپنا سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

(الانعام - ۱۶۶، ۱۶۳)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے نذاب سے ہمیں چھڑ

(البقرہ - ۲۰۱)

ہم نے حکم بنا کر اطاعت قبول کی۔ ہم تجھ سے حفاظتی کے طالب ہیں اور ہمیں ہمیری طرف پھرتا ہے۔

(البقرہ - ۲۸۵)

مالک! ہم ایمان لائے۔ ہماری حفاظت سے درگزر فرما اور ہمیں آتشِ دوزخ سے چھڑے۔

خدا یا مالک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے زمین لے۔ جسے چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی

(آل عمران - ۲۶۰)

تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اے ہمارے رب! ہم پر مہربان کا فیضان فرما اور ہمیں دنیا سے لطف تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرمانِ دہلہ دہلے ہوں۔

(الاعراف - ۱۴۶)

میں نے کوئی لائقِ عبادت مگر تو پاک ہے ہمیری ذات۔ بے شک میں نے قصور کیا۔

(الانبیاء - ۸۷)

نبوی دعائیں:

یا اللہ! میں تجھ سے طلب کر رہا ہوں ہدایت، ہر چیز گمراہی، پاک دامنی اور بے پردگی

یا اللہ! میرے دل کو غفلت سے، میرے عمل کو بربادی سے، میری زبان کو جھوٹ سے، میری آنکھوں کو خبیثت سے پاک رکھ۔ یقیناً تو آنکھوں کی

خیانت کو اور دلوں کی چکی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

یا اللہ! میں تجھ سے صحت مانگتا ہوں، عافیت اور لذت چاہتا ہوں، حسن الخلق اور تقویٰ پر راضی رہتا ہوں۔

یا رب! میری منگرت فرما اور مجھ پر توجہ دے۔ یقیناً تو جو دینے والا، جسنے والا ہے۔

یا اللہ! میں تیرے بارے میں چھٹا ہوں۔ بے اعتدال سے وعدے اٹھاتا ہوں اور تیری خواہشات سے۔ (۳۷)

محمد (کلام منکوم) میں مبرور و شکر اور دعاؤں کے اسی بیج کے موضوعات و مضامین و شعراء کے زیر استعمال رہے ہیں جن کا تفصیلی ذکر مناسب محل و موقع پر ہو گا۔

اللہ کا قدیم تصور:

ان تعلیقات محمد کے اعمالی بیان کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع اللہ کی پانچ وجوہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔

”محمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ساری کائنات اور ہر چیز کا مالک ہے تو کمال اس کائنات میں جہاں و کمال اور حکمت و قدرت اور منافی و کارگیری کی جوشن بھی نظر آتی ہے اسکی تعریف کا مستحق وہی ہے اور اس کائنات میں رہنے والا جس چیز سے بھی کوئی فائدہ یا لطف و لذت حاصل کر رہا ہے اس پر خدا ہی کا شکر اسے ادا کرنا چاہئے۔ کوئی دوسرا جب ان اشیاء کی ملکیت میں شریک نہیں ہے تو اسے نہ محمد کا مستحق پہنچتا ہے نہ شکر کا۔“ (۳۸)

اللہ کا تصور بہت قدیم ہے۔ مختلف مذاہب و عقائد اور ان کے ماننے والی قومیں اللہ کا ایک وحدہ لا شاکہ تصور رکھتی تھیں۔ مشرکین سے پوچھا جاتا کہ تمہیں اور زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا، تو وہ کہتے تھے ”اللہ نے“۔ لیکن ان کے تصور توحید میں شرک کی آمیزش تھی۔ ستاروں و پہاڑ، آتش و آفتاب اور انسان کو ایک باوقوف لیل الہی تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔ ہندو مت اور اس کی مختلف صورتیں، دین آتش پرستی اور مسلک مت پرستی، روح اور مادہ، بد و نیک، ابر و من، جہنم و جنت، تثلیث سب اسی اللہ تک رسائی کے ذریعے قرار دیئے گئے تھے۔ آخر سے بارہ صدی عیسوی تک ہندو مذاہب کا یہ تصور عام تھا کہ اللہ ہے اور وہ مختلف روپ اختیار کرتا اور مختلف وجوہات کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ دین اسلام نے اللہ کی توحید خاص کا عقیدہ دیا۔ ہم اس انسانی فکر اسی کے طلسم و خیرگ کو شر و جہنم کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

ایک جہاد کی بحث یہ ہے کہ انسان شرک کی بھول بھلیوں میں الجھ کر بعد از عمرانی سید توحید کی طرف گامزن ہو یا توحید کے سر لا مستقیم پہنچنے پہنچنے شرک کے قعر مذلت میں گر پڑے۔ ”حسن اللہ بیٹ“ کا علامہ طالب جوہری کے مطلق نعرہ یہ ارتقا کے ماننے والوں کا قیاس یہ ہے کہ ”جب انسان درختوں اور غاروں میں ماسا کرتا تھا اور شکار کے گوشت سے اپنے شکم کی آگ بھلا کر کھاتا تھا، اس وقت انسان کے ذہن میں کسی ایسی ذات کا تصور نہیں تھا جس کی عبادت کی جائے۔“

اس کے بعد علامہ کے بیان کا قصہ یہ ہے کہ موسیٰ کے بے قہار ہونے اور ناممکنی آفات سے بچاؤ کے لئے اس نے سوچا کہ معزز اشیاء کو عبادت کے ذریعے خوش رکھا جائے۔ یوں پہاڑ، دریا و غیرہ پر بے جانے لگے۔ پھر اس نے سوچا کہ لوگ مر کر کہاں جاتے ہیں اور جب مرنے والے غولوں میں آئے اور کھائے بات کرنے لگے تو حیات بعد الموت کے تصور سے آہستہ آہستہ کی بیاد پڑی۔ پھر انسانی توہمات نے منظر طبیعت، غش و قمر، آفتاب و آتش، باد و خاک، گود اور غمت، میولات، یہاں تک کہ جنسی اعضا کی پرستش شروع کر دی۔ آخر انسان کا جذبہ پرستش خوب سے خوب تر کی تلاش میں توحید کے حرم تک آپہنچا۔ (۳۹)

”سات در پہلوں کی سر زمین“ کزن خلیف میں یہ قصہ اس انداز میں ہے۔

”تبدیل انسان کا شکار ہو کر آہستہ آہستہ توحید کا شعاع ہو گیا اور خدا کا تصور بھی قائم کرنے سے قاصر رہا۔ پھر رفتہ رفتہ انسان کا شکار ہو کر آہستہ آہستہ توحید کا شعاع ہو گیا اور خدا کا تصور بھی قائم کرنے سے قاصر رہا۔ پھر رفتہ رفتہ انسان کا شکار ہو کر آہستہ آہستہ توحید کا شعاع ہو گیا اور خدا کا تصور بھی قائم کرنے سے قاصر رہا۔“

اقدام کرنے کا۔ مگر اور مسئلہ تو یہ عرفی کے دور سے نکل کر جب انسان ذرا امت کاری کے سبب دھرتی سے خوب چمٹ کر رہ گیا تو اس نے اپنا خالق اور اپنی ضروریات پوری کرنے کا سب سے اہم اور بجاوی وسیلہ دھرتی کی دیوی کو بھاگ۔ دھرتی کی دیوی کو اپنا خالق پالسا اور ضرورت پوری کرنے والی سمجھا دیکھا جائے تو قدیم انسان کے نزدیک یہ ایک صحیح منطقی اقدام تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہاوی، اچھ اور سبز دھرتی سے آپ سے آپ بھرا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بجاوی ضرورت جس زمین پوری کر رہی ہے۔ اس نے جاننا کہ صحیح جانا کہ زمین اس کو اسی طرح کرام و کمالات پہنچاتی ہے جس طرح مٹی کی گود۔ یوں انسان نے دھرتی کو اپنا گھر سمجھا اور اس کے لئے اس کے دل و ذہن میں پہلے تو شکر گزاری اور پھر رفتہ رفتہ مودیت پھر سے جذبات و صورت امر سے چلے گئے۔ تو یہ ذرا امت بھرنے اپنے مشاہدے سے یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح تخلیق یا تولید کا اصل منبع عورت ہے اسی طرح جملہ نباتات اور انسان کی تمام تر ذریعہ ضروریات کا سرچشمہ دھرتی ہے۔ دھرتی ہی باہر لوں کو پال رہی ہے، اسی طرح جیسے لہار کو عورت پالتی ہے۔ یوں انسان کے ذہن نے کسی سر دیانہ کر معبود کی بجائے مودت معبود کو قبول کیا۔" (۳۰)

الطرح یہ مظاہر پرستی، یہ اعتقاد پرستی اور یہ مصنوعی و مجازی باطل معبودوں کی پوجا اس کے گمراہ ذہن کے فتویٰ و فتوس تھے۔ حتیٰ کہ بزرگوں لاکھوں برس کی تواریخ و عرفی کے بعد وہ توحید آسمانی کی منزل تک پہنچا۔ آئیے اب اس دہائی طعالت کی تہذیبی سییر ہو جائے۔ فاعلموا ما کان

اولی الانصار

مکمل منطقی کے اس طویل سفر میں انسان نے مختلف مذہب و مذاہب باطلہ کے دامن میں پھنسا۔ پہلے ایب لہا میں ہیں۔ بعد مذہب کے بارے میں "اسلام اور مذہب عالم" سے یہ دل چسپ اور مہر ت آموز مضمون ملاحظہ کیجئے۔ خیال ہے کہ اس مذہب کا آغاز ۱۵۰۰ ق م میں ہوا۔ اگرچہ بعد وہستان میں داخل ہوئے تو وہ مظاہر پرست تھے۔ بعد میں ان کے عقائد ہندوستانی باشندوں سے متاثر ہوئے بطور روئے کے عقائد ایک دوسرے میں مل گئے۔ چند مذہب اپنے ساتھ لائے چند برہمن تھے۔ سب نے لہاروں کی پوجا کرنے لگی۔ یہاں کی آب و ہوا اس کی ذرا خیر بنی، ہندو دھرمیت تک پہنچاؤں اور جنگوں کے مرعوب کر دینے والے اثرات، طوفان خیر بد شمس، مٹی کی اردو خیر گرجا اور چمک اور پیہ لہار و غیرہ نے قدیم ہند کے باشندوں کے عقائد و نظریات کو متاثر کیا۔ انہوں نے ان تمام طاقتوں کو جن سے ان کے مفادات و اساتذہ نظر آتے یا ان سے مرعوب ہوئے، دھرم کا دودھ دے دیا۔ یوں انہوں کا بھی اثر چلا۔ پوجانی سورج کو پوجتے تھے۔ ہند میں سورج اور آگ کی پرستش ہوتی۔ آگیا اپنے ساتھ تین دھرم لائے۔ آگ، امانہ اور سرب۔ تاجم ان کی تعداد میں انسان ہوتا چلا گیا۔ وہ دھرم نے ہی دیوی ارواح کو عورت کا مقام دے دیا جن کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ ارواح مظاہر فطرت میں کار فرما ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی تصانیف کے مطابق مٹی و حرم شمس میں پرستش کو خالق اکبر کہا گیا ہے۔ بھوت میتا میں وحدانیت اور ہندوستانی نظریات کا مجموعہ ملتا ہے۔ کہیں کہا گیا ہے کہ کرشن انسانی صورت میں خدا ہے۔ کہیں وہ

کہیں مافوق الفطرت صورت میں نظر آتا ہے۔

یہاں تک کہ میں عقیدہ تنکث کو ختم دیا گیا۔ مسیح کو خدا کا بیٹا اور اسی مادہ کی تخلیق قرار دے دیا گیا جس سے ہر انسان کے مسیح کا "ہاپ" جہالت ہے۔ صلیب کو خدا کا ایک حصہ قرار دے دیا گیا۔ مسیح اور مریم کی شہید اور مورچوں پر اسے خدا ہی جو خدا پروردگار سے پیدائی گئی اور انہیں "دولت" دیا گیا۔" (۴۲)

ثیلی نوحانی کے مطابق

"تصور اسلام سے قبل خود عرب انہی مذاہب باطلہ اور غلطہ کا بہت بڑا مرکز تھا۔ بعض لوگ زمانے یا فطرت کو مانتے تھے اور خدا سے آشنا تھے۔ بعض خدا کے قائل اور قیامت اور جزا و سزا کے منکر تھے۔ بعض نبوت سے منکر تھے لیکن مومن لوگ بہت پرست اور مظاہر پرست تھے اور انہیں خدا ایک پہنچے کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ قول ثیلی: قبیلہ حمیر جو یمن میں رہتا تھا، آفتاب پرست تھا۔ کنان چاند کو پوجتے تھے۔ قبیلہ بنی تمیم اور ان کی عبادت گاہ تھا۔ اسی طرح قیس اشعری کی قبیلہ اسد عطار کی اور گھوڑوں پرست تھی۔ مشرکی کی پرستش کرتے تھے۔ اسی طرح لات، عزی، منات، وود، سول، یثوت، یعوق وغیرہ مختلف انسان کے پجاری تھے۔ سب سے بڑا بت ثیلی تھا جو کعبہ کی بہت پرستش کرتا۔ قریش لڑائیوں میں اس کی بے پناہ تھے۔" (۴۳)

نصرانیت، یہودیت اور مجوسیت بھی مدت دراز سے عرب میں رائج تھے اور مختلف قبائل مذاہب سرگاندہ کے پیر و تھے۔

مجیب بات یہ ہے کہ دوسرے مذاہب باطلہ یا لوہان محرفہ کے ماننے والے جو دوسرے ممالک میں پھیلے ہوئے تھے، خدا کا ایک تصور ضرور رکھتے تھے جو شرک آمیز تھا اور اس خدا ایک رسالے کے لئے وہ مختلف اسماء، مظاہر، دیوی دیوتاؤں اور لوہوں کو وسیلہ قرار دیتے تھے۔ بعینہ یہی صورت حال قبل از تصور اسلام عرب میں تھی۔ یہ لوگ تقریباً تمام پرست ہونے کے باوجود اس اعتقاد پر قائم تھے کہ خدا اور شے ہے اور وہی تمام عالم کا خالق ہے۔ اسی خالق اکبر کو وہ اللہ کہتے تھے۔ قرآن میں بار شہادت دی گئی ہے

وَلَن مَّالَتِهِمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِغْشَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لِيَقُولُوا لِلَّهِ قَاتِلِي هَؤُلَاءِ كُفْرًا ۝

(سورہ العنکبوت ۶)

اور اگر ان لوگوں (کافروں) سے آپ پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور پائندہ اور سورج کو کس نے چلنے فرمایا، یہ کہتا ہے تو انہیں لگے کہ "اللہ" پھر کہہ کر بیکہ جا رہے ہیں۔

عرب کی اس ماہیت پرستی، خداست پجاری، تم مشکی اور عطا کا تنکث "دو جزا اسلام" (مفسر حاکم) میں بڑا کھینچا گیا ہے۔

کہیں آگ بجتی تھی وہ بے حلالا — کہیں تھا کو آب پرستی کا پرچا

بہت سے تھے تنکث پر دل سے شیدا — ان کا مقلد سچا سچا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی

ظلموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

قیلے قیلے کا بہت اک تھا — کسی کا ہل تھا، کسی کا مٹا تھا

یہ عزی پہ "وہ" نامہ پر خدا تھا — اسی طرح مگر مگر کیا اک خدا تھا

نہاں ابو غلث میں تھا سر اور

اندھرا تھا لڑائی کی چوٹیوں پر

تکثیری کے چار اصل دعوائیں تھیں جن کو یونٹ آف کی مہارت کرتے وقت خوش الحالی سے پڑھتے تھے۔
 کتب مقدسہ کی سورتیں اور آیتیں ان کے ساتھ پڑھنے کے لئے ہوتی تھیں۔ اچے کے اشلوک،
 لوستکی دعائیں جو گاتھا کہلاتی تھیں، عمدہ نامہ شریف اور عمدہ نامہ جدید کے اہم اجزاء اس کے سب سے دوسرے کاغذوں
 لئے ہوتے ہیں، یہاں پر عروض کے اصطلاحی معیار سے ان پر شاعری کا طغیان ہو چکا۔ (۴۴)

یہ مباحث جیسا کہ نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ نظریہ لفظ کے ماننے والوں کے مطابق جب ذہن انسانی شرک سے توحید کی جانب مائل ہو جاتا ہے
 ہندو شرک میں عجیب و غریب دہائی ہائے ظلمات و گمراہی سے گزر کر، ہمارے اس کاغذ و قلمین اور قیاس و خیال سے حقیقی اللہ کی جانب رخ پھرنے والے
 سامنے نمودار ہو کر باقیہ وہ جن اشیاء و مظاہر سے خوف زدہ ہو یا جن چیزوں میں اس نے اپنے مقادیرات محسوس کئے، ان کے آگے جھٹکنا اور انہیں پوجنا
 وہ اس میں فطرت کے سرکش اور مذہب دور و ماضی نہیں تھے، قدرت کے مظاہر بھی تھے، دلیوی پوجنا بھی تھے، مومن بھی تھے، مانتا بھی تھے، حتیٰ کہ اس
 کے خود تراشیدہ دست بھی تھے، شاہین زندہ دست بھی تھے، قبر میں انسانی قوتیں بھی تھیں۔ وہ ان کے دہان کے کلاب کی قوتوں سے مضطرب ہو کر، پان کی
 خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے شرف انسانیّت کو ان کے سامنے خاک میں کر رہا تھا اس کا تصور، خاک کی اورغہ اور غیر مرئی قوتیں یا انکی محسوس
 پیکر ان سنگہ گل تمام کائنات کا نظام چلا رہے ہیں اور احوال و واقعات عالم کی باتیں ان کی دست قوی میں ہیں۔ وہ ان کو پوجنا اور ان پر بھروسہ پڑھاتا۔
 دوسرے کھڑے انسانوں کی قربانی سے ان کو خوش کرنا، ان سے حاجتیں طلب کرنا، ان کی رضا جوئی کے لئے بھی، گیت، اور گیت گیت، حرامیر سے ان کا
 دل بھلا کر ان کی حمد و ثناء میں رہتا، کھڑے شرک کے اس عالم میں وہ یہ سمجھتا کہ یا تو یہ خدا ہیں یا یہ سب خدا ایک رسائی کا وسیلہ ہیں۔ خالق کا تصور
 اس کے شرک و ایمان میں قصور و لاپتہ، مہم، الجھاؤ اور غمراہی اور قدامت توحید مانس اور خدا کی عزت کی صفات اس کے دائرہ عقل و حواس میں آتی تھیں
 یعنی تھیں۔ ہزاروں سال کا سطر قیام اس کی یہی پرستاری باطل تھی اور یہ مرنے والی کا ایک بے سرو پا اور لاپتہ سلسلہ تھا۔ سو میری قوم
 (۳۵۰۰-۲۰۰۰ ق م) ہزاروں سال پہلے ہزاروں سال سے لے کر ہمارے ہزاروں سال تک سو میر (جنوبی عراق) میں رہا تھا اسے ہزاروں سال پہلے وقت کی
 مذہب و معتاد قوم تھی۔ ان کے اساطیر کو ماہرین نے لونی نو میت کا حال قرار دیا ہے۔

لن حلیف کے مطابق سو میریوں کے یہاں رواج محمدی مختلف اقسام اور زمروں میں آتی ہیں۔

سرداموں	---	خوش آہنگ مہرین
سردم	---	سازمیں اصلی محمدی
سردم کاٹا	---	پوجتوں کی تخلیق
سردم کرٹا	---	جزیہ محمدی
سردم شہی پدانا	---	گدہ پانی کی محمدی

بعض حصوں کے نام سازوں پر ہوتے تھے۔ جیسے قی، ارشنا، اداب، وغیرہ
 اکثر محمدی پچاس مصرعوں سے چار سو مصرعوں تک پہنچی ہوئی ہیں۔

بہ لحاظ موضوعات و مضامین ان کی تقسیم:

(۱) دلیوی دیوتاؤں کی محمدی

(۴) دعا کی عمریں

(۵) مندرہوں کی عمریں کی دعا

(۶) بادشاہوں کی عمریں

بعض حمدوں کے مختصر نمونے:

ان اللہ دیوتا کی حمد

ان اللہ جس کا حکم ہمہ گیر ہے

وہ مہر حق کے دیوتا ہے، نہایت سے اس کے سامنے جھکتے ہیں۔

ان کا (دوسرے دیوتا کا) اس کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔

عظیم اور عظیم الشان اللہ! آسمان اور زمین میں اہل قوتوں والا

جو منف ہے اور کائنات کے فیصلے کرنے والا ہے۔

میرے حکم سے پادشہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ اہمیت ہے۔

ان اللہ (ان اللہ) کی توحید کی نگاہ

کوہ عظیم (ان اللہ) کی توحید میں گم ہونے والے کیوں میں جس کا کر ہے

بند و عبادت و محبت کے احکام عظیم ہیں

اسے کہ عظیم ان اللہ مہر حق ہے۔

ان اللہ (دیوتا) کی حمد (خود شائے کے انداز میں)

میرے آپ (ان اللہ) نے مجھے آسمانوں پر لے کر آجائے ہیں

اس نے مجھے سزا دے دی ہے

اس نے مجھے سزا دے دی ہے۔ اس نے مجھے طوفان میں ڈال دیا ہے۔

میں ملکہ ہوں

ان اللہ (دیوتا) کی حمد (خود شائے کے انداز میں)

جب شہزادی کریمہ اللہ کی مہر حق کے گھر میں

وہاں مجھے روک لیا۔

عشرت (دیوی) کی حمد

اس دیوی کے گن گز دیویوں میں سب سے زیادہ پر ہلال ہے۔
محبت اور مسرت اس کا لباس ہے
وہ قوت حیات اور لبائی اور شہوت سے معمور ہے
اس کے لب شیریں ہیں
اس کا بدن دل پذیر ہے۔ اس کی آنکھیں نور انگن ہیں۔

جن آرتا (جنگ کے دیوتا کی حمد)

نوٹ: (یہ دیوتا متنازعہ خصوصیات کا حامل تھا۔ جنگ کے علاوہ زرخیزی، آسودگی اور طویل زندگی کا دیوتا بھی تھا اس حمد میں آخری خصوصیت کی توصیف ہے۔)

حیات آخر میں مٹی، حیات آخر میں خم
بادشاہ جس کے نام کا اعلان ملنے لگے کیا
میرے بادشاہ ہم پر طوفان بٹاتا ہے۔ ہم پر آج بھی بھیڑ جتی ہے
میرے بادشاہ ہم پر بے مینہ بٹاتا ہے۔ ہم پر آج بھی بھری جتی ہے
میں تیرا نام ہر بار پکاروں گا۔
جب تک وہ بادشاہ تھا
اور میں شیریں پانی کی روانی تھی
کھیت میں لہجہ فرلوانی سے پیدا ہوتا تھا
میرا لب بلبل شہد اور شراب سے معمور تھے
گل میں زندہ گئی طویل تھی
یہ لہجہ (حمد یہ) گیت ہے

ای گر (مندر) کی حمد

خانہ عظیم، یہ کوہ عظیم ہے
جن لال کا گھر، یہ کوہ عظیم ہے
باب عظیم، مقدس انصاف، یہ کوہ عظیم ہے
جوزہ کالے جانے والا چٹانک، یہ کوہ عظیم ہے

اشکر (بارش، ہوا، طوفان کے دیوتا) کی حمد

عالیٰ جب ساٹھ تیر اور ششہ ہم آہن کی ست ابراس تک پہنچتا ہے

تیر اہم ملک پر بار بار حملہ کوہ ہوا

تیری تپائی نے ملک کو پر شاگ کی طرح دو عاب لیا ہے۔

تیر سے دھڑلے پر کوہ عظیم ہن لٹ خوف سے اپسرجھاوتا ہے۔

تیرے انکار نے سے فن لٹ لرز جاتی ہے۔

شوگی (بادشاہ ۲۰۹۳ء - ۲۰۳۱ء ق م) کی حمد: (خود ستائی)

میں بادشاہ حمبار سے پیدا ہونے والا سورما ہوں

اشوم گل (خوناک اڑوا) سے پیدا ہونے والا، خوفناک آگہ والا شیر ہوں۔

میں نین دیوی (کل گاشی کی روحانی بیوی اور شوگی کی آسمانی بیوی) کے بیوی جنم لینے والا میں ہوں

سڑک پر چلنے والا شاہانہ گدھا میں ہوں

شاہزادہ پر دم لہرانے والا گھوڑا میں ہوں

اپنی دلیری کی طرح راجی طاقت کی طرح

میں مشت دورانیس سے بھی مصطف ہوں

مجھے انصاف پسند ہے

جھجھکی پسند نہیں۔

میں اپنے اصناف سے لقب اٹھانے والا قوی مرد ہوں

میں نے سڑک کو ٹھوٹایا، وہاں سے ملے گھر بھاگے

اتن کے ساتھ درخت لٹکائے، کوہم کا پس منظر بن گیا

وہاں اچھے لوگ رہتے۔

اس لئے کہ میرا نام تاریکیاں رہے

شوگی قام غیر کھن کو چاہ کر نے والا، جو قام لوگوں کو جھٹکا دیتا ہے

کائنات کے ی۔ کے سلطان

اتن کے ہاتھ میں نے شوگی کی پرورش کی

اے مذہب (دینی)، تحریر اور لوب کی دینی (تحریری) ہے۔" (۳۵)

سو میری قوم کی ذہنی مگر اسی کی میر کے بعد اب ذرا قدیم مصری قوم کا مشاہدہ ہو جائے۔ سو میری قوم کے دینی، دوح جنوں کے نام اور اعتقادات ہم نے دیکھے۔ ان لکڑیوں کا "خالق اکبر" ہے۔ مصر میں نظام حیات و کائنات کی باگ ڈور دوسرے معبود ان ہاگل کے ہاتھ میں ہے۔ ان میں سے ہر ایک انا و لا الہوی کا ڈنکا جارتا ہے اور اشرف المخلوقات، انسان اس کی پرستش کر رہا ہے اور ہر ایک سے واحد خود استعانت میں لگا ہوا ہے۔ آج سے چار ہزار برس قبل یہاں بھی شاہان جبارہ لائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ وہی مظاہر پرستی، اعصاب پرستی اور کثرت پرستی کا رولن ہے۔ زبان عقیدت پر انہی بیکر ان محسوس کی جہیں ہیں۔ خدا اے واحد کا وہی شرک آمیز تصور اور ان اشیاء مظاہر کے حوالے سے اس تک رسائی کی آواز۔ مصری جہوں کی قدامت سو اچھا یا ساڑھے چار ہزار برس سے زیادہ نہیں ملتی۔ تحریری صورت میں سب سے قدیم تحریر وہ ہیں جو بری لوب کا حصہ ہیں۔

اہم اور ممتاز تحریریں سورج دوح تا، نوت دینی، اسر دوح تا اور دریائے نیل کے علاوہ پانچویں خاندان کے آخری فرعون، دوسرے نسائی، اور چھٹے خاندان کے فرعون تینی اور پیو و فیروہ کی توصیف میں ہیں۔ اس کے علاوہ شاہی تاج، مطرئی پہاڑ کی مقدس چوٹی، سنہری شاہیں، باگ، جنگل، رحمہ، شہر، مندر اور رمل کمال کی شان میں ہیں۔ کثرت میں دوحی دوح تاؤں سے نسبت رکھتی ہیں۔ جہوں کی زیادہ تعداد سورج دوح تا کے لئے ہے جسے وہ "را" کہتے تھے۔ یہ جہوں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مصریوں کے معبود مطلق اور لامحدود تھے۔ اکثر جہوں کے مطابق توبہ و استغفار، ذاتی سعادت مندی، تقویٰ اور ہدائی کے آئینہ دار ہیں۔ ایک حیرت کا سامان ان جہوں میں یہ ہے کہ ایک عظیم خدا تصور ہے، ایک ایسا خدا جس میں تمام دوسرے دوح تاؤں کو سودیا گیا تھا۔

ان ذخائر میں تین جہوں میں سب سے ممتاز ہیں، آسن، دوح تا کے لئے طویل عظیم جہ، دریائے نیل کی شان میں طویل عظیم جہ اور فرعون اناتون کی طویل جہ جس نے آتن کی شان میں کہی ہے۔

ان حنیف کے مطابق فرعون اناتون (۱۳۶۷ تا ۱۳۵۰ ق م) ایک موجد شخص تصور ایک بیکتا معبود پر یقین رکھتا تھا۔ وہ مذہبی انقلاب کا علمبردار اور موجد تھا۔

ذوق جمیل سے متصف فرعون اناتون نے یہ طویل عظیم جہ اپنے معبود پر یقین کامل کے نتیجے میں تخلیق کی۔

اس نے ماضی سے انقلابی انداز میں قطع تعلق کر کے تمام دوسرے دوحی دوح تاؤں کی فنی کی نور ترین معبود کو معبود واحد (خدا اے واحد) کے تصور میں بدل دیا۔

جہوں کے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس کے ذہن میں معبود کا فیروہ مادی تصور تھا۔ اس نے خدا کے لایفٹ ہونے کا تصور پیش کیا اس کے نزدیک سورج خالق نہیں تھا بلکہ اناتون کے معبود نے اسے تخلیق کیا تھا۔ اس نے سورج کو اپنے معبود کا ایک مظہر بنا دیا۔

درہمین کا دعویٰ ہے کہ اس نے وحدت کے وجود کے بارے میں بات کی ہے۔ (۳۶)

آئیے ہم آتن کی عظیم جہ کی چند سطروں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اناتون کے موجد ہونے کا امکان اور جواز کتنا تک ہے۔ یہ جہ صفحہ ۷۳ تا صفحہ ۱۶۷ درج ہے۔

آہن کے آتن پر تیرا اظہار دلچسپ ہے

اے ذمہ آتن، ازمہ کی کے خالق

جب تو مرقی اتنی ہی غروب ہو جا ہے
دعوتی پر جا رہی ہوں پر ماتی ہے جیسے موت

تو عورتوں میں مردانہ جہر کی افزائش کر جا ہے
مردوں میں نقطہ پیدا کر جا ہے
بچہ کو اس کی ماں کے دہن سے خوراک دے جا ہے
جب انورے کے غول میں چر زہر دے جا ہے
تو اس کے اندر اسے زہر دیکھنے کے لئے ماسک دے جا ہے

جب تو اکیلا تھا
تو نے اپنے دل کے مطابق دنیا تخلیق کی

تو میرے دل میں ہے
اور کوئی دوسرا نہیں جو تجھے پہنچتا ہو
سوائے تیرے چڑ غریب اور ملن را کے (فرعون کا سرکاری نام) (۳۷)

اس نظم میں دو امور لائق توجہ ہیں:-

(الف) زعمہ آتن کا غروب غروب ————— یہاں اس کے ذہن میں آتن یعنی آلاب ہی ہے۔ اگر اس سے خدا امر تو ہے تو خدا کا غروب کیا ہے ہوئی۔
(ب) کوئی دوسرا تجھے نہیں پہنچتا، سوائے تیرے چڑ کے ————— خود کو خدا کا اور قرار دے جا ہے۔ اسی بات کو مصر کے قدیم لوہ کے معنی نے
میں ۶۷۲ پر یوں کہا ہے: "اتن تو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے معبود کاویا ہے۔" اور اپنے خدا اور نوع انسانی کے مابین رابطے کا
ذریعہ یہ سید ہے۔"

بجائے قرآن اس نظریہ پر بحث کرنا کہ کر ضرب کاری لگا جا ہے:-

قل هو الله احد ۝ الله الصمد ۝ لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد ۝ (سورہ الاحقاف ۳۰-۳۱)

(یا) وقالت اليهود غریب ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله ذلك قولهم بافواهم بهتلعنون قول الذين كفروا من قبل فلنلهم
الله آتی یزفكون ۝ (سورہ الاحقاف ۳۰-۳۱)

اتن توں کو توجہ کا طہر و فرور دینے والے یہ مثال بھی کر سکتے تھے کہ ممکن ہے وہ مصر قدیم کا کوئی خطیر ہو اور اس کا یہ مصری نام سریانی اور
عبرانی زبان میں کسی نبی کے نام کے معنی ہو لیکن کسی نبی نے خود کو خدا کا اور نہیں کہا اور مغرب عیسائیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ
کہا تو قرآن نے اس کی تردید ان الفاظ میں کر دی اتن توں کو زور قوت نے ایک ہی ذہنی سطح پر خدا کے ہرے میں سچا۔ اول اللہ کرنے آلاب کو اور جلی

اللہ کرتے آگ کو خد کا سطر قائم قرار دیا لیکن خدا کی قہر خاص کے بدلے میں وہ اپنے ذہن کی دھند کو صاف نہ کر سکے اور اس کے ماننے والے بن مظاهر
ہی کو خد کا اور چہ اے کر پوجتے رہے۔

وہ کہ ہند میں بھی یہ صفات الٰہی کی ہے کہ رگ وید میں وہ انہیت کی تعلیم ہے یا میں معص کے مراد:
"ہندو روایات جن کی کثرت کے یہ سوال کرنا، ظاہر فضول معلوم ہوتا ہے مگر ایک 'ایہہ اشوہ' کے وجود کا خیال جو
وقت سے پہلے اور خدا کے مدار امور و عقائد الٰہیت کے بہت قریب ہے اور اس کے ہاتھ میں یعنی ہندو جن کی
قوت علیہ وہ ہے جو خد کی اس کے قریب قریب پہنچے لیکن حقیقت کو معلوم کرنے میں ناکام رہے۔ وہ
کے قدیم شعر الحقیقت کے قریب تر پہنچ گئے تھے کیونکہ جب وہ دھرم کی عبادت کرتے تھے جو گناہوں کی سزا
دینے والا اور صاف کرنے والا ہے تو ان کو یہ کہتے تھے، اور اس سے جس کے ہاتھ میں پلوں پائے ہیں نعل
اس کے کہ وہ انہیں پیچھے، مگر اس کے بعد عقلی دلائل نے فرما دیا کہ جو روحانی کائنات کو دیا۔
یہ امر بھی وہ الٰہیت کے قریب نکلتے تھے مگر ٹھکانہ ڈراپہ ک مجا۔" (۳۸)

آتن کی شان میں اختتام توں کہتا ہے:

تو اپنی طرف کو زخمی کئے گئے

سائیں مٹا کر رہا ہے۔

تو نے اپنے دل کے مکان دنا تھیں کی۔

تو نے اپنی مٹی ہوئی چیزوں کی انوش کے لئے موسم بہا ہے۔

تو نے آہن ملایا تاکہ تو ہمارے میں ہو۔

زمین میرے ہاتھ سے وجود میں آئی۔

اگر معرکہ ہم کے مذہبی عقائد کا آئینہ شرک کے عہد سے صاف ہو تا تو یہ عہد خدائے حقیقی کے بدلے میں تصور ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ تو آتن

کے لئے ہے۔

سورج کی حمد

آتن توں کہتا ہے:

جب تو مغرب آتی، غروب ہو رہا ہے

دھرتی پر تاریکیوں چھا رہی ہے چھ سو

ایک آگہ دھرتی کو نہیں دیکھ سکتی

نیر ہوا اپنی جگہ سے باہر نکل آئے ہیں

سائیں مٹا کر رہا ہے۔

یہ جو آتش پرستی کے ادب میں آئی ہے۔

افسانوں سے پہلے بھی حمد کوئی اور سرسری کا سرسرا ہوتا ہے جو زیادہ تر دیوی دیویوں سے متعلق ہیں۔ سلاطین وقت کی عظمت و جلال، دریائے نیل کی طاہراندہ عبادت و اوقات اور سورج کی قدرت کا طے ہر اکڑ حمد میں اس انداز میں ہیں کہ یہ سب خدا لپٹا مطلق ہیں اور کائنات کے تمام نظم کو بنی چار ہے ہیں اور سب چارہ انسان ان کا نگہ بند بنیو اور ان کی نگاہ وارش کا متحمل ہے۔

نیل کی حمد

جب وہ صبا پہنچتا ہے تو نختے رک جاتے ہیں
ہر فصل قریب ہو جاتا ہے
دیج تازوں کے نذرانے میں کی آہاتی ہے
لاکھوں آدمی سر جاتے ہیں۔ لوگ حریص ہو جاتے ہیں
اور جب وہ غارت گری کرتا ہے تو ہری و عرقی خوف زدہ ہو جاتی ہے۔
پھولے پھولے سب آؤں کا کرتے ہیں۔
اور جب وہ بھر جاتا ہے تو عرقی خوشیاں مناتی ہے
جس خوش ہوتا ہے۔ ہر جزے کی ہڈی ہنسی ہے۔
ہر وقت نگاہ ہو جاتا ہے۔

سورج کی حمد (اس کے علاوہ کے حوالے سے)

مصری اپنے راجہ تاج کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی خواہشیں بھی انسانوں جیسی ہیں۔ وہ ہمیشہ قدرت کے دل دہوہ ہیں۔ ان کے حسن اور بیکری کی نزاکت پر کشش ہے اور ان سے قرب کی تمنا ان کے ہر سردار کا حق ہے۔ چنانچہ ان حمدوں میں علق ہادی کی یہ کیلیات جھلکتی ہیں۔
تیری خوب صورتی دل کو مودہ لیتی ہے
تیری محبت بلا دوس کو کھڑو کر دیتی ہے
تیری خوش آواز ای باتوں کو قورم پہنچاتی ہے
اور تجھے رکھ کر دل پہ لکھن ہو جاتے ہیں۔ (۴۹)

سامیری حمدوں اور مصری حمدوں کے اس مقابلے کے بعد ایک سرسری سا جائزہ ملندہ نتائج کا بھی ہو جائے۔ اس سلسلے میں دیوی ادب پر نظر ڈالنا کافی ہو گا۔ سامیری ادب دیوی ادب سے تین سو چار سو برس پرانا ہے کہ نگہ دیدی ادب کی تخلیق کا زمانہ کم از کم چودہ صدی ق۔ م سے لے کر دوسری صدی ق۔ م تک بتاتا ہے تاہم اس سلسلہ کا یہ مظاہر اور معبود ان باطن کی پرستش کا یہ سلسلہ اور ان کی حمد و مناجات کا یہ سلسلہ ہے۔ دیوی ادب عین حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلا حصہ جو دارالقصہ ہے، چار حصوں میں تقسیم ہے۔ سامیری و مصری ادب اور اعراب پر مشتمل ہے۔ دگ دیدی و دیوی ادب کی پہلا حصہ۔ دگ دیدی میں دس منزل (۱۱ حصے) ہیں جن کے نکل گئے ایک ہزار اٹھائیس جتنے ہیں۔ دگ دیدی بہت سادہ ہے بہت شاعروں کی

خلق ہے۔ یہ ہر بہت شاعر و جاہل کرانے اور نہ ہی گیت تخلیق کرنے کے علاوہ اپنی قوم اور قوی سربراہوں کی منکوم مدد سرائی بھی کرتے تھے۔
رگ وید کے دس منڈیوں کے شعری مولد کو تخلیق کا پیکر مٹا کر نے والے شعرا کی مجموعی تعداد چار سو چالیس ہے۔ رگ وید کی نظمیں مدحیہ و مہمانیہ
اور مہمانیہ نامہ لکھنے والے ہیں۔

..... ہمارے لئے یہ بات آمیزہ جرت ہے کہ ہندوستان میں بھی ذہن انسانی کی تمام پرستی نے کیسے کیسے دیو تا گھڑ کے تھے اور حکمت معری
ان سکودھن باطل کے سامنے خاک سر تھی۔ وہ کب ہندو معتمد میڈم زید اسے۔ رگ وید کی فہرست کے مطابق قدیم اور بعد کے ان دیوی دیوتاؤں اور
ان کے اعتبارات اور قہر و قوت کا اندازہ کیجئے۔ فاعتر و ایا اولی الانصار
خوالہ رگ وید ملاحظہ کیجئے:

دیازس دیو (زمین و آسمان)

وارن (نظام عالم اور قانون اخلاقی کا محافظ نیز گناہوں کی سرکوبی اور معاف کرنے والا)

متر۔ دیتی۔ اگنی۔ ہوتر۔ ایم پناٹ (پانیوں کا پوتا)۔ سولا پناٹ

دوسرے دیوتاؤں کا پوتا۔ منو (مٹی سے بنایا گیا انسان کا مورث اعلیٰ)

اندرو (آریاؤں کا جنگی دیوتا)۔ پر جانیہ (خوفا کا دیوتا)۔ زور۔ سدوت۔ سوریا (آفتاب)

اشاس (کایوں کی مالک)۔ دولت دینے والی۔ اس وین (شوق کے تمام بھائی)

پاٹن۔ دشنو۔ سوئی تار۔ قوش چرو۔ رگھو۔ سر لہر۔ مہیتی (مہارت کا دیوتا)

پر جاپتی۔ دیش وکر من۔ ہیرا نگار بھلا۔ سر سدی (بلافت اور مقدس نظموں کی دیوی)

وان (گھنٹہ کی دیوی یا گھنٹہ کی جنگل کی دیوی)۔ وغیرہ وغیرہ

اب دارن جہوں کا اسلوب دیکھئے۔

وارن کی تعریف کا کھن

۱۔ وہ عالموں کو چھپائے ہوئے کو پایک لہارے سے اور تمام غلات اور ان کے مکانات کو۔

۲۔ وہ پناہ ہے زمین کو اور اس کی اخلاقی حدود متعین کرتا ہے۔

۳۔ اس نے راستوں کو گھیر لیا ہے۔ اس نے اپنی صفائی سے سپید و مسکینا ہے۔ وہ مہمانیہ سب چیزوں کو

گھیرے ہوئے ہے۔

ایک رشی کا گیت وارن کی حمد میں

یہ کھن اس کی تعریف میں گاؤ جس نے زمین کو اس طرح پھیلا یا ہے جیسے قصاب گھڑے کے چرے کو سوپ میں پھیلاتا

ہے۔ وہی جنگلوں میں لٹھڑی ہو انہیں بھینتا ہے۔ گھڑے (آفتاب) کو تیزی دیتا ہے۔ کایوں (ہول) کو دودھ دیتا ہے۔

دماغ میں عقل پیدا کرتا ہے اور پانی میں آگ۔ اسی نے آفتاب کو آسمان پر قائم کیا اور سنا کو پہاڑوں پر اگا یا۔ وارن

نے آفتاب کو اس کی رولتائی اور پانی کو سمندر کی طرف پھیلا۔ دونوں کی رولتائی اس نے مقرر کر دی۔ وہی فیور کی

- | | |
|----------------|---|
| ۱۔ گاماٹک | دینی تعلیمیں (زر نشہ کا پانچ کلام) |
| ۲۔ ہانگ ہائریک | اطلاقی قوانین |
| ۳۔ وائیک | فنیسی نظام |
| ۱۔ یٹا | یہ صورت باقی ذرہ اور مسائل عمدی مرحلہ نو ستر کی پانچ جلد میں یہ ہیں |
| ۲۔ یشت | گینوں کا مجموعہ |
| ۳۔ وئیو لو | مہارت کے اصول و قواعد |
| ۴۔ وپرو | مہر من کے شر سے بچنے کے حق و رو عانی |
| ۵۔ ٹورہ ووستا | کتاب مذہب کا ضابطہ |
| | اصول مذہب |

نو ستر کا اہم ترین حصہ گاتھیا کہلاتا ہے جو ہر گاماٹک جز ہے۔ گاتھیا کی مدد سے ہم یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ زر نشہ کی اپنی مہر کی تخلیق

ہے۔

گاتھ سے نمونے کے طور پر کوئی مہر پیش کرنے سے قبل اس بات پر اعتماد خیال ضروری ہے کہ زر نشہ نے خدا کے واحد ہونے کا تخلیق پیش کیا۔ اس کا یہ خیال اس لئے باطل ہے کہ وہ نہ انکی وحدانیت کا ثبوت نہیں کہ وہ ہر من کو بھی خالق سمجھتا ہے جبکہ اسلام نے ایک ہی خالق کا تصور پیش کیا جو غیر درودوں کی تخلیق پر قادر ہے۔ گویا زر نشہ کے عقیدے میں احدیت کی جائے وحدت ہے۔ اسی طرح آگ کو خدا کا منظر قرار دیا گیا ہے جیسے کوئی اور قوم آگ کو خدا کا منظر سمجھے اور ہر اسی منظر کو مرکز یا مثل قرار دے اور اس کے ذہن سے خدا کے واحد کا تصور پہلے دھندلا ہو اور پھر شکا کو ہو جائے۔ یہی بھی وجہ ہے کہ اسی جملے کا اطلاق کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان قدیم کے وہ دور ہے کہ شعرا "وحدانیت کے قریب پہنچ گئے تھے مگر نکلنے در اندھک گیا۔"

65

گاتھ سے مہر

(۱)

مزدکھورا

میں ہائیکوں کو تو مقدم ہے

میں زر نشہ ہوں

دروں کو سے واقعی اور شدید منظر

مکر راست کو کا میں طاقتور معافی ہوں گا

تا آنکہ میں ہدی ملک کی جج میں حاصل کروں

اے مزدکھورا میری ناکر چوں

اور میرے گیت گاتا ہوں

(۲)

دہائی کا خالق مجھے کچھ قسم کے درپے اپنے ضابطے سکھائے

تاکہ میری زبان کو رول مل جائے

اسے حردا راست (مستقیم) اور محو تصور

میری مدد سرائی سے آخر تک پار

میں میرے لئے مشہور، تو اور میری ترین گھوڑے جو توں کا

تاکہ تو میری آجائے

تو میری مدد کے لئے آلودہ ہو جائے

اسے راستہ

میں پاکیزہ شراب (جذبہ) میں ڈوبے ہوئے گیت گاتا

ہاتھ پھیلائے، میرے حضور پیش ہوں گا اور توصیف کروں گا

میں جو کامیاب جاموں میں

اور جو (کام) پہلے کے ہاتھ ہیں

جو (کام) اگر میں قدر نظر آتے ہیں

سورج کی کرنیں

دونوں کار و شین تصور

اسے راستہ ہلا کر اور اجڑا دیے سب کچھ میری قہقہے کے لئے ہے

اسے راستہ باز جب تک میری توانائی اور قوت نہ آ رہے

حردا میں خود میری مدد کروں گا۔ (۵۲)

میں صرف اتنا عرض کرنا کہ یہ گیت کرے تاکہ آفتاب اور آفتاب کی صورت میں مظاہر پرستی کی آئینہ دار یہ یا ہی انداز کی اور کائنات میں جس حد تک اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ خدا کے عقل کی توحید اور یکتائی کا غیر ملکی اسے شرک اور حذرہ تصور ہیں۔

بات یہی ہے کہ انسان توحید پرستی سے شرک کی جانب پہنچا یا شرک کی تباہی اور حذرہ کی توحید کا منزل آتش ہول نظریہ اور تقاضے والوں کے مطابق وہ شرک سے توحید کی جانب مائل ہو کر شرک کے یہ سارے مراحل گزشتہ صحت میں ہم پر واضح ہو گئے۔ دوسرا نظریہ دین کے الہی تصور پر مبنی ہے یعنی انسان اول، توحید آتش فشاں میں وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر ہول بھریں میں گم ہو گیا۔ اس الہی تصور کے تحت ہمیشہ سے اللہ کی مطلق موجودگی جو ہماری عظمت اور منصوبہ بندی کے تحت کائنات کو چلا رہا ہے۔ اگر ہم اپنے کو توحید خالص کے ساتھ مان لیں اور اس کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی اسی عظمت کو بھی قبول کر لیں تو پھر یہ ہے اس کی رحمت، حمایت، قدرت و

حکف لودلو و مہود میں جزل ہوتے رہے جن میں خدا نے حقیقی کی توحید مطلق اس کی وحدت و قادریت کی اطلاع ہم تک پہنچی رہی اور اس کی حمد سے معبود آپاستہ طور سے ذہن انسانی آشنا ہو جا رہا وہ تمام مخالف اب مخطوط نہیں ہیں اور جو دستیاب ہیں ان کی اصلیت مشکوک ہے اور جن میں الحاقیات اور حرکات نے ان کی پستہ اصلی کو برقرار نہیں رہنے دیا۔ اس لئے ہم ان عرف مخالف میں حمد کی اصلی صورتوں کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ تاہم دستیاب زور کے حزامیر سے حمد کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں جو "کلام مقدس" مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۵ء کے ص ۷۰ تا ۷۳ء میں "حزامیر" کے عنوان سے درج ہیں۔

تقدنی طور میں لکھا ہے کہ حزامیر کی کتاب ان پانچ درجوں کا جملہ ہے جن میں ہر طرح کے مذہبی گیت یعنی حمد و شکر گزری کے ترانے، مناجات، مرثی، استغفار اور مناجات مندرج ہیں۔ حسب ذیل ترجمہ اس سے لاطینی ترجمے کے مطابق مرتب کیا گیا ہے جو ۱۹۵۰ء میں پاپائے اعظم کے حکم سے شروما میں شائع ہوا۔ یہ حزامیر کے شروع میں چند الفاظ مختلف حزامیر کے نام کا موقع و مقصد تعریف اور گانے جانے کے طریقے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ گو عنوان الہامی نہیں ہیں تاہم کافی قابل غور و اقبال سمجھے جاتے ہیں۔

مندرجہ حزامیر کی مجموعی تعداد ۵۰ ہے۔

مز مور ۱۰ (مستقل توکل پر خدا)

میر معنی کے لئے لودلو

میں خدا کو حمد کی بنا لیتا ہوں۔ تم کیسے مجھ سے کہتے ہو

کہ پرانے کی مانند پہاڑ پر تھا

کیونکہ ایکسو۔ شریکان کو چڑھاتے ہیں

اپنا حجر پلے میں جڑتے ہیں۔

تاکہ ہر کی میں راست دلوں پر چلائیں

خداوند اپنی مقدس بیگل میں ہے

خداوند کا تخت آسمان پر ہے

اس کی آنکھیں ہی قوم پر نگاہ کرتی ہیں

خداوند راست ہزار راست کو جانتا ہے

جو شرارت کو پہنہ کرتا ہے اسی سے اس کو غارت ہے

وہ شریوں پر آنکھیں کوئے اور کند حکمہ سائے گا

کیونکہ خداوند عادل ہے اور عدل کو پہنہ کرتا ہے

راست ہوا اس کا راجہ اور حاصل کریں گے۔

مز مور ۱۲ (غمزدہ کی دعا)

کب تک اسے خداوند تو مجھے بھولا رہے گا

کب تک اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے گا

اے خداوند میرے خدا آج کر نور میری من لے

ایسا نہ ہو کہ میرا دشمن کہے کہ میں اس پر غالب آ گیا ہوں

لیکن میں نے تیری رحمت پر توکل کیا ہے

میرا دل تیری نہایت سے خوش ہو گا

میں خداوند کے لئے گاؤں گا کیونکہ اس نے مجھ پر احسان کیا ہے۔

مز مور ۱۸ (خدا کے خالق و مشرع کی تجبید)

اللاک خدا کا جلال پہن کرتے ہیں

اور خدا اس کی دستکاری کی خبر دیتی ہے

دن سے دن بات کرتا ہے

نور رات کو رات معرفت دیتی ہے

کوئی کلام نہیں، کوئی تقریر نہیں

جس کی آواز سنائی نہ دے

ان کی گویائی تمام زمین پر

نور ان کا پیغام دنیا کی اختتام پہنچاتا ہے

مز مور ۲۸ (حشمت خدا طوفان میں)

اے خدا کے فرزندو!

ہیں خداوند کے ہم کی تجبید کرو

پاک تر آتش کے ساتھ خدووند کو بھدہ کرو
 خدووند کی آواز پر
 خدوونکا جلال گر جاتا ہے
 خدووند وستی پر
 خدووند کی آواز دی اقتدار ہے
 خدووند کی آواز دی افتخار ہے

عرسہ ۳۲ (الہی پروردگاری کی تجبید)

اے صادق خدووند میں نہایت شادمان رہو
 راست بہادوں کو حمد سرائی زیبا ہے
 مدد کے ساتھ خدووند کا شکر کرو
 دس تار کی سارنگی کے ساتھ اس کی حمد سرائی کرو

صد اقت اور الصاف سے پسند ہیں
 زمین خدووند کی شفقت سے معمور ہے

عرسہ ۱۴۸ (حمد خالق)

آسمان پر سے خدووند کی حمد کرو
 عالم بالا پر اس کی حمد کرو
 اے اس کے تمام فرشتوں اس کی حمد کرو
 اے اس کے تمام لشکر اس کی حمد کرو
 اے سورج اور چاند اس کی حمد کرو
 اے تمام روشن ستاروں اس کی حمد کرو

اڑدہ پادشہوں کے سب مگر آؤ
 آگ اور آلودہ لہ لہ کر
 طوفانی ہوا جو اس کے کلام پر چلتی ہے
 پہاڑوں اور سب پہاڑیو
 میوہ دار درختوں اور سب درختوں

در ندول اور سب چہ ندو
 گیزے کو زور پر دلا رہے ندو
 شاہان جہاں نیز تمام اقوام
 امر اور زمین کے کل حکام
 جو انہیں بدستور دیتے تھے گن بھی
 اسے ضعیف اور اسے چٹکان
 یہ نہ لوند کے نام کی مدد کریں
 کہونکہ اسی کیلئے کام متحمل ہے

(۵۵)

ان حزامیر کے منوہات کو نظر میں رکھتے ہوئے ان میں خدا کی حمد و تجید کا بیان ہے اور تمام کائنات کو حمد خدا کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان میں خدا کی ماکیت، عظمت و جلال اور تقدیس کے مضامین ہیں۔ اس کی روایت و عقائیت اور تمام حکم کائنات پر اس کی قدرت۔ مطلقہ کا اعتراف ہے۔ اس پر توکل اور اس سے نصرت و اعانت کی استدعا ہے۔ آلام و مصائب میں اس سے استمداد اور اطمینان و خوش حالی میں اس کی شکر گزاری ہے۔ اس سے ہدایت کی طلب ہے اور نہایت وحشت کی آرزو ہے۔ گناہوں سے استغفار اور نیکو کاری کی استدعا ہے۔ المرضیہ حمد سے شکر تک اور دعا سے مناجات و استغاثہ تک جو بھی متنوع مضامین ہو سکتے ہیں، ان سے ان حزامیر کے اجزا معصور ہیں۔ اس طرح ایک موجد آسمانی کے وسیلے سے ہم خدا کا ایک روشن تصور اور اس کی حقیقی حمد کا ایک واضح نمونہ ان حزامیر ذہور میں دیکھ سکتے ہیں۔ لب رہا یہ سوال کہ انسانی دماغ و تحریف اور مغری ترتیب و تالیف کی صورت میں خدا کے اوصاف اور توحیدی تصور کی حقیقی مقدار موجود و دستیاب میز امیر میں موجود ہے۔

دین کے الہامی تصور میں "ھنھ" قدیم مذہب و مسالک کے تصور توصیف سے نہایت مختلف، ممتاز اور مریض ہے۔ حمد کا جو ایک لغوی، اصطلاحی اور اسلامی مفہوم ہے، اس کے پیش نظر ہمیں کسی بھی، معتز، شنوک، گیت، نذر، حرد، سر، کا حق و غیرہ کو ھنھ کہنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ "الحمد لله رب العالمین" کے معنی "ھنھ" مفہوم ہے محض اللہ کے لئے جو اپنی عزتی صفات کے سبب تمام مہبودان ہالہ سے ملک تھلک ایک ہستی ہے اور اس کی ذات کا قصص "توحید" ہے۔ یعنی دین حق کا ماننے والا اس کی توحید خاص اس کا اقرار کرے گا اور اس کی ذات کو اس کی مخصوص اور ہمیز صفات کے ساتھ تسلیم کرے گا، تب اس ماننے والے کی سائنس خداوندی "ھنھ" کہلائے گی۔

اے افس و آفاق میں پیدا جڑے آیات — حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پایدار بری ذات
 (اقبال)

اثبات الہی کے دلائل

اثبات الہی اور دلیل توحید عند لونی کے دو بیانات ہیں۔ ایک آفاقی، ایک انفسی

ولا كل آفاق

ہم ہم آفاق کے خاطر میں اس امر مذکور ہو کر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ کائنات ایک ایسے اللہ کی ہستی اور توحید پر شہادت دیتی نظر آتی ہے جس کی ذات تمام صفات کمال سے مستغنیہ ہے۔ خارج کا ہر مشاہدہ کو گلو ہے کہ واقعی کوئی ذات ہے جو ہر شے کا مہد او مصدر ہے۔ ان کائنات میں یہ پناہاں حسن و جمال کے معجز و مظاہر ہاں ہنگامہ اور کمال و دل کشا ہیں۔ ارض و سما کے رنگ و روپ اور فن کا تنوع ہمارے لئے بہت نکر ہے۔ صوت و صداد کی شیرینی و طاعت و طاعت ہمارے لئے فردوس گوش ہے۔ ہمارے حواس و عقل و شعور کے لئے جمال کا ایک نگر حسن اور حسن کا ایک نگہ جلی خانہ ہے جو اپنے خالق اور صانع حقیقی کے وجود اور توحید کی دلیل ہے۔ ایسا ہر ہر اور اور ظہری اور معانی سے معمور و دہنا طور خود جانا کیسے وجود میں آسکتی ہے۔ بیشک اسے تخلیق کرنے اور مصدق و شہادہ لانے والی ایک ذات ہے ہر طور ایک خالق یکتا ہے جس کے کمال و تخلیق اور جمال و صفت کی شہادت ذرا دراز ہے۔

اے رہا ہے۔ فتاویٰ اللہ احسن العالین نیز اللہ احسن کل شئی مخلوق

اے رہبر، تبارک اللہ احسن العالین فی الدی احسن کل شیء مخلوق

کائنات شاہ ہے کہ وہ ذات خالق الہی ہے، قادر الہی۔ اس کی مصلحت حکمت بھی ہے اور خیر و رحمت بھی۔ اس نے اپنی تخلیقات میں انسان کے لئے مصالح و نعمات اور فوائد و ثمرات کے بے شمار خزانے بکھریے ہیں۔ اس قادر مطلق اور حکیم کامل نے نہ صرف کائنات کو بحال و کمال کے ساتھ پیدا کیا ہے بلکہ انسان کو اپنی مخلوق و معنای کا شاہکار، فکر پیدا کیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔۔۔۔۔ اس نے انسان کو اپنے نبیل اور آراستہ و مزین۔ اس نے زمین، مٹی اور س میں خلق کیا، پھل اور میوے اور جسم جسم کی بے شمار نعمتیں پیدا کیں۔ (والادھر و احبھا للامام) طوبھا لاکھتہ والنحل ذات الامام و الحب ذو العصف والروحانہ (سورہ قمر)

پھر نگاہِ ہیرت مشاہدہِ حیرت کے مراحل سے گزرتی ہے کہ اللہ نے کائنات کے بنی مسین و جمیل اجزاء میں ایک ترکیب پیدا کر دی ہے اور ان میں ایک حسین و عذت کے رشتے سے سروکار کر دیا ہے۔ اگر یہ اجزاء جمیل باہم سروکار نہ ہوتے تو ایک عجیب و غریب تصور ہے، پہلی کا عالم ہوتا۔ پھر تجزیہ ہے کہ ان اجزاء میں ہر جز اور دوسرے کی ضد ہے اور ضد و تضاد کے ساتھ حسبِ امر محال ہے لیکن اس خدا نے حکیم، اس وعدہ اور منتظم نے اور اس ذاتِ لا شریک نے انہی اضمحلال میں ایک توافق و سازگاری کی روح ڈال دی ہے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن جسمانی اور روحانی اتصال کی لڑی میں خشک ہیں۔ اسی طرح مرد و شب، نور و ظلمت، حرارت و ٹھنڈی، گرم و سرد، مادہ و معنویات، آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ایک کھار ساز حقیقی کے علم و خدا کے تابع ہو کر کیسے ایک دوسرے میں جذبہِ پیوستہ ہیں اور یہی موانعت و حسبِ اور سازگاری کائنات کو قائم، متحرک اور مائل بہ ارتقاء رکھے ہوئے ہے۔ یہ انہی تضاد و متضاد و مائل کا اشتراکِ عمل ہے کہ حیات و کائنات نشو و نما اور بقاء کے قواعد سے برومند ہے اور اس امر کی دلیل کامل ہے کہ اس سارے نظام کے پس منظر میں ایک مدہِ ہستی کار فرما ہے جس کے دستِ قدرت میں حیات و کائنات ہے اور اسی کی قدرت و حکمت اجزاء مختلفہ میں ارتقاء پیدا کر کے ان سے سلسلہٴ متناہد کی تشکیل کر رہا ہے۔ یہ سارا نظم و ضبط اس امر پر بھی دال ہے کہ دو ذاتِ احدیت ہے جس کی صفات میں کوئی غیر شریک نہیں ہے۔ دو آیاتِ الہی ہیں کائنات کی تخلیق و جمیل اور اس میں توفیق و سازگاری کا نام کر کے ہماری عقل کے سامنے ایک سوال رکھتا ہے:

ام تعلوا الهة من الارض هم بشروا لو كان فينا الهة الا الله لقدنا سبحن الله رب العرش عما يصفون

کیا انہوں نے زمین سے الگ معبود ٹھہرائے ہیں جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ پس اللہ مالک الارض و ملک ہے ان تمام جہات پر جو اس سے جود و حیات کرتے ہیں۔

دلائل توحید میں ایک واضح دلیل مظاہر کائنات کا بحر نور ہستی و سرمدی کی ہے۔ کائنات میں کسی کبھی ناشیو و مظاہر ہیں۔ ان میں کھار و صہ و دبہ اور کبھی عظمت و طاقت موجود ہے۔ لرض و سہار و مر و باد، ثلث و سہار، کوہ و صحران و درہ و آتش، لہ و ہوا و آبی و درہ و یہ سب حسن و جمال اور جلال و عظمت اور حیثیت و قوت کے آئینہ دار ہیں لیکن یہ سب ایک حکم نظام خیر و حکمت کے تحت محکوم و مستزید ہیں۔ کسی میں عدول و سر تالی کی پہلی نہیں۔ کوئی بھی مثبت الٰہی سے آزاد و مبرا اور مبرا نہیں ہو سکتا۔ مبرا و آزاد کا نظام ظلم و غروب، مواجہت کا نظام، موسموں کا عروج و درہم، حیات کی جہاد و قاتل قانون، سب اسی درہم اعظم اور قدور مطلق کے تصرف میں ہے۔ اقوام باخیر و پائیدار سورج کی پرستار تھیں لیکن ان کے جلال و کمال کو بھی کسوف اور خسوف کے مراحل عبرت سے گزرنا پڑتا ہے جو کسی غالب ہستی پر وال ہے جو ان کے کمال کو زوال آباد کرنے پر قادر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عہد کے مظاہر پرست لوگوں کی تربیت ٹھہر کر عظیم الشان اسلوب میں فرما کر اللہ کی ہستی اور اس کی توحید کی جانب دعوت دی ہے۔

”جب اس کو رات نے ڈھانک لیا، اس نے ایک ستارے کو دیکھا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ غروب ہو گیا کہ میں غروب ہوئے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب پائندہ کو چمکا دیکھا، کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وہ اُڑب گیا، دلا کر میرے رب نے میری راہروئی نہ فرمائی تو انہیں بچکے والوں میں سے ہو چکا۔ پھر جب سورج کو چمکا دیکھا، کہ یہ میرا رب ہے۔ یہ لا ہے (ہلا وہی ہلا اکھو) جب وہ اُڑب گیا، کہ انہی قوم! میں ان چیزوں سے بری ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے دراصل اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف پھیرا جس نے لرض و عبادت کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔“ (زمر آیت ۷۶، ۷۷، سورہ انعام)

دلائل انفسی

قرآن: وَلِی الْاَرْضِ لَیْسَ لِلْعٰوِلِیْنَ وَلِی الْاَنْفُسِمْ اَفَلَا یَعْرِوْنَ (الذاریت)

اور زمین کرنے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفس کے اندر بھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے

نفس انسانی میں ایک منعم حقیقی کا شعور اور تقدیم سے موجود ہے۔ انسانی زندگی فطرتاً ہی ایک رنگ سے معمور ہے اور ان کا اساس (شعور) انسان میں موجود ہے۔ زندگی جہانے خود ایک فطرت اور بے شک نعمتوں کا مورد ہے۔ یہ فطرتاً ہی فطرت ہے کہ فطرت کا شعور اور اس سے متبع ہونے کا کیف انسان کو منعم کے لئے تشکر کے جذبے سے سرشار رکھے اور وہ زبان سے جود ہر موقع پر ان سے شکر ادا کرے۔

ع ہر موقع پر ان میں زبان پاس ہے

ہماری مقدرانہ بالطبع زندگی نفس نفس اور لہو ہے شہر محسنوں، محمودوں اور معانوں سے ممنون ہونے سے عبادت ہے۔ ہم پر ہمارے والدین اور اساتذہ کے کہے کیے احسانات ہیں۔ مقدم اللہ کر ہمیں قیود سے پروا نہت و نہت تک کن کن احسانات سے لولائے ہیں اور موعظ اللہ کر ہمیں فطرت طمہ آگاہی سے باللیل کرتے ہیں۔ ہم پر اپنے ان مروتوں کا تشکر واجب ہے۔ ہم اپنی نڈا میں، پوشاک میں، چھن میں، معاش میں، صحت و معالجات میں، اپنے مسائل و معالجات کی انجام دہی میں، مشکلات و مصائب کے لحاظ میں، کار سازی و تقدیر میں، دکھ میں، سکھ میں، پہلے سانس سے نفس و انیس تک کسی کی لہو و امانت اور دل و لہو کی مدد و بھیجی کے آواز مند رہتے ہیں اور اس تمام تمدن و معاشرت کی فضا میں جو ہزاروں لاکھوں آدمی ہم سے قبل کرتے ہیں ہم ان کا کس قدر نور کس حد تک شکر یہ لدا کرتے ہیں۔ اہل انسانی عدل و رحمت ہادی فطرت کا جزو اعظم ہے، ہمیں حق شناسی پر آباد

کہا ہے۔ جب ہم اس وصف و انعام پر اپنے جیسے بندگانِ الٰہی کا شریک نہ کرتے ہیں تو وہ جو ہمارے رب ہے اور ہم پر قادر ہے وہ اس کو اپنے نعوتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ کیا اس کی حمد و توصیف اور اس کا شکر و سپاس ہمیں تو نہیں کرتے رہتا ہے۔ خود ہم اپنے وجود پر جو عالمِ ہنر ہے اور کرتے ہیں تو قادرِ مطلق نے ہمارے بدن کی مشین کے کل پرزوں میں جو حکمت و صنعت صرف کی ہے اور ایک حیرت انگیز شاہکار کی صورت میں (احسن تلوید) کے مصداق ہمیں نعمتِ ہستی سے مشرف فرمایا ہے اور پھر کتنے نظم ہائے حیرتِ سماں ہمارے وجود کے دائرہِ مختصر میں کام کر رہے ہیں۔ اس پر معمولی سا غور و فکر بھی ہمیں تفکر کے جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ہم اپنے لا شریک اللہ کے سامنے سر پہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پھر فکر کا ایک نورِ مرعہ آتا ہے۔ اس نے ہمیں نہ صرف نعمتِ ہستی سے ہر وہ مند فرمایا بعد اس نے ہمیں انعام و ہدایت کی روشنی دی۔ ہر لحاظِ مستقیم متعین کیا اور منزلِ محمود کی جانب ہماری رہبری فرمائی۔ خدا نے حکیم و مادل نے ہماری فطرت میں شعور کا دو شعلہ پیدا کر دیے جو ہمیں تہذیب و آداب اور فطرتِ طلب و جستجو پر آمادہ رکھتا ہے۔ ہم اپنی ہستی کی اطاعت ماننا چاہتے ہیں۔ ہمارا آغاز کہاں سے ہے، ہماری انتہا کیا ہے، ہم کائنات میں کن مقامِ مدہ کی تکمیل کے لئے آئے ہیں۔ انسان کا ذوقِ جنس اور مقنوم و معلوم اشیاء و اسرار کی تحقیق اور پردہِ الٰہی کی ترپ ہمیں ہے۔ جب رکتی ہے۔ یہ ہمیں ابھام و وسوس کی کمر اور دلوں سے بھی کڑھاتی ہے اور تشکیک و شبہ کی پر پتھر انہوں میں بھی بکھاتی ہے۔ جب ہماری فطرت جس میں شعور تامہ و رکھ دیا گیا ہے، ہمیں تو ہماری تشکیک سے بلند تر کر کے یقین و ایمان کے روشن آفاق میں لے آتی ہے۔ حکمتِ الٰہی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ہمارا وہ بدن اپنے رب قدر کی قدرت و شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اس کا ذکر اس کی حمد اور اس کا شکر ہمیں اطمینانِ قلب کی دولت سے آسودہ کرتا ہے اور خود ہمارے اندر سے کوئی پکار ہے کہ وہ وحدانہ شریک ہماری رنگ چاہے قریب تر ہے۔ ایک خدا کو ماننا انسانی فطرت ہے۔ اسے ماننے پر فطرتِ اطمینان و عقلی ہوا نہیں سکتی۔ ایک باطنی برائیت، ایک نفسی و مدہن ہمیں اس کی مہدیت و یکتائی کا عرفان عطا کرتا ہے۔ دلیلِ نفسی عرفانِ الٰہی کی محکم بنیاد ہے جبکہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک کر دینے کا عقیدہ کوئی دلیل رکھتا ہی نہیں۔

ومن يدع مع الله الها اخر لا يوهان له به فاعلم حسابه عند ربه انه لا يطلع الكفر و (الفرعون: ۱۶-۱۷)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے گا جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو وہ اصل اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے اور کافر قتل نہیں پائے گے۔

توحید کی ایک بہت بڑی دلیل انسانی فطرت کا ملوہ ہے۔ اسے احساس ہے کہ ہماری پرانی اور طویل دستخ کا نکت میں کوئی اس سے نہ نہیں ہے۔ اسے یہ بھی احساس ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور منصبِ خلافت پر فائز ہے۔ بعض لوحاتِ احساس کی یہ شدت اسے غیر متوازن کر دیتی ہے اور وہ عموماً فطرتِ کبریا کی کھربائی کر لیتا ہے۔ تاہم جب اس کی فطرتِ سلیمہ اس کی رہنمائی کرتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ میں اتنی قوتوں اور صلاحیتوں کے باوجود ہمارا تمام ہول و اسعۃ اختیار کے بلکہ جو ہے ہمارا امور میں ہے اختیار ہوں جب ایک باطنی ہستی کا لوراک و عرفان ہی اس کو ہن ہلاتوں سے ملتا ہے۔ وہ ایک ربہ قادر و حکیم اور ہستی کے سامنے جھک کر اپنے خدا کو پر اپنے قلب و ذہن کو مہتمم کرتا ہے۔ ایک خدا کو ماننا اس کا فطری داعیہ ہے اور وہ اس کے بغیر وہی نہیں سکتا۔ یہاں یہ سوال خود خود حل ہو جاتا ہے کہ جب کسی کو ماننا ہی ہے تو کسی کی اطاعت و مہدیت کے احساس کے ساتھ فطری جنس کو تسکین پہنچانا ہے تو وہ ایک ہوا ایک سے زیادہ مہدیت یا کثرت۔ ایک آفاقی و رگیزی یا بے شمار آفتوں کی نہ بل آئندہ چا کر، موحہ بنے یا مشرک، اطمینان سے آسودہ ہوا یا استغبار کی زد میں رہے اور جو نہ ہو کر زندہ کی لڑا۔ جب یہی فطرت انسانی اپنی شہادتوں، دلائل اور قیادت سے اسے ایک اللہ کی اطاعت سے پست کر دے گی۔

سورہ زمر (آیت ۶۵) کا ترجمہ

”اللہ مثل بیان کرتا ہے اس شخص (یعنی غلام) کی، جس میں بہت سے جگہ آواز شریک ہیں اور ایک (نور) شخص کی جس کا ایک ہی آواز ہے۔ کیا انہوں کی مثل یکساں ہو سکتی ہے۔ جو صرف اللہ کے لئے ہے۔ بھلا اکثر ان میں سے جاننے ہی نہیں۔۔۔۔۔

تمام کارخانہ کائنات اسی خدا کے لئے شریک کے زبیر فرماں نجات علم و حکمت کے ساتھ چل رہا ہے اور اس جبروت خانہ عالم کے تمام محرک میں کوئی شریک نہیں ہے۔ خود انسان ہے شہر نعمات و دلائل الہی کے باوجود اور ہے شہر ملا جلتوں اور قوتوں کے بے صف مقام نگار و انکار اور سر ملہ صفت و فکھ و سرگرداں ہے۔ (انتم الفقراء الی اللہ) سو یہ عاجز و معسر لیکن سلیم الفطرت انسان بلاخر اسی کے آستین احدیت پر سر عہدیت غم کر دیتا ہے اور اسی میں اس کے لئے طی اللہیا حسنة و طی الآخرہ حسنة کی نوید ہے۔

اللہ اور اس کی ذات و صفت کے بارے میں ”حسن اللہیت“ سے ایک انتہا ہے:

”اللہ کائنات کا عظیم ترین لفظ ہے جو کائنات کے عظیم ترین وجود کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ خدا کا ذاتی نام ہے اور اس کے معنی ہیں ذات واجب الوجود جو تمام صفات کی جامع ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو ہزار سات سو دو مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ سے برور است خداوند عالم کی کسی خاص صفت کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ اس کا نام ہے اس لئے یہ دلالت انتہائی اس کی ساری صفتوں پر دلالت کرتا ہے۔“ (۵۶)

مت پر مت، مظاہر پر مت اور شریکین، اللہ کے وجود کو ماننے تھے اس کو خالق، رزاق، قادر اور مدبر الامر قرار دیتے تھے لیکن ذات الہی کی صفات کو اپنے لہجہ نام اور سمجھ و ادراک سے منسوب کر کے اس کی ہر صفت کو اپنے دماغی دلیلیات اور دوسرے مظاہر سے متعلق کر دیتے تھے۔ اس شرکت (شرک) کے سبب جملہ صفات الہی کے معنی شناس نہ تھے سو جہاں ان کا ذات الہی کا تصور تو معیہ خدا کو اور دھندلا ہوا ہوتا تھا۔

نہ خدا ہی خدا نہ وصالی صفت نہ اور کے رہے نہ اور کے رہے

قرآن پاک نے ان شریکین سے یہ مطالبہ کیا کہ جس کے لئے یہ ساری صفات تسلیم کرتے ہو، لازم ہے کہ رب بھی اسی کو بناو، اسی کو مالک حاکم تسلیم کرو، اسی کو آراء ہی گردانو۔ اس حق کے بعد جو ثابت ہے، وہی اور گونا گونا، جس کا کوئی ثبوت یا دلیل نہیں ہے، و مرتب کائنات مگر اسی ہے۔

وللہ الاسماء الحسنی فادعوه بہا و زود الذین یلحدون فی اسمائہ میجزون ما کانوا یعملون (الاعراف: ۱۸۰)

اور اللہ کے لئے اچھی ہی صفتیں ہیں تو انہی صفتوں سے اسے پکارو۔ جو اس کی صفات کے باب میں بیکار و بی اختیار کرتے ہیں وہ اپنے کئے کا بدلہ پا نہیں گے۔ اللہ کی حمد، اس کی مناجات، اس کا شکر و سپاس، اس کی شیعہ و تحمید، اس سے استغاثہ اور طلب مغفرت، اس کے اسم ذاتی اور اس کے اسمائے صفاتی (اسماء الحسنی) ہی کے وسیلے سے باہموم کی جاتی ہے۔ گویا یہ اسمائے مبارکہ و مطہرہ اللہ کی حمد کے معنی تلازمات میں شامل ہیں۔ ”شرح اسماء الحلی“ کے مطابق ان اسماء کی فہرست یہ ہے:

(اسم ذاتی) اللہ

(اسمائے صفاتی) الرحمن . الرحیم . الملک . القدوس . السلام . المؤمن . المہتمن . العزیز . الجبار . المتکبر . العالی . الجبار . المصور . الغفار . القہار . الوہاب . الرزاق . الفتاح . العلیم . السميع . البصیر . اللطیف . الخبیر . الحليم . العظیم . الغفور . الشکور . العلی . الکبر . الحفیظ . العلیت . الحسب . الکرم . الرقب . المحیب . الواسع . الحکیم . الوہود .

المجید . الشہید . الحق . الرکیل . القوی . العین . الولی . الحمید . العی . القیوم . الواحد . الأحد . الصمد . القادر .
المقتدر . الأول . الآخر . الظاهر . الباطن . الوالی . المتعالی . البر . الثواب . العفو . الرؤف . الجامع . العفی . النور . الہادی .
البدیع . الرب . العین . القدیر . الحافظ . الکفیل . الشاکر . الاکرم . الاعلی . الخلاق . المولی . النصیر . الہ . العلام . القاهر .
الغافر . القاطر . الملبک . الخفی . المحیط . المستعان . الرافع . الکافی . الغالب . المنان . الجلیل . المحی . الممیت .
الوارث . الباعث . الباقی .

اکثر اسماء اللہ کو بھی قرآن پاک سے مستخرج قرار دیا ہے :

القاضی . الباسط . الخافض . الرافع . المعز . المذل . المحکم . العدل . المحصى . المبدئ . المعید . الواحد . الماجد . المقدم .
المؤخر . المنظم . المنسط . المعفی . المانع . الضار . النافع . الرشید . الصور . الرزاق . الصادق . الجمیل . البرہان .
الشہید . القائم . الوافی . المسیر . القدیم . السامع . المعطی . التام . العالم . الابد . الزور . الناطر . الختان . القابح . المشیب .
المندبر . الفرد . العادل . القابل . السریع . المتفضل . المعین . المنعم . الحاکم . الشافی

چند مرکب اسماء اللہ

رب العالمین . رب العزہ . رب العرش . واسع المغفرة . اهل التقوی . اهل المغفرة . خير العالین . احکم الحاکمین . خیر
الحاکمین . مالک الملک . ذو الجلال والاكرام . خیر الرازقین . خیر الناصرین . خیر الحافظین . قائل التوب . غافر الذنب
ذو الطول . ذو المعارج . ذو القوه . نعم المولی نعم النصیر . خیر الوارثین . قائل الاصباح . (۵۷)

اللہ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، نہ جزوی، نہ کلی طور پر، نہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے۔ اس کا نہ کوئی شریک و ہمیم ہے نہ مشیر و وزیر۔
اس کی شان و حیثیت و عزائیت ہے۔ اس کی رعایت سرکار ہم و مختلف ہے۔ وہ ایسا ملک ہے جس کی شہنشاہی مطلق میں کسی کا دخل نہیں۔ اس کے
دساتیر و قوانین کائنات کی ہر شے پر نافذ و جاری ہیں اور اس کے احاطہ سلطانی سے کوئی شے بیرون نہیں ہے۔

وہ قدوس ہے اور بڑا شگفتہ و معالجہ سے محروم۔ اس کی قدوسی و عبادت احاطہ عقل اور ذکاوت و تصور و خیال سے نہ تر ہے۔ وہ ایسا سلام ہے جو خود
سلاحتی میں کامل ہے اور دوسروں کو مسافعتی عطا کرتا ہے۔ وہ مؤمن اور سورتوں میں ہے۔ ایک تو وہندوں کو ایمان عطا کرتا ہے دوسرے امن عطا کرتا ہے۔
وہ مہین ہے یعنی ایسا شہنشاہ جو دوسرے کے خوف سے ہمیں مامون و مستغنی بنا دیتا ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی اس میں قوت و شوکت اور ثناء و بزرگی کی
صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ ایسا حصار ہے جو شکت و قوت اور درود مندوں کے زلموں پر مرمم رکھتا ہے اور ان کو ان کے حوصلے نوت جانیں و احار میں
دیتا ہے۔ اس سے لڑا کر تار لہا و ساز اور غلہ کون ہے۔ وہ محال ہے جو ہر شے کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس نے ارض و نباتات بنائے۔ اس نے
روز و شب کو پیدا کیا۔ اس نے حیات و موت کو وجود عطا کیا۔ اس نے سب کو جزا و جزا لیا اور قتل و تکامل کے نظام سے حیات و کائنات کی پائیداری کا
اہتمام فرمایا۔ اس کی شان و کثرت اول سے لے کر تک گونا گوں متاع و مظاهر سے جنت و آفلاک اپنے اور غنائی کا یہ محل ہمارا ہے۔

یہ کائنات الہی و تمام ہے شاید — کہ آدمی ہے و ما دم خدا نے کن لہو

وہاڑی ہے اور مصور ہے جو پیدا کرتا ہے اور صورت گری کرتا ہے اور کیسی صورت گری بنا دیا کرتا ہے۔

بصورت کم ہی الاوحام کھیل، جہاںات، نباتات، حیوانات، انسان، جن و نبات، وہ پہچانیں اس نے نئی زبردست حکمت معانی کے ساتھ ہر
شے کی تشکیل و ترکیب کی کہ اہل انیس

گفتن میں پھر وہ کہ میر سحر و دیکھوں — یا معدن و کوہ و اشیاء و دیکھوں
ہر بازاری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے — جیڑیں ہوں کہ وہ آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

وہ عقلمند ہے۔ وہ اپنی شان کرم سے ہماری خطا کی، غرضوں اور گناہوں پر وہ ذات ہے اور ہماری آلودگیوں کو اپنی شان بخش سے دور کر دیتا ہے وہ عقلمند
ہے۔ (وہو القادر الوہی عبادہ) وہ ہمارے جسم و فروغ، ہمارے اندام و اعضاء، ہماری حرکات و سکنات پر ہر اختیار و اختیار رکھتا ہے۔ ہماری حرکت
کی ہر گئی ہی کے دست و مثبت و منکر میں ہیں۔ وہ وہاب ہے اور اپنے مکارا سے ہمت سے ہمیں دہلائی اور اندری نعمتوں کی کثرت اور تفریح سے نوازتا
ہے اور اس انعام و اکرام میں ہماری تحقیق نہیں، ہر شے کی شان جو وہ عطا فرمادے۔ اور وہی ہے اور ہر پوری مخلوقات عالم کو ان کی نوعیت اور ضرورت کے
مطابق رزق و روزی عطا کرتا ہے۔ وہ ایسا صاحب ہے جو ہماری مشکلات کی گرد کشائی کرتا ہے، ہماری غلی کو کشادگی میں بدل دیتا ہے اور ہمیں ظاہری و باطنی
کشائشوں کی ہر کوتاہی سے محفوظ کرتا ہے۔ وہ علیم و حسیب اور سمیع و بصیر ہے۔ (ان الله بكل شئ علیم) اسے ہمارے دلوں میں چھپے خیالات کا
علم کامل ہے۔ وہ ہمارے اہمال کا علم رکھتا ہے۔ زمین کی فوں، سمندر کی گہرائیوں اور آسمان کی رفعتوں کی ہر شے پر وہی مہمناہی کے ساتھ اس کے علم
میں ہے۔ قرآن سے اب تک کے ہر امر و لغت اس پر مشکلف ہیں۔ فیہ و شہود، محمود و فساد، بکھر اس کے علم و خبر میں ہے۔ وہ ایسا سمیع ہے جو ہر گویا
کے حوالہ بھی سنتا ہے اور ہر شان و شوخی میں ان چیزوں کو بھی سنتا ہے جو ہر سفر و مشاغل میں نہیں آتے۔ اور وہ ایسا بصیر ہے جو ہر دور و زمانہ، انعام و نفع
و اعمال اور بیانات و افکار کو ان کی تمام حالتوں اور مرحلوں میں دیکھتا ہے۔ (لا یغیب عنک الا بصار و هو بکل الا بصار) ہمارا اس کا دور آتے نہیں کر سکتے،
وہ ہمارا کار و بار کر سکتا ہے۔ میرا عظیم کہ اسی کا لطف موجودات کو مدد و شہود، تصور، لایا اور اسی کے سبب ہر مخلوق کے ظاہر و باطن کی تربیت فرماتا
ہے۔ ایسا علیم کہ غضب اس کی رحمت و ہدایت پر غالب نہیں آسکتا۔ ایسا عظیم کہ الوہیت کے مرتبہ و درجہ کا مالک ہے۔ نہیہ کہ خود حکیم ہے جو
مفہمیں طبعیہ آتا ہے۔ ایسا عفو و کرم جس کی مغفرت کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ ایسا بخور و کرہماری طامات کو لغوی کرتا ہے اور ہمیں نعمتوں پر توفیق عطا
عطا کرتا ہے۔ ایسا علی جو ہر مسئلہ و اعلیٰ سے بالاتر ہے۔ ایسا حکیم جس کی کبریائی کے سامنے ہر شے لائق و اسفل ہے۔ ایسا عفو جو ہر جملہ موجودات کی
خداہت کرتا ہے اور تمام بیانات و آیات سے ہمیں مکتوفا و معنون رکھتا ہے۔ میرا عفو جو تمام توانائے بدنی و روحانی کو توانائی عطا کرتا ہے۔ ایسا صاحب کرم
ہر شخص و امر سے کہہ سکتا ہے جسے اللہ نعم الوکیل۔ ایسا حکیم جو صاحب جود و کرم ہے۔ تمام حقوق اسی کے جود و عطا و نوال و عطائے ہر دور
ہے۔ و قیام ایسا کہ ہر جملہ موجودات کو حفظ و امان میں رکھتا ہے اور خیال سے نکل نکلتا ہماری تمنا کرتا ہے۔ ایسا قویب کہ طاقی قریب و عفو
الدع و دعا و دعا (پس میں قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں) ایسا محبوب جو ہر مائل کے سوال کا جواب
دیتا ہو و ہر شخص کی فریاد و دعا کو شرف و اہمیت سے نواز کر اس کی کار سازی فرماتا ہے۔ وہ واسع بھی ہے کہ اس نے ہر دنیا کا اپنے اطفال و العالم سے کچھ
رکھتا ہے، حکیم بھی ہے کہ کائنات کے ذریعے اسے اس کی حکمت و افکار سے اور وہ اس کی حکمت کو غیر کیلبری صورت میں اپنے دل کو عطا کرتا
ہے۔ وہ عفو و عفو جس کا انعام اپنے دل سے ہر غرض سے بالاتر ہے۔ وہ صاحب ہے اور اس کے عفو و عفو میں جلالت و جلال اور کرم و ہر جامعیت و جلال
جاتا ہے۔ ہمارا امداد و الاثریک، اللہ شہید بھی ہے اور حق بھی۔ وہ حاضر و ناظر ہے اور اس کی ذات ہر شے کا ہے۔ وہ حق ہے۔ اس کا جود حق، اس
کی توفیق حق، اس کا کام حق، اس کے مرتب حق، اس کی مائی ہوئی کائنات حق و ماعتلقت هذا باطلاق اس کے وعدے حق، و باحق و اکرمت حق، اس

کا نعل حق۔ وہ خود حق ہے اور اس کی ذات قسم حقائق کا مہر و معیار ہے۔ وہ تو مکمل ہے اور تمام امور و معاملات اور حسابی و تدبیری میں وہی ہمارے توکل کا مرکز و محور ہے۔ ہماری خوشے توکل ہمیں توحید سے وابستہ رکھتی ہے اور ہم پر شرک پر خط متخیف کھینچ دیتے ہیں۔ وہ طوی ہے اور تمام قوتوں کا مصدر۔ وہی ہماری باتوں کو توڑ دیتی اور ہمارے ظاہری و باطنی ضعف و کمزوری کو قوتوں میں بدل سکتا ہے۔ وہ ایسا مستین ہے جسے اپنے افعال میں کلفت و ثقل لاحق نہیں ہوتی اور ہر قسمت و استحکام اسی کے حکم سے ہے۔ وہی اپنے ہر دل کا حقیقی ولی ہے جو ہمیں ہمارے گمراہی میں دیکھ کر ہمارے راستے میں ہدایت کے چراغ روشن کرتا ہے۔ وہ وحید ہے اور ازل سے اب تک تمام حمدیں اسی کے لئے ہیں۔ **فَللهُ الْحَمْدُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَالَمِينَ** **وَلَهُ الْكُوفَةُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (سورۃ الباقہ ۲۶، ۲۷) اسی کو سعی و قیوم کے زہد و افضلی سے پہنچو کہ وہ حیات ذاتی کا مالک بھی ہے، حیات کے تمام مظاہر اسی کے انوارات نعمت و قدرت ہیں۔ وہی قیوم بھی ہے جو قائم بالذات ہے۔ وہ باتی ہے۔ وہن عالم ہے اور ازل سے پہلے بھی تھا اور وہ خائے حیات کا نعت کے بعد بھی ہو گا۔ کل شیء هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ

القرض اس کی شانیں، اس کی صفیں، اس کی قدرت کاملہ کے مظاہر کا اور اگے مرہون اور اس کی حمدوں کا اظہار ہمارے بیٹے اشداد میں کہیں، قدرت کا ایک سرور خانہ ہے کہ جس کی کوئی حدود و انتہا نہیں۔ انسان کے خواہشوں اور طامعہ عقل پر شکست ہے۔ کوئی نیکہ ہم پر مشکب یا ہمیں معلوم ہوتا بھی ہے تو یہ بھی اسی کی توفیق ہے اور نہ حیرت و حیرت!

ہم تو صرف بھرا استعداد (اور وہ بھی اسی کی عطا کردہ ہو) تو اس کی ذات و صفات کی محفل حمد ہی کر سکتے ہیں اور اس کے ذکر و شکر اور اس کی ہمارے حمد و ثناء میں ہدایت حق کا اظہار کر سکتے ہیں۔

قرآن حکیم، ہر اعلیٰ کا حقیقہ کامل ہے۔ ایک ایسے سدائیدار جن کی مانند جو مودہ کا کے لاد و گل سے منکد رہا ہے۔ اللہ کی صفات کے ثبوت میں قیوم و اقرآن ہی پر اس دور کیا جاتا ہے لیکن ہم سورۃ الفاتحہ اور اس کے مضامین و مطالب ہی پر انکشاف کرتے ہیں کہ اس کی عظمت اور جامعیت کے آئینہ میں قرآن کے موضوعات اور ماسایب حمد کی تجلیات کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين ○ الرحمن الرحيم ○ مالك يوم الدين ○ اهدنا الصراط المستقيم ○
صراط الذين انعمت عليهم ○ غير المغضوب عليهم ولا الضالين ○

تقریباً اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی صفات کرتے ہیں اور ہمیں سے ہدایت دیتے ہیں۔ ہمیں سیدہ صراط و نہایت دکھاؤں اور کون کا راستہ میں پر توئے العزم فرمایا جو مغضوب نہیں ہوئے اور گمراہ ہوئے نہیں ہیں۔ ہم اس سورہ کی تعلیم کے لئے لانا "تعلیم اقرآن" کی جامع توضیحات پیش کر رہے ہیں۔

"درآمد" سورہ ایک دعا ہے جو خدا نے ہر اس انسان کو سکھائی ہے جو اس کتاب کا مطالعہ شروع کر رہا ہو۔ انسان فطراناً دعائی چیز کی کیا کرتا ہے جس کی طلب اور خواہش اس کے دل میں ہوتی ہے اور اسی صورت میں کرتا ہے جبکہ اسے یہ احساس ہو کہ اس کی مطلوب چیز اس ہستی کے اقتدار میں ہے جس سے وہ دعا کر رہا ہے۔ یہی قرآن کی ابتدا میں اس دعا کی تعلیم دے کر تمہیں انسان کو یہ تعلیم کی گئی ہے کہ وہ اس کتاب کو روز امت کی جہت کے لئے پڑھے۔ اس سے رہنمائی کی درخواست کرنے سے پہلے کا آغاز کرے۔ قرآن اور سورہ فاتحہ کے درمیان حقیقی تعلق قرآن اور اس کے مقدمے کا سا نہیں ہے دعا اور جواب دعا کا سا ہے۔ یہ دعا کرتا ہے کہ اے

پروردگار امیری و ہمنائی کر۔ جو لب میں پروردگار، پر اقرآن اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہے وہ ہدایت و رہنمائی جس کی درخواست تو نے مجھ سے کی ہے۔“ (۵۸)

اسلام جو تذبذب انسان کو سکھاتا ہے اس کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے۔ اس سے لازماً تین فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک یہ کہ آدمی بہت سے بڑے کاموں سے بچ جائے گا۔ دوسرے یہ کہ جائز اور صحیح اور نیک کاموں کی ابتداء کرتے ہوئے خدا کا نام لینے سے آدمی کی اوجیت بالکل ٹھیک سمت اختیار کرنے کی۔ تیسرے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب وہ خدا کے نام سے اپنا کام شروع کرے گا تو خدا کی تائید اور توفیق اس کے شامل حال ہوگی۔ اس کی سستی میں برکت لال جائے گی اور شیطان کی لہر انگیزوں سے اس کو چھایا جائے گا۔ خدا کا طرہ یہ ہے کہ جب وہ اس کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ بھی وہی کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

۱۲۔ فاتحہ اصل میں تو ایک دعا ہے لیکن دعا کی ابتداء اس ہستی کی تشریف سے کی جاتی ہے جس سے ہم دعا مانگنا چاہتے ہیں۔ یہ گویا اس امر کی تعلیم ہے کہ دعا جب مانگو تو مذہب طریقے سے مانگو۔ تذبذب کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے دعا کر رہے ہو پہلے اس کی خوبی کا، اس کے اصلاحات کا اور اس کے مرجعہ کا اعتراف کرو۔

تشریف ہم جس کی بھی کرتے ہیں، درود جوہ سے کیا کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جائے خود حسن و خوبی اور کمال رکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ہمارا حسن ہو اور ہم اعترافِ نعمت کے جذبے سے سرشار ہو کر اس کی خوبی میں بہن کریں۔ اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ تشریف اللہ کے لئے ہے بلکہ یہ ہے کہ ”تشریف اللہ ہی“ کے لئے ہے۔ یہ بات کہہ کر ایک بڑی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور وہ حقیقت ایسی ہے جس کی دہلی ہی ضرب سے مخلوق پرستی کی بڑکٹ جاتی ہے۔ دنیا میں جہاں، جس چیز اور جس شکل میں بھی کوئی خوبی، کوئی کمال ہے، اس کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ کسی انسان، کسی فرشتے، کسی درخت، کسی پیارے غرض کسی مخلوق کا کمال بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔

۱۔ دُب کا لفظ عربی میں تین معنوں میں آتا ہے: (۱) مالک، آقا۔ (۲) سرفراش کرنے والا، بزرگبری اور عظمیٰ کرنے والا۔ (۳) لڑائی، روا، حاکم، مدبر، بخشنے والا۔ اللہ تعالیٰ میں سب معنوں میں کائنات کا رب ہے۔

۲۔ دِحسان عربی زبان میں دے دے مہالے کا معنی ہے لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے، اس قدر وسعہ ہے، ایسی بے حد حساب ہے کہ اس کے بیان میں دے دے دے مہالے کا لفظ لال کر بھی بی نہیں سہرتا۔ اس لئے اس کی فروانی کا حق لوگ اس کے لئے بکرا حیم کا لفظ استعمال کیا گیا۔

۳۔ یعنی اس دن کا مالک جبکہ تمام اگلی پچھلی مخلوق کو جمع کر کے حق کے کارنامہ زندگی کا حساب کیا جائے گا۔

اللہ کی تشریف میں دِحسان اور دِحیم کہنے کے بعد مالک و زجر کہنے سے یہ بات ظہور کرتی ہے کہ وہ نہ اس میں ہی نہیں ہے بلکہ منصف بھی ہے اور منصف بھی ایسا ہی منصف کہ آخری فیصلے کے روز وہی پر سے اقتدار کا مالک ہو گا۔ کوئی اس کی سزا میں حرام ہو سکے گا اور نہ جرم میں ملے۔ لہذا ہم اس کی رحمت اور رحمت کی بنا پر اس سے محبت ہی

نہیں کرتے بلکہ اس کے انصاف کی بنا پر اس سے دیتے بھی ہیں اور یہ احساس بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے انہماج کی بھلائی اور دہائی بھلائی اسی کے اعتبار میں ہے۔

عبادت کا لفظ بھی عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے: (۱) پوجا اور پرستش۔ (۲) اطاعت اور فریضہ و ادائی۔ (۳) مدد کی اور غلامی۔ اس مقام پر تینوں معنی ایک وقت سرا دیں۔ ان تینوں معنوں میں سے کسی معنی میں بھی کوئی دوسرا اہل اسلام وجود نہیں ہے۔

یعنی تیسرے ساتھ ہمارا تعلق محض عبادت ہی کا نہیں ہے بلکہ استعانت کا تعلق بھی ہم تیسرے ہی ساتھ رکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری کائنات کا رب تو ہی ہے، اور ہماری طاقتیں تیسرے ہی ہاتھ میں ہیں اور ہماری نعمتوں کا تو ہی انبیاء مالک ہے۔ اس لئے ہم اپنی عاجزی کی طلب میں تیسری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تیسری ہی مدد پر ہمارا اعتماد ہے۔

یعنی زندگی کے ہر شعبے میں خیال اور عمل اور ہر جگہ اور ہر طریقہ ہمیں بتا دیا کہل صحیح ہو۔ جس میں غلامی یعنی غلام کاری اور بے انہماجی کا عنصر نہ ہو، جس پر عمل کر ہم اپنی غلامی و معذرت حاصل کر سکیں۔

یہ اس سیدھے راستے کی تقریب ہے جس کا علم ہم اللہ تعالیٰ سے مل گیا ہے۔ یعنی وہ راستہ جس پر ہمیشہ سے تیسرے منظور نظر لوگ چلتے رہے ہیں۔ وہ بے غلط راستہ کہ قدیم ترین زمانے سے آج تک جو شخص اور جو گروہ اس پر چلا وہ تیسرے انعامات کا مستحق ہو اور تیسری نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔

یعنی ”انعام“ پانے والوں سے ہماری مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو ظاہر عارضی طور پر تیسری نعمتوں سے سرفراز تو ہوتے ہیں مگر دراصل وہ تیسرے غضب کے مستحق ہو کر رہتے ہیں اور اپنی غلامی و معذرت کی راہ گم کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سبلی خطر سے یہ بات خود کھل جاتی ہے کہ ”انعام“ سے ہماری مراد حقیقی اور پاکہ اور انعامات جو پہلے بھی فرم گئے، نمر ۱۰۱ اور ۱۰۲ دونوں کو ملے رہے ہیں اور آج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے آئے ہیں۔
خاموش اور بے کاروں اور نمر ۱۰۱ کو ملے ہوئے ہیں۔“ (۵۹)

”حقیقت تو امید کمزور مولانا امین الدین اعظمی کے مطابق

”سورہ فاتحہ میں عالم کے رب ہی کا یہ حق بتایا ہے کہ ہر اسی کے لئے ہو۔ یہی اسی کی کی جائے۔ استعانت اسی سے ہو۔
الغرض جو شخص نہ کو ایک بات ہے اس کے لئے لازم ہے کہ ”وہ اللہ کے حقوق میں کسی نوعیت سے کسی دوسرے کو شریک کر کے اس کی منکات کی گئی یا اس کے حقوق کا ابطال نہ کرے۔ مثلاً جو وہ اکو بار شواہد تسلیم کرتا ہے وہ اس کی ہادشاں میں کسی دوسرے کی اطاعت نہ کرے۔ جو اس کو مستند مانتا ہے وہ اسی پر بھروسہ کرتے اور اسی سے طالب مدد ہو۔“ (۶۰)

سورہ فاتحہ کی ترتیب کے بارے میں طالب جوہری کے مطابق

۱۔ پہلی آیت مسئلہ ہے۔

۲۔ دوسری آیت میں حمد کا جامع احوال ہے۔

۳۔ دوسری تیسری اور چوتھی آیات میں پروردگار کی چار صفات (رب العالمین، الرحمن، الرحیم، مالک يوم الدين) کے ذریعہ حمد و ثناء کی گئی۔

۴۔ پانچویں آیت کے دو جزو ہیں، پہلے جزو میں اپنے بھروسہ کا ذکر اللہ کو قرار دیا ہے کہ فقط وہی لائق عبادت ہے اور دوسرے جزو میں اپنی احتیاج و استعانت کا اعلان ہے کہ حاجت روائی (بالاصوات) فقط اسی کی شان ہے اور پھر اس کے بعد دعا ہے۔ اس ترتیب نے یہ سبق دیا ہے کہ اگر خدا سے دعا قبول کر لی ہو تو دعا سے پہلے مسئلہ کو۔ پھر یہ اعتراض کرو کہ ساری حمد اس کی ملکیت ہے۔ پھر اس کے اسامے معنی سے اسے یاد کرو۔ پھر اپنی بے کمالی کا اظہار کر کے اس سے دعا و لاری کا اعلان کرو۔ پھر اپنی عاجزی و فروختی اور اپنے فقر و احتیاج کو بیان کرو اور پھر اس کی بارگاہ میں دعا مانگو تو ضمانت ہے کہ قبول ہو جائے گی۔

اس سے نکل "اھن اللہ یث" میں سورہ فاتحہ کے معاشرتی پہلو کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تجویز یہ ہے کہ حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے۔ کسی شے میں کوئی ذاتی خوبی نہیں ہے بلکہ ساری خوبیاں اللہ کی ودیعت کی ہوئی ہیں۔

خدا کسی خاص قوم یا ملک کا پروردگار نہیں بلکہ رب العالمین ہے اس لئے ہم سب کو بھی کسی قوم یا علاقے کا طرفدار نہیں ہونا چاہئے۔

رحمۃ اللہ کا ایک مطلق حسن ہے اس لئے اس صفت کو ہم نیکو رکھ کر اس کے سارے بے دلی سے رحمت کا سلوک کرنا چاہئے۔

امانہ بعد میں فقط اس بات کا اعلان نہیں ہے کہ خدا اللہ مستحق عبادت ہے بلکہ اس میں خود انسان کی عزت و کرامت کا بھی اعلان ہے کہ نہ وہ کسی اور کے آگے جھکتا ہے نہ کسی اور کا تمام ہے۔ اگر یہ بات انسان کی روح کی گہرائیوں میں اتر جائے تو پھر وہ کسی کی بھی غلامی نہیں کرے گا۔ نہ سرمایہ و دولت کی، نہ اقتدار و حکومت کی، نہ حسن و جمال کی اور نہ اپنی خواہش نفس کی غلامی۔ " (۱۱)

سورہ فاتحہ جو سب سے سائنے حمد و ثناء کے قرینے، پہلے اور تو اب متعین کرتی ہے۔ حمد و ثناء کی اسے یہ اجر امانت ملے آئے ہیں۔

(۱) شکستیں اور بھگتی امانت از محاسب

(۲) اللہ کی غیر حمد و ثناء تو قوتوں، اختیارات اور عظمتوں کا معزال

(۳) علی الخصوص اس کی صفات کریمانہ (رحمیت و رحمانیت) کا ذکر

(۴) اس کی صفت عدل و فضل کا بیان

(۵) حمد و ثناء کے بجز احتیاج، عبادت و فروختی کا اظہار

(۶) استغاثت باللہ

(۷) طلب ہدایت (انعامات و اگر لالت لہیہ کی استدعا، اللہ کی رضا جوئی اور اس کے عذاب سے پرہیز)

ان اجزاء کے ساتھ سورہ فاتحہ جو حمد بھی ہے، شکر بھی ہے، استعانت و مناجات بھی ہے، دعا بھی ہے، نہایت حسن ترتیب سے آواز کرتا ہے اور

کتاب جو رب کی مخلوق ہے اور جو اپنے نرودوں پر حکم نہیں ہے، جو اپنے ظہور و غروب پر قادر نہیں ہے، جو کسوف و زوال سے گزر سکتا ہے، جو نکلے اور اترنے کی تدریجی کام سے ایک لمحہ آگے یا پیچھے ظہور و غروب کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو اپنے وجود، اپنی حرارت، اپنی روشنی، اپنے ظہور و عدم میں اللہ کا حکم ہے۔ وہ ہر شے کا مرکز بن سکتا ہے۔ اسے الٰہ یا معبود سمجھ کر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کیا کوئی پیر، کوئی ستارہ، کوئی دریا، سمندر، کوئی سانپ، گائے، کوئی رعد و برق، کوئی دیوی، دیوتا، کوئی لہر، مساندا، کوئی چمڑا مٹی سے تراشیدہ دست پر مشتمل باطاعت یا عبادت کا مرکز ہو سکتا ہے۔ یہ اصنام تودہ بن سکتے ہیں، مرنے والے بن سکتے ہیں حتیٰ کہ ان پر بھی لکھ جائے تو انہی نہیں سکتے۔ خاک و خشت و سنگ سے بن بلا جو دیا ہے۔ تجھے کی ایک ضرورت ان کو پاش پاش کر دیتی ہے تو یہ اللہ رب العالمین کے مقابل کیسے مرکز پر مشتمل بن سکتے ہیں اور الحمد کے کس حد تک سزاوار ہیں۔ چنانچہ انہی پر یہی حقائق کے پیش نظر مالک کا نکلتے انسانی عقل کی کئی کئی توجہ اور درستی کرتے ہوئے کیا ہی دل نہیں منتقلی طرز استدلال اختیار فرمایا:

ان الذين يدعون من دون الله لئن يخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان يسلبهم الذباب شرنا لا يستقلوه منه ضلّ الغالب و المظلوم ﴿٢٣﴾ (الحج ۲۳)

اور اصل اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو، وہ ایک کبھی تک تو پیدا نہیں کر سکتے چاہے بھی اس فرض کے لئے جمع ہو جائیں اور اگر کبھی ان کے سامنے سے کچھ چھین لے جائے تو وہ اس سے جڑا تک نہیں سکتے۔ بلکہ یہ مظلوم غالب بھی اور ایسا مظلوم بھی۔

چنانچہ ایک بار خدا جب الحمد اللہ کا کلمہ زبان پر لاتا ہے تو گویا وہ تمام کفر و شرک پر مٹا خلیج کھینچ کر اپنے رب و قادر و حکیم و قوی اللہ کی بارگاہ احدیت میں دست و پا بند اور سر ہار ظلم کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی کلید ہدایت اس کو دکھا کرتے ہوئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ میں الو حنفن الوحیم ہوں اور میرے کی طلب صادق پر میری رحمت و شفقت کے دروازے کھلائے ہو جاتے ہیں اور باب احسان پر اس کی دعا کا استقبال ہوتا ہے۔

صفت رحمت کے فوراً بعد تعالیٰ یوم الدین کا حجازہ اللہ کی صفت عدل کا اظہار ہے۔ اللہ یوم آخرت کا مالک ہے۔ اس کی شہنشاہی دنیا اور آخرت دونوں پر محیط ہے۔ یہاں بھی اسی کا فرمان، اسی کا دستور، وہی بھی اسی کے قوانین نافذ، یہاں سلسلہ عمل وہی حساب و جزا و سزا و میدان حشر کا تصور کیجئے۔ اسی رب العالمین کی بادشاہی ہے، اسی کی حکمرانی ہے۔ وہ خدا ہے اور الٰہ ہے، اپنی شان و حدت و بیکائی کیساتھ جلوہ فرما ہے۔ انبیاء عظیم السلام کی مجلسیں بلاتوہ ہیں۔ خاصان اہل نور و سترین قدوس کی ساکت اور دم خور اس کے حضور میں حاضر ہیں۔ بلائے لے لے کر فرمان، ہدایا، اہل اللہ اور اہل حشر، مطلق انسان مسلمان و ملوک و رعایا و جاہلی، بے جاہ کی طور پر کسی کے عالم میں سرخیز و اس کے فرمان کے منتظر ہیں۔ وہ جلدی شہ کتیں وہ سلطنت کا کردہ فرمودہ انا ولا طہوی کا چہرہ سب غبار بن کر گر گیا۔ وہ جیوش قاہرہ، وہ درساہ لوی الاقدار، سب روگردن ہو گئے۔ نہ تخت، نہ تاج، نہ عہد، نہ علم، نہ آئین و فرمان، ہر طاقت مجبور و معذور، سب سر ہتھوڑ، لرزیدہ، خوف زدہ، ہمسودہ و شہسود۔ اللہ سب سے سوال کرتا ہے لئن الملک الیوم سب کے لیوں پر مہر سکوت۔ تب خود ارشاد فرماتا ہے للہ الواحد القہار۔ حشر میں اس تصور میں سورہ فاتحہ اللہ کے بعدوں کا حوصلہ برعالتی ہے۔ یہ چاہے کہ قیامت کے روز اللہ کا عدل اعمال پر گمان کا فیصلہ فرمائے گا۔ لیکن اس سورہ میں مالک یوم الدین کے مائیک الو حنفن الوحیم کا آسودگی خوش پیغام بھی ہے جو کلوب میں احقاد امید کی یہ روشنی پیدا کرتا ہے کہ اس کے عدل پر اس کا فضل اور اس کے ظہور و قہر پر اس کی رحمت کو سبقت حاصل ہے۔

اس کے بعد سورہ میں عہدیت کا مرحلہ ہے۔ تمام موجودات و مخلوقات و ازل تا ابد ساری کائنات اس کی عہد ہے اور وہ لا، یہ سب کا معبود حقیقی ہے۔ اسی زبردست قدرت و حکمت والے اللہ کے سامنے عہدیت ہی کا اقرار اور عملی اظہار لازمی امر ہے۔ اس عہدیت میں ہر فرد اختیار، الحکمہ و

ہے ہماری، بے اعتدالی، پروردگی کا اہلحد عہدیت سے مشروط ہے۔ ہم عہدیت و فرمانبرداری کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ ہم اس کے احاطہ شمر لاتی سے اس کی اہم لفظ و اس کے قوانین کی ہم گیری سے غلامی حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ اس کے دائرہ فرمان سے باہر نکل کر کسے بد شاعر نہیں۔ کس ملک یا سلطنت کی جانب کوچ کریں۔ کس کے قوانین کا اتباع کریں۔ یہی ہماری زندگی و اطاعت کا احساس و اہلحد ہمیں اللہ سے اطاعت غلبی کے لئے آواز دے رہا ہے۔ ہم ہماری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہمیں سے مدد مانگتے ہیں۔ کسی اور سے کیا مدد چاہیں۔ سب اعتدالی کی ذوری میں مدد سے ہوئے ہیں، سب ضرورت مند ہیں۔ ہم کچھ کم یا کچھ زیادہ، ہم ہی جیسے ہیں۔ کسی نے ایک بار و جھگڑی کی توبہ پر نکل کر عمل نہیں کرے گا۔ پھر اطاعت پر اصرار جتنا ہے گا۔ ہم ایک طرف شرمندہ و احسان ہوں گے، دوسری طرف لوگوں میں رسول اطاعت اور مسلسل اطاعت اور ہلا احسان جتنا ہے تو وہی مدد کر سکتا ہے جو دوسرے مسائل کا مالک ہو، صلاحیت اختیار و قوت ہو، منعم ہو اور محسن ہونے کی دوسری صفت سے متصف ہو۔ اللہ کے سوا کون ہے جو محتاج کو فنی مانے، جو مشکلات میں مشکل کشائی کر سکے، جو صمدی میں ہمارے سارے لگتے والی میں دلوا کر ہو، جو حوادث میں سپرد جان جائے، جس کی رحمت ہر بلا کا دریا بھیج دے اور قصیر جہاں کو کھ کر دے۔ وہی طوفان میں گھری کشتیوں کو ساحل صافیت پر اور گم گشت مسافر کو منزل سر لو پر پہنچاتا ہے۔ وہی بارہا موسم کو بار نیم میں، طوفان مند کو موج راحت میں، اور آفات و فتنوں کو بیکر آسودگی میں ڈھالتا ہے۔ دکھ میں ہی مسیحا، الم میں ہی رحمت اللطیف اور بے کسی میں ہی و جھگڑا دیکھ پتہ ہے۔ استقامت اسی اللہ سے ہے جو یقیناً اپنے بندوں کو حفاظت و صیانت اور امن و سکونت عطا کرتا ہے۔

ہم اس سے کیا مدد چاہیں، کیا دعا کریں، کیا طلب کریں۔ "ہمیں سید عارفانہ دعا"۔ "راہ ہدایت کی طلب کہ وہی ہادی برحق ہے۔ وہی گمراہوں کو صراط راست پر لاتا اور منزل محمود پر پہنچاتا ہے۔ ہدایت، ہر عمل صالح کی ہدایت، ہر نیکو کاری کی ہدایت، ہر خلق حسن کو اختیار کرنے کی ہدایت، اس کے حکم اور تقسیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہدایت، مضابطہ ہائے اخلاقی پر چلنے کی ہدایت، لوائے حقوق و فرائض کی ہدایت، عبادت (حقوق اللہ اور معاملات) (حقوق العباد) اچالانے کی ہدایت، عہد شکوہ کن کر زندگی بسر کرنے کی ہدایت۔ یہی ہدایت اللہ کا راستہ ہے، جن پر اللہ نے العالم فرمایا۔ اسی ہدایت کے لئے انبیاء اور صل مبعوث ہوئے۔ اسی ہدایت کے لئے صرف آسمانی ترسے۔ اسی ہدایت کے لئے ہمیں کتابہ صفت عطا ہوئی۔ اسی راہ ہدایت پر گامزن رہنے کے لئے ہمیں عقل و دانش کے چرخ فرست ہوئے۔ ہدایت یافتہ زندگی گزارنے پر اللہ تعالیٰ کن کن نعمتوں سے نوازتا ہے۔ تو ان نعمتوں میں اہل ہدایت کے احوال اس امر کے شاہد ہیں۔ چھ بج تو یہ ہے کہ ہدایت کی توفیق ہی سب سے بڑا نعمت الہی ہے اور پھر ہدایت پائی سے اللہ کی جو عطا و بخشش و توفیق حاصل ہوتی ہے وہ کتنا عظیم اور کس قدر لامتناہی سلسلہ کائنات ہے۔ جبکہ اگر انہوں نے مغلوب انوار کے احوال سے سوائے ہدایت کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خلافت موجب غلبہ الہی ہے۔ سو اگر انہوں نے انوار اور راہ ہدایت سے اس نے انحراف کیا تو غلبہ الہی کا مورد ہوا۔ اپنا واپس کی نہ آخرت۔ ہر جگہ خود و غلبہ، ہر مقام پر غلبہ و غلبہ۔ جہاں ہی جہاں، خسران ہی خسران، ہلاکت ہی ہلاکت۔ غلبہ و اپنا اولی الا بصار

یہ ہیں سورہ فاتحہ کی برکات و نعمات اور روح ہوئیں۔ یہ ہماری خوش طالعی ہے کہ شاہانہ نمازوں میں یہ زحرہ محمد و شاہداری زبان جان پر ہوتا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کی برکات و ثمرات سے ہمراہ لیاں نیاز معبود ہوتا ہے۔

سورہ فاتحہ نے جو اسلوب اہلحد و اپنے، جن موضوعات و مضامین سے آشنا کیا ہے اور جو فنی اور جمالیاتی اجزائے ترحیب عطا کئے ہیں وہی ہم، دل ہماری عرفی و فاری اور اردو و سمیات میں زیر استعمال رہے ہیں۔ اس کا تسلیل بیان اپنے موقع محل پر آئے گا۔ اب ہم عرفی شاعری میں ہر ایک اعلیٰ جائزہ پیش کرتے ہیں۔

عرفی شاعری میں حمد

اللہ کو رب، خالق اور صاحب قدرت ماننے کے باوجود اس کی توحید اور احدیت میں شرکت اور اس تک رسائی میں دوسری قوتوں (غیر اللہ) کا

تو میں ہن شعرائے عرب کا عقیدہ تھا جو جاہلی دور سے متعلق تھے، جو دین الہی سے رشتہ ہو کر نور سہائی اور روشنی سے آنکھیں نہ کرنے کے بعد کسی نہ کسی آلہ سے اپنے تئیں روشنی جوڑ بیٹھے تھے۔ تجربہ بتی عام تھی۔ اس مگر ان کے ہاں جو دین میں حضرت الہیہ علیہ السلام کے زمانے کے بعد وہم و گم و رواج پھری تھے مشابہت اللہ کی تفکیم، طواف، حج، عمرو کی جائزہ دہی، عرکات و حرکات کا قیام، قربانی وغیرہ۔ لیکن ان کی یہ جانے اس قسم عمل پر مگر ان کے لغزش قائم کر دیئے تھے اور یہ نیت اور عمل کے اعتبار سے خاص نہ رہے تھے۔ ان کی خطرات کا یہ عالم تھا کہ جب کہ کے لوگ قرآنی کی تلاش میں دوسرے علاقوں میں لگتے اور حرم کی مگر بہر حکمت کے خیال سے حرم سے کوئی پھر ساتھ لے جاتے۔ جہاں رشتے میں اترتے، اس پھر کا طواف کرتے۔ اگر پھر نہ لے سکتے تو رول میں ہوا پھر پھر جاتے، اسے اختیار کر لیتے اور اس کی پھر ہا شروع کر دیتے۔ مختلف قبائل کے اپنے اپنے بت تھے۔ چند ان کے نام یہ ہیں۔

سورج۔ دو۔ لالت۔ غازی۔ بنوٹ۔ یوق۔ لمر۔ علم اس۔ سعد۔ دوس۔ بلی۔ اساف۔ ناکہ۔ نہات۔ اولکھ۔ قس۔ وغیرہ
اس وعدہ کے شعرا کے یہاں اسی ماحول کی نمائندگی ہے مثلاً کائنات میں سے قریش کے قبیلہ کے لوگ جب ایک کہتے تو وحید میں شرک آمیزی اس طرح کرتے۔

لبيك اللهم لبيك . لبيك لا شريك لك الا شريك هو لك لعلك و عاملك

ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ جو ایک شریک کے، کہ وہ تیرا ہی ہے۔ تو اس کا مالک ہے۔ تیرا مالک نہیں۔

قرآن حکیم اس عقیدہ و شرک کی حقیقت اس طرح کرتا ہے:-

وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون ۵۵ (سورہ یوسف)

اور ان میں سے اکثر کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں تو اس مال میں لاتے ہیں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ضرور اپنے ہیں۔ تاہم دھند اور خطرات کے اس عالم میں بھی عرب شعرا کی حمد میں اللہ کی قدرت اور اعراض و مآلور اللہ پر استیضہ پر اس کے تصریحات اور کامل اقتیارات کے مطابق ملتے ہیں۔ پھر جوں جوں اسلام کی روشنی پکھلتی گئی، یہ کمر مال ہوئی پہلی گئی اور آخر کار توحید خاص کا واضح عقیدہ بھی ان کی فکر کا حصہ بن گیا۔ اس صورت حال کو "میرت ابن ہشام" کے حوالے سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے:-

عبد المطلب

حرم پر اور جب کا حملہ نور اللہ سے احمد لڑا

لا هم ان العبد هم — — — بع وحله فامنع حلالك
لا يفلن صليهم — — — و معالهم فلدوا معالک

یا اللہ اے اپنی سولہ کی حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے حرم پاک کے مال و محتاج کی حفاظت فرما۔ ان کی صلیب اور ان کی تو میں کل تیری
تو توں پر ہرگز غالب نہ ہو جائیں۔

فہیل بن حبیب ششمی

اسی موقع کی مناسبت سے

ابن العنبر والا له الطالب — والاشرم المظلوم ليس الغالب

بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں قہر خدائے مآش میں ہے اور اشرم مظلوم ہو چکا۔ ہرگز ظلم نہ پاسکے گا۔

عبد اللہ بن الزہری عن عدی بن قیس

اسی واقعے سے متعلق

تسكنو عن وطن مكة انما كانت قديما لا يرام حرمها

سكنوا العالم يروا لرحمهم — بل لم يمش بعد الالهة سفنها

دشمنان بیت اللہ وادی مکہ سے ہجرت تک مزا کے ساتھ بھگادیے گئے۔ یہ شہر قدیم سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ مدنی نیت سے حرم کا رواد کوئی نہیں کر سکتا۔ ساتھ بزرگوار جو بیت اللہ کے احاطے کے اندر سے لگے، اپنے وطن کی سر زمین (یعنی) گوداؤں تک نہ ہو سکے بعد ان میں کھار (گدہ) بھی گوننے کے بعد گوداؤں روکا۔

امیہ بن ابی الصلت

اسی واقعے کے ضمن میں اللہ کے قہر و عظمت اور ظلم کا نکات پر اس کے ناب و قدرت کا اعتراض۔

ان آيات ربما ثقلت — لا يحمي فيها الا الكفور

خلق الليل والنهار فكل — مستبين حسابه مفلور

لم يجلوا النهار رب رحيم — بمها شعاعها منشور

كل دين يوم القيامة عند — الله الا دين الحيفة بور

یہ شہر تارے پروردگار کی نشانیوں پر چمک رہی ہیں جن کے بارے میں کسی سخت منکر کے سوا کسی کو اعتراض اختیار اختیار کی مجال نہیں۔ اس نے رات اور دن پیدا کئے۔ پس ان میں سے ہر ایک دن اور ہر ایک رات کا حساب مقرر و متعین ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ مگر وہ مہربان پروردگار روزانہ شفاف و منور آفتاب کے ذریعے سے، جس کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں، ان کو جلوہ نور پر لگاتا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس دین حقیق کے نوہر دین دکاؤں دکا۔

کعب بن مالک انصاری

بتوں سے بریتا:

و نسي اللات والعزى و وذا — و سلسها القلائد و الشوا

ہم لات و عزى اور و ذی ان کو کھول پائیں گے اور ان سے ہاتھ پائے و کھسوت لیں گے۔

اوسلہ بن ریحہ

عوں کی بے چارگی اور بے بسی:

یومئذ اللہ فی الدنیا و البری — ولا یجری یحوق ولا یومئذ

اللہ تعالیٰ عذاب میں قطع بھی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی اور یحوق (مت) کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے نہ قطع۔

بنی مکان کا ایک شخص (گناہ)

سعد (مت) سے پریشان ہو کر آگندہ خاطر ہونے کے بعد:

اینا الی سعد لیجمع شملنا — فشتا سعد فلا نحن من سعد

و هل سعد الا صخرة بتوفه — من الارض لا تدعو الی ولا وشد

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہماری پریشان قوتوں کو مجتمع کر دے۔ سعد نے ہمیں اور بھی پریشان کر دیا ہمیں سعد سے کوئی سروکار نہیں۔
اور سعد اس کے سوا ہی کیا کہ میدان میں ایک پٹھان ہے۔ نہ وہ کسی کو گرا کر سکتا ہے اور نہ سیدھے راستے پر لگا سکتا ہے۔

زہیر بن عبد المطلب

کعبہ کی اسیر کو قحیر کے موقع پر:

عذاه نرفع النامیس منه — ولیس علی مسوئنا لئاب

فبوانا الملیک بذلك عزا — و عند اللہ یلتئم الثوب

جس روز ہم اس کی پیلو کی قحیر کر رہے تھے، ہم میں سے درست کرنے والوں پر کپڑے نہ تھے۔ (زبان جاہلیت میں یہ ہند ہو کر کام کرنے کا دوا
ثوب سمجھا جاتا تھا اس کام کے سبب خدا نے ہمیں عزت کا سزا دلایا۔ جزو ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔

زید بن عمرو بن نفیل

جب وہ شرک سے تائب ہو اور دین اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے ہاتھوں مصائب برداشت کیں:

ترجمہ (جنت جنت اشعار سے):

— کیا میں ایک پروردگار کی عبادت کروں یا ایک بڑی جیسا کہ انہیں بتا رکھا ہے۔

— میں نے کشتہ عزتی سب کو چھوڑ دیا۔ تو اللہ اور مستقل مزاج شخص ایسا ہی کرتا ہے۔

— مجھ نے عزتی کی چاکر تباہوں، نہ اس کی دونوں پہلوؤں کی اور نہ میں اپنی عمرو کے دونوں عوں کی زیارت کرتا ہوں۔

— اور نہ قوم کی چاکر تباہوں جو اس زمانے میں تباہ لوہ سمجھا جاتا تھا جب میری مثل کم تھی۔

اللہ تعالیٰ نے میرے سے ایسے لوگوں کو ناکر والا جن کی حالت سر پہاڑ فرمائی تھی۔
 اور دوسرے بہوں کو بھٹوں کی نیکی کے سبب زندہ رکھا کہ ان میں کے چھوٹے چھوٹے بچے نشوونما پاتے اور خود لو میں دھتے چلے جاتے ہیں۔
 میں تو اپنے پروردگار رحمان کی عبادت کرتا ہوں تاکہ رب غفور میرے گناہ بخش دے۔
 پس اے لوگو! تم اپنے پروردگار کے تقویٰ کی حفاظت کرو۔ جب تم اس کی حفاظت کرو گے تو وہ ایمان نہیں جائے گا۔
 تو دیکھ لے گا کہ نیکیوں کا گھر جنت ہے اور کافروں کے لئے کرم بھڑکی آگ۔

زید بن عمرو بن طفیل

(دوسرے قصیدے سے)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کی جناب میں میں اپنی مدد و ثناء اور ایک ایسی حکیمیت کا یہ پیش کرتا ہوں جو باقی امان یعنی بد تک ضرور ہو۔
 اسی شہنشاہ کے حضور میں جس کے لوہ کوئی معبود نہیں اور نہ ایسا کوئی رب ہے جو اس کے قریب قریب یعنی اس جیسی مطابقت رکھنے والا ہو۔
 خیر و رائے انسان اپنے آپ کو پاکست سے چا۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ سے کوئی یہ نہیں چھپا سکتا۔
 اے انسان! اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرنے سے اپنے آپ کو چھپا کر سیدھی رو تو لہاں ہو چکی ہے۔
 اے میرے معبود! میں تیرے خلاف کرم کا طالب ہوں۔ دوسرے لوگوں کے لئے تو جن امید و ہلاک سرج سے ہوئے ہیں۔ ہم سب کا پالنے والا
 اور میری امید و ہلاک سرج تو تو ہی ہے۔
 واللہ! میں تیری رحمت سے راضی ہوں۔ تیرے سوا کسی دوسرے کو یہ شغل کے لائق بھی نہ سمجھوں گا۔

ابو قیس بن الاسلم

ولی امری فاختار دینا فلا یکن — علیلک و قلبا غیر رب اللوالب

اللہ تعالیٰ اس شخص کا سر پرست ہے جس نے دین و داری اختیار کی۔ پس تم اپنا گھر ان کا رکھی سترے کو نہیں پہنچو تمام ستروں کے پروردگار کو

میتا۔

عمرو بن الحمویج

(مناجات نامی (کنز کے) ایک خود ساختہ دعا پیدری۔ رات کو اس کے مسلمان رشتہ دار اس دعا کو غلاظتوں میں سر کے بل والے دیتے۔ صبح
 کو عمرو و عمرو دعا کرنا جانور اس کی پوجا کرتا۔ ایک صبح دعوت کا نائب قہار جلا تراست ایک گڑھے میں مردہ کتے کے ساتھ لوند چاڑا ہوا اٹھا۔ یہاں سے اس کی
 حالت میں تغیر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔)

واللہ لو کنت الہالم لکن — است و کلب وسط ثرقی قون

ان السلفان الہا مستعد — الان فتشانه عن سوء العین

الحمد للہ العلی دی العین — الواجب الرزاق دیان الدین

هو الذي الظلمى من قبل ان --- انكون في ظلمة قبر مرهون

اللہ کی قسم اگر تو ان ہوتا تو ایک گز سے میں گتے کے ساتھ نہ پڑا رہتا۔ یہ خود معبود ہونے کے تیرے اس طرفان سے رہنے پر تفسیر ہے۔ اب تیرے معنی والے کی بدترین لفظی ہم پر واضح ہو گئی۔ ساری جھٹک تو اللہ کی ہے جو احسانت والا، صاحب عطا، روزی رساں اور دین داروں کو جزا دینے والا ہے۔ وہی بات ہے جس نے قبر کے اندر میرے میں چھنے سے پہلے ہی مجھے (کفر و شرک) سے چھایا۔

ابو قیس عن انس

چوتھ کے زمانے میں یہ ہجرت اختیار کی۔ ست پرستی ترک کر دی۔ اپنے کفر کو معذرتا ہوا۔ تمام مرام شرک اور بدکاریوں سے اجتناب کرتا۔ کہتے تھے میں رب پر ایمان کا پرستار ہوں۔ آخر اسلام اختیار کیا۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی عظمت انبی کا اعتراف و اعتراف کرتے تھے۔ چند اشعار کا ترجمہ:

— اللہ تعالیٰ کی تشریف بہ ہر صبح کے اچالے کے وقت کرو۔ جب اس کا سورج نکلے اور جب چاند نکلے۔
— ہمارے عقیدے میں وہ ظاہر باطن کا جاننے والا ہے۔ اس لئے ہمارے پروردگار نے جو کچھ فرمایا وہ سبھی کمر اہی نہیں ہو سکتی۔
— وہ پروردگار جس والے پرندوں کے گھونسلوں میں رہتے اور آتے جاتے رہتے ہیں وہ سب اسی کی ملک ہیں۔
— جنگلوں اور نیلوں کے دانوں اور نیلوں کے سائے میں جن جنگلی جانوروں کو تو دیکھتا ہے وہ سب اسی کی ملک ہیں۔
— کمر و قیوس کے ہارے میں اللہ سے ڈرتے ہو۔ کیونکہ جنت و جہنم بات جائز سمجھتی جاتی ہے۔
— اور یہ بات سمجھ لو کہ جنت کا بھی ایک سر پرست ہے جو خوب جاننے والا ہے اور سب سے بڑے جنتیوں سے واقف ہو جاتا ہے۔
— پھر زمین کی حدوں میں بد دینائی نہ کرو۔ کیونکہ حدوں میں بد دینائی ترقیوں سے روکنے والی ہے۔
— اور اپنے نیک ارادوں، پرہیزگاری اختیار کرنے، فحش کو چھوڑنے اور کسب حلال پر مضبوط ہو۔ (۶۲)

شعرائے عرب کے یہاں شاعری کی لہر اور ارتقا پر فنی نقطہ نظر سے اظہار کرتے ہوئے استاد امیر حسن زیات "تاریخ ادب عربی" میں لکھتے

ہیں۔

قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں نے آواز نثر سے مسکن و مفتی نثر کی طرف قدم بڑھایا ہوگا۔ پھر مسکن نثر سے رجز کی طرف اور پھر رجز سے قصیدے کی طرف ترقی کی ہوگی۔ مسکن نثر شعر کی سب سے پہلی شکل ہے جسے کانوں نے دیکھا تھا اس سے مناجات کرنے، حکیمانہ مقولوں کو محفوظ رکھنے، پابلیوں میں جو بات دینے، سامعین کو محو حیرت کرنے کے لئے اختیار کیا ہوگا۔ یونانی کانوں کی طرح عرب کانوں نے بھی سب سے پہلے شاعری کی اساس رکھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ پہلا انسان ہیں۔ دیوتاؤں سے سر کو نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ترائوں کے ذریعے ان کے حضور رزم کے خواہش مند ہوتے اور دعاؤں کے ذریعے ان سے قیمتی معلومات اور الہامات کے طالب ہوتے۔ پھر وہ اپنے دیوتاؤں کے سر پرستہ رازوں کو عقلی جملوں کے ذریعے عام کو بتاتے اور اس عبادت کا نام "نسخ" رکھتے کیونکہ کبوتر کی تونڈ (نسخ) کی طرح اس میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا ہو جاتا تھا۔ سب عربوں میں غلامو سیتی کا مذاق و حال اور شعر عبادت گاہوں سے نکل کر صحراؤں، دیہاتوں میں پہچان و دعاؤں کے علاوہ حدی ثوابی کی مدد سے

بھی اہم دینے کا تو ذرا وقایہ مل جانے کی وجہ سے "ترج" کی شکل نمودار ہوئی۔ پھر سروں اور رگوں کے اختلاف کے سبب متعدد لوزن پیدا ہوئے۔ چنانچہ فرد شہادت اور بھاری (عبارت) کے لئے الگ وزن، عذو غزل کے لئے الگ۔ (برج) بحر کے لئے الگ اور اسی طرح تمام دیگر لوزن وجود میں آئے۔

..... شاعری کا اولین مقصد تھا ہے۔ کہ ترکی آواز سے سچ، لوزنوں کی چال اور ان کی حرکات سے "ترج" کا وجود میں آیا بھی اس امر کی دلیل ہے۔ پھر خود شعر جو عبرانی لفظ "شیر" سے ماخوذ ہے، اس کے معنی راگ اور ٹھن کے ہیں۔ نیز قبح تک شعر پڑھنے کے لئے عربی میں انشاد (گانا) کا لفظ استعمال کرنا، اس امر کی تائید ہے کہ واقعہ شعر کا ماخذ لوزن موسیقی ہے۔

..... اس کا مقصد وہی تھا کہ عرب میں شاعری وہی دیوانوں کے ٹھن، مناجات اور ان کی خوشنودی کے لئے راگ کی شکل میں نمودار ہوئی اور یہی انداز ہی تھی جو بعد میں قصود توحید خالص کے سبب الحمد للہ رب العالمین کی صورت میں پیدا ہوئی۔

..... "الوسیع" کے مطابق شعر العرب کی اصلی اشکال یہ ہیں:-

نصیب: جسے تشبیب بھی کہتے ہیں۔ جاہلیت میں اس کا طریقہ یہ تھا کہ عورتوں کا لوزن کے محاسن کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کے احوال کی شرح کرتے تھے ان کے سزاوار کامت کا ذکر، ان کے دیدار و منازل کے کھلے رول کا حال بیان کرتے جو ان کے کوچ کرنے کے بعد باقی رہ جاتے، عشق و محبت کے جذبات کا اظہار کرتے جو کبھی تو لوزنوں کے بلبلائے، کھڑوں اور فائناتوں کے گانے، چٹکوں کے چمکنے، آگ کی روشنی اور ہوا نسیم کے چلنے کے سبب تیار ہو جاتے، کبھی ان پیشوں اور منزلوں کے ذکر سے جن پر وہ تھیں اور ان باتوں کی یاد سے جن میں وہ فروکش ہوئیں اور کبھی ان باتوں کی توصیف میں جن میں منزل میں ہوتے۔ اسی نصیب سے قصیدے کا آغاز ہوتا۔

لغز و حسانہ: ان اشعار کے وسیلے سے وہ اپنی اپنے قبیلے کی اپنی قوم کی فہستوں اور عادتوں کی مدح و ستائش کرتے۔ جنگی کارناموں، عکاسی افواج، جنگی شرافت اور کثرت قبائل کی باتیں سناتے۔ ان کے حسب نسب کی بے دریغ شہادت کی شہرت کا تذکرہ کرتے۔

مذبح: اس سے یہ مراد ہے کہ کسی صاحب شان شخص کی ہن اشواق وغیرہ کے باعث صفت و ثناء کی جائے، جو مستحسن خیال رکھتے ہیں جیسے اس کی برتری عقل و عدل، صفت اور شہادت کا ذکر کر کے یہ بیان کیا جائے کہ اس کی ذات اور قوم میں یہ توصیف قدیم سے ہیں۔ اس کے جسمانی محاسن کا شمار اور اس کے حسن و جمال کا تذکرہ اس میں شامل ہے۔

رثاء: مرلے والے کے مناقب بیان کئے جائیں اور اس کی موت پر اپنی درد مندگی اور موت کا اظہار ہو۔

ہجاء: کسی شخص اور اس کے قبیلے کے عیب و خفاؤں کا اظہار اور اس کے اچھے احوال کی نفی۔

اعتذار: شاعر کسی حسرت سے عذرت کا اظہار کرے۔ جس سے معذرت کرے و نرم گھڑی سے اس کے دل کو اپنی جانب مائل کرے اور اس سے اپنے لئے رملہ و مرثیہ کی استدعا کرے۔

وصف: کسی چیز کی حالت و نسبت کو اس طرح بیان کیا جائے جس طرح وہ فی الواقع ہے تاکہ سامع کے ذہن میں اسے اس طریقے سے حاضر کر دیا جائے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے یا محسوس کر رہا ہے۔

حکست و مثل: حکمت اس بندہ کا قول کو کہتے ہیں جو کسی معجز اور مسلم حکم پر ہو اور مثل سے مراد یہاں مقولہ ہوتا ہے جو زبان از موسم ہو اور

مشہور ہو۔ اس سے یہ فرض ہوتی ہے کہ جس شخص کے لئے اسے استعمال کیا جائے اسے اس شخص کے حال سے تشبیہ دی جائے جس کی وجہ سے وہ مشکل و جد میں آئی۔

اس صنف کے بعد شعر کے نوزان و قوافی کے بارے میں "لوہیہ" کا بیان یہ ہے:-

"حق بات یہ ہے کہ اہل عرب نے نوزان اشعار کو قوانین متناہیہ کے پیکنے اور اصول موضوعہ کے پائنے سے حاصل نہیں کیا بلکہ اشعار کا پڑھنا، ان کا گانا اور وہی قوافی کا طریق جس طرح انہیں آتا تھا، اس کے مطابق طبعی طور پر وہ انہیں نظم کیا کرتے تھے اور اس فطرت نے انہیں ایسے نوزان کی طرف راہنمائی کی جنہیں فطرت انہیں نے پھر وہ نوزان کی طرف راہنما کیا اور ان کا نام عموماً رکھا اور انہیں نے ان پر ایک عر کا اضافہ کیا۔ ان میں سے بعض نوزان ایسے بھی ہیں کہ ان میں کثرت سے اشعار کہے گئے ہیں اور بعض ایسے نہیں ہیں۔ بعض شاعر ایسے بھی تھے کہ وہ اکثر ایک ہی عربی اشعار نظم کیا کرتے تھے۔ اشعار عرب نو اور جڑوں یا قصائد عرب کی ہمارا ایک ہی کا لپے ہوئی، نو لو کا نام کتابی طویل کیوں نہ ہو۔ (۶۳)

ان مباحث سے ہم ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عربی شاعری میں کوئی منفی خاص ایسی نہ تھی جو شروع سے آخر تک محض عرب کے مضامین کے لئے متعین کی گئی ہو بلکہ زیادہ تر قصائد ہی ہیں جنہیں تشبیب سے شروع کرتے۔ عربی جانب انصاف ہو تا تھا اس طرح عربی ترتیب میں ہر ایک جڑ کے شامل ہو جاتی تھی۔

انما کے لحاظ سے شعر کے چار طبقے ہیں:-

- (۱) طبقہ جاہلین: وہ شعر جو تصور اسلام سے قبل ہوئے۔
 - (۲) طبقہ معاصرین: وہ شعر انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شعر کہے۔ یہ شعر اور جاہلیت میں پیدا ہوئے اور وفات تصور اسلام کے بعد پائی۔
 - (۳) طبقہ اسلامیین: وہ شعر انہوں نے عہد اسلامی میں نشو و نما پائی اور ان کا طبقہ عربیت کا سہ نہیں ہوا۔
 - (۴) طبقہ مولدین (محدثین): وہ شعر انہوں نے عربیت کے تصور اور عربی نظم کے استخراج کے زمانے میں نشو و نما پائی، خود وہ اسلامی تھے یا نہیں۔
- یہاں مختصر اس بات کی یاد دہانی کی جاتی ہے کہ صرف جبکہ نواں (جاہلان) ہی کے یہاں وہ تصانیف پائی جاتی ہے جس میں اللہ کے رب، خالق اور قادر مطلق ہونے کا تصور تو تھا لیکن وہ شرک کے عنصر سے گھوڑا تھا۔ بعد کے شعر انہوں کے قلوب کو نور اسلام نے چمکایا، ان کے یہاں وہ اسی معنوی خصوصیت اور انہی خاص افکار و مضامین کی مظہر ہے جو الحمد للہ رب العالمین کی تعریف میں آتی ہے۔
- یہاں ہم جاہلی شعر انہیں سے چند محروم سے بعض اشعار درج کرتے ہیں:-

عمر و عن معد یکر ب (متونی ۶۳۳ء)

ان الجمال معادن — و منقلب اور دن معادن

حسن و جمال فخر و کرم کے دوسرے چہرے ہیں اور وہ جند کا نام ہے جو (خمس) عزت و سروری سے سرفرازا کرید۔

نابغه فیہائی (نعمان بن منذر کی مدح میں قصیدہ)

ای اللہ الا عدلہ و وفانہ — فلا لکر معروف ولا العرف حاتم

اللہ انصاف و وفا کا حامی ہے۔ اس لئے ہر ائی بھلائی نہیں ہو سکتی اور نہ بھلائی کسی طرح اکارت جا سکتی ہے۔

ورید بن اضمہ (اپنے بھائی عبداللہ کے مرثیہ میں)

جرى اللہ قومی بالکلاب ملامہ — صریحہم والاخرین الموالا

اللہ میری قوم کے آلودہ کلابوں کو اچھٹے کتاب کے بدلے میں ملامت دے۔

زہیر بن ابی سلمیٰ

فلا تکتمن اللہ ما فی صدورکم — لیعلمی و مہما یکتم اللہ یعلم

بؤخر فہو مع فی کتاب فیدحو — لیوم الحساب ار یجعل قلوبکم

خدا سے اپنے دلوں کا حال چھپانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اس پر توہم پاشیدہ چیز افکار ہے۔ اگر وہ چاہے اپنے دل میں ناجہ کرے تو تمہارے

میں لکھ کر قیامت کے دن پر اسے فتویٰ کر دیتا ہے اور اگر جلدی منکوحہ ہوتی ہے تو نہایتی میں بدلے لیا جاتا ہے۔

لبید بن ربیعہ (نعمان کے مرثیہ میں)

اری الناس لا یدرون ما قدر امرهم — بلی کل ذی لب الی اللہ واسل

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل — و کل نعیم لا محالۃ زائل

و کل امری یوما سیعلم علیہ — اذا حصلت عند الالہ الحاصل

میں دیکھتا ہوں لوگ اپنے معاملے کے انداز سے ہر اقدار ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر ائی عقل اللہ سے لوگاتا ہے۔ یاد رکھو اللہ کے سوا جو کچھ

ہے وہ باطل ہے اور ہر نعمت و آسائش تینا زائل ہونے والی ہے اور ہر فطرس ایک دن (جب خدا کے حضور احوال کے مذاکے جمع ہوں گے) اپنی پاشیدہ

زندگی معلوم کرے گا۔

(اپنے بھائی اربد کے مرثیہ میں):

لعمولک ما تدری الصوارب بالحسی — ولا زاجرات الخیر ما اللہ مانع

جبری مری قسم! بگڑی مار کر پرندوں کو قزاق مار فکون لینے والی ہیں یہ نہیں جانتیں کہ اللہ کیا کرنے والا ہے۔

(اس کے معلقہ کے اشعار سے):

فانفع بما قسم الملک فلانما — قسم الملحق یسا علامہا

وإذا الامانة قسمت في معشر — اولى بالور حظا لسانها

خدا نے جو تقسیم کر دی ہے اس پر قابض رہو، اس لئے کہ ہمارے درمیان اخلاق و عادات کی یہ تقسیم بلاے و اندوہانے کی ہے اور جب لوگوں میں امانت تقسیم کی گئی تو ہمیں قسم ازل نے ہمارے ہر راہ را حصہ دیا۔

نویس: جب دعوت اسلام ظاہر ہوئی تو لہذا اپنی قوم کے ایک وفد کے ساتھ رسالت مآب ﷺ کے حضور حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اسلام لانے کے بعد شاعری ترک کر دی۔ صرف ایک ہی شعر کہا۔ اس کے بعد جو وہ جاہلی شعر ہی میں شعر کیا گیا ہے۔ اس نے طویل عمر (۳۵ سال) پائی اور اسے ۷۰ میں وفات پائی۔ قبول اسلام کے بعد اس کا شعر:

الحمد لله اذلم باني اجلى — حتى لبست من الاسلام سرايلا

خدا کا نامیت احسن و شکر (الحمد لله) کہ اس نے مجھے حامد اسلام سے لمبوس کئے بغیر نہ رہا۔
اب ہم نامیت مختصر طور پر چند مسلمان شعرا کے کلام سے ہٹنے کی مثالیں دیتے ہیں تاکہ ہلاوی عقائد اور طرز احساس میں جو تبدیلی آئی، اس سے دونوں فرقوں کا فرق سامنے آ سکے۔

فرزوق

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اپنے رب سے چھٹک لاد مقام الہام کے درمیان کھڑے ہو کر یہ حلیہ حمد کیا ہے کہ عمر بھر کسی مسلمان کو گال نہ دوں گا اور نہ میرے منہ سے بری بات نکلے گی۔

ایضاً

ترجمہ: جس ذات نے آسمان بلند کیا، اس نے ہمارے لئے ایسا گھر بنایا جس کے ستون بڑے لوہے اور با عزت ہیں۔

ثابت بن قطنہ (اموی شاعر)

ترجمہ: اے ہمارے امیری بات فور سے سن۔ ہمارا طریقہ صرف خدا کی عبادت کرنا اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہے۔ ہم فکر و شبہ والے معاملات کا فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں اور ظالم و سرکش کے بارے میں کل حق کہہ دیتے ہیں۔ تمام مسلمان اسلام پر ہیں اور مشرکین نے اپنے اپنے دین میں نئی باتیں شامل کر لی ہیں اور میرا خیال ہے کہ کوئی گناہ لوگوں کو شرک تک نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ خدا کی توحید کے قائل ہیں۔

ابو القتاہیہ (وفات ۲۱۱ھ)

ترجمہ: سلسلہ روز و شب میں کون سی قوت چید و ہے کہ بدجو و لول بدل کر آتے رہنے کے، دن میں کھجی اور شعلی کے آہر پیدا نہیں ہوتے حالانکہ ہر نئی شاخ دن و راتوں کی گردشوں سے کہ نہ دخت ہو جاتی ہے۔

ابو نواس (وفات ۱۹۹ھ)

ترجمہ: اللہ کے لئے یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے کہ وہ سارے عالم کی خوشیوں کو ایک شخص میں جمع کر دے۔ (۶۴)

”تلم اشرا“ سے کچھ حوالے درج کیے جاتے ہیں۔

- فلت مبتلا باللہ رہا — و لا مبتلا بالمسلم دینا
(امروا القیس بن یاسر بن زید)
- فرضی اللہ فی الفرقان ان عدوہ — و ان کان ذا سکید یذل و یعلب
(جلیل بن عامر بن عتیبہ)
- و تلکم قریب یتحد اللہ حقہ — کما جعدت عاد و مدین والعبور
فان انا لم ابرق فلا یسعی — من اللہ بر ذو قضاء ولا بحر
(شامس بن نادر العبیدی)
- نحن ولینا الیت بعد جرمہم — لنصنعہ من کل باغ و آثم
و نقول ما یرید لہ لا نسمہ — نخاف عقاب اللہ عند المحارم
(عمر بن الحارث بن عمرو الخزاعی ہاشمی)
- لوکت الشعر واستبدلت منہ — اذا داعی صلاۃ الصبح قاما
کتاب اللہ لیس لہ شریک — و ودعت المدامہ والمدامہ
و حرمت الخمر و قد ازالی — بہا مبتلا و ان کانت حراما

- افاطم ہا ک الیت غیر ذمیر — فلت بر عتید و لا بلیم
لعمری لقد جاهدت فی نصر احمد — مرصا رب بالعباد علیہم
ایہ ثواب اللہ لا شئی غیرہ — و رجوانہ فی جنة و نعم
یا شاهد اللہ علی فاشہد — آمنت بالخالق رب احمد
یا رب من حل فانی مہتدی — یا رب فاجعل فی الجنان مقعدی
(علی بن ابی طالب)

- اشکوا لی اللہ ما احبت بہ — من الم فی مفاسل القدم
کانتی لم اطہبہا کما — من حاسد سر قلہ العی
فالحمد للہ لا شریک لہ — لحمی للارض بعدھا و دمی
ما من صحیح الا متقلہ الا — ہام من صحۃ الی سقم
(الفضل بن اسماعیل بن صالح)

الحمد لله ان لم ياتني اجلى — حتى لبثت من الاسلام سربالا
(نبيذ عن ربيذ)

الله في كل الامور حسي — بعلم اعلائي و ما في قلبي
اما والذي اعلى السماء بقدره — و ما زال قدما فوق عرش قد استوى
لئن تم لي التدبير فيما اريد — لفتقدن الترك طرا فلا توي
(اميرى پاشا نو محمد شاه)

جاء الحديث بان الارض اجتمعا — و ما حوت لا تساوي عند هاريجا
بحوضه او جناحا من مطرها — لم يسبق منها و لو فاحت مائيجا
من يكفر الواحد الجوار نعمه — مجاحه من احاح ربه فيها
لكنه هانت الدنيا عليه فلم — يمتنعك ان ملكك كفاك ما فيها
(محمد بن ابی المنصور)

كل شئني بيلي و حيك باقي — علم الله علم ما انا لاق
(محمد بن احمد نو نصر المصطفائي) (۶۵)

محمد عبد الله القولي (من ولادت ۱۱۹۴ھ) نے اللہ کے اسمائے صفائی (پہ تعدد ۱۰۰) کو نظم کیا ہے اور یہ اسلوب ہے کہ ہر اسم الہی کو قافیہ قرآن دیا ہے اور توحید الہی، بندہ و تخلیق اور قدرت و حکمت کے مضامین نہایت عرصے سے شامل قصیدہ کے ہیں۔ ہر عنوان کے تحت پندرہ سے کس تک اشعار کے ہیں۔ اسماء الحسنیٰ کو نظم کرنے کی یہ یاد اور وسیع کوشش ہے۔ اسم صفت "الباسط" کے تحت نظم پیر اور رب کی جاتی ہے۔

من مطلق الارزاق نحو عبادہ — ہو رہا و ہو الکرم الباسط
کم یسط الرزق الولید لمن یشا — و ینوع الخبرات ما ہو قاسط
هو باسط النعم العظيمة موسع — فا العبد من حال المسرة غابط
جعل الکرم مقامه فی جنة — سبقت له الخیرات و هو الرابط
هی جنة الدنيا الیه ثلاث — فقطر لها تاجہ و هو اللاقط
هو قابض الانعام الیه مضیق — اما تحدى العبد فهو القاسط
فانا استجاب العبد تاب لربه — فالخیر غیت للمعروف مانط
اما یشا تاتی السوء عجبہ — قاله الخی مستهج و ما هو قاسط
قد بدل الله الطیبة جنة — تر هر و قد ولی الزمان القاسط
اذا سكن الغیت العمیم ادامها — فالرهر فيها مستهام ناشط

موت يد السمات تسمع راسه — ان السيم للذي الخلاق ماسط
 كم داعب الاغصان مشغولاً بها — هو مقل في ليله هو حالط
 كم هد هد الاطيار تسعد فوقها — كالسقط صفت و هو فيها السامط
 هذى الطبيعة بهجه للخلاق — والسر في فلك الطبيعة ناطق
 تمضي بالنس العباد شكوره — فتوب ماس و يطلع ساعط
 رب الخلاق انت موضع رزقها — يا ربنا انت العسى الباسط

(۶۶)

شعراے کلوب کے یہاں لفظ کے اس سرسری مطالبے سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کیا خدایات و مضامین لاتے تھے۔

- (۱) اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور تمام صفات کے ساتھ ماننا۔
- (۲) اسے رب، خالق، قادر، حکیم، مددگار و منتقم تسلیم کرنا۔
- (۳) کائنات میں اللہ برات الٰہی کا فعل، نفوذ اور تصرف۔
- (۴) دنیا اور آخرت ہر دو جہانوں میں اس کا مالک کل ہونا۔
- (۵) منظر قدرت اور مظاہر فطرت کے حوالے سے اس کی شان۔
- (۶) اس کی عظمت و کبریائی کے مضامین۔
- (۷) اپنی عہدیت کا اعلان۔
- (۸) اپنے امور و مسائل میں اس سے استعانت، استعاذہ و مناجات۔
- (۹) طلب ہدایت اور توفیق نگرانی۔
- (۱۰) گناہوں پر استغفار و انابت۔
- (۱۱) طلب مغفرت۔
- (۱۲) نعمتوں پر شکر، مصائب پر صبر اور توکل علی اللہ۔
- (۱۳) کافر و مشرک شعرا کے یہاں اللہ کا شرک آمیز تصور اور مسلم شعرا کے یہاں توحید خالص کا عقیدہ و راجح۔
- (۱۴) مسلم شعرا کے یہاں اس نعمت عظمیٰ پر اللہ کا شکر جو نبی رحمت، ہادی انسانیت، محسن آدم و عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں مبعوث ہوئی۔ (یہ بحث نعت میں آئے گی۔)

نعت

نعت کے لغوی معنی و مطالب

- مفت۔ در اصطلاح سائنس
- (فرہنگ آموزگار) (۶۷)
- و مفت کردن کسی یا چیزی بہ نکل۔ سائنس۔ و نیز بمعنی مفت۔ جمع نفوت
- (فرہنگ فارسی مید) (۶۸)
- مفت ہر چیزی کہ غایت نیکو و در اصطلاح شعر تفریف
- (موہد الفضلا) (۶۹)
- بہ تہد سالت مآب ﷺ
- (مراج) (۷۰)
- مفت۔
- (نور اللغات جامع) (۷۱)
- تفریف۔ مثلاً درجہ ہذا سید المرسلین ﷺ کی تفریف
- (نعتہ، نعتا) وصفہ، و اکثر ما یستعمل للوصف بما حسن و طاب۔
- نعت الکلمہ: البہا بعت۔
- (نعت، نعتا) الرجل: کان النعت لہ علقہ ای کان من طبقہ متصفا
- بالخصال الحسنہ، الفرش: کان نعتا
- (النعت) الرجل: حسن و جہہ، حسن خصالہ
- (النعت) نعت: انتعت المرأة بالجمال: انتصفت
- (نعت) الشیء: وصفہ
- (نعت) ای شایئہ فی الرفقہ و الجمال۔
- نعت: با فتح موث۔ و لفظ بمعنی وصف ہے لیکن اس کا استعمال
- آنحضرت ﷺ کی سائنس و شاعری کے لئے مخصوص ہے۔
- نعت: تفریف۔ توصیف۔ حسین۔ سائنس۔ درجہ۔ مثلاً
- شاعر رسول اکرم ﷺ
- نعت: مفت۔ و مشورہ مفت خوب استعمالی شود
- سائنس و طبر ﷺ
- نعت: مفت و مثلاً تفریف و توصیف۔ درجہ۔ مثلاً
- ہذا انامہ سید المرسلین رحمت اللعالمین ﷺ کی توصیف
- نعت: تفریف۔ مفت کہ انامہ مفت رسول اللہ ﷺ کی۔
- نعت: مفتہ مفت کردن
- (المتجدد) (۷۲)
- (نور اللغات جامع چہارم) (۷۳)
- (قاموس حرر لغات) (۷۴)
- (فرہنگ نظام ہلد و نیم) (۷۵)
- (فرہنگ آصفیہ ہلد چہارم) (۷۶)
- (لغات کشوری) (۷۷)
- (محب اللغات) (۷۸)

نعت : بالفتح تعریف و وصف کر دینا۔ اگرچہ نعت بمعنی مطلق وصف
است لیکن اکثر استعمال میں لفظ بمعنی مطلق سرائش و ثناء

(غرائب اللغات) (۷۹)

رسول اللہ ﷺ آمد و است

لغوی معانی و مقام کے بلحاظ اصطلاحی طور پر نعت کا لفظ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی اور صفات حمیدہ و طیبہ کی بیان کے لئے
مخصوص ہے جبکہ دوسری ہستیوں کے لئے وصف، مدح، مدحت، منقبت، تعریف، توصیف کے الفاظ کا استعمال انہیں متجاوز و تکلف کرتا ہے۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصف گزاری کے ضمن میں "نعت" کا لفظ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استعمال کیا۔
"اکثر یقولہ بنی النفاق" کہ وہ میں خفیہ شاعری میں رقم کرتے ہیں۔

"عائشہ اسلامی لوہ میں اس معنی میں اس کا استعمال پہلی دفعہ کیا گیا ہے۔ حدیث میں آپ کے لواحقین بیان کرتے
ہوئے حضرت علیؑ نے اپنے لئے جائے وصف کے امت استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

من رآہ بذاۃ عاہلہ . ومن عاقلہ معرفۃ احبہ . یقول ناعۃ المرءۃ قبلہ ولا بعدہ مثلاً

(شکل ترمذی، ص ۵۶۷)

"آپ پر ایک جس کی تعریف جاتی ہے حجت کھاتا ہے۔ جو آپ سے تعلقات لاحق ہوتے ہیں۔ محبت کرتا ہے۔ آپ کا
وصف کرتے والا (نعت) یہی کہتا ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسے اور نہ آپ کے بعد آپ کے جیسے
دیکھا۔" (۸۰)

دعائے حمید کی تحقیق کے مطابق نعت کا لفظ آپ کی عشق و ولادت سے پہلے نہ اسے تک پہنچتا ہے حتیٰ کہ مشہور مفسرین کرم اللہ وجہہ نے
کہ یہودی کس طرح مانگتے تھے۔ یہ عبارت نقل کی ہے:-

اللہم انصرنا بالناس المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعتہ و صفتہ فی التورۃ

اے اللہ! ہماری مدد فرما جس نبی کے وسیلے سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت و صفات ہم توراة میں
پاتے ہیں۔ (۸۱)

قرآن اور حدیث میں نعت رسول ﷺ

قرآن میں یہ مثال نورانی نہایت خیرہ ہے نعت ہیں اور یہ لائق مقدم قرآن کی صورت میں نعت کے جو اہر ات الہی سے معمور ہیں ایسے
روحانی نورانی کہ مجبور رسالت سے ہرگز دور ہرگز دور سے قیامت تک ہمتیں رسالت کا ادنیٰ شاکوئی اس روشنی سے مستحضر ہو گا کہ یہ جلی
و بڑی ہمیشہ ہادی رہیں گی۔

اگر خلق محمدی کی تجلیات مشاہدہ کرنا چاہے تو آئینہ قرآن پر نظر افروز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام لینی چاہیے۔ "کان خلقہ
القرآن" اللہ سے لئے قرآن کو نعت کا لفظ نہیں بلکہ قرآن ہی ہے جس میں آپ کے لفظ و کلام کے جلوہ ہائے نور کوستہ اختلاف کر سکتے ہیں اور اس بیکر شدہ
و ہدایت کے مطالعہ سیرت کا اجماع کر کے دین و دنیا میں فوہ و فلاح پائیں گے۔

قرآن ہے جمال رسالت کا مدح خواں — ایک ایک لفظ نال رہا ہے کتاب کا

(ماہی کرینی)

ہم قرآن حکیم سے متعدد آیات مقدمہ فطائل محمدی میں پیش کرتے ہیں:-

(۱) تحریک درود و سلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ۝

(الاحزاب: ۵۶)

حقیق اللہ اور اس کے فرشتے ہی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان خواتم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔

(۲) شانِ رحمت للعالمین

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ۝ (الانعام: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا۔

(۳) مقامِ محبوبیت

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّاُنْذِیْرًا ۝ (الفاطر: ۲۳)

بے شک ہم نے آپ کو حق بات دے کر (جنت و جہنم کی بھارت دینے والا اور) (ہر جنم سے) آراستہ بنا کر بھیجا۔

یَا اَیُّهَا الْمَظْمُومُ ۝ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (الزلزلہ: ۱-۲)

اے پکڑوں میں پھنسنے والے ابرار کو نماز میں کھڑے رہنا بھیجے مگر قہوڑی سی رات۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ نَحْرَمُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ لَكَ ۝ (التحریم: ۱)

اے نبی! (آپ اپنے نو پر) کیوں دھما کر رہے ہیں وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی۔

یَا اَیُّهَا الرُّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۝ (الانعام: ۶۷)

اے رسول! پہنچا دیجئے جو کچھ میرا کیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے۔

(۴) رافت و رحمت

اَلْقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَسَمْتُمْ حُرُمٰتِمْ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رُوْفٌ الرَّحِیْمُ ۝ (التوبہ: ۱۲۸)

یقیناً تمہارے پاس تمہری ذات سے اور رسول جن پر تمہارا شفقت میں پڑا کر رہا ہے۔ تمہاری بھلائی کے باعث پہنچنے والے ہیں اور مسلمانوں پر رحمت کرنے والے سر جان ہیں۔

(۵) نور محمدی

اَلْقَدْ جَاءَ كُمْ مِّنْ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الانعام: ۱۵)

بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب۔

وَدَاعٰی اِلٰی اللّٰهِ بِاَذْنِهِ وَاَمْرًا جَمِیْعًا ۝ (الاحزاب: ۳۵-۳۶)

اور بلائے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکانے والا چرچا۔

(۶) اتمام دین کا اعزاز

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (التوبہ: ۳۳)
وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر دکھایا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے گو شرک کیسے ہی ہاتھ دھو لیں۔

(۷) خاتم النبیین

ما كان معكم ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (الاحزاب: ۴۰)
محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ تو اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم پر ہیں۔

(۸) رہبر ہر زمان

وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون (النبأ: ۲۸)
اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خبریں بنا کر بھیجا ہے۔ ایمان لانے والوں پر ہماری برساتی ثواب کی خوشخبری سنائے والے اور ایمان نہ لانے والوں پر
انہیں ہمارے عذاب سے ڈرانے والے بنا کر۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

(۹) معلم کتاب و حکمت

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا و يزككم و يعلمكم الكتاب و الحكمة و يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون
(البقرہ: ۱۲۹)
جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول کو بھیجا، تم ہی میں سے، ہماری آیات چھپتے چھپتے میں تمہاری مثالیں (تذکیر) کرتے ہیں اور تمہیں کتاب و
حکمت کی باتیں بتاتے رہتے ہیں اور تمہیں ایسی مفید باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جنکی تمہیں خبر بھی نہ تھی۔

(۱۰) اطاعت رسول ﷺ کا حکم

من يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء: ۸۰)
جس نے رسول کی اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الامر منكم (النساء: ۵۹)
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں، ان کی

(۱۱) حبیب رسول ﷺ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم و الله غفور رحيم (آل عمران: ۳۱)
فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تمہاری محبت سے تمہیں محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا
معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

(۱۲) رسول عادل

اِنَّا اَنزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَادَ اللّٰهُ (النساء: ۱۰۵)

جنگ ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا حق کے مطابق، تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا ہے۔

(۱۳) احرام نبی ﷺ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَطْعَمُوا أَصْوَابَكُمْ قُلُوا النَّبِيَّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (البجرات: ۲)

اے ایمان والو! اپنی تواریخ و فہر کی توڑ سے متجسس نہ کیا کرو اور نہ ایسے ان سے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولتے ہو۔

(۱۴) نافرمانی کی سزا

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ (التوب: ۶۱)

اور جو رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۱۵) اسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝

(الاحزاب: ۲۱)

کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع بہتر ہے اس کے لئے جو اللہ اور روزِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

(۱۶) صاحبِ خلقِ عظیم

وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيمٍ (التقویم: ۴)

اور یہ شک آپ پر ہے خلقِ بڑے عظیم پر فائز ہیں۔

(۱۷) صاحبِ رفعتنا لك ذكرك

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ۳)

اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

(۱۸) شفاعتِ رسول ﷺ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَدْرَكُوا نَفْسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا وَرَحِيْمًا ۝

(النساء: ۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر غم کریں تو اسے محبوب آپ کے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول علیہ السلام ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

(۱۹) ربخ مصطفیٰ کی قسم

”سورہ بقرہ“ مکمل حضرت رسول ﷺ ہے جس میں کفار کے رد اعتراضات کے ساتھ ساتھ اللہ نے اپنے احکامات بیان کئے اور ان اعتراضات کا ذکر کیا جن سے آپ کو سر فرما دیا گیا۔

ترجمہ: ہاشمت کی قسم اور رت کی قسم جب وہ پردہ الے کہ آپ کو آپ کے رب نے نہ مجوز اور نہ مکروہ چاہا اور یہ ملک آپ کے لئے مکمل ہوئی ہے۔ اور یہ ملک قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اندر سے گاہ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو قیم نہ پڑا اور پھر جبکہ وہی اور آپ کو اپنی محبت میں از خود رقت پڑا، پھر حزلی مقصود تک پہنچا دیا۔ (۸۲)

والکثر فیع الدین الشقاق استغاده کرتے ہوئے چند حریہ آیات حیات جو حضرت رسالت مآب ﷺ کے حامی و محسن کی آئینہ داری کرتی ہیں۔

تراجم آیات مختلفہ

اللہ نے یقیناً محسن کیا ایمان دہوں پر جو بھی جان میں رسول انبی میں کا

اللہ وہی ہے جس نے انھیں ایمان دہوں میں سے ایک رسول انبی میں کا

اور تجھ کو ہم نے بھیجا سو میری کر جان کے لوگوں پر

کیا ہم نے نہیں کھول دیا خزائن اور اندر رکھا ہم نے تجھ پر سے جو تجھ کو جس نے بھکاری قحیٰ چنے تیری اور پانہ کیا نام

لے نہ کو تیرا

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیا نہ اور تجھ سے واسطہ نہ ہے بے اعتناء اور تو پیدا

ہوا ہے لے لعل پر۔

یہ ملک ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ سو لہذا پڑا اپنے رب کے آگے اور قربانی کر۔ یہ ملک جو دشمن ہے جو تیری وہ کیا بچا جان

اور ہم نے دیں تجھ کو سماعت آیتیں اور قرآن لے لے رہے گا۔

وہا کہ ذات ہے جو نے کیا پنے نہ سے کو اقول رات سہد حرام سے سہد اقصیٰ تک جس کو کثیر رکھا ہے ہاری مدت

نے، تاکہ دکھائیں اس کو اپنی قدرت کے پکار لوئے۔

قرآن پاک کے بعد ذخیرہ احادیث وہ یمن ہے جس میں ماہانہ مسائل محمدی کے سدا اجداد مہول تک ملک رہے ہیں۔ آپ کے اقوال و

ارشادات، آپ کی تعلیمات و ہدایات، آپ کی سیرت و اہل کی تمام تراویحیں، آپ کے معمولات و سنن، الطرف حیات مہار کہ کالہ کو اور غرض غرض

ان احادیث مہار کہ سے علم بار بار اور ہاں آرائیں کر رہا ہے۔ ہم احادیث میں حضور ﷺ تقدیرت نعمت فرماتے ہیں جو چاہے خود نعمت ہے۔ حقا

”اس میں ان سب میں ذات اور خاندان کے اعتبار سے سب سے بڑے ہوں۔“

(ترجمہ حدیث ترمذی و جامعہ عباس بن عبدالمطلب) (ترمذی، ص ۵۱۹، ج ۲)

”میں قیامت کے دن دہنی قوم کا سردار ہوں گا اور میرے قبضے میں لوئے جو لوگ انہیں روز ہر نبی، قوم ہوں گا اور کوئی، بر ایک میرے جھنڈے کے

(ترمذی حدیث ترمذی)

مجھے ہو گا جیسے اس پر مجھے غر نہیں ہے۔"

بعض احادیث میں مہاجر کرام نے آپ کی ولایت گرائی کے بارے میں توصیف کی ہے اور سیرت اقدس اور حیات بہ کلمات کے متوال پہلوؤں پر نعتیہ کلمات کے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث توصیف:

"اللہ کی قسم! آپ کو اللہ تعالیٰ بھی سوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور محتاج کی مدد فرماتے ہیں اور صبر و تقویٰ فرماتے ہیں۔"

(حدیث بخاری و الترمذی)

یا حضرت علی! کا آپ کے بارے میں یہ توصیف نامہ:

"اور آپ خاتم النبیین، مخلوق میں سب سے زیادہ علی، مخلوق میں سب سے زیادہ سچ، طبیعت میں سب سے زیادہ نرم اور کلمے اور خاندان کے لحاظ سے شریف ترین تھے۔"

(حدیث شاکل ترمذی)

الغرض کسی مجموعہ احادیث کا مطالعہ کیجئے۔ حضور ﷺ کے شاکل، مناقب، احسان اور محامد سے معذور دکھائی دے گا۔ محمد مبین اور مرئیں نے سینکڑوں منونات باندھ کر الگ الگ حضور ﷺ کے اقوال و اعمال صالحہ کی جزئیات و تفصیلات پیش کر کے گویا نعت کے گلدستے چاہا کرتے تھے۔ یہ تو مہاجر عظام کی مدح گزاری اور ثنا گوئی ہے۔ آپ کے مخالفین بھی آپ کے اخلاق حمیدہ کی توصیف میں رغب اللسان ہیں۔ جو نعوذ باللہ آپ کے خون کے پیاسے تھے، وہ آپ کو صلیق اور امین کہتے تھے۔ اپنی مانتیں آپ کی تحویل رکھتے تھے اور اپنے معاملات و قصبات میں آپ کو حکم قرار دیتے تھے۔ انصار جوں قرآن حکیم آپ کا لفظ سے ڈی تک مدت ہمارے، وہ ہیں احادیث بھی نثر میں آپ کا نعتیہ ذخیرہ ہیں۔ قرآن النبی اور توصیف انسانی ہی پر یہ سلسلہ نعت محمد و میر بہرہ خاکہ اور اجازت کے کام سے بھی شائستہ ہے۔

یہاں تک ہم نے اس حقیقی نعت کا ذکر کیا ہے جس کا تعلق ظہور قدسی اور حضرت رسول ﷺ سے ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے (دنیا میں) ظاہری اور جسمانی طور پر تشریف لانے سے جس کا آغاز ہوتا ہے یعنی قرآنی توصیفات جو صورت وحی و الہام منزل ہوئیں اور احادیث جو حضور ﷺ کی حیات میں روایت ہوئیں۔ لیکن اگر اس سلسلے کو پھیلا جائے تو نعت کا نقطہ آغاز ظہور نبوت سے نہیں بلکہ بہت قدیم اور دور سے ہے۔ مخالف آسمانی میں حضور ﷺ کی علامتیں اور قدیم اقوام مثل کے یہاں حضرت نبی خاتم ﷺ کی لوہی ہیں، تمام تر سلسلہ نعت ہی کی صورت نہیں ہیں:

ہوئی پہلوی آنت سے ہوا دماغے ظلیل و نوبہ مسیحا

(عالم)

قدیم نعت

آئیے ہم اس مذکور بالا حوالے سے حضور رسول ﷺ کی قدامت کا مختصر اجماع لیں:

لوب، تحمل از اسلام میں ذکر رسول ﷺ کے تحت مذکور احمد رضوی کی تحقیق کے مختلف اقتباسات کے مطابق:

سام وید کے ایک منتر سے:

"ہم نے اپنے پرمانند سے سند اور پرکار سیکھا۔ میں سورج کی طرح روشن رہا ہوں۔"

(دینی دست کو) (سام وید پر پچاسک ۲، ششی ۶ منتر ۸)

(اس مضمون میں ہم احمد، حکیمانہ شریعت کا ذکر اور سورج کی طرح روشن رہنے یعنی سراجا منیر کا حوالہ)

لو کے ایلے کے پیر پاد ہو گا۔ پھر ظہور مہدیؑ وہ قرب قیامت آئیں گے۔ تھی وہ اس کا کتا ہے۔

کو تم بدھ، بوقت رحلت، ایک بھکشو سے مرکالمہ

”مزد میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اس بچہ وقت پر دنیا میں ایک بدھ آئے گا۔ پرتو، ستارہ، چاند، سورج، کرم کا، بے مثل، جو زندگی کے حقائق میں ظاہر کرتا ہوں وہ بھی کرے گا اور میری طرح ایک مکمل فکر یہ حیات کا پرچار کرے گا۔“

بھکشو مندو نے پوچھا: ”اس کو کس طرح پہچانیں گے؟“

بدھ نے کہا: ”وہ مہربان کے نام سے موسوم ہو گا۔“ (اقتباس از ہارلڈ رالز آبلر، ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(حریا شکر، معنی: دوستی، خیر خواہی، رحم والا، محبت والا، ہمدردی والا، شفقت والا، مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا اور محبت والا) مہند قرآن کو مہارسلک الا ورحمة للعالمین (الانبیاء ۱۰۷)

ژند لو ستا سے

”مہربان عرب میں ایک عظیم نبی مبعوث ہو گا۔ اس کا نام سوانشن بنت ہو گا۔ اس کی سب سے بڑی صفت یہ ہو گی کہ وہ استوت لریتا ہو گا۔“

(سوانشن بنت: لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا۔ استوت لریتا: تمام قوموں کو یک جا کرنے والا، عالمی اتحاد کا روحانی پیغمبر بننے والا)

پارسیوں کی دوسری کتاب و سائیر، ساسان لول کا نامہ مبارک (ہوبان ژند)

اردو ترجمہ: ”جب ایرانیوں میں خدایاں پیدا ہو جائیں گی اور وہ سب افعال کریں گے تو عرب میں ایک مرد کامل (مہمات) پیدا ہو گا جس کے بعد وہ ایرانیوں کے تین سو وقت اور قوانین کو متا دیں گے۔ سرکش لوگ زیر دست ہوں گے۔ مت کدوں اور آتش کدوں کی جگہ بے تصویر کتب ہو گا اور اس کی جانب نماز پڑھی جائے گی۔ مسلمان شہروں کے آتش کدوں اور ان کے قرب و جوار میں طوس، مٹا اور بڑے بڑے مقامات اپنے قبضے میں لے لیں گے۔“ (سزگندہ مساجد ص ۱۸۸، مطبوعہ ۱۳۲۸ھ، آیت ۶۰۵۳)

گشتاب شاہ ایران کے حکم سے نجوم کی ایک کتاب

”جلیاس نامہ“ تیار ہوئی، اس سے اقتباس:

”جب ستارے خانہ آتش، برج حمل میں جمع ہو جائیں گے۔ زہر و دج حمل میں ہو گا۔ آتش برج ثور اور برج جوزا دونوں میں اور برج دلو میں ہو گا، اس وقت ایک مرد کامل سر زمین عرب سے نکلے گا جو نسل ہاشمی سے ہو گا۔ بادشاہ، مقدس وجود اپنے جہ کے مذہب پر ہو گا اور سپاہ کش کے سرکار ایران پر حملہ کرے گا اور گویا ایران کو از سر نو آباد کرے گا۔ زمین اس کے انصاف سے بھر جائے گی۔ حتیٰ کہ پھوٹے بکری کے ساتھ پالیں گے۔“

کھڑا ہے گا۔" (ملکی نبی کی کتاب باب ۳)

اسی طرح حضرت جبریل، حضرت اشعیا، حضرت شعیب، حضرت یسعیاہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں کے حوالے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعد اس طرح درج کی گئی ہے:-

"ہو رہا ہے ایک جگہ جمع ہونے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا..... "اور خداوند نے مجھے کہا، جو کچھ انہوں نے کہا، انہوں نے ٹھیک کہا۔ میں ان کے لئے ایک پیغمبر پا کر دوں گا، انہی کے بھائیوں میں سے۔ میرے جیسے اور میں اپنے الفاظ اس کے من میں ڈالوں گا۔ پھر وہ لوگوں سے باتیں کرے گا صرف وہ جن کا میں اسے حکم دوں گا۔"

("انہی بھائیوں میں سے"..... علی اسرائیل کے بھائی ہوا اسرائیل تھے)

حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور باب ۵:

- ۱۔ تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔
 - ۲۔ تیرے سارے لباس سے عود جبر کی خوشبو آتی ہے۔
 - ۳۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت دہائیوں میں ہیں۔
 - ۴۔ تیرے بچے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کے سرور مقرر کرے گا۔
 - ۵۔ میں ساوی پشتوں کو تیرا کامیاب اور دادوں گا۔ پس سارے لوگ بہ لاپرواہی تیری ستائش کریں گے۔
- (اشارات کبھی وضاحت): ۱۔ صادق و امین ہونا۔ ۲۔ جسم اعلیٰ کا مضبوط ہونا۔ ۳۔ دوامات المؤمنین۔ ۴۔ نعمات کا تسلسل۔ ۵۔ امت کا شریک رہنا، نبی علیہ السلام کا قائم النہج ہونا۔
- حضرت سلیمان علیہ السلام۔ صحیفہ غزل الغزلات باب پنجم۔ آیت ۱۰:

نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک اور علیہ اقدس

"نورانی گندم گوں..... رشید لوح پر رگزی ہوئی خوشبو مہال ٹھکریا لے سیلاب ہاتھ جو ابر سے جلے ہوئے.....
چرخہ ماند آفتاب، جوائی ماند صنوبر، گھوٹے شیریں۔ اور وہ بالکل صاف ہے۔ محمد ام میں محمد اسم معروفہ اور
حروفی۔ م جمع کیلئے بطور نوب احترام استعمال ہوئے ہیں۔"
قول قاضی محمد سلیمان مکی ترجمہ یہ ہے: "وہ تو ٹھیک محمد ہے"

(رحمۃ اللغاتین جلد اول، حاشیہ ص ۲۰۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام

"الو سلطنتہ ظہرہ واسمہ احمد"

(نوریت یسعیاہ باب ۴۲ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء کتاب سیرہ رسول کریم ﷺ محمد رسول اللہ)

(عمر نبوت من کی پشت پر ہوئی اور ان کا نام احمد ہو گا)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام :

"لیکن جب فارقیہ آئے گا جسے میں تمہارے پاس بھیجوں گا۔ وہ خدا سے آئے گا۔ وہ پہاڑ کی روح ہو گا جو خدا کی

طرف سے آئے گا۔ وہ میری کواغی دے گا۔" (عہد انجیل ۱۵، آیت ۲۶)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں خوش گوئی کی تو آنحضرت ﷺ کا نام "ماہی" لیا مگر جب اس کا یہانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم

معنی لفظ "میرے گھوڑوں کا ذکر کیا جس کا مطلب فارقیہ ہوا) (تفسیر رضائی) (۸۴)

مولانا خیر احمد صحتی اپنی تالیف "اسلام اور مسیحیت" میں یہ قول طرزا ہے۔

"اور یسوع نے (اپنی وفات سے قبل) اپنے پیروں کو یہ کہہ کر ہوا پاک کر سب جمع ہو جائے تاکہ میں تم کو بھیجوں کہ

آخری دنوں میں تم پر کیا کیا گزرا ہے گا۔ اسے یسوع کے بیٹے! اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگا کر سنو۔ یہودیہ

سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ وہی کی نسل سے حکومت کا صفا موقوف ہو گا جب تک شیلوہ نہ آجائے اور توہیں

اس کی مطلع ہوں گی۔" (پیڑائش ۲۹ : ۱۰)

(شیلوہ سے مراد مسیحی کا شہزادہ حضرت محمد رسول اللہ شیلوہ کے معنی ہیں۔) (۸۵)

اب ہم کہتے ہیں کہ بھارت بے تہول میں جو اصل دور بھیجے لفظ بیان ہوا تھا وہ ہے شیلوہ۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں

بھیجا ہوا عربی میں اس کا حرف اول "س" ہے) (سولف)

مولانا عبدالمجید دریابادی نے آیات قرآنی سے کتب مابعد یا انبیاء کے سالن کی وہ قیسی خبریں پیش کی ہیں جن کا تعلق حضور قدسی سے ہے۔

یہاں پر موقع محل کی مناسبت سے قیسی خبریں درج کی جاتی ہیں۔

وَبَنَّا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(البقرہ : ۱۲۹) (خیر کتب کے مترجم پر حضرت محمد انہم حضرت اسامیل علیہ السلام کی ہوا)

وَأَنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (اشعراء : ۱۹۶)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُونًا عِنْدَهُمْ فَيَنْبَسِطُونَ مِنَ الْأَنْجِيلِ وَالْإِنْجِيلُ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

(الاعراف : ۱۵۷)

وَأَقَالَ صِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَبَشِيرًا بِرَسُولِ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي

أَمْرًا أَتَتْكُمْ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سَاحِرٌ مِين ۝ (الصف : ۶) (۸۶)

اس تفصیل ہائے کلاب لباب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آمد و ظہور نعت و توحید کی ایک عمدتک محدود نہیں۔ قدیم اور نئے مصر

رواں تک اور مصر روہ سے لے کر اباب تک ثانی ازل و بادی و سموات میں نعت محمد کی کوئی ہے۔ حضور ﷺ کا دعوت لول اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن الہی حضور

ﷺ کی کائنات ہے۔ پھر تمام کشف آسمانی اس نعت سے منور ہیں اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نعت گوین محمد ہیں۔ ملائکہ ان پر سلام و درود

بھیجتے ہیں۔ تمام مخلوقات و کائنات زبان و مکان کی تحدید و تعیین سے بالاتر ہو کر مدافع رسول ہے۔ ادیان حقیقی کے علاوہ مذہب و مسالک مفید بھی ان کے

مکن گاتے ہیں۔ محبت پرست، تثلیث کے عقائد کے حامل، کثرت پرست، ایمان کے پہاڑی، عناصرِ فطرت اور اجرامِ ہندویہ کو ماننے والی اقوام کسی نہ کسی شکل میں ان کی نبوت کی وصاف ہیں۔ قدیم کتب و رسائل ان کی توصیف سے مملو ہیں۔ ان کی بعثت کی علامات سے دفتر کے دفتر پر ہیں۔ ان کا ذکر بیش سے بیش تک جاری و ساری ہے۔ گویا **لَعَنَّا لَكَ ذِكْرَكَ** کی اعلیٰ عبارت قرآن و ہد پر محیط ہے۔ یہ سب حضور علیہ السلام کی نعت مسلسل ہے جو کبھی نثر کی صورت میں اور کبھی راگوں، گیتوں، ترانوں یعنی منظوم شکل میں جلوہ گر ہوتی چلی آئی ہے۔

اس تمام سلسلہ نعت و ثناء میں حضور علیہ السلام کے اسم ذات **صاحب** اور **احصی** کی توصیفات ذکر ہیں یا پھر حضور ﷺ کے اسمائے صفائی کی توصیفات مرقوم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے مقام نبوت، منصب نبوت، مقاصد نبوت کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاقِ حسنة اور سیرت مقدسہ کے جلوے نمایاں ہیں۔ جہاں قرآن حکیم حضور ﷺ کے توصیفاتِ حمیدہ کا اکر و شاعر ہے وہیں دنیا قدیم سے آج تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے ذاتی و صفائی کی مدائی میں سرگرم ہے۔

ہم یہاں حضرت محمد ﷺ کے اسمائے مبارکہ کی ایک ممکن طرست درج کرتے ہیں تاکہ قارئین کی نگاہ عقیدت اسمائے حضور علیہ السلام کی شہود گاہ سے مختلف متنوع تجلیات کا نظارہ کر سکے۔

خود لفظ ”صاحب“ اپنی معنویت، جامعیت، اہمیت اور انفعالیات میں جہائے خود ایک نعت ہے۔ جیسا کہ سید قرظیدی کا ایک شعر اس موضوع پر سبب حد تکش ہے:-

اسی اک لفظ میں زیدی کمال نعت پناں ہے ——— محمد کہہ کے کچھ کہنے کی محتاجش نہیں رہتی

حضرت محمد ﷺ کے اسمائے مبارکہ جن میں ہر اسم اپنی جامع معنویت کے سبب ”ایک لفظی نعت“ کا مقام و منصب رکھتا ہے:-

(۱) اسماء فی القرآن الحکیم

محمد، احمد، أعز الصدقات، الأمر والنہی، الذن غیر، الامی، اول المسلمین، البرہان، بشر، بشری عیسیٰ، بشیر، بینہ، الثانی، تذکرہ، لالی النین، حریص علیکم، حکم، حاکم، الحکیم، حم، خاتم النبیین، خافض، الداعی الی اللہ، دالی، دعویہ ابراہیم، الذاکر، ذوالخلق العظیم، ذوالسکینہ، ذوالفتوح، ذوالقوہ، ذوالمقام المحمود، راضی، راغب، رحمت للعالمین، الرنول، رسول اللہ، رفیع الذکر، الساجد، السراج المنیر، الشاکر، شاہد، الشمس، صابر، الصاحب، صاحب الکون، صاحب الامراء، صاحب القرآن، صاحب الکتاب، صاحب الوحی، الصراط المستقیم، الضحی، الطاهر، طس، طہ، الطیب، الطاهر، ظل اللہ، عابد، عالم، عامل، عاتلا، العبد، عبد اللہ، المعصوم، العروۃ الوثقی، عزیز، عزیز علیہ ما عتتم، الفاتح، الفجر، القاری، القاضی، قدم صدق، المأمور، المرید، المبشر، المبعوث، المبلغ، المبین، المعتقل، المتبع، المتریس، المنہجد،

المتوكل . المجاهد . المجتبیٰ . المحرر . المحفوظ . محمود . مخلص . المدبر . المذكر . المرتضى . المرتقل .
 المرسل . المرفوع . المزكى . المزمحل . المسبح . المستعد . المستغفر . المستقيم . المصدق . المصطفى . المصلیٰ .
 المطهر . المطاع . المعز . المعلم . المعلم . المقرب . المكفی . متلقى القرآن . المنادى . المنذر .
 المنصور . المنیر . الموفق . المؤمن . الموبد . المهدی . المولیٰ . الناهی عن المنکر . النبى . النجم . النقيب .
 نذیر . النعمه . النور . الهادى . یتیم . نس .

(۲) مطالعہ قرآن کی روشنی میں ایسے اسماء و صفات الہیہ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی متصف کیا :

احسن . الاعلیٰ . بشیر . الحاکم . الحق . الخیر . الداعی . ذو القوه . الرحمت . الرحیم . الرؤف . الشهيد . الصادق .
 الطاهر . الطیب . العزيز . العظيم . العلو . العلیم . الفتاح . القاتم . الکرم . المبین . المہیمن . الناصر . النذیر . النور .
 الولی . الهادى . الهدى .

(۳) اسماء حسنیٰ کے ساتھ اسمائے قرآن کو بھی حضور ﷺ کے ناموں کے ساتھ موسوم فرمایا گیا۔

نور . عزیز . عظیم . کریم . شہید . حق . مبین . علی . ہادی . حاکم . رحمت . نذیر . طاہر . طیب . داعی . قائم .
 صادق . احسن .

(۴) اسمائے نبوی کتب حدیث و سیر میں

الابطحی . الاملح . الايض . الاتقى . الاجود . الاجود الناس . الاجل . الاحسن . الاخشى لله . الادوم . الاربع .
 الارحم . الازكى . الازهر . الاسد . اشجع الناس . الاشد حياء . الاصدق . الاطیب . الاعز . الاعظم . الاعلیٰ .
 الاعلم بالله . الفصح العرب . الاکرم . امام الخیر . امام العالمین . امام المطہین . امام الناس . الامین . الامون .
 الاوسط . الاول . اول شافع . اول مشفع . اول من تشق عنه الارض . البارع . الباهر . البر . النہامی . الشمال .
 الجلیل . الجواد . العاشر . حامل لواء الحمد . حبيب الله . الحجازی . حوز الامین . الحلیم . عظیم النین .
 خلیل الله . غیر الانام . غیر الانبیاء . غیر البریہ . غیر الناس . دعوه ابراهيم . ذکارا . ذوطیه . الراجی . راکب البراق .
 الرجل . الرشید . زعيم الانبياء . ملید . السلطان . السيد . سيد الفقلين . سيد الكونين . سيد ولد آدم . سيد الناس .
 شکورا . الشمس . صاحب التاج . صاحب الرداء . صاحب السیف . صاحب المعراج . الصادق . الصبور . الصفوح .
 الطاهر . الطهور . العالم . العئل . العصه . العظيم . العلو . الغالب . الفائق . القارى . القاسم . القائد . قائد الخیر .
 الکرم . اللیب . بشرى عيسى . العاچى . الامون . المنهل . المعیوث بالحق . المجتبیٰ . المعخص بالقرآن .
 المدنی . مدینه العلم . المرتضى . المرشد . المصطفى . المعلم . المعین . المعفى . المولیٰ . الناسخ .
 نسی الرحمه . نسی الراحه . نسی التوبه .

(۵) صاحب مواهب اللدنیہ نے حضور علیہ السلام کے پانچ سو سے زائد اسمائے مبارک لکھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی "مدارج النبوۃ" میں انہیں درج کیا۔

(۶) "دلائل النبوت" میں اسمائے نبوی کی تعداد دو سو ہے۔ (۸۷)

قرآن حکیم جو محمد علیہ السلام کا نعت نامہ ہے، خود نعت گوئی کے آداب اور اقدار متعین کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام خدا کے محبوب ہیں اور تمام حیات و کائنات میں مقام محبوبیت پر فائز ہیں۔ حضور ﷺ محدود کبریا ہیں اور تمام موجودات و مخلوقات حضور ﷺ کی مدد مستر ہے۔ حضور ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ اگر آپ کا تصور مقصور خداوندی نہ ہو تا تو کوئی شے معرض وجود شہود میں نہ آتی۔ حضور علیہ السلام وہ نور ہیں جس کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور اس نور سے عرش و فرش، ارض و سما، کون و مکان، ہر جہاں، ہر زمیں، ہر ذیل و ذل جالہ منور ہے۔ اس نور نے تصور کیا تو صدیوں کی ظلمتیں معدوم ہو گئیں۔ ذہن و فکر انسانی کی تیرگی چھٹ گئی۔ اعمال و افعال معری کی حلاوتیں بداعتوں میں بدل گئیں۔ سراج خیر چکا تو نقد بر اعر کے اندر برے خود معدوم ہو گئے۔ آفتاب طلوع ہوا تو ظلمات شب کا نور ہو گئیں۔ انسان اپنے خالق و مالک کی شناخت اور اپنا شخص گم کر چکا تھا۔ عہدہ محبوب کا رشتہ عہد کی جانب سے منقطع ہو چکا تھا۔ اللہ کو بھول کر انسان ہر شے کو اپنا معبود سمجھ رہا تھا۔ ہر شے جو اسے نقصان یا فائدہ پہنچا سکتی تھی، اس کی الہ تھی۔ وہ جو اشرف المخلوقات تھا، وہ جو نیلہ اعلیٰ کے مقام و منصب پر فائز تھا، جسے ملائکہ نے سجدہ و تعظیم کیا اور اس کی ہر تری کا عملی ثبوت دیا تھا، کثرت پرستی، ستارہ پرستی، آفتاب پرستی، آتش پرستی اور نہ جانے کس کس باطل کا پرستہ تھا۔ حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو انسان دوبارہ اپنے اللہ کا عہد ہوا، اس کی اطاعت کے حلقے سے دلحد ہوا، توحید پرست ہو گا اور مرکز توحید سے دلحد ہو کر دوبارہ مجدد و اشرف اور نیلہ و غلات کے عہدہ جلیل پر مستحکم ہوا۔ ساری دنیا فکر و غفلت، شرک و ضلالت، اخلاقی لوہار و انحطاط میں جھکا تھی۔ اخلاق سوہ کی ساری مکروہ صورتیں اور ہر ہی کے سارے روپ اور بد روپ ایک مذبذب مسلسل بن کر انسان پر مسلط تھے۔ وہ حیوان سے افضل اور شیطان سے مرذول تھا۔ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل کے عہد مسموم میں خطہ ارض کے کسی ملک، کسی شہر، کسی قریہ کو دیکھ لیجئے یا صرف جزیرہ نما کے عرب کے حال زبوں کا مشاہدہ کر لیجئے۔ اس آئینہ عبرت میں دنیا جہان کے انسانوں کے چہرہ ہائے مسخ اور اخلاقی پست کی تصویریں نظر آجائیں گی۔ تب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مگر لوگ قائل ہائے انسانی کو بدی و راند و رونا میرا آید۔ مسافران حیات کی بے سستی اور بے رخی نے رخ بدلا اور انسانیت ہندو راست اور منزل ہدایت کی جانب کا حزن ہوئی۔

حضور ﷺ نے فرد کی ہدایت قلب سے لے کر انسانی معاشرے کی قلب ہدایت تک فرما کر انسان کو ایک فکری اور عملی انتخاب کے سانچے میں احوال دیا۔ اس عالیہ عمل اور سول انتخاب نے خود اپنی سیرت و کردار کی لرفع مثالیں قائم کیں۔ جو فرمایا، خود کر کے دکھایا۔ جس امر کی ہدایت کی، خود اس کا نقش اپنے عمل سے مرتب کیا۔ معروفات کی تبلیغ اور منکرات کا اہتمام اپنے اسوۂ حسنہ کی اساس پر فرمایا اور سختی کے چربا و مال میں صدیوں کے اخلاقی لہاؤں اور فکری و عملی معائب کا فتنہ فرمایا۔

حضور ﷺ دنیا کے پہلے اور آخری رسول ہیں جو مہدیت کامل کا بے مثال نمونہ ہیں۔ کیونکہ تمام عالم انسانی کے تمام و کثیر شعبہ ہائے حیات کی رہنمائی حضور ﷺ سے متعلق تھی۔ اس لئے آپ کے سیرت و اخلاق کا کوئی گوشہ حکمت الہیہ نے عقلی فہم نہ رہنے دیا۔ ملوث میں، جلوت میں، رزم میں، عدم میں، اپنے گھر میں، مگر سے باہر مختلف ممالک و ممالک میں، سب پر آپ کی تمام تر حیات مبارکہ آئینہ ہے جس میں حضور ﷺ کے اعمال صالحہ کے عکس و نقوش جلوہ گر ہیں۔ پھر کیونکہ تمام عقد ہائے معری اور معاشرت انسانی کی مکمل اور جامع راہدہی آپ کی ذات گرامی سے متعلق کر دی گئی تھی، اس لئے ہر شخص خواہ وہ کسی عمر، کسی جنس، کسی حیثیت، کسی طبقہ، کسی ملک کا ہو، کسی وسیلہ معاشرے سے دلحد ہو، حضور علیہ السلام کی شخصیت

کبریٰ میں ہر تہ و کردہ اور اخلاق عظیمہ کی روشنی میں ہر مقام پر اس کی ہدایت کے لئے موجود ہیں۔ فعلی "سیرۃ اہل بیت" میں کس کس اور اور جوش
ہیلا کے ساتھ اس کیفیت کو رقم کر رہے ہیں:-

"لیکن سب سے زیادہ عجیب، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ عملی طریقہ نفوس انسانی کی اخلاقی تربیت کا یہ ہے
کہ نہ نیاں سے کچھ کما جائے نہ تحریری نفوش پیش کئے جائیں۔ نہ جبر و زور سے کام لیا جائے نہ کچھ فضا کے اخلاق کا
ایک بیکر مجسم سامنے آجائے جو خود بہ تنہا عمل ہو۔ جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تعظیفات کا کام دے اور
جس کا ایک ایک اشد و اوسر سلطان بن جائے۔ دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب انہی نفوش قدسیہ کا ہر تو
ہے۔ دیگر اور اسباب جو حق تعالیٰ کے فضل و کرم ہیں۔

لیکن اس وقت تک دنیا کی جس قدر تاریخ معلوم ہے، اس نے اس قسم کے نفوس قدسیہ جو پیش کئے ہیں وہ
لفظی اخلاق کی کسی خاص صنف کے نمونے تھے۔ مثلاً جناب مسیح علیہ السلام کے کتب و اس میں صرف علم و
حق، صلہ و عفو، قناعت و تواضع کی تعلیم ہوتی تھی۔ حکومت و فرماں روائی کے لئے جو فضا کے اخلاق درکار ہیں،
مسمیٰ تعلیم کی بیاض میں ان سطروں کی جگہ ملا ہے۔ حضرت موسیٰ اور نوح علیہما السلام کے اور حق تعلیم میں عفو
عام کے سطحے خالی ہیں۔ اس بنا پر ہر قدم پر سنے سے رہنمائی ضرورت پیش آتی اور اس لئے عالم انسانی اپنی تکمیل
کے لئے ایسے جامع کامل کا خلق ہوا جو صاحب شمشیر و تھیں بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدا
بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو اور مسکین و مریض بھی، مطلق تاج بھی ہو اور غنی دریا دل بھی۔ یہ دروغ کامل،

یہ ہستی باقی، یہ مہیلا، یہ ذوالی عالم کون کی آخری معراج ہے۔ "الہوم اکملت لکم دینکم" (۸۸)

یہ ہستی دنیا میں ہماری تکمیل اور آخرت میں ہماری شفع ہے۔ حضور علیہ السلام کی رحمت اللطیفی کا سایہ و لہریں پر محیط ہے۔ یہاں بھی ہماری
تمام تر فروع و فلاح کا دار و مدار حضور علیہ السلام کی محبت و اخلاص پر ہے اور وہاں بھی ہم فضا کاروں اور عاصیوں کی عقل و مغفرت کی امید حضور ﷺ کی
رحمت و شفقت پر ہے۔ ایک مسلمان کے لئے حاصل حیات اور عجب عقلی صرف حضور ﷺ سے محبت اور ان کا احاطہ ہے۔ یہ تو لفظی ہی اہلانی ہے
ورنہ خسران و نقصان، یہ دو سیل مستتر ہے جس سے عہد کار شہ مجبور سے استوار ہوتا ہے۔ جاوہر رسالت سے ہو کر ہی منزل توحید پر پہنچا جاسکتا ہے۔
یہ واسطہ درمیان نہ ہو تو اللہ تک رسائی امر محال ہے۔ اطاعت رسول ہی میں اطاعت الہی مضمر ہے اور اللہ رسائی ممکن ہے۔ حضور ﷺ کی ہستی ہر
اقتدار سے جامعیت، اکملیت، اور انفعلیت کے نقطہ تھیں پر ہے اس لئے یہ لازمی ہے کہ ہماری نعت و شہاد کا تمام تر سرمایہ اسی ہستی جامع و اکمل سے منسوب
ہو اور انہی کے حکما سے ہمارے لواحق نعت مزین اور گل ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کی فہرست کا شمار ممکن نہیں ہے۔ وہ سر پا اخلاق ہیں۔ ان کی ذات گہرائی سے نفس و نفس اور لمحہ بہ لمحہ
اخلاق گل رہیں اور اس آفتاب خلق کی شعاعوں سے کائنات کا ظاہر و باطن اور حیات انسانی کے انکار و افعال، روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ کون سا خلق
ہے جو اس خلق مجسم سے شعاع رہیں اور جلوہ بازیوں میں کمر رہا ہے۔ صدق المات، دیانت، خوش معاہلی، رحمت، رافت، عفو و درگزر، علم و عقل،
مروت و تواضع، عدل و فضل، احسان و ایثار، مال و عقلی، استقامت، شہادت، عفت و عذر، حسن سلوک، الغرض ایک دفتر بے پایاں ہے جس کی
کوئی حد نہایت نہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کی عقلوں اور تعلیموں سے قرآن حکیم کی سطر سطر ہر حرف و ہر معنی ہے۔ حضور ﷺ کے
اساتے صفاتی ہیں جن کی کوئی عدد و احصا نہیں۔ القاب عقلی ہیں جن کی کوئی شمار نہیں۔ الغرض حضور ﷺ حسن ہی حسن ہیں، جمال ہی جمال ہیں، کامل

ہی کمال ہیں۔

نعت اسی حسن و جمال کے ظاہری و باطنی جلوں کی عکاسی ہے لیکن کون ہے جو یہ حق لوہا کر سکے۔ اس برہنہ کی خواہش کس کے لب میں

ہے ا

دفتر تمام نکت و بیاباں رسید مر
ما عجیب ہ لول و صفت تو مائدہ ایم

قرآن حکیم سے اقدار و ادبِ نعت گوئی کا اخذ

اقدار و ادبِ نعت گوئی

آیاتِ قرآنی (ترجمہ)

- ۱۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔
 - ۲۔ اور ہم نے آپ کو تمام جنوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔
 - ۳۔ انکی آیات جن میں شانِ محبوبیت کا ذکر ہے۔۔۔
 - ۴۔ اے رسول! اپنا پیچھے جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے اترا آگیا۔
 - ۵۔ صراحتاً منبراً
 - ۶۔ خاتم النبیین ہوا
 - ۷۔ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے مظہر بنا کر بھیجا ہے۔
 - ۸۔ معظم کتاب و حکمت
 - ۹۔ عہدہ و درجہ
 - ۱۰۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بے شک اللہ کی اطاعت کی
 - ۱۱۔ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا پیغام کرو۔
- تحریک صلوة و سلام
شان و جمعۃ اللعالمین کی توضیحات۔
حضور ﷺ کے حسن و جمال کی مدحت اور ان کے خاص صوری نکات۔
نعت کے وسیلہ سے احکامِ الہی، تعلیماتِ قرآنی، شرعِ محمدی کے ارشادات و اقوال و مسائل کا ابلاغ۔
نور محمدی جس نے انسان کے ذہن و فکر، عادات و خصائل، رسم و رواج اور عادات کی ہر کیوں کا غائر کر دیا، انوار و تجلیات رسالت کا بیان۔
عقیدہ نبوت کی حیثیت سے حضور ﷺ کا لدنی پیغام حق، نبوتِ انبی کی ابدیت اور ایمانِ نبوت۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے طور پر اسلام کو انسانیت تک پہنچانے نعت کے ذریعے تبلیغ دین۔
اقوامِ عالم میں اشاعت و توسیع اسلام، تاکہ قدرت میں جتنا کلمہ فرض ہو کر آیا، اس کی اور محبت کا کورہن سکے۔
حضور کی تہذیب و تعلیمات سے فرد اور معاشرے کے تزکیہ کا اہتمام و وسیلہ نعت۔
عہدیت کامل تاکہ غیر البشر نوعِ بشر کے لئے سرچشمہ ہدایت ہوں۔
محبت رسول کے ساتھ ساتھ اطاعتِ محمدی کا پیغام، تاکہ رسالت سے توحید تک رسائی ہو سکے۔
اطاعتِ محمدی محبتِ خداوندی کی اساس

۱۲۔ صاحب فلق عظیم ماسو کا دست

حضور ﷺ کے اخلاقی افلاک اور سیرت مبارکہ کی ایک ایک ادا
منور کو نعت کے قوسل سے عام کرتا۔ حضور علیہ السلام کے اسمائے
مثنائی کی معنویت کی ترسیل

۱۳۔ اور رسول بن کی قضاوت فرمائیں تو اللہ

کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔

حضور سے محکم، استقامت و وسیلہ مغفرت، شفاعت طیبی کے مضامین

۱۴۔ وفعلاک ذکر کر

نماز محمدی (جہ جنت اور جہ پلوتانہ نہیں)

حضور ﷺ کے احکام و ہدایت، تعلیمات، معمولات، معجزات،
غزوات، شانک، خصائل، اعزازات، القابات، الفرضی ولادت
باسعدت سے وصال مبارکہ تک آپ کی زندگی کے متنوع پہلو نعت کی
صورت میں پیش کرے۔

۱۵۔ احرام نبوت

اس سب سے محترم، مکرم، معظم شخصیت کے ذکر مبارکہ میں تمام تر
فنی و معنوی حقائق، طوہید و خیال، رفلعت، فکر، طائفہ ائمہ اور
شعری معیار کو قائم رکھنا اور ہر ممکن احتیاط، حزم، سلامت روی،
توازن اور نہایت عجز و انکسار سے کام لینا۔

۱۶۔ انتم الاعلون تم ہی غالب ہو گے

محبت و اطاعت رسول، ایمان باللہ و بالرسالت میں انجام کار اور اس کے
عملی مظاہر، تاکہ اتحاد بین المسلمین قائم ہو اور اقوام عالم پر طلب و
مکرمت ہو سکے۔

اس سے عمل کہ ہم عرب میں نعت کوئی کا ذکر کریں، نعت کے چند فنی و معنوی حقائق نہایت اجمال سے بیان کرتے ہیں۔

نعت کے چند فنی اور معنوی تلازمات

(۱) نعت کا موضوع: مدح رسول ﷺ

اس موضوع کی توسیعات جو تہذیب سے لمحہ موجود تک انسانوں کے معاشرتی افکار و احوال کی اساس پر ہوتی رہی ہیں، آج آئندہ ہوتی رہیں گی۔
مثلاً، نبوی کے ساتھ ساتھ (اس حمد کے احوال و ظروف کے مطابق) نعت نگار و شریکین کے اعترافات کے رد و رسالت، مآب ﷺ کی
(نور باللہ) جھوکا جواب منسل مدح اور اسلام کے وقار میں کمی نہی۔ اسی سیال میں حضور ﷺ کے جمال ظاہری و باطنی، سیرت مبارکہ اور اخلاق فاضلہ
کے بلاغ کے طور پر صرف ہوئی۔ حضور ﷺ کے فن جدوت و مسامی کا بھی ذکر شامل رہا جو تبلیغ دین اور تربیت و اصلاح انسانیت کے سلسلے میں عمل
میں آئیں۔

عرب سے نکل کر جب نعت دوسرے خطہ ہائے زمینی اور ممالک اسلامیہ میں پہنچی تو مجبوری و مجبوری اور مثنائی و حضور کی کے مضامین

ذکر کیا جاتا ہے:-

عرفی شاعری میں نعت

استاد احمد حسن زبیر نے شعرانے عرب کو ہمارے طبقوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) جاہلی شعر: یہ وہ شعر ہیں جو اسلام سے قبل زمانہ و رہے یا اسلام کا زمانہ انہیں ملا لیکن اس زمانے میں انہوں نے قابل ذکر شاعری نہیں کی۔ مثلاً امرؤ القیس، زہیر، امیہ بن ابی الصلت اور لبیدہ وغیرہ۔

(۲) مختصر شعر: وہ شعر انہوں نے اپنی شاعری کے سب زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں شہرت و مقبولیت پائی مثلاً خنساء، حسان بن ثابت، رضی اللہ عنہم۔

(۳) اسلامی شعر: وہ شعر جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور عربی زبان کے لحاظ سے وہ قلم بہت اسلوب پر کاربند رہے مثلاً مصطفیٰ امیہ کے شعر۔

(۴) مولد شعر: وہ شعر ہیں جن کی انسانی قوت بھونکی تھی اور انہوں نے صنعتوں کے ذریعے اپنی انسانی کمی کو پورا کیا۔ یہ مولد شعر ہیں۔ (۸۹)

تب: عربوں میں شاعری کا آغاز کب سے ہوا؟ اس عبارت کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کا التزام کیا گیا ہو مگر وزن شعر نہ ہو۔ یہ صنف زیادہ تر خطبات اور کلمات میں استعمال ہوتی تھی۔

وجہ: کب سے آگے چل کر عرب کی صورت اختیار کر لی۔ عرب میں ہر صنف اور ہر صنف کے ساتھ ہم قافیہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے شعر کب سے لکھی جاتی ہے مگر وزن کا التزام اسے نہ کر سکتی ہے۔ اگر دیکھا جائے۔ عربی کی صورت میں ہر صنف سے قافیہ ملتا ہے۔ ہمارے عرب کو شاعر معاصرین زیادہ تر وزن سے کر اس کے ساتھ وزن لکھتے۔ لوگ اسے الفاظ کے ہمارے تھے اور وہ کہہ دیتا تھا وہی الفاظ وہی الفاظ وہی الفاظ کہہ دیتا تھا۔ خوش الحان ہونے کے سبب اس کی آواز سے وزن تیز پڑنے لگے۔ عربوں نے نوٹوں کی تیز رفتاری کے لئے اسی آواز کو اپنا لیا۔ ہمارے عرب کو مختلف اطراف کے لئے استعمال کرتے تھے۔ راجہ کے دل میں شوق مہارت، فیناء و غلبہ، مسرت و اندامت کے ذریعہ اثر و جذبات پیدا ہوتے وہ انہیں فی البدیہہ موزون و معنی اشعار میں لیا کرتا تھا۔ عربی خوشی کے لئے یہ صنف کارآمد تھی۔ عربی میں غزل اور مدح کے مضامین باندھے گئے۔ ہمارے عرب میدان جنگ میں اترتے تو ہر جہت سے۔

جب شاعری نے لڑائی میں مدد ملنے کی تو لفظ غنائت و وقت کے مطابق مختلف عربی اشعار کی گئیں۔

عبارت کیلئے عربی، غزل کے لئے عربی، عربی یا مسرت کے لئے عربی۔

وجہ قافیہ عربی۔ پہلے پہل علامت و مضامین کے وقت و اثر و اثر، تین اشعار کہہ جاتے تھے۔ ہر اسی عرب میں عربی گھسیں کی جاتے تھیں۔

ہر صنف قافیہ کے ہمارے عرب کی مدح میں اور باہمی جنگوں کے میدان میں عربی گھسیں کی ضرورت ہوتی تو مختلف عربوں میں عربی قافیہ کہہ جاتے تھے۔

تفسیر: وجہ اشعار کے ساتھ مختلف عربی پر قافیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

تفصیل کے محتویات: عربی، عربی، عربی

تفصیل میں ترتیب مضامین:

دیار محبوب (اعمال) کا ذکر

دیار محبوب کی جانب سفر میں کسی مقام پر شاعر وقت گزار دیتا ہے۔ (احتیاط)

دور عشق اور دورِ فرقت کا بیان (سب)

وصفِ ناز و فرس

مظہرِ نگاہی

گرچہ

قصیدے کا نظم مضمون :

مرحہ۔ کسی شخص کو محدود قرار دے کر اس کی توصیف نہ کریں۔

معارف۔ جب شاعری کا مقصد اپنی ذات یا اپنے قبیلے کی مدح کوئی ہو تو اسے غرورِ مہار کہتے ہیں۔

رجحہ۔ مرنے والے کے مقابل بیان کئے جاتے ہیں اور اس کی موت پر اپنی درد مندی کا اظہار ہوتا ہے۔

جہ۔ کسی شخص اور اس کے قبیلے کے محبوب کا شخص کا اظہار اور اس کے اچھے اوصاف کی ثناء ہوتی ہے۔

حکم و امثال۔ ہر بات شاعر اپنے قصیدے کا اختتام حکم و امثال پر کرتا ہے۔

شیخ الامام احمد الاسکندری "الوسیع" میں "شعر میں قرآن کا اثر" کے تحت لکھتے ہیں۔

"کچھ اے مرثیہ اور ربانی شعرا نے اسلام روحِ قرآن کے مطابق ہائے گئے۔ انہی احوال کی طرف متوجہ کرنا، انہی

نصائح، مدح رسول، انصار، اور جنسوں نے اسلام کی اچھائی، اسلام کے شعرا نے انشاء کی جو ان پر حق سے زیادہ

اثر انداز ہوتی تھی۔" (۱۰)

معاذ و فہم کے تحت شاعر رقم طراز ہیں۔

"نبی علیہ السلام اور خلفاء کے زمانے میں مقصدِ شعری تھا کہ بھلا یا، تم قرآن کا بیان اور ان پر عمل کرنے پر

زور دینا تھا حضور ﷺ کے غزوات و فتوحات کے زمانے میں شعرِ تحریک بھلا اور ترغیبِ شہادت کے طور پر

استعمال ہوتا تھا۔

لہذا اے اسلام میں جو مشرکین کے دور میں تھے۔

مشرکوں میں مناظرِ جنگ، شہر دار، ملکوں کی فتوحات کا بیان۔

مرحہ، لہذا اے اسلام میں حضور نبی ﷺ سے مخصوص تھی۔ ان کے علاوہ دور میں کم مٹی ہیں۔ حضور ﷺ

کے فوراً بعد خلفاءِ مدح سے گریز کیا کرتے تھے کہ نفس میں تکبر نہ پیدا ہو جائے۔" (۱۱)

مرثیہ نصرت پر گفتگو کرتے ہوئے ربیع بن جعد لکھتے ہیں۔

"مرثیہ زبانِ دل و لب میں نصرت کا لفظ ہے اصطلاحی مضمون میں کبھی مدح نہیں رہا۔ ایسا تمام شعری دل و لب جس

میں حضور اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کا بیان ہو "المدائح النبویہ" کہلاتا ہے۔ المدح عربی شاعری کے

روایتی موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ہے۔ ایامِ جاہلیت میں عرب شاعروں کے یہاں مدح کی ایک

بڑی روایت کا سراغ ملتا ہے۔ جاہلیت میں قصیدے کے گئے چنے ہوئے تھے۔ ان دور کے شعری موضوعات

میں اپنے آپ کو تعریف، حریف، قہار کی تعریف و تحقیر، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، وفائے عہد، شہادت و

صالح لڑائی، شہادت و بیری کا بیان، عشق و محبت کے معانات، موت و گم ہونے اور نیکوئی و قریب و دوری کا ذکر لکھیں تھا۔ بعد میں جب اہل عرب کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے حضور فرمایا تو آپ کی طبیعت نے ایک وقت اپنی جہت اور محبت سے لوگوں کو متاثر کیا تو شاعروں کو مدح کے لئے ایک نئی سمت میسر آئی اور یوں حضور غنی مرتبت ﷺ کی مدح کا آغاز ہوا۔" (۹۲)

استاد احمد حسن دانت لکھتے ہیں کہ اسباب کا ذکر یوں کرتے ہیں:-

"بعض قریبیوں نے حضور ﷺ کی تعریف کو دل خواہی کے ذریعے لایا۔ پہلی جس سے مسلمانوں میں بھی جذبہ شاعری بھڑک اٹھا اور انہوں نے اس تعریف کی خواہش کا اظہار کیا۔ بعد میں حضور ﷺ نے فرمایا: "جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اپنے اعضاء سے مدح کی ہے ان کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے اگلی مدحیں کرتے۔" چنانچہ اس کے بعد صحابہ کی ایک بڑا امت مثنیٰ کے لئے چلا ہو گئی جن میں صالح بن جہش، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ قابل ذکر ہیں۔" (۹۳)

اس طرح قصیدہ گوئی اور مدح لکھنے کا عربی شعر کا سرمایہ جڑیں ڈال دیا۔ ایک نیا رخ اختیار کر گیا۔ ایک نیا مروجہ لکھنا یعنی قبائلی کے بھارتوں اور ممتاز شخصیات کی حائے مدوحہ ﷺ کی شخصیت کی انفرادی نمونے کا آغاز ہوا۔ دوسرے موصوفات، انکار اور مضامین میں (مدوح کی تہذیبی کے سبب) ایک نئی تعداد آئی۔ یہ گویا نقد و نظر میں ایک انقلاب روئے کا آغاز تھا اور اب عربی میں ایک مہم اٹھان اور بے مثال تجربے کی ابتدا تھی۔ اسی کے ضمن میں خبریات میں تغیر آیا، عظمت کی جگہ اور نے باطن کی جگہ حق نے اور نسیں اور قبائلی غرور کی جگہ ایک نئے اظہار نے لے لی جس کا مرکز و محور ہادی حیات و کائنات کی اسی تعبیر تھی۔ — قلم صداقت نگار ہوئے اور زبانیں تن پیا۔

ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی اس تغیر کا جائزہ لیتے ہیں اور سب آپ کی ذات اللہ س مدح کا محور بنی تو اس صنف نے کن نئی جہتوں کو اختیار کیا،

اس کا ذکر کرتے ہیں:-

"عربی کی مدح شاعری میں عام طور سے جو دو مقام کے مضمون کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور شاعری کچھ آخری پہلو لکھتی اور صدارت لکھتی اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔ صدارت کے ضمن میں مصلحہ کرم، مصلحت، عقلی، مالی، عرفی، فائدہ آئی عزت و کار کا بھی ذکر ملتا ہے۔ پہلی شعر کے بعد اسلامی شعرا نے اس صنف کو ترقی دی اور مدوح کے ظاہری حسن و جمال کے مضمون کو بھی اہمیت حاصل ہو گئی۔ ظاہری حسن و جمال سے مقصود اس طرح کے سراپا کا بیان نہیں ہے جو غزل و نسب کی شاعری میں محبوب کے لئے مخصوص ہے بلکہ وہ جڑ مرثیہ جو مدوح کو ایک نظر دیکھتے ہی کسی سادہ نظر کے قلب پر ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ایک یودی کا یہ کریم ﷺ کو دیکھتے ہی یہ کہتا تھا: ہنس و جدہ کا لب — یہ چروگسی بھولنے کا نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم ﷺ کی مدح میں جن اشعار کا ذخیرہ ہمیں ملتا ہے، ان کے محاصر میں جو دو مقام اور جمال ظاہری کے علاوہ آپ کے معنوی اصناف (ہدایت، حقا، قرآن کریم کا معیار، مکمل دین کی طرف راہنمائی و تفسیر) کا عنصر بھی شامل ہے۔ آخری صدیوں کے شعرا نے ان مضامین میں اضافہ کیا ہے کہ اپنے جذبات و عواطف، قربت اور ذات گرائی سے نسبت رکھنے والے ہر شے سے اپنی تعلق ظاہر کیا جس کی وجہ سے کلام میں نئی، گہرے اور سوز کا عنصر بڑھ

مکمل۔ (۹۳)

حقیقی نعت حضور ﷺ کی مدنی زندگی سے شروع ہوئی جبکہ عبارات حق باطل کا آئینہ اور مسلم شعرائے کلماتی جہاد کا آئینہ کیا۔

اس باقاعدہ حقیقی نعت سے پہلے (ما قبل بعثت) نبوی، نیز حضور ﷺ کی مکی زندگی کے حوالے سے دو مثالیں درج کی جاتی ہیں:

اعشىٰ بن قیس : سید مہقر کا ایک شاعر۔ قول داکٹر منظور ضوی مدق، نعت گوئی میں ولایت کا سر اس کے سر ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا بھی اس قصیدے کو مکی نعت قرار دیتے ہیں۔ قصیدے کے کل اشعار ۲۳ ہیں۔ اعشىٰ اسلام کی رسالت سے بے خبر رہا۔

فَالَيْتَ لَا اُرَىٰ لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ — وَلَا مِنْ حَفَىٰ حَتَّىٰ تَرَوُدَ مُحَمَّدًا
بِئْسَ بَرَىٰ مَا لَا يَرُونَ وَ ذَاكَوَهُ — اَعَارَ لَعْمَرَىٰ فِي الْبِلَادِ وَ اَنْجَلَا

میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی نونہی کی شکوہٹ اور بد پائی کی وجہ سے اس وقت تک اس پر ترس نہیں کھاؤں گا
جب تک کہ اعلانِ دُخیز اس کی حال میں دو مجھے محمد ﷺ تک نہ پہنچا دے۔ وہ ایسے ہی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے
ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ میری زندگی کی قسم حق کی شہرت ملک ملک گھیل چکی ہے۔ (۹۵)

ورقہ بن نوفل : یہاں بھی نعت کے قصیدے میں حضور علیہ السلام کی بعثت کا انتظار، حق کے اعلانِ نبوت تک زخم و زہر ہے۔ نور ان کا ساتھ
دینے کی شدید تمنا ہے۔ اس قصیدے کی تحقیق کا زمانہ حضور علیہ السلام کے سفر شام کے بعد اور مدنی اٹنی سے کچھ پہلے کا ہے۔ قول مرثاد شاکر اعمان،
نعت شہ کو نہیں ﷺ کی تاریخ میں یہ پہلا باقاعدہ قصیدہ ہے۔ قول ابویبہ رائے پوری
”حق اشعار کی کل تعداد تیرہ ہے اور یہ تمام کے تمام شعر رسول اللہ ﷺ کے ذکر مہارک سے منسوب ہیں۔“ (۹۶)

چند اشعار :

لَحِجَّتْ لِي كُنْتُ فِي الذِّكْرِ لِعُجُوجَا — لَهْم طَالَعَا بَعَثَ السَّيِّجَا
وَ وَصَفَ مِنْ خُلَيْجَةٍ بَعْدَ وَصَفِ — قَدْ طَالَ اِنْتِظَارِي يَا خُلَيْجِي
بَطْنُ الْمُتَكِينِ عَلَى رَجَائِي — حَتِّكَ اِنْ اَرَىٰ مِنْهُ مَخْرُوجَا
بَعْدَ مَخْرُوجَا مِنْ قَوْلِ قَس — مِنْ الْبَرَّانِ اَكْرَهَ اِنْ يَمُوجَا
وَ يَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْر — يَلْقِي بِهِ الْبَرِيَّةَ اِنْ لَمُوجَا
فَمَا لِي بِئْسَ اِذَا مَا كَانَ ذَا كَمْ — شَهَدْتُ وَ كُنْتُ اَكْثَرُهُمْ وَلُوجَا
وَ اِنْ اَهْلَكَ فَكُلُّ فَنِي مَبْلُغِي — مِنْ الْاَقْدَارِ مَنَظَرِي مَخْرُوجَا

میں نے ایک ایسے معاملے کا بہت زیادہ انتظار کیا جس نے دور دور کر گلو کر نہ ہو کر نکل جانے والے کو بھی مستعد
کر دیا ہے۔ کئی قویہ ہے کہ میں ہمیشہ سے دعا و نصرت کا انتظار ہی کرتا رہا ہوں۔ میں نے کچھ بعد و مگر سے خدیج
سے وصف نہ اسے خدیج امیر انتظار بہت طویل ہو گیا۔ اسے خدیج امیر اخیال ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ

تمہاری بات کا تصور کہ کے دونوں اطراف کے چلے ہو گا۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ بات جس کی تم نے ہمیں خبر دی، نیز محی یا قلعہ ہو جائے اور تمام شہروں میں اس نور کا اچالا پھیل جائے گا جو مخلوق خدا کو سیدھی راہ پر چلائے گا اور انتشار سے محفوظ رکھے گا۔ کاش میں بھی اس لمحے رہوں جب تمہارے روبرو ان واقعات کا تصور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں میرا حصہ سب سے زیادہ ہو۔ اور اگر میں مر جاؤں تو ہر جواں مرد قضا و قدر کے فیصلے کے مطابق مر جائے اور دنیا سے گزر جائے والا ہے۔" (۹۷)

قس بن ساعدہ : نجران کا استغف جس نے چند اشعار حضور ﷺ کی تعریف میں غائبانہ کہے:

الحمد	اللہ	الذی	—	لم	یخلق	الخلق	عبث
ارسل	فلینا	احمد	—	غیر	لی	قد	عبث
صلی	علیہ	اللہ	ما	—	حج	لہ	دکب
							وحث

اس اشعار کی حمد جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جس نے ہم میں احمد کو میرین نبی کے طور پر مبعوث فرمایا۔ اللہ ان پر اس وقت تک درود بھیجے جب تک جالے اس کے لئے رجا کرتے ہیں۔

کعب بن لوی : یوم العروہ (جمہ) کو لوگوں کو بیچ کر کے غلام بنا کرتے تھے جس میں النبی المظفر کی عفت کی عادت دیتے۔ علامات بتانے اور صفات بیان کرتے۔ نیز کہتے کہ جب وہ آئیں اور جس کام کا ہم دین ان کی انتہا کرے۔ کعب اپنی زندگی کی دعا مانگتے کہ آنے والے نبی کی تائید کر سکیں۔

علامہ نور الدین عبد الرحمن ہامی کے قول کعب کی وفات نور عفت رسول کے درمیان ۵۶۰ سال کا واقعہ ہے۔

بالیسی شاہنا فحواء دعولہ — حین العشرہ تبھی الحق خلانا

اے کاش میں اس کی دعوت کے وقت زندہ رہتا جس کے قل خانہ حق کی اعانت سے ہاتھ اٹھائیں گے۔

تبع شاہ یمن : محمد اقبال چاہیے کے قول:

"رسول پاک کی ولادت سے قبل یمن کے ایک بادشاہ شیخ کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں جن میں وصف نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ دل بے تاب کی کڑواہی کا اظہار ملتا ہے۔ یہ اشعار لوہی نعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

خالد بنی کے حوالے کے مطابق "حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ یمن کے ایک بادشاہ شیخ نے یثرب پر حملہ کر دیا۔ توریت کے ایک فاضل بن یمن قرعی نے شیخ سے کہا تم اچھا کر رہے ہو کہ صلہ کر رہے ہو۔ تم یثرب کو فتح کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ یہ شہر ایک قریشی نبی کا اقامت گاہ تھا والا ہے۔ اس نے یہ بات سنی تو بے اختیار اس آنے والے نبی کی شان میں ہنر کا اظہار کیا۔

موصوفہ حضور احمد شاہ کی تحقیق کے مطابق "وہ حضور سید عالم ﷺ کی جلوہ گری سے ایک بزرگسالی قبل ہوا ہے۔"

راہد شید محمود اپنے عقدے میں رقم طراز ہیں "ہاں یہ بات پایہ نبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ تیج ناول میری شاہدین نولیس نعت کو ہے۔ بعض لوگ تیج کی نعتیہ شاعری کو "بھارت" کے معنوں سے نقل کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی شاعر کا کوئی نعتیہ شعر دستیاب نہیں ہے اور منظوم مدحت رسول کریم ﷺ کے معنوں میں نعت کا نولیس شاعر تیج میری ہے۔" (۹۸)

نعتیہ اشعار قصیدہ تیج

حدث ان رسول الملک --- یخرج حقاً بارض الحرم
شہدت علی احمد الہ --- لی من اللہ باری النسم
فلو عد عمری الی عمرہ --- لکن ذریا لہ وابن عم
وجاہدت بالسیف اعدائہ --- و فرجت عن صدرہ کل غم
لہ امہ سمیت فی الزبور --- و امتہ فیہ خیر الامم
و یاتی بعدہم رجل عظیم --- نبی لا یرخص فی الحرم
یسمی احمد ہالیت الی --- اعمر بعد مبعثہ بعام

مجھے خبر دی گئی ہے کہ بے شک صاحب الملک رسول ﷺ حرم پاک کی زمین پر حق کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور سید عالم ﷺ روحوں کو پیدا کرنے والے اللہ کی طرف سے نبی ہیں۔ پس کاش کہ میری یہ عمر ان کی عمر مبارک تک بڑھادی جائے تو میں ضرور ان کا در پر اور ان ہم ہوں گا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ تلواریں سے جلد کروں گا اور ان کے سید مبارک سے ہر نعم صاف کروں گا۔ ان کی ایسی امت ہے جس کا ذکر کتابوں میں آتا ہے جن میں مذکور ہے کہ ان کی امت خیر الامم ہے اور ان کے بعد ایک شخص عظیم الشان تشریف لائیں گے۔ ایسے نبی ہیں کہ کسی حرام کام کی اجازت نہ دیں گے۔ ان کا نام نبی اکبر رکھا گیا ہے۔ کاش کہ مجھے آپ کی حشمت کے بعد ایک سال کی عمر عطا کر دی جائے!

نعتیہ سرود

طلعل البدر علینا --- من لیلات الوداع
وجب الشکر علینا --- ما دعی للہ داع
ایہا المبعوث لیلنا --- جنت بالامر المطاع

کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند ہم پر طلوع ہو گیا ہے۔ جب تک اللہ کو پکارتے والے پکارتے رہیں گے۔ ہم پر شکر واجب ہے۔ اے ہمارے درمیان مبعوث ہونے والے خیر آپ! جب اطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔ یہ خیر مقدس کلمات شرب کی جیلوں نے ادا کئے جب ہجرت فرما کر حضور علیہ السلام نے دینے میں تشریف آوری فرمائی۔ دف پر گائے جانے والے ان اشعار میں کتنی سادگی، کس قدر سہے ساختہ پن، کیسی دالمان کیفیت ہے! ادلی جذبات سے معمور ان نظموں میں کتنی بے پناہ تاثیر ہے۔

جہاں عالم میں ایسے خود صورت جیسے میں کسی کا استقبال کیا جاتا ہے اس سادہ اور دل نشیں سرود میں معافی کا ایک جملہ آتا ہے۔ یہ اس ہر کمال کا شروع ہے جس کے نور سے قلندریں کا نور ہو جائیں گی، جو انکسار و احوال کو ہدایت کی روشنی سے معمور کر دے گا، مدینہ منورہ کی فضا میں اس کے حضور سے جگمگا اٹھیں گی۔ ہم سر کا ہنر ہیں اس بارش کے لئے جس نے ہم پر اس نعت عظمیٰ کا نزول فرمایا۔ ہم نماز کی کرتی ہیں تمام اہل مدینہ کی اس امر میں کہ ہم سب آپ کے ہر حکم کی اطاعت کریں گے۔ ایسی جامعیت، زبان کی یہ فصاحت، خیال کی یہ بلاغت اور بات کا یہ مجموعی تاثر ان نعتیہ اشعار کی ہمارا ہے۔

والکرم ربیع الدین الافغان کے مطابق

"یہ تہنیتی گیت، ہنر کی بیوں نے ہجرت کے موقع پر حضور ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے پر خیر مقدم کے طور پر گایا تھا۔" (۹۹)

یعنی انگریز ریاض مجید اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"یہ درست نہیں، ان اشعار کا تعلق آپ کی فرود ہوک کی داہنی سے ہے۔"

انگریز ریاض مجید اپنی تائید میں محمد بن عبد الوہاب مصنف "مختصر سیرۃ النبی" کا قول پیش کرتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ ہوک سے داہنی پر جب مدینہ تشریف لارہے تھے تو آدمیوں، عورتوں، بچوں، چیلوں نے شہر

سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا اور فرط مسرت سے یہ اشعار پڑھے۔" (۱۰۰)

شکیلی نعمانی اس کا قفس کو اس طرح رد کرتے ہیں:-

"وفاء الوفا جلد اول ص ۱۸۷ پہلے اشعار کے متعلق زر قافی میں نہایت محققانہ محاذ بحث کی ہے اور انہیں قیم کے

اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ قصۃ الوداع شام کی طرف ہے نہ کہ مکہ کی طرف۔ مواہب میں لکھا ہے کہ یہ

اشعار طوائف نے شہین کی شرط پر روایت کئے ہیں۔ بخاری میں بھی یہ اشعار منقول ہیں مگر فرود ہوک کے موقع

پر۔ لیکن ان دونوں روایتوں میں کچھ تا قفس نہیں۔ ممکن ہے دونوں موقعوں پر یہ اشعار پڑھے گئے ہوں۔" (۱۰۱)

حضور ﷺ کی زندگی میں قبل از ہجرت مدینہ، ابو طالب اور ان کی مدینہ شامی کا ذکر نہ مل بھی ہے اور اہم بھی۔ اور جب اعلان نبوت

اور تبلیغ اسلام کے ساتھ ہی قریش آپ کے در پہ آزار ہو گئے تو انہوں نے طرح طرح کی ایذا دہانوں کا آغاز کر دیا، جب آپ کے ہم محترم نے ایک تو

خاندانی حیات کے جوش میں دوسرے اپنے بچے محمد ﷺ کی شفقت کے جذبات کے تحت آپ کی نہ صرف توصیف فرمائی بلکہ آپ کی حفاظت، آپ کی

امانت و نصرت اور آپ کو جائزین پر غالب دیکھنے کی تمنا کو اشعار کے قالب میں ڈھال دیا۔ ابو طالب کے قصائد میں اہل قریش کو حقین بھی ہے کہ جنگ

اور باہمی خونریزی سے باز رہیں اور آپ کے عہد و شرف کا اعتراف اور محافقت کا اعلان بھی ہے۔ نعت اہل طالب میں صداقت قلمی، جوش بیہوش، سادگی

تاثر کے عناصر نمایاں ہیں۔ چہرہ انور اشعار پر مشتمل ابو طالب کے تاریخی قصیدے کے چند اشعار (انتخاباً)

ولما رأيت القوم لا ود لہم — وقد لظعوا کل العمر الوماثل

و قد صار حولا بالعداوة والاذی — و قد طاعوا امرأ لعنوا المماثل

صبرت لہم نفسی بسمراء مہجہ — و ایبت غصبت من نوات المماثل

کلہم و بہت اللہ قبلہ محمد — ولما نطاعن دولہ و لناضل

و نسلمه حتى نصرع حوله — و نلعل من ابتائنا و الحلال
 و ما ترك قوم لا ابا لك سيدا — يحوط اللعار غير ذاب مواكل
 و ابيض يستقى العمام بوجهه — لعل البتاني عصمة للارامل
 يلوذ به الهلاك من آل هاشم — فهم عنده لى رحمه و فواصل
 لعمرى لقد كلفت وجدا باحمد — و اخوانه ذاب المحب المواصل
 فمن مثله لى الناس اى موكل — اذا قامى الحكام عند الطاحل
 حلیم رشید عادل غیر طالبش — بوالى الها ليس عنه بدائل
 فاصبح لونا احمد لى ارومہ — تقصر عنه سورة المتطاول
 حرمت بنفسى دوله و حميته — و دالعت عنه بالبر اوالكلاكل
 فابده رب العباد بنصره — و اظهر دينا حقه غير باطل

جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت نہیں رہی اور انہوں نے تمام قطعوں اور رشتوں کو توڑ دیا ہے۔ انہوں نے ہم سے کھلی دشمنی اور ایذا رسانی شروع کی اور انہوں نے ہم سے الگ ہو جانے والے ایک دشمن کی بات مانی۔ تو میں بذات خود ایک پچھیلے نیزے اور شاہن سلک کی صورت میں ملی ہوئی ایک چمکیلی کھولنے کے مقابلہ میں اٹ گیا۔ یہ اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا یعنی یہ خیال غلط ہے کہ ہم محمد ﷺ کو چھوڑ دیں گے۔ جب ہم ان کی حفاظت کرتے ہوئے حیرانہ بازی کرتے ہیں تو سہت لے جاتے ہیں۔ تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انہیں قتل کر کے حوالے کر دیں گے۔ ہرگز نہیں حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف میں بچھڑ جائیں گے اور اپنے پیچھے کی عزت کو بھول جائیں گے۔ تیرا باپ مر جائے ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی (بدترین) بات ہے جو حمایت کے قابل چیزوں کی مگر لٹی کرتا ہے۔ نہ قتل دے اور نہ اپنا کام دوسروں پر چھوڑنے والا ہے۔ جو ایسے دشمن چرے والا ہے کہ اس کے ویلے سے اور بارہاں طلب کیا جاتا ہے، قیدیوں کی سرپرستی کرنے والا اور معافوں کی پناہ دہا شمس کے فلس اس کے یہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ اس کے پاس ہر دو قسم میں اور اعلیٰ مراتب پر ہیں۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! جس طرح داعی محبت کرنے والوں کی حالت ہوتی ہے میں بھی احمد اور ان کے بھائیوں کے عشق میں جکھا ہو گیا ہوں۔ احمد کا سالوگوں میں ہے کون؟ فیصلہ کرنے والوں نے جب فحائل کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے (مرتبہ) کا اندازہ کیا تو اس کے لئے ان لوگوں میں سے جن سے امیدیں دلت کی جاتی ہیں، عجیب قسم کی بدتر پیائی۔ وہ بدبلا، سیدھی رات چلنے والا، منصف ہے۔ جلد باز نہیں۔ ایسے مہود سے تعلقات رکھنے والا ہے جو اس سے فاضل نہیں۔ ہم میں احمد نے ایسی چیزوں سے قصور کیا ہے (ایسے باپ سے پیدا ہوا ہے) کہ دست درازی کرنے والوں کی سختی اسے ضرر پہنچانے یا اس کا رتبہ اور منزلت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کی مدح کی خاطر میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی۔ اپنی پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینے کے بلے سے اس کی حفاظت کی (اپنے تمام اعضاء و جوارح

سے۔ (ایک حدیث میں ہے کہ اللہ نے اس کی مدد کی اور اپنے پیچے دین کو جو جھوٹا نہیں، ظاہر دیا۔) (۱۰۲)

اس میں منظرِ روشنی ڈالنے کے بعد ہمیں کادھہ نصرت کوئی کے عمدہ معنات آجہ میں داخل ہوتے ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد لسانی جہاد کے طور پر شروع ہوتی ہے اور جس کے موضوعات میں مدح رسول ﷺ، کفار اور دعوت دین اسلام وغیرہ شامل ہیں اور جس کی تحریک ارشادات نبی ﷺ اور عنایت رسول علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ وہ بار رسالت کے تین اہم شعرا کا ذکر کیا جاتا ہے:-

حضرت حسان بن ثابتؓ: آپ لول شاہن مرقہ اور غسانہ کی مدح کیا کرتے تھے۔ آپ ہجرت کے بعد مشرف اسلام ہوئے اور وہ بار رسالت سے وقت ہو گئے۔ اس فرمان رسالت کے بعد "جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی مدد اپنے جھیلوں سے کی ہے انہیں کیا جزا روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد کریں۔" آپ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔"

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے جناب حسان سے فرمایا "اھجھم وجہیل معلن" یعنی تو مشرکین کی لہجہ کر، جبریل حیرے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ کی کار شاد جناب حسان بن جنت کی تاخیر شعر کے بارے میں ہے: "ان قوله لھم اللہ من وقع النیل" کہ حسان کا شعر ان میں (مشرکین میں) حیر و شتر سے زیادہ کام کرتا ہے۔

حضرت حسان کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ہے۔ کفار بھی، فخر و حماد بھی، رد کفر و شرک بھی، تبلیغ اسلام بھی۔ جب رسول ﷺ اور حبیت اسلامی نے ان کے اشعار کو جو شورش و اثر سے لبریز کر دیا تھا ان کے یہاں صدق، ظلم جذب اور کیف کے ساتھ ساتھ زور بیاں، قوت استدلال، تشبیہ و استعارہ کی جدت اور افکار و مضامین کا تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کا یہ شرف ہے کہ وہ شخصیت جو "اصح العرب" تھی، ان کے کلام پر حسین فرماتی تھی۔ حسان بن ثابت کا یہ اعزاز منفرد اور بے مثل تھا کہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

"حضور اکرم ﷺ نے جناب حسان کے لئے مسجد نبوی میں ایک منبر رکھوایا تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر آپ کی

مناظرت کیا کریں اور کفار کے الزامات کا جواب دیا کریں۔" (۱۰۳)

حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہ دو اشعار فخر و جدت رسالت ﷺ کا سرمایہ ہیں اور ان کا مثل پھر سے نعتیہ ادب میں کہیں نہیں ہے:

و احسن منك لم تفلط عینی --- و اجمل منك م تلد النساء

خلقت مبرا من کل عیب --- کانک قد خلقت کما نشاء

یا رسول اللہ! میری آنکھ نے آپ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا کہ آپ سے بہتر کوئی نہیں پیدا ہو سکتا۔

نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ ایسے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ سدی علیہ الرحمہ کے معروف قطفہ بلع العلیٰ بکمالہ کا سہی قبیل نامی اشعار حسان سے مستعار ہو۔

ایک مشہور قصیدے سے (انتخاباً):

اغر علیہ النبوة عظام --- من اللہ مشہود بلوح و بشہد

و ضم الا لہ اسم النبی الی اسمہ --- اذ قال فی الخمس المودن اشہد

و حق اللہ لہ من اسمہ لہجہ --- فلو العرش محمود و ہذا محمد

نبي الانا بعد ياس و فترة — من الرسل والاولئان في الارض نعبه
 فامسى سراجا مستبيرا و هاديا — يلوح كما لاح الصيقل المهند
 و النورنا ناراً و بشر جنة — و علمنا الاسلام فالثله نحمد
 و انت اله الخلق ربى و خالقى — بذلك ما هموت في الناس اشهد
 تعاليت رب الناس عن قول من دعا — سواك الها انت اعلى و امجد
 لك الخلق والنعماء والامر كله — فبايك تستهدى و اياك نعبه

..... ان پر نبوت کی مر جگہ لکھی ہے جو اللہ کی طرف سے لگی ہے اور اس کی چمک ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔
 موزن پانچویں وقت اشہد کہ انور اس امر کی کوئی دیتا ہے کہ معبود حقیقی نے آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ رکھا
 لیا ہے۔

..... ان کی عزت و شہن دکھانے کے لئے اللہ نے ان کا نام خود اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس صاحب عرش محمود
 ہے تو آپ محمد ہیں۔

..... یہ وہ نبی ہیں جو ہمارے پاس رسالت کے طویل و متعین اور پامیدی کے بعد تشریف لائے جبکہ دنیا میں جن کی
 پوجا ہو رہی تھی۔

..... پھر یہ آئے ہی منور چراغ اور بہرور ہنمان گئے اور چمکتی تلوار کی طرح جگمگاتے تھے۔ انہوں نے ہمیں
 دوزخ کی آگ سے ڈر لیا اور جنت کی خوشخبری دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی۔ پس ہم اللہ کے شکر گزار ہیں۔

..... اے اللہ! تو ساری مخلوق کا معبود ہے اور میں عمر بھر اس بات کی کوئی دلیل دلاؤں گا کہ تو ہی میرا پروردگار و خالق
 ہے۔

65

..... اے لوگوں کے پروردگار! جو لوگ میرے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں تو ان کی باتوں سے اٹھ کر رہو۔
 تو پیداکرنے والا، نعمتیں دینے والا اور ہر چیز کا مکران ہے۔ ہم تمہاری سے ہدایت مانگتے ہیں اور تمہاری ہی
 عبادت کرتے ہیں۔ (۱۰۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا سے پردہ فرمانا ایک قیامت صغریٰ تھا جس نے ہر آنکھ کو اٹکھار اور ہر دل کو سوگوار کر دیا۔ حضور علیہ السلام کے
 صحابہ کرام کے دلوں پر نیا گزری ہوگی، اس کی منظر کشی کا یہ نہ نہیں کو ہے نہ قلم کو۔ حضرت صادقؑ نے اپنی تہذیبی شاعری میں اس کیفیت قلم کو جس
 طرح رقم کیا ہے وہ ادنیٰ کا حصہ ہے۔

بقول صاحب "مشکوٰۃ الصحت" ان تقریبی اشعار کی تعداد ۷۹ ہے اور یہ اشعار "سیرت ابن ہشام" میں درج ہیں۔ یہاں چند اشعار کی
 درود انگیزی اور رقت آفرینی ملاحظہ کی جاسکتی ہے:-

بہا رسم الرسول و عمدہ — و قربانہا و الراء الثوب ملحد
 فیورکت یا ظہر الرسول و بورکت — بلاد لوی لبہا الرشید المصد

و بورك لحد منك ضمن طيبا — عليه بناء من صفيح منصد
 باہی و امی من شہدت و فاتہ — فی یوم الالین النبی المہند
 وجہی یفیک الترب لہلی لیتی — غیت قبلک فی البقیع الفرقد
 فضلت بعد وفاتہ منبدا — متلدا یالیتی لم اولد
 اقیم بعدک بالمدينة بینہم — یالیتی صبحت سم الاسود
 او حل امر اللہ فینا عاجلا — فی روحہ من یومنا او من غد

میں نے اس مقام (مدینہ) میں رسول علیہ السلام کی نشانیاں اور آثار پائے ہیں اور وہ قبر بھی دیکھی ہے جس کی مٹی میں قبر میں ہمارے والوں نے آپ کو چھپا دیا ہے۔

اے قبر رسول! تجھے برکت حاصل ہو گئی ہے اور اس بلاد کو برکت حاصل ہو گئی ہے اور جس میں ہادی سدی نے لحد کا بنا دیا ہے۔

اے قبر رسول! تیری لحد برکت ہو گئی ہے جس نے ایک پاک و طیب ہستی کو اپنے اندر لے لیا ہے جس کے پورے چوڑے چوڑے چہرے پر چہرے کی طرح کرنا دیا گیا ہے۔

نئی سدی پر میرے مال باپ قربان جن کی وفات دو شبہ کو میرے سامنے ہی ہوئی۔

میرا چہرہ آپ کو مٹی سے چائے افسوس، کاش میں آپ سے پہلے ہی اہل مدینہ کے مقبرے بقیع الطرقہ میں دفن کر دیتا۔

اس لئے آپ کی وفات کے بعد میں حیران ہوں اور لوح و لوح دیکھتا ہوں۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا!

کیا میں آپ کے بغیر مہینے میں لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا۔ اے کاش مجمع مجمع مجھے کالے ناک کا ہر بنا دیتا۔

یا آج کی شام ہیکل کی شام میں جلدی اللہ کا امرا نازل ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ: شاعر دیباہ رسالت، کاتب وحی۔ یہ اپنی شاعری کے ذریعے کفار و کفر سے عار دلالت کرتے اور وہ عہد بدعت

جن انکار و مضامین کا متقاضی تھا، اس سے انکی شاعری مملو تھی۔ عشق کے مظہر اتم، ذوق شہادت سے سرشار، ہر سے موت تک ہر غزوے میں

شریک۔ آخر غزوہ موت میں یہ سعید آرزو پوری ہوئی اور جام شہادت نوش کیا۔ ان کا ایک شعر ان کی صداقت ایمانی اور ہادی رسالت کے چمن کا سدا بہار

پھول ہے۔

لو لم یکن فیہ آہات بینہ — کانت بدیہتہ تکلیفی عن الخیر

اگر ان کی نبوت کے لئے کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، تب بھی آپ کی صورت رسالت کی خبر دینے کے لئے کافی

ہے۔ (مشکوۃ الحسین، ص ۴۴۴)

و فینا رسول اللہ بتلوا کتابہ — اذا الشق معروف من الفجر مناطق

ارانا الہدیٰ بعد العمی فقلوبنا — بہ موقنات ان ما قال واقع

بیت بجالی جنبہ عن فراشہ — اذا استقلت بالمشرکین المضاجع

— ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب اس وقت تلاوت کرتے ہیں جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔

— انہوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی جسے پانے کے لئے ہمارے پاس آنکھیں نہ تھیں چنانچہ ہمارے دلوں کو پرالینیت ہے کہ آپ نے جو بھی فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔
— اور اتمیں اس طرح گزارتے ہیں کہ جسم پاک مسخر سے علیحدہ رہتا ہے جبکہ مشرکین کے وجہ سے مسخر بھی پتلا مانتے ہیں۔

(عربی میں نعتیہ کلام، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، ص ۹۰، ۹۱ روایت اسناد الغلاب)

حضرت کعب بن زہیرؓ: کعب شروع میں اسلام لورہی مگر مہجرت کے مختلف تھے اور ان کا زور یہاں پہنچے آباء و اجداد کے مذہب کے حق میں اور اسلام کی جگہ میں صرف ہو تا تھا۔ جب ان کے بھائی، میر مشرف بہ اسلام ہوئے تو کعب نے انہیں دھمکی آمیز خط لکھا جس میں انہیں نبوی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرایا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے کعب کا خون مباح کر دیا تو ان پر خوف طاری ہوا اور دوسری طرف آہستہ آہستہ ان کے ذہن و قلب کی تار کی پھنسی گئی اور دین حق کی روشنی ان میں جذب ہوتی گئی۔ اسی خوف و ہراس کے عالم میں قصیدہ بات سعاد کی تخلیق عمل میں آئی۔ آپ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے ان عطا فرمائی۔ تب قصیدہ پیش ہوا اور قبولیت کی سعادت کے طور پر صاحب جود و کرم کی بارگاہ سے روانے مبارک عطا ہوئی۔

سعاد کعب بن زہیر کی خیالی محبوبہ ہے جس کے ذکر و فراق سے آغاز قصیدہ ہوا جو حیر و اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں حسن و جمال کی مدائی، محبوب کی کمون مزاجی، بے وفائی، بھرپورائی کے آلام بھر سزاوار سائی کا ذکر ہے جس کے ضمن میں ایکس اشعار بات کے توصیف میں ہیں۔ بھر گرا ہے۔ بعد میں عذر خواہی اور معذرت طلبی کا بیان ہے۔ تب نعت رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرام کی توصیف ذکر ہے۔ کل اشعار جملہ ان اسحق اکادہ اور نوالہ ان ہشام اللہون ہیں۔ یہ قصیدہ اپنے لہجے اور معنوی محاسن کے اعتبار سے شروع و آفاق ہے اور اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عربی اور دیگر زبانوں میں اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ تراجم بھی بے شمار ہیں۔ کئی شعرا نے اس قصیدہ کے روایہ و تواتر میں قصیدے کے:

لقد اتيت رسول الله معتلوا — والعطر عند رسول الله مامون
لقد اقوم مقاماً لو يقوم به — اري واسمع مالم يسمع القليل
لقل يرعد الا ان يكون له — من الرسول باذن الله تنويل
حتى وضعت يعني لا انازعه — في كف ذي نقمات قوله القليل
ان الرسول لنور يستضاء به — و مهند من سيف الله مسلون

میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا اور معافی و درگزر تو اللہ کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں باقی بھی کھڑا ہو جاتا تو ہر شخص جو میں دیکھ لورہا تھا تو وہ یقیناً کانپنے لگتا، اگر اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جود و سخا اور بخشش عطا نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا اپنا ہاتھ بغیر کسی مناقشہ کے اس ہاتھ میں دے دیا جو کئے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول، قول لیل حاصل ہے شک رسول اللہ ﷺ کو وہ نہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اللہ کی انگوٹوں میں سے چھینی ہوئی ایک انگوٹہ ہیں۔ (۱۰۵)

اس عہد مکت و سعادت میں کتنی زبانیں اور کتنے قلم راع نبوی میں مشغول ہیں، ان کا اعلاہ آسان نہیں۔ عہد نبوت اور عہد مہدی سجادہ میں بھی یہ سلسلہ نور جاری رہا اور آج تک جاری و ساری ہے۔ عرب کے علاوہ دوسرے ممالک و اقالم اسلامیہ میں بھی شعراء نعت اہل بیت علیہ السلام میں ستر و چادر گل ہار ہے۔ کیسی ہی عتقاہ فرست مرتب کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

ہم حجر کا چند شعراء نعت کا ایک ایک شعر درج کرتے ہیں تاکہ ہمارا مقالہ ان کے عقیدت ناموں کی آمینہ داری اور جلوہ نمائی کر سکے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ

و احمد مصطفى فينا مطاعا — فلا نقشوه بالقول العنيف

اور احمد ہم سے مرگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہذا تم ان کے سامنے غلام لکھی منہ سے نہ نکالنا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ

فكيف الحيات للفقء الحبيب — و زين المعاشر في المشهد

اب کیسی زندگی جو صیب ہی مجھ کو گیا — اور وہ نہ رہا جو زینت و جہ یک عالم تھا

حضرت عمر فاروقؓ

فامسى رسول الله فذكر نصره — وامسى عداؤه من قبل و شاوره

پس رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی نصرت نے قلب حصاروں کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کر بھاگے۔

حضرت عباسؓ

و انت لنا ولدت اشرف الا — و رض و حياء بنورك الافق

اور جب آپ پیدا ہوئے تو چمک اٹھی زمین اور روشن ہو گئے آفاق ہلوی آپ کے نور سے۔

حضرت عثمانؓ

يا عيني ابكي ولا تسامي — و حق اليكاه على السيد

وہ میری آنکھ آنسو بہاؤ نہ تھک۔ اپنے سرور و پروردگار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا۔

حضرت علیؓ

فبها عبر من ضم الجوارح والحشا — و يا خبير ميت ضمعه التراب و التراب

انسانی بدن اور اس کے ہلو جنسی فطیعتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سب سے بڑا آپ ہیں اور آپ ان تمام مرے لوگوں میں جنہیں خاک نے چھپایا ہے، سب سے بڑا ہیں۔

امام زین العابدینؑ

من وجهه شمس الضحی من عده بدر الدجی — من ذاکہ نور الہدیٰ من کفہ بحر الہمم
وہ جن کا چہرہ نور منیر و ذیہ نور جن کے رخسار تابانہ کامل ہیں، جن کی ذات نور بہایت ہے اور جن کی پتیلی سعادت میں دریا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

و ذلک دینک دین صدق — و ذو حق ایت بہ و عدل
لاریہ اس لئے کہ آپ کا دین سچا ہے اور آپ نے اس کے ذریعے سے حقیقت اور انصاف کی بات پیش فرمائی ہے۔

ابن زہریؓ

امن اللعیم و العظام لربی — لم قلنی اشهد انت النذیر
اب تو گوشت پرست تک اللہ پر ایمان لائے ہیں اور یہ کہ میرا دل بھی اس بات کا مترجم کیا ہے کہ آپ رسولِ نذیر ہیں۔
حضرت ابو وجانہؓ (جنہیں حضور علیہ السلام نے گوار عطا کی)

انا اللہی عاہد فی غلیلی — و نحن بالسطح لدی النخیل
الا قوم الدھر فی الکیول — احرب بسیف اللہ و الرسول

میں ہی تو وہ ہوں جس سے میرے محبوب رسول ﷺ نے دامن کوہ کے ایک درخت کے نزدیک عہد و پیمان لیا تھا۔ میں آخری صف تک کھڑے رہ کر
دور مقابلہ کرتا رہوں گا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گوار و ہر چلا تا جاؤں گا۔

حضرت عباس بن مرداسؓ

دایتک یا غیر البریہ کلہا — نشوت کثاہا جاء بالحق معلما
اے کائناتِ ماضی کی متاع بہر ازہر! میں نے دیکھ لیا کہ آپ نے ان احکاماتِ الہی کو پھیلایا جس نے حق کو پوری طرح آشکار کر دیا۔
حضرت قاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صبت علی مصائب لو اٹھنا — صبت علی الایام صیرن لنا لنا
حضور ﷺ کی ہر الی میں وہ مصائب مجھ پر لوٹے ہیں کہ اگر یہ مصائب (روحِ انور) پر لوٹتیں تو وہ دن راتوں میں بدل جاتے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

منی ید فی الداجی البہیم جیسہ — یلمع مثل مصباح الدجی المتوقد
اندھیری رات میں من کی پیشانی نظر آتی ہے تو یوں لگتی ہے جیسے روشن چراغ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا — و کنت بنا برا و لم تک جالیا
اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہی تو ہماری امیدوں کے چراغ تھے۔ ہر گز خستہ عزت نہ تھے۔ ہم پر مریاں اور شفیق تھے اور ہمہ خود نہ تھے۔
حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ارثی العرب)

و نلیس فی الحرب نسیج العلیلہ — و فی السلم نلیس عزاء و نبوا
جنگ میں ہم لوہے کی بنی ہوئی پوشاک (زر ہیں) پہنتے ہیں اور صلوات اس کے زمانے میں ریشم و کن کا لباس قافروں کو زیب تن کرتے ہیں۔
نعت رسول مقبول ﷺ و مدح اہل بیت کا امتزاج

فرزدقؒ بھی صحن زید۔ و علی۔ الشریف الرضی۔ سید و غیر ہم اس سلسلے میں نمایاں نام ہیں۔ واقعہ کہ بلا کے بعد اس طرز سخن اور انداز فکر کو زیادہ فروغ ملا۔

عصر اول کے بعد عہد ہائے مابعد الصحابہ میں نعتیہ کلام کا اسلوب

عربی شعر و ادب..... تقسیم اودار کے تناظر میں

- (۱) مصر ہائل۔ عہد حضور نبوی سے قبل
- (۲) مصر صحابہ و خلفائے راشدین
- (۳) عصر اموی (۶۳۰ء سے ۷۵۵ء تک)
- (۴) عصر عباسی (۷۵۵ء تا ۱۵۱۷ء تک)
- (۵) مصر ترکی ۷۵۶ء کے بعد (عہد مغل، عہد مملوک اور خلافت عثمانیہ کے بعد کا عہد)
- (۶) مصر حجازین۔ ۱۸۰۰ء تا ۱۸۷۵ء، نیز ۱۸۷۵ء تا ۱۹۱۸ء تک۔

نعتیہ کلام کے لئے جب لے اسالیب کے بارے میں (اکثر عبد اللہ عباسی ہندو کی کے ہائے کا قصہ یہ ہے۔

ہمیں عصر نبوت و خلفائے راشدین میں نعت و شہنوں کی زبان، مدی، ان کی کلام کے رد و رد اسلام کی عظمت کے اعداد کے لئے کئی جاتی تھی۔ زبان سادہ، تراکیب آسان، خیالات میں کوئی کمرائی نہیں ملتی۔ سیدھے سادے سچے لوگ، وہی کہتے جسے محسوس کرتے یا جس کا مشاہدہ کرتے۔
ہمیں عصر اموی (جو اسلامی قدروں کے انحطاط کا زمانہ تھا)، اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ اس میں عربی اپنی خالص ہائل روایات پر قائم رہی اور زبان میں جمعی اثرات داخل نہیں ہوئے۔

ہمیں عباسی دور میں — چوتھی صدی سے اہل ایران کے فارسی اثرات نے زبان کو رنگین بنادیا۔ یعنی ہازک خیالی، حسی، خیالی صفت اور نعتیہ کے مضامین آنے لگے۔ چوتھی صدی کے بعد توہمیں صنائع بدائع، رجب آمیزی اور خلیج حکمت کے شاعری کو شاعری میں سمجھا جاتا تھا۔ متاخرین و

محاصرین نے پھر سے قدیم عربی کی طرف رجوع کیا لیکن قاری کے اثرات کی جگہ مغربی زبانوں کے لوب سے عربی متاثر ہو گئی۔ تاہم قرآن و احادیث کی وجہ سے عربی نحو صرف کی پابندی ہر دور میں رہی۔ دل سوزی، محبت، قنایت اور فدویت کے مضامین کی کثرت ہے۔

احمد قطرب (عصر عباسی کا شاعر) متوفی ۸۲۱ء

حلیم رحیم لین متواضع — سخی حسی عابد متزهد
و کان رسول اللہ فوق صلتنا — بقصر لیلہ من یقول لوجہد

بدایہ، رحمدل، نرم خو، معسر طرزی، فنی، مدد نواز، عبادت گزار، دنیا سے بے نیاز۔ رسول اللہ ﷺ ہماری ان تعریفوں سے کس زیادہ بابر ہیں۔ آپ کی تعریف کرنے والا ہرگز کوشش کے بعد بھی حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

ابو العتاسیہ (عصر عباسی کا ممتاز شاعر) وفات ۸۲۶ء

و احمد واللہ الذی اکرمکم — لی قام لکم فصح
لی فتح اللہ بہ کل — غیر للتموہ و شرح
موسل لو یوزن الناس بہ — لی الظی والبر شالوا و رجع

اللہ کا شکر کرو جس نے ہمیں ایک ظہیر بھیج کر عزت دی جس نے تمہارے درمیان کھڑے ہو کر خیر خواہی کی بات کی۔ ایسے ظہیر کے درجے ہمیں سرفراز کیا جس کے ہاتھوں اللہ نے تمہارے لئے ہر خیر و برکت کا دروازہ کھول دیا۔ جس کو تم نے حاصل کر لیا اور اس نے اس کو کھول کر بتا دیا۔ وہ ایسے ظہیر ہیں کہ اگر دنیا اور سارے انسانوں کو ایک پلاے پر رکھا جائے اور ان کو دوسرے پلاے پر، تو ان کا یعنی رسول کا پلاہماری رہے گا اور ساری دنیا کا پلاہلکا ہوگا۔

لکن العربی ابو بکر محمدی الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۰ء)

فلذا رسول الابطحی محمدا — لہ فی العلی مجد تلید و طارف
الی لانکسار الدھر یجبر صدقہ — فانت علیہ السن و عوارف

وہی رسول اعلیٰ محمد ﷺ جن کو رحمت میں ہر شرف حاصل ہے قدیم بھی جدید بھی۔ وہ آئے کہ لوٹے ہوئے زمانے کی فکشی کو جو زدیں اور ان پر تو زبانیں شائیں ہیں اور صدیات رہائی ہیں۔

شیخ جمال الدین المصر صری (وفات ۱۲۵۸ء)

عالم الانیاء فاتح باب الرشد — و الناس حلل سفھا
فانت ہم من ربہ بکتاب — ہو للناس رحمة و خفا

خاتم الانبیاء ﷺ کا محبوب ہدایت ہیں جبکہ مدے لوگ جہل و مکر اسی میں جھکا تھے۔ اس وقت آپ اپنے رب کے حضور سے ایسی کتاب لے کر آئے جو تمام انسانوں کے لئے رحمت اور شفا ہے۔

امام شیخ شرف الدین محمد بن سعید بصری رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۷ھ)

علامہ بصری ایک نعتیہ دیوان کے حامل ہیں۔ ہر حرف چھٹی میں قصیدہ کہا ہے۔ "ہات سعاد" کی زمین میں بھی قصیدہ ہے۔ قصیدہ ہمزہ ایک اور نعتیہ کاوش ہے جو شہرت رکھتی ہے لیکن ان کا قصیدہ "مدوہ" ان کی آفاقی اور لہجہ شہرت کا نقطہ مرکزیہ ہے۔ اس کو جو قبول عام اور بڑے دوام ملی اس کی مثال کسی نہیں ملتی۔ اس کی شریعتیں بہ حد و شہر ہیں، اس کے تنبیج میں نظم کے ہر اسلوب و نیت میں کئی گتیں، اس کی تضمینیں ہونیں، دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے تراجم و توضیحات ہوئیں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس مدنی نے اس کے عرب شاعرین کی فہرست میں حیرہ لیلیاں نام درج کئے ہیں اس کی تضمینیں کرنے والوں اور مختلف نیت ہائے نظم میں اس کی گتیں وسیع کرنے والوں کے نام لکھے ہیں۔

مولانا اکبر الہ آبادی :-

"اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اقطار اسلامیہ میں اسے نہایت کثرت سے پڑھا جاتا ہے اور اس کی خاص مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اس قصیدے نے مسلمانوں کی تعلیم، ان کے ادب، تاریخ اور اخلاق پر نہایت گہرا اثر ڈالا ہے۔"

(۱۰۶)

لیکن اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ بارگاہ نبوی میں اسے قبولیت عطا ہوئی۔

قصیدہ مدوہ ۱۱۶۵ اشعار اور دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ تنبیج میں فرائق محبوب میں گریہ کا بیان ہے اور کتابت یہ بارگاہ و رسالت سے دوری کا عالم ہے۔ اس طرح راجائی تنبیج سے اس میں انحراف ملتا ہے۔ پھر نفس مدوہ کی مذمت، اس کے بعد حضور علیہ السلام کی مدح فضائل و خصائص مبارکہ، پھر ولادت ہامعات کا ذکر، پھر تبلیغ و دعوت کا بیان، پھر قرآن حکیم کے مجدد و شرف کا تذکرہ، مابعد غزوات، معراج النبی ﷺ اور انعام پر مناجات اور شفاعت طلبی کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ قصیدہ اپنے اسلوب میں مندرجہ اپنے موضوعات و مضامین میں جامع اور اپنے طرز بیان کے اعتبار سے دردمندی، سوز و گداز اور استعائی تاثر کا حامل ہے۔

اس قصیدہ کی لمبی و معنوی خصوصیات بظہر ہیں۔ فصاحت و بلاغت، مناجات و مدح اور محاسن شعری کا ایک آئینہ خانہ ہے جو اہل عشق اور اہل دل پر جلوہ ہائے نو بہ لولا تصور کرتا ہے۔

قصیدہ مدوہ کا چوتھا نام "الکواکب النوریہ فی مدح نبیہ النبی" ہے۔ لیکن معروف "قصیدہ مدوہ" کے نام سے ہے۔ کہتے ہیں کہ بصری نے یہ قصیدہ قانع کے مرض کی حالت میں لکھا اور خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کے موقع پر حضور علیہ السلام کو سنا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی مدد یحییٰ ان پر الی تو انہیں شفا کا کام حاصل ہوئی۔ اس معجزاتی واقعہ نے اس قصیدے کی شہرت کو پر لگا دیا۔ ہم حصول برکت نیز قصیدے کے لمبی اور معنوی محاسن کی طرف توجہ دہانی کے لئے اس کی فصل ثالث کے اشعار درج کرتے ہیں جو مدح و فضائل نبوی ﷺ پر مشتمل ہے۔

قلعت منہ من احی الظلام الی — ان اشتکت فلعناہ الضر من ورم
و شد من سبب احشاء و طوی — تحت الحجارة کشعا متوف الادوم
و راودتہ الجبال الشم من ذهب — عن ظلم فاراھا ایما شعم

و اكدت زهده فيها ضرورته — ان الضرورة لا تعدوا على المعصم
و كيف تدعو الى الدنيا ضرورة من — لو لاه لم تخرج الدنيا من العلم
محمد سيد الكونين و الظلمين — والفريقين من عرب و من عجم
نبينا الامر الناهي فلا احد — ابر في قول لا منه ولا نعم
هو الحبيب الذي ترجى شفاعته — لكل هول من الاهوال مقتحم
دعا الى الله فالمستمكن به — متمسكون بحبل غير منفصم
فاق النبيين في خلق و في خلق — و لم يدالوه في علم و لا كرم
و كلهم من رسول الله ملتصق — غرقا من البحر او رشقا من الدم
و واقفون لديه عند حد هم — من نقطة العلم او من شكلة الحكم
فهو الذي ثم معناه و صورته — ثم اصطفاه حيا باري النسم
منزه عن شريك في محاسنه — فجوهر الحسن فيه غير منقسم
دع ما ادعته النصارى في نبيهم — واحكم بما شئت مدحا فيه واحتكم
وانسب الى ذاته ما شئت من شرف — والنسب الى قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول الله ليس له — حد فيعرب عنه ناطق بقم
لو لاسبت قدره آياته عظما — احى اسمه حين يدعى دارس الرمم
لم يمتحنا بما تعي العقول به — حرصا علينا فلم ترتب و لم نهم
اعى الورى فهم معناه فليس يرى — للقرب والعبد فيه غير منقسم
كالشمس تظهر للعينين من بعد — صغيرة و تكل الطرف من امم
و كيف يدرك في الدنيا حقيقته — قوم ليام تسوا عنه بالحلم
فمبلغ العلم فيه انه بشر — و انه خير خلق الله كلهم
و كل اى الى الرسل الكرام بها — فانما اتصلت من نوره بهم
فانه شمس فضل هم كواكبها — يظهرن انوارها للناس في الظلم
حتى اذا طلعت في الكون عم هداها — العالمين و احيت مائر الامم
اكرم بخلق نبي زانه خلق — بالحسن مشتمل بالبشر متمم
كالدهر في ترف والبدر في شرف — والبحر في كرم والدهر في همم
كانه وهو فرد في جلالة — في عسكر حين تلقاه و في حشم

كأنما اللؤلؤ المكنون في صدف --- من معدني منطق منه و مبهم
لا طيب يعدل ثوبا ضم اعظمه --- طوبى لمنشوق منه و ملثم

☆ میں نے اس ذات پاک کی سنت پر زیادتی روا رکھی کہ جس نے راتوں کو اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک (بوجہ قیام) ستورم ہو جاتے اور تعقیف محسوس کرنے لگتے۔

☆ آپ نے ہموک کی وجہ سے اپنے حکم مبارک کو کس کہانہ لیا تھا اور اپنے نازک اور ناز پروردہ پلوؤں کو سخت پتھر کے پتھر لپیٹ لیا تھا۔

☆ سونے کے باغ پتھروں نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر آپ نے انہیں دکھا دیا کہ بلند کون ہے۔

☆ اور آپ کی ضروریات دنیوی نے امور دنیا سے آپ کی بے رغبتی کو اور مضبوط کر دیا۔ بے شک عصمت و حفاظت الہی پر ضروریات غالب نہیں ہو سکتیں۔

☆ اور ضروریات دنیوی کیسے اس ذات گرامی کو اپنی طرف مائل کر سکتی تھیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا نیستی سے وجود میں نہ آتی۔

☆ مگر چنگچنگ اس ذات پاک کا نام ہے جو دنیا آخرت، جن دہائیس اور عربہ غم کے سردار ہیں۔

☆ ہمارے نبی اکرم امیر السرف اور نبی من بلتر کرنے والے ہیں اور کوئی شخص نہیں اور ہاں کہنے میں ان سے زیادہ سچا نہیں ہے۔

☆ آپ ایسے محبوب الہی ہیں جن سے زندگی سلا کے جانے والے ہر طرح کے خوف سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔

☆ آپ نے اللہ کی طرف سے ایسا ہی پس جن لوگوں نے آپ کا دامن پکڑا تو گویا ایسی مضبوطی پکڑی جو نونے والی نہیں ہے۔

☆ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے حسن صورت و حسن سیرت میں فائق ہیں اور دیگر انبیاء نہ ہی علم میں اور نہ ہی کرم میں آپ کے ہمسر ہیں۔

☆ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے روح و اپنے اپنے مقام و مرتبہ پر کمرے ہیں اور ان کی حد آپ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے یا آپ کی ہمتوں کی کتاب سے مثل ارباب (زیر، زبر، پیش) کے ہے۔

☆ آپ کی ذات اقدس وہی تو ہے جس پر ظاہری باطنی کمالات حد تمام کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خالق مدون نے انہیں اپنا محبوب منتخب کر لیا۔

☆ آپ اپنی خودی میں شریک سے خورہ ہیں۔ سو آپ میں جو جو بر حسن ہے وہ شرمندہ تقسیم نہیں۔

☆ ہم اس دہائی کو چھوڑ دو جو بیانی اپنے عقیدہ بیانی علیہ السلام کے بارے میں کرتے ہیں۔ اس کے سوا آپ کی مدح میں جو چاہو یقین کے ساتھ کہو اور اس پر خوب محکم رہو۔

☆ آپ کی ذات اقدس کی طرف جس ہمد و شرف کو چاہو منسوب کر دو اور آپ کی ذات گرامی سے جس عظمت کو چاہو نسبت دو۔

☆ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فضائل کی کوئی حد نہیں ہے کوئی لئے والا زبان فصاحت سے بیان کر سکے۔

☆ اگر آپ کے معجزات، عظمت میں آپ کے رتبہ بلند کے موافق ہوتے (جو نہیں ہیں) تو آپ کا نام سب پکارا جاتا، تو سیدہ ہدیٰ زعمہ ہو جاتیں۔

☆ آپ نے ایسے احکام شریعت سے ہمیں جلائے آفتاب کیا جن سے عقلیں عاجز ہو جاتیں۔ ہم پر کمال شفقت فرمائی اس لئے ہم نہ تو شک میں پڑے اور نہ پریشان ہوئے۔

☆ آپ کے کمالات کے قسم نے دنیا کو عاجز کر دیا۔ پس قریب و بعید سب لوگوں میں آپ کے کمال اور اک کے بارے میں ہمد و سکوت کے ساتھ دھماکی میں رہے۔

☆ آپ کی مثال آفتاب جہاں سب کی سی ہے جو آنکھوں کو دور سے چھو کر کھائی دیتا ہے اور قریب سے آنکھوں کو تھکا دیتا ہے۔

☆ دنیا میں آپ کی حقیقت کا اور ایک محو خواب قوم کیسے کر سکتی ہے جو خواب میں ہی آنحضرت ﷺ کی زہدیت پر انکار کر چکی ہے۔

☆ آپ کی ذات کو پہچاننے میں علم کی پہچان ہی ہے کہ آپ مگر ہیں اور اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

☆ انبیائے کرام کو جتنے معجزات عطا ہوئے، سب کے سب آپ کے نور کے درجہ میں منت ہیں۔

☆ درحقیقت آپ ﷺ آفتاب انبیاء ہیں اور تمام انبیاء سدا ہے ہیں (کہ جماعت کی ہر کی میں اس آفتاب کا نور لوگوں کو دکھا رہے ہیں)۔

☆ یہاں تک کہ جب یہ آفتاب نبوت دنیا میں طلوع ہوا تو اس کی ہدایت تمام دنیا کیلئے عام ہو گئی اور اس نے ساری امتوں کو (خواب غفلت سے) جگا دیا۔

☆ سبحان اللہ آپ کی شکل و صورت کیا ہی خوب ہے جسے حسنِ برت نے زینت بخشی ہے۔ یہ حسن ہر مشکل اور جانوروں کی اور خشتہ و پستی سے موسوم ہے۔

☆ آپ کی ذات گرامی ہر کی میں گویا شکوہ نورس، بلند و عارف میں مہ نام، جود و کرم میں مہر و خند اور بلند معنی میں زمانہ کی طرح ہے۔

☆ (آپ کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی سے ملاقات کرے تو اپنی جہالتِ شان کے باعث تھاوتے ہوئے بھی گویا آپ ایک فوج اور ہوادِ عظم کے ساتھ ہیں۔

☆ آپ جب بات کرتے ہیں یا مکرراتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ آپ کے دہن اور لب و لہجہ میں (جن میں درہائے وندھل) یوں پنہاں ہیں جیسے

سپ میں اچھوٹے موتی چھپے ہوں۔

☆ کوئی خوشبو اس منی کے درم نہیں ہے جسے آپ ﷺ کے جہدِ اطہر سے مس کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اس کو سونگھنے اور چومنے والے کی خوش

حسی کا کیا کتنا!

ابو یوسف خلیل صدیقی

دبیر لائبریری شعبہ اردو

زکریا بوئیور سنی ملکہ

شباب محمود الحلبي (۷۲۵ھ)

و اقول يا خير الوري نفسي انت — ترجوك فاقبلها علي علامها

صلي عليك الله ما هبت صبا — فاختالت الاضغان في علامها

او غلت الورقا في اوراقها — تدعو لهديل بها الي وكتاتها

اور کیا عرض کروں اے خیر الوری! یہ قلام حاضر ہو گیا ہے۔ اپنی جیسا بھی ہے، اسے قبول فرما لیجئے۔ اللہ کا آپ پر درود و سلام ہو جب تک کہ حیم عمر

چلتی رہے اور شاہیں جموتی رہیں اور اس کی ڈالیوں پر تلخی قمری گاتی رہے اور کیوتر کو اپنے کانوں سے گھونسلے کی طرف جلاتی رہے (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)

اتن نہایت مصری (۷۲۸ھ)

و لثم حصي لثربه ذكي — كان شاه في نفسي كبا

صلي الله يا اذكي البرايا — بحبك في عقائدنا الصفا

خداوندِ دل لائے جب ہم آپ ﷺ کی تربت کے لوہے پڑی ہوئی نگریوں کو چومیں، آنکھوں سے نگائیں وہ نگریں جن میں سے ہر نگری عسریز ہے اور

جس کے لئے میرا قلب خود کی طرح جل رہا ہے۔ اے اللہ کے نقیب ترین بندے، اے ساری کائنات میں سب سے پاکیزہ تر وجود گرامی! آپ کی محبت

کے صدقے میں ہمارے عقیدوں میں پاکیزگی پیدا ہوئی ہے۔

لکن جابر اللاند لکی (وفات ۸۰ھ)

یا اهل الطیبة فی مدنا کم قمر — یهدی الی کل محمود من الطرق
کما لیت فی کرم و اللیت فی حرم — والیہر فی الحق و الزهر فی علق

اے طیبہ کے رہنے والو! تمہاری ہستی میں ایک کمانہ ہے جو ہر پسندیدہ لوہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ وہ سعادت میں تیز مارش اور حرم میں شیر کی مانند ہے، الحق پر چڑھو جس کا کمانہ ہے اور افلاق میں ایک مبین پھول ہے۔

عبدالرحیم البرہی (وفات ۱۳۰۰ھ)

تساوی فخر کل اعنی فحار — ولن تلقی لمغفرہ انتہاء
لی ما دالہ الشمس الا — و غشت عن محاسنہ حیاہ

ہر صاحب فخر کا سرمایہ فخر قسم ہو گیا جس کپ چمکے کے لئے جو فخر کی باتیں ہیں، انکی انتہا نہیں ہے۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ جب بھی آفتاب نے ان پر فخر والی توفیق کے کمان دیکھ کر شرمندگی سے سرنگوں ہو گیا۔

احمد شوقی وفات ۱۹۳۲ء (دور جدید کے سب سے نمایاں نعت گو)

"تقریباً تمام ہندوین کا اس پر اتفاق ہے کہ تاریخ عرب کے دس سو سال جو حقیقی کے بعد گزورے ہیں، اس پر اسے
عرسے کی کی شوقی نے پوری کر دی کیونکہ اس عرسے میں اس کے علاوہ کوئی ایسا بڑا فطری شاعر نہیں گزرا جو
شاعرانہ فکر کے نولے ہوئے رہے جو شہر و سلوک کی مٹی ہوئی نشانوں کو دوبارہ خمیر کرے۔"

(تاریخ الادب العربی تراجم من زیات، منقول (مکتبہ چشت، ص ۶۵۷))

لقد وضعہ وھاجا منیرا — کما تلد السماوات الشہابا
لقام علی سماء الیت نوراً — یضئ جبال مکہ و القبا
و ضاءت ہرب الضیحا مسکا — و فاح القاع لرجاء و طابا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو ایک روشنی جیسے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا جس طرح آسمانوں میں چمکنے والے ستارے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت پر ایک نور چکا جس نے مکہ، اس کی پہاڑیوں اور پہاڑی راستوں کو روشن کر دیا۔ منظر بیڑب ملک سے ملک تھا، اولیوں کے گوشے گوشے منظر پر ہو گئے اور ان کی رونق بڑھ گئی۔

عربی حمد و نعت کے ڈاکٹر، ایس کاثر ہم من نقیہ اشعار پر کرتے ہیں جو روزمرہ رسالت مآب ﷺ کے مواہد شریک کی پہلیوں پر کند ہیں۔

یا غیر من دفت فی الترب اعظمہ — فطاب من طہین القاع و الاکم
نفسی اللہاء للبر انت ساکنہ — فیہ العفاف و فیہ الجود و الکرم

اے بھڑان سب سے جن کے اجساد شریک خاک میں دفن ہوئے اور ان کی خوشبو سے جنگل اور پہاڑ ملک جگے ہیں۔ میری جان میں قبر پاک پر خدا جس میں آپ سکونت فرما ہیں۔ اس قبر شریک میں پر بیزگاری ہے اور اسی میں جو وہ کرم ہے۔ (۱۰۷)

فارسی میں حمد و نعت

فارسی شعر کے یہاں مختلف اصناف شعر میں حمد و نعت کا سراغ

فارسی شاعری کے دو اہم قدیم میں دو اصناف کا رواج نظر آتا ہے، قصیدہ اور مثنوی۔ قصیدہ گوئی کے رجحان عام کا سبب یہ ہے کہ ایران پر سلاطین و امرا کی حکومت تھی اور مدح گوئی سلطان، درباردار، منصب یافتہ اور جاہدار کے حصول کا ذریعہ تھی۔ مثنوی میں بھی مظلوم حکایت نویسی یا قصیدہ گوئی یا واقعہ نگاری میں مزاج و فضا سلاطین و امرا اسی تھی۔ انہی سے مثنوی کا انتساب، انہی کی جہاد حکمین کے ذکر کا میلان اور انہی کے کارناموں کی تحسین و توصیف مثنوی کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ رزمیہ، مہمہ، مہمہ، فلسفیانہ، صوفیانہ اخلاقی مثنویوں کا بھی انتساب دارالکتاب یعنی جلیل قلم تاہم آخر الذکر موضوعات (فلسفہ، تصوف و اخلاق) میں یہ دائرہ فوق نظر آتا ہے۔ اور دوسرے مسائل و مباحث بھی مثنوی کے احاطے میں قدم رکھتے نظر آتے ہیں۔

ان دوسروں و مقبول اصناف کے علاوہ قصیدہ اور رباعی بھی جلد سامنے آتی ہے جس کے وسیلہ سے بہت سے موضوعات زیر قلم آتے ہیں۔ غزلیات، مناظر و مظاہر فطرت، فلسفہ و تصوف اور معاشریات دائرہ فکر میں شامل ہوتے ہیں۔ غزل حمد میں غور کرتی ہے۔ اصل میں قصیدے کا لہذا اسیہ تفسیر غزل کی ضرورت پوری کر دیتا تھا۔ بعد میں اسی تفسیر نے جب الگ اعلان وجود کیا تو غزل کا اپنا پیکر تخلیق ہوا۔ معروف بیت میں نظم گوئی یعنی کسی عنوان کے تحت کسی مسئلہ و موضوع پر ترتیب خیال کے ساتھ شعری بیت (نظم) لکھ دینی چیز ہے۔

اس یعنی شروع میں، جس میں قصیدہ و مثنوی جزو غالب کی حیثیت رکھتے ہیں، فارسی شعر الحمد للہ کے لئے حمد و نعت کے حجاز سے بے تعلق نہیں ہوئے۔ اس کا واحد اور عظیم سبب یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے اور ادوار قدیم میں دین اسلام ان کے قلب و فکر و عمل اور طرز حیات پر چھایا ہوا تھا اس لئے اس تمام تر ظاہری مولود (مدح سلاطین و امرا) کے باوجود اپنے باطنی تقاضے کے تحت حمد و نعت کے موضوع سے بے غماز نہ رہے۔ شروع شروع میں یہ اسلوب نظر آتا ہے کہ باہم قصیدے اور مثنوی کا آغاز حمد الہی اور اس کے بعد مدح رسول ﷺ سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے محدود (سلطان و امیر) کا ذکر چھیڑتے ہیں اور پھر اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں۔ حمد الہی میں تفصیل رول رکھتے ہیں۔ کئی کئی اشعار لکھتے ہیں۔ بعض شعرا یہ حجاز سے تھے ہیں کہ مثنوی کے ہر باب کا آغاز حمد سے کرتے ہیں۔ یہ حمد گوئی بار بار ہوتی ہے اور اس میں خدا کی خالقیت، اس کی قدرت و اختیار، اس کی وہ حکمت جس کے تحت کائنات ایک نظم و ترتیب کے ساتھ جاری و ساری ہے، اس کا حق و قیوم ہونا، اس کی قداری، جہادی، جو تقدیر ساز عالم ہے، اس کی ستاری و فطاری جس پر ہماری نجات کا مدار ہے، اس کی رحمت و حمایت جس کے سائے میں حیات کائنات سانس لے رہی ہے، اس کا منعم حقیقی ہونا، اس کے انعامات و اکرامات کا تذکار، الغرض خدا کی ذات و صفات کو فلسفیانہ، تیسمانہ، صوفیانہ اسالیب کے ساتھ بیان کرنا فارسی شعرا کی حمد گوئی کے خصائص میں شامل ہے۔ اسی حمد میں مناجات و استغاثہ کے مضامین شامل کر لئے جاتے ہیں۔ الغرض فارسی شعرا کے یہاں حمد الہی کا بیان بہت واضح اور نہایت مکمل ہے اور ہم اسے کثیر الجہات شعری عمل قرار دے سکتے ہیں۔ اسی طرح نعت رسول ﷺ کا سامنا ہے۔ ہر حمد کے بعد باہم نعت موجود ہے اور طویل اشعار پر بھی ہے۔ یہ نعت بھی بار بار رجوع کرتی ہے۔ عموماً ہر باب کے آغاز میں حمد کے بعد نعت موجود ہے۔ لیکن اسی پر بس نہیں، جہاں چاہتے ہیں اپنے مضمون کے درمیان نعت و ثنا کی گل فشائی کرتے ہیں۔ نعت گوئی میں بھی افکار و مضامین کا شروع ہے۔ مقام و منصب نبوت، فرائض نبوت، اور شہادت و تعلیمات نبوی، حضور ﷺ و جب تخلیق آدم و عالم ہیں، حضور ﷺ کی نبوت و الہی ہے، حضور ﷺ کے فضائل و سیر، شام و عادات، معجزات، غزوات، حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت، آپ کا سفر معراج، حضور ﷺ کی حیات مبارکہ اور برتہ مطہرہ کے ایک ایک گوشے کی

تسبیح، حضور علیہ السلام کی ہدایت و راہنمائی، آپ کا پیغمبر انسانیت ہونا، حضور علیہ السلام کی سرِ پناہ گاری، سیرتِ ناری، آپ کی ہمارے گام میں جلوہ انداز، نماز، استقامت و امانت، حضور ﷺ سے فریاد و استغاثہ، اُمتی اور اجتماعی آشوب کا ذکر اور اعانتِ ظنی، حضور ﷺ سے شفاعتِ ظنی۔ ان غرضِ ناری شاعری نعت کی ہمارے کامل سے سرِ ہیز و شاداب ہے۔ قصیدے کی ابتدا حمد و نعت سے لانا ہوتی ہے۔ قصیدے کے درمیان جہاں چاہتے ہیں، حمد و نعت سے رجوع کرتے ہیں۔ وہاں اس امر کا اعادہ ہے کہ ہم نے جو کام کیا، یہی تم نے کیا (اور اب ہم یہی کی صورت میں) کسی باب کا آغاز یہ ہوتی ہے اور بھی جزوی طور پر (سلسلہ مضامین میں لگاؤ ظنی کر رہی جاتی ہے۔

بہت ناری شاعری میں غزل داخل ہوتی، اس میں بھی یہ سواز۔ اختیار کیا گیا۔ یعنی بھی مطلع اور حسن مطلع و حمد و نعت سے مزین ہے اور بھی غزل، اشعار کے درمیان حمد و نعت کا کوئی شعر کہہ دیتے ہیں۔ ایسی غزل جو شروع سے آخر تک مکمل نعت ہو، شروع میں کیسے نظر نہیں آتی۔ البتہ وہ شعر حمد و نعت گوئی سے مخصوص ہیں یا حمد و نعت کا حوالہ دیتے ہیں جن کے میں اکثر غزلیں قہم تر نعتیہ اشعار سے مملو ہیں۔ یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غزل کی حیثیت میں نعت گوئی کا رواج ان شعر اے میں ملتا ہے جو حمد و نعت میں قصص اور تفصیل رکھتے ہیں۔ اس طرح ہم بڑے اعتبار اور انتظار سے کہہ سکتے ہیں کہ ناری شاعری اپنے حمد آغاز خصوصاً حمد غزلیں اور حمد سطرہ کی سے آج تک حمد و نعت کا ایک کثیر سرمایہ رکھتی ہے جو ہر پہلو سے وسیع و گہرا قدر اور لائق تحسین ہے اور آگے چل کر یہ بات بیان ہوگی کہ اردو حمد و نعت نے کس کس پہلو سے ناری حمد و نعت کے گہستان بیش بہا سے گل چینی کی ہے اور اپنے اہل ان تحقیق و فکر کو معذور و معطر و منور کیا ہے

ناری شاعری میں ہم ابھی راج اور حمد و نعت کے واسطے کا آغاز اور اس سے حرکات و اسباب کے بارے میں پروفیسر محمد یونس شہیدی نے لکھا ہے

ہے۔

”اہلِ قلم نے سرود کا نکتہ نگاہ کے ساتھ اپنی عقیدت کا انداز جس سے ایسے میں کیا ہے وہ غلو و جذبات کی بھرپور مثال ہے۔ ناری زبان کے پختہ بھی ہر امور شاعر کر رہے ہیں، سب کے ہاں نعت و سول ﷺ پائی جاتی ہے۔ یہ ہم دیکھتے ہیں کہ شاعری تصنیف کا آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ ناری میں نعتیہ شاعری کا ذخیرہ اس لئے بھی داخل ہے کہ مختلف حکومتوں کے عروج و زوال اور شان و شوکت کے انکشاف سے ناری شاعری و محنتی و محنتی جیسے حالات نے زندگی کا رخ ظاہر سے باطن کی طرف اور عادت سے روحانیت کی طرف موڑ دیا۔ قہم قصوف اہلِ صوم و داخل کا لور و صاف و صاف۔ چنانچہ ناری شاعر میں زیادہ تر صوفی شعر کی نعتیہ شاعری ہمارے اردو موزون معلوم ہوتی ہے۔“ (۱۰۸)

”کہ مقلان نعت“ کے مطابق:

”سیرت سے ناری شاعر اپنے مدح کے وجہ میں ہم یہ لکھا تھا لیکن ان کے کام میں نعت گوئی کے نمونے نظر نہیں آتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ لوگ ہمارے اردو کی مدح و تعریف میں شرمکھے تھے۔ لیکن ابتداً ہی دور کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کا جو جذبہ ناری کے مقلان شعر میں موجود تھا، اور رنگ لا پلا اور ناری زبان میں ایک سے ایک اور شعر سے لکھنا نہ گھٹے گئے۔“ (۱۰۹)

”اکبر سید رفیع الدین الشافعی کے مطابق

”مقلان، مقلوب اور مقلان، غن کے اعتبار سے ناری نعت کو شعرائے عربی سے خوش چینی کی ہے۔ مقلان

لور و قی اثرات نے ان خصوصیات میں اضافے کی اچھی لور دی دونوں صورتیں پیدا کیں.....
وہ آگے چل کر لور کے تعین سے بات کرتے ہیں:

”عہدِ سامانی میں اہم اور مستند شاعر رودکی ہے۔ رودکی کے یہاں نعتیہ کلام نہیں ملتا۔
فردوسی نے شاہدہ میں حمزہ کا نعتیہ اشعار کے ہیں۔“

عہدِ سلجوقی میں تصوف نے شعر کو ایک نئے انداز، نئے فکر، نئے سحرے، لطیف و باریک بینی میں جذب، کیف اور
مستی سے سرشار کیا ہے۔ اب شعر میں عرفان اور معرفت کے مسائل عشق کی لطافتوں کے ساتھ بیان ہونے لگے
ہیں۔ شاعر کی نظر شاہ مجازی کے حسن و جمال میں شاہ حقیقی کی جلوہ فرمائیں دیکھنے لگی۔“ (۱۱۰)

ڈاکٹر ریاض مجید کے تحقیقی جائزے کے مطابق:

”عربوں کی فتح ایران کے بعد جب اسلام کی شعاعیں اس سرزمین پر پھیلیں تو فارسی شعر و ادب پر بھی اس کے
اثرات پڑے۔ عربی کی طرح فارسی شعرا نے بھی صنفِ نعت کے محبوب مطلق کو اختیار کیا اور حضور اکرم ﷺ
کی بارگاہ میں عقیدت و ادب کے شاہکار پیش کئے۔ مگر ایسے میں جب مجازی نے شامل ہوئی تو نعت کا ایک نیا اور
بالکل انمول اسلوب سامنے آیا۔ یہ نیا اسلوب فارسی نعت کی جتنی رنگارنگی اور موضوعات کے تنوع سے عبادت
ہے۔“

اس لڑھکی جائزے کے اختتام پر ڈاکٹر ریاض مجید رقم طراز ہیں:

”مصر حاضر کے فارسی اخبارات و رسائل میں گاہے گاہے نئے شعرا کی نعتیں شائع ہوتی رہتی ہیں خصوصاً ایران
کے حالیہ انتخاب (۱۹۷۷ء) کے بعد ایرانی شاعری میں مذہبی رنگ ابھر رہا ہے لور دوسرے مذہبی مضامین کے
ساتھ نعت رسول ﷺ کا موضوع بھی زور پکڑ رہا ہے۔“ (۱۱۱)

مندرجہ بالا حوالوں میں زیادہ تر نعت گوئی کی بات کی گئی ہے کیونکہ ان اہلِ قلم نے اپنی تصانیف کو نعت ہی کے بیان تک محدود رکھا ہے۔
ان اقتباسات میں حوالہ کا ذکر نہیں ہے۔ اسی لئے ہمیں یہ عرض کرنا پڑا کہ اگر فارسی شاعری کا لور قدیم سے جائزہ لیا جائے تو عہد کا فردا خیر و سامنے
آتا ہے لور موضوعات و مضامین و اسالیب کے تنوع کے ساتھ حوالہ کی گاہے گاہے نعتیہ ہر عہد میں ہمارے دلان لکھ و فکر کو بالائیل کرتا ہے۔ وہی
نعت کی بات، یہ درست ہے کہ ابتدائی دور میں اس طرف رجحان کم ہے لیکن بعد میں تو لور کثرت کے ساتھ مجتہد و محنت رسول ﷺ کے گہرے
آہ و بکا سے لور اق شعر معمور ہیں۔ معذرت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ہمارے بعض نقاد یا محققین اگر ابتدائی مشوہوں کا بھی بھرپور مطالعہ کرتے تو نعت
رسول ﷺ کے موتیوں کی آب و تاب کا جائزہ لور ان کا دلان نظر نہ پڑتی۔

اب ہم بہ ترتیب لور، مختلف اہم شعرا کی حمد و نعت کا ذکر ان کے شعری انتخاب کی صورت میں پیش کرتے ہیں:-

فارسی زبان میں شعر کی حمد و نعت کی مثالیں

فردوسی عہد غزنوی کا شاعر۔ مدت حیات (۵۳۵۰ تا ۵۴۱۳ھ)

ہمارے سامنے شاہنامہ فردوسی پہلا عہد الکتاب ہے توسط انتشارات سعدی جلد اول کا آغاز ص ۲۳ سے ہو تا ہے اور حمد سے افتتاح کلام ہے۔ "ہام ایزد حمید و صریا" کے عنوان کے تحت حمد یہ اشعار چند بریں درج کئے جاتے ہیں:-

ہام خداوند جان و فرد — کزیں برتر اندیش برنگزرد
خداوند ہم و خداوند جا — خداوند روزی وہ رہنا
خداوند گیان و گردوں سپر — فرد زندہ باد و نامید و مر
زہم و نشان و گوی برترست — نگارندہ بر شدہ گوہرست
ستون نداند کس لورا چوست — میں مدگی رہباید ست بست
ترا در بر کہ دلا در — ز دانش دل در درنا در
ازد بپہ گوہر آمد چہار — بر آوردہ فی رنج و فی روزگار
یکی آتشی بر شدہ تنہاک — میاں باد آب از برترہ خاک
چو زیں بخوری مردم آمد پدید — شد این مدہا را سراسر کلیہ
سرش راست بر شد چو سرہ بندہ — بختہر خوب و خرد کارہ
تورا در گیتی بر آوردہ اند — چندیں میاںچی ہروردہ اند

ان حمدیہ شعروں میں سادگی اور بے تکلفی ہے اور دل کی بات زبانِ قلم تک کسی لفظی تراش و معنوی تصنع کے بغیر آتی ہے۔ اشعار میں خدا کی عظمت و قدرت کو اس کی خلاقیت کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ نیز یہ کہ ذات الہی ہی شرف انسانی کا مبداء ہے اور انسانی علم و دانش و خرد جس کے باعث ہمیں تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے، اسی کے صدر و حکمت و علم کا منبہ ہے۔
حمد کے فوراً بعد (ص ۲۵) "در ستائش پطیر چنگیز" کے عنوان سے یہ نعتیہ اشعار ہیں:-

چو خواہی کہ پال ز بر بد رہا — بر اندر ہادی ہام پلا
ہوی در دو گیتی نہ رہنگار — گو ہم باشی بر کردگار
بختہر پطیرت روم جوی — دل ز تیرگی حاہیں آب شر

تمام سلسلہ "خیر کا سرچشمہ اسوہ رسول اور تعلیمات و ارشادات پطیر چنگیز" انہی کے اہتمام سے ہی سے نجات ملتی ہے اور انہی کی اطاعت انسان کو نیکو کار بناتی ہے۔

جلد دوم (ص ۲۰۳) کا آغاز بھی حمد یہ اشعار سے ہے:-

ہام خداوہ خورشید و ماہ — کہ دل را با مش خرد داو راہ
 خداوہ ہستی و ہم راستی — خواہد ز تو سکری و کاستی
 خداوہ کیوان و بہرام و شید — کزو بست امید و ہم و نوید
 ز گردنہ خورشید تا تیرہ خاک — ہماں بار و آب آتش چھانک
 چ ہستی بزدان گواہی دہند — روان ترا آشنائی دہند
 سوی آفریندہ فی نیاز — اباہ کہ باشی ہمہ در گداز
 ہم لو فی نیاز ست و ما بندہ ایم — نرمان و رایش سر لشکرہ ایم

مظاہر فطرت کے حوالے سے اس کی شان خدائی و حکمت انتظامی کا ذکر اور اس کی حکمت و کبریائی کی گواہی کے ساتھ ساتھ انسان کی ہمدگی۔
 سر لشکر کی اور اطاعت کا ذکر ان اشعار کا مضموم و منشا ہے۔

ان اشعار کے بعد نعت نہیں ملتی۔ نیز جلد سوم و چہارم اور تھقات بھی حمد و نعت سے خالی ہیں۔ (۱۱۲)

عہد سلطنتی جو پانچویں اور چھٹی صدی ہجری پر پھیلا ہوا ہے، پہلے ادوار کے مقابلے میں حمد و نعت کے لئے کہیں زیادہ سازگار ثابت ہوا۔ اس میں ابویس اور حیات و کائنات کو جہاں ایک جانب فلسفیانہ نگاہ سے دیکھنے کے رویے کا رواج ہوا، وہیں صوفیانہ ذوق فکر کو بھی پایہ کی ملی۔ جہاز سے حقیقت، شہود سے غیب اور صفات و تجلیات کے حوالے سے ذات الہی تک رسائی کے مذاق میں اضافہ ہوا۔ اللہ کے ساتھ اس کے پیغام پر اور رسول ہدایت سے بھی گہری لڑ چٹاپ و دن چڑھا اور محبت و اطاعت رسول ﷺ کو محبت و اطاعت الہی کا سیدہ قرار دے کر ثنائے رسول ﷺ پر بھی توجہ منعطف ہوئی۔

اس عہد میں بابا طاہر عریاں، ابو سعید ابو الخیر، عبد اللہ انصاری، حکیم عمر خیام، ناصر خسرو، امیر معزی اور سنائی اپنے دور کے نامور شاعر ہیں جن کے یہاں دینی شاعری کا رجحان پختہ اور بوجہ نظر آتا ہے۔ تاہم سنائی اس عہد کے حوالے سے سب سے اہم شاعر ہیں جنہیں ہم حمد و نعت کا نام دے سکتے ہیں۔

بابا طاہر عریاں ہمدانی مدحیہ دوہتیاں دیکھئے:-

خداوند را ہر یاد و لم رس — کہ جس قوی مو حکم میں
 ہمہ گوید طاہر کس نذرہ — خدا کہ ہاں چہ حاجت کس
 انہی را ہر حاجم در فراہم — = دانی حاجم را سوچہ داہم
 اگر ہواہم حاجت رواہی — وگر محروم سانی سوچہ داہم
 مو از تلا فی تشویش ویرم — گنہ از مدگ درواں کش ویرم
 اگر لا سھلوا دسم نگیرد — من از یا ولما اندیش ویرم
 صبرا بحر صبرا = و نیم — + دریا بحر دریا = و نیم

ہر جاہل کو دور و دشت — نکلنی از قہر عاقل و دہم

(۱۱۳)

حکیم عمر خیام (۳۰۸ھ تا ۵۱۵ھ)

عمر خیام کی یہ رباعی بلا واسطہ حمد و نعت کے ذیل میں آئی ہے۔

ساقی قدمی کہ بہت عالم غلات — جز روی تو نیست در جهان آب حیات

از جان و جان و ہر چہ در عالم بہت — مقصود توئی و ہر محو صلوات

(۱۱۴)

ابو سعید ابوالخیر ولادت ۳۵۰ھ

رباعی :-

یاد رہے : زکرم روی برویم بجا — رہائی کہ در و نجات باشد جہا

مستغنی از ہر دو جان کن ہر کم — جز یاد تو ہر چہ بہت مدد دل ما

احمد جام شمدہ پیل (م ۵۳۶ھ) ان کا دیوان فکر سے گزرا۔ تمام تر غزلیات سے پر ہے۔ تذکرہ نویس بالعموم ان کا ذکر نہیں کرتے نیز حمد و نعت کے موضوع پر لکھی ہوئی کتب میں بھی ان کا نام سامنے نہیں آیا۔ اس کے علاوہ ان کے مطالعہ دیوان سے اندازہ ہو گا کہ ایک نہایت پختہ فن نویسندہ خیال شاعر ہیں۔ تمام کلام صوفیانہ مذاق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ وحدت الوجودی ہیں لیکن ساتھ کے ساتھ منصور حلاج جیسا لانا و لا یخوری کا حامی ہے جس میں مجذوبیت اور وارفتگی کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ حوالہ کی کے ساتھ "مدح لانا" کا رنگ ہے۔ البتہ نعتیہ اشعار میں مجب جذب و معنویت کا نگاہ ہے اور ان شعروں میں جذبہ خیال کا کیف اور اسلوب کا امتیاز نہایت دلکش ہے۔ حمد و نعت کے اشعار دیکھئے۔ نیز ذیل ان کی گونج بھی سنئے :-

ساقی سر مست یاد آمد در جام ما — نوش شدہ آشکار کردہ اثر نام ما

بہلہ از ہوشم از سخن کبریا — یہ طبیعت شدہ بکبریا نام ما

جمال لم یزل نقشند ملک قضا — عشق کردہ مصور بلور عارض ما

کجاست چشم نہ میں کہ روی ما وند — ہیئت صورت ما در وجود این اشیا

مہم در جملہ موجودات پیدا — ہم در کسوت آدم ہویدا

مہم جز من و گر کسی نیست موجود — کہ ظاہر گفتہ ام در جملہ اشیا

مترجمہ ذیل غزل انہی کی ہے جس کا ایک شعر کشمکش نے حکیم ابوالخیر نے شہرت دے رکھا ہے :-

مزل عشق از مکانی دیگرست — مرد سنی مانکان دیگرست

آن فقیرانی کہ میں جا ہی دوںدے — ہر کی صاحب قرانی دگرست
 ہر بازار صرافان عشق — زبیر ہر دلدی جوانی دگرست
 کشکان عجز تسلیم را — ہر نہی از غیب جانی دگرست

(۱۱۶)

نعت:

ای صدر دیوان رسل ، وی شیخ تبع انبیا — خورشید تخت سلطنت ، جشیہ تخت کبریا
 طف و ہمیں نام تو ، انا فتحنا کام تو — ابرام یکسر رام تو از آفرینش فی سما
 نعتن ملک ، حاجت قر ، مرست علم جوزا کر — قسمت قرین ، یارت فقر ، دست قدر ، محبت قضا
 اقبال و جام ما تو ی پشت ، بنام ما تو ی — ہم طرہ غولہ ما تو ی ، دریاب آخر کار ما

سنائی (۵۴۵ھ) حکیم سنائی نے اپنی شاعری کا آغاز قصائد سے کیا اور مدح سلاطین و امرا کو اختیار کیا۔ آخر محنت الہی نے طبیعت کو
 صلب کیا۔ مدح بے جا سے کنارہ کش ہوئے، طلب بل دزدی جائے جمیع حقیقت کی رو میں قدم رکھا۔ استغنا کا جوہر پیدا ہوا اور یہ مسافر تصوف کی
 منازل سے آشنا ہوا۔ قول مقبول یکسہ عشق، امیرن کے جن تین نامور شاعروں نے تصوف کو اپنے کلام میں باقاعدہ موضوع بنایا اور اس پر ضخیم کتابیں
 لکھیں، ان میں سب سے پہلے سنائی ہیں۔ ان کے بعد عطار اور جلال الدین رومی کا نام آتا ہے۔ چنانچہ مولانا بدو م لکھتے ہیں:-

”عطار روم یاد سنائی دو جنم تو — ما تو پی سنائی و عطار آدمیم“

سنائی نے فقیرانہ قصائد کے علاوہ زیادہ تر مثنوی کو اختیار کرنا شروع کیا۔ حدیث حقیقت، طریق تحقیق اور سیر العباد ان کی مثنویاں ہیں۔ وہ پہلے
 شاعر ہیں جن کے یہاں حمد کے ساتھ ساتھ نعت ایک مراد کا مقام لگ کر صورت میں پیدا ہوئی ہے۔ ان کے یہاں تصوف کے جو ایسے ہیں عرقان و
 محنت کے مضامین ملتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیث قدسی، قصہ و تمثیل، دینی و علمی اصطلاحات کی کثرت ہے۔ ان شادانہ تعلیمات نبوی کی تبلیغ ہے۔
 شعر کے جملہ فنی اور معنوی محاسن سے ان کا کام نڈ ہے۔ ہذب دل، سوز عشق اور جذبہ اثر سے سنائی کی شاعری مملو ہے۔ سنائی کا اسلوب حکیمانہ،
 فلسفیانہ اور صوفیانہ اجزا کا خوب صورت اختراع ہے۔ حدیث سنائی کا ہارہ کیجئے تو اس کا باب اول در توحید باری تعالیٰ ہے جو ۱۴ اشعار پر مشتمل ہے۔

چند اشعار:

ای درون پرور درون گزری — دی فرد عشق فی فرد عشای
 خالق و رازق زمین و زمان — مانع و ناصر کین و مکن
 عرش تا فرش جود مبدع تست — عقل بدمع یکسر سرع تست
 وعب اسفل و مطم الالہاب — عشی النفس و مبدع الاسباب
 باقضاء عقل و نفس و حواس — کی توین یاد کردگار شناس

خاقانی: ۵۵۲۰ تا ۵۹۵۵ء، شعرائے آذربائیجان میں ایک ممتاز شاعر۔ خاتمہ ان بادشاہی حکومت۔ ایران کا ممتاز اور مشہور قصیدہ گو۔ اپنے امتیاز کے سبب اہل علم کے لئے شانِ الحرمہ عربی زبان، اسلامی تاریخ، علمِ ریاضت، علمِ طبابت پر عبور۔ اصطلاحات علمی اور تسمیعات کے بے تکلف استعمال پر قدرت۔ ۵۵۵۱ء میں مطرغ پر رون ہو الورج کی چوری رو دو لوشوی تھمہ العراقین میں قلم بند کر دی۔ اس میں مکرمہ اور مدینہ منورہ کا ذکر بھی ہے جس میں نعت و ثناء رسول ﷺ کے عمدہ نمونے موجود ہیں اور اس روحانی و وجدانی سفر میں جو مشاہدات، تھکین و اردات اور روحی کیفیات ظاہری ہوتی ہیں ان کا نہایت موثر اظہار کیا گیا ہے۔ اس کی مثنوی اور نعتیہ قصائد حمد و نعت کے سفر کی خوشرفت ہے۔

یہ مثنوی پانچ مقالوں پر مشتمل ہے: (۱) توحید و ثنا (۲) اپنے سوانح حیات (۳) بعد ان، عراق اور بغداد کا بیان (۴) مکرمہ کا ذکر (۵) مدینہ منورہ کا ذکر۔

پروفیسر ضیاء احمد کے حوالے:

”سر دفتر امین معضوی اور سر آمد عاشقان نبوی ﷺ خاقانی شروانی کا نام اس سلسلے کا واسطہ العقد اور حروفہ الناج کہا جائے تو بے جا نہیں۔“

ایک نعتیہ قصیدے کے چند اشعار:

زحرم نکالم از مرہ در نہم تا و دن --- طوفان خون ز عروا صبا بر تورم
دریای سید موج ز نذر آب آتشین --- تا بخش کعب لولوی لالا بر تورم
بر آستان کعبہ صفا کم خمیر --- ز د نعت مصطفیٰ سرکا بر تورم
دیباچہ سرا جہ نکل ، خولید رسل --- کز خدش مراد منا بر تورم

در ملک تو عقل پر تدبیر --- در بیم تو روح پاشنی گیر
ارواح ، علم پر سپاہت --- جبریل برید بارگاہت
حق ہم زبانی تو ساخت الحق --- شب چتر سیاہ ، روز برق
طرف کمر فراست ہادیہ --- بیروزہ چرخ و لعل خورشید
تا کوس تو صورت بیخ گاہ است --- بر چرخ صدای لا الہ است

مثنوی تھمہ العراقین

نعت:

در دامن دریا آل مقرر --- نہ چرخ نہ عقد ایست کمتر
بر دریا کہ دست کبریا یافت --- خاص از ہی قد معظی یافت
خمیر زود شرع در جہان --- جیل اللہ الہیں خدائش

معراج:

میدان لال ندیده باری — در پشت فلک چو ساری
 در دای قدس بی کشیده — در کعب فی جنت رسیده
 بشیده خود بزار اشارت — لا احصى رانده در عمارت

مکه مکرمه:

سحر دوی ز دره عالم — نگه است ز بحر اسم اعظم
 رشوی کشاد از احرامش — در حای بیشت جز هاشم

کعبه:

ای قصب مراد جان مردی — گردد چو مات نقش مردی
 ای پاک سلاله کرم — در پنج زمین ز صلب عالم
 در بمل قرار عالم از نت — اجزای زمین زانم از نت
 هر لعل کمی ز منزل خاک — از هم بشود ملاحظه خاک

مدینه منوره و روضه مطهره:

بخت ابرامش ز روی تقیم — خوانند خدیج بخت اعظم
 حق مقصد بودج رسالت — آن سبیل مویک جلال
 دهرش جهان فرد نهاده — آن روح چو رود نهاده

مرقد معظم:

بینی حرم محمدی را — در آنگه سر سرمدی را
 در شمس و هکیمه مغرب پاک — نه تجرد خاص نه الاک

خطاب و عرض به حضرت رسول ﷺ

ای خلیل دمی و تالی علم — ای مایل بدل و عالم علم
 ای نقد ذات بر ده عالم — قائم بهم تو ذات آدم
 اناس تو از نسیم و گلش — سطر پ برده ز روی آفتش

خواجہ فرید الدین عطار در مغول (وفات ۱۲۴۷ھ)

حمود لغت کوئی کا ایک معتبر نام۔ صوفیان و مارکان اسلوب بیان۔ کام میں عشق و سر مستی اور جذبہ و کیف کارہاں۔ مہار و نور دل شیش زبان۔

دل سوزی اور شینگی سے لبریز اشعار۔ فقید قسامہ کے علاوہ ان کا قصص، ان کی معرفت سے معرود مثنویاں منطلق الطیر، اسرار و غیرہ، منظر الجہنم، انبی
حمد اور وصیت حمد وغیرہ ہیں۔ منطلق الطیر ایک تشبیلی مثنوی ہے جس میں بیرونی زبانی اسرار و معرفت کے نکات بیان کئے ہیں۔ منطلق الطیر کا آغاز یہ
سے ہے۔ یہ حمد یہ اشعار ۷۵۱ ہیں۔ چند اشعار:

آفرین جان آفرین پاک را — آنکہ جان عطیدہ مشحون خاک را
عرش را بد آب بچار لو نداد — خاکیان را عریر باد لو نداد
در کجودش روز و شب خورشید و ماه — سودہ پیشانی خود در خاک را
بر چہ هست از کشت باقی تا مباد — غلغله ذرات بر ذائقش مگر
جہاں چہ در حق رفت و تن زود نداد شد — مثل دلوش تا بدو پیوستہ شد
در تر از علم ست و بیرون از بیان — زانکہ در قدوسی خود بی نشان
و بھرم شو زانکہ مگر آدم — دو لقمہ دو گرچہ بی گاہ آدم

ص ۱۸ پر "در نصرتہ المرسلین و خاتم النبیین ﷺ" کے تحت ۱۱۳۶ اشعار حمد رسول پر ہیں۔ مثلاً

خولجہ دنیا و دین، کج و وفا — صدر و پدر بر دو عالم مصطفیٰ
آلہب شرع و دربان یقین — نور عالم، رحمتہ للعالمین
ہاں پاکاں، خاک جان پاک لو — جہاں رہا کن آفرینش خاک لو
صاحب معراج و صدر کائنات — سایہ حق، خولجہ خورشید ذات
بر دو عالم سے فزاں لو — عرش و کرسی قبلہ کردہ خاک لو
صترین و بھترین انبیاء — رہنمای اصفیاء و اولیاء
بر دو گیتی از وجودش نام یافت — عرش نیز از نام لو تمام یافت
حق چہ دید آں نور مطلق در حضور — آفرین از نور لو صد ہر نور
آفرینش را بزرگو مقصود نیست — پاکدامن تر ازہ موجود نیست
بعت لو شد سر گھوٹی ہاں — اسب لو بھڑکن آسمان
یا رسول اللہ میں در نامہ نام — باد و کف، خاک و سر نامہ نام
وحد را کس قوی در ہر نفس — من علوم در دو عالم جز تو کس
ما جہم این ست ای عالی مگر — کز سر فضل کی بر من فکر

چند خوب کے بعد ص ۳۹ سے حضور علیہ السلام کی شفاعت کے بارے میں اشعار ہیں۔ مثلاً

سو عالم خواست از کردگار — گفت کام اتم بر من گزار
تا نیلہ اطالی بچ کس — بر مکتا و مست من یک نفس

حق تعالیٰ گھس ای صدر کھد — گر پ بلی آں مٹاو فی شد
 تو یاری تہب آں جریں شوی — شرم داری دزمہاں پناں شوی
 من چہاں ی خواہم ای عالی کمر — کز گن شہاں ہم ترا نمود خبر
 تو مت پا درمہاں و رو در کنار — کار است روز و شب ہامن گزار

(۱۱۵)

”اسرار نامہ“ میں سے چند محریہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ص ۱۰۳ پر مرقعہ درجہ دوم و سیر سالک ۱۲۱ اشعار ہیں۔ مثلاً

یکی دریای فی پلایان نہونہ — دزان دریا ری ہاں کشونہ
 دریں دریا کہ فی قمر و کھارست — چاہب در چاہب فی شہرست
 زنی دریای فی پلایان و اسرار — کہ فی سرور و فی نون پدیدار

ان اشعار کے بعد یہ چند ہے کہ نیک اعمال کی کاشت کرو تا کہ آخر میں ان سے شریاب ہو سکے۔

برای آں فرستونہ این بہت — کہ تا امروز سازی برگہ فردت
 اگر بیرون روی ناکشت دانہ — تو خوشی داد رسوا ہدوت

ص ۲۱۹ پر مرقعہ ہات کے طور پر ۱۱۳ اشعار ہیں۔ مثلاً

گو گفت است آں درویش عالی — کہ من خواہم بہ چہ نہ حق تعالیٰ
 یکی در خوب مرگہ ہا سلامت — دوم در مرگ خواب تا قیامت
 سوم چہی کہ گفتن را نشاید — چہویم من کہ در گن نیاید
 نہ لوندا بخت دل قوی ہد — کسی کز ما بہ نیکی کند ہد
 قربی نور ہد آں پاک دانی — کہ این کوچہ را گوید دعای

(۱۱۶)

وہاں مظاہر ایک اعلیٰ فکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ عطار کے یہاں غزلیات کا آغاز محو و نعت کے حجاز سے نہیں ہوتا۔ البتہ درمیان غزل و مرقعہ تصوف کے مضامین اور اخلاق و ہندو سوغات کے خیالات پائے جاتے ہیں جن میں کسی یا واسطہ اور کسی یا واسطہ محو و نعت موجود ہے۔

از غیر خیرا کن ، با دوست تو لا کن — مراد سر الا کن ، مقصود نہ لا این ست (غزل ۹۵)
 ہر کسیدم بیع معین لا برائی ہر بیم — فی دہلی گردن حق بیولا فی زدم (غزل ۵۰۷)
 ای روی تو آلب کونین — ہدی تو طاقی قاب تو سین (غزل ۲۸۵)
 ہر چہ ست دوست ہر چہ ست قوی — تو قوی و تو دوست نیست دوی (غزل ۸۵۰)

اس دوجان میں قصائد بھی شامل ہیں مثلاً قصیدہ دول میں ذات و صفات ان کی تجید و توصیف، صنایع الہی کا ذکر، کلمہ الہی کی دریافت میں غرور اور ایک کاپیان ہے۔ بحر نعت حضور ﷺ، معراج اور خلائے راشدین کا ذکر ہے اور قصیدے کے اختتام پر ہر گام الہی میں بحر و اسناد ہے۔

اس قصیدے سے جتہ جتہ چند اشعار:

بہان قادی کہ مناقش نہ کہرا — خاک بلزی فہم مثل انبیا
گر صد ہزار قرن بر طلق کائنات — قدرت کیمہ در صفت و عزت خدا
آخر ہ بحر معترف آید کالی الہ — دانستہ شد کہ سچ ندانستہ ایم نا
بہان صافی کہ کشاید ہ بر شمی — از روی لعیان فلک نیگون خطا
چاہد در صحت معظنی مگر — تا نور شرع نہ شود ہر د مقلدا
چون من بسند زہی مقرر نہ کنہ نویش — ای و بکیر طلق پہ ہاست ہر مکر

دوجان کے آخر میں ترجیعات ہیں ۸۳۴ سے ۸۵۴ تک
یہ رنگ بھی ملاحظہ کیجئے۔

نعت

زہی خاک ورت تر پاک اعظم — طفلی وجودت علی عالم
اگر ہام حق ہست محبوب — کرا باشد مسلمان مسلم
اگر در نعل آیم تا قیامت — ندامت گفت یک وصف کرامت

(۱۲۱)

نظمی گنجوی (۵۹۹۵ ۵۳۵)

حروف نعت کے حوالے سے نظمائی گنجوی ایک اہم اور عظیم شخصیت ہے۔ اس کے قصائد اور خصوصاً مثنویوں میں حمد و نعت کا ایک کثیر و قیمتی اور خوش قسمت ذخیرہ موجود ہے۔ نظمائی کے جذبات میں گہرائی اور خیالات میں رفعت موجود ہے۔ اس کے اسلوب میں چارہ کاری ہے۔ کسی بھی خیال کو اچھوتے انداز میں بیان کر چارہ شعر کو فنی اور معنوی حسن سے آراستہ کر جان کی قدرت فنی اور کمال شعری کی دلیل ہے۔

نظمائی کی دودھی شریعت کی اساس ان کی پانچ مثنویاں ہیں جنہیں قصہ نظمائی کہا جاتا ہے۔ عام یہ ہیں۔

عزیز الاسرار، خسر وہ شیریں، لعلی مجنوں، ملت بیکر اور سکندر رحمہ، نیز شرف نامہ اور غرور رحمہ

مثنویوں کے اشعار کی تعداد اٹھائیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

نظمائی کے بعد بھی کئی کئی نظمائی کے معیار کی رفعتوں کو نہ چھو سکا۔ نظمائی کے یہاں زور کلام اور جوش بیان کا یہ عالم ہے جیسے کوئی سمندر غماض میں نہ رہا ہو۔ اپنے ہر لفظ اسلوب کے محاسن میں وہ تشبیہ و استعارہ، مرقع نگاری اور جزئیات نگاری سے احوال کی لطافت کو مسرور و مجسم کر دیتے ہیں۔ ان کے معراج ناموں میں یہ خصوصیات اخصائے کمال کو چھوٹی ہیں۔ نعت کے حوالے سے انہوں نے ملت کی اجتماعی آشوب نگاری بھی کی ہے اور

حضورِ بزرگوار کی بارگاہ میں استقامت اور ہمت کو کے درد انگیز مضامین بھی باندھے ہیں۔ اس آشوب نگاری میں انہیں اولیت کا مرتبہ نہ سہی، بلکہ انہی انہوں نے اس مضمون کو وہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اس سے زیادہ بلند ہی ممکن نہیں ہے۔

ہم انکساری کی شاعری کو فاری حمد و نعت کا ارتقا کہہ سکتے ہیں۔

مخزن الاسرار: آغاز حمد سے ہے۔ ۵۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ پھر فوراً ص ۳ پر "مناجات الاول، در سیاست و قریب دہاں" ۹۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ ص ۵ پر مناجات دوم، اور عشق و طویز دہاں، (۱۳ اشعار) ہیں۔

نذکورہ بالا حمدیہ اجزاء سے چند اشعار:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ————— بست بھید در کج حکیم
 فاتحہ قدرت و ختم سخن ————— نام خداست برو ختم کن
 ای ہم ہستی ز تو پیدا شدہ ————— خاک ضعیف از تو توانا شدہ
 ما ہم فانی و بجا اس تراست ————— ملک تعالیٰ و تقدس تراست
 از پچی قست این ہم امید و صم ————— ہم تو بہ حشای و بہ حش ای کریم
 چوں فلم از سخن خام خویش ————— ہم تو ببارز بہ انعام خویش

ص ۱ سے نعت کا آغاز ہے (۲۵ اشعار) فوراً بعد ص ۷ پر در سحران کے عنوان سے ۶۸ اشعار ہیں۔ پھر ص ۹ سے ص ۱۳ تک مسلسل چار

نعتیں ہیں جن کے اشعار ۱۲۲ ہیں۔

نعت کا دلکش و دلکش رنگ دیکھئے:-

۱۰ دریں گنبد فیروزہ بخش ————— تازہ ترخی ز سرائی بہشت
 رسم ترنج است کہ در روزگار ————— شیش وہ میوہ پس آرد بیدار
 حسن نہ صبر بہشت اخروں ————— ختم رسل و خاتم مطہران
 اہم مرسل کہ خود خاک دوست ————— ہر دو جہاں سے فزاک دوست
 ای مدنی در قح و کمی طلب ————— سایہ نشیں چند در آفتاب
 گرمی از مر تو موی مید ————— در گل تر ہانغ تو ہی مید
 شہر آزا باب آمد قفس ————— ای ز تو فریاد و ہلداد رس
 سوی ہم رہی مشیں در عرب ————— در دو روز ایک و شہد شب
 ملک بر تروی و جہاں تازہ کن ————— ہر دو جہاں را بند از تازہ کن

اول بیت مرچہ بنام تو مست — نام تو چوں قافیہ آخر لغت

معراج کی کیفیت دیکھئے :-

بنم شی کاں ملک بنم روز — کرد رواں مشعل گیتی فردز
ن ملک از دیدہ واریش کرد — زبرد و مد مشعل واریش کرد
نصف شب آگدہ ز ملک لیش — عقل مد فکدہ سم مرکبش
در شب تار یک بدایں اتفاق — بدن شدہ پایہ پای بدایں

بفت مکر کا آغاز محبت ہے (۵۸ اشعار)، بحر نعت و غیرہ (۳۳ اشعار)، بحر معراج (۷۸ اشعار)

حمد ”بنام ایزد بخشنده“ :

در بدایت بدعت ہر چیز — در نہایت نہایت ہر چیز
ای بر آئندہ سحر بند — انجم افروز و انجمن پیوند
آفریدہ خداداد جود — مبدع و آفریدگار وجود

نعت:

عقل لایس مذکار — خاتم آخر آفرینش کار
نو بر بارگہ بقوت چرخ کمن — زو الہی عقل و حاجت عن

معراج:

چوں عجیبہ در جہاں تاجش — تحت در مر نمود معراجش
سر بلبلش را ز پایہ پست — جبرئیل آمد بدایں پست
گفت بر باد نہ بی فانی — تا زمیخت گردو افلاکی
بحرول از سماک پرخ سمند — قدسیں را در آہ سر پہ گنبد
عطر سایان شب کار و اند — بزر پوشاں در انتظار تو اند
آہاں را بایہ پایہ خویش — طرہ نو کن ز جعبہ سایہ خویش

شرف نامہ : حمدیہ آغاز (۹۶ اشعار) بحر تخلیق خدا کے گونا گوں مظاہر گاہیان، بحر مناجات (۳۳ اشعار)، بحر نعت اور معراج (۲۵ اشعار)

اشعار مشتمل —

حمد:

خدایا جہاں پرشای تراست — ز ما خدمت آید خدای تراست

قوی مدرسین دانش آموز پاک — دانش قلم رانده در لوح خاک

نعت:

فرستاده خاص پروردگار — در ماندن بجای استوار
محرر ازل تا لبه هر چه هست — به آفرینش هم در نقش هست
چنان دگر عالم به تا بید — شکست کن روز هم و امید

معراج:

در کس جا که اندر چه بیدار — در روز و محرم و قبول از عباد
نگاهی که بی آلت آمد شنید — لقای که آس رویی در دید
دانش نور فیض انبی گرفت — شبی عمر تا به شای گرفت

خودنامه

در (۲۸ اشعار) بنیاد پر گامی تعالی (۲۸ اشعار) نعت و تفسیر اکرم (۲۸ اشعار)

نعت:

بدو بچ پاره را درو نیست — فرد من در این حکمت آگاه نیست

نعت:

محرر که بی دعوی تحت و جان — ز شامی به مشیر من عروج
فلا کفتم آس شام مدور سر — که هم در روز و هم وقت گیر
عش محرم وقت افلاک در — برش صاحب جان لولاک در

(۱۲۲)

لیلی مجنون

محبوب — ۱۰۵ اشعار

نعتیه — ۳۳ اشعار

معراج — ۲۶ اشعار

محبوب (در بیان طالع و حدوث آفرینش و آقاوندان) — کل ۱۰۰ اشعار

محبوب (استغاثت از خدا) — نام کتاب

نمونه اشعار:

ای نام تو بیزین آغاز	—	فی نام تو بند کی گم چ
ای داد تو مونس روانم	—	باز نام تو نیست در دہانم
ای کار کشای بر چ	—	نام تو کلید بر چ
ای سر ترا ناز مطلق	—	و از سر تو کائنات شفق
تو پیش کاہل فرامد شک	—	و ایام عاش ستاند از چنگ
و باز دو از دو قہولم	—	و دوست و ترست رسولم

نفت:

ای	شاهزاده	ملک	بستی	—	سلطان	خود	چهره	دستی
ای	کشم	چیران	مرسل	—	علوای	همین	د	لول
ای	خاک	تو	توچای	—	روشن	ه	چشم	آفرینش

مستراج:

آسانی	معرای	تو	معالی	معرج	تو	معالی
نماده	پار	مهر	کشاده	نیزیت	از	بخت
خوانده	الله	معلک	مانده	مهریت	از	جبریل
خوانی	آردی	آل	اشی	حضرت	از	قرعت
آسجیت	توقیع	کرم	جویت	از	گفت	گلزار
نگار آن	نهر	چو	رشتکاران	درات	آورد	

(177)

خسر و شیرین: آواز میں مصلحت: تمام جہان پاک، در توحید باری عزاسمہ در استدلال غرور توفیق شکست، آمرزش خداست۔ یہ سکل ۳۵۱۱
اشعار ہوئے

ان حمدیہ شعروں کے بعد لغتِ رسول اکرم ﷺ ۳۳ اشعار، معراج و تہمید ۳۳ اشعار۔

حمدية اشعار (انتخاباً) :

خندل‌نوا در توفیق بکلی — نگاهی را رو مصطفی بنا
 دلی ده که حقیقت را بخاید — زبانی کافرینت را سرایه
 ده تا غیب را بر خاطرم رلو — بهر تر چپندم دست کوچه
 ز هر شمع که بودی روشنایی — لاحدا پیش پایی کوهی

کہ نہ غامی چو گل رنگی بر آرد — کہ نہ آبی چو ما نقش آرد
 تو با چندین عنایت با کہ داری — ضیعاں را کہا شائع مزاری
 بدیں امید ہنی شائع دور شائع — گرم حای تو ما را کرد محتاج
 دماغ دور مدہم را دوا کن — دواش نہ خاک پای مصطفیٰ کن

نعت:

محمدؐ کا فریش بہت خاش — بہاروں آفریں بر بہان پاش
 چرخ افروز چشم اہل نقش — طراز کارگاہ آفریش
 ریاضیں طش باغ صبح گاہی — کھید مخزن منج اہلی
 بمعنی کیبای خاک قوم — ہودت توتیای چشم عالم

معراج:

محمدؐ در مکان فی مکانی — چہ آہ نشان فی نشان
 کلام سرمدی فی نقل شہید — نہ لہوہ جہاں را فی بہت وہ
 خطاب آمد کہ اہی مقصود درگاہ — ہر آن حاجت کہ مقصود است اور خواہ
 گنہگارن است را دوا کرد — نہ انیش جملہ حاجت حا دوا کرد

(۱۲۳)

جلال الدین رومی (دور مفلول) ۶۰۳ تا ۶۷۲

مولانا رومی کی مثنوی صوفیانہ، مافاتہ اور حکیمانہ ذاتوں کا ایک نیا دور تجربہ ہے۔ بلاشبہ یہ مثنوی تشبیلی ہے ایسے بیان، محنت سے اور دکاوت، قصص کے ذریعے اخلاقی اور باطنی حقائق کا استنباط کرتی ہے، اس کے باوجود یہ انداز سے دینی، معاشرتی (اجتماعی اور نفسی) مسائل و مسئلہ جات پر ایک سیر حاصل نظم ہے جس کا ایک طرف تو مقصد فرد کا تزکیہ باطنی ہے، دوسری جانب فرد اور جماعت کے باہمی ربط کو دستور کرتے اسلامی معاشرے میں دین و شریعت اور خلق و عدل کا ایک مثالی ماحول پیدا کرتا ہے۔ مولانا رومی خود صوفی تھے اور صاحب دل و صاحب عشق تھے، اس لئے انہوں نے تجلی، روحانی اور وجدانی سطح پر اپنی کیفیات و حسیات کو مشغوم کیا ہے اور تاثر آفرینی کا ایک جہان آباد کر دیا ہے۔ انہوں نے امت مسلمہ کے احوال، مسائل کو اپنے سامنے رکھا اور اسرار اور موز کے شعری پردوں میں اخلاق و موعظت کے ذخائر بے لکڑا مہر لگا دیا۔ اس مثنوی کو جو کہ ایک جانب قرآن و حدیث اور تعلیمات اہل و علمات نبوی ﷺ کی شہری تصویر ہے اور دوسری جانب اخلاق و موعظت، فکری تربیت اور کردار سازی کی ایک آفاقی نمائندہ محنت ہے۔ عالمی ادب میں پندرہویں، مشرق و مغرب کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے، اس کی شرحیں لکھی گئیں، تعلیمی اداروں کی ہر سطح پر اس نے عوامی اجزاء کو شامل نصاب کیا گیا۔ بعد کے شعرا اور مفکرین کے افکار پر اس کا گہرا اثر پڑا چنانچہ ہمارے یہاں اقبال اس کی سب سے بڑی مثال ہے جس نے افکار رومی سے اثر پذیر ہو کر اپنی شاعری اور پیغام کے ذریعے محمد حاضر میں قومی انقلاب پیدا کیا اور امت مسلمہ کے گمراہ عمل کی راہ میں چراغ فروزا ہے۔

مشق کے چہ دفتر ہیں اور ہزاروں اشعار پر مشتمل ہیں۔ اس میں شعوری طور پر جمالیات کا عنوان جہاں اشعار نہیں ملتے۔ البتہ مولانا ہادی قصہ و تمثیل کے ضمن میں موقع محل کی مناسبت سے حمد یہ اور نعتیہ اشعار کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ تقاضہ کہ اور امت نہیں بلکہ بواسطہ ہوتا ہے اور حکایت کے ضمن میں آتا ہے۔ ہر جگہ ایسے اجزائے حمد و نعت میں اسلوب صوفیانہ اور مہر خانہ ہوتا ہے اور حکیمانہ روش کی مثالیں بھی ہاتھ آتی ہیں۔ دفتر ناول کے آغاز یہ ہی میں "نے" کے تمثیلی بیان میں بال فریق بند کیا گیا ہے اس کے پردے میں وصال کی تمنا اور محبوب حقیقی سے رشتہ کی آرزو ملتی ہے اور ایک طرح سے حوالہ کی فضا مرتب ہوتی ہے۔

متم ہیں نی چوں حکایت می کند ——— از جدائی حاکمیت می کند
گزینہاں را مرید و اند ——— از نفیرم را و آن مالیدہ اند
چشم عشقت کاندہ نی زند ——— پوشش عشقت کاندہ می زند
جملہ معشوق ست و عاشق پردہ ——— زندہ معشوقست و عاشق سرور

و غامت ضرور ہاں ہے اولی کے تحت یہ اشعار دیکھئے :

از خدا خواہم توفیق لب ——— لب لب محروم شد از لطف رب
از لب پر نور گفت است این قلک ——— از لب معصوم و پاک آمد ملک

فرستادن شاد و سولان چہ سرقد :

عشق آں زندہ گزیر کو باقی است ——— کز شرب جانفزایت ساقی است
عشق آں بحر میں کہ جملہ انہیا ——— یقینہ از عشق و کارو کیا

حکایت مرد و عورت و طوطی میں یہ نعتیہ اشعار

نعتیہ ——— و مسلمہ القہر کذابانہ ——— مر محمد الاول و لایب مانہ

یہ آئینہ میں اختلاف و صورت و روش است فی در حقیقت رلو :

حدیث

صد ہزاروں بحر و مای در وجود ——— جہدہ آرد نقش آں اکرام و جود
تا نشان حق ندادہ لو بہار ——— ناک سر حا را نساؤ آشکار
مرحبا وی را کند فطش خمیر ——— مائلاں را قہر لو کردہ ضریب

اعتراف مریدانہ غلو و ذریعہ میں جبر و اختیار کے اشعار دیکھئے :-

حدیث

بیش قدرت غلط جملہ ہادہ ——— مائلاں چوں بیش سوزن کارگہ
گاہ نقش رخ و گاہ آرم کند ——— یاد نقش شدنی و گاہ لم کند

تو ز قرین ہر غول تعبیریت — کلمہ از ما دہمت از دہمت

نعت مصطفیٰ کہ مذکورہ در انجیل :

نعتیہ

خدا در انجیل ہم مصطفیٰ — آن سر بخیریں . ہر مہا
حاکمہ نصرانیوں سے ثواب — یوں رسیدہ می ہوں نام و خطاب
بہر دولہائی ہوں ہم شریف — نہ اندی ہوں دہمت لطیف
ایمن از ہر امیران و وزیر — در نام نام احمد مسخیر

نظر کردن شیر در چاہ — (حمدیہ)

تو یون با دنیا آب شور — تا شود این ہر عالم جملہ شور
آب دنیا جملہ در فرمان تست — آب و آتش ای خداوند کن تست

تفسیر ماشاء اللہ کان (حمدیہ)

ای خدا ای فضل تو عابت روا — با تو یار چچ کس نبود روا
قہر و عسست آمد جان من — در حاش از ہوا وز خاک تن
قہر و کس در ہوا شد پاک رحمت — تو عزیز قدرت تو کی کرخت

مہر فرمودن اعرالی زن خود را (حمدیہ)

اندوین عالم ہزاروں ہانور — ی زہ خوش بیش فی زہر و نند
ہر ی گوید خدا را لافند — نہ درخت و درگ شب تا ساخت
ہم ی گوید خدا را عنایب — کاہن روزی نہ تست ای عیب
ہم جس تو پند گیری تا بہ کل — شد عیال اللہ و حق نعم العمل

دفتر دوم یا فتن پادشاہ باذرا (حمدیہ)

رحم موقوف آن خوش گویہ حالت — چون گشت از ہر رحمت موع غایت
تا مگر یہ فضل کی جو شد لہجہ — تا مگر یہ لہجہ کی شہد چمن

دفتر سوم باز جواب انبیاء علیہم السلام ایشان را

نعتیہ

انبا محمد نویدی بہت — فضل و رحمت حاکم باری فی حدست

از چنین حسن نشاید تا امید --- دست در فزاکب این رحمت زبید

دفتر چہارم تفسیر یا ایہا المزمحل

نعتیہ

خواند منزل نبی را زین سبب --- کہ بدوں آئی از ہمیں ائی یا اللہ
سر معش اندر ہمیں و رو ہوش --- کہ جہاں جہی ست سرگرداں تو ہوش
ہیں مشو پنہاں ز تک مدی --- کہ تو داری شمع و می شمعش
فی فردقت روز روشن ہم شب است --- فی پناہت شیر اسیر ارب است
باش کشتی ہاں دریں بحر صفا --- کہ تو نوح ہائی ای مصطفیٰ
خطر وقتی ، غوث بر کشتی توئی --- چہ روح اللہ کنن نما روی

دفتر ششم سوال سائل از مرغی کہ مدرسہ شری نشستہ باشد

نعتیہ

لو شیعہ این جہاں و آں پھل --- این جہاں زی دین و آزمای جہاں
این جہاں گوید کہ تو رحمتی نما --- و آں جہاں گوید کہ تو مصلحتی نما
پیشہ اش اندر عسور و در کون --- اهد قومی فانہم لا یعلمون
باز گشتہ از دم لو ہر دو باب --- در دو عالم دعوت لو مستجاب
ہر این خاتم شدست لو کہ ہر --- مثل او نہ یار و نہ خواہند یار
در کشادہ فتم حا تو خاتمی --- در جہاں روح حشاں خاتمی
حست اشارات محمد المراد --- کل کشادہ اندر کشادہ

(۱۲۵)

سعدی شیرازی: ولادت ۷۰۶ھ - دور مغول کی آمد آفریں اور آفاق گیر شخصیت۔ گلستان اور بوستان ان کی شہرہ آفاق تصانیف۔ معلم الاخلاق کے سرچہ بہ قارئین۔ نثر ہوا نظم، دونوں کے وسیلے ہے اخلاق آموزی اور کردار آفرینی کا عمل۔ سعدی نے مختلف ممالک کے تحت نظر اور نظم میں حکایات بیان کی ہیں جن میں اخلاق و حکمت کے خزینے کھردیے ہیں اور ان سے مستفید ہونے والے ہیں۔ رہتی دنیا تک مسافرانِ حیات کو سعدی کی تعلیمات چرخ و کھاتی رہیں گی۔ سعدی نے ایک تو حکایات کے ضمن میں جڑی حور اور جڑی نعت کے اشعار کہے ہیں۔ دوسرے اپنے قصائد و منظومات میں حمد و نعت کے موتی پروئے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے نعتیہ مزاج کی غزلیں بھی کہی ہیں۔ ان کے یہاں بالواسطہ حمد و نعت کے بہت سے اہلِ موتیوں کی غزلوں کی طرح بھرے پڑے ہیں۔ صاحبِ عشق تھے۔ سترے نظر، دل اور ذہن کو کشادگی بخشی تھی۔ سترہائے حج نے ذہن و فکر کو روحانی شادابی سے معمور کیا۔ سعدی کی نثر ہوا نظم، فصاحت و بلاغت کی جان ہے۔ اسی سادہ و شیریں، دل گداز اور دل کشانہ انداز میں ان کی حمد و نعت کو دیکھنا

ہا ہے۔ سعدی کے بارے میں چند آراء عقیدہ کی جاتی ہیں۔

"تمام کلام میں غلوں اور جذب کی کیفیت نمایاں ہے۔ جہاں شیخ نعت رسول مقبول ﷺ لکھتے ہیں یوں محسوس ہو رہا ہے گویا الفاظ سے بہار و جگر ہے ہیں۔"

(تذکرہ نعت گو بیان اردو، الزیلعی شہاد، ص ۱۰۷)

"سن کے اشعار بڑے معانی، پر سوز اور اثر میں اویسے ہوئے ہوتے ہیں۔ سبک الفاظ اور خوش آہنگ ترکیبوں سے شاعر کلام کو ترنم و ریتم کا کردار اور حال کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ فن کی نعت بلیغ العلیٰ تکمال پر جو کثرت سے تھمیں نہیں گئی ہیں۔ اس سے اس کی مقبولیت خاص و عام کا اندازہ ہوتا ہے۔" (۱۲۶)

"شیخ سعدی کا نعتیہ کلام حضور اکرم ﷺ کی ذات سے عقیدت و محبت کے عنصر سے معمور ہے۔ فن کے نتیجہ اشعار کی زبان پاکیزگی کے بحر سے متصف ہے۔" (۱۲۷)

"غزل کی طرح سعدی نے نعت کے میدان کو بھی بہت وسیع کر دیا۔" (۱۲۸)

وستان سعدی کا بیجا ہمارے پیش نظر ہے۔

آٹھارہویں صدی ۳۸ ہجری اشعار بحر سرگزشت کے عنوان سے عارفانہ اشعار (۲۰)۔ بحر نعت پیام اکرم ﷺ (۲۳ اشعار)۔ بحر دعا کے ۴ اشعار۔

بحر نعت کے ۸ اشعار ماسی طرح جو سنان کے ہاں ہم کا آغاز مناہات سے ہے جس کے ۱۱ اشعار ہیں۔ درمیان "مثل" شامل ہیں۔

چند اشعار جستہ جستہ :

مقام خدایہ جاں آفریں	—	علیم سخن در زبانی آفریں
قدوس حمد و تحمید	—	کریم خطا بخش پرورش پذیر
سر پادشاہان گردن فرار	—	پرگاہ نور زمین نیاز
دیکھن قدوس جانا و پست	—	ہر عیب در رزق پر کس نہ مست
اوسم زمیں سطرۂ عام دوست	—	ہرین خوان یغیا چہ دشمن چہ دوست
پرگاہ عطف و درگوش و	—	درگاہ غلام و درگاہ ز سر
خود ماندگان را بہ رحمت قریب	—	تضرع کس را بہ رحمت مجیب
دہد غنیمت را صورتی چوں پری	—	کہ کردست بہ آب صورت گری
مہیا کند روزی را دہر و سور	—	وگر چند لی دست و پاند و زور
نہ بہ لوح و نقش پر سرخ دہم	—	نہ در قلم و صفت رسد دست فہم

نعتیہ:

غلاف عیبر کسی رو گزید	—	کہ برگز سمزل نوحہ رسید
پہرہ سعدی کہ رنہ صفا	—	تو اس وقت جز دُر بی مصلی

کرم المسحبا جمیل الشیم — لی البرایا شفیع الامم
 لام رسل ، پیشوا کیل — انما خدا ، سید جبرئیل
 شفیع الوردی فوئد بحث ، نشر — امام طہدی صدر دہقان مشر
 نبی کی ماکرہ قرآن درست — کتب خانہ چند ملت بہ قس
 پر صیغہ در افواہ دنیا لکھ — نزول در ایوان کمرنی قلا
 شعی بر نشست از ملک برگشت — چہ حکیم و بہ از ملک برگشت
 پیش گرم در صحر قمرت داند — کہ در سدرہ جبریل ازہ باز ماند
 بد گفت سلام صحت الہام — کہ الی حاصل وقی برتر غرام
 بکنا فراز عالم — ساندہ کہ نیروی عالم لمانہ
 اگر یک سر موی برتر پام — فردغ جلی مسودہ پام

دعائیہ :

خدا حق بنی غافر — کہ بر قول ایہی کی غافر
 اگر دعوت رو کی در قول — بر دست و دلائل آمل رسول

(از دیباچہستان سعدی)

قیامت سعدی صحیح محمد فردا کی تو پہلے تصادم سانسے آتے ہیں۔

میں ۳۲۸ پر پہلا قصیدہ ہے جو ۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ جو میں ۲۵ لغت میں ۷ اشعار، آخر میں مناجات ہے۔

قصیدہ :

شکر و سپاس و منت و عزت خدای را — پروردگار خلق و خدوہ کبریا
 شاہیں بر آستان جلال نہادہ سر — کہون کشاں مطہر و کیخسرواں گدا
 چندیں جزو سکہ طہیری زود — لول بیام آدم و آخر بمصطفیٰ

نعت : در نعت تو زبان فصاحت کرا رسد — خود پیش آفتاب چہ ہو تو وہ سا

مناجات : کہ خلق بحکمہ بر عمل خویش کرانہ اند — ادا میں است رحمت و فضل تو متکا

میں ۳۳۷ قصیدہ در ستائش حضرت رسول ﷺ کی ۱۲ اشعار

محمد کر شاہ فضل کو بر خاک ہر خاطر — کہ باد قطرہ در حال دریای غم گردو

میں ۳۳۸ قصیدہ در توحید :

فضل خدای را کہ تواند نہ کرد — تا کیست آنکہ شریکی نہ جزو کرد

ایک قصیدے میں جو در وصفِ بھارت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بلدِ ازل کے قلعے نہ کہ بکل و لعل — — — — — ایشیائی سر و لاشائی بید
گہ و دریا و درختوں کے در نیچ — — — — — نہ کہ جس شخص نے اس میں

میں ۱۹۵۷ء میں ایک قصیدہ درپردہ و موصوفہ میں بالفاظِ خدا کے اس کے استعارے ہیں۔

ای کہ چند وقت و در ازل — — — — — عمر ایشیائی بچہ بچہ دریا

یہ اس کے اشعار کے ہیں۔

یہ اور لی بھارت بھارت — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی
یہ وہ بھارتی بھارتی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی
بھارتی بھارتی و ایشیائی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

میں ۱۹۵۸ء سے "بھارت" کا آغاز ہوا ہے۔ پہلی فرسٹ اسٹیم ہے۔ دوسری فرسٹ اسٹیم ہے۔

میں ۱۹۵۳ء فرسٹ اسٹیم میں (دوسری فرسٹ اسٹیم ہے۔

میں ۱۹۵۴ء میں پہلی فرسٹ اسٹیم کے درمیان ۱۹۵۵ء میں

میں ۱۹۵۶ء میں پہلی فرسٹ اسٹیم ہے جو ۱۹۵۷ء میں

میں ۱۹۵۸ء میں پہلی فرسٹ اسٹیم ہے جو ۱۹۵۹ء میں

اول و آخر نام بھارت — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی
اکبر و اعظم، بھارتی عالم و آدم — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

بھارتی

یہ فرسٹ اسٹیم بھارتی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی
بھارتی بھارتی و ایشیائی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی
بھارتی بھارتی و ایشیائی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

بھارتی: بھارتی بھارتی بھارتی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

بھارتی: بھارتی بھارتی بھارتی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

بھارتی میں ۱۹۵۷ء

بھارتی پہلی فرسٹ اسٹیم ہے جو ۱۹۵۸ء میں

بھارتی و بھارتی بھارتی — — — — — بھارتی بھارتی و ایشیائی

خدا کر تو سعدی را برلی — قطع کرد روغن مصطفی را
 محمد سید رسالت عالم — چراغ و چشم جلد انبیا را

صاحبہ (ص ۸۲۶) در ستائش پیغمبر ﷺ — کل ۲ اشعار

تسلی غم رسالت پیغمبر علی — قطع کرد قیامت و عمر محمد
 اگر نہ واسطہ رومی و موسیٰ لودوی — فدای خلق تکلفی قسم و لیل و ندر

اس کے بعد

لی ہنر و چراغ علی بنی — تسود و نمود آفرینش
 در دست تو لا نی سعدی — خود دست تو و زبان سعدی

(۱۲۶)

کریما: آغاز میں محمد کے صرف تین اشعار ہیں :-

کریما — حقایق و حال ما — کہ محکم اسیر محمد ہو
 محمد یوم غیر از تو فریاد رس — توی مایہی را خطا عشق و اس
 محمد را ما را ز رلو خطا — خطا در مکرر و توحم لیا

شای پیغمبر ﷺ میں صرف تین اشعار ہیں :-

نبی در وہاں تا او پاکیز — کجائی محمد و وہاں
 صیبہ خدا و اشراف انبیاء — کہ عرش مجیدش و وہاں
 سوار جہانگیر بکریں رقی — کہ بحرشت از قصر نبلی رقی

اس کے بعد دیگر مضامین ہیں۔ خطاب بہ نفس اور مدح کرم اور مصطفیٰ ستائش اور مصطفیٰ طاعت و عبادت اور نصیحت شکر۔ جو سب سے انبیاء میں محمد اعلیٰ ہی کے واسطے اشعار ہیں۔ پھر مصطفیٰ حق تعالیٰ کے متواہن سے اشعار ہیں۔ پھر "سبح امید از مخلوقات" ہے۔ کریما کے انسانی تین اشعار درج ہیں :-

شہائی محمد و جہاں ای ہر — عظمت و محمد و محمد و محمد
 مکن بکچھ در ملک و فرماندگی — کہ ہمارے چوں فرماں رسد ہاں وہی
 مٹ دل میں دہر و پاکدار
 نہ سعدی ہمیں یک غم یاد دار

ظاہر ہے کہ پند و موعظت کے یہ اشعار بھی مصطفیٰ ﷺ کے ضمن میں آتے ہیں تو ایک طرز سے محمد ہی ہیں۔ (۱۳۰)

سعدی کی حمد و نعت کا یہ باب خوش اہم نام نہیں ہو گا جب تک کہ چند اشعار، گستاخ سے بھی یہ نظر نہ کر دے کہ ہائیں گستاخ نثر میں ہے۔

لیکن ہر شاعر سے اس کو مزین کیا گیا ہے۔ ان اشعار میں جزو (بالواسطہ اور بلاواسطہ) خود لغت کی سنگ ہے جو غیر فارسی آکھنوں کو روشن کرتی ہیں۔

قصیدہ:

لا دست و زبان کہ بر آید — کز عہد و شکر او بر آید
 مدد ہاں کہ بہ تکمیل خویش — ہند بہ رنگ و خدائی آورد
 درت سزادار خداوندیش — کسی عنوانہ کہ جہاں آورد
 ای کریں کہ از خزانہ قیب — کبر و ترسا و خلیفہ خور واری
 دوستان را کجا کی محروم — تو کہ با دشمنان نظر واری
 کرم بین و لطف خداوندگار — گنہ مدد کردہ است و لا شر مدد
 ای برتر از خیال و قیاس و گمان و دیم — دوزخ چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
 مجلس تمام گفت و باثر رسید مر — ما ہم چہاں در لول وصف تو مانده ایم
 حاصل نشود رشای سلطی — تا خاطر مدگان تجوی
 خواہی کہ خدای بر تو حشہ — با خلق خدای کن گوی
 زورت از پیش ی دور با ما — با عہد ہم قیب وہی نرود
 زور بندی کن بر تل زبں — تا دہای بر آہیں نرود
 ہ ہر آن چہاں روزی رساند — کہ دانا اندر ہی میری رساند
 ہ در کعبہ ساقی دیدم — کہ ہی گفت ی مگرستی خوش
 من گویم کہ عالم ہ چہاں — علم حق ہ کہ ہم سخن
 در بہت مدوی خود از مردم — تا عیب عسکر ہ را
 در بہت چہ سور ، عالم القیب — دانای نون و آفتاب
 شمع شمع می کریم — جسم و جسم و جسم و جسم

نعتیہ:

چہ ہم دوزخ است را کہ دوزخ چہاں تو پیشی
 چہ پاک از سوز بر تن را کہ باشد نوح سختی

اور آخر میں وہ قطعہ جو ایجاز و بلاغت کا شاہکار ہے اور جس کی شہرت و قبولیت ہماری حد تصور سے باہر ہے اور جو فی الحقیقت دنیا میں
کی زبانوں میں کے کے تمام سرمایہ نعت میں گور بے مثال اور لعل بے بہا کی طرح درخشندہ اور حیات افروز ہے، پیش کیا جاتا ہے :-

بلغ العلیٰ بحکمالہ --- کشف الدجی بحمالہ
حسن جمیع حصالہ --- صلوا علیہ و آلہ

(۱۲۱)

نثر الدین عراقی ۶۰۶ھ تا ۶۸۸ھ

صوفیانہ اسلوب کا شاعر، قصائد اور غزلیات کے بھاری بیج ایسے ہیں جن میں حقیقی کے مطابق بیان کرتا ہے۔ اس کے قیامت، قصائد،
مصححات، تزیینات، ترجیحات، غزلیات، رباعیات، مثنوی نامہ، یادہ نامہ اور نعت پر مشتمل ہے۔ عراقی کی نعت میں داخلی کیفیات اور مذہب و مکتب کا
رنگ ہے۔

عراقی کے تصوف کی اساس قرآن و شریعت پر ہے۔ اس کے مطابق نعت و ثناء میں حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ، خلق عظیم اور ختم المرسلین
کے پہلو ملتے ہیں۔ اس کے نزدیک حضور علیہ السلام سے منیت اور ان کی اطاعت ہی دین کا اصل مرکز و محور ہے۔ عراقی کی نعتوں میں فریاد و استغاثہ
بھی ہے جس میں درد مندی اور دردا گیزی پائی جاتی ہے۔

برہ قصائد میں ص ۷۳ پر ایضاً نعت کے ۱۲۹ اشعار ہیں۔ چند اشعار یہ نظر ہیں :-

نعتیہ :

ما شئت یون بر در دل معن سودا ز مند
آنچه سودای جہاں در دل شیدا ز مند
رحمت عالم . رسول اللہ تہ کو قدسیں
ہر ارش بیگ لومی اللہ ما لومی ز مند
میں شہنشاہی کہ ہر اقصاء انبیا
عقدہ فزاک لوان عروۃ الوثقی ز مند

ص ۷۵ فی التوحید

نعتیہ :

ای جلالت فرش عزت جہدوں انداختہ
میں نور تابشی ہر گن فکان انداختہ
بجست عالم ؟ نیم زور در فضای کبریات
آفتاب قدرت تابی ہر آن انداختہ

ترجیحات ص ۱۱۹ آنحضرت پر مشتمل۔

ای زود خیمہ سداث و قدم --- در سرا پادہ دہر و دم

جز تو کسی و قلم و مداد تو نیست — ام توئی راز تویش را حرم
 تو تو غالب نبوده ام یک دور — تو تو خالی نبوده ام یکدم
 چوں جی مت در بر کسوت — اشک است در بر عالم
 کہ این تو تو در جوں کس نیست
 جز تو سوخا باداں کس نیست

میں ۱۵۱

یا جزو این جنس زلزل و زلزل — در سما صرفت جلال است
 کہ زما نہیں طلب درو کس — نور تو در ہاں ما ہاں است

میں ۱۹۳

ہمیں باد کاغذ جام کرنے — ہنم مسو ساقی وام کرنے
 جتنی ہر کا دور دل و — ہم کرنے و عشق ہم کرنے
 جو خود کرنے دلا تو ہمیں فاش — مرانی را چرا چہم کرنے

عشاق ہند یا وہ نامہ : آغاز حمد سے کیا ہے کل ۱۶ اشعار ہیں۔

حصہ :

ہر کہ ہاں درد و دواں درد — واجب است آنکہ درد ہاں درد
 ہم تو جہ کردہم اہ — مصمم لم یلک و لم یولد
 آنکہ داخل ہی مت در قہو — الذی لا الہ الا هو
 مستحق ز آب و خاک و آتش و باد — ہم بر طول و عرض و حق و دہ
 چوں شد در خاک تیرہ غایت تن — کرد ہر شہر دور ہاں روشن

میں ۳۳۰ در نعت مصطفیٰ ﷺ ۱۱ اشعار ہیں۔

نقل کن در ہاں فکر بدیں — مصطفیٰ را دیکھو عشق ہی
 قصہ و قصود و آرز و دل — ولین خلق و انوریں مرسل
 پادشاہ و یار ہود و دود — مصمم علم و عالم قصود
 مہر و مہر و مہر و دل — چہند آب زندگانی دل
 سوائے خاتم الرحمن — عالم علم علم القرآن
 پارکش آلب و ہدہ سبیل — روی را دیکھو و شو واللہ

محمود شبستری وفات ۱۷۲۰ھ

مشوی گلشن راز ایک معروف مشوی ہے۔ سب تحریر یہ ہے کہ حضرت محمد بن زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اور عظیم امیر حسین صہبائی ہروی عراقی نے ایک سوال نامہ ارسال کیا اور تصوف، عرفان اور حقائق دین کے بارے میں سوالات کئے۔ یہ مشوی جواب نامہ ہے۔ گلشن راز کی بحرین شرح محمد لاہیجی نے کی جو شائع ہو چکی ہے۔

علامہ اقبال نے اس مشوی کی چار سو پندرہ سوالات و مسائل اٹھائے اور مشوی سے جوابات فراہم کئے۔

محمود شبستری ایک عارف و اہل سنت، ایک حکیم شائستہ، ایک فقیہ بھی اور ایک دانشمند کم نظیر تھے۔ مشوی کا آغاز حمد سے ہے۔ اس کے بعد نصرت رسول ﷺ ہے۔ پھر لویائے کرام کا ذکر ہے۔ پھر سب نظم کتاب لکھا ہے اور آخر میں سلسلہ سوال و جواب مکمل مکالمہ تحریر کیا ہے۔

حمد کا نمونہ :

ہم آنکھ ہاں را قدرت آموخت — چراغ دل نور جان بر افروخت
ز گمشدہ ہر دو عالم مکت روشن — ز لعل خاک عالم مکت روشن
تو ای کہ در یک طرفہ العین — ز کاف و نون پر تو کونین
ہو قاف قدر نقش دم بر قلم زد — بزبریں نقش بر لوح عدم زد
از ایں دم مکت پیدا ہر دو عالم — در آں دم شد بویا جان گویم
در آدم شد پر یہ ایں محل و حمیم — کہ تا دانت ازاں اصلو ہم چیز

نعت :

دریں رو انبیا چون ساربانہ — دلیل رہنمای کاروان اند
و از پیش نید ما مکت سالار — ہم نو لول ، ہم نو آخر دریں کار
احد در ہم احمد مکت ظاہر — دریں دور لول آمد میں آخر
ز احمد تا احد یک ہم فرق ست — جہانی اندر آں یک ہم فرق است
ہر دو فتح آمد پایان ایں راہ — در نو حزل شدہ لوح علی اللہ
شدہ نو قش و دلا جملہ در پی — گرفت دست ہاننا دامن دی

(۱۳۳)

امیر خسرو وفات ۷۰۵ھ

امیر خسرو ایک ایسے شاعر ہیں جن کو ایران و ہند دونوں مقامات پر یکساں شہرت و عظمت ملی۔ ایرانیوں نے ان کی زبان دہلی اور شاعرانہ کلمات کا اعتراف کیا ہے۔ انہی دو ممالک پر اکتفا نہیں، تمام دنیا ان کی عظمت کی معترف و مداح ہے۔ ان کا کلام، شعر و نثر کا سرمایہ اعتبار و افتخار ہے۔ وہ خواجہ نظام الدین لولیا کے مرید اور نذیران خاص میں تھے اور اس فضائے فن کے مزاج کی ساخت اور ان کی دل گداز نگہی میں اہم کردار نو اکھیا تھا۔ وہ سراپا عشق و عقیدت تھے اور سوز و گداز کے سانچے میں اعلیٰ ہوئے تھے۔ صوفی تھے اور اپنی ہی دولت قلبی کا اعتبار اپنی شاعری میں کرتے تھے۔ سادگی

پر کاری اور اثر انگیزی میں ان کے کام کی نظیر مشکل ہی سے پائے گی۔ شاعری کے تمام تر ملی اور معنوی محاسن سے ان کے کام ملبوس ہے۔ دو چتر آفرینی کے اعتبار سے قانع القنوب ہوئے کامر تہہ رکھتے ہیں۔ ان کے قصائد، مثنویات اور غزلیات میں حمد و نعت ملتی ہے کہیں بالاقلام، کہیں جزوی طور پر۔ حمد و نعت میں ان کے دل کی رُخس، عشق کی صداقت اور پچی و مردات قلبی کا اعتماد، مژدہ دل و فیروزہ دل و ریو کی کیفیت پیدا کر تا ہے۔ ان کی شاعری اور خصوصاً حمد و نعت کے بارے میں چند آراء سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

”خسر و کا نعتیہ کام غلو، ریش، تڑپ، درد اور سوز سے ملبوس ہے۔ لفظ کے ذریعہ سے ہر کارنہ موسیقیت ان کا ہونی کر شہ ہے۔ ان کا غزل اپنی سادگی اور اثر آفرینی میں سعدی کے رنگ سے جاملتا ہے۔ ان کے کام میں نعتیہ مضامین کا مٹی قرآن اور حدیث ہے۔ جذب، کیف اور مستی شاعری کی باطنی کیفیت کا آئینہ دار ہے جو عشق و رسول ﷺ نے پیدا کی ہے۔“ (۱۳۴)

”وہ ایک مستقیم اللہ صوفی تھے۔ صاحب سراج، صاحب دہر اور صاحب حال تھے۔ ان کے نعتیہ کام خصوصاً نعتیہ غزلوں کو اسی خصوصیت کے سبب صوفیانے کرام کے حلقہ باندھے سراج میں مقبولیت رکھتی ہے۔“ (۱۳۵)

”حضرت امیر خسرو کی نعتیہ شاعری نے اردو کے عام خاص دونوں طبقوں کو متاثر کیا ہے۔ حلقہ خاص میں ان کی مقبولیت مطالعہ کے ذریعہ اور حلقہ عام میں شکر سراج کے ذریعے ہوئی ہے۔“ (۱۳۶)

”تقریباً سب (مثنویوں) میں مثنوی گوئی کی نگاہ و روایت (حمد و نعت) کو قرار دیا ہے۔ کچھ حصہ مثنویوں میں ایک کی جائے درد و نعتیں بھی ہیں۔“ (۱۳۷)

آئیے اب خسرو کے کام سے حمد و نعت کا احسا کر میں

غزل کی مثنویاں : مطلع الانوار۔ ۲۰ ابواب پر مشتمل۔ مثلاً توحید، امر کان اسلام، علم کے فوائد وغیرہ

شیریں خسرو۔ آغاز میں حمد و نعت و مہابات وغیرہ۔

مجنون و بلی۔ آغاز، حمد، نعت، مہابات، مدح و ثناء وغیرہ۔

آئینہ سکندری۔ حمد، نعت، ہواقت و معراج۔

ہشت بھشت۔ حمد، نعت، مہابات۔

ان کے علاوہ مدح و الثناء جس میں ہلال الدین فیروز، غلی کی مدح، فتوحات اور معجزات کا ذکر ہے، اس کا آغاز بھی حمد و نعت سے ہے۔

نہ پسر جس میں مہرک شاہ غلی اور شہرہ و خسرو دہان کی فتوحات و فیروز ہیں، اس کا آغاز بھی حمد، نعت، معراج و فیروز سے ہے۔

غزل کی مثنویوں کا اہم اثر اور اختتامی شعر :

مطلع الانوار :

الحمد لله الذي استبصر قلبی بکلمہ قدیم — بسم الله الرحمن الرحيم

و کہ در زبانت گویا دگر اسلام — وای علیکي رسد و السلام

شیریں و خسرو:

خودنما دلم را خشم بجای — سراج تحمیل دلم بدای
چو بد خسرو سر آید زنگلی — گناہش منور کن بانی تو دلی

مجنون و لیلی:

ای دادہ دل فریادہ راز — مثل از تو شدہ فریادہ پرواز
ایں بندہ سرائی آفرین باد — اشد اندک ہم چنین باد

آئینہ سکندری:

جہاں پادشاہ عدالت تراست — دل تا لب پادشاہی تراست
رسید از این جان خسرو تمام — بیک زلمہ کن کار لو را تمام

بہشت بہشت:

ای کشاکشہ غزالہ بود — نقش چو کدو گاو بود
نمہ لو کہ جز چاش باد — در قیامت کلمہ لافش باد

نامہ سکندری معروف بہ سکندرنامہ خسروی

آغاز میں مصر کے ۱۳۶ اشعار۔

میں ۵ پر لغت کے ۱۴۹ اشعار۔

میں ۶ سراج کے ۱۳۸ اشعار۔ مثلاً

نعتیہ:

رسولِ قوی بخت و آفکد — حکمت درست و حکم استوار
محمدؐ منور لائوردی سرمد — نثر و گفت ہستی قدرت پانچ
دوروزما شرع دایت فرلا — معج لک مگر کہلای دلت

سراج:

رسید از لک یک فرسخہ بی — لک وار زو چرخ دور گردوی
بدلتی ز لغت سبک کام تر — ز خورشید آمد روشن اندام تر
دیں دغش دغشہ بدشد چہاں — کہ از لکایں در کشیدش چہاں
سوی مایکی شد کہ عالم نماد — دویم در چہاں سایہ ہم نماد
چہاں کرد بد شاخ قرب آشیان — کہ خود ہم نہ بگید اندام چہاں

تحفة الصغر، وسط الحیوة، عرکة الکمال، جہ نعتیہ سے معروف نعت کے (مختصراً) جستہ جت اشعار :

حصہ پہ :

نہاں کہ نہ در معنی قید مکتور است — ز ہر شکر و پاس کی جہاد است
 یہ بر عیندہ "دک" است نور حرکت — نوشتہ چوں حبشہ بروی دہار است
 ای ز خیال مادیں، نہ تو خیال کی رسد — با صفت تو عقل را لایب کمال کی رسد
 فکر کبریائی تو بہت فراتر از خیال — عالم مادہ آں ہوا فی ہر و ہال کی رسد

نعتیہ :

ای دل وہاں مانده خیر و ہوی جاں طلب — در قس فی درد ایہ "درہاں طلب
 مست شہ ای ہوشیار یک ازین باد نیز — از تدرج مصطفیٰ جبرہ اصم طلب
 ہمہ "مرسل کز" د پرخ علم یافتہ — ہذا نلک الرسل لعل لاد یافتہ
 کندم آوم بجز مکت مصطفیٰ ست — بجز ہم نلیل طاس حدس واضح
 ہم کہ وہ ہمہ است چوں ہر ہری — ہست "عقل" اسہ نامہ پیغمبری
 ای رسالت را علم افزائش — ہست "جمع شریعت" آفت
 نہ کہای پرخ را خیالہ صنع — عالم ہر کھشت ہر داشت
 زنی از جہ قرآن ہمہ ہر ایہ دشت — ہست "نور علی" مشورہ شکیبیت
 زنی روحش ز رویت علم بخش — وجودت کیبائی "آفرینش
 چہ ہند مردم را لا خاک پایت — "ہاشد" سرما "عین" "القیاس
 ای "ہ" "گردوں" بدلت "ہیئت" — وی "ہ" "فرزالت" "ہ" "کون" "توہد"

(۱۳۴)

در توحید انبیت، خاصہ عالیہ کی است کہ کسی دیگر میں نور عیان کی کند

تقریر "عقل" "تخورد" "مابین" — "ہ" "ہ" "روئی" "آہان"

(۱۳۵)

خسر و کی دو مشورہ و معروف و مقبول نعتیں :

ای چرا زبانی تو رنگ جان توہی
 ہر چند "صفت" "ہیثم" "ہ" "حسن" "لعل" "زبانی" "توہی"

آفاق حاگردیدہ ام ، مہر میں درنیدہ ام
 مہر خوبیاں دیدہ ام ، تو چڑی دیگری
 من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو چان شدم
 تا کس گویہ بعد ازین من دیگر تو دیگری
 تو از پری چایک تری و ز برگ گل نازک تری
 از ہر چہ گویم بگری خفا چایک دلبری

خسرو فریب است و گدا ، افتادہ در شہر شہا ————— باشد کہ از ہر خدا سوی فریبان بگری

نمی دانم چہ منزل یاد شب ہای کہ من یادم ————— ہر سور قصہ بسمل یاد شب ہای کہ من یادم

لوغزالذکر نعت نمی دانم چہ منزل یاد کے بارے میں یہ اختلافی رائے موجود ہے کہ یہ کلام خسرو کا نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے کسی بھی شعری مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ بعض مآخذین یا محققین نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہے یا اسے خسرو ہی سے منسوب کیے رکھا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر فرہان فتح پوری نے اسے خسرو ہی سے متعلق قرار دیا ہے۔

”ایک دو تو ایسی ہیں کہ آج بھی ہمارے ادبی و شوق سے ہر صوفی اور سنی جاتی ہیں۔ ان کی دو غزل نما نعتیں حسن و اثر کے لحاظ سے عجیبہ فریب ہیں۔ (دونوں کے مطلع اور مطلع درج کئے ہیں جن میں مذکور نعت بھی شامل ہے۔“ (۱۳۱)
 ”یہ غزل جس کا مطلع و مطلع یہاں تحریر کا کٹھا جاتا ہے اپنی مقبولیت، شہرت کے باعث تو انوں اور مغنیوں کی محفل میں دوسری سنی اور خدادیدہ آگرتی ہے کہ جی بھوم بھوم اچھا ہے۔“ (آ کے اسی غزل کا مطلع و مطلع ہے۔) (۱۳۲)
 ڈاکٹر خواجہ حمید بزدلی کہتے ہیں۔

”عجب ہے کہ خسرو کی یہ غزل اس کے کسی بھی مجموعے میں (خودادہ نو منشور سے شائع ہوا ہے یا مطبعی قیصر یہ دہلی سے یا دیگر لمینڈ لاہور سے) نہیں ہے حالانکہ یہ قول سے قول اسے بطور نعت ہی گاتے ہیں۔ البتہ ارمغان پاک میں اس کے چند اشعار مولف نے جمع کر دیے ہیں۔ اس نے یہ کہاں سے لئے، اس کا کوئی ذکر نہیں۔“ (۱۳۳)
 ”قاری نعتوں میں امیر خسرو دہلوی کے نام سے ایک مشہور نعت (خدا خود میر مطلع یاد...) مختلف کتابوں میں ان کے نام سے شائع کی جا رہی ہے۔ حسنین کاظمی نے تو اپنے مضمون میں اس نعت کے دو شعر نقل کرنے سے پہلے یہ بھی لکھ دیا ”امیر خسرو ایک رات قتل سردار اصفیا میں حاضر ہوتے ہیں اور اسی ملکوتی مجلس سے جس کی صدارت صدر مرید لولاک ^{مطالعہ} کر رہے ہیں، ان نعتوں سے ملامت ہو کر آتے ہیں۔“ البتہ مرزا مقبول بیگ بہ عثمانی اور ڈاکٹر عبدالغنی اپنے انتخاب نعت میں اس نظم کے چار شعر شامل کر کے حاشیے میں لکھتے ہیں، عام طور سے مشہور ہے کہ یہ نعت امیر خسرو کی ہے لیکن یہ ان کے کسی دہان میں موجود نہیں۔ سید ضیاء الدین دہلوی نے خسرو کی چار نعتیں اور ایک نعت شامل انتخاب کیا ہے لیکن ”شب ہائیکہ من یادم“ شامل نہیں کی۔ اس سے یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ شاید ایراق میں یہ نظم خسرو سے منسوب نہ ہو۔“ (۱۳۴)

ایک دلچسپ لیکن لاعا حاصل بحث

لغویہ سرمایہ کی تحقیق، تنقید اور تعریف، تالیف کرنے والوں میں سے بعض اصحاب ان نین لہجہ تخلیقات کے بارے میں مشغول بحث ہیں کہ ان کے اصل منصب (نعت کو) کون ہیں :-

- (۱) نئی دماغ چہ منزل بود شب جانی کہ من لا دم
- (۲) مر حبائید کی مدنی المرئی
- (۳) یا صاحب الجمال و یا صید البشر

اس سلسلے میں راقم الحروف نے مندرجہ ذیل استفسار، جاری کیا اور تقریباً ستر علماء ادیبان اور محققین سے ان لغویہ تخلیقات کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ اصلاً کس کس کا مال ہیں۔

استفسار نامہ یہ ہے :-

”میں صاحبان علم و فضل کی خدمت میں یہ گزارش نامہ ارسال کر رہا ہوں۔ آپ بھی اس منصب علمی پر فائز ہیں۔ ایک تحقیقی مقالے (پی۔ ایچ۔ ڈی) کے سلسلے میں آپ سے استعانت کر رہا ہوں۔ براہ کرم حوالہ و سند کیساتھ میری درخواست فرمائیں :-

- (۱) یا صاحب الجمال کس شاعر کا قلم ہے ؟
- (۲) مر حبائید کی مدنی المرئی یہ شعرہ آفاق نعت اگر قدسی مشدی کی نہیں تو کس قدسی کی ہے ؟
- (۳) خدا خود میر بکس داد دونوں خسرو میں یہ نعت نہیں ملی۔ یہ کون سے خسرو ہیں ؟

علمی انصاف کا شکر

عاصی کرہالی

حیرت کی بات یہ ہے کہ کوئی ساتھ ساتھ مل علم و تحقیق نے تو جواب سے نکلنے کی زحمت ہی نہیں فرمائی۔ پانچ چھ نے مطارت کر لی۔ چند صاحبان علم کے مکاتیب گراہی موصول ہوئے جن کے مطالعہ سے کوئی نتیجہ مستعد نہ ہو سکا۔ ہم یہاں ہر مکتوب کا مختلف جزو والا انحصار درج کرتے ہیں۔ مقالے کے آخر میں ان مکتوبات کی کئی نقل شامل کر دی گئی ہیں۔

ظہیر احمد صدیقی : صدر شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور

- (۱) یا صاحب الجمال کس شاعر کا قلم ہے ؟

نامہ یہ قلم حضرت شاہ عبدالعزیز کا ہے۔ کلمات مزینہ کے آخر میں ملحوظات ہیں۔ شاید وہاں یہ قلم ان کے نام سے موجود ہے۔ کلمات مزینہ پر اور ملحوظات کی تلاش میں ہوں۔ دیکھنے کے بعد بتا کر سکتا ہوں۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ قلم صدیقی کا ہے جو غلط ہے۔

- (۲) مر حبائید کی مدنی المرئی عام طور پر یہ نعت عاتیق محمد ہاشم قدسی مشدی سے منسوب ہے۔ میری درخواست فارسی زبان میں کوپ میں

۳۷۸ پر یہ نعت قدسی کے نام پر لکھی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سید الدین امروہ نے اپنی کتاب فقہ اہل بیت قدسی کے ایک مضمون میں "نعت قدسی اور اس کی مقبولیت" میں لکھا ہے کہ نعت خدو لولہ حاتمی محمد جان قدسی مشدی کی نہیں ہے بلکہ اس کے نام پر کسی اور بزرگ مولانا محمد جان قدسی دہلوی کی تصنیف ہے۔ یہ موقف کچھ درست نہیں لگتا۔ چونکہ لوب میں مولانا محمد جان قدسی دہلوی نام کا کوئی شاعر نہیں۔ اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ یوں ہی فرض کر لیا کہ وہ دہلی کا پرانا شاعر ہو گا۔ اگر فرض کرنے ہی پر تحقیق کا مادہ عصر اتویوں فرض کرنا کچھ کہہ ہے کہ یہ نعت محمد جان قدسی مشدی ہی کی ہوگی۔

(۳) محمد شیخ گلزار۔ یہ مشہور نعت حضرت امیر خسرو سے منسوب ہے۔ جناب عثمانی نے لوب نامہ ایران میں امیر خسرو ہی کے نام پر لکھی ہے۔ لیکن کلیات میں نہیں ملتی۔ کوئی اور شاعر بھی اس کا مصنف ثابت نہ ہو سکا۔

ڈاکٹر وحید قریشی : آپ نے اشعار کے بارے میں پوچھا ہے۔ میر ہے کہ آپ ڈاکٹر نظام مصطفیٰ جان صاحب لولہ کچھس سندھ پر نور علی حیدر آباد سے رجوع فرمائیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جاسکو روکو خط لکھئے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام : نعتیہ قطعے (یا صاحب ابوال) کے نام کی صف کے سلسلے میں راقم کا ایک مضمون ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے مدد و ادارت میں اور نیٹل کالج میگزین (شمارہ مسلسل ۲۲۱، ۲۲۲، ۱۹۸۲ء) میں چھپا تھا، اسے دیکھ لیجئے۔ اس کے چھپنے کے بعد بھی کوئی مزید معلومات ایسی بھست نہیں ہوئیں کہ قطعیت سے جواب مل جائے کہ یہ کس کا کہا ہوا ہے۔ مضمون مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ جو معلومات حاصل ہیں ان کی روشنی میں اس قطعے کو قطعیت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز سے منسوب کرنا درست نہیں اور جس بات پر وہ مذکورہ قطعے جو باقر قیام قدسی اور خسرو سے منسوب ہیں اور ان کے مشہور دو لوگوں میں نہیں تو اس سلسلے میں ایسی معلومات بھست نہیں کہ کسی نتیجے پر پہنچنا آسان ہو جائے۔ اس قطعے میں ہاں سے منسوب نعت کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر جہیل جالبی :

(۱) یا صاحب ابوال۔ یہ سوال ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" میں بھی اٹھایا تھا اور اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ قطعہ کس کا ہے۔

(۲) مرزا سید کی۔ یہ نعت قدسی مشدی کی نہیں ہے بلکہ صلیح کے ایک شاعر جان محمد قدسی کی ہے۔

(۳) خدو لولہ میر گھلس۔ یہ امیر خسرو کا کلام نہیں ہے لیکن ان سے منسوب ہو گیا ہے۔ یہ کون خسرو ہیں، میرے علم میں نہیں ہے۔

محشر ہذا ابو نی : "میں نے کئی صاحبان علم اور محققین لوب سے رجوع کیا۔ مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ شرمندہ بھی ہوں اور معذرت خواہ بھی۔"

دفعہ الدین ذکی قریشی : کئی اصحاب سے مشورہ کیا لیکن ثبوت کے ساتھ جواب نہ مل سکا۔

پروفیسر خالد یزہی :

(۱) یا صاحب ابوال۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے منسوب ہو کر رہ گیا ہے۔ اصلی شاعر کی تحقیق ابھی ہادی ہے۔

(۲) مرزا سید کی۔ اب تک جان محمد قدسی ہی کا نام سامنے آیا ہے۔

(۳) خدو لولہ میر گھلس۔ اس سلسلے میں خسرو دہلوی ہی ذہن میں آتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحق خان حسرت کاسگنجوی : آپ نے جو معلومات کی ہیں، وہ میرے علم میں نہیں۔ ہیں اس سلسلے میں آپ ڈاکٹر

علامہ مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر و قاری امیر خسرو دہلوی اور پروفیسر حضور احمد سلیم سے معلوم کیجئے۔ اس کے علاوہ آپ محمد خاں کلیم کو لاہور بھی لکھتے۔

ہنیو قصوری : میراجون محمد نعت

- (۱) ہمایو بہار — یہ نعتیہ قلم امیر جام ہادی کی شخصیت سے منسوب ہے۔
- (۲) مر حاسد کی — یہ نعت جان محمد قدسی سے منسوب ہے۔
- (۳) قد افد میر بھلس — وکروانوں نے جو دوجون خسرو شائع کیا تو وہ اس میں یہ نعت نہیں ہے۔

پروفیسر گوتم حبذوری :

- (۱) ہمایو بہار — یہ اشعار شاہ عبدالغنی محدث دہلوی کے ہیں۔ میرے پاس اس وقت کئی نوالہ موجود نہیں۔
- (۲) مر حاسد کی — یہ نعت جان محمد قدسی کی ہے
- (۳) قد افد میر بھلس — خسرو، شخص، بکنے والا اور شاعر امیر خسرو دہلوی ہیں۔ دولہین میں نہ ملنے کی بات اور ہے۔ قدیم شاعروں کے دوجون مر جب کرتے ہوئے مرتبین اپنے "حق و بریت" کو بڑی طرح استعمال نہیں کرتے۔ لہذا اس کے مطلع کے پیش نظر جو شریعت ظاہری کی نگاہ میں غیر مستحسن سمجھا جاتا ہے، مرتبین اس نعت کو نظر انداز کر کے ہوں گے۔ لیکن خسرو شریعت سے زیادہ طریقت کے قائل تھے اور طریقت میں ایسی بلند آہنگیاں ہائز بھی جاتی ہیں۔ (۱۳۵) مکاتیب کے اقتباسات (مکاتیب آخر میں ص ۳۸۰ تا ص ۳۹۹ درج ہیں)

ان نکتات کے بعد اب ہم چند مزید اشعار یا اشعار کی آراء درج کرتے ہیں:-

مر حاسد کی مدنی انصاری

سید خاں شاہ کے قول :

"یہ نعت قدسی کے کام کے ایک دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔"

مر حاسد کی (۱۳۶)

پروفیسر اشفاق کے قول :

"یہ نعت قدسی کی نعتیہ شاعری کی خصوصیات کو واضح کرتی ہے۔" (۱۳۷)

ڈاکٹر فرید کی رائے کے مطابق :

"قدسی کی ایک نعت تو فکر و فہم اور جذب و اثر کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ ہے کہ دوسری زبان میں اس کا جواب ملنا

مشکل ہے۔" (۱۳۸)

ڈاکٹر ریاض مجید کے قول :

"قدسی نعت کی تاریخ میں قدسی کی وہ نعت ہے جو مقبول اور مشہور ہے جس کا مطلع ہے: مر حاسد — اس نعت

کو اکثر مرتبین نعت نے عمدہ شاہ جہاں کے مشہور شاعر مافی جان محمد قدسی مشدی (م ۱۰۵۶) سے منسوب کیا

ہے لیکن یہ نعت قدسی مشدی کے دوجون وکروانوں کے متداول نسخوں میں نہیں ملتی۔ ڈاکٹر سید الدین احمد نے

قدی مشدی کے (علی گڑھ، راسپور، باگی پور، صہب، گج، لکھنؤ، اجمیر، فیروزپور، فیروز کے مکتب) کلیات و
دولین جن میں یہ نعت نہیں ہے، کے حوالے سے قدی مشدی سے اس نعت کی نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے۔
انہوں نے اپنے شاہجی تحقیق کی جیار، اس نعت کے اسلوب اور اس پر لکھے گئے طے نور قصصوں کی شہادت
کی جیار پر رکھی ہے اور اسے حضرت مولانا محمد جان صاحب قدی مرحوم دہلوی کی تصنیف میں لکھا ہے مولانا کے
”یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شاعر جن کا وطن دہلی تھا انیسویں یا آغاز بیسویں صدی یعنی عہد متاخرین کا شاعر رہا ہوگا۔“

اس حوالے کو درج کرنے کے بعد باطنی عید کہتے ہیں :-

”چونکہ اس نعت کے کم و بیش سارے قصصین پھر انیسویں صدی اور اس کے بعد کے ہیں لہذا ان کے خیال کو
تقریباً ملتی ہے کہ یہ نعت عہد شاہجہانی کے قدی کی جائے برسرِ حد کے کسی غیر معروف شاعر قدی دہلوی کی
ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے یہ نعت پاس کی کسی قصصین کا ذکر نہیں ملتا۔“ (۱۴۹)

خواجہ عید پوری کہتے ہیں :-

”جان محمد قدی شاہجہانی دور کا مشہور قصیدہ گو۔ اس کی نعت مرہاید۔ کو جو شہرت و پذیرائی ملی وہ ہند کی کم
عی ناری نعتوں کو میر آئی ہے۔“ (۱۵۰)

خواجہ عید پوری کے قول :-

”دوسرے شعرا کے مقابلے میں اس دور میں جس شاعر کو نعت کر کی حیثیت سے شہرت ملی اور جس کی نعت آفاقی
شہرت کی حامل ہے وہ ہے محمد جان قدی۔ اس کی نعت کا مطلع ہے۔ مرہاید۔“ (۱۵۱)

ماہنامہ ”ارشید“ کے نعت نمبر ۱۳۱ء میں یہ نعت جان محمد قدی عی کے نام سے منسوب ہے۔ (۱۵۲)

صمیم ہامری کے قول :-

”قدی دور مظاہ میں عہد شاہجہانی کا درباری شاعر تھا۔ اس کی ایک نعت اس قدر شہرت رکھتی ہے کہ بڑے
بڑے شعرا نے اس پر تصنیف کی ہیں۔ مرہاید۔“ (۱۵۳)

ماہنامہ ”ارشید“ کے قول :-

”مرہاید کی مدنی، مشہور نعت ہے جس کے مطلع میں قدی کا قلم استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتابوں میں اس
قدی سے مراد مائی جان محمد قدی لئے گئے ہیں۔ مراد ظاہر میں ہے کہ قدی مائی محمد جان کا قلم، جو اس نے
اس لئے اختیار کیا کہ وہ مشہد (مقدس) کا رہنے والا تھا۔ یہ نعت مائی محمد جان قدی عی سے منسوب ہے لیکن ان
کے دواخان میں نہیں ہے۔ حسام الدین راشدی نے ”تذکرہ شعرائے کشمیر“ میں یہ نعت ان سے منسوب کی
ہے۔ لیکن ان کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں ہے (بہت سی حد و فکر کے بعد) صاحب مقدمہ لکھتے ہیں کہ میری یہ
کوشش ابھی تک ہد کوہ نہیں ہوئی کہ میں قدی دہلوی یا جو بھی قدی اس نعت کے خالق ہیں ان تک
پہنچوں۔ میں نے ماہنامہ ”نعت“ لاہور کی اشاعت جولائی ۱۹۸۵ء میں نعت قدی عی کے نام سے شائع کی۔“

(۱۵۴)

بعد از خدمت در گزینی تہہ مختصر :-

"شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے یہ ہمارے مصری تھے۔ توں سے شہرت و پذیرائی کی معراج کو چھو رہے ہیں۔"
(۱۵۵)

"شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مندرجہ ذیل ہمارے مصری تھے بہت مقبول ہوئے ہیں۔ یا صاحب الجمال۔" (۱۵۶)
راجہ شہید محمود کے تجویز کے مطابق ڈاکٹر ڈر خوی برقی اس کو بھائی سے منسوب کرتے ہیں۔ اس نقطہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :-
"حق تو یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بھائی نے قیامت تک کسی جانے والی نعتوں کی روح ان اشعار میں سمجھ کر رکھ دی ہے۔ مثلاً حسن ہارون مصری لکھنے کے جانے "خیر البشر کے حضور میں" کے مقدمے میں وہ آخری مصرعے نقل کر کے لکھتے ہیں اور یہ شعر بھی غالباً انہی بھائی کا ہے۔ مثلاً دہلوی اسے حافظ شہر قوی کا قلم بتاتے ہیں البتہ ڈاکٹر ارمان فتح پوری اور پروفیسر سید عسکری شاہ عبدالعزیز دہلوی ہی سے منسوب کرتے ہیں۔"
ان آراء کے حوالے کے بعد صاحب مقدمہ لکھتے ہیں :-

"بھائی اور حافظ شیرازی کا کلام تو دستیاب ہے۔ یہ ہمارے مصری ان کے کلام میں تو نظر نہیں آتے۔ البتہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کا عرب کلام موجود نہیں ہے اس لئے ممکن ہے یہ انہی کے ہوں۔" (۱۵۷)

ان آراء کے مطالعہ کے بعد ہماری گزارش یہ ہے :-

نصی دالم چہ منزل بود کے بارے میں زیادہ رائے یکساں ہے کہ یہ امیر خسرو سے متعلق ہے۔ جن اصحاب نے اس رائے پر شک کیا ہے وہ انہوں نے کوئی تہذیب (مصری) نہیں لکھا۔ جب تک کوئی اور خسرو سامنے نہ لائے جائیگی اور استدلال اور حوالے کے ساتھ بات نہ کی جائے تو امیر خسرو سے اس نعت کے پیسنے کا جواز کیا جاتا ہے۔ یہ جانکہ یہ نعت اولین خسرو میں شعر سے نہیں گزری۔ لیکن ارباب اختلاف کو یہ نعت کسی اور خسرو یا کسی اور شاعر کے دعوے میں بھی تو نظر نہیں آئی۔ اہل انی علماء و محققین نے اجماع و صحت کے ساتھ قریب قریب تمام اہل شعر کی تصانیف (معموماً صورت کلیات) چھاپ دی ہیں۔ وہاں بھی اگر یہ نعت کسی اور کے قلم سے نہیں لی تو امیر خسرو ہی سے اسے متعلق رکھنے میں کیا حرج ہے اور یہ مصری کی بات کہ اس نے اپنے انتخاب میں خسرو کی چار نعتیں شامل کی ہیں جن میں یہ نعت نہیں ہے۔ یہ تو عرب یا مولف کا اپنا اختیار ہوتا ہے اس نے جو پہلا جن لیا۔ اس نے دوسرے شعرا کی نعتوں کا بھی قیاس کیا ہے۔ کیا جو نعت شامل نہیں کی وہ اس شاعر سے متعلق نہیں رہی۔ ہر اس نعت کا مزاج اور اسلوب دیکھتے خسرو ایک صاحب الملی صوفی تھے اور ذوق و ہمد کی کلیات کان پر قلب تھا۔ کیا یہ نعت ان کے ہذب و طبع اور کیفیت و ہمد کا اظہار نہیں کرتی سو جب تک کوئی صاحب تحقیق کوئی بر ل حاصل محقق سامنے نہ لائے اس کا تعلق و نسبت امیر خسرو ہی سے رہے تو مناسب ہے۔

ہو حبا سید ہنکی مدنی العوی لیاہ و ترا کے مطابق یہ نعتیہ فرائد جان محمد قدسی مشدی سے متعلق ہے۔ اس پر بھی کسی اختلافی رائے ہے کہ یہ قدسی مشدی کے دعوے ان بات کلیات میں نہیں ہے۔ اس پر شک کرتے ہوئے جن اصحاب نے قدسی دہلوی سے منسوب کیا ہے ان کے بارے میں اس اجمال کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ ۱۵ویں یا ۱۸ویں صدی یعنی بعد متاخرین اک شاعر رہا ہوگا۔ "دہا ہوگا" کا ضمیمہ فضل خود ظاہر کرتا ہے کہ صاحب تحقیق کو اپنی تحقیق پر وثوق نہیں ہے۔ یہاں ہمارا ہی مطالبہ ہے کہ اگر یہ نعت قدسی مشدی کے یہی نہیں ہے تو کیا قدسی دہلوی کے دعوے یا ہاض یا کسی سوسے میں کسی صاحب کی نظر سے گزری ہے اگر ہوا نہیں اور قدسی مشدی اور قدسی دہلوی دونوں کے دعوے میں اس سے خالی ہیں تو شک کا

فائدہ اٹھا کر آپ اسے اسی مشدی سے کیوں منسوب نہیں رہے دیتے جس سے اسے ہزاروں اہل علم و شعر اور لباب حقیقت منسوب کرتے ہیں۔
ڈاکٹر میاض مجید کا یہ اختلافی خیال غامض اور زنی ہے کہ اس کے کم و بیش سارے قصبین نگار انیسویں صدی یا بعد کے ہیں۔ اسی نقطہ نظر سے تحقیق ہماری
رہنی چاہئے۔ لیکن یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کیا ۱۹ویں صدی سے قبل قصبین نگاری کا عمل کثرت سے جاری تھا؟ پانیسویں صدی اور اس کے بعد
کے زمانے میں اس نعت کی مقبولیت نے شعر اکو اس کی بکثرت قصبین نگاری پر لوگوں کو مائل کیا۔ بعض لوگوں نے بھی تو ہوتا ہے کہ کسی بات کی ایک
نقدیں جاتی ہے اور لوگ اسی فضا میں سانس لینے لگتے ہیں اور فضا سے وجود میں آنے والا وہ یہ روایت کا روپ دھار لیتا ہے۔ ایک بات یہ بھی نظر میں رہنی
چاہئے کہ بعض غزلیں یا غزلیں یا غزلیں یا غزلیں کے عناصر رکھنے والی تخلیقات مجالس سماع، قوالیوں اور گیت تخلیق کا سارا نئے کرینڈہ سینہ خشک ادنی
رہتی ہیں اور طمانی سونو کا حصہ بننے سے رہ جاتی ہیں۔

چنانچہ ہماری رائے میں (جب تک کہ کوئی تحقیق اختلافی الطحار کی صورت نہ اختیار کر لے) اس نعت کو جان محمد قدسی مشدی ہی
سے منسوب و حقیقی رہتا ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر جن اصحاب تحقیق نے اس نقد کو حافظہ اور ہائی سے منسوب کیا ہے وہ یوں بھی ارشاد فرماتے ہیں
کہ یہ چار مصرعے ان کے کلام میں تو نظر نہیں آتے۔

اس طرز احمد سے خود دعویٰ ہے دلیل اور کثرت ہو جاتا ہے۔ حافظہ اور ہائی اسے مقبول و معروف شعرا ہیں کہ ان کی تخلیقات کا مصرع
مصرع ہمیں چکا ہے۔ جب اختلافی تحقیق کو وہاں یہ نقد نہیں ملتا تو ان سے اسے منسوب کرنے کی کیا حاجت ہے۔

نعت کا نکتہ میں صاحب مقدمہ نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کا مرتب کلام موجود نہیں۔ جب شاہ صاحب کا مرتب کلام ہے ہی
نہیں، تو اس نقد کو ان سے منسوب و حقیقی رہنے میں کیا حذر ہے۔

ہماری رائے کے مطابق یہ نقد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہی کا ہے تا آنکہ کوئی مدلل تحقیق ہماری رائے میں تبدیلی کا موجب بن

سکے۔

حسن جزوی ۶۵۳ ۷۲۸۵ امیر خسرو کے محاسن۔ فرل کے مستزاد۔ نقول کے ہماری ہر ایسے میں مشق حقیقی
کیلیات اور صوفیانہ موزوں مسائل کو لیا کرتے ہیں۔ زبان دہلی میں دہلی ساہی، دل لگی اور کس لولہ جو خسرو کے ہر ایسے کا غامض ہے۔ دہلی حسن جزوی
کے دیباچہ (ص ۹۷) میں مسعود علی عوی رقم طراز ہیں: "بوجود صوفی ہونے کے ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ کم اور عاشقانہ رنگ غالب ہے جو اس
زمانے کی خصوصیت ہے۔ اس زمانے میں صوفیانے کرام جو بدست کے قائل تھے وہ بھی اس مسئلہ کے طالب احمد سے اجتناب کرتے تھے۔"
حسن جزوی کے یہاں باقاعدہ کوئی مہربانیت نہیں۔ فرل اور قصیدے میں جزا و جزا ایسے اشعار مل جاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ہزار کے ہونے
سے حقیقت جانو آ رہی ہے۔ ان کے دہلی میں غزلیات و مہربانیت، قصائد اور مشنوبات موجود ہیں۔

حصہ ۱۶ :

یا رب بخش عمل کرم و سبابت عا معنی — پرہیزا کردم دلی جاہ القضا حاتی القضا
یا رب از فرما نیگوی قلم گھنڈہ لا روی — خود بہرین حافظ قوی، واللہ عیبر الحفظ

ای حکم جان و جان دلوں حکیم — صحت بہ ہائے و تو مہرِ قدیم
جز تو کہ دلوں طرفی میل و نہد را — از آفتاب شمع زور ، از ماہ شمع سیم

نعتیہ :

محمّد آئمہ جنم عالم است — خود مردم دو چشم جہانہ کس دو نیم
روئی خوب تو والضحیٰ کفتم — زلف واللیل انا صحنی کفتم
سرد خواندم قدرت قلہ خواندم — مشک کفتم عفت ، خطا کفتم
خوانستم گفت نعت تو سید — بہ کفتم پر مصطفیٰ کفتم

(۱۵۸)

ای روی تو باہ کل با — جز معنی تو نیست در دل با
با معنی ترا چہاں فریہ ہم — این است از مر حاصل با
از غلہ و صیم فی یازیم — تا کوئی تو محبت منزل با

جیسوی تو بہ ہا کشند — آری شب عید را صس نیست

اس شعر کے بارے میں فہن بڑی کہتے ہیں کہ یہ میں نے حالت خواب میں کہا۔ جب دن ہوا تو خیال گزرا کہ یہ بیت تو گیسوی کے مشابہ

مصطفیٰ ﷺ کے وصف میں ہے۔ تب میں نے مزید چہ اشعار کے :-

ای خواہد بدو لکم ہوں نیست — این دوستو بد گیت میں نیست
فی ہار تو مرغ را نوا نی — فی نام تو صبح را نفس نیست
من صبح فہم ، تو صبح شادی — جز عشق تو مرد فہم ہوں نیست
آں پایہ ترا کہ عرش سا است — چوں کاسہ وہم کہ دست رس نیست
ملوای ہمیں انہای — این طرفہ ترا کہ خوش و ہمیں نیست
و مکی حسن بہ عشا ی — آں خالم نفس گرچہ کس نیست

(۱۵۸)

بو علی شاہ قلندر (۱۶۰۵ تا ۱۷۲۴ء) امیر خسرو کے معاصر

غزل کے بھاری ہا آپے میں مولانا درویشیت فن کے کلام کی خصوصیت ہے۔ لٹائی التوحید کی منزل میں تھے۔ جذبہ مستی کی کلیات کا قلاب

قلم پر دھیر نور شید حسن عاری کے ہول :

"تعلق قصوف سے ہے۔ ان کا وہ ان مقلدِ اعلیٰ کے نام سے چمپ چکا ہے۔ اس روح ان میں کوئی ایسی نظم تو

نہیں ہے جسے ہاتھ نہ لے سکیں ، تاہم حدود غزلیں نعتیہ انداز میں لکھی ہیں۔" (۱۵۹)

ڈاکٹر خواجہ حمید زبانی کے مطابق :

"مطلی قلندر ہائی جی، قلندر یہ فرقت سے مسلک خدا اس نے قاری میں ایک مشغی کے علاوہ ہی پکاری غزلیں
کئی ہیں۔ اس کی گفتی کی غزلوں میں صرف چار پانچ واضح طور پر نعتیہ غزلیں ہیں۔ وہ ایک نعتوں کے بیشتر اشعار
نقول کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔" (۱۶۰)

حصہ بیہ :

غلب از روی خود چوں اللہ آں شمع محفل ہا — مسودہ چوں بدر پردہ ہم جانا و ہم دل ہا
جز بحر و نیار آنچنانی پر سند چیزی را — انشعبا خاکسادی حاتواں حل کردہ مشکل ہا
شرف حسن ازل بتی چشم جان و دل ہر دم — میاں در جلوت جانا، لہاں در خلوت دل ہا

ہم شرح کمال تو چھہ ہ مگہاں حا — ہم وصف جمال تو پایہ ہ میاں حا
شوق ہ سینہ شور لہا لہی زند — ایں قول نزد میاں گرچہ مکرست
جلی حای وحدت فی شد است — انحر واجب صبح کردگار است
مختی تو است و زدم توانا فی من — بحر کہ مرا با تو ز چنان پیر است
در فرات قلندر ہم لا اسرار حق — موج حای باخس و خاشاک ی آورد مگر
لنی گردن از دل خود ما سوا — تا چھہ در دلت غیر از خدا
دیکہ دل از صحن لا پاک کن — سینہ با تیغ محبت پاک کن
ام ذات او چہ در دل نقش است — سکہ ضربت محبت خوش نشست
عاقی از کردہ حای تو صحن — نفس را از عیج لا گردن بدن
دل کن از بحر باطل حا سوا — از خدا غیر از خدا دیگر خواہ

نعتیہ :

والضحی شرح نور طلعت است — لعلی عقی وصف سیرت است
مصطفی را درتی درق دیدم — پنج سورۃ ز مشر صورت است
شرب دو جہاں اگر خواہی — ہم در مدنی حضرت است
ای شامت رحمة للعالمین — یک گدای فیض تو روح الامین
ای کہ نامت را خدای ذوالجلال — زو رقم ہ جہر عرش مدین

آستان عالی تو فی محل — آستنی بہت ہادی دہیں
 آفریں و عالم حسن تو بد — جہای تہت عالم آفریں
 خلق را آواز و اہم از تو بہت — جہوہ در آیند بین البقیں
 غیر صلوة و سلام و تحسین تو — علی را بہت زہر و شہیں

(۴۷)

حافظ شیرازی وفات ۹۱۷ (دورِ تیموریہ کا شاعر)

حافظ شیرازی کی عظمت و شہرت ان کی لڑائی کوئی پر ہے اور اپنی لڑائی کوئی کے منفرد و مخصوص اسلوب کے سبب دیکھا ہیں۔ کوئی ان کا طریقہ اور مد مقابل نہیں۔ ان کی غزلیات کو جو آفاقی شہرہ حاصل ہے ان میں بھی کوئی ان کا شریک و حکیم نہیں۔ وہ ہرگز ہرگز مدح و نعت کے شاعر نہیں ہیں اور انہیں کسی صورت یا حیثیت میں سنائی، مظلوم، رومی، نظامی، ہادی وغیرہ کی صف میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس مقالے میں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی غزلوں میں حکمت و معرفت کے جو مضامین بیان کیے ہیں اور خدا کو انسانی اخلاقیات، حیات اور کائنات کے مظاہر میں جس جس انداز نظر سے دیکھا ہے اور صوفیانہ و عارفانہ رویے کے ساتھ توحید کی جس جس طرح تفسیر و تفسیر کی ہے، اس کا بھٹکا تھا کہ ان کی غزلوں کے حوالے سے ان کی ہر کوئی کا ذکر کیا جائے۔ نیز انہوں نے ہادی انسانیت، عظیم کائنات اور سیرت ساز عالم و ممالک کی عقیدت میں جو موتی پڑے ہیں ان کی جگہ گہٹ سے دل و نظر کو منور کیا جائے۔ آخر، جہان سے کا یہ رخ بھی خاصا دلچسپ اور دلکش ہے کہ ایک خالص غزل گو شاعر جو بڑی عشق کی لہجہ سے باہر قدم نہیں رکھتا اور شاہدِ شراب کے مضامین بیان کرتا ہے، اس کے دامن شاعری میں مدح و نعت کے کیسے کیسے لالہ و گل حشر افزائیاں کر رہے ہیں۔

دیوان حافظ سے مدحیہ گل فشائیاں :

مدحیہ :

الا ہا ایہا السلفی اور کما و ناوہا — کہ عشق آسوں نمود اول ولی اللہ مشکل عا
 حضور کی کریم خواہی و نزد عابد مشو حافظ — معنی ما تلق من لہوی و ج الدنيا و انہا
 در آبلہ و انت غافل تو سکوی و مجبور — رومی سوی تو باشد ہمہ صاحبِ خضر را
 رضا بدو بدو و از ہمیں گدہ بگدا — کہ بر من و تو در اختیار کشو است
 اربیبِ حاجتم و نیکان سوال نیست — در حضرت کریم تنها چہ حاجت است
 سو و نظامی مددہ چو گیر نہ افتد — معنی غم و رحمت پروردگار دوست
 در طریقت ہر چہ بخش سگ آید خیر دوست — در سر لالہ المشتیم ای دل کسی مگر تو نیست
 ہر از دوست ما و آستان حضرت دوست — کہ ہر چہ بر ما ہی رود از دوست دوست
 قری و حذیب و حافظ نیست — ہمہ گویا ہر ذکر مدحت دوست
 در محل بکے کن خواہد کہ در روز اول — تو چہ اولی قلم صانع دوست چہ نوشت
 گدا اگر چہ ہمہ اختیار ما حافظ — تو در طریق لب کوش و گداز من است

ہم زردی گل با گرچہ نملرد زر و زور — خوش عطا عشق و عطا پرش خدای دورد
 حافظ در کج فقر و غلوت شب های سرد — تا نود و دوت دعا و درسی قرآن تم خود
 در پس آنکه طوطی مصمم داشت اند — آنچه استاد ازل گفت صفا می گویم
 آن کو بزم ساجد پندیں نواخت کرد — ممکن بود کہ حق کند مگر خطا کنیم
 یا رب از لہر ہدایت برساں باری — دختر زانکہ چہ کردی زمیں بر خیزم
 بحر با باری کھنم حدیث آرد مندی — خطاب آمد کہ واقع شو بہ الطاف خداوندی

نعتیہ :

بین وصف تو کفن نہ حد امکان است — چرا کہ وصف تو مردوں زحد لوصاف است
 چوں اہرم فطیع بود زور و عقبر — کہ ایما تن ہلا کش من پر گناہ ہاشی
 آن سید چوہ کہ شیرینی عالم با لوست — چشم بیگوں ، لب خندیں ، دل لرم با لوست
 گرچہ شیریں دہیں پادشاند ولی — آن سلیمان زمان است کہ غاتم با لوست
 روی خواست و کمال ہنر و دامن پاک — لا جرم ہست پادان دو عالم با لوست
 حافظ از معتقد است . گرائی وارش
 زانکہ حشاش من روح کرم با لوست

(۱۶۲)

نور الدین جانی ۸۱۷ ۸۹۸

ہائی لائق تصور سے سرشار اور باطنی کمالات سے لیس یاب تھے۔ انہوں نے ہر صنف سخن میں اشعار کاوش آیت سراپا یہ تصور ہے۔ ان کو
 حمد و نعت گوئی میں نہایت اعلیٰ و رفیع مرتبہ حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے نظام کو عین مجموعوں میں یہ ترتیب اور تقسیم کیا۔ قصہ نظام کی طرف
 مشنوں کہیں اور حمد و نعت کی شاعری کو حکمت و عرفان اور جذبہ کیف سے معمور کیا۔ عشق و رسالت مآب ﷺ آپ کے جہاں خانہ شاعری کی کلید
 ہے۔ زبان سادہ سپاہ و کشف، شعر شاعری کے ذہن و دل کا حصہ۔ ان ہاتھ ہے اور وہ بھی شاعری باطنی اور روحانی کیفیات میں شریک ہو جاتا ہے۔ ہائی کی حمد
 نعت کا اثر ان کے معاصرین نے بھی قبول کیا اور متاخرین بھی اثر پذیر ہوئے۔ آپ کے یہاں ہے شعر نعتوں کے علاوہ سلام کی طرف کی فریادیں بھی نعر
 آتی ہیں جو انحصار عقیدت کا ایک خوب صورت نمونہ ہے۔ ان کی غزلوں اور قصیدوں کے علاوہ ان کی مشنوں میں بھی حمد و نعت کے اشعار کی کنگیاں نعر
 آتی ہیں۔ سلسلۃ الذهب، لعلہ الاحرار، مبعثۃ الابرار، یوسف زلیخا، لیلیٰ معجون، غردانہ مشکبوی وغیرہ مشنوں میں حمد و نعت کے
 و قیام گہرائی سے جھگڑتی ہیں۔ ہائی نے قصیدہ و دعا کا بھی محکوم ترجمہ کیا۔

ہائی کے یہاں خصوصاً نعت کے مضامین میں دل کی تڑپ، مجھری و بصورتی کے مضامین اور حضور کی قنات ہے جب کے مضامین زیادہ
 ہیں۔ ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ لائق رسول ﷺ کے نزدیک ہیں تاکہ حضور علیہ السلام امت کے آشوب میں و جھجری فرمائیں اور آپ کی
 رہبری میں قافلہ امت، راہ حیات کی مذمومت و ادویوں سے سل گزرتے اور سہل مرلو تک پہنچے۔ ہائی کی حمد و نعت کے اثرات گہرے و وسیع اور
 مسلسل ہیں۔

ہاشم رضی کے مرتبہ دیوان کامل ہائی سے ایک مختصر جائزہ :

ایک قصیدہ فی توحید سبحانہ و تعالیٰ

اگر صبح صابر صدق ہو آہ گوا — گاہ احوالی ثابت گلات لا احمی ثا

فی توحید باری عزاسہ

دوریں مجھ پر آواز کردم الی را — کرشم تو ہر ٹولی ٹائی مولی را

نعت رسول ﷺ :

آزاد کہ ہم سر اطر اقبال سرمدت — سر در وہ محمد و کل سرمدت

ہدی کہ ہست ہم سر آدم علامتی — زہا نیم و وال وہی کہ قدم گاہ احمد است

آں ہم از چہ دولت سرمد نشاندہ است — توہم سر آئید ہمہ عالم از آں ہمہ است

تسبیح خداوند تعالیٰ و تقدس :

زہی عینی کردہ وہم غامد را مدد — جو ہم مدد ز فضل تو ہی مفضل احد

سلام امت پر وضہ پائے او : (بہ طرز سلام) ۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ پہلے ۷ اشعار سلام علیک سے شروع ہوتے ہیں۔

سلام علیک ای نبی مکرم — مکرم تر از آدم و نسل توہم

سلام علیک ای ز آہای طوی — صورت موخر . معنی مقدم

سلام علیک ای ز آواز قدرت — جلیل وجود تو انہاد عالم

سلام علیک ای ز اسماء حسنی — جمال تو آئینہ اسم اعظم

سلام علیک ای ملک رسالت — ترا غامد و نصیبی نقل غامد

سلام علیک ای شامہ ہمد سر — کہ روح الامیں در کی نیست محرم

معنی ست جمع کردہ درو جملہ معجزات ۵۴ اشعار پر مشتمل

ہنگ دیش از قاعدہ بر خاست نیز ای سادہا — رفتم ہمہ مد راجلہ آہنگ رحلت کن رواں

معنی کہ ہمہ ہفتاد سے بیب خود ہنگاف — در جنت از وی پائے سرمایہ غیرات حواں

انہاد را ہر کت توہم و لو کہ ہر طرف — خوشی زود نہ توہم و لو کہ ہر طرف

فی نعت النبی ﷺ

ہاشم کہ چوں لالہ سحر ای مدید — در نیم بول و لعل تنہای مدید

عزل کہ سر از افق مددہ عرفی است — شامی ست ز قلچ بھی آفری مدید

السلام ای یحییٰ ز گوهر دریای جود — السلام ای جود ز گبرگ سحرای وجود
 السلام ای آنکه تا ز چه آدم نکافت — نور پاکت، کس ز نود از قدسیان نور انجود

غزلیات :

یا من هذا جمالك فی کل ما بقا — بارا هزار جان مقدس ترا فدا
 جای ره بدی به خدا غیر مشق نیست — کسم والسلام علی تابع الهی
 درز جان ست نام دلبر ما — ما اغزلت و ما اعلی
 نام تو هیچ نام لاهوت — هیچ پنهان طیب تو و عدا
 همه اما مظاهر ذات اتم — همه اشیا مظاهر اسما
 جان جای ز کج وحدت — نشکیند چه ای لا روی

نعت :

زهی رسیده ترا بر دم از خدای پیام — عليك الف صلوات و الف الف سلام
 فزوده پا تو مر تو نور مر سپهر — فقلت مجروح من تو قدر بدر تمام
 ز فیض جام تو جای دام جرح کش است — بی نصیب بود خاک را ز کاس کرام
 بجهه رقص و آنجا هوای کوی تو کردم — جمال کعبه قاشا بید روی تو کردم
 مرا به پنج مقامی نبود غیر تو ای — طواف و سلی که کردم به جنتی تو کردم
 کی داد یارب که ده در عجب و لطیفم — که به که حزل و که در هدیه چاکم
 بر کند محرم از دل بر شتم یک زمزمه — در دو چشم خوں لعلی آن چشمه را دریاکم
 یا رسول الله به سوی خود مرا رانی نمایی — تا ز فرق سر قدم سازم زویده پاکم

مثنویوں کا جائزہ

سبحۃ الامرار سے (انتخاباً)

حصہ پہلے :

لہراء بسم الله الرحمن المتوالي الاحسان	—	الرحمن المتوالي الاحسان
یحکم تو تم این آب حیات	—	زندگی حقش دل اقل نجات
در مرغ عشق در غیب کشاد	—	نود در غیب لاریب کشاد
ایما الله الله واحد	—	ایما الله واحد
ی نہد فکر لغت بہاں	—	ی کند فکر گزاری بہاں
وامہ است تو کہ مہاں تا ما	—	ہمہ در امت لوبہ گواہ
دست صحن گل کرم چو سرشت	—	دست صحن گل کرم چو سرشت
جان حکیم نہد از کرمش	—	جان حکیم نہد از کرمش

نعتیہ

ای قر طاعت کی مطاع	—	ای قر طاعت کی مطاع
شق درق تو درق الرزق	—	شق درق تو درق الرزق
لیلۃ القدر ز سمیت طاری	—	ولی منزل بہ بیت گنجاری
قلب تو بین عین ز مدویت	—	نفس تم تم گیسویت
چند در جلد بہ تما حقن	—	چند در گرد بہ تما حقن
طولت از مہد و مہد بحرشت	—	قدہ در افلا کہ تا حد بحرشت
دست از مدو بین بیرون تر	—	کف ز جہاب کفن بیرون تر
کردہ طین جہادت در پا	—	در در بحر غزل در آبی

(۱۲۳)

سلسلۃ الادیب : (اشعار انتخاباً) حصہ پہلے :

لک الحمد علی کل حکام	—	سلطت الایال والا کرام
مر تو صبح برک غن مت	—	صدر برہہ نوہ کمن است
خانہ چوں صبح ہر آرایہ	—	وزن الہج نام نو شاہ

هر چه معلوم عقل و ادراک است — راحت قدس لو ازلی پاک است
 چه هوا و هوس در لونه ری — تا زلا بگریزی چه عو نه ری
 پوست مغز جلی ، جلی همه پوست — خود چه مغز چه پوست ، خود همه پوست
 عقل جزوی درین نشین کب — بر آداب بدگست ، لب
 چه دلیل علیل و فکر سقیم — کی شاید صفات و ذات قدیم
 دریا پای اگر چه بشکند — مو به صنعت حریر چون باند

نعتیه :

قیده گوش گیری تو سر گیر — گوشه دامن قصیر گیر
 روی دل در لای سرمد باش — نقد جان زیر پای احمد باش
 نقد یثرب ، سلاله بطحا — ای لوح طوای ما اوصی
 لوح تعلیم تا گرفت چه به — همه ز اسرار لوح دله خبر
 کل ما ذایغ سرمد بهر ش — ما طفلی و صفت پا کی نظرش
 یا نبی الله سلام ملک — انما القود والفلاح لعلیک
 چه سلام آدم جوامع ده — مرهمی بر دل خرام ده
 مر بختا ز حق یاقوت — روح را بکام عشق و دل را قوت
 زاری من شنو ، تکلم کن — گریه من مگر ، تبسم کن
 رحم کن بر من و فقیری من — دست ده بر دمیگری من

مثنوی سلامان (همدیه) :

ای بیادت جاده بان مافتن — ز آب طلفت تر زبان ، عافتن
 مکتوی حسن از تو هست و من — عاشق و معشوق بود جز تو کسی
 گرچه باشم ناظر از هر منظری — جز تو در عالم نه تنم دیگری

نعتیه :

خواجه کش خیل شاهان مده اند — حلقه صحن بجزش انحصار اند
 مقبال را قبله هال روی پوست — کعبه امید خاک کوی پوست
 نقد گوشتین را دیباجه پوست — جمله عالم بدگان و خواجه پوست
 طعمه از خون عطائش می خوریم — زله از بدل نوازش می بریم

تحفة الاحرار (حصه پنجم) :

بسم الله الرحمن الرحيم — هست عسای سر خون کریم
 محمد خدای ست که از گلگ من — بر ورق پاد نوحه سخن
 یک شاکش ز بیی برتر است — بر چه زبانی گوید از این برتر است
 ای ز وجود تو وجود بر — بود تو برای خود بر
 مهر تو و کن ما تو — است کن و نیست کن ما تو

نعتیه :

انتر درج شرف کائنات — کوهر درج صدف کائنات
 جنش قول ز محیط قدم — سلسله بهمان وجود از عدم
 مطلع دیاچه این ابد است — جویترین حرف که در ابد است
 نقطه وحدت چه قد افراشته — از پی ابد الهی ساخته

معراجیه :

یک شی از صبح دل افروز تر — روز شب و روز همه فیروز تر
 قاصدی از کشور نورانیان — پاک ز آلائش طلائیان
 آمد و آورد براتی چه برق — شکری از نور قدم تا برق
 گفت که ای ساقی لعل خیز — جزم برین گنبد دوله ریز
 پای از این پایه فراتر نهاد — برش بایر قدمش سر نهاد
 خیمه برین زد ز حدود جهات — پرده او شد سخن نور ذات
 خواهد در آن پرده دید آنچه دید — آنچه نیاید باین هم تشدید
 در اینک لحظه در حق نیم شب — آمدن و رفتن او ای لب
 ای چه سرا پرده یزید طرب — خیز که شد مشرق و مغرب طرب
 انور ملک از سر دوش بخش — دامن دولت ز نهان بخش
 خانه ملکی که جو انگشت از — شد ز بی لطف زبانی دراز
 دست سیاست بخش بخش — بگفتی اندر من باطن زلف
 فرقت زدیم بهد پاره کن — بهان محروم زین آلوده کن
 حج تو در خاک نهان دیر ماند — نور تو غائب ز جهان دیر ماند

عقلت بدست هر عالم گرفت — بید جهل جامه نامم گرفت
کاش که زواج مردوت رجوع — باز کند نور بحالت طوع
دیده عالم به روشن شود — بنگین کسی ز تو گلشن شود

یوسف زلیخا (حدیثه) :

اگهی غنچه امید بختا — کجی از روضه جلایه بختا
درین محنت سرای فی مومنا — به نعت صای خوشم کن شناسا
ز تقویم خود ببردیم حش — به اقلیم سخن ببردیم حش
حریص بوده ما خوردند و رفته — حتی علم ما را کرده و رفته
نه قلم بخت زیر بزم غای — که باشد به کفش زلف بوده جای
بیا ساقی را کن شرمساری — از صاف و درد پیش تر آنچه داری

نعتیه :

چه نامست این که در دیوان هستی — برو گرفت زلفی پیش دستی
زبانم چون زوی حرفی سراید — دل و جانم ز لذت پر بر آید
چون آوم در ره هستی قدم زد — ز مهر روی صبح گردش دم زد
ظلیل ادوی لیسکی یافت کاش — برو شد بهر خرم بختان خوش
صبح از مقدم او مزدور گوی — بگیم از مشعل او شعله جوی
دوای جان جانی درد نو باد — دلش همواره غم پرورد نو باد

لیلی مجنون (حدیثه) :

ای خاک تو بین سر بیدار — مجنون تو عقل بهوشندار
خورشید ز تست روشنی مگیر — بی روشنی تو چشمه قیر
ای هستی عقل هر چه هست است — کس بی تو ز نیستی زست است
ای از غم کاف و ملقه لون — سده نقش بدیع داده برون
دیباچه نویسی دفتر عقل — رخساری عقل مگر عقل
بگذشته ز حد جنایت من — تا خود چه شود نهایت من
گر بگذری منزه مکارم — در بهاری امید وارم

نعتیه :

ای صدف نشین تحت کونین — هم و شر درخت کونین

ای دول فکر و آخر کار — ای قبل ملت و قبه چار
 ای گوهر سک حریت — پشت تو قوی ز خاتمیت
 با دولت طاعت از تو داریم — امید شفاعت از تو داریم

خردنامه سکندری (حذیفه) :

الحی کمال الحی خراست — بعل جلال پادشاهی خراست
 بعل تو از وحش پیش بروی — کمال از حد آفرینش بروی
 بیدی و هستی خواهم ترا — عقید باین حا ندانم ترا
 قوی جمله و غیر تو چنان نیست — درین نکته یک سو غم و چنان نیست

(۱۲۵)

چند مشهور نعتیں (اشعار انتخابی) :

نسما چاہی دنیا گزر کن — ز احوال محمد را خبر کن
 ہر ایں جان مشا تم بہ آں جا — فدای روضہ خیر البشر کن
 قوی سلطان عالم یا محمد — ز روی لطف سوی من فکر کن
 مشرف گرچہ شد ہای ز لطف — ندایا ایں کرم بار دیگر کن

ترجمہ نبی اللہ رحم :

ز محوری بر آمد جان عالم — ترجمہ یا نبی اللہ ترجم
 نہ آخر رحمتہ للعالمین — ز محوری چرا قدرش نشانی
 ز خاک اے لاک سیراب بر خیز — چو زمیں خوب چند از خوب بر خیز
 بروں تکر سرال نمود ایمانی — کہ روئے تست صبح زندگانی
 شب اندوہ بداد روز گردی — ز نوبت صبح با فیروز گردی
 بہ تن در پاش غم روئے چاہد — سر بر بند کافوری تمام
 فرود آویز از سر گیسویں را — تکیں سایہ پا سرودوں را
 نویم طاہری لعلیہ پا کن — شراب از دشت جانانے با کن
 جہانے دیدہ کردہ فرش رواند — چو فرش اقبال پا بس تو خواہد
 ز مجرہ پاے در صحن حرم نہ — برق خاک رو بوسان قدم نہ
 بہ دست ز پا التارکان را — بکن دلداری دلدلوکان را
 اگرچہ فرق دیوانے محاکیم — فادہ شک لب بر خاک راہیم
 ز لب رحمتی آن پہ کہ گاہے — کی بر حال لب خشن گاہے

نغم فرسودہ جاں پارہ ز ہجر اں یا رسول اللہ :

نغم فرسودہ جاں پارہ ز ہجر اں یا رسول اللہ — دلم بد درد آوارہ ز عسایں یا رسول اللہ
 شب و روز از فکریانی ز مد حشمت تمنائی — خلوت سوئے من آئی غزلوں یا رسول اللہ
 چوں سوئے من گزر آری من مسکن ز نادری — فدائے نقش طلیعت کیم جاں یا رسول اللہ
 ز کردہ طلیع جہانم سید شد روز عصیانم — پیشانم پیشانم پیشان یا رسول اللہ
 ز پا اقدم از بیری بر دست من گیری — ہمیں یک حرف بد بیری ز جویں یا رسول اللہ
 ز جام شب تو مستم یہ زخمیر تو دل مستم — نمی گویم کہ من مستم سخداں یا رسول اللہ
 بعد بخت خریدم مر مرا دوست میدانم — خدا سازم دل و ہاں را عشقان یا رسول اللہ
 لہام پیش گاہے سر پیائے ساقی کوثر — لہاں را شدم چاکر باہیں یا رسول اللہ
 بوقت نزع در نام ، رود از تن بروں جانم — نگہ داری تو ایمانم ز شیطان یا رسول اللہ
 چو اندر حشر بر خیزم بدلان تو گویم — زویہ خون دل ریزم فرلوں یا رسول اللہ
 چو بازوئے شفاقت را کشائی بر گنہ گاروں
 مکن محروم جاتی را دروں آن یا رسول اللہ

غنائی شیرازی وفات ۹۲۵

دور مفلوہ کا مشہور شاعر ہے۔ لیکن اس کے دیوان میں حمد و نعت کم ہے اس کے دیوان کا آغاز قصائد سے ہوتا ہے اور ص ۲۴ سے غزلیات شروع ہوتی ہیں۔ شروع کی دو غزلیات کے بعد عشق مجازی کا رنگ چھلکا ہوا ہے جن میں حسن و مدحت با عشق مصطفیٰ ﷺ کا یہ تو نظر نہیں آتا۔ غنائی کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ سبک بندی کے بعد الی نقوش اس کے کلام میں ملتے ہیں۔ خیال بے کایہ اسلوب بے دری زہنوں سے قریب تر تھا اس لئے پاک و بے حد کے شعرا نے اس اسلوب کو ترقی دی۔

غنائی کے قصیدے میں حمدیہ اشعار :

باز از من و گل چمن آراست جہاں را — جاں تازہ شد از طلیع ہوا و جویں را
 صومعہ محمد ز کس گل و نسریں — سیمای من دلو شبہ عالیہ سہاں را
 نہ از اثر طلیع ہوا در دل خدا — شارب گل صد مددک کند چوب شہاں را

غزلیات میں حمد :

ای سر بند ہم تو محل گرہ کشای را — دگر تو مطلع غزل طبعی سخن سراں را
 آئینہ دار یافت یک نھر از جمال تو — دل کہ فروغی ی دہ جام جہاں نمای را

نعتیہ :

ای از لب تو طلیع کلام قدیم را — باعث رسوم شریع تو امید و ہم را

لول عظیم داشت شان ترا ندای — دهن جہد فراشت عرش عظیم را
 چراغ افروز تا شرف از گوہرت نیافت — در ہم نہ رخت این ہمہ دوزخیم را
 ہر شاہراہ عقل ندوی چراغ شرع — تا خلق پی روند رو مستقیم را
 ہر حرف زلف و نال فغانی قلم کشید — و ز دگر تو خواند لاف لام میم را

جہاں (نور فغانی) کی شاعری کے مطالعہ پر قاری حمد و نعت کے جائزے کی دس صدیوں تمام ہو جاتی ہیں۔ اس جائزے میں جہاں حمد و نعت کے اہم اور مستحق شاعر کا ذکر ہے، وہ ہیں اس نقطہ نظر سے کہ دوسرے (نہضت اکم معروف) شعرا کے یہاں بھی حمد و نعت سے وابستگی پائی جاتی ہے اور وہ بڑے سیاروں کے ساتھ ساتھ سیارے بھی اپنے اپنے دائروں میں یہ روشنی پھیلا رہے ہیں، جن کا ذکر بالا اختصار شامل کیا گیا۔ اب یہاں ہم اس ایک بزرگوار سالہ جائزے میں چند اہم نہایت اہم اہل کے ساتھ شامل کر رہے ہیں تاکہ حمد و نعت قاری کے مطالعے کا کوئی گوشہ نظر سے غفلت نہ رہے :

- ہامر خس (م ۸۱ھ) کوینی ریاضات کا شاعر۔ نعتیہ قصیدوں کا وجود ملتا ہے۔
- نضر الدین کرکائی (م ۵۰ھ) نعت میں لفظاں نبوی۔ آغاز اسلام سے قبل لوگوں کی معاشرتی زندگی کا حوالہ بعض رسول ﷺ کو اس خاطر میں نعت عقلی قرار دیتا ہے۔ اس کی مشہور "دیس در امن" میں نعتیہ اجڑا لگتے ہیں۔
- اشرف غزنوی (۵۵۵ھ) نعتیہ ترجیع بحر جس میں حضور کی کیفیات مذکور ہیں۔
- جمال الدین اسلمانی (م ۶۳۳ھ) حمد و نعت میں تہنیتات اصطلاحات کے استعمال سے گہرائی اور تاثیر پیدا کرتا ہے۔
- کمال انصاری (۶۳۵ھ) خلائق العالی کھلاتا ہے۔ نعتوں میں سلاست، مضمون آفرینی، لفظاں نبوی کا ذکر نئے نئے بحر ایوان میں کرتا ہے۔
- لاجوردی مراغی (۷۳۸ھ) مشہور ہام جم میں حمد و نعت کو سونینہ اسلوب اور اخلاقی طرز میں لکھا۔
- خواجہ کرمانی (۷۵۳ھ) عربی تراکیب، عربی مصرعوں کا بونہ، اسلامی اصطلاحات، قرآنی احکام، تعلیمات کے حوالے۔ مشن لکھے اور نعت میں موضوع کے شعور کے ساتھ ساتھ ویت کا تجربہ بھی کیا۔
- سلیمان سلجوقی (۷۷۸ھ)۔ قصیدہ، ترکیب، لکھے۔ اسلوب سونینہ و عارفانہ۔
- خواجہ ہام الدین ملا حمزوی (م ۷۱۳ھ) عارف، سونی شاعر۔ نعت میں مشقہ جذلوں کا پرچہ۔
- تقیہ کشانی (۷۹۶ھ) مولوی دور کا عظیم مرثیہ گو۔ چار نعتیہ قصیدے بھی لکھے۔ مضامین کی رنگارنگی۔ حضور ﷺ سے طلب ہدایت۔
- آفتاب، ہم دور سے ماضی کی رہنمائی کے محتاج۔

ان ستاروں اور چراغوں کی نیلایش کی فضاں میں ہم اپنے مضمون کو تشکیل کی بات لے جاتے ہیں :

فیضی ۹۵۳ تا ۱۰۰۴ (دور مغل پاک و ہند)

فیضی کے افکار پر فلسفیت کا لہر ہے۔ وہ حیات کا نکتہ کراہی زلوہ نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے یہاں نہ ہی خیالات کی کمی نہیں ہے۔ قول شکی نہائی، فیضی کے مذہب اور اس کے خیالات سے اس کا وہ ان بحر اپنے ہے۔ (شعر انجم حمد سوم ص ۷۷)۔ فیضی کے یہاں حمد و نعت کے مضامین خصوصاً اس کے قصائد اور مشہور میں ملتے ہیں۔ اس کی غزلیں باہموم ایسے اشعار سے جڑی ہیں۔ اس کی مشہور مشہور قل و من میں بھی جو موضوع کے اعتبار سے ایک غیر مذہبی تخلیق ہے، نعت کا طراز ملتا ہے۔ مثلاً :

نعت :

کی مرکز دور ہفت جدول — گردپہمیں موج دل
 چاہک قدم ہماں الاک — والا کمر جلا لولاک
 خاک و موج عرش جدول — ہی و سلب خلد در دل
 ہم مطلع دل سہای — ہم مصرع کفر سہای
 ہی و دقت دہن عالم — فی سایہ و سہان عالم

اشعار میں ہر نعت کے مضامین نور حق کا ملیں گے۔ فلسفیانہ جلال اور حقیقہ جمال دیکھئے :-

نعت :

ما ظاہر قدیم و نورا را نہ شایم — مرغ نگریم و ہوا را نہ شایم
 برہن شویم و نا لگی یلایہ — از انہم آموز کہ لا را نہ شایم
 با اہل جدول کتبہ "توحید نگریم" — در وحدت حق چون و چرا را شایم

نعت : بدو اہل ما اہم و الاک حدید — گر صاحب لولاک لما را شایم

کلیات فیض کا آغاز قصائد سے ہے :

ص (۱) پر "در بیان جلال و عظمت ہدی تعالیٰ"

ما قبل الظہور و بعدی الہا — نورک فوق انور ، حکم فوق ظہور
 نور تو عین مہر ، حق تو دانش نعل — حق تو اندیشہ کار ، کن تو حیرت فرا
 علم تو آہا کہ شد پردہ نعیم جلوت — نیست مطالب درست ، نیست دلائل رسا
 در رو نورک تو ہمدہ معطل ز کار — جملہ عقل و نفوس ، جملہ حواس و قوی
 جہدی و غنی کرم بہایت دل — جہتیں ہرزہ گرد ، جہتیں ڈاڑھا
 سطر ہذا قوی دل و آخر دل — اولی فی لہذا ، آخر ہے استا

ص ۱۲ در ستائش یزداں :

چہ حسن و جمال است اللہ اکبر — چہ عز و جلال است اللہ اکبر
 فرد و نمود اندیشہ مند دانش — چہ فکر و عمل است اللہ اکبر

نعتیہ :

کا زور و واجب و فکر ممکن — چہ وہم و خیال است اللہ اکبر
 من و حرب و توحید گمن ہما — چہ مہر و امتثال است اللہ اکبر

چو در حاجت ما مجید است عیش — چو ہائی سوال است اللہ اکبر
 مں ۱۶۹ از جمع ہر جا

نعتیہ :

ای روی تو آفتاب ندارد — و ز نور رحمت جہاں منور
 آئی تو کہ گشتہ دوح قدسی — در آئینہ رحمت معبود
 سر در قدیم تو زار نردن — میں است اگر شود میر
 بجوار کہ دامت بکرم — سر در قدس خیم مہم

مشہور مرکز اور اردو صوفیان مضامین سے ہے اور جس کا اسلوب فلسفیانہ ہے اس کا آثار یوں ہوتا ہے :

دیباچہ :

حسبہ نعت آمیز :

بسم اللہ الرحمن الرحیم — مخج ازل راست عظیم قدیم
 کجا ازل دست کام خدا — منہر لہ کردہ مقام خدا
 مست در مخج — ہر گل خدا — دلہو کیدش پہ محبت مہم

(۱۶۶)

عرفی شیرازی ۹۶۳ تا ۹۹۹ھ (دور مغل پاک دہندہ)

جمال الدین عرفی کے قصائد و غزلیات میں حمد و نعت کا نقش قیمت سرمایہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس کے یہاں اسلوب میں راحت خیالی اور شکوہ
 میں کے ساتھ ساتھ دو جذباتی عقیدت بھی کار فرما ہے جس کے اشعار میں گہرا اثر پیدا کرتی ہے۔ تعیبات و استعارات کی جدت اور نہرت تراکیب
 نے اس کے اشعار کو لطیف و خیالی بنادیا ہے۔ دولت کی نزاکتوں کا ہر پر خیال رنگ ہے اور ان مقامات و مقامات کے آداب سے پوری طرح آشنا ہے۔

عرفی کا ایک نعتیہ قصیدہ ہے نظیر عظمت و شہرت کا حامل ہے : انتخاب :

اقبال کرم ی مژد اہلبہم را — صحت خورد لہر لا و خم را
 از دہجہ دنیا الم آتوب گردم — زیں ہر پریشان ہم زلف الم را
 لی بکئی من دلف نہ ہر دل سالی — فی مری من زود کہ روی درم را
 فتنہ کہ نیازم بہ نسب نیست — ایک پہ شکوت عظم لوح و ہم را
 نوبت من التو بگوئید کہ دوری — آرائی لا تو بہت مہم ہم را
 فی فی فلا این نغمہ پہ موقع نہ سرودم — این نغمہ نشید است دگر صوت و علم را
 دوری کہ ہر تا کند آرائش مند — ہرچ شہنشاہ رب را و علم را

آرائش ایران نبوت کہ ز تعظیم — خاک در او لوت و شرف و لو قسم را
تا مجمع امکان و وجہ نہ نوشہ — مورد متعین نہ شدہ اطلاق اعم را
قدیم یک ہذا نشانید دو عمل — سلمان حدیث تو و لیلای قدم را
تا ہم ترا ہر فرست کردند — شیرازہ مجموعہ نہ بمعہ کرم را
عرفی مشابہ اس وقت است نہ صراحت — آہستہ کہ رو بدم تنگ است قدم را
بعد از کہ نواں یک آہنگ سرودن — نعت شہ کونین و مدح کی دہم را
شہا جہالت کہ از کام کہ دانی — نوسید مہل عرفی محروم و دہم را
ہر گاہ کہ دو مدح بلوم تو بجای — کز مدح مدام من جہی شدہ ام را
دانش کشاید ہمزہ عقدہ نعت — زنجہاست کہ اندیشہ گہں کرد علم را

(۱۶۷)

غزلیات کا ہر ایہ ہادی ہے جس میں مشق حقیق اور معرفت کے مضامین لکھوائے ہیں۔

دیوان عرفی شیرازی کے مطابق : حمد و نعت کے چند اشعار

حصہ اول :

ما لب اکوہا میر تو بھائیم یک — ہاتھ عیبیں ہی زندہ تو ہی استغفار ما
قارلم ای طالعان مشر ز احسان شہ — کشت و کار ما نمی کجہ بہ میزان شہ

نعتیہ :

آلب ما طلوع از مشرق یثرب نمود — قارلم ای مصرین از ہا کعبان شہ

مثنوی جو مخزن اسرار کے جواہر میں دیوان کے ساتھ چھپی ہے :

حصہ دوم :

ہم اللہ الرحمن الرحیم — مہجہ نعت ہست ز ہر قدیم
تا ہم ایں تھہ بہ جمیل عرش — زہم آرائش قدیل عرش
کہ ہم صمد ہے ہزار — نامہ نواز آیم و عنوی طراز
از اثر نو صحت رفیع — مگر نو اہست و سچ
شیر کشایدہ پستان صبح — یامن افغان گر بیان صبح
بال کشای شک اندر صعد — ہامہ ساری ملک اندر ہجود
سرہ کش صمد زریں قدح — وسمو نہ ہدی توس و قزح
جل جلالہ علم شان دوست — ہم نوالہ تمس خوان دوست

عرفی اگر ببل اگر درگ دوست — نذر توحید زین ہای دوست

نعتیہ :

ہرے نول کہ کعبہ اثر — زہرہ منج ہر منج ہر
 در مگر اللہائی منج آفریں — زہرہ منج ہر منج ہر
 گفت سید ازل مون دار — تا مگر دی صمد ہر سحر
 در مگر روضہ لطف لال — رحمت نو ہل کشای اہل
 رعت نو عالم سراج فرش — سایہ تحت انوارش پنج عرش
 سایہ کس نور کہ فی سایہ است — نور دریں سایہ حق مایہ است

(۱۶۸)

ہم فطری نعمات کے ایک اقتباس، عرفی کا یہ جائزہ ہم کرتے ہیں :-

”یہ سب کہنے آئے ہیں کہ حقائق مشاہد کو معلوم نہیں۔ ستر لڑنے کا تھا کہ مجھ کو صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ یہ
 معلوم نہیں ہوں۔ عید اسی خیال کو قدر لعل، لعل بیٹا غیرہ نے اشعار میں لوا لیا۔ لیکن عرفی نے اس قلمیے کا ایک قدم
 نور آگے بڑھایا۔ دو کہتا ہے :-

ہر کہ نہ تو پہ اور اک نشانیہ دانست

دیں سخن نیز بہ اندازہ اور اک من است

خدا کی ذات و صفات کی تعبیر جو اہل مذہب نے کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انہیں حالات، انہیں
 اوصاف اور انہیں احاطہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے انہوں میں دیکھی ہیں۔ زیادہ منج زیادہ پاک زیادہ بلند فرض کر کے ایک ذات
 کا تصور بنا دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر قوم میں خدا کے اوصاف کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ اس بنا پر عرفی کہتا
 ہے :-

قہر و فخری را ی پرست — حرم ہر دی را ی پرست

ہر اقلن پرست تا معلوم گردد — کہ ہر دی و مگر دی را ی پرست

اسی طرح مضمون کو ایک اور لطیف طریقے سے لوا لیا ہے :

آہں کہ وصف حسن تو تعبیری کہند — خوب نہیدہ را ہمہ تعبیری کہند

(۱۶۹)

نظیری نیشاپوری ۱۰۲۱ سال وقات

نظیری کا حوالہ ایک قول گو کے طور پر ہے۔ اس کی غزلوں میں تقول کی طرح ہر کیفیت ہے اور حافظہ سعدی کے اسلوب کی دلکشی و شیرینی
 موجود ہے۔ اس کے دیوان کے مطالعے سے غزل کے اشعار میں سے ہر اور نعت کے جزی اشعار گل سکتے ہیں۔ جبکہ اس نے ایک یاد و غزلیں کھل

نعت کی صورت میں لکھی ہیں۔ اس کے مطابق دیوان کے نتیجے میں حمد اور نعت کے چند اشعار جدید نظر میں ہیں :-

نعتیں :

درویش و بادشہ وجود تو قائم اند — خورشید کردہ ای تو عزیز و ذلیل را
 قائل بجز گشت ثانی تو ہر کہ گشت — در ہستی تو رہ نمود حال و عمل را
 توحید حق میان نظیری بلند ساخت — برتر مہد پایہ عرش جلیل را
 روزی کہ جرم نامہ نظیری نہ آورد — از کب عفو شوی کسب سقیم را
 طاعت یا نیست غیر از درویش پندار ما — بہت استغفار ما محتاج استغفار ما
 رعایت بر ما کردہ اجر ہی خواہم — چہ بید کاشتہ ام از شر چہ کار مرا
 فی عدم یاد و فی وجود ایں جا — صورت و ہم ی نمود ایں جا
 کس مضمضی نداد در مسکن — یک جسم کس نبود ایں جا

نعتیں :

معاذ عقدہ دلناست آں زلف مہ را — حمد اللہ کہ راہلی بہت با مطلق مقید را
 کہ دلوئی روح را با جسم اللہ گر نگر دیدی — محمد کاروان سالار انداز محمد را
 وجود مرکز پرکار عالم کی شدی طاعت — احمد خود قاب قوسین از نمودی بیم احمد را
 مسکن معزز از پہلوی مگر مش سرد بگشت — کند غلی بہ براق معرفت انصافی مقصد را

ای کردہ خراب شکند حا را — ہر دم زرد آہنگ حا را
 صیار و شاں بدام زلفت — در بانہ سپید خانہ حا را
 شاہی بہ فصاحت تو دلوہ — صلاح در غزلہ حا را
 در عقدہ چہ نیم طاعت — مشاطہ فکشتہ شکند حا را

زمی نمود آفرینش بجات — کشت پاپ بچوہ گل خیانت
 بیش حق از قول رای تو روشن — پندشیدہ موج حوادث زلالت
 صہ خود بہت پروتہ ہر تن — تو روحی خود پرواز بہ و بال
 باطن ترا دیدہ کوم مقدم — ز حدود جہاں شد بہت طاعت
 بہ بکرامت سایہ ظاہر مگرد — کہ خود گشتہ جہاں فرو نہالت
 من تو فحاش نقش پاد — کہ صنعت گری غم شد بہ کالت
 توں گشت لیس کشتہ بجات — کہ در غیب نمود مثال طالت

ملک الشعر اطالب آملی ۹۸۷ء تا ۱۰۳۵ء

کلیات کا آغاز مناجات الہی تعالیٰ سے ہے، جس کے بعد نعت کا آغاز ہے۔ نہیں ہے اس کے فوراً بعد سلاطین و امرا کے قصائد ہیں۔ پھر غزلیات ہیں لیکن غالب، قصائد کو حمد و نعت کے بغیر شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی غزلیں بھی اس ذکر سے خالی ہیں۔
آغاز کی مناجات کے چند اشعار :

اھی شعلہ شوقم فرداں ساز — مرا آتش کن و در عالم انداز
ز دالش گوهر پاکم بر افروز — چراغ چشم لوراکم بر افروز
عطا کن جذبہ شوق بدمی — کہ نہ دای مدد مانم نہ بدی
دلہ را چشمہ نور یقیں ساز — دریں بحر حکم باریک بینی ساز
بہاں باطم را شست و شود — گل فی رستم رہ رنگ و بو دہ
کہ از ی چاشنی گیرد زبانم — کہ آبیہ وی شمع از زبانم
مرا جز نیت محبت بدل نیست — جز این اندیشہ ام در آب و گل نیست
عدم را خلل ہستی در حکم خود — جنس تاریک ہزار عدم خود
گل عقل لول از شرخ عدم رست — گیاد روح با لولہ ہم قدم رست
پس از ایجاد عقل کل یہ ترتیب — ذکر اجزای امکان یافت ترکیب
عنصر عقل با افلاک متحد — جدای را ورق در ہم صحفہ
ما غالب غموشی پیش سازیم — خود را رہبر اندیشہ سازیم

(۱۷۳)

صائب تبریزی ۱۰۱۰ء تا ۱۰۶۱ء

صائب کی غزلیات میں صوفیانہ انداز نظر نہیں آتا۔ عشق مجازی کے مضامین ہیں اور اس سے چند اشعار ہاتھ آئے ہیں۔

پہلی غزل کا سر آغاز :

حمدیہ : اگر نہ بمبسم اللہ ہادی تاج عنوانِ حا — نگشتی تا قیامت تو خط شیرازہ و دیہا حا
ص ۶ فیر حق را ی دی رہ در حرم دل چرا — بختی بر صلوہ استی خط باطل چرا
ص ۷۰ ای خد و خس بر شای تو سخن با — گنجینہ گوہر ز مدح تو دمن حا
ص ۶۹۶ نیست سوی حق جز تسلیم راہی مدد را — جتوی این کریم ی کند جو کدہ را

(۱۷۴)

غلام حسن شہید ملتانی وفات ۱۳۶۹ھ

قاری زبان میں قدرت کلام اور لطافت بیان کے ساتھ شعر کہتے ہیں۔ ان کا جو دیوان مجنوں لاہوری سے دستیاب ہوا اس کے بعد انی صفات پایید ہیں۔ شہادت کے سال کا مصلح بھی محفوظ نہیں۔ قاری کلام کا چارہ اصرار حمد یہ اور نعتیہ ہے۔ کہیں کہیں غزلیات ہیں، جن میں عشق حقیقی اور تصوف کا پہاڑ ہے۔ نعت میں ہنس بکھار المانہ پن، عشق و عقیدت کی سرمستی، سرشاری اور سراسر بحالیاتی اسلوب چھلکا ہوا ہے۔ دیوان قاری کا آغاز ”درد محمدی تعالیٰ دو شکی مصطفیٰ ﷺ“ کے عنوان سے ہے جو ۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ عشق سے خطاب ہے اور اس کے حوالے سے ساقی (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ٹکارت کا جام طلب کیا ہے :-

نعتیہ :

توئی ای عشق برقی خانہاں سوز	—	بیدار نوحہ آتش زن امروز
درد سرمایہ ناموس برباد	—	دلہ را کن ز بند ہستی آزاد
بیا در حلقہ رندوں گزر کن	—	خود را رخصت تو بدو ان دور کن
من دو ہائی از ٹھکانہ راز	—	ز دستہ ساقی پروردہ ہزار
چہ ساقی قبلہ مقصود مصلیٰ	—	حیات جہاد ان فی پرستی
بھائش غزون اسرار معنی	—	محبت مضمون نور تجلی
دو ہر دیش نشان قلاب فوسین	—	گرفتہ ہر دو عالم طرفہ الجین
لہانہ مبر و محل و ہوش ہائی	—	کرخی عشق و محبت ہست ساقی
حسن چوں با دل آگاہ دیدم	—	محمدؐ نور جمال اللہ دیدم

صلیٰ نمبر ۳ پر ”مشکوٰۃ در سرپای مشوق“ : (جستہ جستہ)

نعتیہ :

دو قامت و دو فرم جارش	—	موازی حرکات و انوارش
زبان طرہ مرا بس است بوی	—	کادھت ہزار دل موسوی
پیشانی تو ٹھمت قال است	—	دیباچہ مصحف جمال است
در پیش اللہ آل فسوں ساز	—	جہان اثبات است انوار
دندان دی از لہان شیریں	—	شد جلوہ گر از عشق چو پرویں
آئینہ با صفا ست سینہ	—	پاک آمدہ از لہلہ کینہ
چوں دل غن از چٹائی تو کرد	—	پایان غن چہ پای تو کرد
ہر عضو لیلیٰ زان سرپا	—	چوں شعر حسن از دلارا

صفحہ ۳۳

ایمان چہ بود دولت دیدار محمد — جنت چہ بود سایہ دیوار محمد
 کونین نہ ارزد بہ یمنی سر مویش — این فرخ خیزد چہ خریدار محمد
 مدد نظر شود زندہ و مدد بگو سبب — از لذت جان پرور گفتار محمد
 مدد صفت و مدد بگو زلف است خریدار — در حرم تو گری بازار محمد

صفحہ ۱۱۰

ای روی ترا کسی ندیدہ — حیران تو مدد بزار دیدہ

نقصیہ :

مملکت چہ جمال و حسن و خوبی — واللہ خدا نہ آفریدہ
 بکوں حسن آنکہ با تو بچست — بچند ز بسوا مدیدہ

صفحہ ۱۱۷

کہانی یا رسول اللہ کہانی — کہ چاہم بر لب آمد از جہانی
 عظمت ہر دو عالم را گرفت است — ول در حرم پناہ چہانی
 چہ باشد گر تو موزد حسن را — ز بولو دیدہ اش در دل در آئی

(۱۷۵)

(بعد میں مکمل دیوان دستیاب ہوا)

حبیب اللہ قاضی شیرازی ۱۲۲۲ سن ولادت (مدد قاضی کا مشہور و ممتاز شاعر)

ہیادی طور پر ایک قصیدہ گو شاعر ہے۔ اس کے قصیدے کا اسلوب اچھا تاہم دلکش ہوتا ہے۔ مضمون طبع زانو پر آنے مضامین میں بھی طرز میں کی تازگی۔ اس کی تشبیہات اور استعاروں میں بھی قدرت ہوتی ہے۔ منظر کشی اور واقعہ نگاری میں اس کا سرچشمہ بہت بلند ہے۔ جابلے سے غواگری کرتا ہے۔ اپنی قدرت نگاری کا سبب اس کے قصائد میں بہت دلکشی اور اثر آفرینی ہے۔ وہ اس نوعی تحریک سے دلچسپ ہے جو سبک قدیم کی جانب رجوع کے لئے شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ ہول مرزا قبول بیگہ ششانی :-

"زبان اور اندام زبان کے اعتبار سے حقد میں کی صف اول میں شامل ہیں اور اندام و فکر میں وہ ہدیہ شاعری کے پیشرو

ہیں۔" (ادب شہد دیوان، ص ۵۶۲)

قاضی نے زیادہ تر قصائد روش زمانہ کے مطابق سلاطین و امرا کی مدح میں کہے۔ تاہم اس کے دیوان میں نعتیہ اور ہجائیے اور ہجذات کا غلط اور محاسن شعری رکھتے ہیں۔ فضائل نبوی ﷺ کے بیان میں، نیز اپنی عقیدت و انہی کے اظہار میں بھی اس کے یہاں روش عام سے گریز اور انفرادی رنگ نمایاں ہے۔

سرد عالم ہو القاسم محمد آنکہ چرخ — باوجود نو داد پوں ذرہ بخش آلب

روشنای ہر دو عالم آنکہ در یک چشم زد — بر گزشت از چہار صد و ہفت خط و شش باب
 با شرم قہر لو ہر ہفت روز یک شر — با صاحب دست لو ہر ہفت و بیایک باب
 جلی ہستی لو ہست آنچہ ہست از ممکنات — غیر ذات حق کزو ہستی وی شد ہر باب
 نہ سہر و شش ہمت و ہفت روز یک ہمت غلہ — ہر مولود دو عالم ، چہار ہمت و ہفت باب
 در ہمد عمر از وجود لو خطای سر نہ زد
 زانکہ یاد الخلل یکو بل سراسر دمی باب

(۱۷۶)

حب تو گر دوست جہاں می خرم ہر — سہر تو گر بلاست بدل می برم ہر
 طہر بلیط ، صلہ ہمد ، روان صرف — مصباح فیض ، راحہ روح ، روح اقتیا
 صدائق لوح ، سنی لون ، مہر قہم — نور لزل ، چراغ لب ، مشعل ہر
 ذات تو سر فرات پہ تجید ذوالجن — طہر تو فی نیاز ز تقدیس امفیا

(۱۷۷)

مرزا بیدل ولادت ۱۶۳۳ء

ایک عظیم شاعر جس کے اثرات اس کے معاصرین اور متاخرین کے افکار پر ثبت ہوئے۔ ایک ہندی میں صوفیانہ اور لکھنؤیہ انداز فکر کے ساتھ اپنے نقوش لایاں و قلوب پر مرسم کرنے والا۔ ہارک خیالی اور مضمون آفرینی میں ملاقات ہمد و محنت دیکھنے والا صاحب تحقیق۔ مثنوی۔ قصیدہ اور غزل میں ایک نازیں کرنے والا شہسوار اس کے حراج، شعری روپ، موضوعات و مضامین اور اسلوب کے بارے میں چند آراء ماضی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحق کے مطابق :

”۱۶۳۳ء میں مرزا عبد اللہ پند کے ایک تصوف پسند گمراہے میں پیدا ہوئے۔“

ڈاکٹر صاحب دوح بیدل میں رقم طراز ہیں :

”قبائے ظم نے صغیر سنی میں اس کے ذہن کو روشن کر دیا اور تصوف نے اس کے دل میں خدائے لم بدل کی محبت پیدا کی۔“

مرزا بیدل پر اپنے عہد کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :

”ہر حال یہ بات کا قہر و ہمدت موجود، بعض مسلمان صوفیوں کے غروہ و باطن کو جائز سمجھنے اور اکبر کی طہرانہ تعلیمات کی وجہ سے ہندوستان میں ایک ایسے مسلح کی ضرورت تھی جو ذات الہی کی ہمد وایت کو عالم شریعہ کر دے اور ہم کر دور لو ششہاد کے اثرات کا قہر قہر کر دے۔ اس کام کو ہمد ولف جلی شاہ سر ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیا۔ چنانچہ جب ہمد اللہ و پیدا ہوئے تو حضرت ہمد ولف جلی کے قہر و ہمدت شہود کا عام چہا قہر بیدل نے بھی اسی قہر کے کو اپنایا۔“ (۱۷۸)

”فیض بیدل“ کے مولف کے مطابق :

”مکن عرفی کے میل و جود کی وحدت میں ہے لیکن اس کے ساتھ ذات الہی کی بلورائیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ علامہ سلیمان ندوی کا قول ہے کہ بیدل اپنی نظم و نثر میں جو نکتے بیان کرتے ہیں وہ تمام زبردست شہود، حضور و اہل صفات، قصین مہرے تعین، فنا، تجرد، استقامت کے مظاہرین ہیں۔ بیدل نے بخوبی مسائل کو حل کرنے کے لئے وہی نظریہ اختیار کیا جو کہن عرفی کا تھا لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ بیدل کے خیالات پر غلبہ مہر و لطف ہانی کی وحدت شہود کا تھا۔“ (۱۷۹)

بیدل کا حلقہٴ فن مولفائے کرام سے ہے جو اپنی ذات کو ذات الہی میں فنا نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنی جگہ پر اس کے ارتقا کے گرد و منہ ہیں۔ اس کے علاوہ بیدل کا ایک اہم موضوع عظمتِ مٹری ہے۔ نیز یہ کہ انسان ہے پایاں امکانات کا سرچشمہ ہے۔ ”دیوانہ بیدل“ کے مقدمے میں اس کی خصوصیات فکری و شعری کا ذکر لطیفی اس طرح کرتے ہیں :-

”اندیشہ ہائے سر موز عرفانی و مسائل نامعلیٰ فلسفی را چنان بہ زیبای و ہنرمندی در تعبیرات شاعرانہ خود پروردگار
ہاں صبر و شعر و دلور کہ طوائف خیالی کی کند سرحدی کہ میان شعر و فلسفہ است در غزلیات و بیہداشت شدہ فولاد را
افشردہ آئینہ کردہ است۔“

بیدل کی حمد و نعت سے انتخاباً جتہ جتہ اشعار :

مشغولی محیط انجم سے ”در احدیت“

ملہ و مفا در شہود و صفات — — — — — و صحر آئینہ — — — — — ممکنات
بہ گزار فی رقص رنگ نیست — — — — — آئینہ اش جسم رنگ نیست

حذیہ :

صفات کمالش مایہ المہم — — — — — نہ آنجا فرد رلہ دارد نہ وہم
بہ کھنچ چہ اندیشہ را بد نیست — — — — — سخن در مناقش سزوار نیست
بہ ذلت قدم جزو صفات — — — — — نمی نبد اعلیٰ ممکنات
بہ پرگان حشر چہ گویم ما — — — — — صفات خود ست آگہ گویم ما

نعتیہ : (محیط اعظم سے)

مژہ شہہ خلی قدس ذات — — — — — محیط ثم ہستی کائنات
شی کائن شہہ شہر فی ظلم — — — — — قدم زد مہراج فیض ازل
برعت چہاں ہر عشرت پیام — — — — — چہ آمد شد موج صبا جام
گر از قاب قوسین جوئی نکلیں — — — — — وجودش لہایہ رہ ایں فی گہاں
ز لعل محمد مر آ کہ شوی — — — — — لہاں ہم الحمد للہ شوی

کاش بر آینه بر روی ذلت	—	ز اسم محمد فقلب صفات
شهادت ذلت الله افعال او	—	تصور کلام الله اقوال او
نبائی چه اسرار حق ترجاں	—	دہائی ز فیب هویت نشان
ز لہو کلید دم و نہ تش	—	ز گیسو سواد خط سحر تش
لبش گوهر آرائی دُرچ حدود	—	خط چہ اش موج جام شود
چہ مینا، چہ غم، چہ سہ، چہ شراب	—	بہ مست در پناہ آفتاب
دماغ قدر باز بر روی دوست	—	درد مرای بہ سون دوست

دیوان بیدل (غزلیات) پہلی غزل : س ۱

مطلع :

بلوچ کبریا کز پہلوی مجر است راه این جا	—	سر موی گر این جا غم شوی بشکن کلاه این جا
بہ سنی غیر مشکل بود ز آشوب دوی روشن	—	سری در خیش خود دزدیدم و دزدوم پناه این جا

صل ۱۳

ای آئینہ حسن تنہای تو جاں جا	—	اوراق گلستان شای تو لب جا
فی زمزمہ حب تو قانون سخن را	—	افسردہ چو خون رگ تاک است میان جا
فی سبب وصال است دل الماچہ توفی کرد	—	جسم است بدایت گرد ریشہ جاں را
آہنجا کہ بود جلوه کبر حسن کمال	—	چرا آنکہ نحو است یقین حا و گمان جا

صل ۱۴۰

از چمن تا انجمن جوش بہار رحمت است	—	دیدہ ہر جا بازی کرد دو ہار رحمت است
-----------------------------------	---	-------------------------------------

صل ۲۳۷

از ان مقام کہ عرض جلال معبود است	—	غبار نیستی باست آنچه موجود است
چنان فی جنتی قابل قضین نیست	—	بہر طرف کہ اشارت کنیم محدود است
نہار تا نہ ہری رمز باز لغای	—	بہر کہا اثر بکہد ایست ، معبود است

(۱۸۰)

نشد ایم بیلو تو یا رسول الله	—	کج نیستی تو مجر روی بر دیوار
کف امید ز سرمایہ ، شکر حق	—	نہی از عرفی شرم تا کسی سرشار
ترجم تو اگر دست مجر ما گیرد	—	سر کھنہ بہالہ ہزار گردوں دار
شفاعت تنہی گر بہر لطف آرد	—	چہ ودیعت کوثر ز سفر قدر

ایک اشارہ اور توں معائنہ کرو — ہزار حسن قبول از لہام کردہ
 تو ہر طرف کہ جدیت کئی وہاں قبلہ — سو ہی ہر چہ اشعار کئی وہاں دیدہ
 عطا وہاں کہ پسند و توجہ کرم — عطا وہاں کہ توجہ رد کئی، ارمی عذر
 اگر تو دعوت ایمان کئی ملک جہاد — امت آید و از رگ سنگ بچلہ زہر
 تو کی کہ بالغ رعایت از تو دلد رنگ
 تو کی کہ ساز الوہیت از تو بدد ہر

(۱۸۱)

مرزا اسد اللہ غالب ۱۲۸۵ھ

مرصعہ کالامیت اہم، ممتاز اور معروف شاعر اسد اللہ غالب اردو سے زیادہ اپنی فارسی شاعری پر اہتمام فرماتا ہے۔

فارسی میں تا بہ تثنی نقش حای رنگ رنگ

اس کا کلیات فارسی قصائد، مثنویات، غزلیات اور قطعات سے عبارت ہے۔ غالب کو ہم عصر نعت کے بانی علامہ شعرانی کے دھڑے میں شامل نہیں کرتے اور یہ اس کا سبب ضرورت بھی نہیں البتہ اس نے جہاں جہاں یہ مشائخ باندھے ہیں وہ اس کے لئے وجہ افکار اور سبب حقائق ضرور ہوں گے۔ غالب کے یہاں مثنویاتی اور اسلوب کا شکوہ ہر جا موجود ہے۔ اس کی تمام شاعری کی اساس اس کے شعور و حکمت پر ہے اور فلسفیانہ اسلوب جس میں کہیں کہیں صوفیانہ طرز اور انوکھا استخراج ہوتا ہے، اس کے امتیازات شاعری سے ہے۔

عہد نعت میں بھی یہی ممتاز لہجہ کار فرما ہے جبکہ اس کے نعتیہ افکار میں اس کی عقیدت مندرک شیعہ اور جذباتی صداقت بھی گندھی ہوئی ہے۔ تاہم ہر ایسے مقام پر علامہ ہمدانی اور لویجک جمال کے ساتھ بات کر کے اپنی انفرادیت اور قصص کو قرار دھکتا ہے۔

کلیات غالب فارسی کے مضاف

ص ۸۷ پر اس کی مثنوی چرغ ویر کا اختتامی (حمدیہ) شعر:

دہ دم زن و حلیم لا شو — بحر اللہ و برق ما سوا شو

ص ۱۰۲ پر مثنوی شان نبوت ولایت میں یہ نعتیہ اشعار: (انتخاب)

ہم ہمہ ایزد و نسب رسول — ی فہم کھنہ چہ رسول
 حق ہر حق سقاہ از نورش پیہ — آہیں ما و زمیں عا را کلید
 نور محض و اصل ہستی ذات دوست — ہر چہ جز حق بینی از آیات دوست
 جلوہ اول کہ حق پر خویش کرد — مشعل از نور محمد خویش کرد
 شد میں آں نور در ہم قصور — از خب غیب بناید چہ
 نور حق است احمد و لعان نور — از نبی در اولیا دلد غمور

ص ۱۱۷ مشنوی ابد گریہ : حذیہ :

سپای کزو ہر ہائی شود — خن در گزارش گرای شود
سپای کہ آغاز گفتار دوست — خن چوں خط تو رخ نمودار دوست
سپای کہ شوریدگان است — دہنش بہاگ قلم دل ز دست
باشد اگر عشق عام نہ — کرا زہرہ مدون ہم لور
نگارند و بیکر آب و گل — شہزادہ کوہر بہان و دل
ز ہر ذرہ کاری بہ سخائش — نشان پر پائی ز یکا بخش

اس کے فوراً بعد مناجات (حذیہ) :

خدا یا ربانی کہ حیدہ — بہ نیروی پہلی کہ حیدہ
مدام بہ جنبش گرایہ بھی — ز راز تو حنی سراپہ ہی

نعتیہ :

محمد کر آئینہ روی دوست — بربخش نہانت دلا کہ دوست
ذی روشن آئینہ ایزدی — کہ دوری مجیدہ زنگب خودی
ز راز لعل پردہ مدودہ — ز ذات خدا مہجری مدودہ
بندی دو کعب بالای نہ — گرای کن مجیدہ سیمای نہ

نعت کے بعد معراج کا بیان ہے جو طویل ہے۔ پھر ساقب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

غزلیات کے ص ۵۷ سے اسے سلسلہ خضائے کا آغاز ہے۔

قصیدہ لول در توحید، قصیدہ دوم در نعت، قصیدہ سوم در نعت اور قصیدہ چہارم در نعت و منقبت۔

ان کے مطالعوں کے مصرع ہائے لول :

ای نہ دہم غیر توفا در جہا انداخت
مرا دلی ست بہ پس کوچہ گر قندی
آں بللم کہ در چہستان بہ شاعر
چوں ہزہ ہم در خن آئینہ ہیں را

ص ۳۵۳ سے غزلیات کا آغاز ہے۔

پہلی غزل حمد یہ مضامین پر مشتمل ہے :

ای بہ عطا و خلا غوی تو حکمہ را — بہرہ در منکر . ہے جہا باہرا

شاہ حسن ترا در روش دلبری — طرہ بند فم صفت . موی میں ماسوا
 دیدہ درش را کند دید تو عاشق نرودا — نہ نگہ نیز را گنتہ نگہ نہتا

دوسری غزل سے حمد کے دو اشعار :

نعلی اللہ برمت شد کردن فی مکنع را — نعل نمد آردم کرم فی دستکھیں را
 خوی شرم گنہ در پیش گاہ برمت بامت — سبیل و زہرہ افشاں ز سیمارو سیاحاں را

غزلیات سے جتہ جتہ اشعار :

محو کن نقش روی تو درق بیند ما — ای نکاحت صبر صبر آئیند ما
 بر آردم غم جلوہ حسن بچاند است — کوہ قسم شش جتہ آئیند ماند است
 نمود نقش حق را در پید فی سہی است — دیگر نہ شرم گنہ در شہر فی لولی است
 غالب الف ہم علم و صحت خود است — ہر لا چہ ہر فردا گر الا نوشہ ایم
 سرخ و صحت و اتق تو ہی نہ کثرت است — کہ سار است در اعداں فی شہر کی

ص ۳۸۰ پر ردیف جی فوجائی کے تحت پہلی غزل، نعتیہ غزل ہے جو بہاول شہرت کی حامل ہے اور جو نعت کے اس مقام پر ہے جس کی آواز شاید ہر
 حال میں ناکو کرنا ہے یا کر سکتا ہے۔ پہلے نعت درج کی جاتی ہے۔

حق جلوہ گر نہ طرہ بیان محمدؐ است — تری کام حق زبان محمدؐ است
 آئینہ دہر پر تو سرست ماہتاب — شان حق آشکارا ز شان محمدؐ است
 خیر قصا ہر آنکہ در ترکش حق است — لا کفار آں نہ کمان محمدؐ است
 دلی اگر معنی لولاک دہری — خود ہر چہ از حق است الزان محمدؐ است
 ہر کس قسم بہ انچہ عزیز است ی خود — سوئے کردہ چہ چہن محمدؐ است
 داعی صحت سایہ خوی فردا گزار — کاشا غن ز سر و روان محمدؐ است
 ہر دو نیم سخن ماہ تمام را — کال شہر جلیلی ز بیان محمدؐ است
 در خود نہ نقش مر نبوت غن رود — آں نیز ماسور لائشان محمدؐ است
 غالب ثانی خواجہ یزدان گزاعظم

کال ذات پاک مرتبہ ان محمدؐ است

یہ نعت اپنے مطالب عالیہ، اپنے خوب مضامین اور فصاحت و محاسبہ نبوی ﷺ کے بیان کے اعتبار سے بے مثل ہے نظیر ہے اس میں ہندسے
 کی مگرائی بھی ہے، فکر کی رفعت بھی اور اعتقاد دہی کے محاسن بھی۔ اس کے دینے سے غالب نے حضور ﷺ کے اسوۂ کامل اور سیرت مبارکہ کی مختلف
 تجلیوں اور لواؤں کا ابلاغ بھی کیا ہے۔ اس کا مقطع صاف ہے اور اوراک کا مظہر ہے کہ ہم سے فصاحت نبوی اور مقامات نبوت کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔
 پروفیسر ضیاء احمد نے اس نعتیہ غزل میں خاص طور پر آیت قرآنی و احادیث نبوی کی نشان دہی کی ہے (اعمال ص ۱۵۳، اردو میں

نعت گوئی۔ (ریاض مجید)۔ واقعی یہ نعت کے مطالعے کا ایک بالور اہم رخ ہے بلکہ ہمیں سرمایہ نعمت کا مطالعہ کرتے ہوئے اس ذلویہ نگاہ کو بھی بدھنکا ہونے سے ہم دوسرے مدغمینہد سادات کی بعض نعتوں سے جس نظر کے طور پر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا استحصا کر سکتے ہیں۔ (۱۸۲)

گرا می جانند ہری ۳۴۵ (م ۱۹۲ء)

گرا می کے یہی حمد و نعت کا سرمایہ نہایت کم ہے۔ دو نہیں نعتیں صورت قرل ہیں یا مثنوی میں چند اشعار حمد و نعت کے ہیں۔ گرا می کا انداز یہاں سادہ و دلکش ہے۔ قلمی کہ از نور مجرہ عقیدت سے اس کے مضامین مملو ہیں۔ مہمان مزان ہے۔

غزلوں میں حمد :

حرفی ست خوش ز معہ خدام زبان ما	—	کرد و بگرد خولیش زہاں در وہاں ما
دور و نورد ما ہر چہ است الی حکیم	—	یعنی بخار شعلہ یاد آشیان ما
آنگہ رفتی بہ لہذا خانہ جان است لورا	—	فی شہادت وہ ہر ذرہ شکان است لورا
نکتہ لا الہ الا انت	—	نقش خیمہ تر زمین ما ہر سمت
دلیل منور مہنام سبب نمی خواہد	—	منامہ ازلی پروردگار فی سبہی ست

غزلوں میں نعت :

معنی اہم فی ہم ہر س تہ جبریل	—	معاذ بومہ قل مرتبہ دانست لورا
نم تہ سلا بخوشان رسول حرفی	—	کہ زمیں ہاں لب کون و مکانست لورا
سحر بخش من آمد نماز حضرت قدس	—	کہ صدور ہم بہت قیم مطلق است

مثنویات میں حمد :

شرح بسم اللہ (حصہ ۱) :

شرح وہم یاد و بجز ای ہر	—	بسم اللہ ہرگز دگر
ہر خط محمود امید و ہم	—	بسم اللہ الرحمن الرحیم
جوش ظم یکدہ لم یزل	—	معنی دیباچہ علم و عمل
جمہ بسم اللہ بدلتی کہ جہت	—	معنی بسم اللہ بخوانی کہ جہت
ہر جو اسرار الہی دور	—	بابت ذات کمالی دور
وہ جہ ہر حرف چہ ولما امیر	—	بسم اللہ چہ غفل و چہ عی
بسم اللہ ای گل یارب ہم	—	بسم اللہ الرحمن الرحیم
مرکز پرکار رموز قدیم	—	بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ ۲ :

من و معہ خدا چہ حرف است ای	—	من و امین آرزو شرف است ای
----------------------------	---	---------------------------

اے حور ز جھب لب وہد — خواندہ لم یلد و لم یولد
 ہر دانا ست پہل ایس ہا — مرغ دانش گفت بل ایس جا
 دامن شوق بر کمر زده ام — گل صبر ندا بہ سر زده ام

نعت :

ایس چ شوقی ست دیر چ علی لولی — من د صبر محبہ عرفی
 نعت آں لہرمان ہم د امید — خود خدا خواندہ در کتب مجید
 جز بیکای مرغ صلیبی — نید ما محبہ عرفی
 جز ایجاد نقش مرض د سپر — حقد در گوشت لو چہ زده چہ مر
 من چ غلام مدح آں استاد — یحییٰ از مقدس عبادت دلو
 علم افزا مرصہ افلاک — جلوه ارزو کرسی لولاک

(۱۸۳)

کوثر چہ از لبم باہمی تکتہ لبی — خور دہ از شمع چہ ایس تھری شہی
 ای دوست ادب کہ در حرم دل باست — شبہ کوہی ، رسول عرفی

(ارمغان نعت از فیض مدنی، ص ۱۶۵)

اقبال (م ۱۹۳۸ء)

اقبال کی تمام فکر، تمام لفظ اور تمام شاعری کا مرکزی نقطہ عشق رسول ﷺ ہے۔ حضور ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت، یہی محبت و اطاعت کا راستہ منزلِ حید تک لے جاتا ہے اور اسی نقطہ آغاز سے زندگی کی تمام منازل تک رسائی ممکن ہے۔ ان کے تمام کام میں یہ عشق اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جیسے بدن میں روحِ پارگ و ریختہ میں سوئی گردش۔ ان کا نقطہ خودی تمام نرالی اساس عشق محمدی پر استوار ہے۔ فرد کا تزکیہ و تربیت ہو یا ملت کی اصلاح و تعمیر و ارتقاء، خودی کی تخلیق و تہذیب اور فرد یا اسی عشق پر مبنی ہے۔ آج ملت اگر خود اور لوگوں سے ہر رنگ و نازِ حیات میں اقوامِ عالم سے پیچھے رہ گئی ہے تو اسی مرکز سے بے تعلقی اور اضطراب کے سبب۔ جب بھی اس مرکز سے وابستگی کامل ہوگی، مسلحہ اسلام یہ فائز و غالب اور عکرم ہوگی اور قیادت اقوام کا منصب سنبھال لے گی۔ کتاب و سنت سے رابطہ محکم، میرت مہار کہ کا اجراع کامل اور حیات فردی و ملی کے بروہ اور برپلو میں عشق و اطاعت رسول ﷺ کا رہاؤ اور گیرائی ہی بہاری فوز و فلاح اور نجات کی ضامن ہے۔ ہمارا اجماع، بہاری وحدت و فکر و عمل، بہاری بین الاقوامی یک جہتی، ہمارے افکار و اعمال اور ان کے تمام تر مظاہر و ثمرات کی بنیاد یہی عشق و اطاعت ہے۔

اقبال امت کے اجتماعی آشوب، عصری احوال و مسائل کو اسی بارگاہِ چار و سارا میں لے جاتے ہیں۔ اسی در پر استغاثہ و فریاد کرتے ہیں اور اسی ہادی اسلام و انسانیت اور ولہب کامل سے ہدایت و منزل رسی کی آواز دے جاتے ہیں۔ اقبال کی شاعری قرآنی حکمت و بصیرت سے ربط و تعلق رکھتی ہے اور اسوۂ حسنہ رسول ﷺ سے موعظت و ہدایت اخذ کرتی ہے۔ عشق ہمارے رسول سے ایک توکل کا اسلوب حکیمانہ ہے اور دوسرا ایمان۔ حکیمانہ حیرانہ اختیار کرتے ہوئے وہ فرد و ملت کے تمام مسائل کا حل اور امت مسلمہ کے حال و مستقبل کے تمام درد و الم کے مددگار کی استدعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور وہ ایمان طرزِ احسا کے وسیلے سے وہ عشق و محبت کی ساری خوب، روح کی تمام تر بے پناہی اور دل کا سارا گدگدہ معرضِ انکسار میں

لے آتے ہیں لیکن اس والہانہ کیفیت میں شعور، احتیاط، ادب اور فنی و معنوی لطافتوں کے تمام تلازمات نہایت قریبے اور سلیقہ مندی سے برہتے ہیں۔ اقبال کے یہاں توحید و رسالت کا از حد حمد و نعت، روایتی یا تقلیدی پار کی نہیں ہے، نہ ہی وہ مردہ و بیہوش اور مستعمل ہیئتوں اور سلیب کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کے یہاں ہر واقعہ، معروف و معروف، حمد و نعت نہیں ملتی بلکہ ان کی تمام تر شاعری ہی حمد و نعت ہے۔ وہ موضوعاتی، فکری، اسلوبیاتی سطحوں پر جب عشق و اطاعت رسول اور اس کے ارشاد سے محبت باللہ اور تعلق باللہ کی بات کرتے ہیں تو یہی ان کے یہاں حمد ہی جاتی ہے اور یہی نعت کی معنوی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس اعتبار سے اقبال حمد و نعت کے حوالے سے ایک نہایت منفرد شاعر ہیں جنہوں نے اس طرز فکر و انداز کے ہمہ جہت اور ہمہ گیر اثرات مرتب کئے ہیں۔ مثلاً اسرار اور موزوں پیغام مشرق، چہ چہ نامہ، ہر پارہ مطہر مجلہ، زور، نجم ہو یا جس چہ باہر کرو۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اقبال کی فکر سامنے توحید و رسالت کی دھڑلے پر دھڑکیوں اور فکر طرازیوں کے چمن کھلارہے ہیں جہاں ہر کیمیا کار کیمیا۔ وہ نور و نورانی و روحانی کی کیفیت مختلف ہے اور ہم قلند و حکمت، محبت و شینگی اور موزوں اسرار کی روح پرور نظموں میں سانس لے رہے ہیں اور انہی دھڑکیوں کی باہر کی ماحصل کر رہے ہیں۔

اسرار اور موز :

ہست معشوقی توں اندر دل — چشم اگر دہری بیا نہایت
دل نہ عشق نہ تواری شود — خاک بعدش شریا ی شود
در دل مسلم مقام مصطفیٰ ست — آردی ما ز ہم مصطفیٰ است
ظہر موعی نہ غبار ند اش — کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
دایا منون خوب را حش — حاج کسری زہر پای اش
در شہستان را غلوت مزید — قوم و آئین و حکومت آفرید
در کعبہ نو کی پا و پست — با مقام خدیش ہر یک توہم لشت
قل کہ ہر اعدا در رحمت کشاد — مکہ را پیغام لا حریب دلو
اعتیادت لب را پاک سوخت — آتش نہ این فس و نفاک سوخت
لہو کوئین را دیباچہ دوست
جلد عالم مدکان و خواجہ دوست

رزق خویش نہ نعمت دگر جو — سوچ آب نہ چشمہ " عذو جو
تا ہاشی خوش طہیر جمل — روز فردای کہ باشد چہاں غسل
نہ محبت چوں خودی حکم شود — توکل فرماندہ عالم شود
پیدہ " اور پیدہ " حق ی شود — نہ نہ عشق و عشق ی شود
شکوہ ج غنی آئین مشر — نہ عذو مصطفیٰ ہر دل مرد

ای سوام شمسِ دوران بیا — ای فردغ دیده انکس بیا
 روح بنگنه انبیا شو — در سوار دیده با آباد شو
 شورش اقوام را خاموش کن — تو خود را بهشت گوش کن
 سجده پای طفق و برتا و سج — از چنین شرمسار ما بجز
 تا خدا صاحب دل پیدا کند — کو زحرفی دلفری اظلا کند
 نقش پایش خاک را ونا کند — ازو را چشک زن بیجا کند
 همه را از پاکشاید همه را — از خداوندان بیا بهر همه را
 همه توحید باز آموزش — رسم و آئین نیاز آموزش
 در جهان کیف و کم گردید عقل — بی به منزل برو از توحید عقل
 سلب چنان و چنان لا اله — ساز مارا پرده گردان لا اله
 اسود از توحید امری شود — خویش فاروق و ابزاری شود
 حیر خوش چکان یک کشیم ما — یک نما ، یک نما ، یک اندیشیم ما
 ای ظنوم تو شهب زندگی — جلوه ات تعبیر خواب زندگی
 ای زمین از بارگاہت ارجمند — آسمان از عرس هاست بلند
 شش جت روشن زتاب روی تو — ترک و تاجیک و عرب بندی تو
 در جهان شمع حیات افروختی — نه گمان را خوابی آموختی

پیام مشرق :

میر کل ، صاحب ام الکتاب — پروگی با بر ضمیرش فی حجاب
 گرچه عین ذات را فی پرده دید — ربیب زدن از زبان او چید
 هر که عشق مصطفی سامان دوست — هر دو در گوش دلمان دوست
 روح را جز عشق له آرام نیست — عشق او روزی ست که را شام نیست

لاله طور (حمدیه) :

شهید نانو نو خام وجود ست — نیاز اندر نهاد هست و بود ست
 نمی بینی که از مهر فلک تاب — اسمائے سحر دایم سجود ست

صبح قیامت (آدم در حضور باری) حمدیه :

ای که ز غور شید تو کعب جان معبر — از دلم افروختی شمع جهان ضریر

رخس بر حای من بر یک پای آب — تیر من آورد از جگر خنده شیر
گرچه فسونش مرا بد ز دلو ثواب — از قلمم در گز و مژده گنایم پند

زور عجم (دعا) :

یا رب درون سینه دل با خبر بده — در بادو نش را مگرم کن نظر بده
ایں مده را که با نفس دیگران نزیت — یک آو غنچه دلو مثال سر بده

جاوید نامه (مناجات) :

آیة تغیر اندر شان کیست — ایں سپر نیگونی جبران کیست
رازدار علم الاسما که — مست حق ساقی و حق صبا که
مگزیدی از همه عالم کرا — کردی از راز درون محرم کرا
تو فردغ جادوان ، ما چون شرار — یک دو دم دلم یقین هم مستعار
مده آفاق گیر و ما سبور — بی غیاب تو را خوش آید بی حضور
آئیم من جادوانی کن مرا — از زبانی آهلی کن مرا
هر کجا ای جهان رنگ و بو — آن که از غاش مده آورد
یا ز نور مصطفی تو را بر ماست — یا هنوز اندر حاش مصطفی است

نذائے جمال :

یک لای را مجسم کم میی — از جلی های توحید است ایں
ملتی چون می شود توحید مست — قوت و جبروت می آید بدست

کس چه باید کرد در حضور رسالت مآب ﷺ :

ای تو ما چهارگان را ساز و برگ — و این ای قوم را از ترس مرگ
ذکر تو سرای ذوق و سرور — قوم را داند فکر اندر فحور
ساز ما فی صوت گردید آفتاب — زلف بر برگ حای تو آید مرگ
در عجم گردیم و هم در عرب — مصطفی ثیاب و ارزاق و لب
ایں مسلمی زلوه روشن دماغ — خلعت آباو خمیرش فی چراغ
ایں قلام کن قلام کن قلام — حریت انداخته تو را حرام
کعب از دی چندید وین در بلاد — از وجودش ایں قدر دانم که داد
قم بپای گوی و نور را زنده کن — در دیش الله سر را زنده کن

اور مومن قہار و پادشاہ صیب علیہ السلام کے قصور و لغات کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں مجبوری و نا مجبوری اور آزادی و مشاقت و مضبوطی کے دنگ و گداز اور دلکش و مضامین قہر کے ہیں۔ ذاتی قہر و لغات کے ساتھ ساتھ جذباتی اور فکری سطح پر امت کی زبانوں میں اور مستند اور استقامت کا ذکر کیا ہے۔ عاجزی اور دوسری اور اثر آفرینی میں یہ تعلیمات قیامت پائے ہیں :-

بائیں بیری رو یثرب مگر تم --- لوا خواں از سرور عاشقانہ
چوں آں سرفی کہ در صحرا سر شام --- کشاید پر بہ نگر آشیانہ
چہ خوش صرا کہ در دی کاروں جا --- درودی خواند و عمل بر اند
بر یسب گرم او آور سکوی --- جہیں را سوز تا دانی سامانہ
بیا ای ہم غم با ہم ہایم --- من و تو غنیمت شان بر ہایم
و حرفی بر سر دل جو کیم --- پای خواند چہش را ہایم
مسلموں آں فقیر کج کلائی --- ز سید از سید لو سوز آئی
دلش نالہ چرا نالہ نہ اند --- نکلی با رسول اللہ نکلی
شی عشق ندا بحر محرم زار --- مسلمانوں چرا زارند و خواند
ندا آمد نمی دانی کہ این قوم --- دل دارند و محبوبی نہ اند
در تن دریا کہ لو را ساحل نیست --- دلی عاشقوں غیر از دلی نیست
تو فرمودی رو علی مگر تم --- دگر نہ جز تو را عزت نیست

(۱۸۴)

یہ مصرعے قاری گوشت میں چند ایک اسرار ان کی حمد و ثناء کا حوالہ پر گزر چکا ہے۔ لیکن ”ودھنا لک ذکوک“ کے الٹی اعلان کا یہ اثر ہے کہ حمد و ثناء کی لڑیوں میں ابھی بے شمار موتی ایسے ہیں جن کا ذکر ہمارے امکان میں نہیں۔ لاریب ہے حد و بے حساب ناگواریاں و رسالت اور ہمارے غم و اندیشی ہیں۔ تاہم محض اس خیال سے کہ گلدستہ حمد و ثناء کی تاریخ میں اضافہ ہو۔ چند شعرا کے اسرار ان کا ایک ایک فقیر کسی ترجمہ و تفسیر کے التزام کے بغیر درج کیا ہے :-

شہاب مسمرہ بدایونی : (استلا امیر خسرو)

الہم ز لوح ہستی ہمہ چچ درختی --- دلی غیر قائم ، ز وجود خویش دانی

قطب الدین عتیقار کاکی (وفات ۷۶۳ھ) (نعت)

ای لا شعلہ نور تو نورید جہں رافیا --- آئی کہ ہستی از شرف بالا تر از عرش عفا

مخدوم علی احمد صابر کلیری (۱۹۰۵ تا ۱۹۹۲)

ما جان عمود جمال محمد — سرست و شریب وصال محمد
خواجہ باقی باللہ :

جمال خواجہ سحران وجود است — قبول درآ آفاق وجود است
سعد اللہ مسک پانی پتی : (۷۷۱ صدی عیسوی)

دل لا عشق محو ریل دلم — رقصت با خدای خویش و دلم
مصطفی خان شیفتہ : (وفات ۱۲۸۹ھ)

دل بہ کب چشم کوثر وضو کم — وانکہ طس بہ عصب حزی بہ کور کم
نواب ضیاء الدین نیر رئیس لوہارو (وفات ۱۸۸۳ھ)

نار ریل دلم را رخصت چیدن دلم — در دل رضوی زرق بخش طہیدن دلم
شلی نعمانی (وفات ۱۸۵۰ھ)

عالم شدش زبہ گیس، چرخش ہی وسد دلم — آدم حال درسا طین لا گشتہ میر دلم
جگر مراد آبادی (وفات ۱۹۶۰ھ)

ای لا لب صداقت شنیدہ — ای دیدہ خدا خدا دیدہ
عبدالقادر جیلانی

ہو ذرہ ذرہ شود این غم بہ خاک لہ — تو بخوی صلوة از جمع و زام
خواجہ نظام الدین اولیا

مہاسوی مدینہ روکن قرین دھاکو سلام بدخوی — عرو شام مدینہ گرد و ہند خیرج بچام بدخوی
خواجہ حسین الدین اجیری

در ہن ہن کہ کرد منزل پہاں ما محو — صد و کشتہ در دل تو ہان ما محو
شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کوی نہ را خدا بہ ہر شرع و حقا دین — دیگر بر وصف کس ی خواہی اندام محل الا کس

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ای شمع تر دامن . وی چہ در درو نہیں — بہان دل و روح و دہن . یعنی شہرِ مرشدِ آشیں

حافظ مقبر الدین

مکن اتقان پہ فردوسِ مقبر — بحرِ معیتِ کوی بہ صبح و شام

حافظ محمد افضل فقیر

نہست جز نصیبِ نبیؐ در اعمالِ فقیر — از عنایاتِ نوری بہ عنکبوتِ پیر

نصیر الدین نصیر

ایں دینِ سوی کعبہ کعبہ کنند — کعبہ سوی تو یا رسول اللہ

مستان شاہ کابل

بر شب و روز بحرِ دل و جانِ مستانِ شاہ — آب و چشم و دو رخسارِ محمدؐ سلوک

مظفر جان جاناں

محمد! لا تری خواہم خدا را — ای از تو عشقِ مصطفیٰ را

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

لولاک ذرہ ز جہانِ محمدؐ است — بجانِ کن برا پہ شانِ محمدؐ است

معروف امینوی

تراست درجہ عالی ز حضرتِ نبوم — کہ بہت ہر دو جہاں بہر نعم تو محکوم

مولانا محمد قاسم نانوتوی

حق آنکہ تو جانِ جہاں است — ندایِ روزِ ازل بہت آہن است

میر عثمان علی خاں

ای ہمج کی کتابیں سلطانِ دینِ پناہاں — بہ حالِ زارِ مہیں ختمِ کرمِ خدا را

عزیز الدین احمد عظامی

بہ نصیبِ سرورِ عالم کم جزوِ نہاں خود — زبِںِ درمِ مثالِ موجِ کوثرِ درِ وہاں خود

مومن خاں مومن

میدم تو ، زو غوط غل غل دردی — این لب پاهیت کند افند

بیر مر علی شاه

سید مال درد است و محمد بر دی — درد در دردی در نمی جانی مرعی

پیراچا امیر احمد خاں والی محمود آباد

چ گل و آب پد کوم تو ندی سرور عالم — قائل کنت سنا مای الفت و نفی

خواجہ قمر الدین سیالوی

آن بلد رسل حدای مد حق که گزیده — بر فعل تو ان فتح رسل دود کوهی

خواجہ میر درد

لی شب ز خورق حقیقت جملی — تو بحر سادتی چه سج سادتی

مولوی محمد باقر آگاه ویلوری

عالم مدیم شد یک چشم زدن — کرده مدوش کر دی زد یک

نیازریلیوی

عن خاں مشام ازادی گندی جانی ایل — سید دلدردا دی محمد شو ، محمد شو

سر سید احمد

خدا درم دل مد جب : مشن مصطفی درم — خدود چاکا کافر سازه سلالی که من درم

احمد حسن محدث نیازری

کار صحت مصطفی را بر خدا بخوانم — نوحه شاد خوب کردن ی تو اند پانی من

عزیز مصطفی پوری

در کنار قنبره جیرام چان که میلا — کرد چان چادر دل من کز دیت یار سولی

اثر عظیم آبادی

مشهد و مشهور با ، شاد و مشهور با — هم تو درد لیلی شاه سلامت علیک

ضیا جعفری

ندای یم ہمہ مترج کون و مکان — تار زلف پریشان بزرگ علم و شعور
سلیم (ابو الکارم سلیم اللہ قسمی)

بر نظر بر لعل لی پایان تو — چوں گیس بر بھی بر خوان تو

میر تقی میر

فیر از تو شمع خود نہ پدرم من — پس فتنہ کہ ایں روی سہ آدم من

غلام امام شہید

الامقدم نور خدا، شمس الضحیٰ، بدر الدہلی، نجم لعلی، خیر الوری، بحر عطاء، میر سقا
کان حیا، کوہ صفا، جان دلا، شان عطا، شمع، ستر ضیا، ماہ صفا، شان زمین

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم

در یک قدم دوست کوین در گزشت — مند فراز سگڑا لا مکان ند

بھے ۱۹۹۲ء میں سربازہ ایران پیش آبد مشد کی وزارت ارشاد و فرنگ سے ایک کتاب ہاتھ لگی "یادگار سوین نگارہ شعر و لوب و ہنر"
اشعار و مقالات پر مشتمل ہے۔

اس کے مطالعے سے ایران جدید میں شعری رویوں اور شاعری میں نئے میلانات و رجحانات، موضوعات و اسالیب سے شناسائی ہوتی ہے اس
میں ۳۵ شعرا کی منظومات شامل ہیں جو مختلف علمی، ادبی، تہذیبی، معاشرتی، ملی اور وطنی موضوعات پر ہیں یا بعض عالمی مسائل یا بین الاقوامی
موضوعات سے متعلق ہیں۔ وہ منظومات ہمارے مطلب کی نظر آئیں۔

نغمہ توحید از شفق (نکئی محمد حسین)

باد توحید از ناصر (مردانی نصر اللہ)

انتخاباً : نغمہ توحید از شفق

روحن از روی تو آفاق جہاں می تنم — عالم از چہاں ات در پچہاں می تنم
لی نشتانی تو و جہانم ازیں راز کہ من — ہر کجای گمراہی تو نشتانی می تنم
باد با زمزمہ تسبیح زرا می خواند — آب را ذکر تو جاریہ زہاں می تنم
نور روی تو نہ تھا پہ دل بینا ہفت — کہ من ایں نور نہ برازہ میاں می تنم
پہ تو سوگند کہ در مرقع طوقان بلا — یاد تو بایہ آراش جہاں می تنم
ہر در خویش شفق را پہ گدائی پذیر — کہ گدایان ترا پہ ز شہاں می تنم

بادہ توحید از ناصر

در غم خود شیدی دل جوش جوش دیگر است — ی فروش عشق این پای فروشی دیگر است
 بادہ توحید ی جوشد جام عاشقی — در میان بادہ نوشاں ، نوش نوشی دیگر است
 قدسیاں سراج ماہ نام ایماں دیدہ اند — مرغ جہاں در ہند پر دلا صوفی دیگر است
 فرقہ پوشاں گرچہ اکہند از اسرار دل — آنکہ دانہ راز ہستی فرقہ پوشی دیگر است
 آشای رازی دانہ کہ در محراب نور — بھر ماہ ہوش پیغام سرودش دیگر است

(۱۸۵)

ایران کی جدید شاعری اگرچہ مسری، مکی اور عالمی مساک کے سبب نئے نئے موضوعات اور افکار سے معمور ہے اور ملی اظہار سے بھی ایرانی شعر و ادب اور بیعتوں کے نئے تجروں میں مصروف ہیں۔ اس کے باوجود اگر شخص کیا جائے تو ایران کا مصر جدید محض وقت کے سرمایے سے بھی بالکل نظر آئے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ادوار ماضی میں شعرا کے یہاں محض وقت کے جو افروز اور کثیر ذخائر نظر آتے ہیں، ان سے شاید جو وقت کی قاری زبان کا اس امر حق نہیں ہے تو زیادہ بھی نہیں ہے۔

مرکز تحقیقات قاری اسلام سے آگاہی اکثر تسبیحی نے لارہ کریم مجھے ضیاء الدین رحیمی کی تالیف "تحت حضرت رسول اکرم ﷺ" کی کئی نقل فراہم کی اور مجھے اس کتاب کے مطالعے کا شرف حاصل ہوا۔ آغاز میں ہر محفل پر مشتمل مقدمہ ہے اور بعد میں استاد جمال الدین جلی کا مختصر ترقی مضمون ہے۔

اس مقدمے میں دو امور قابل توجہ ہیں :-

(۱) از قرن ہفتم و بعد ، ہمہ اثر حملہ جہانم و عقل دہم بہ سبب روی کار آمدن سلسلہ حای چوں صنویہ توجہ بدینہ نصیب اولیاد مرسلین روانہ گرفت۔

(۲) باری در مصر حاضر در امیں دور ان انحطاط اصول معنوی و نہ ابی و اشاعرہ بود و لعبہ ہوس پرستی توجہ بآں حقائق ضرور پدید فریاد میں است و از امیں جست این صدمہ و ناچیز مدالی بایککہ یہ باری حضرت سنان گفتار و در کان بالایمان قاری زبان را چراغ را لولہائی مردم مصر سازد تا شاید اندکی آجہا را بختیاست معنویات بہ آرد۔

امر اول درست نہیں ہے۔ صوفی دور مریے کے فروغ کا دور تو ہو سکتا ہے، صوفیانہ فکر کے فروغ کا دور ہرگز نہیں ہے۔ محض وقت کے لئے اس حد میں بالیدگی فروغ کے شکاکت سازگار نہیں تھے۔ نیز محض وقت کی تخصیص کسی ایک حد سے نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اور اس کی رقتیں اور مستحقین و در حدنا لک ذکر کے سداق قہر و تخصیص و تسنن نامی سے بالاتر ہیں۔

مردم کے ضمن میں مولف لائق حتمین ہیں کہ انہوں نے ایک عمل خیر کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔ تاہم یہ "انتخاب" لکھنے کی کا حق اور نہیں کرتا۔ اس میں ۲۵ شعر کو جگہ دی گئی ہے اور مختلف اصناف شعری سے ان کی نقیض جتنی ملی ہیں۔ بعض اہم ہم شامل نہیں ہوئے جن کے بغیر اس مجموعہ انتخاب میں یہ بر حال ناقص محسوس ہوگا۔

شامل ہم یہ ہیں :- لویب قرابانی۔ لومدی۔ ملک اشعر ایمار۔ جہاں۔ جمال الدین محمد اسمانی۔ غافالی۔ خسرو۔ نوانو۔ سروش۔ مسلمان۔ سعدی۔ سلطان سادہ۔ سنائی۔ صاحب۔ مبارک علی نال۔ ملی۔ عاشق اسمانی۔ مرانی۔ عرفی۔ عطار۔ خرم الدین اسعد گورگانی۔ کمال الدین اسماعیل۔

مختتم و مثالی۔ مثالی۔ ہر فرد۔ نکلی۔ دینی بات۔ وصال شیرازی۔ صالی۔ یلمای جنتی۔

اگر انتخاب میں افراد و تقریر کی بجائے تو ان کو دور کھا جاتا اور ہر شاعر کے کام کے اختتام پر حقیقت (تخریج الفاظ و اصطلاحات و سمیحات) کا سائز مختصر کر دیا جاتا تو اس تالیف کی وقعت میں اضافہ ہو تا اور چند اہم ماموں کی شہرت سے اس کی قدر و قیمت اور افادیت بڑھتی۔ اس میں ہر موقوف کی کو شش لائن حسین ہے کہ نصرت کا انجام، متوجہ اور الزام، غیظ و فخر و یکجا صورت میں قارئین کے مطالعے اور استفادے کے لئے فراہم کیا گیا ہے۔

(۱۸۲)

عنوانات

فارسی شعری روایت اور اردو حمد و نعت۔ مماثلتیں
اردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات

دینی اور مذہبی محرک
نفسیاتی و ماحولیاتی محرک
تمدنی و تاریخی، ملی و قومی محرک
علمی و ادبی محرک

حمد و نعت کے فروغ کی عملی صورتیں
صوفیائے عظام کی توجہ اور مساعی
سماع

جلسہ ہائے سیرت
نعتیہ مشاعرے
وسائلِ البلاغ عامہ

فروغِ نعت اور فروغِ حمد کا تقابل
حمد و نعت میں متصوفانہ اور صوفیانہ اندازِ نظر

فارسی شعری روایت اور اردو حمد و نعت

جب اردو شعرا نے شعر گوئی کا آغاز کیا تو ان کے سامنے فارسی زبان اور شعر و ادب کی ایک طویل اور محکم روایت تھی۔ تواریخ کے نتیجے کے طور پر مدِ صلیب میں مسلمانوں کی حکومتوں کا آغاز ہوا تو سلاطین، امراء اہل فکر اور ملا و لوہا کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور ہر معاشرتی و معاشرتی ضرورتوں سے یہ لوگ ہمیں قہر ہوتے چلے گئے۔ اس طرح ایرانی کلمہ، تمدن، طرز حیات اور طرز احساس کو اس نئی سرزمین میں نشوونما پانے کے ہر بجلی اور تہذیبی مواقع پیدا ہو گئے۔ یہ نوآبادیوں اور ان کے حاکمین اپنے ساتھ ایک رہنمی اسی روایت لے کر آئے تھے۔ چنانچہ اسی لغت میں انہوں نے سائنس لیا اور نئی سرزمین کی تہذیبی اور لونی روایت کو اپنی تہذیب میں جذب کرنا شروع کیا اور یہ بالکل قدرتی اور طبیعتاً تھی۔ پھر کچھ ایسے اہم احوال پیدا ہوئے کہ ایرانی کلمہ کی جڑیں زیادہ مگر ہوئی چلی گئیں۔ غرضی دور سے سنیہ دور کے صد آخر تک یعنی قریب آٹھ سو برس کی طویل مدت تک سرکاری زبان فارسی رہی۔ اسی زبان میں دفتری امور انجام پاتے تھے اور یہی مائی الخیر کے اخبار کی زبان تھی اور اسی میں ملی و ادبی کاموں کی پیش رفت ہوتی رہتی۔ جو حکومت کی زبان ہوتی ہے وہی خواص اور عوام میں سرایت کر جاتی ہے۔ چنانچہ اہل قلم بھی اسی فارسی زبان میں تخلیق شعرو ادب کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی ہی محکم و پروردہ روایت کے فروغ و ترویج کے دائرے سے باہر نکل نہیں سکتے تھے۔

ڈاکٹر اعجاز حسین کے بقول :

”ایرانی کلمہ کا اثر سنیہ بادشاہوں کی وجہ سے آغاز زیادہ ہندوستانوں پر پڑ چکا تھا کہ طرز معاشرت و طرز تحلیل بھی ایرانی رنگ میں رنگ کیا تھا۔ اس تبدیلی میں سب سے زیادہ حصہ ایرانی ادب کا تھا جس کے محتاطی اثر نے ذہن کو کسی اور طرف جانے ہی نہیں دیا۔“ (۱)

یہی فارسی زبان میں لکھنے والے اہل قلم جب غیر زبانہ اور معاشرتی احوال کے تحت اردو میں لکھنے لگے تو فارسی ہی کا انداز ان کے مدِ نظر رہا۔ غیر مدِ صلیب میں آنکھ کھولنے والے بھی خامی تھے و اثر و اثر میں رہے اور یہی روایت کو فروغ دیتے رہے۔

تہذیبی ہم آہنگی کے علاوہ ہی ہم رنگی و ہم آہنگی بھی فارسی روایت کی بنیاد کی ایک لائق توجہ عامل ہے۔ اسی کے سبب ایرانی شعرا کے مزاج میں جو ذوق تصوف و فلسفیانہ انداز فکر تھا، قریب قریب اپنی اصلی صورت اور حقیقی جاذبہ مدِ صلیب میں بھی پھیلا چلا گیا اور یہی شاعری مولفانہ اور فلسفیانہ رنگ میں ہو رہی گئی۔

یوں بھی ہوا کہ مقام کے اس پہلو میں ”تخلید کامل“ اس طرح بھائی گئی کہ مول اعجاز حسین :

”ایرانی شاعری میں دین کے موافق و مخالف ہر طرح کا عقیدہ پیش کرنے لگے۔“ (۲)

جب اردو کی پوری شاعری فارسی شعری روایت کی گرفت میں تھی تو اردو حمد و نعت اس سے کیسے جڑ رہی۔ چنانچہ نعت گو شعرا نے بھی دھڑلہ مہد اسالیب فارسی شاعری ہی سے قبول کئے۔

ڈاکٹر فرخین فتح پوری کے بقول :

”بہت یوں کہنا چاہئے کہ اردو کی بعض دوسری اصناف سخن کی طرح نعت گوئی کے دھڑلہ مہد اسالیب بھی فارسی ہی

کے زیر اثر اردو میں آئے ہیں اور فارسی شعر الہی کی رہنمائی میں اردو کے نعت گو شعرا نے آگے قدم بڑھایا ہے۔

فارسی نعت گوئی کی روایت مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی وغیرہ کی صنفوں میں چلی گئی تھی۔ غزل میں بھی اس کا

داخلہ ممنوع نہ تھا۔ اردو شاعری میں بھی نعت کی یہی صورتیں چلے پائیں۔" (۳)

اب ہم ان مصنفوں کا ذکر اجالا کریں گے جو فارسی حمد و نعت کی شعری روایت اور اردو حمد و نعت میں مشترک ہیں۔

مصنفین :

۱۔ قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی اور غزل کی اصناف میں فارسی حمد و نعت گوئی نے خوب درون چلایا۔ اردو شعرا نے زیادہ تر انہی اصناف کا اہراج کیا۔ بہت سے دوسری اصناف و بنات اختیار کی گئیں (جن کا تذکرہ روایت گریزی کے جائزے میں کیا جائے گا)۔

۲۔ فارسی شعر کسی بھی موضوع پر مثنوی یا قصیدہ لکھتے، مثلاً تصوف، اخلاق، عشق، رزم، بزم، جہنمی اور معاشرتی احوال پر کوئی مثنوی یا قصیدہ یا قصیدہ، اور اس کوئی قصیدہ، تو بالعموم اس کا آغاز حمد اور نعت کے مضامین سے کرتے۔ طویل مثنویوں میں طویل حمدیں اور قصیدوں میں طویل مثنوی ہو تیں، بعض اوقات حمد اور نعت کا علاوہ باب در ہو جاتا تھا۔ انہی میں فلسفیانہ یا صوفیانہ انداز فکر کے ساتھ خدا کی خالقیت، قدرت و حکمت، نظام حیات و کائنات میں خدا کی قدرت و تنظیم کے مضامین، اپنی مہریت کا اظہار، استقامت و متاہات کے اجزاء بھی شامل ہوتے اور نعت میں میلادِ نبی، معراجِ نبی، شعلہ بے اور معجزاتِ نبوت کا ذکر ہوتا، نیز حضور علیہ السلام کی حکمت و رسالت، مقامِ نبوت، توصیف جمالِ محمدی، سیرتِ مبارکہ کی تبلیغ، استقامت و اتحاد اور کے مضامین داخل نعت کئے جاتے۔ گویا مثنوی اور قصیدہ کا موضوع اور ہو جاتا لیکن اسے اجزائے حمد و نعت سے متبرک کیا جاتا اور توصیفِ الہی اور نبی سے قطعاً کام ہوتا۔ اس کے علاوہ مطلقاً حمد و نعت مثنویوں، حمد و نعتیہ قصائد یا رباعیات و قطعات بھی کئے جاتے اور ان کا نمبر بڑا ہی بچ کا اہراج اردو شعرا کے یہاں نظر آتا ہے۔

۳۔ غزل کا آغاز حمد اور نعت کے اظہار سے کیا جاتا، یا غزل کے درمیان حمد یا نعتیہ شعر شامل کر لیا جاتا۔ بعض اوقات ایسا اتفاقاً یا اصطلاحی شعر جو بلا واسطہ حمد یا نعت سے لڑتا ہے یہاں پر لیتا۔ تمام اصناف میں کہیں نہ کہیں حمد و نعت کا بلا واسطہ یا واسطہ شعر اس طرح نظر آتا ہے جیسے ہر جن میں گھسائے رنگ رنگ کے درمیان کوئی ہلاک نظر اور دھنک گلاب پہل یا اندر جو ابر میں کوئی جھمک و ترنل و الماس۔ اس فارسی روش کا اردو اردو میں بھی قائم رہا۔

۴۔ مختلف اصناف کی داخلی تنظیم و فارسی جیسی رہی۔ غزل کی صورت میں مطلع، حسن مطلع، مطلع، تالیف و ردیف، بعض غزلیں غیر سرودف۔ قصیدے میں اجزائے قصیدہ کا آغاز۔ تہذیب (تہذیب)، مثنوی، اخلاقی، معاشر فطرت، فلسفیانہ مسئلہ، پند و نصیحت، سو حکمت و حکمت وغیرہ، گریز، دعا، مثنوی میں ساز کی طوالت، ہر صحت کا تالیف و ردیف، مثنوی، مرکزی قصہ، قصہ و قصہ، رہا فیاض، اوصاف و احوال وغیرہ قطعہ و رباعی کے وہی دو ابوابی آغازے۔ زبانِ بیان میں وہی فارسی، لفظی قواعد جو وہی رنگ تھے، انہی کے دائرے میں گردش جاری رہی۔

نظام لوزان و حور

تذکرہ شعر میں چندی فرق و ذن کا ہے۔ اول مرتبہ لوز :

"جس طرح نظم و نثر کا ہر صنف ہے وہی طرح نظم عروض میں نظم و نثر کا ہر صنف ہے۔" (۴)

اسی ضرورت کے پیش نظر نظام لوز میں حور و حور میں آلودہ مناسبت طبعی اور سنگینات شعری کے مطابق اس میں تعمیرات و مناسبات کا مکمل ہادی رہا۔ ہر زبان نے اپنے لفظی حرائج کے مطابق حور اختیار کیں۔ اردو شاعری نے بھی اپنے حرائج و ذوق کی سمجھائی پر ہر کو پر کھلا اور اردو لوز کے

مرحلہ سے گزری۔ عربی اور فارسی کی مروج صورتوں میں جن کو ہم عربی اور فارسی کہہ سکتے ہیں ان کو قبول کیا۔ جہاں غزلت محسوس کی، گرج کیا، انشاء ضرور ہے کہ عربی صورت سے متجانس فائدہ اٹھایا اور فارسی کی اکثر صورتوں کو اپنے شعری رنگ دینے میں خون کی طرح دوا لیا۔
جہاں تک عروض کی ابتدا اور قیاسی رشتہ کا تعلق ہے، بقول مصنف مدائن البلاغت :

”فلیل بن احمد اس فن کا استاد اور معجز کرنے والا ہے۔ اس نے کام عرب میں تجسس اور تلاش کر کے معلوم کیا کہ اشعار عرب چند صورتوں میں موزوں ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں : طویل، مدید، بسیط، کامل، دوافر، بزرع، رمل، ورج، منسرح، مضارع، سرخی، خلیف، جث، منکب، متکدب۔ اور اس کے بعد الحسن الخفش نے سولہویں عربی ایجاد کی اور اس کا نام خندلک رکھا۔ ان میں سے عربی طویل، مدید، بسیط، دوافر، کامل عربی شعروں کے ساتھ مختص ہیں یعنی تل غم جن میں شعر نہیں کہتے، جز عرب کے، اس واسطے کہ دوزن و مملوع اور ہر غمب ہیں۔“

آگے چل کر وہ کہتے ہیں :-

”تین عربی فلیل بن احمد کے بعد نکالی گئیں اور وہ یہ ہیں : مدید، قریب، مشکب۔ یہ تین فلم کے اشعار کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ ہر ایک یہ سب انہیں عربی ہوئیں۔“ (۵)
آقا صادق ”جوہر عروض“ میں رقم طراز ہیں :-

”مجلس عربی اور فارسی اور نظم اردو کے لئے مناسب نہیں شفاور طویل، دوافر، مدید، قریب، مشکب وغیرہ۔“ (۶)
وہ اسی کی وضاحت یوں کرتے ہیں :-

”اردو کے شعرا نے صرف مدید، رمل، بزرع، خندلک، متکدب، رمل، بزرع، ورج، جث، مضارع، منسرح، کامل، خلیف۔ ان میں سے سرخی نہایت مشکل ہے۔ مدید، رمل، عربی صرف عربی شاعری سے مختص ہیں : طویل، مدید، بسیط، دوافر، کامل۔ لیکن ان میں سے کامل فارسی میں کم اور اردو میں زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ مدید، بسیط، طویل اور دوافر اردو میں طریق شوقی ہیں۔“ (۷)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اردو نے عربی اور کو کچھ غیر منقولہ قرار نہیں دیا بلکہ اپنے ملک شعریہ پر رکھا۔ جو عربی خوش آہنگ لگیں ان میں شعر کے۔ تاہم، ہماری شاعری نے فارسی کی روایت عربی پر زیادہ ماحصلہ اختیار کیا۔

اب ہم ایسی تمام صورتوں کے اردو میں استعمال کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔ ہم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جملہ عربی اور ان کی تلف صورتوں کا ہم یہ ہم ذکر کرنے کی بجائے صرف انہی صورتوں کے متعلقات کو لیا ہے جو اردو میں مستعمل اور خوب تر پائیں اور اسی لئے ردائع پذیر ہوئیں۔ ہم نے ناموں کی بجائے کہ وہ پیچیدہ اور غریب ہیں، صرف ان کے لوگان گھر کر فارسی اور اردو کے مدید، انتیہ یا کہیں کہیں دوسری اصناف کے شعروں سے مشابہتیں ہم پہنچائی ہیں۔ اس طریق کار کا سبب یہ ہے کہ ہمارے علم عروض کی مکمل معلومات کی جمع آوری نہیں بلکہ فارسی شعری روایت کا اردو شاعری پر اثر دکھانے کا مقصد ہے۔

بحر متقارب سالم :

لوکان : فلولن فلولن فلولن

اردو: نظر آدمی اس کو نہ ہانے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب قسم و کا
جسے پیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے پیش میں خوف خدا نہ رہا

(سید رشاد ظفر)

(ج) لڑکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

فارسی: اشب یرم آمد از در رویش دیدم حیرت حشمت — قرآن کردم دل بردہ پرچوں ہاں آمدنی ہاں حشمت (عقاسی الاشعہ)
اردو: اعلیٰ کوئی مالک مولا دلی آقا سائیں دایہ — رحمت شفقت کلی سایہ اس سے روشن بر سو ہر جا (عاصی کرنالی)
جر بزرگ مشن سالم:

لڑکان: مضاعفین مضاعفین مضاعفین مضاعفین مضاعفین مضاعفین

فارسی: مفا از مقدمہ دلما ست آں زلف مہرا — حمد اللہ کہ رہلی ہست با مطلق مقیدرا (نکیری)
اردو: کیا تھا نور جب اللہ نے پیدا محمد کا — اسی دن سے ہوا ہے عاشق شیدا محمد کا (مصطفیٰ خان شینہ)
دیگر صورتیں:

(الف) لڑکان: مفعول مضاعفین مفعول مضاعفین

فارسی: از غیر تہرا کن، با دوست تو لا کن — سرور سرا لکن، مقصود زلا این است (مطار)
اردو: مشکل ہے اگر میرا طیبہ میں ابھی چاہا — اے باد صبا میری آہوں کو تو جانے دو (صائم چشتی)

(ب) لڑکان: مفعول مضاعفین مضاعفین مضاعفین / فعلن

فارسی: عرش است کہیں پایہ ز اہون محمد — جبریل امی خادم وہبان محمد (سجدی)
اردو: ہر رنگ میں وہی کے شرر طور ہے پنہاں — ہر رشت کو کئے یہ جھانے مدینہ (غلام نام شہید)

(ج) لڑکان: مضاعفین مضاعفین مضاعفین مضاعفین

فارسی: فراز سرد بوستان نشست اند قریں — چو مفرقین غز خوں بہ زمردیں مندرعا (قائلی)
اردو: میں حرف کم نما سخی بیاض شوق میں مگر — مرا سیق دیکنا، مرا سہق دیکنا (جعفر بلوچ)

(د) لڑکان: مضاعفین مضاعفین مضاعفین مضاعفین / فعلن

فارسی: زہے پشت و پتہ بر دو عالم — سرو سالار فرزندان آدم (بنائی)
اردو: فدائے ایہو فدا ہوں میں — گدائے سید ہمد ہوں میں (ضیاء اللہاری)

(ه) لڑکان: مفعول مضاعفین مضاعفین مضاعفین / فعلن

فارسی: ای جو تو دست و دل سہرا — ای عزم تو ہاں و ہر مہرا (مرنی)
اردو: شاہان بلند مرتبت ہیں — وہاں نبی میں دست بستہ

بحر مثنیٰ مقصور :

ارکان : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن / فاعلن

فارسی : یا شفیق اللہ میں بارگاہ آوردہ ام — بر درت میں بار پرشت دوتا آوردہ ام (جانی)
اردو : جو پرستے کا صاحب لولاک کے لوہ آورد — آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رو جائے گا (کافی شیعہ)
دیگر صورتیں :

(الف) ارکان : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن / فاعلن

فارسی : آفتاب شرع ، دریائے یقین — نور عالم ، رحمۃ للعالمین (مطہر)
اردو : خچہ دل کے لئے وجہ نمو — تیرے کوچے کی ہوائے مشکبو (جمال سجاد)

(ب) ارکان : فاعلاتن / فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ، فاعلن

فارسی : مرزا سید کی مدنی انگریز — دل و ہاں بار فدائیت چہ عجب خوش لقیی (قدسی)
اردو : سر اگر تن سے جدا ہو تو جدا ہو حافظ — سر سے ہو گا نہ در امر عطر جدا (حافظ علی بھٹائی)
دیگر صورتیں :

(ج) ارکان : فاعلاتن / فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن / فاعلن

فارسی : تاج مدرس نہ زریں تاجہاں — عتد بہ کرم عتاجہاں
اردو : سب پہ ہے لہ کرم کا سایہ — ایک عالم پہ ہے رحمت ہمیری (حافظ لدھیانوی)

(د) ارکان : فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

فارسی : بھری ملک نظامت ، فکس زمیں تواضع — چہ ملک بہ پاک جسی ، چہ ملک بہ پاک ہائی (مولانا شاہ الدین)
اردو : نہیں اس جہاں میں کوئی جو شریک رنج و غم ہو — ہے خدا کے بعد اے دل اسی ذات کا سدا (سید مسرت جہاں نغم نوری)

بحر مضارع مثنیٰ اخرب :

ارکان : مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

فارسی : منتظر مہلتیم ، ہر چہ عذر خواہیم — پڑ مردہ چوں گیا ہم ، ہارون ما محمد (صہب الدین ہشتی)
اردو : سرکار نیند کب تک ، نہ جلد اٹھے — امت کا دم رکا ہے گویا لبوں پہ آکر (تمنا عابدی)
دیگر صورتیں :

(الف) ارکان : مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن / فاعلن

فارسی: غالب ثانی خواجہ بہ یزدوں گزاجسم --- کال ذات پاک سرچہ دین محمد است (غالب)
 اردو: رنگ غور سے ترے، گلشن رخ صدف --- نور وجود سے ترے روشن دل قدم (یہود شاہ غفر)
 بحر رجز مشن سالم:

ارکان: مستعملن مصنفعلن مصنفعلن مستعملن

فارسی: ای تر شمع روی تو خورشید تابان دنیا --- آفتاب سستی را شرف، بالا تر از مرش علی (خواجہ تنیاد کاشی)
 اردو: کیا شکل کینچی دلوں و اتریں ترے دست تھا --- پڑھتے ہیں جس کو دیکھ کر حورو ملک صل علی (امجد حیدر آبادی)
 دیگر صورتیں:

(الف) ارکان: مفعلمن مفاعلمن مفعلمن مفاعلمن

فارسی: ای سر ہم تو مثل مگرہ کشای را --- ذکر تو مطلع غن طبع غن سراں را (غالب)
 اردو: اے کہ ترے جلال سے مل گئی ہم کافری --- رعشہ خوف غن کیا رقص بین آوری (جوش ملیح آبادی)
 بحر جثت مخبون مقصور:

ارکان: مفاعلمن مفاعلمن مفعلمن مفعلمن

فارسی: نشست ابرم سپہ تو یار رسول ہے --- بجج نیستی از بحر روی بر دیوار (سید)
 اردو: ہوا ہے غفلت پہ انسان شان سہری --- تیغ ہے جیوں کو اب پارہ دار آتے ہیں (سیل نونگی)
 بحر منسرح مشن مطوی:

ارکان: مفعلمن مفاعلمن / مفاعلمن مفعلمن مفاعلمن مفعلمن

فارسی: روز قیامت کہ غلج روی بہ بر سر کند --- خسرو مسکین نمرہ میل جز سوی دوست (خسرو)
 اردو: ہے کی میری نماز، ہے کی میرا دستہ --- میری نواہں میں ہے میرے جگر کا صو (اقبال)
 بحر خفیف مسدس مخبون:

ارکان: مفاعلمن مفاعلمن مفعلمن / مفعلمن

فارسی: چاکرش آفتاب و بندہ اسیر --- روی تو دانشی و سوی واللیل (عراقی)
 اردو: چادر درد لادو تم ہو --- ہے سہروں کا آسرا تم ہو (حمید عظیم آبادی)
 بحر سربلج مطوی:

ارکان: مفعلمن مفعلمن مفاعلمن مفاعلمن

فارسی: قمرہ آفتاب نمرہ مالکین --- جہت محمد روی سوی آہیں (خسرو)

(ناسی کریم)

اردو: اسے شب میں تو ملاست رہے۔۔۔ اب تو مینے کی عمر پہنچے

رباعی: کل چوبیس اوزان مردج ہیں۔ بارہ شجرہ اعراب سے اور بارہ شجرہ اعرام سے۔

ارکان کی ایک ایک مثال:

شجرہ اعراب: مفعول مفاعیلن مفاعیلن فع

شجرہ اعرام: مفعولن فاعلن مفاعیلن فع

فارسی:

ساقی قدمی کہ بہت عالم ظلمات
جز روی تو نیست در جہاں آب حیات
از جان و جان و ہر چہ در عالم هست
مقصود توئی و ہر محمد سلوت

(خیام)

اردو:

کیا تھم ہم نے لیا پانی ہے
چرے میں جب نور ہے، زیبائی ہے
صحف کون کیوں فکر ہو اس صورت پر
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

(نیر)

مرثیہ فارسی قواعد (گرامر) فارسی لکھ رہا تھا۔ مثلاً: مثالی کی گرامر جزا اثر یک مصلحتی۔۔۔ نہ صرف، نحو، علم بیان، علم ادب

میں میان مباحث فارسی ہی کی جانب ہے

حوالہ آب حیات

اسم فاعل فارسی مرثیہ سے ہے۔ شکر لے۔ فطرت مجاہد کے قیاس پر چونکہ بارہ۔ وقار کے قیاس پر مجموعہ ادب انہماک کے

قیاس پر گاڑی ہیں۔

اسم ظرف۔ لفظ دون کے قیاس پر خاصہ

اسی طرح آب حیات میں اب حروف کے تحت کئی حروف کے جذبہ اختیار کا ذکر ہے۔ پای نسبت کا ذکر ہے۔ ذی

وال کی جگہ دہائی۔

ہندی مصدر موجود ہے مگر مصدر ہمارے مرکب ہائے لفظوں سے انحال بھی تراشے۔۔۔ (۸)

یہاں تک کہ صرف یہ بات ظہور ہوئی کہ اردو نے فارسی کے نال میل سے اپنا کام چلایا اور فارسی کے اثرات کی چہ برائی کی۔ دورہ اگر

دیکھا جائے تو صد ہا مقامات کو فارسی قواعد یا عربی قواعدوں سے منہ من قبول کیا گیا ہے۔ مثلاً صرف (کلمہ) اسم کی اقسام طحا لا جنس۔ اردو کے ساتھ ساتھ فارسی نور عربی سے مذکیر و تانیث اختیار کی گئی۔ اس کی اقسام طحا لا تعد۔ زیادہ تر عربی لوزن کے مطابق ہی ہوئی جیسے کو استعمال میں لایا گیا۔ اسم علم اور اس کی اقسام میں وہی تفتیح۔

اسماء ذات۔ تفسیر و معنی میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کی تفسید۔

ظرفیت میں بعض مقامات فارسی کی روش۔

آلہ۔ بعض عربی و فارسی بھی مستعمل۔

اسم صفت میں بعض لاحقے اور سارے عربی فارسی سے۔

صفت ذاتی کے درجات میں فارسی کی تفسید۔

صفت نسبتی میں یہی طراز۔

بعض مصادر ترکیبی شکل میں فارسی و عربی سے بنائے گئے۔

بے شمار حاصل مصادر فارسی زیر استعمال۔

اسم فاعل اور اسم مفعول، اکثر عربی اور فارسی۔

بہت سے فارسی و عربی حروف، ہندی حروف کے علاوہ داخل قواعد۔

نحو۔ (کلام)۔ اکثر مرکبات فارسی سے مستعار۔ خصوصاً مرکب انشائی، توصیلی، مطلق کا بھرت استعمال۔ علم بیان اور علم بدیع بھی افہامی

صورت اپنی مثالوں اور شاخساروں کے ساتھ اردو کی زمین پر سایہ افکن ہے۔

ملاوہ ان کے بے حد حساب اپنے ہونے کے باوجود فارسی ملاوڑوں بیان کے ترجموں کا میلان ہے، جن کے استعمال سے اپنے بیان کو آراستہ

کرتے ہیں۔

بہر قسم کی شاعری میں استعمال کے ساتھ ساتھ اردو حمد و نعت بھی فارسی قواعد کے ان اثرات حد کثرت سے مالا مال ہے۔

۷۔ جہاں تک قصص، المناظر، واقعات اور حکیمات کا تعلق ہے، انہیں زیادہ تر سر زمین عرب سے نسبت ہے۔ ارض عرب کو یہ شرف

حاصل ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وہاں واقع ہیں۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کی برکات سے یہ ارض حبیب آسودہ ہے۔ قرآن حکیم یہاں نازل ہوا۔

خاتم الانبیاء، سید المرسلین، پوری کائنات، معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ یہاں مہوٹ ہوئے۔ اسی سعید سر زمین نے ان کے انوار قدس کو جذب کیا

اور ان کے ارشادات و تعلیمات و اعمال صالحہ کی تقلید سے یہ خاک و شگ افلاک ہوئی۔ اس لئے فارسی اور اردو حمد و نعت نے اس پہلو سے مدد و راست

ارض مقدس کو حوالہ دیا۔ تاہم کیونکہ فارسی حمد و نعت کو اس سلسلے میں تقدم حاصل ہے، اس لئے اگر اردو حمد و نعت ان قصص، واقعات، مقامات اور

حکیمات کو داخل کلام کرتی ہے تو ہم اسے بھی فارسی ہی کا بلا واسطہ اہراج قرار دیں گے۔ اصل میں عربی کا تمام سرمایہ دین و دانش اور خزینہ لوب و آئینی اور

بے شمار علوم و فنون فارسی گروخیل اور تحقیق و تحقیق کی سر توشیح ثبت ہونے کے بعد ہمارے لئے لائق تحصیل و استفادہ بنے ہیں۔ اس لئے ہم اردو زبان

و لوب کے کسی بھی شعبے اور پہلو پر فارسی نقوش و آثار کی اہمیت سے انکار کریں نہیں سکتے اور فارسی زبان و لوب اپنے جمال و کمال کی جن انتہاؤں کو چھو کر

ہم پر ہوا لگن ہو وہاں ہم اس کے اہراج کو اپنے لئے موجب فخر و مہابت ہی قرار دیں گے اور اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثر کا اعتراف

تجدید نعت کے طور پر کریں گے۔

اردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات

۱۔ حمد و نعت کا دینی اور مذہبی محرک

حمد و معرفت خداوندی کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ اس سے معبود نور عہد میں رابطہ قائم ہوتا ہے۔ یہ اللہ، حیات اور کائنات کے مابین تعلق کی تعلیم کا ذریعہ ہے۔ فرد کلام عہدیت و اطاعت سے اسی کے سبب مربوط ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی آیات و حیات میں یہی معانی و مفہومات رکھے گئے ہیں، جس کا نتیجہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اللہ کی عظمتوں اور فضیلتوں کی حمد	اس کی رب العالمی کا ذکر	الحمد لله رب العالمین
	اس کی شان و خصیت و رحمانیت	الرحمن الرحیم
	یوم الدین (آخرت میں اسی کی حاکمیت و قدرت و اختیارات)	مالک يوم الدين
(ب) اللہ کی عہدیت و اطاعت اور اس سے امور حیات میں اطاعت طلبی	اقرار توحید الہی کے ساتھ ہی عہدیت و استعانت کا مظاہرہ	ایک نعبدو و ایک نستعین
(ج) طلب راہ ہدایت اور راہ مستقیم کی دعا	پوری زندگی میں نفس نفس اور قدم قدم اس کی راہ نمائی و ہدایت کی درخواست کیونکہ اسی چارہ راست پر ثابت قدمی اس کے انعام یافتگان کا مظاہرے اختیار ہے۔	اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
(د) مظلومین اور اہل ضلالت سے اجتناب و بداعت کا اہتمام	ایسی ہدایت طلبی جو اس کے عہد کو نفس، شیطان، مکر ابوس اور زیر غصب لوگوں کے اثرات و بداعتوں سے محفوظ و مامون رکھے۔	ھیر المظلوم علیہم ولا الضالین

یہ نہایت جامع سورہ (الفاتحہ) اپنے سرعہ و مضامین کے اعتبار سے جملت کرتا ہے کہ ہماری ہمد کوئی، حمد سرائی اور ہمد نگاری ہمارا دینی اور مذہبی محرک ہے۔ ہم صاحب ایمان اور مسلم ہو ہی نہیں سکتے اگر ہم اللہ کی توحید کا اقرار و اعتزال نہ کریں، اسے اس کی تمام عظمتوں، قدرتوں، حاکمیت و اختیار کے ساتھ اللہ نہ مانیں، دنیا اور مٹنی دونوں سلطنتوں کا اسے سلطان نہ سمجھیں۔ تب اس عرفان و معرفت کے ساتھ ہم اس پر اس کی

مہریت و اطاعت لازم آتی ہے۔ جب ہم شرک کے فہرے آئینہ ذہن و قلب کو منظر بخلا کر کے صرف اسی کو دیکھنے لگے پھر دیکھتے ہیں۔ اس کو اپنی عقل و مغفرت کا مالکہ قرار کرتے ہیں۔ اسی سے ہدایت کی استدعا اور اسی سے ہمہ قسم کی خطا گلوں سے گریز و پرہیز کی دعا کرتے ہیں۔ ہماری عقل و فطرت، ہماری مہارت و کرامت و تفکر، ہماری نہایت عقلی، ہماری ہدایت و فطرت، ہماری فریاد، دعا و استعاذہ، ہماری مدد و نصرت اور صرف اسی ذات پاک کو یہ ہوتا ہے اسی لئے اسے واحد مطلق سے منسوب و مخصص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں نعمت حیات سے نوازا۔ ہمیں اس کائنات میں اپنی نعمت خاص کے ساتھ چند مقاصد کے نصیب کے ساتھ بھیجا۔ اس ہماری کائنات میں جو متنوع ہے اور بے حد حساب مخلوقات سے پر ہے، ہمیں شرف انسانی کے جوہر سے نوازا کر کے اور نجات و خلافت کے منصب پر فائز کر کے یہ کائنات گویا ہم سے حوالے کر دی کہ ہم جہاں ایک طرف حیات کائنات کے حوالے سے اللہ کی رحمت، خالقیت، مالکیت اور عظمت کا اور آگ کریں، وہ جہاں اس کائنات میں اپنے شرف و عظمت کے حوالے سے اپنے فرائض محسوس کریں اور انہیں احکام الہی اور قوانین اللہ کی ہدایت میں لیا کریں۔ اپنی مدد و استدعا اور اپنی دعا و جسمانی و روحانی قوتوں کے وساک استعمال کر کے اس کائنات میں تخلیق و ایجاد، تعمیر و ترمیم اور تظہیر و تنجیس کی صورت میں کاروائی کرنا اور اس کائنات کو اپنے عظم و قوتوں اور اپنی تہذیب و تمدن کے قوسل سے دو تمام ممکنہ طرح یعنی جو ہماری اپنی تخلیق کا مقصد و اصلی ہے۔ اگر ہم حیات کائنات کے یہ فرائض اہم سمجھتے ہیں تو گویا ہم ذات الہی کی تمام تخلیقات، مقصدوں اور قدرتوں کی عملی تفہیم نہ کرتے ہیں اور اپنے فکر و عمل سے گویا اللہ کی حمد و سپاس کا حق لوار کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں آکر ہم الہی کا عزیز ہے۔ اس کی ذات و صفات کا ذکر، اس کے اکرامات و انعامات و احسانات کا ذکر، تمام تر حصہ ہے۔ چنانچہ اور آیت حیات سے اس کا ثبوت :-

○ اَلَمْ نَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مَلٰئِكَةُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۴ : ۱۰۷)

کیا ہمیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی پوشاکی اللہ ہی کے لئے ہے۔

○ لِلّٰهِ عَالِمِ السَّمٰوٰتِ وَ عَالِمِ الْاَرْضِ (۴ : ۲۸۳)

اللہ ہی کا ہے جو ہر آسمانوں میں ہے اور جو ہر زمین میں ہے۔

○ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيْمًا (۴ : ۵۶)

یہ ایک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

○ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲ : ۲۰)

یہ ایک اللہ ہر شے پر قدرت مند بخند والا ہے۔

○ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّوْرِ (۳ : ۱۱۹)

اور اللہ لوگوں کی بات جاننے والا ہے۔

○ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۴ : ۱۰۵)

اور اللہ بے فضل والا ہے۔

○ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ (۴ : ۱۱۵)

یہ ایک اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔

○ ان الله غفور الرحيم ○ (۵ : ۹)

ہے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔

○ ان کا تو ابا ○ (۳ : ۱۱۰)

کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا ہی قہر قبول کرنے والا ہے۔

○ ومن اعراض عن ذكرى فان له معيشة حسنا (۲۰ : ۱۲۴)

جس شخص نے میرے ذکر سے منہ موڑا تو بلا شک و شبہ اس کے لئے شک و گمان کائی ہے۔

احادیث رسول ﷺ میں حمد و سپاس الہی کی ہدایت و ترغیب

ترجمہ :

○ جس نے اٹھامس کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا، پس وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

○ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی سورت پر بلایا۔

○ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہ کرو۔

○ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جنت کی کچھوں میں سے۔

(اس کے دندائے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا ہے۔) اور یہی اقرار و تصدیق انسان کو عہد گزاری کی تحریک کرتی ہے۔

حمد اللہ کے لئے خاص ہے اور حمد کوئی ذکر الہی کی منہم نقل کا ہم ہے۔ جو صلاحیت فکر و فہم اور استعداد تخلیق و لب ہمیں عطا ہوئی ہے اس کا

لوٹیں بھڑائی ہے کہ ہم اس کی حمد کریں۔

ہماری رائے میں یہ دینی اور نہ ہی عمر کا تمام محرمات سے زیادہ اہم، رائج اور محقق ہے۔ کیونکہ حمد و شکر ہمارے اسلام و ایمان کے تحفظ کی

ضمانت ہے اور چاہے کفر (اعراض عن اللہ) ہمارے لئے خسران و ہلاکت کا موجب ہے۔ یہی حمد کیونکہ اپنی عملی صورتوں میں عہدیت و

مہارت کے مترادف بھی ہے اس لئے حمد سے بلا کر نہ ہمیں دوزخ و اسلام سے خارج بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہیلوی جذبہ مسلمان اہل قلم میں حکومت حمد

نکاری کا سبب بن کر مسلمانوں نے تمام زبانوں میں (خصوصاً عربی و فارسی اور اردو میں) حمدیات خداوندی کے حقیقی خزانوں کے ذخیرہ گاہ بنائے ہیں اور یہ

سلسلہ جاری و ساری ہے۔

نعت کا دینی اور نہ ہی عمر کا بھی محرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام انسانیت پر، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور حضور قدسی ہے ہر سار

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا :-

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة و ان كانوا من

قبل للنبي ضلال مبين ○ (۳ : ۱۶۴)

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے ان میں ایک (عظیم الشان رسول انہی میں سے) بھجلا وہ اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھتا

ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً گمراہی میں تھے۔“

اقرار توحید و عہد و مشروط ہے اقرار رسالت ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اقرار رسالت سے ہم نجوم انسانی سے نکل کر اور

میز ہو کر ایک لگ قوم جتنے ہیں اور ایک الگ ملت اور ہدایت امت کے طور پر ہم متعین ہوتے ہیں۔ ہر ہدایت خداوندی اور احکام الہی جو ہر وقت قرآن ہم پر اتارے ہیں ان کی تعمیل کے لئے عالم سیرت میں سے ایک شخصیت کبریٰ کی ضرورت تھی جو اپنے اسوہ حسنہ اور سیرت مبارکہ کے منور نمونے اور فروزاں مثالیں ہمارے سامنے رکھے اور ہم اس کے اچھے و خلیق کی صورت میں ایک نیک اور ہدایت یافتہ زندگی گزاریں۔ جس کی تعلیم و ہدایت میں ہر پہلوئے حیات اور ہر شعبہ زندگی کے لئے عملی نظریہ موجود ہوں۔ جو قرآن حکیم کے رموز و مسائل کی شرح و تفسیر کرے۔ جس کے اقوال مبارکہ اور مشاغل عالیہ اور احادیث طیبہ قدم قدم پر ہماری رہنمائی کریں۔ جو دنیا میں بھی ہمارا ہادی، ہمارا معلم، ہمارا محسن اور ہم پر وفاء رحیم ہو اور جس کی عمر و تعلیم، جتنی میں بھی ہماری شفاعت فرمائے۔ جس کے وسیلے سے ہم خدا کو پہچانیں۔ خدا کی رحمت سے احمد لو کریں۔ جس کے توسل اور تمسک سے ہم اپنے اللہ تک رسائی کریں۔ جو خیر و شر میں اپنے فکر و عمل سے خط امتیاز کھینچے۔ جس کی رہنمائی ہمیں ہمارے گم کاری پر انتقامت جتنے اور رونا و مٹاوت و غمایت سے ہمیں محفوظ و مصون رکھے۔ جو انسانیت کو ایک نظام اخلاقیات عطا کرے۔ جو حقوق و فرائض کا ایک نقش مرتب کرے۔ جو انسانی معاشرے کو عدل و مساوات سے معمور کر کے طبقاتی تفاوت سے پاک ایک ماحول پیدا فرمائے۔ جو توحید و شرک اور حق و باطل میں امتیاز و تفریق کرے۔ جو ہمیں زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی چٹبلائے۔ جو حیات انسانی کے اصلی اغراض و مطالب کو واضح کر کے انسان کو حقیقت و ظہور و تنظیر کے مرفوع عمل سے مرعوظ کر دے۔ اللہ نے ایسی عسکر جیم شخصیت ہمیں حضرت محمد ﷺ کی صورت میں عطا کی سو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ یہ حیثیت اس ذات گرامی کے کلام کو، اس کے امتی کے ہم اس ہستی کامل کے عشق سے اپنے دل کو معمور رکھیں۔ اس کے ذکر مبارکہ سے اپنی زبان و قلم کو خوش منت کریں۔ وہ ہستی جس کا منصب عظمیٰ، و در لعل لک ذکر ک سے واضح ہے اس کی مطاعت کریں، اس سے محبت کریں، اس کی (محب توسل) توفیق و تاج کریں اور ہر وقت قلم اس کی نعت کہہ کر اپنے لئے سرمایہ و زمین کا ہتمام کریں۔

نعت، حضرت خیر الانام ﷺ کے فضا کی کا مظہر نامہ بھی ہوتی ہے اور اس کے مضامین و موضوعات میں ان کے مقام و منصب نبوت اور فرائض و مقاصد نبوت کی تشریح بھی ہوتی ہے۔ اس میں ان کے عہد صوری کی آئینہ داری بھی ہوتی ہے اور ان کے من سیرت کی عکاسی بھی۔ ان کی تعلیمات و احکامات کی تبلیغ بھی ان کی سیرت مطہرہ کی مختلف اداؤں کی جلوہ لگائی بھی۔ اس طرح نعت ایک معنی میں سیرت لکھی، کی فعل امتیاز کر رہی ہے۔ حضور ﷺ کی تبلیغ سیرت اصل میں ایک دعوت بن جاتی ہے۔ اس آئینہ سیرت میں ایک فرد بھی اپنی حیات کے خود غل سنو رہا ہے اور ایک بیت اجتماعیہ (امت بھی) ثبت و قدوم کے ساتھ اپنی کردار سازی کرتی ہے اور نیچے کے طور پر ایک مذہب فرد اور ایک مروجہ منظم امت (سیرت محمدیہ کے سانچے میں داخل کر) اقوام عالم کے لئے ایک نمونہ عمل پیش کرتی ہے تاکہ تمام انسانیت اپنی سعادت و نوری و اخروی کے لئے سیرت محمدیہ کو جس کے تھیدی مظاہر اس کی امت سے جھلکتے ہوں، قبول کر کے اس خطہ مرضی کو محبت، ماسن اور آسودگی کی جنت مان سکے۔ نعت دینی اور مذہبی محرک کے طور پر بھی فریضہ انہماک دیتی ہے۔

قرآن حکیم جہاں اللہ تعالیٰ کا حمد نامہ ہے، وہیں اس کے رسول ﷺ کا قصیدہ بھی ہے۔ یہ شہر آیات و نجات نبی آخر الزماں ﷺ کی شانہ توصیف سے پر ہیں۔ ان کی سیرت اقدس کا تعارف نامہ ہیں۔ ان کی نبوت و ہدایت کا الہی نصب العین ہیں۔ قرآن حکیم کے بعد خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث و مقصد سہ من متوجہ موضوعات و مضامین سے معمور ہیں، جو فضا کی نبوت اور مقاصد جلیلہ رسالت کی نشان دہی کرتی ہیں۔

رسالت سے ایک مسلمان کا رشتہ جتنا محکم ہو گا، خدا سے بھی اسی قدر ہو گا۔ لیکن نبی علیہ السلام سے رشتہ عقیدت و مطاعت کا استعمال اللہ سے ہماری عروہ و خسران کا موجب ہو سکتا ہے۔ رسالت ہی کے رابطے سے اللہ تک قریب و رسائی ممکن ہے۔ شرک و بدعات سے ہمارا تحفظ اور ہماری ہدایت اور توحید سے ہمارا ہدہ و حکم، رسالت ہی کا مریخون منت ہے۔ امت مسلمہ کی فوہات، ان کا علمی و تہذیبی ارتقا، اقوام عالم پر ان کا تلبہ و حکومت،

اور پاس گزار ہوگی اور جب اور بد وقت و ذوال سے گزر رہی ہوگی تو اسی حسن حقیقی اور بدھیر حقیقی سے طالب اور اعانت ہوگی۔

..... یہی کیفیت اس فرد یا قوم کی ماہیت و رسول ﷺ کے ہمارے میں ہوگی۔ وہی رحمت اللعالمین کے دور کی سوا ہوگی۔ اسی کے دامن رحمت میں چاند و صوفے کی۔ وہ ذات و سمات جو چاند و صوفے ہے، ہمارا ساڑھے چار گاہاں ہے، غریب پرور ہے، جیم نور ہے، پانچ گاہاں کی بدھیر ہے، سر اسر خود کرم ہے، تمام تر رحمت و رحمت ہے۔ وہ چاند و صوفے کے مقام و موقع پر ہے۔ جو ہر قسم کے نفرت و تعصب کو مٹا کر قبائل کو شیر و شکر کرنے والی ہے۔ جو اتنی شیریں، اتنی دل آویز، اتنی پیاری اور اس قدر محبوب ہے کہ ہر اندیش کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔ جو اس قدر صلح جو، امن پسند اور محبت فضاں ہے کہ مفاسد کو زبردست کی قدرت رکھتی ہے۔ جو دنیا میں ہماری ہر ساز اور مقبلی میں ہماری شفاعت کی امید گاہ ہے، مسلمان فرد یا جماعت اپنی نفسیاتی کیفیات اور اپنے طبعی رجحانات و میلانات کی حد اقلوں کے تحت ہر حال میں اسی رسول رحمت سے اپنا قلبی، ذہنی، فکری اور عملی تعلق استوار رکھتے ہیں۔ ج

ہم جس میں اس رہے ہیں وہ دنیا تھی تو ہو

بجائے اسی طرح محمد و نعت اپنا ایک طبع ہم اور نہایت واضح ماحولیاتی محرک بھی رکھتی ہے۔ ایک دوا ماحول ہے جو ہمیں سازگار انداز میں میسر آتا ہے اور ایک دوسرا سازگار ہے۔ سازگار ماحول میں مسلمان فرد اور جماعت اپنے فکریات اسلامی کے مطابق زندگی گزارتی ہے۔ یہ فکریات اسلامی جو ہمارا نقطہ حیات اور لائحہ عمل ہیں، قرآن و سنت سے مستند ہیں۔ ان کے دائرے میں ہر کرنے کی صورت میں وہی اللہ اور رسول ﷺ سے محبت و اطاعت کا نظام رہا ہو گا۔ ساری ہوتا ہے اور ہماری سوچ اور عمل کا ایک ایک رخ، ایک ایک پہلو، ایک ایک گوشہ نقطہ بہ نقطہ، خط بہ خط اسی پر کار کے گرد گھومتا ہے۔ اللہ اور رسول ہی ہمارا مرکز و محور قرار پاتے ہیں۔ جب ایسے سازگار ماحول میں ہم حسن، خیر اور صدائقت کی انداز کو حسین سے حسین تر بنا کر ایک مثال معاشرہ وجود میں لاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں کوئی سازگار ماحول ملتا ہے مثلاً ذوال و نقای کا دور۔ یا پھر ایسا دور جس میں شرکی قوتیں ہم پر پھلا کر رہیں، جب اسلام پسند فرد یا جماعت اللہ اور رسول کے احکام و تعلیمات اور ارشادات و اقوال کے مطابق ان دہائیوں کے خلاف جہاد کرتی ہے۔ پہلے اپنی ذات میں جماعتی ہے، وہیں کا فہم، وہیں کی کرد، وہیں کی کثافت و غلاظت دور کرتی ہے۔ اپنے اندر پیچھے ہوئے مسائل کو منہمک کرتی ہے اور پھر ہمارے ماحول پر چھانے ہوئے شر پر نہایت شدت سے حملہ آور ہو جاتی ہے۔ وہ جب دیکھتی ہے کہ اس کے ہمارا ماحول میں بدی نے نیکی کا لہار و بہن لیا ہے، نمودار کیا، قبول پر حال کیا ہے، نیکی کی ساری خصوصیت فطریں فہم آلود ہونے لگی ہیں۔ کذب ہے، منافقت ہے، نفرت و تعصب ہے، فرقہ پرستی و شک فکری ہے، جملہ بد و دن ہے، رشوت، رزق حرام ہے ایمانی بد دینا، باپ قول کی کی، ملامت، ذخیرہ و اندوہی، غریب دی، جبر و ستم، حق تلفی و نا انسانی ہے حیاتی و لائشی اور حدود اللہ سے تجاوز کا باز کر گم ہے، تب وہ مسلمان اور صاحب ایمان قوم یا اس کے وہ افراد جو قرآن کی زبان میں "حزب اللہ" ہیں، سرگرم ہوتا ہے اور اور آلودہ جہاد و عزیمت ہو جاتے ہیں اور ان میں باپ کا قتل قتل کرنے کے لئے کوشش نکل آتی ہے۔ یہ نفسیاتی اور ماحولیاتی صورت حال محمد و نعت کا ایک اہم محرک ہے۔ سازگار ظروف و احوال میں محمد، اللہ کے احسانات و انعمات کا شکر ادا کرتی ہے اور اس کے خیر کرم سے حریص نعمتوں کی طالب ہوتی ہے۔ ایسی کیفیت میں نعت بھی ان احسانات و اکرامات کے ذکر سے مملو ہوتی ہے جو رسول رحمت ﷺ کی صفات اور دنیا میں تشریف آوری کی صورت میں ان کی امت کو عطا ہوئے ہیں۔

نفسیاتی و چگونوں اور ماحولیاتی سازگار کے دور میں محمد و نعت فریاد و استغاثہ اور مناجات و ترم طبعی کی فعل اختیار کر لیتی ہے۔ جب یہ احوال ایک طرح سے آشوب امت کا منظر عام بن جاتی ہیں۔ اللہ سے اپنی تعزثوں، کوتاہیوں اور اعمال سوء کی معافی اور اس کے دربار میں نمود کرم کی طبعی اسی طرح نعت جہاں ہمارے فکری و چکاں بن کر اپنے دکھ بار کا مار رسول کریم ﷺ تک پہنچاتی ہے، وہیں ایسے مواقع پر نعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

سیرت مہارکہ اور اسودہ صحت کی تجلیات عام کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے نقوشِ عمل کے اہلجہ پر مائل کرتی ہے۔ فردیامت کو اقتسابِ عمل کی جانب
ملتک کرتی ہے اس طرح نعت سیرت مہارکہ کا بلاغ و تبلیغ کر کے ہم کردہ اور قوم کو اس کے مرکز و محور حقیقی کی طرف مائل سطر کرتی ہے۔

ع

بھٹے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اردو میں "جوب شکوہ" از اقبال بی اثوب است ہے اور اسی میں اقتسابِ عمل کے مضامین ہیں۔

کی عمر سے وفا تو نے تو ہم حیرے ہیں — یہ جہاں چڑ ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جب خطبہِ عمل اور رسولِ انقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت بالخصوص عرب کی اور بالعموم دنیا کی جو لوگوں
حالی اور لگاؤ تھا وہ ایک انسانی ہمدردی کا ماحول کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ تب ہمارے رسولِ مکرم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے وسیلے سے اور اپنی سیرت و عمل
کے بے مثال نمونہ بڑے سطر پیش فرما کر اس ماحول کو سارا گرا دیا۔

ذہن میدار نہ تھے ان کی نظر ہوئے تک — کتنی صدیوں کا اندھیرا تھا عمر ہوئے تک

ان سے گر رہا نہ ہوتا تو گل ہستی کو — کن مڑیوں سے گزرتا تھا ہر عمر ہوئے تک

(عامسی کرہائی)

۳۔ حمد و نعت کا تہذیبی و تاریخی اور ملی و قومی محرک

اسلام نے انسان کو ایک نئی تہذیب سے آشنا کیا۔ یہ تہذیب دوسری اقوام کی تہذیبوں، ترنوں اور ثقافتوں سے یکسر مختلف و ممتاز ہے۔ اس کی
جہادِ توحیدِ خالص (بلا آمیزش) کے عقیدے پر ہے۔ اس میں مگریمِ ہجر کا پہلو نمایاں ہے۔ یہ تہذیب مساوات و عدل، حقوقِ اللہ اور حقوقِ العباد
(مہار استقامت) پر قائم ہے۔ اس نے مسلمان معاشرے کا اپنا تہذیبی تشخص ہے۔ محمد اس تشخص کو واضح کرتی ہے اور حضور پاک ﷺ کی سیرت
اقدس ہمارے لئے فکر و عمل کے نقوشِ اہلکار کرتی ہے۔ ہماری تاریخ (تاریخِ اسلام) بھی دوسری اقوام و مل سے یکسر مختلف ہے۔ ہمارے تاریخی اعمال
و احوال میں ایک امتیاز و انفرادیت ہے۔ یہ حیثیتِ عالمِ مفتوح میں سے ہمارا امن و سلوک اور ان کا تحفظ حقوق، حضورِ جبر کے ساتھ ہمارا عملی رویہ، فتح
اور شکست، ہر دو صورتوں میں ہمارے جذبات و افکار کی مخصوص شجہ اور منفرد روایت، ہر حالت میں اعلیٰ افلاقیات کا تصور، ہر صغیر میں ہر بلی
واقعات و ہجر کے جن لوگوں سے ہم گزرے ان کے زہر اثر ہماری شاعری میں لطافت و انصافیت کی صورتیں اور حمد و نعت پر ان تاریخی حوالے کے
اثرات، ایک نہایت مختلف اور یخیز مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔

ہم سب سے الگ تھلک ایک علیحدہ ملت ہیں۔ ع

خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

ہمارے ملی و قومی خصائص کا تصور محمد اور نعت میں ہے۔ آواز میں حمد و نعت "مید آوازوں شکو و ملک و دین کا مہر" — مگھوی میں حمد و نعت، مناجات و
استغفار کا اظہار — خصوصاً نعت میں اطاعت اور تہذیب و رسالت کی ترغیب تاکہ ملتِ اسلام حضور ﷺ کے ارشادات اور اعمالِ صحت کے سانچے میں
اصل جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم کی تہذیب و ثقافت یعنی طرزِ احساس، طرزِ حیات اور مظاہرِ حیات کی جہادِ توحید و رسالت کے عقیدہ و حکم پر ہے۔

اسی بنیاد سے ہم ملت کفر کے مقابلے میں ملت حق اور امت مسلمہ کے طور پر اپنا الگ تشخص رکھتے ہیں اور ہمارا وجود اسی طرح هجوم کفر و شرک کے مقابلے میں نمایاں ہے جیسے اندھیرے میں اجالا اور شب ظلمت میں نمودار۔ عقیدہ توحید ہمیں سرفراز کرتا ہے اور ہم ہر غیر اللہ کے سامنے سرنگوں اور جبین قرار دہنے سے نہایت چاہتے ہیں۔

یہ ایک مجدد ہے تو گراں سمجھتا ہے۔۔۔ ہزار عبادوں سے دیتا ہے آدمی کو نہایت

اقوام عالم کو دیکھئے تو ذلیل معر کے کیسے کیسے عبرت ناک مناظر سامنے آتے ہیں۔ صویت پرستی، سٹیٹ پرستی، کثرت پرستی، مظاہر پرستی۔ اشرف المخلوقات اور جب خدا کا سر خود تراشیدہ ہوں کے سامنے جھک رہا ہے۔ ستارے، آگ، سورج، مہتاب، بجائے، چتر اور مٹی کی مورچاں اس کی مسموم و معبود ہیں۔ وہ تمام اشیاء جو اسے فوائد یا مضرات پہنچاتی ہیں، اس کی پوجا کا مرکز و محور ہیں۔ وہ جو اپنے چہرے سے کبھی تک نہیں لڑا سکتے، جو اپنی نجاست صاف نہیں کر سکتے، جو سن نہیں سکتے، بول نہیں سکتے، اس کے حاجت روا اور عقدہ کشا ہیں۔ یا پھر وہ اللہ تک اس کی رسائی کا وسیلہ ہیں اور اس شرک کے تھلاڑے کے ساتھ وہ اللہ کو مانتا ہے۔ مسلمانوں کو عقیدہ توحید نے اس لغویت اور لغت سے خلاصی بخشی۔ وہ ایک اللہ کے پرستار، اسی کی اطاعت میں سرگم، اسی کے احکام پر چلنے والے، اسی کی مالکیت اعلیٰ کے عطا کردہ قوانین و ضوابط پر زندگی گزارنے والے، اسی سے محبت کرنے والے، اسی سے ڈرنے والے، اسی کے نظام عدل و اخلاق پر عامل ہیں اور اسی برکت نے انہیں ایک ایسی تہذیب و ثقافت کا حامل بنادیا جو کافرین و مشرکین سے انہیں الگ کرتی ہے اور ان کے اور اقوام کفر و شرک کے درمیان ایک امت مسلمہ امتیاز کھینچتی ہے۔

علامہ مصلح "اسلامی ثقافت" کے عنوان سے رقم طراز ہیں :

"اسلامی ثقافت پر ہمیشہ ہی سے دینی اثر قائم رہا ہے اور یہ دینی رنگ ہی اس کی روح و رواں ہے۔ اگر دین ہمیں پروردگار کا جائے تو ہمیں یہ ثقافت کچھ اور ہو سکتی ہے، اسلامی نہیں ہو سکتی۔ اس میں ہر چیز کا جو از اور سند مذہب ہی سے حاصل ہوتی ہے جو بدلیات و احکامات الہیہ کا مجموعہ ہے اور جس سے زندگی کے مختلف ادوار میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے جس کی مکمل تصویر نبی الہی ﷺ نے اپنی زندگی میں لوگوں کے سامنے پیش کی اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ شخص خدا سے واسطہ نہیں رکھتی بلکہ اعمال کی انجام دہی سے متعلق ہے جس کے باعث قوم کا مہل و کامرانی سے بہکنا ہوئی ہے۔" (۹)

اسلامی تہذیب و ثقافت کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں :-

توحید، احرام انسانیت، آفاقیت، اخوت، احرام اسن عالم، اتحاد عالم، احساس مرض، طہارت و پاکیزگی، احرام انظر اوریت اور اعتدال پسندی توحید (شرک سے بیزار) ایسی تضاد پیدا کرتی ہے جس میں مرکز توحید صرف توحید الہی اور معرفت ربانی ہو تا ہے اور تمام افعال اسی کے تابع ہوتے ہیں۔

احرام انسانیت سے معاشرے کا طبقاتی غفلت ختم ہو جاتا ہے اور ایک عادلانہ مساوات سے تمام افراد برابر رہتے ہیں۔ یہ عدل ظہور و استحصال کی مزاحمت کرتا ہے۔

آفاقیت کے سبب جملہ نسل ہائے آدم اس میں جذب ہو جاتی ہیں۔ رنگ، نسل، زبان، گورے کالے کافر اور شرق و غرب کے واسطے منت جاتے ہیں۔ جس نے کلمہ توحید پڑھا لیکن اقرار رسالت کر لیا وہ اس آفاقی ملت کے کل کا جزو بن گیا۔

اخوت، ایک دلی بھائی چارہ پیدا کرتی ہے جو خون کے تمام رشتوں سے اعلیٰ اور بالا ہوتا ہے۔ موانعت کا ایک تہذیبی اور تاریخی منظر ہجرت

ہیڈ کے بعد پیش آیا۔

احرام امن عالم، ہر اس جہاد کو پیش کا محرک ہے جو امن عالم کو تقویت دے اور دنیا نظرت، تعصب اور جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ رہے۔

احمد عالم، ملت اسلام کو کان دین کی جانوری کی صورت میں، جس میں انسانی وحدت کی شان جلوا کر ہوتی ہے، اپنی مثال قائم کر کے احمد عالم کی دہائی ہو سکتی ہے۔

احساس لڑنے کے سبب ایک فرد معاشرے میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو کر ان کو لو اکرتا ہے۔ اس سے حقوق لو اہو کر معیشت، معاشرت اور سیاست میں اعتدال، توازن پیدا ہوتا ہے اور یہ قسم کی حق تلفی بد عنوانی اور جانوری کا قتل قلع ہوتا ہے۔

طہارت و پاکیزگی، تشہید و شہادت کی ایک اہم خصوصیت جس سے تزکیہ نفس اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے، حلال و حرام میں تمیز اور غیر و شر میں تفریق ہوتی ہے اور معاشرے میں ایک مطہر و منزہ فضا بچتی ہے۔ یہ طہارت فرد کو حیا کا جوہر عطا کرتی ہے جو ہر نوع کی عریانی، بے حیائی اور فحاشی سے فرد اور ملت کا دفاع کرتی ہے۔

احرام النظر لویت۔ اشتراکی ممالک میں جو نظام زندگی رائج ہے اس نے فرد کی آزادی چھین لی ہے اور اسے مادی نظام کی مشین کا ایک پرزہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہائیڈروکلیٹک اور درخت کا حق سلب کر لیا گیا ہے۔ تجارت کو مسمیٰ استحصال کا ذریعہ بن کر رکھ دیا گیا ہے۔ مادی ممالک میں جہاں جمودیت کا اصول چلایا جاتا ہے، معاشرے میں فرد مکمل آزادی سے محروم ہو رہا ہے۔ وہاں مرد و زن کے درمیان مسلک کا عریانی بے حقیقت ہے جبکہ اسلام نے النظر لویت اور انجمنیت کو حد اعتدال میں رکھا ہے۔ حقوق العباد کا نظام ایک درکت ہے جو اسلام نے انسانیت کو عطا کی ہے۔

اعتدال پسندی کی خصوصیت کے سبب نام و نمود، نمائش و برپا اور سرفرازی اور اعلیٰ حوصلہ فہمی ہوتی ہے۔ زندگی کو اعتدال پسندی اور سادگی سے بسر کرنے کی لہذا قائم ہوتی ہے۔

اس تشہید و شہادت اسلامی کی بدکسوں کو سامنے رکھتے ہوئے شرکانہ، کافرانہ، مادی لادینی تشہیروں پر نظر ڈالنے، تواضع اور ہوگا کہ مسلمان من حیث القوم اپنا ایک واضح طرز احساس اور انداز حیات دیکھتے ہیں اور ان کے مظاہر حیات قلعی طور پر دوسروں سے جدا لگتے ہیں۔

یہاں تقریبات کی بنیاد سو و سب اور فقیہ و بے حیائی پر نہیں۔ اسلام کے نزدیک راحت و شادمانی کا معیار نیکی اور پرہیزگاری ہے۔ اسلامی جہادوں اور تقریبات کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ انسان کو جاہلانہ رسوم سے چھٹاتے اور اس کے دل میں خدا کو پیارا کرتے ہیں۔ ساتھ کے ساتھ ان میں اعتدال پسندی کی عادت ڈال کر انہیں اسراف و حل کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ہماری منقروہ معجز تشہید و شہادت کے اس آئینہ ہمنام کو دیکھنے اور پھر غیر مسلم اقوام پر نظر ڈالنے جو توحید خدا کا تصور نہ رکھنے کے سبب بے خدا، لادین اور انطاقتیت سے آلودہ زندگی گزارتی ہیں اور جو بے شمار حرموں اور قدروں کو پامال کرتی ہیں اور قوانین فطرت سے متصادم ہوتی ہیں۔ جہاں شادی کا مقدس انسانی رشتہ شہنشاہی نہیں۔ جہاں مرد و زن کا بے باطنہ اختلاط ہے۔ جہاں ہم جنسیت کو قانونی تحفظ حاصل ہے، جہاں شراب اور زنا معاشرے کی روگوں میں غلیظ خون کی طرح گردش کرتے ہیں، جہاں ذات پات کی معاشرتی تعینات ہیں، جہاں جھگڑا، جھگڑا، جھگڑا اور لڑائی کا مطلب بدل ہے، جہاں بنیاد کی کٹی پوری معاشرتی عمارت کو نیز حاکم و رعایا ہے پھر دوریت کی جید پر زندگی کی تعمیر رکھتے ہیں۔ چنانچہ اہل قوی، ملی، تشہید، اور جہاد یعنی شخص جس کی اساس عقیدہ توحید و رسالت پر ہے، جس کا تعلق منشور قرآنی سے ہے، جس کے سامنے بظہر عمل و انتخاب حضرت محمد ﷺ کا اسوہ عمل ہے، اہل اسراف و اعتبار و اعتبار ہے۔

جب تاریخی احوال و حوادث کے تحت ہم مختلف ممالک میں دوسری اقوام کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں تو ہمارے یہ شخص جن کی تہذیب و تمدن میں ہرگز آمیزشیں ہو جنہیں ہمارے علوم و فنون، ہماری تہذیب و ادبیت، ہمارا طرزِ تعمیر، ہماری عبادات، ہمارے اصول و طریقے، ہماری زبان، ہمارا لباس، ہمارے آداب معاشرت، تمام تر واضح اور محسوس ہے۔ اور اسی اعتبار و شخص کے سبب وہ قومی نظریے نے تصور کیا۔ تحریک آزادی وجود میں آئی اور دنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی مملکت "پاکستان" ایک نقشہ دو ناموں کو ثبت ہوا۔

محمد و نعت کا یہ لہجہ قومی محرک ہے۔ تمام تہذیبی اور تاریخی احوال کے لہجہ و فرہ میں محمد و نعت نے اپنے متنوع موضوعات و مضامین اور مخصوص دینی مزاج کے تحت اپنا طریقہ نوآئی اور ملت اسلام کے جذبات و افکار کی ترجمانی، ان کے احوال و کیفیات کی آئینہ دار کی اور ان کے فکر و عمل کی اصلاح کے لئے راہِ ی کی راہ و لہجہ بہ احسن و جزوہ ادا کی۔

۱۲۔ حمد و نعت کا علمی و ادبی محرک

اسلامی علوم و فنون اور لہجیات کا مزاج ان عناصر سے ترکیب پاتا ہے جو خدا تعالیٰ اور خودی سے عبادت ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے علوم و فنون کے تقاضے سے اقوامِ عالم کے لہجوں کو منور کیا۔ یارِ رب اور عظمت سے گزر کر ہاتھ اور اسلام اپنے علوم و فنون اور تخلیقات و ایجادات سے انہیں رلوں کھارہا تھا۔ مسلمانوں نے دوسری اقوام کے علمی و ادبی افکار کو بھی لپکا لیکن ان میں جو اسلامی عقائد سے متصادم عناصر تھے ان کی تعمیر کی اور انہیں اسلامی سانچے میں ڈھالا۔ محمد اشی اور نعت رسول ﷺ کے احزاب سے بھی ہمارے خالص علمی مزاج کے قصص کے آئینہ دار ہیں۔ ہر صلیب میں ہمارے علمی و ادبی سرمایے (خولوثر میں ہوں علوم و نظم میں) لپائی ہوئی ہیں۔ محمد بن مہتموم ذکر الہی ہے، اسی علمی و ادبی خزینے کا گہرہ مطالعہ ہے اور نعت جو امت کا دھرم و عقیدت اور فخر و شوق و طاقت ہے اسی سند کا جیاب ہوتی ہے۔

ہمارے علوم، فنون اور ادبیات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اسی چراغوں سے علم و آئینی کے ہزاروں دھارے پھولنے اور اسی منبعِ رشید و ہدایت سے نور اکہ معرفت کے بے شمار نقشے روشن ہوئے۔

از کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک لہجہ کیا ساتھ لایا

علوم قدیمہ کی افادیت کے تحت ڈاکٹر سید محمد علی کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

”مسلمانوں کے یہ خاص علوم تین طرح کے ہیں۔

اول : دینی علوم

دوم : معاشی علوم

سوم : عام علوم

دینی علوم میں فرقہ وارانہ بحث چھڑی علوم ہیں۔ بعض لوگ فقہ، کلام اور تصوف کو بھی ان میں شامل سمجھتے ہیں۔ مگر بعض کی رائے میں یہ علوم معاشی ہیں، اصل نہیں۔ ثواب صدیق حسن خاں نے ”تہجد العلوم“ میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔

علوم معاشی وہ علوم ہیں جن کی مدد سے دینی علوم خصوصاً سترہ صدی کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی زمین شامیں ہیں۔ ان کی ایک شاعری زبان اور ثواب کا علم ہے۔ ان کا مقصد جاہل کی رائے میں عربی زبان و ادب

کی صحیح استعداد پیدا کرے۔ ان میں اہم صرف و نحو، علم و تحقیق، علم لغت ہیں جنہیں بعد میں تقویت ملی، جنگی تمدن میں مسلمانوں نے گزشتہ اقوام کے علوم سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے بحالیاتی فنون کو بھی اپنے خاص ذوق و مشرب کے مطابق ترقی دی۔ ان میں فن تعمیر، علم بیان، معانی و بلاغت، تحقیقی انداز کے مدد نمونے اور تاریخ کی کتابیں بھی علم و ادب کے دائرے میں شامل ہو کر علوم معادن میں شامل ہو گئیں۔ علوم معادن کی دوسری شاخ تفسیر، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کام اور تصوف کا فکری علم ہے۔

علوم معادن کی تیسری شاخ الہیات ہے۔ یہ علوم اس وقت ترقی پذیر ہوئے جب وہ مہاس کے زمانے میں دین کو بوجہی علوم کی روشنی میں دیکھنے کا روانہ ہوا۔ ان جلدی علوم کے علاوہ مسلمانوں کے مشاہداتی اور تجرباتی علوم بھی ہیں جن کی تحریک دین کے ماحول سے پیدا ہوئی۔ ان میں ایک سرچشمہ تحریک رسول پاک ﷺ کی ذات ہے اور دوسرا سرچشمہ قرآن مجید کی تعلیمات ہیں۔ مشق رسول ﷺ کے جذبے سے پہلے حدیث، پھر سیرت، اور اسی کے زیر اثر تاریخ نگاری، سوانح نگاری اور تذکرہ نگاری کی ایک لامتناہی تحریک نمودار ہوئی جس میں انسانی شخصیت کا وہ اعتراف ہوا جو بعد میں یورپ کی انسانیاتی تحریک کی صورت میں سامنے آیا۔ پھر قرآن مجید نے مشاہدہ کائنات اور تسخیر کائنات پر جو زور دیا، اس سے تاریخ، جغرافیہ، جریات، طب، علم الادویہ، ریاضی، ہندسہ، فلاحات، جوت، نجوم جیسے علوم کو تقویت ملی جسکی تمدن میں مسلمانوں نے گزشتہ اقوام کے علوم سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے بحالیاتی فنون کو بھی اپنے خاص ذوق و مشرب کے مطابق ترقی دی۔ ان میں فن تعمیر، نقاشی، خطاطی اور فن کے بعد موسیقی، مصوری، کتبہ نویسی اور فن سکھ نگاری کو بھی ترقی ہوئی۔ (۱۰)

یہ ایک نہایت اہم اور دقیق حوالہ جہت کرتا ہے کہ ہمارے تمام علوم فنون کا سرچشمہ قرآن اور حضور پاک ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ عربی اور اس کے بعد فارسی زبان میں ان متنوع شعبہ ہائے علوم فنون پر مگر ان قدر تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اردو زبان بھی اپنے آغاز سے پہلے نثر و جملہ پانچواں تحقیقی علوم فنون کے ذخیرے سے قحی دامن نہیں ہے۔ قرآن پاک کے فصوص سے ہر اب ہو کر جو علمی دلفنی تصانیف وجود میں آئیں، ان میں دینی و دنیاوی کتب دیکھی اور ان سے موجود ہیں۔ صوفیاء و مرشدین کے مذہبی رسائل اور تصوف و طریقت کے بارے میں ان کے کتابچے، قرآن حکیم کے تراجم و تفسیر اور سیرت رسول پاک ﷺ کے موضوع پر فن کی مقدس تحریریں، عربی اور فارسی کے علاوہ ہماری اردو زبان و ادب کے دامن کو بھی بالامال کرتی ہیں۔ اس کے بعد وہ عمدہ ہائے ذریعہ نگاہ کے سامنے آتے ہیں جب نثر میں باقاعدہ سیرت نگاری رونق پاتی ہے اور وردھنا لک ڈھکڑ کے الٹی فرہان کے مطابق یہ سلسلہ اور جاری و ساری ہے۔

اردو زبان کی نشوونما میں صوفیاء کرام کا حصہ از مولوی عبدالحق کے مطالعے سے ہم یہ استنباط کرتے ہیں کہ دینی لوہار کے صوفیاء اور درگان دین کی مذہبی زبان عربی اور بول چال کی زبان فارسی قحی لیکن عوام الناس سے بات چیت کرتے وقت یہ مقامی زبان بھی استعمال کرتے تھے (مقامی زبان سے اردو کی ابتدا اُنی شکل مراد ہے)۔ (۱۱)

عبدالحق نے اس کتاب میں ایسے بڑی نمونے جمع کر دیے ہیں جن سے ہماری مذہبی کتب کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اس مکتبہ کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کے زیر اثر قرآن کے ترجمہ و تفسیر سے لیکر حدیث و فقہ کو شمار کرتے ہوئے حضور ﷺ کی سیرت نگاری کا سرچشمہ اسی سے مناسبت ہے۔ سیرت کے مسنوعات میں لفظائے شاکل، معجزات و معانی، میلاد و معراج وغیرہ بھی متعلق موضوعات موجود ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خاں کے مطابق :

"آٹھویں صدی ہجری اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں عربی اور فارسی تصانیف کے پہلو پہ پہلو قدیم ہونے کی اردو میں بھی تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو جاتا ہے۔" (۱۲)

ڈاکٹر صاحب اردو کے پہلے نثر نگار کے بارے میں مختلف حوالے جمع کرتے ہیں۔ شمس الدین قاری کی "مردوئے قدیم" کے مطابق حسین الدین گنج العظم (۵۷۶ تا ۵۹۵ھ) نے تین اردو رسالے تحریر کیے۔ محمد حسین آزاد کی "آب حیات" کے مطابق فضل کی کریم کھانا ۱۱۱۵ھ کی تصنیف پہلی اردو نثر ہے۔ مولوی عبدالحق کی رائے میں خواجہ بدیع فوار گیسو در (۱۱۵۲ھ) کی "معراج العاشقین" کو شرف ولایت حاصل ہے۔ حامد حسن قاری کی داستان تاریخ اردو میں اشرف جہانگیر سنائی کا ایک سالہ قصوف (تالیف ۱۱۵۷ھ) اردو میں پہلی نثری تصنیف ہے۔ اس اہم الہی دور کی جستجو کا حاصل یہ ہے کہ مذہبی رسائل و کتب قدیم سے اردو زبان کا سرمایہ ہیں اور ان میں قرآن و حدیث و سیرت کے موضوعات پر تحریروں کی قدامت کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ علمی سطح کا کام جسے ہم نثر میں حمد و نعت کا محرک علمی قرار دیتے ہیں، اپنے بہت سے فوائد دہا دے گئے۔ یہ کرناہور نہایت اہم اور دقیق دینی تصانیف سے دامن پر کرناہو اہل اے حمد گزراں تک پہنچتا ہے۔ ڈاکٹر انور محمود خاں نے اپنی گراں قدر تصنیف میں ۱۹۸۳ء تک طبع ہونے والی کتب سیرت کے نام اور ان کے مصنفین کے نام اور مناسب مقامات پر ان کا اعلیٰ تعارف پیش کیا ہے۔ دو صدیہ حاضر میں کوئی تین سو تصانیف سیرت کا احصاء کر سکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کتب کے آخر میں رقم طراز ہیں :-

"سیرت پاک ایک بہت وسیع موضوع ہے۔ اس پر لکھنے والوں کا شمار ممکن نہیں۔ تاہم یہ جائزہ ۱۹۸۳ء تک چھپنے والی کتابوں پر محدود ہے۔"

"۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۷ء تک ۱۳، ۱۳ سال ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں طبع ہونے والی کتب سیرت کو شمار میں مزید شامل کر لیجئے۔"

چشم اقوام یہ نظارہ بد تک دیکھے — رنعت شان رفعا لك ذكرك دیکھے

جب محرک علمی کے طور پر نثر میں قرآنیت و سیرت پر اتنا ذخیرہ جمع ہو رہا تھا تو حمد و نعت اس میدان میں کیوں بچھے رہیں! چنانچہ نثر کے پہلو پہ پہلو نظم نے بھی ان اصناف مذکورہ میں حضور کیا اور لہذا اردو نثر سے حمد و نعت معرض تخلیق میں آئے گی، کبھی نثری ہر سال و کتب میں ہجرت اشعار، کبھی دیوان کا سرمایہ بن کر، کبھی غزل کا سرمایہ بن کر، کبھی مثنوی، قصیدہ کی حمید کے طور پر، کبھی پوری کی پوری حمد یا نعت غزل کی حیثیت میں، اور ہر آہستہ آہستہ نعتیہ مجموعے یا حمد یہ نظمیں ایسی دینی سرمایے میں اضافے کا موجب بننے لگیں (یہ تفصیل اپنے نثری موقع پر آئے گی)۔

محرک علمی کے علاوہ محرک دینی کے طور پر حمد و نعت کا حضور و فروغ اپنا ایک سہ ماہی، تہذیبی اور معاشرتی پس منظر رکھتا ہے۔

قاری شاعری قصیدہ و مثنوی کی اصناف سے شروع ہوئی۔ قصیدے کی تشویب بعد میں غزل بن گئی۔ قصیدہ مدح سلاطین و امراء سے مخصوص ہو گیا۔ مثنوی زیادہ تر عشقیہ داستانوں سے منسوب ہو گئی۔ غزل محبوب ہزاری کے مجھے چاہ گئی۔ اردو شاعری نے بھی ان اصناف کے مزاج کا پوری طرح اجراع کیا اور اردو کی شعری روایت میں زیادہ تر ایسے مضامین و موضوعات داخل ہو گئے جن پر عشق ہزاری کی جذباتی فضا چھائی ہوئی تھی۔ ہر انتہائی ذہان دیکھنے کہ قصیدہ و رباعی تک محدود و مخصوص ہو کر رہ گیا۔ عشقیہ مثنویں بھی ایک حد خاص میں محدود ہو گئیں اور غزل کو حوالیہ ماحول و احوال میں خوب چھانے اور پھیلنے کا موقع ملا۔ مخصوص تہذیبی اور معاشرتی احوال کا اثر اس کے مزاج پر اتنا بڑا کہ یہ اپنی شہادت و امتانت کھو گئی اور جذبات حرم ہوس کا اظہار نہ رہی گئی۔ قاری اور اردو غزل کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ افکار و خیالات اور زبان و بیان کے دلن شاہکی پر سستی جذباتیت کے واضح اثر ہے

نہیں ہوتے چلے گئے جب تصوف نے دلائل غزال کی شہادتوں کا فریضہ لڑا کیا اور نہ ہی منکبات نے حمد و نعت کی صورت میں ہمارے پاس فکر کو اجلا کرنے کی سعی کا آغاز کیا۔ گویا حمد و نعت ہماری (اخلاقی طور پر) زوال آلود شاعری کے خلاف ایک مذہبی رد عمل کے طور پر ابھری اور اس نے مسلمانوں کے جذبہ فکر کی تعمیر کا مقدس فریضہ لڑا کر شروع کیا۔

دینی مذہب ہی، نفسیاتی ماحولیاتی، تہذیبی، تاریخی، قومی، ملی اور ملی، ملی، ملی حرکات کے ذکر کے ضمن میں محض اہل علم اپنی حقیقی پادشہوں کے سلطان دیگر حرکات بھی پیش کرتے ہیں :

ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق ایک قوی (اساسی) محرک نعت محبت رسول ﷺ ہے۔ "وہ سرِ احمرِ شفاعت و عشق کی تہذیب ہے۔ وہ فرماتے ہیں :-

"حضرت محمد ﷺ سے محبت ایسا ہے کہ اگر کسی نے یہ چیز گار لوہا کی عاصی و غفلت شعرا، سبھی نے اپنے دل میں حضور ﷺ کی محبت کی قہقہہ محسوس کی۔ یہ انگبات ہے کہ ہر شخص نے حقیقی طور پر اس کا اعلان کیا ہو۔" (۱۴)

"نعت کا ایک اور قوی محرک شفاعت و عشق کی تہذیب ہے۔ ہر مسلمان اس عقیدے کا حامل ہے کہ قیامت کے دن جب گناہوں کے بوجھ سے وہ اپنے خالق کے حضور خود غفل ہوگی تو اس وقت آنحضرت ﷺ کا رحم جسم بیکری گناہوں کی سزا سے عشق کر کے اودھ سے چھالے گا۔" (۱۵)

ڈاکٹر طرہان بخش پوری فرماتے ہیں :

"نعت گوئی کا بولیں محرک مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ذکر لاکر کرنا، ان کی میرت و شخصیت سے محبت اس کو روحانی کرنا، ان کی پیروی و تقلید کی ترغیب دینا، اور ان کے نام پر درود سلام بھیجنا، کارِ ثواب اور اجرِ نجات ہے۔" (۱۶)

حقیقت بھی یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت اور ان کی اطاعت قوی ترین محرک حمد و نعت ہے۔ گویا دینی اور مذہبی پہلو ہی محرکِ اعظم بناتا ہے۔ یہ اصل الاصول ہے اور باقی سارے حرکات اس شجر کے برگ و ثمرات اور گل و ثمر ہیں۔

ڈاکٹر اچاز حسین کی رائے میں اگر یہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان میں کھینچنے کے سبب مسلمانوں کی زندگی پر ہندو طرزِ حیات کا بھوکو کھوتہ چڑھنے کا قاتل نہیں نہ ہب کی قوی اثر انگیزی نے انہیں بہت حد تک چھانے اور کھانے کا شغف ہر حال واضح اور نمایاں رہا۔ دیکھتے ہیں :-

"فرض کہ جس وقت اردو کی تخلیق ہو رہی تھی ملک میں مذہبی اعتبار سے شعبہ زندگی پر حاوی تھی۔ سلفیت چاہے کسی کی رہی ہو مگر مذہب شہنشاہی کر رہا تھا۔ ہر جگہ اس کے آگے سر جھکانے تھا۔ اسی کی آنکھ سے دنیا کی ہر چیز دیکھی جا رہی تھی۔ اسلام مشرق و مغرب کے اکثر گوشے چھان کر ہندوستان میں اپنا جھنڈا کھڑے کی گھر کر رہا تھا۔ مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے کوئی منظم انجمن قائم نہیں کی۔ فقر و غلامانہ اہل شاعت اسلام میں کافی حصہ لیا۔ جہاں کہیں وہ پہنچے، مذہب کی ترویج و دل کھول کر کی اور اسی سلسلے میں اردو کو بھی آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ شمال یا جنوب جہاں کہیں بھی اردو کی قدیم تعریف یا تائید دستیاب ہوتی ہے، وہ مذہب ہی کی آواز و معلوم ہوتی ہے۔" (۱۷)

گویا اس طرح حمد و نعت نے خود اپنے وجود و فروغ کے لئے فضا کو سزاگار کیا اور اپنی بال کشائی سے اس فضا میں پرواز کی۔

حمد و نعت کے فروغ کی عملی صورتیں

ان نہ کو رہا عمارت و اسباب کی بنا پر حمد و نعت نے جو بیکر تخلیق اختیار کیا، اس کو مدد دینا، فروغ کے لئے ذرائع اور وسائل میسر آتے رہے جو اس کے لبلاغ و شیوع میں مدد و معاون رہے۔ ڈاکٹر فرہان فرخ جی، اور ڈاکٹر ریاض مجید نے جن وسائل کا ذکر کیا ہے، ہم ان سے کامل اتفاق کرتے ہیں۔ ان کے ذکر کے بعد ہم کچھ اضافی مسائل کا ذکر کریں گے۔

صوفیائے عظام کی توجہ اور مساعی

صوفیاء کا خاص طرز حیات، ان کی قلبی و مروت، ان کے روحانی تجربات کا مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وہ حضور ﷺ کے مشق و معیت اور محبت و اطاعت کے لرفع مقام پر ہوتے ہیں اور اپنے وجود کو سیرت مبارکہ کے اتباع میں احوال کر سنت و شریعت اور تزکیہ باطنی کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ یہی محبت و اطاعت ان کے لئے اقرب الہی کا وسیلہ کامل ہے۔ اسی بنا پر صوفیائے نعت کی تخلیق اور فروغ میں خصوصی اہتمام و توجہ سے کام لیا۔ انہوں نے خود نعت مختلف صورتوں اور جہتوں میں کہی، اپنے مقلوں میں اس کے استماع کا اہتمام کیا۔ سیکڑوں ہزاروں سریر اور اہل اہلادت ان سے دھندے تھے۔ وہ ان نعتوں اور مشق و محبت کے نعمات و مہدلی کو سنتے تھے اور نعت کو نہ صرف اپنے لونی ذوق کی تسکین قرار دیتے تھے بلکہ اسے اپنی روحانی بانی کی اور مشق و آگہی کے مددگار بننے کے لئے کا وسیلہ بھی سمجھتے تھے۔ اعراس، نورخل، سیار اور مختلف دینی و صوفیانہ مجالس میں نعتیں فروغ پاتی رہیں اور اس طرح نعل دل صوفیاء کی وساطت سے نعت کو نعت گوئی اور نعت خوانی کی صورت میں ایک قوی وسیلہ لبلاغ فراہم ہو چکا۔

(الف) محافل میلاد: ان کی اپنی ایک الگ لبلائی فضا ہے۔ دنیا میں بعثت نبوی اور نمود قدسی جرنی و تہذیب کا سب سے اہم اور سب سے منفرد موقع ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت گرامی عام انسانیت پر سب سے بڑا انعام و اکرام و احسان رہی ہے۔ انسانیت کا تمام تربیت ذہنی، فکری اور عملی انتخاب اسی بعثت اور اسی میلاد کبریٰ کا مرکز ہون منت ہے۔ چنانچہ نعت میں مولود سے جو بخت ہیں، اسی تہذیب نعت کے جذبہ سے لکھے گئے اور ان کے لئے خاص محافل کا اہتمام کیا جاتا تھا جن میں حضور طیبہ السلام کی ولادت باسعادت کے علاوہ حضور کے فضائل اخلاق، حضور کے فردات و معجزات، حضور کے واقعہ معراج اور حضور کی تعلیمات و ارشادات کا ذکر و بیان کیا جاتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمان برصغیر میں نئے سیاسی حالات و حکومت کی زد میں آئے تو مولود شریف کی محافل کا رون و حال خصوصاً حلقہ نسواں میں اس کو بہت فروغ ملا۔ گھر گھر میں میلادیں پڑھی جاتی تھیں اور حضور ﷺ کے ذکر و کلمات میں مسلمان دل کا قرار اور روح کی آسودگی و صحت تھی۔ محافل میلاد کا رون و حال اور فروغ (بہر اصل میں فروغ نعت ہے) اب بھی قائم ہے اور یہ اصل میں صوفیاء کی اسی توجہ کا فیضان مسلسل ہے۔

(ب) سماع: ڈاکٹر فرہان فرخ جی کے مطابق

”نعت کے سلسلے میں قولی یا سماع کی محفلیں بھی قوی تر محرک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ محفل سماع میں مشق حقیقی کی

ترجماں غزلیں اور نعتیں گاٹی جاتی ہیں۔ ان محفلوں میں شرکت کرنا نکل طریقہ اور ان کے مقلوں سے تعلق رکھنے

والوں کے لئے معتزلہ مہوت ہے۔ لیکن اہل شریعت بھی ان محفلوں میں شریک ہوتے ہیں۔“ (۱۸)

سماع جو بالعموم حمد و نعت خوانی پر مشتمل ہوتا ہے، یہاں کلمات قولی کی صورت میں ہوتا ہے۔ صوفیاء و صاحبانِ دہد و حال چند شرائط کے ساتھ اس کو جائز سمجھتے ہیں اور ان محافل سے فائدے روحانی اور سماعی تزکیہ و تہذیب حاصل کرتے ہیں۔ قولوں کی تالیف جو فن قولی کو باقاعدہ و ریاض کے ساتھ سمجھتے ہیں، نعمات روحانی گاتے ہیں اور ہزاروں سامعین ان سے کیف اندوز ہوتے ہیں، ایسے سماع کا اہتمام عرسوں کے مواقع پر اور دوسری

تقریبات و محافل میں کیا جاتا ہے۔ گویا اس پہلو سے بھی صوفیائے کرام کے وظائف، مشاغل روحانی کا فروغ و خدمت کا موجب ہیں۔

(ج) جلسہ ہائے سیرت : یہ جس شکل میں بھی ہوں، قدریر، مذکورے، سینار، ان سب کا مقصد ذکر و رسالت مآب ﷺ ہے۔ ایسے جلسوں میں نعت کا التزام ہوتا ہے۔ آغاز میں تلاوت قرآن مجید کے بعد لازماً نعت پڑھی جاتی ہے اور لمالوقات درمیان وقفے وقفے سے نعت خوانی کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔

جلسہ ہائے سیرت کے علاوہ مسلمانوں کے ہر نوع کے جلسے، مجلسیں، تقریبات اور اجتماعات نعت نبی ﷺ کے نور سے منور ہوتے ہیں اور یہ فروغ نعت کا ایک مسلسل زریعہ ہے۔

اس میں ایک اضافہ یہ ہوا ہے کہ پہلے یہ جلسے دینی و مذہبی انداز میں منعقد ہوتے تھے۔ اب درس گاہوں میں (مکتبہ و مدرسے) کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح تک منعقد ہوتے ہیں اور انتظامیہ نیز تعلیمی تنظیمیں اپنے تعلیمی، لولی اور علمی پروگراموں کے طور پر ترتیب دیتی ہیں۔ ایسے تمام جلسوں میں بھی نعت خوانی ایک محاذ سے کی صورت میں موجود ہے، جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ غنی نسل بھی، اپنے دور تربیت و تعلیم میں ذکر و رسالت مآب ﷺ سے اپنے قلوب کو منور کرتی ہے اور فضا کو سیرت محمدی سے اپنے افکار و کردار کی تربیت و تزئین کرتی ہے۔

(د) نعتیہ شاعری : اردو شاعری کا سب سے قوی اور قدیم و سیدہ اشعارے ہیں جو ماضی میں عموماً فزل گوئی کی صورت میں منعقد ہوتے تھے لیکن ہمارے عہد میں (خصوصاً پاکستان بننے کے بعد) نعتیہ مشاعروں کا رون ہوا ہے۔ یہ شاعرے یا تو کسی نہ کسی مصرع طرز پر ہوتے ہیں یا شعرا بطریقہ شرط اپنی اپنی فتحیں پڑھتے ہیں۔ یہ عوامی مقامات پر بھی ہوتے ہیں اور گھروں میں بھی۔ کوئی نہ کوئی لام ان کا اہتمام کرتی ہے۔ ان مشاعروں کے سبب بہت سی نعتیہ انجمنیں وجود میں آئی ہیں جو باقاعدگی سے ان کا انتظام کرتی ہیں اور بہت سے شعرا یکجا ہو کر بلاذوق سامعین کو عاشقان رسول ﷺ کے مجمع میں ذکر و رسالت مآب ﷺ سے قلوب کو بہار دیتے ہیں۔

نعتیہ مشاعروں کے انعقاد کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ شعر السلسل سے نعت گوئی پر متوجہ رہتے ہیں اور نعت فنی اور معنوی طور پر فروغ پاتی رہتی ہے۔ کچھ عرصہ سے یہ نعتیہ محافل مخصوص نعتیہ انجمنوں کے دائروں یا گھریلو انتظامات کی فضا سے باہر آگئی ہیں اور ان کا دائرہ انعقاد پکھل گیا ہے۔ ٹیلیویشن، ریڈیو، ثقافتی ادارے اور لولی آبادیاں بھی ان کو منعقد کرتی ہیں۔

(ه) وسائل ابلاغ عامہ : ان میں بالعموم رسائل و اخبارات (صحافت)، ریڈیو اور ٹیلیویشن (الیکٹرونک میڈیا)، فلمیں اور گراموفون ریکارڈز وغیرہ شامل ہیں۔

اخبارات اپنے ہفتہ وار ایڈیشن نکالتے ہیں۔ ان میں خدمت نعت بھی ہوتی ہے۔ خاص نہ بھی، لولی اور سیاسی دونوں کی مناسبت سے خصوصی نمبر نکالتے ہیں۔ وہ بھی خدمت نعت سے حریں ہوتے ہیں۔ رسائل و جرائد میں آغاز لازماً حمد و نعت سے ہوتا ہے۔ بعض رسائل رسالت التزام کے ساتھ خصوصی نعتیہ نمبر نکالتے ہیں۔

ریڈیو اور لولی پر جبرک ایام و شعور کی مناسبت سے نعتیہ مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ جن جن علاقوں اور شہروں میں ریڈیو اسٹیشن پائی وہی اسٹیشن قائم ہیں، وہ الگ الگ ایسی محافل کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ ریڈیو لولی ہی سے پڑائے شعر کا نعتیہ کلام نشر ہوتا ہے۔ کبھی کبھار خدمت نعت کے سلسلے میں مذکوروں اور ثقافت کے انتظام بھی ہوتا ہے۔

فلمیں اور گراموفون ریکارڈز اور کمیشنیں بھی فروغ نعت کا زریعہ ہیں لیکن یہ ذریعہ زیادہ معیاری نہیں ہے۔ جب کوئی شاعر یا کوئی نعت خواں کسی فلمی گیت کی لے پر نعت جاتا ہے تو سامع کے ذہن میں گیت ہی کی دھن گردش کرتی رہتی ہے جس سے نعت کی حرمت متاثر ہوتی ہے۔ ہمارے خیال

میں ساقی و ہمدان کے گھاسے اور نعت گوئی کے پاکیزہ ذوق کے۔ نظر قلموں کی دھنوں سے اعتبار ہی نہ کیا ہے۔
فروغ محمد نعت کے اضافی ذرائع میں درج ذیل امور بھی لائق توجہ ہیں :-

- (۱) نعت خوالی ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اس سلسلے میں نعت خوانوں کی بے شمار تحفیں قائم ہیں۔ ان کی نولیاں ہیں جو اس فن کے لئے خاص رہاست کرتی ہیں۔ نعت خوالی کی تربیت اور فن آموزی کے لئے تو بیعتی ادارے اور ادارہ میاں قائم ہیں۔
- (۲) مکتبہ ثنائی اداروں کے زیر اہتمام قوی سطح پر ایڈورڈ، اعزازات اور علامات تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سیرت رسول ﷺ پر ہونے والی تصانیف، نعتیہ مجموعے، حمد و نعت سے متعلق رسائل العالی مقابلے کے لئے جمع کئے جاتے ہیں۔ بچوں کا پیش فیصلہ کرتا ہے اور صاحبان نعت و سیرت کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ دوسرے غیر سرکاری ادارے بھی سالانہ قات یہ اہتمام کرتے رہتے ہیں اور اعزازات کے علاوہ حج اور عمرے کا کٹ بھی پیش کرتے ہیں۔
- اگرچہ نعت و سیرت کی تخلیق، اہل قلم اور شعرا کے لئے جائے خود ایک بلا انعام ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے یہاں ان کا شوق کی قبولیت حساب سے لا اچھا ہے، تاہم یہ ساقی فروغ نعت و سیرت کے سلسلے میں ضرور ہیں۔
- (۳) فروغ حمد و نعت کے سلسلے میں بعض رسائل ہی اس مزاج و مقصد سے مخصوص ہو گئے ہیں۔ وہ حمد و نعت کا سرمایہ (تخلیق، تنقید، تحقیق) جمع کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں نعت رنگ کراچی، حمد و نعت کراچی، نعت لاہور اور اہوان نعت لاہور وغیرہ مشہور ہیں۔
- (۴) پائندہ شیوہ کی سطح پر نعت و سیرت پر ڈاکٹریٹ کا اہتمام ہے اور اہل ہمت پی۔ ایچ۔ ڈی کے تحقیقی مقالے مرقب کر کے فروغ نعت میں اپنا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

فروغ نعت اور فروغ حمد کا تقابل :

ہمدان حرکات کے مباحث کو قلم کرنے سے قبل ایک اہم امر کا ذکر ضرور کریں گے۔ ایک سوال یہ ہے کہ جتنا مسلسل کام فروغ نعت کے لئے ہو رہا ہے، اتنا ضمنی میں فروغ حمد کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اس سے ذرائع و وسائل کے باوجود حمد و نعت کی ترقی سے آگے نہیں بڑھی۔ اس کی ایک وجہ اہل بخیر سخی :

”راقم الحروف نے اپنی کئی تحریروں میں اس بات پر اصرار جہت کیا ہے کہ نعت گوئی کے اس عہد میں ہمارے شاعروں

نے حمد نگاری پر مناسب توجہ کیوں نہیں دی۔ کچ تو یہ ہے کہ حمد اور نعت ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔“ (۱۹)

یہ بالکل سچ ہے کہ جب نعت کی جاتی ہے تو اس کے آئینے میں حمد الہی کا جو ہر ضرور چمکتا ہے۔ حضور ﷺ کی توصیف کے پردے میں ہم اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا جو اللہ کی آیات و افسانہ بنا ہے، ان کا تذکرہ فرماتا ہے اور افسانہ کتابہ حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس حقیقت کی تائید میں بخیر سخی کا یہ خوب صورت جملہ ملاحظہ کیجئے :-

”آپ نے دیکھا کہ حمد میں نعت کا موتی کس طرح چمکا ہوا ہے۔“ (۲۰)

اختر کلمی حمد یہ شاعری کے موضوع پر لکھتے ہوئے کہتے ہیں :-

”جو ذات ہر جگہ ہر شے میں موجود ہو، جس کا نور دارے دارے میں ہو اور جو رب العالمین ہے اس کی توصیف و شج

کیسے ممکن ہے۔ میرے نزدیک ”حمد“ کم اس لئے لکھی گئی کہ جس شاعر نے بھی حمد کہی ہوگی وہ ذات ہادی

تعالیٰ کی دستوں اور بلند یوں سے ششدر اور بے نیکی کی کیفیت سے ادھار ہوا ہو گا۔ وہ سوچنا نہ کیا ہو گا کہ اس درگاہ

ہر ترکی ذات کے کس پہلو کی پہن کیا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو بھی پہلو ہے کہ اس ہے۔" (۲۱)

بحث سنجبات ہے کہ قیامت سے بعد تک صفتان فکر اور ذہان نام خاندہ روک لینا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ فصاحت کی یہ بے کرائی اور مقام و منصب نبوت کی یہ بے پہلائی تو نعت گوئی کے راستے میں بھی مائل ہے۔ پھر بھی حسب توفیق شعرا نے نعت کثرت سے کہی اور اور افاضی میں جو کم سے کم کی۔ ایک اور صورت حال یہ ہے کہ اردو حمد و نعت زیادہ تر فارسی شعری روایت کے تابع رہی ہے۔ فارسی شاعری میں تو حمد و نعت جو وجود ہے۔ ایرانی شعرا جب کسی مثنوی کا آغاز کرتے ہیں تو حمد کے بے شمار اشعار کہہ جاتے ہیں۔ پھر آگے چل کر بدایہ نوح کے ساتھ حمد یہ مضامین پڑھتے ہیں اور قلیل اور قصوف کے اسلوب میں عزیز حمد کے ذمیر کے ذمیر لگاتے رہتے ہیں حالانکہ قیامت کا حازمہ وہاں بھی مائل ہے۔

ہماری رائے میں فارسی شاعری میں نعت کے ساتھ ساتھ کثرت حمد کوئی کاسبب یہ ہے کہ وہاں زیادہ تر صرف ایک وسیلہ کار گرفت تھا، صرف کمالی وسیلہ۔ وہاں مشاعروں اور دیگر لونی اجتماعات کا اہتمام نہ تھا۔ چنانچہ وہاں ایک وسیلے کو ممکن کی بجائے کثرت نعت بھی کہتے تھے، حمد بھی۔ لیکن زبان اردو کے شعرا کے سامنے تو بہت سے دوسراں فروغ تھے جن سے نعت نے فائدہ اٹھایا۔ حمد ان سے کیوں برہور نہ ہو سکی۔ ہمارے نزدیک اس کاسبب یہ ہے کہ ہر صیغہ میں (اور بعد میں پاکستان میں) مشاعروں اور دوسرے دینی اور لونی اجتماعات میں صرف نعت پڑھنے کا رواج تھا، حیر کا نہیں۔ اسلام میں ہر صیغہ کا یہ دینی مزاج تھا کہ تقریبات کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا جائے اور پھر نعت رسول ﷺ پڑھی جائے۔ ان کے نزدیک حمد الہی (جو انسان کی تخلیق ہے) قرآن (کلام الہی) کی قائم مقام نہ ہو سکتی تھی۔ قرآنی آیات کا کلام الہی ہو، ان نظموں کا تقدس اور کثرت اس بات کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ حمد اختیار کی جائے حتیٰ کہ تلاوت قرآن کے بعد بھی حمد پڑھنے کا رواج نہ ہو سکا۔ کیونکہ خود آیات الہی اتنی جامع، کامل اور ہمہ گیر ہوتی ہیں۔ نیز خود ان میں حمد و ثنائے الہی اور اس کی ذات و صفات کی توصیف و تمجید اس قدر مکمل ہوتی ہے کہ انسان کی کسی اور حمد وہاں کہاں ضرورت تھی۔ مسلمانوں کے اس دینی مزاج کے استحکام نے شعرا کو حمد کوئی پر زیادہ مائل نہ کیا اور وہ صرف اپنے شعری مجموعوں میں قاصد کلام کے طور پر حمد شامل کرتے رہے۔ آج بھی آپ دیکھ لیجئے کہ سیرت کا نظریہ ہو، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے دینی مشاعری ہوں، ان میں حمد نہیں پڑھی جاتی، قرآن کے بعد نعت ہی پیش ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے خیال میں یہی ایک فیکٹر ہے جو نعت حمد تو کسی میں مائل رہا۔ تاہم ہر صیغہ میں خلل خلل اور پاکستان بھٹے کے بعد زیادہ نعت و حمد یہ مجموعے سامنے آئے ہیں اور اب اس لحاظ سے جو اہل سنت کا اضافہ روز بروز ہوتا جا رہا ہے۔

ہمارے خیال میں اور میرا بھی اپنے اخبارات و رسائل اور اپنی تقریبات میں نعت کے ساتھ ساتھ حمد کو شامل کرنے پر مائل ہے۔ بعض خصوصیت رسائل و نعت دونوں جبرک امتداد کا حق لوگوں کو ہے۔

حمد و نعت میں متصوفانہ و فلسفیانہ انداز نظر

صوفیانہ انداز نظر :

قصوف کی ہیرو مشق حقیقی ہے اس لئے قصوف ماخذ شاعری کا (جس میں حمد و نعت بھی شامل ہیں) کا گزیر ضرور ہے۔ ایرانی صوفیہ شعر نے آغوش قصوف میں آنکھ کھولی۔ اردو شاعری اس کی تسبیح ہے اس لئے صوفیانہ مزاج ہماری شاعری میں در آپ اور صوفیانہ ذوق کے موضوعات و مضامین بھی اس میں جذب ہوتے چلے گئے مثلاً وحدت وجود، وحدت شہود، عرفان الہی، فنا فی اللہ، تسلیم و رضا، ترک عوائق، سبے ثباتی، جبر و قدر، صفات الہی و غیرہ۔ قصوف محبت کا دایہ نور مطلق ہے۔ محبت ان انسان اور محبت ان خالق و مخلوق اس کے خصائص میں ہے۔ قصوف باطنی ذوق سے ابھرنا ہے۔ قلب سے جی کی طرح پھوٹتا ہے اور زندگی کو اپنے غمراہ کی گرفت میں لے لیتا ہے۔ صوفی عالم کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسے

صور توں کے اختلاف میں معنوی توازن نظر آتا ہے۔

دل ہر قطرہ ہے سازِ انوار — ہم اس کے ہیں تارا پہنا کیا
ہے مشکل وجود صور ہر نمود ہر — بنا کیا دھرا ہے قطرہ و موج و جہاب میں

تصوف ظاہری اختلافات کی اہمیت کو نظر انداز کرتا ہے۔ سب انسان خدا کے واسطے کی حقوق ہیں۔ تمام راہبوں کی وہی منزل ہے۔ ہر صوفی کا نقطہ تجسس ایک ہی ہے۔ سب ایک ہی لازوال حقیقت کی تلاش میں ہیں۔ الطرغ صوفی کا باطنی کشف اسے کثرت میں وحدت کے جلوے دکھاتا ہے۔ ایک بندہ گیر محبت کا داعی بن جاتا ہے۔ تصوف اور شاعری ذوق و وجدان کے نقطہ ارتکاز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تصوف اور شاعری ایک ہی سازگار و جدائی فضا میں ہم پرواز ہوتے ہیں۔ استعارات اور تشبیہات جو شاعری کے ایمان کی زینت ہیں، صوفیانہ احوال و کیفیات کی ترجمانی میں مددگار ہوتی ہیں۔ شاعر ایسے مطالبہ مقام کو ذہن نشین کر لیتا ہے جو ظاہری معالی سے بلند ہوتے ہیں۔ جب دور و مریض اسلوب اختیار کرتا ہے۔ تصوف بھی اپنے باطنی سرور و موز کو وضاحت کی بجائے رمزیت کے پردے میں لاد کر دیتا ہے اس لئے صوفیانہ شاعری رمزیت کی حامل ہوتی ہے، جس کے سبب الفاظ لگتے، ہلکے اور لطیف مقام کو معنوی جتنوں کو آشکار کرتے ہیں۔

ہماری شاعری میں قطرہ، موج، دریا، ساحل، منزل، فہد، کارواں، بے کدہ، ساقی، جام و سہو، شمع و دانہ کی اصطلاحات ہی تصوف کی رہنمائی دیتے ہیں۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی محفلو — بقی نہیں ہے بلوہ و ساغر کے بغیر
شریعت کیوں گریں گمراہی کی — چمپا لینا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

وحدت الوجود (نظریہ ہمہ لوست) : شرع میں یہ عقیدہ مکمل ذوق و وجدان پر مبنی تھا۔ اس کی کوئی استدلالی اساس نہ تھی۔ قرآن حکیم میں خدا کے تصور مطلق ہونے کے باوجود ذکر سے یہ احساس ابھر کر سب کچھ دیتی ہے، ہم کچھ نہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں متکلمین کے گروہوں میں ایسے مباحث پیدا ہوئے جن سے عقلیت کا ماحول پیدا ہوا اور توحید و جدی کا عقیدہ فلسفیانہ شان سے پیدا ہوا۔ شافعی الدین ابن عربی نے اس مسئلے کو فلسفیانہ استدلال کے ساتھ تعلیمات تصوف میں جگہ دی۔ ان کے بقول :

وجود صرف وحدت کا ہے۔ کائنات وجود تو رکھتی ہے لیکن اس کا وجود حقیقی نہیں، وہ خدا کے وجود کا صرف ہر تو ہے۔ خدا کی صفات میں اگرچہ تعدد ہے لیکن تمام کائنات حقیقی صفات کا ہم ہے اس لئے وہ بھی اپنے تصور میں مین ذات ہے اس لئے کائنات اور ذات میں علاقہ عینیت ہے اور ذات چنانچہ وحدت مطلق ہے اس لئے وجود وحدت ہی کا ہے۔ یہی عقیدہ وحدت الوجود ہے جسے ہمہ لوست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کائنات اور خدا میں رشتہ عینیت قائم کرنے کا نظریہ فنی کائنات اور اثبات باری تعالیٰ دونوں طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ اعتقاد اول کائنات کا وجود غیر حقیقی، وہ بھی اور صرف برائے نام ہے۔ مابقی الذکر کے لحاظ سے، خدا اس خدا ہے۔ کائنات بھی خدا ہے، وہ مجموعہ ہے ان مظاہر کا جن سے وحدت جلوہ گر ہوئی۔ وحدت انہی مظاہر پر مشتمل ہے اور ان کے بار اس کا کوئی وجود نہیں۔ گویا مظاہر کے آگے ہم ہی عدم ہے۔ اس لئے سائنس کو کائنات کے خارج میں تلاش حق کی ضرورت نہیں۔ باری تعالیٰ کل موجودات کا مقدم اور ان کی اصل ہے۔ کائنات اس کا عکس ہے۔ عکس در حقیقت منظر اصلی ہوتا ہے، خود اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس کا تصور اصل تصور ہے۔ اصل نہ ہو تو عکس کس نہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہوئے کی عکس میں اصل ہوتا ہے۔ کائنات عکس خدا ہے اس لئے وہ اس کی عین ہے۔ (۲۲)

مولانا شبلی اس مسئلے پر یوں رقم طراز ہیں :-

"یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی روح و جہاں ہے۔ صوفیانہ شاعری میں جو ذوق و شوق، سوز و گداز، جوش و خروش، زور

اور اثر ہے سب اسی بدو و ریا گن کا فیض ہے۔ اس خیال کی بناء پر عشق حقیقی کے استیلا سے ہوئی۔ یعنی ادب و عرفان

پر جب نشہ محبت کا غلبہ ہو جاتا تو ان کو "مشتوق حقیقی" (صانع کل) کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔" (ص ۹۶)

آگے چل کر شبلی اہل مادہ کا خیال پیش کر کے کہتے ہیں :-

"اس قسم کی وحدت وجود و ہر یوں اور ہر یوں کا نہ باب ہے۔ حضرات صوفیہ اس وحدت کے قائل نہیں ہو سکتے۔ ہاں

ہر اس قدر قطعی سمجھتے ہیں کہ "جو کچھ ہے ایک ہی ذات ہے، موجودات خدا جہ سب اسی کے شیعہات ہیں۔" (۲۳)

حقیقت بھی یہی ہے۔ ہمارے صوفیہ کا تصور کسی حقیقی خیال پر دلشہابی نہیں ہے۔ ان کے یہاں نئی ذات یا نئی کائنات دینا ماحولیت ہلا

باجلانہ کے فیض نہیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تصور ہے جو ترک دنیا اور بے مصلیٰ کی جانب لے جاتا ہے۔ ہمارے صحیح عقیدہ اور درست مسلک صوفیانہ

عقائد کے یہاں یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور طلب حقیقی کے مصداق ہے جس کے سامنے حیات انسانی اور کائنات کی فی الواقع کوئی حقیقت

نہیں۔ یہاں نئی ذات سے ہم دور غایت کامل مراد نہیں ہے بلکہ اللہ کی ذات میں جذب ہو کر اپنی استی کو باوجود توحید میں سرشار کرنے کے مترادف

ہے۔ صوفیہ کا کردار ہمیشہ مثبت رہا ہے اور معاشرے کی تربیت و اصلاح اور فز و فلاح میں صرف ہوا ہے۔ انہوں نے محبت کو جو انسانیت کی ایک مثبت قدر

ہے، جو گہرے سطح پر عام کیا ہے۔ انسانیت کی بھلائی، کار کشائی اور چارہ سازی ان کا مسلک رہا ہے۔ توحید الہی میں جذب ہونے کے باوجود، انہوں نے

تکریمِ انحر اور عظمتِ انسانی کا پرچم بلند کیا ہے۔ ان صوفیانہ جب شعر کہا تو اس میں اپنی باطنی صداقتوں کا رنگ اور ترکیب نفس کی خوشبو کو آمیز کیا،

انسانوں کو محض خدمتِ خدائے کور سے دیا۔ ان کی ترقیب دی بہی سے رو کا اور معاشرے میں حسن، خیر اور صداقت کا اضافہ کیا۔

ہماری حمد و نعت میں صوفیانہ طرز احساس نے جہاں ان اہل انصاف کو سزا پہنچائی اور ملطہر کیا، وہیں صوفیانہ مسلک کے مطابق ایسے مضامین

پند سے جو غرور کی ذات اور حیات اجتماعی کے نئے ذوق و وجد ان کی تسکین کا باعث بھی تھے اور ان میں جذبہ و فکر کے ترقی سامان بھی ان صوفیانہ خیالات

نے جہاں انسان انسان کے درمیان قلبی محبت کا رملہ قائم رکھا، وہیں اللہ اور اس کے بندوں کے مابین مجرود عبادت کے رشتے کو بھی مستحکم کیا۔

ڈاکٹر قرین فتح پوری رقم طراز ہیں :-

"صوفیانہ کرام اور صوفی شعرا نے ہماری زندگی اور شعر و ادب دونوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ صوفی کے مسلک سے کوئی

فلسفی خلوہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے لیکن عملی زندگی میں ایک عام انسان کے افعال و کردار پر جو اثر ایک سچے

صوفی کا پڑتا ہے، مسلک یا فلسفی کا نہیں پڑتا۔ مگرین عام طور پر ہمارے ذہنوں سے غائب کرتے ہیں۔ صوفیوں

کے نزدیک انسان کا اصل غائب دل ہے۔" (۲۳)

فلسفیانہ طرز فکر :

فلسفیانہ شاعری کے حوالے سے شبلی کے نزدیک :

"فلسفے سے مراد وہ فلسفیانہ مسائل اور خیالات ہیں جو کسی ایک نام سے موسوم نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عالم میں

جو کچھ موجود ہے، جو کار و بار زندگی کی روزمرہ باتیں ہیں، اگر نگاہ حقیقت سے دیکھی جائیں تو سب فلسفہ ہیں۔"

(شعر المکرم نمبر ۵، ص ۱۰۱)

فلسفی کی وسیع رائے ہے کہ فلسفے کے شک اور وقت طلب مسائل کو شاعرانہ طرز میں لیا گیا چاہئے۔ نیز یہ کہ شاعری میں فلسفہ تصوف کے رستے سے آید۔ چونکہ اکثر تصوف کی سرحد فلسفے سے ملتی ہے اس لئے صوفی شعر فلسفے کے مسائل بھی لیا گیا کرتے تھے، شبلی اس سلسلے میں مولانا روم، سعدی، سنائی اور نظامی کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے فلسفے کے بہت سے مسائل شاعرانہ طرز انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد شبلی نے عام فلسفیانہ خیالات کو جو شعرا میں جاری تھے، مستقل عنوانات کے ذیل میں لکھا ہے۔ چند عنوانات یہ ہیں :-

☆	اجتناد کے لئے پہلے تاکید کرنی چاہئے	☆	ہر انسان مادہ قابل رکھتا ہے۔
☆	لہجہ بھی مجھڑوں کی اصل دنیوی اغراض ہوتے ہیں۔	☆	خود غرضی یا مقبولیت کا سبب ہے۔
☆	اخلاق روایہ کی مصلحت	☆	مسئلہ جبر
☆	عالم میں شرمس ہے	☆	جو ہر عرض
☆	اشیاء کی ہم ہنسی اور انقلاب کی سیائی	☆	باقص غذائے کامل
☆	حقیقت ری اور اس کے مدارج	☆	ایک ہی حقیقی
☆	نرک خودی سے جھگڑے مٹ جاتے ہیں	☆	اتحاد اسب وغیرہ۔

درج و نعت کے حوالے سے، فلسفیانہ طرز فکر سے ہمارا مقصود زیادہ تر فلسفہ الہیات، فلسفہ نبوت اور فلسفہ اخلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کھوین حیات و کائنات کی۔ وہ حکیم کامل اپنی حکمت سے نظام عالم چلا رہا ہے۔ وہ ہماری زندگی اور موت پر قادر ہے۔ ہماری تقدیرات اور منکشیات اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اس کی ذات و صفات (اسمائے ذاتی و صفاتی) میں وہ تمام قدرتیں اور حکمتیں جمع ہیں جن کے تحت کارخانہ عالم نہایت نظم، توازن اور اعتدال سے جاری و ساری ہے۔ بعض دشر اس کے دست اختیار میں ہے۔ ایک چہ بھی اس کے حکم کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا۔ کتنے حوالم ہیں، ظاہر اور پنهان، وہ ان سب کا علم و تنظیم ہے۔ جو میں ہمیں ذات باری تعالیٰ کے بارے میں حکمت، تعقل، تدبیر اور فکر کے مضامین لانے چاہئیں۔ الہیات، حیات و کائنات کی پراسراریت، عقل کا حقیر، تدبیر اور تفسیر کے ممکنات سے معمور حرمیں کتنی چاہئیں۔ دو اشعار کے حوالے سے ایک صوفی اور ایک فلسفی طرز فکر کا امتیاز دیکھئے :-

صوفی شاعر :

ہر گماہی کہ از زمیں روید — وحدہ لا شریک ی کوید

فلسفی شاعر :

دگر درختان ہر در نظر ہو شید — ہر درقی و فتری ست معرفت کردگار

نعت میں فلسفیانہ طرز احساس کے تحت ہمیں حضور ﷺ کی انقلابی شخصیت کا بلاغ اور تاریخ، تہذیب، اخلاق اور معاشرت میں حضور ﷺ کی انقلاب آفرینی کا ذکر کرنا چاہئے۔

نعت میں صوفیانہ انداز فکر :

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کھینچے گا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھلی بھلی خوشبو مکی، بیدم دل کی دنیا مکی — کھلے گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نعت میں فلسفیانہ اسلوب فکر :

آخری نبوت کے ایک ایک لمحے میں — ہے شہر ازل للنفوس ، من مکت ابہ نہیں
 اس مکان سے آگے لا مکان بنتے ہیں — ہر چنگ ہنکتا ہے تمرا ہر کا تہاں
 اس زمان سے آگے لا زمان بنتے ہیں — سب گروں کی صورت ہیں حیرے وقت میں ظلال
 کتنے چاند نور سورج خاک پر بھر جائیں
 تیری باز قربانی مجاز دے کر وہاں

(ماہی کرہائی)



تیسرا باب

عنوانات

حمدیہ شاعری کا موضوع اور اس کے فنی لوازم و متکھیات

اللہ کا تصور قدیم مذاہب و عقائد میں

حمد اور مسلمان شعرا

حمد، اردو شاعری کے آغاز میں

حمد کے معنوی اور فنی لوازمات

(الف) مضامین کی نوعیت

(ب) حمد کی فنی تقسیم

(ج) حمد، ہمیشگی صورتوں میں

حمدیہ شاعری پر تنقید، نزاکتیں اور قباحتیں

حمدیہ شاعری کو جانچنے اور پرکھنے کی صورتیں اور معیارات

نعتیہ شاعری کا موضوع، اور اس کے فنی لوازم و متکھیات

نعت گوئی کی اقسام : رسمی نعت، حقیقی نعت، اصلاحی و تعمیری نعت۔

نعت گوئی کی مروجہ ہیئتیں۔ قدیم سے جدید تک

اسالیب

مضامین

مزید ہیئتیں

نعتیہ شاعری پر تنقید، قباحتیں اور نزاکتیں

نعتیہ شاعری کو پرکھنے کی صورتیں اور معیارات

(الف) حمدیہ شاعری کا موضوع اور اس کے فنی لوازم و مقصدات

حمدیہ شاعری کا موضوع اللہ تعالیٰ اور اس کی الوہیت ہے۔ الوہیت کے مظاہر کا حسبِ توفیق عرفان اور معرفت الہی کی بنیاد پر حمدوں کی شعری تخلیق :

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا ادراک عرفان کسی بھی امکانی اور دستیاب شدہ سے ممکن نہیں ہے۔ ہماری عقل، ہمارے حواس، ہمارا ذخیرہ علم و آگہی اس کی ایک کنہ کا احاطہ نہ کیا تصور تک نہیں کر سکتا جو خالق ہے وہ مخلوق کے اور جو بے حد ہے وہ محدود کے دائرہ احساس و تحسُّل میں کیسے سمجھا سکتا ہے اور ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ اس کے وجود کا کوئی نقطہ آغاز نہیں۔ اس کی لہریت اور جھلکی کا کوئی پیمانہ ہمارے حیطہ امکان میں نہیں۔ اس کی مطلقیت کا شروع ہر نگاہ کی اور پھیلاؤ ہمیں چکر اکرے رکھ دیتا ہے۔ کتنے عوالم، کتنے زمانے، کتنی کائناتیں، اس کے حرفِ کن کے مظاہر لا انتہائی ہیں۔ اس کی مخلوقات کا کوئی شمار و حساب نہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، جن و ملک، برحق و ظلم، تحت اُترتی، ما فوق ثریا، فرشتہ و عرش، فرشتہ و سما، اس کی گونا گوں مخلوقات سے بھرے پڑے ہیں۔ جبر و تدبیر، صراحت و مہر، ان کی مقداد و تقدیر کا اندازہ کس سے ممکن ہے؟ خود عالم سیرگان اور جہان سرور کو اکب ہی کو دیکھ لیجئے۔ زمین سے نسبت دیکھنے والے پاند، سورج اور ستاروں کے علاوہ کتنے اقدار کو اکب، کتنے شمس و نجوم، کتنی کائناتیں، کتنے نظام ہائے شمسی موجود ہیں اور ایک نظامِ حکمت کے ساتھ ماسور و فعال ہیں۔ بیانات کا نظام دیکھ لیجئے۔ لمبے کے وجود سے ایام و شہور، قرون تک پہلے ہوئے وقت (زمان) کا اپنا آئینہ خاندہ ہماری نظر کے لئے سامانِ تحریر ہے۔ ہوائوں کا وجود، دریاؤں کی نمود، موسموں کا ظہور اور ان موسموں کے ہر قسم کی حیات پر اثرات، الفرض ایک جہانِ حیرت اور اس کی نظم کار ہیں جن جنوں نے صاحبانِ عقل و علم کو ششدر کر رکھا ہے۔ ہزار ہیبتنا مرقعہ ہمارے افکار و اعمال، تمام حوادث و وقائع سب تقدیراتِ لہجہ کے خور کے گرد گھومتے ہیں۔ خود انسان ایک عالمِ امن ہے۔ اس کے اپنے کائنات پر نظر ڈالئے تو انسان مہر و مقیم ہو جاتا ہے۔

پھر ایک غیر متناہی فرصت ان الوان و انعمات و احسانات کی ہے جو انسان کو مبداء فیض سے عطا ہوئے۔ ہرگز مہربانے خطر بھی نصیب ہوں تو کسی ایک نعمت کے بھید انسان پر نہیں کھل سکتے۔ ہر نعمت و در نعمت کا سلسلہ ہے۔ ہم غذا کھاتے ہیں۔ غذا کھانے خود ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کے شروع پر نظر ڈالئے۔ ہماری لذت کا مدد دہن کے لئے پہنائے عالم میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ شہر کیجئے، ناممکن۔ لیجئے اب غذا ہمارے سامنے ہے۔ روٹی کا ایک لقمہ اور پانی کا ایک جرہ۔ ہمیں صحت و سلامتی کی نعمت دی کہ ہم یہ غذا نوش کریں۔ ہماری آنکھوں کو بینائی دی کہ اس لقمے کو دیکھیں، قوتِ شہادہ دی کہ اس کی خوشبو سے محفوظ ہوں۔ قوتِ ذائقہ دی کہ اس سے لذت اُندوز ہوں۔ ہاتھ کو جنبش عطا کی کہ لقمہ اٹھائیں۔ کام و مدد دہن کو حیاتِ ذوق و رغبت عطا کیں۔ جسم کو متنوع نظام ہائے طبیعی سے آمادہ کیا۔ خون کو گردش عطا کی۔ معدے کو ہضم کی صلاحیت سے نوازا۔ غذا کو تحلیل و انضمام کے مراحل سے گزار کر صالح اجزاء کو ہماری حیات کا مدد بنایا اور فضلات کو خارج کرنے کی استعداد دی۔ پھر اس غذا نے صالح کو ہمارے لئے محفوظ حرکات و اعمال بنایا تاکہ ہم مقصدِ حیات اور فرائض و حقوق ادا کریں۔ زبان عطا کی کہ شکر نعمت جلالائیں۔ جہنِ نیاز دی کہ سجدہ و شکر ادا کریں۔ یہ صرف ایک لقمہ اور ایک جرہ میں لپٹی ہوئی نعمت و در نعمت کا ذکر ہے۔ اسی سے باقی نعمت ہائے مہربان کا اندازہ کر لیجئے۔

پھر احساناتِ الہی کی ایک اور صورت ہے۔ جب ہمیں عقل سے آواہ کیا اور نیلِ غفلت کا چاند شرف پہنایا، تب ہماری دلچسپی مشتعل و مسلسل کے لئے انبیاءِ عظیم السلام کو مبعوث فرمایا اور اپنے ہدایت ناموں (صحفِ آسمانی) سے ہماری رہنمائی کا سامان کیا۔

لور اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نصیحت یہ ہے کہ ہماری انسانیت، معلوم کائنات، فخر موجودات، سید الانبیاء، رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ کو ہماری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور ہمیں ان کی امت میں ہونے سے شرف کیا۔ خطہ اسی احسان شناسی کا "احمد نامہ" ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ان تمام احسانات و اکرامات کے بعد اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم اسی کی عبادت و عہدیت کے رشتے سے منسلک ہو جائیں، اس کی لور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق اسرار المعروف اور غنی عن المعبر پر زندگی گزاریں اور سر پا مجرد نیاز و تقویٰ کر اس کی رضا کے طالب و حق و ارمیں۔ اس کا ذکر ہماری زبان پر ہو، اس کا ذکر ہمارے قلم سے جاری رہے۔ خطہ کا یہی موضوع ہے۔

مولانا مولیٰ محمد رازی کے مطابق :

"حمد اللہ کے لئے ہے۔ ہر کوئی ذکر اللہ کی منکوم شکل کا نام ہے۔ اپنے خالق اور منعم حقیقی کی تعریف انسانی فطرت کے ان تقاضوں میں سے ہے جسے ہر انسان اضطراری طور پر انجام دیتا ہے۔ ہر کوئی کی صنف مذکور نہیں، بہت مشکل نہیں ہے لیکن یہ بھی پروردگار کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی تعریف کرنے کے کچھ اصول اور آداب سکھائے ہیں۔" (۱)

چشمِ رومانی کے لہلہ :

"تمام ضمیر اسی لئے مبعوث کئے گئے ہیں اور تمام مذاہب اسی لئے ابھرنے گئے ہیں کہ لوگ اپنے رب کو جانیں، پہچانیں۔ اسی کی شان اور اسی کی اطاعت کریں۔" (۲)

ممتاز حسن، اللہ کے احسانات کا ذکر "دیباچہ خیر البشر کے حضور میں" کرتے ہوئے واسطہ حمد الہی کی جانب متوجہ کرتے ہیں :
 "خدا کے جتنے احسان لاولاد اقوم پر ہیں، ان میں سب سے بڑا احسان حضور محمدی ہے اور لاولاد اقوم ہی پر کیا، یہ احسان ہماری کائنات پر ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاك۔" (۳)

اللہ کا تصور قدیم مذاہب و عقائد میں :

اللہ کا تصور بہت قدیم ہے۔ مختلف مذاہب و عقائد اور ان کے ماننے والی قومیں اللہ کا ایک وحدانہ تصور رکھتی تھیں۔ مشرکین سے چھپا جاتا کہ جن میں لور زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا، تو وہ کہتے تھے، اللہ نے۔ لیکن ان کے تصور توحید میں شرک کی آمیزش تھی۔ ستاروں کا بتاب، آتش و آفتاب اور اصنام کو ایک مافوق الفیاض ہستی تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا۔ ہندومت اور اس کی مختلف صورتیں، دین آتش پرستی اور منسلک ہستی پرستی، روح اور مادہ، بڑاؤن و ابھرنے، حریت اور حلیت سب اسی اللہ تک رسائی کے ذریعے قرار دئے گئے تھے۔ ۸ سے ۱۲ صدی مسیحی تک ہندو مذاہب کا یہ تصور عام تھا کہ اللہ ہے اور وہ مختلف روپ اختیار کرنا اور مختلف دیوتاؤں کی صورت میں تصور کرتا ہے۔ دین اسلام نے اللہ کی توحید خاص کا عقیدہ دیا۔ انسان بیماریاں طور پر جذبات سے وابستہ ہے۔ مذہب بھی اس کی جذباتی آسودگی کا ایک ذریعہ ہے اور شاعری بھی جس کے وسیلے سے وہ اپنے رنگ و رنگ جذموں کا اظہار کرتا ہے۔ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ کسی زبان میں شعر سے پہلے شاعری کا وجود ہوتا ہے۔ یہ انسان کے جذباتی تعلق کا ایک فطری نتیجہ ہے۔ مختلف اقوام کے مذہبی ریت، انھیں لور سنا جاتا تھا اسے ان کے لہجہ کا ایک شعری اظہار ہیں۔ ایسے اشعار کو لہجہ کی قواد کی سوانی پر رکھنے کی جائے انھیں صرف جذموں کا ایک دلالتی یاد کرتا تھا ہے۔

حمد اور مسلمان شعرا

اردو شاعری زیادہ تر بے تقریباً تمام تر مسلمان شعرا کے ہاتھوں پر وہن چڑھی، جو دنیا میں عقیدہ و تمجید کے طہر و نور والی تھے اور خدا کی توحید خالص پر اپنے نظریہ حیات کی بنیاد رکھتے تھے اور اللہ کو اس کی تہذیب کے ساتھ اور ہم آہنگی و صفات کی روشنی میں مانتے تھے بے مسلمانوں کا تمام تر تہذیبی اور اخلاقی نظام بھی انہی قدروں پر استوار ہوتا تھا جو قرآنی احکام و تعلیمات پر مبنی تھیں۔ مگر یہ صغیر میں درود اسلام کے وقت مسلمان اپنی ہی دینی اور تہذیبی فضا میں سانس لیتے تھے اس لئے ان کی شاعری میں خدا کی ذات و صفات کا ذکر محدود اور محدود کا ہی رشتہ اور اس رشتے کے مطابقت کا پلایا جانا لازمی امر تھا۔ اگرچہ نوب اور خصوصاً شاعری اپنے میدان اپنی فضا، اپنے خیالات و مود اور اپنے اسلوب مذہبی تحریروں سے جدا گناہ رکھتی ہے، اس کے باوجود مسلمانوں کی شاعری مذہب کے ہر گوشہ و گوشہ میں خیالات کے قسب و نقل سے بے تعلق نہیں رہ سکتی تھی۔

حمد اور شاعری کے آغاز میں

اردو شاعری کے آغاز کی فضا بہت حد تک مذہبی تھی۔ لوگ دیندار اور عبادت گزار تھے۔ خدا سے ان کا اپنی رشتہ محکم تھا وہ اسے اپنی تحسینوں اور تقدیروں کا مالک حقیقی گردانتے تھے، اپنی مشکلات میں اسی کو پکارتے تھے اور نعمتوں پر اسی کا شکر ادا کرتے تھے۔ یہ بات بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ شرواع میں درگانہ دین اور صوفیاء کے خیالات کا دائرہ اثر بہت حد تک محدود اپنے مذہبی مسائل اور اپنی انسانی شاعری کے وسیلے سے دینی تعلیم کو عام کرتے تھے اور اسلامی اندک کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لئے نوب اور خصوصاً شاعری اس صوفیانہ طرز خیال سے رنگین ہوتی چلی گئی۔ صوفیاء کے ذریعے جہاں حمد خداوندی کے مضامین قہقہہ ہوئے، وہیں ہماری اسلامی اخلاقیات کا بلبلا بھی ہو جاتا رہا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اردو نوب اور شاعری، نظری اور عربی حوزہ سے حاشا ہوئی اور لفظوں، عقلی تراکیب، سمیاتی، تہذیب و استعداد، قصص و واقعات کی شکل میں اردو شاعری کو ان زبانوں سے خاصہ سچا لسانی، لولی اور شعری ذخیرہ ہاتھ لگا جس پر اردو شاعری نے بہت کچھ انھما کیا۔ خدا کی حمد اور شاعری کی ابتدا اسے ہے اور مختلف شعری اصناف میں، ہر رنگ و صورتوں میں موجود ہے۔

حمد کے معنی اور فنی لوازمات :

(الف) مضامین کی نوعیت

(ب) حمد کی فنی تقسیم

(ج) حمد یعنی صورتوں میں۔

حمد سے اللہ تعالیٰ کی توصیف و ثناء مقصود ہے۔ اس توصیف میں اس کی ذات اور اس کی گونا گوں صفات کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کی خالقیت، اس کی قدرت و اختیارات، اس کا تبار و جہی ہونا، حدود و لاشریک ہونا، اس کی تقدیر و تسبیح، اس کی شان و رزاقی، اس کے جی و نعیم، جمہور کریم، حاضر و غایب، کار ساز اور مددگار ہونے کا ذکر، اس کی تحقیق کو کائنات کے حوالے سے دیکھنے کا عمل، وہ کتنا عظیم و کمال مطلق ہے کہ اس نے خورشید و انسان، جن و پری، جمادات، نباتات، حیوانات و مہر و مہلک، مکان و لامکان اور زمان کو اسے مناظر و مظاہر کے ساتھ اتنی حکمت اور ہر صفت سے پیرا کیا۔ صنعت سے مصالح کا تصور، خدا کی حمد کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ خدا پرستی کے عقیدے نے ہمیں جو ایک خاص نظام اخلاقی سے دولت کیا اور اس کا جائزہ لیتے ہوئے اخلاقیات سے حلق مضامین لکھنا بھی ایک طرح سے بواسطہ حمد خداوندی کے ذریعے میں آتا ہے۔ اس کے اعتبار کے سامنے اپنی

عہدیت، اسے اعتباری اور مجہوری کا انداز نیز حسب استغفار سے مناجات کہتے ہیں، یہ بھی ایک طرح سے واسطہ حمد ہے۔ الغرض حمد میں محض تعریف نہیں بلکہ شکر ایسے موضوعات و خیالات شامل کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر حمد ہی میں شامل سمجھنا چاہئے۔ اس کے بعد اسلوب کی بات ہے۔ محض شعرا نے خالص صوفیانہ اسلوب میں حمد کی جب کہ اور دوسروں نے لسانیہ، عیسائی یا مشقیہ انداز میں اعتبار کیا۔ حمد یہ مضامین تمام شعری اصناف پر محیط ہیں۔ غزل، دوبیہ، نظم، قصیدہ، ہویا، مثنوی، مرثیہ، ہویا، رباعی، ہر آئینہ خیال میں حمد اہل کا ہر نوع نظر آتا ہے جس کا جائزہ ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔ کلیات بدیع ان کا آغاز، حمد سے کئے جانے کی روش عام تھی۔ یا ایک حمد یہ شعر ہوتا تھا یا ایک حمد یہ قطعہ۔ مثلاً کلیات آتش کا پسلا شعر :

جہاں آسا میں دم مہرتا ہوں میری آنکائی کا — نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جہائی کا
کلیات نظیر :

دل ہوا جس روز ہسل لہوئے دل غلو کا — غدا ہی پہلا دن اس ہسل کی ہم اللہ کا
دیوان غالب کا پسلا شعر :

نقل فریدی ہے کس کی مثنوی تحریر کا — کاغذی ہے درہن ہر دگر تصویر کا
حمد یہ مضمون ایک شعری حوالے کا نظم میں لکھنے کا درجہ تھا۔ ایسی نظم شعری مجموعے کا سرنامہ بنتی تھی۔ مثلاً کلیات سوسن کے آغاز میں ۷۷ اشعار کی حمد ہے جس کا مطلع ہے :-

الحمد لوالہب العطايا — اس شور نے کیا سزا پکھلیا

مثنوی کا آغاز بھی اسی طرح حمد یہ قطعے سے ہوتا تھا۔ مثنوی، ہمدی قدیم صنف شعری ہے۔ سینکڑوں مثنویوں مختلف موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا آغاز حمد و نعت کے مضامین سے ہے۔ مثلاً اردو کی دو مشہور نعتیہ مثنویوں کا آغاز اسی انداز سے ہوتا ہے :-
گلزارِ حسین :

ہر شاخ میں ہے گھنڈ کاری — ثرہ ہے قم کا جہم باری
سحر البیان : ۸ اشعار کی حمد درج ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :-

کروں پہلے توجہ بزدل رقم — بھکا جس کے بھگت کو لول رقم
دیوان اور کلیات کا سر آغاز ہونے کے علاوہ کسی بھی غزل کے مطلع کو حمد یہ انداز میں کہنے کا درجہ بھی نظر آتا ہے۔ مثلاً

حقیقت : — تو ہی بھر دسا تو ہی سدا — ہر دور دکھلا . ہر دور دکھلا

چکر : — کھڑت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا — جس رنگ میں دیکھا تجھے یگانہ نظر آیا

درد : — بیک میں آکر بدھ کو مر دیکھا — تو ہی کیا نظر . ہر دم دیکھا

بعض اوقات غزل تے کہتے درمیان میں کوئی شعر یا قطعہ حمد یہ کہہ دیتے ہیں مثلاً غالب کا یہ قطعاتی شعر :
اصل قصود و شاہد و مشہود ایک ہے — حیرتوں ہوں بھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

یہ رون بھی نظر آتا ہے کہ پوری غزل حمدیہ مضامین سے پر ہے شادمانی کی غزل جس کا یہ مطلع ہے :-
 بجھی کو جو-یاں جلوہ فرما نہ دیکھا — حقیقت میں جو دیکھا تھا نہ دیکھا
 باتیر کی غزل جس کا یہ مطلع ہے :-

”دورا کون ہے جہاں تو ہے — کون ہائے تجھے کہاں تو ہے
 پیمائی کی غزل جس کا مطلع یہ ہے :-

کمال ہے جو نزل سے وہ ہے کمال تمرا — باقی جو ہے لہ تک وہ ہے جلال تمرا
 باتیر کی یہ حمدیہ غزل :-

مقدور کس کو حمد خداے بلیل کا — اس باپ بے ذہاں ہے ابن تیل و قال کا
 غزل کے علاوہ نظم کی مختلف شکلوں میں حمدیہ خیالات نظم کرنے کا دستور تھا مثلاً نظیر اکبر آبادی نے چند منونات قائم کئے ہیں :-
 نظیر عرب عبادت میں، اسے تراز خیال و قیاس و گمان، ہم، تو کہ جہاں را گوساختی، هو العالق الباری المصور، چیزوں کی فحش و فیرہ۔
 اس مقام سے دو مثالیں :

اس لرض و سا کے مرے میں یہ جتنا کچھ کھا ہے
 یہ لذت بھی لے باہر کھا ہے یہ رنگ بھی لے دھا ہے

۱

سانچہ سورے چاہیں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
 چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا، سب چوں چوں کرتی ہیں

مرثیہ وہ صنف سخن ہے جو دین کی چیزوں پر دستور ہوا ہے جس میں شوائے کربلا کے فضائل، اسلام کے فن حقیقی مسمون کی اخلاقی صفات
 کا ذکر اور فن سب کے حوالے سے اس اللہ سے رفیع کی دستور کی ترغیب، جس کے عشق میں ان اللہ والوں نے جام شہادت نوش کیا۔ مرثیہ میں جاہا
 حیرت انگیز کے ٹکڑے ملتے ہیں لیکن بعض مرثیوں کا آغاز حمد و ثناء کے مضامین ہی سے ہوتا ہے، خصوصاً جدید مرثیہ قادیان کے بارے میں منکرانہ اسلوب
 سے لکھا جاتا ہے۔ قدیم جدید دونوں کا سر آغاز ملاحظہ کیجئے :-

انیس :

یا رب! امن نظم کو گزرو ارم کر — اے اہ کرم خشک ذرا مت پر کرم کر
 تو فیض کا مہدا ہے توجہ کوئی دم کر — کم ہم کو اہل بیابوں میں رقم کر
 جب تک کہ چمک مر کے پر تو سے نہ جائے — اہم سخن میرے قلم نو سے نہ جائے

آشا سکندر مہدی :

ام اللہ سے آغاز مہاں کرتا ہوں — کلمہ پاک سے مقصد کو مہاں کرتا ہوں

مرد و تسبیح خدایم جہاں کرتا ہوں — سورہ نور کو میں درد نہیں کرتا ہوں
ذکر توحید عبادت ہے رقم ہوتا ہے — سرنگوں مہر اٹھی میں قلم ہوتا ہے

بے شمار میلادائے، شاکل نامے اور نعت و سیرت کے مجموعے مہر یہ مضامین کے بھی حامل ہیں۔ نعت و منقبت کے سیکڑوں مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں محبوب خدائے اور بزرگان دین کے فضا کی پڑھ کر ذہن محدود لوندی کی چاہ مرادعت کرتا ہے۔
جس طرح غزل نے صوفیانہ مقام کو پھیلا یا، اسی طرح قصیدے نے منشیع مقام کو عام کیا۔ اگرچہ اردو میں اکثر قصائد مرعہ سلاطین و امرا تک محدود ہیں لیکن جب بزرگان دین کی مدح رقم ہوتی ہے تو مہر اٹھی کے ہی اے نکل ہی آتے ہیں مثلاً غالب کا یہ مشہور مطلع:
دہر جز جلوہ یکسانی معشوق نہیں — ہم کہیں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود میں

ربا ہی چار مصرعوں میں ایک وسیع مضمون کو اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اردو شاعری ایسی باہمیات سے لالال ہے جس میں مہر اٹھی کے پہول
منکد ہے ہیں۔ مثلاً

ولی :

رکھ دھپن کوں ہر آن تو مہرود طرف
رکھ سین کو ہر حال تو مہرود طرف
مہرود کو موجود سے کیا نسبت ہے
لولی ہے کہ مائل ہو تو موجود طرف

حالی :

کاشا ہے ہر اک جگر میں لکا تیرا
حلقہ ہے ہر اک گوش میں لکا تیرا
ما نہیں جس نے تجھ کو جانا ہے ضرور
بھٹے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا تیرا

جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ خالص مہر یہ خیالات کے علاوہ ایسے بھی بکثرت مضامین اردو شاعری میں ملتے ہیں جو باواسطہ مہر
ہی ہیں مثلاً وہ صوفیانہ مضامین جن میں وحدت و کثرت، وحدت الوجود، وحدت الشہود، جزو کل، موت و حیات، بے ثباتی اور عشق حقیقی کی مختلف
کیفیات کا اظہار ہے اور وہ مضامین بھی جو ہمارے اس نظام اخلاقی سے تعلق رکھتے ہیں جس کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے اور طلب حقیقی کے دو مضامین بھی جو
منہاجات کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان بارنگ صوفیانہ، حقیقیہ اور اخلاقی خیالات کے سلسلے میں دو چار مثالیں لکھتے ہیں :-

آتش :

نہ جوت ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے — فقط صفت پروردگار رلو میں ہے
کرے جس قدر شکر نعت وہ کم ہے — حرے لوقی ہے نہیں کیسے کیسے

میر :

آجے سو کے کیا کریں دستِ حقِ دور — وہاں سو گیا ہے رہا ہے دھڑ دھڑ سے

شوق :

موت سے کس کو رشکاری ہے — آج وہ گل ہماری بادی ہے

مومن :

اٹھی جڑ و فکر فشاں سے — افغان شعلہ ریز و خون چکاں سے

اقبال :

اٹھی آرزو میری مکی ہے — مرا نور ہیرت عام کر دے

جدید شاعری میں جس کا نقطہ آغاز ہم اقبال کو قرار دیتے ہیں، جدید اٹھی کے مضامین یعنی حمد کار کی آمد اور اٹھی مضامین فتم ہوتے نظر آتے ہیں۔ اب خدا کی کبریائی کے ساتھ مصعب بٹری کا مرغان اور ایمان بھی کیا جانے لگا ہے۔ منہات کا در منہانہ لہو بھی مٹا ہے لیکن لبِ حش منہاتی مضامین میں شعر کے ساتھ شکایت اور گدگد بھی پائی جاتی ہے جس میں ایک طرح سے اس بے تکلفی کو دخل ہے جو جدید معبود کے باہمی طاہت کے رشتے کا نتیجہ ہے اور مرغان خودی کا رد عمل ہے۔ اقبال کے یہاں شکوہ اسی لیے کا قلم ہے بدو قلمد جس کا آخری شعر ہے :

سند سے لے نیلے کو خیم — مٹی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

یایہ غزل :

اگر کی رو ہیں انجم ، آسماں تیرا ہے یا میرا

یایہ غزل :

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیرے ساتھ

اقبال نے ملتِ اسلام کی تعمیل نو، عقیدہ توحید پر کی۔ اس لئے ان کے فلسفہ فکر کے مزاج کے مطابق ان کی روح شاعری بھی عقیدہ توحید ہے جس کے حوالے سے اقبال فرد کی تہذیب نفس اور ملت کی اجتماعی تعمیر نو کر رہا ہے۔ اسی لئے ان کے یہاں خدا یا توحید سے متعلق مضامین درسا حمد نہیں بلکہ سزا ہوا ہے۔ مثلاً

توحید کی لائق سینوں میں ہے ہمارے — آسماں نہیں منہ ہم و انساں ہمارا

خدا نے لم یزل کا وسیع قدرت تو نہیں تو ہے — یسیر پیدا کرے مائل کہ مغلوب گنا تو ہے

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم میں و تو — پنا کے مجھ کو سے لا الہ الا ہو

اقبال کی نظم اور غزل لفظ ایک اور نظم جس کا منوں لا الہ الا اللہ ، ساقی ہمارے کا عانیہ نکرا ، نظم لینے کے آخری اشعار ، اقبال کے اسی جدید اسلوب کی خصوصیت بنائیں ہیں۔

پہلے دور کے شعر اکابر یاہ تین قلم آج کل ان تکلیک اور تہذیب سے تین کی جانب مڑ کر رہا ہے اس لئے ہمارے حمد کے بعض شعرا کے یہاں جدید مضامین میں بھی پہلی سرفراہی ہے۔ اس روش نے ایک نئے اور خصوصیت اسلوب کو جنم ضرور دیا ہے لیکن اس نے کو اتنا نہیں دھنسا ہوا ہے کہ

توحید کا جلوہ آنکھوں سے لا جمل ہو جائے۔ ہمارے عہد میں عقل و سائنس کی پرواز نے، فطری تحقیق نے اور زمان و مکاں کی غن بے کر انہوں کے احساس نے جس کے سبب عقل کے پر پرواز ہو جمل و جمل نظر آتے ہیں، اللہ کے وجود اور اس کی عظمتوں کے تصور کی جڑیں ہمارے دل و دماغ میں مزید پختہ کی ہیں۔

انسان نے رکھا ہے قدم سخنِ قر میں — اک جلوہ بلاحا ہے مری فرستِ نظر میں
مشتِ گل کو آوم زندہ بادیتا ہے کون — دل میں اسماوات کی شمعیں جلا دیتا ہے کون
جب تجلیہ رود و چھوٹے کو ہوتی ہے نظر — وہی تحقیق پر پردے گرا دیتا ہے کون

(عاصی کرنا)

عمرانی میں عمر اور مہاجرت دو اہم اجزاء ہیں۔ چہ ساری کھسکتا مہاجرتی دو اجزاء میں جمع ہو جاتی ہیں اور سارے مضامین و خیالات کی وسعت اور فکر نگاری انہی میں سما جاتی ہے۔ اس سلسلے میں سید محمد اکمل ندوی کا ایک اہم اور وسیع اقتباس درج کیا جاتا ہے :-

”عہد و مہاجرت کے رشتے کے استحکام اور دوام کے لئے نبوتِ محمدی اور تعلیماتِ نبوی نے جو ذرائع اختیار کئے، ان کے دو موقوف ہیں۔ ایک ذکر و حمد و ثناء، دوسرے دعا و مناجات۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح حمد کی ذکر کی تاکید فرمائی، اس کے جو فضائل و منافع بیان فرمائے، اس کے جن اسرار و حکم کی تفسیر فرمائی، اس کے بعد حمد و ذکر محض ایک فریضہ اور ضابطہ نہیں رہ جاتا۔ چہ دو زندگی کی ایک پیروی ضرورت، فطرتِ انسانی کا ایک خاصہ، روح کی تقدیر و دل کی دولت ہے۔“ (۳)

(ب) حمد یہ شاعری پر تنقید..... نزاکتیں اور قباحتیں

(ج) حمد یہ شاعری کو جانچنے پر کھنے کی صورتیں اور معیارات

حمد یہ شاعری پر تنقید اپنے اندر بے حد و حساب نزاکتیں اور قباحتیں رکھتی ہے۔ ہم کسی حمد کو اچھے پیرے خانوں میں تقسیم نہیں کر سکتے۔ ایک حمد نگار کے ذہن و دل کی تمام تر صداقتیں اس کی کسی ہوئی حمد میں رہتی ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم حمد کی حمین ہی کریں گے۔ البتہ فن کے معاملات کو سامنے رکھ کر یا مضامین و خیالات کی نوعیتوں کے پیش نظر ہم اس پر تنقید کر سکتے ہیں۔ اس میں خیالات، زبان و بیان، مولو اور اسلوب کے معیاری سطحوں پر گفتگو کریں گے۔ نیز یہ کہ توحیدِ خالص کے جو مسلمات و عقائد ہیں، کیا ذریعہ تنقید حمد ان تقاضوں سے انحراف تو نہیں کرتی؟

حمد یہ شاعری پر تنقید میں سب سے بڑی قہاحت یہ ہے کہ ہم کسی کی عقیدت اور اس کے دین و ایمان کو کسی پیمانے سے نہیں چاٹ سکتے۔ ایک شخص جس نے کلمہ چڑھا لیا ہے اور توحید و رسالت کا اقرار لیا، دل و قلب سے کر لیا اور دہرایب مسلمان ہے اور اللہ کی توحید اور اس کی ذات و صفات پر پورا جہد کامل و اعتقاد رکھتا ہے۔ سو جو حمد اس کی زبان و قلم سے نکلے گی وہ اس کی صداقتِ ایمانی کا مظہر ہوگی۔ لب و لہجہ یہ ہوگا کہ اس نے کن مضامین و خیالات اور افکار و عقائد کو بے اثر امن شعر میں لادیا ہے۔ سب سے پہلے اس امر پر نظر ڈالنی ہوگی کہ کیا اس کے یہاں توحیدِ خالص کا پورا اور اک و مطلق ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی خیال کے سوا کسی یا کسی بے احتیاطی کے سبب یا الفاظ اس سے ایسی بات لاد ہوئی ہو جو توحیدِ خالص کے متافی ہے۔ مثلاً اللہ کی قوت و اقتدار میں کسی کو شریک کرنا اور اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور ہستی سے اتحاد۔ ایک شخص جو محمد کہتا ہے اور اہلک نعید و اہلک نستعین کے تحت مہودیت اور استغاثت میں صرف اللہ سے حاجت طلبی کا پابند ہے، اسی حمد میں یا کسی منقبت و مدحت میں کسی عہد یا عصر سے بھی طالبِ مدد لادنا ہو سکتا ہے اور

گویا اس صفات الہی میں شریک گردانا ہے۔ ہمیں کسی حمد و ثناء کے سوا اور حمد الہی کے علاوہ مجموعی طور پر اس کی تمام شاعری اور اس کے مجموعی عقائد اور مسلمات کو نظر میں رکھنا ہو گا۔ گویا توحید میں وحدہ لا شریک کے عقیدے کا شاعری اظہار حمد کی شرط ہو لیں ہے اور اسی مقام سے تنقید کا منصب اور فریضہ شروع ہو جاتا ہے۔ غیر مسلموں، خصوصاً ہندوؤں نے بھی حمد یہ شاعری کی ہے اور ان کے حمد یہ اشعار میں بظاہر توحید الہی کی صفات و مظاہر ہی کا بیان ہوتا ہے لیکن کیا اصل میں ایسا ہے، کیا وہ عملاً اعتقاد پرستی اور مظاہر پرستی کے زبانی نہیں ہیں اور کیا وہ اللہ تک رسائی کے لئے دوسری طاقتوں کی شرکت و توسل سے دلالت نہیں ہیں؟ مشرکین عرب اور خدشا اور ہندو کا نکتہ عقائدات کا خالق اللہ ہی کو مانتے تھے لیکن وہ ان کو وسیلہ حاجت والی اور اللہ تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اگر کوئی مسلمان شاعر توحید خالص میں عقائد کی ایسی آمیزش اور روک تھام ہے تو کیا یہ عمل تنقید نہیں ہے؟

اللہ کے بڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے — جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے اور سے

کیا اس شعر میں بیان کر دو جو شریعت کو ہم خالص توحید پرستی کے معانی قرار نہیں دیں گے؟ اللہ کی ذات و صفات میں جہاں بھی اختلاف کا پہلو ملتا ہو، تنقید کا جواز ضرور پیدا ہو گا۔ اصل میں مسلک اعتدال یہ ہے کہ ہم اللہ، انبیاء، عظیم السلام، اولیائے کرام اور بزرگان دین کی عقیدتوں کو مختلف منازل میں تقسیم کر دیں اور ان خانوں اور حدود کو توڑیں یا بند کر دیں کہتا درست ہو گا کہ اللہ کو اقتدار اور قدرتوں کے کسی دائرے اور حد میں محدود نہ کریں کیونکہ وہ بے حد ہے اور تمام حدود سے باہر ہے۔ دوسری ہستیوں کو ان کے ان اقتدارات کے دائروں میں دیکھیں جو عہدیت کا تقاضا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص اپنے مراتب روحانی کے لرفع مقامات پر ہو، اس کے باوجود وہ اپنی حد توڑ کر اللہ کی بے حد و بے کراں ذات و صفات میں داخل و شریک نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ انبیاء عظیم السلام جو معری اور روحانی صفات کی انتہائی رفعتوں پر ہوتے ہیں، ان کی بھی ایک حد قدرت و اقتدار ہے۔ اس لئے عہدیت اور استقامت میں ان کی بھی شرکت باللہ کا جواب اور جواز نہیں ملتا!

○ بے تکلفی، برائت ہے یا اور استقامت کی بعد نہایت نامناسب اور قابل مواخذہ ہے۔ ہم مثالوں سے احتراز کرتے ہوئے یا ناموں سے گریز کرتے ہوئے ایسے لہجے کی نشان دہی کریں گے۔ ایسا جو اختیار کرتے ہوئے جہاں حد و دائرہ عہدیت اور حد ادب سے تجاوز کرتا ہے وہیں ایسے خیالات بالحد حتم ہے کہ وہ نعوذ باللہ جہاں جاتی ہے۔ مثلاً

قبر میں جب میرے منہ سے بارود شہید کی آئے گی تو کبیر بن بھاگ جائیں گے۔

صوتی کو شہ لٹیں کا درجہ شہید سے لاکر ہے کہ تھ کشید دشمن دست و اس کشید دوست۔

اور کان دین کی کوئی خصوصاً صلاوائے نماز کی کیا ضرورت ہے کہ وجود عاشق کلی نماز است۔

دیر و حرم کو ایک ہی سطح پر شمار کرتے ہوئے حرمت و تقدس حرم کی تحفیف۔

کہاں کے دیر و حرم گھر کا راستہ نہ ملے — اس لئے کہ اس امید و قسم نے مجھے دور ہے پر ہارا

(اللہ کی رحمت سے نومیدی کا مضمون)

رحمت کے بحر سے پر گناہ کئے جانا کہ وہ ذات غفور رحیم ہے اور اس کا رسول ﷺ شیع اللہ یمن ہے۔ اس مضمون میں گناہ پر دہ دو تیری اور

استقامت پر توبہ و التبت سے گریز ہے۔

خدا کے ہر جگہ جلوہ گر ہونے کے سبب حرم و حرمت کہ ایک ہی شمع توحید کی دور و دنیاں ہیں۔

راہبر و ہادی ہمارے پر چلتا ہے اس لئے زہر بانہ لے اور سبب صدقہ تو زوال (سبب، شیع، سبحان اللہ کے درد کا ذریعہ) نہ حرم پر سے پی (دینی

شعائر کی حرمت سے بے نیازی)

احمد اور احمد میں ہم کا پردہ مائل ہے۔ (نعمت و عزت کا لوازم)
 کا اعظم ثانی اور ثالث کے ہرے میں صوفیان تیسریں۔ جذب نور مطلوب المال کے نعرہ ہائے مستند۔ اقبال کی رائے : اگر فردے بھویہ

مرزوں

محمد شکر ہے یا دعا و مناجات۔ اللہ سے شکوہ و شکایت کا کیا جو لازم شکایت میں مد سے تہلوز ہر اور است اسے ہر چائی کرنا۔ نیز تو بھی تو دلہار
 نہیں۔ تک کہ ہمارا اس کی شان رزائی کو کسی سیاق میں جلی میں بدل دینا۔ ج

شکوہ ہے یا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

جو شک۔ گرد و شہر نور ستم روزگار کا شکوہ جو اصل میں اللہ ہی کی بالواسطہ شکایت ہے کیونکہ شک۔ نقد پر زمانے اور وقت کا ہی خالق ہے۔
 خصوصاً نقد پر قسمت کی ہمارا زاری پر اللہ سے شکوہ نئی۔ جو ضرور شکوہ توکل کی اعلیٰ صفات کے معانی ہے۔

تمام شدہ مانیوں، کامرائوں اور فطر مندوں کو اپنے مزم و ہمت کے نتائج قرار دینا اور تمام ہاکائیوں کو مناجات اللہ سمجھنا اللہ کی حکمتوں سے
 ہذا اقلیت اور کو جی عقل کی دلیل ہے۔

اللہ کو باری صورت میں محسوس کرنا صفات بشری کو اس سے منسوب کرنے کی جملہ اس کی توحید اور تجزیہ کے عکس ہے اور ایک طرح
 سے شرک کی تشریف میں آتی ہے مثلاً کہیے کہ کالا کو خدا قرار دے کہ اللہ کا اس کے اندر سے مانیوں کی کار و باری مصروفیات و اشتغال کو دیکھ کر کہ خدا اللہ
 کی حمد و تحمید اور انسانی سطح پر اس کے حواس کا عمل (محمد و نبی رازی کی تحریر کا ایک اقتباس یہاں ہے مگر نہ ہوگا :-

”میرے خیال میں ہر کوئی کا سب سے بڑا گنہگار یہ ہے کہ ہم خالق کائنات کی تشریف کرتے وقت ذات و صفات کی اسی
 تشریف تک محدود رہیں جو قرآن و سنت نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ اگر ہم اپنے ہا قس ملہ اور محدود عقل کی روشنی میں
 ان صفات کی تشریف کریں جو ان دونوں کی حدود سے باہر ہیں تو ہماری مثال اس گنہگار کی ہوگی جو اپنی جھوٹی ہڈی میں
 دھکا ہوا کہ رہا تھا کہ اللہ اگر تو میری جھوٹی ہڈی میں آجائے تو میں تجھے جلد پادس گا۔ میرے پادس وہاں گا۔ میرے
 سر پر جمل لگاؤں گا اور تجھے سامنے بٹھا کر پکھا جھلوں گا۔ ان تمام تقریروں کے پیچھے جذبہ وہی ہے جس کا نام
 حب الہی ہے مگر اس جذبہ کے اظہار کے لئے اس مادہ و لوح فطری نے محض اپنی محدود عقل اور ہا قس ملہ پر اقتدار
 کیا۔“ (۵)

من بہ علم و تو بہ مکافات دی — من فرق میان من و تو چیست بحر

(اللہ کو انسان سمجھنا گناہگار انسان کے ہم سطح بنانے کی جملہ)

مستند طے کر دیں ہوں وہ دلوئی خیال۔ لیکن اس مستند روی کی جرأت ان خیالات میں نہیں ہوتی پائے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اللہ کی ذات
 صفات تک پہنچے ہوں اور اس کی الوہیت، قدرت، حکمت اور شان و عظمت کا استغراق ہو جائے۔ ”باندہ ادب و ادب“ کا نعرہ بھی خیال کی مستند روی اور
 نظر میں ہے۔ بارگاہ اللہ بیت ہو یا دیار رسالت، دونوں ہی انتہائی حزم و احتیاط اور ادب و احترام کا تقاضا کرتے ہیں اور خیال و زبان و بیان کی اور اسی نظر میں
 بھی انسان کو عقل شدہ کی گرفت میں لاسکتی ہے۔

نئے نئے علوم و فنون اور انسان کے عقلی تجربوں کے ثمرات سامنے آ رہے ہیں۔ وقت کی رفتار آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ہمارا احمد اور ادب
 قدیم کے احوال و مسائل سے متفق ہے۔ سائنسی طرز احساس کے سبب آج کے لوگوں کا انداز فکر قدما سے تمام تر یکساں نہیں۔ بہت سے انکار

معاذات بدل چکے ہیں، لوب بھی لڑتا ہے۔ نئی سوچ اپنے اُحمد کے لئے سے مانچے مرتب کر رہی ہے۔ ضروری ہے کہ محمد بھی اپنی روایت کے معرود انتخاب کے ساتھ محمد نو کے ہمد مسائل و موضوعات کا معاملہ لگا کر، ان کے آئی ہو محمد گزرد و سوسال پرانے انڈلا اسلوب کو لے کر چلے گا اور ان مسائل و مسکریات کی تکرار کرے گا جواب محمد کن کے قصہ ہائے پیر، ان بچے ہیں وہ اپنے لئے حلقہ کار نہیں پیدا کر سکے گا۔ سو محمد میں گزرد و فی کے لڑنے کا ہر نو آگیا ہے۔

ہم نے اس محنگو میں جو مثالیں پریشان خیالی اور ذہنی کی روی کی دی ہیں، ان میں سے کسی بائیس کی ہوئی مودوں سے قوش فیس کی تھیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ ایک مسلمان شاعر کے اجتماعی معتقدات درست ہونے چاہئیں۔ اگر وہ غزل میں راہ اشتیاق سے بہت کر کر کوئی خیالات لاتا ہے تو قدرتی بات ہے کہ اس کی مد میں بھی فکری کئی کی ہلک آسکتی ہے۔ شخصیت اور شاعر کا تعلق آئینہ و عکس جیسا ہے۔ اس لئے وہ جن بھی اصطلاح میں (بہ شمول محمد کا شعلہ کے) اس کی شخصیت پر یاد ہو کر نہیں بچھ بچھ ہو کر گھس پڑا ہو۔

جو بے اختیار خیال اور بے اُحد الیاں ہم نے لو پر ذکر کی ہیں وہی کسی محمد کی نویت اور تندر و قیمت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے معیار کے خطوط متعین کرتی ہیں۔

○ محمد کو قرآن وحدیث سے بے خبری نہ ہو۔ محمد گزرد قرآنی احکام اور حدیث و شریعت کے خلاف کوئی بات نہ کہے۔ محمد کہتے ہوئے نہایت دینی ہیئت کی ضرورت ہے مہا لہ خبری میں کسی حکم کی خلاف ورزی ہو جائے۔ ایسی جویات سے بھی چھانچا ہے جو قرآنی مزاج سے متصادم ہوں۔ اس سلسلے میں عربی زبان کی لغت اور قواعد سے آشنائی بھی محمد گزرد کو معنوی الفاظ سے چہنی ہے۔ قرآن کی کسی آیت وحدیث کو شعر میں استعمال کرتے وقت سنا متنی وزن کا خیال رہے۔ ایسا نہ ہو کہ لفظ یا حرف زیر استعمال عربی میں پوری طرف نہ آئے اور معنوی تحریف واقع ہو جائے کماں وزن میں کھلا آئے یا قل هو اللہ احد میں اللہ کا لفظ ضمہ "ہو" کی صورت میں ادا ہو رہا ہو۔

○ مجز و فقر عام بے حد لازم ہے۔ اس کی کبریائی کے سامنے ہم فقط مہو ہوم بچھ شے معدوم ہیں۔ محمد کسی نمود، تعلی یا قند افزائی کا مقام نہیں ہے۔ محمد روئے کی عاجزی اپنے لیے مانچے مضمون اور اپنی دایم رہتی چاہئے۔ وہ خالق ہم حقوق، اور اتق ہم مرزوق، وہ قادر ہم مجبور، وہ باقی ہم قائل۔ سو نمود ذات چہ معنی و نمود اپنی کسی ہوئی محمد پر اللہ و جرش بھی موزوں نہیں بچھ مہم شعر ہے کہ اس نے ایک عاجز اور بیچارہ کو تو فیض ستائش عطا فرمائی۔

— محمد دینے والی محض انعام نیت اور سہائی کی پہلو ہوئی چاہئے ستائش اور صلے سے بے نیاز۔ یہ فیس کہ دوساں لبلاغ سے شہرت طلبی کی نیت سے کی جائے یا انعامی مقاصد میں شامل کی جائے تاکہ کوئی ایچ لڑا انعام ملے یا مشاعرے میں اس لئے پڑی جائے کہ دلو و حسین کے دو عمرے پر عین اور غرور فیس یا احساس مظاہریدہ ہو۔ محمد خضائے مہدیت ہے۔ اللہ کی ستائش، ذکر، ثناء، ستائش، دعا و اہل انشاء و طریعت ہے۔ اللہ اسے قبول فرمائے۔ صرف یہی صدق نیت محمد میں تاثیر و کثرت پیدا کرتا ہے۔

— فنی اعتبار سے اپنی تمام تر استعداد و لیاقت کو کام میں لاکر محمد کی تخلیق کرنی چاہئے۔ سو چنا چاہئے کہ اللہ تمام علوم و فنون، دانش و خبر اور فطرت و اکائی کا خالق ہے۔ اس کا کلام قرآن، فصاحت و بلاغت اور لوب و انشائی اس جہاں ہے جس کی کوئی نظیر ممکن نہیں۔ تمام فصحاء عرب و سواد اللگوں کے جواب میں اس چاہے کہ ایک جملہ تک نہ لکھ سکے اور ماحول قول البشر کہہ کر اپنے مجز علمی کا اعتراف کر لیا۔ ایسی ذات اللہ اس کے لئے جو کہنے میں زبان، بیان، و لہ لہ اللہ کی ممکن لفظوں اور خودوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ ہندے کی تندیس، خیال کا طوطا، مضمون کی رگت اور لفظ سے معنی تک جمالیات فنی و لوب کے تمام تر عناصر کو بھر ر استعد اور جہ صلاحیت رکھنا چاہئے۔ جب ایک شاعر ایک محبوب مجازی کے لئے غزل کہتے ہوئے اور کسی سلطان

انہر کے لئے قصیدہ کہتے ہوئے مدائے کمالات صرف کر رہا ہے تو اللہ کی اعلیٰ و رفیع ہستی تو اس امر کی سرگودہ ہے کہ اس کی بارگاہِ اعلیٰ میں جو خدو
مقدت پیش کیا جائے وہ کمالات و جمالات کا ایک مرتفع کامل ہو۔

(الف) نعتیہ شاعری کا موضوع اور اس کے فنی لوازم و مستحیات

نعت کا موضوع حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کی توصیف و ثناء ہے لیکن اس موضوع کی دستوں کی کوئی حدود و اختا نہیں۔ اس موضوع میں
اسے پہلو ماننے کو ہے، مضامینہ افکار کا انتخاب ہے کہ اس کا شعور احصا ممکن ہی نہیں۔

کے خیر کہ مقام محمدی کیا ہے — یہ آنکھوں کا جہی، حیرتوں کی دنیا ہے

قرآن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فضاائل وار ہے۔ سہائفِ آسمانی کی جچی گاہوں سے انہی کی ذاتِ اعلیٰ عبادتوں اور دعوتوں کے ساتھ
جلوہ طراوت ہوتی ہے۔ کب سے ہر کون کون نہیوں اور کن کن نہیوں میں حضور کی شانِ نبوی اور نعت گوئی کا سلسلہ جاری ہے لیکن حضور ﷺ کے
احسان و انکارات کے حق کا ایک شہ بھی ہونڈا نہیں ہو سکا۔

ہے اللہ سے ہر نبی و ہر قوم، حق کی نعت — اور ابھی تک نعت کے مضامین کی قصیدہ ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر نقشِ حیات اور ہر روانے سیرت پر گھما گھما اور گھما گھما رہا ہے۔ جزا ابھی، کلی اقدار سے بھی۔ کبھی مختلف اعتبارات
شعر میں مقامات محمدی اس طرے پر جھکاتی ہیں جیسے شافوں سے ہر ذالہ و کل، کبھی پار اگھستانِ نعت بکجا ہو کر رنگِ انصافوں اور کثرتِ ہاشمیں کرتا ہے۔
حضور ﷺ کی صفات و اوصاف و اسامی کا ذکر عام، مقررہ یا تو قیام و اوصاف سے وجود میں آئے۔ حضور ﷺ کے جلالِ صورت اور عیانِ شانِ شاکلِ علم ہوئے
تو شانِ شاکلِ علم ہو گئے۔ حضور علیہ السلام صاحبِ العرش کی بارگاہِ اقدس میں بارِ باب ہوئے تو معجزانہ ہاموں نے ظہور پائیہ، معجزاتِ نبوت حوالہ
قرعاس ہوئے تو معجزاتِ نبوی مستحکم ہو گئے۔ چار و زیرِ قلم آیا تو قزوات کے نمودے زحیم پائے گئے۔ حضور کا نبوت کی حقیقت کے بعد رفتی اعلیٰ کے پاس
تشریف لے گئے تو اوقاتِ ماسے تحریر ہوئے۔ حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ پر، سیرتِ معلوم، نعتیہ لوب کے خزینے میں انسانی کا موصوبہ نہیں۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات، احکام، احادیث اور اعمالِ صالحہ نے سرت ہو کر نعت کے سرمایے کو قریب کیا۔ حضور ﷺ کو سرگودہ و سرگودہ
ہر رخِ اسلام نکلی گئی تو انہوں نے "شاہدوں" کی شکل اختیار کر لیا۔ انہوں نے جڑی نعتیہ جو اہرست کے پہلو پہ پہلو مستقل اور مفصل اور کلی نعت نے بھی
تصنیف کی صورت میں نعتیہ شاعری کو گراں قدر کیا۔

اس موضوع کی پیمائشوں پر غور کیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات سے قلم ایک مددِ جاہلیت اپنی ساری عظمتوں کے ساتھ موجود
قد و نعت رسول کا میں مقررہ ہے۔ چنانچہ ان احوال و واقعات کا ذکر بھی اس موضوع کی حدود میں شامل ہے۔ مگر حیاتِ نبوی میں بے شمار اعمال و
مقام ہیں جو موضوعِ نعت کے لوازمات ہیں۔ حضور ﷺ کی رحمتِ اسلام، آپ کے خطبات، آپ کے تخلیقی ارشادات، آپ کے عوام کے لئے لورِ فیض،
آپ کے انسانی امور، آپ کے مکتبہ و مراعات، سوا ہے، آپ کی جہاد، لوگوں سے آپ کا حسنِ معاملت، آپ کا حیثیتِ نام، مظلوم، ہمدی،
پہ سالار، قاضی و عادل، آپ کا حیثیتِ بازر، آپ کی گھر پر زندگی، آپ کا الیٰ فائد کے ساتھ حسنِ سلوک، آپ کی ہر وادی زندگی، ہمدی کے ساتھ آپ
کی معاشرت، غیر مسلموں اور انہوں کے ساتھ آپ کا جہاد و انہوں سے وصالِ اقدس تک آپ کی حیاتِ مقررہ اور سیرتِ مقدسہ کے تمام تر
محاسن و مکارم شامل نعت ہیں۔ لہذا اس لئے اور حالتِ جنگ میں آپ نے انسانی ہر رخ و مکتبہ کو جو اصول و ضوابط مقررہ کر کے موقع پر
جو منظور انسانیت آپ نے مقرر کیا، ان سے اپنی نعت و ثناء جگا رہا ہے۔ آپ سے جب جب جن جن اخلاق نے صدور و قلوب کو گراں کیا، ان سے

نعت گوئی کی اقسام

(۱) رسمی (۲) حقیقی (۳) اصلاحی یا تعمیری

(۱) رسمی نعت گوئی

ہر نعت یا نعت کے ہر جزو یا نعت کے ہر شعر کی اساس شاعر کا بندہ عقیدت ہی ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں عشق و اطاعت محمدی کی چٹائی ہوئی ہے اور وہ اسی چٹائی کو حوالہ قرطاس کرتا ہے۔ اس لئے یہ بات ساف ہو جاتی چاہئے کہ رسمی نعت محض حیران کن کلمی جاتی ہے۔ یقیناً حصول ہر کلمہ کی نعت کا مقصود فقط ہوتا ہے لیکن رسمی سے ہماری مراد صرف وہ نعت ہے جو جزوی طور پر کسی بھی صنف شاعری میں شامل ہو جائے۔
رسمی نعت کا رد و نفع یہ رہا ہے کہ شاعر جب (کسی بھی صنف میں) آغاز کلام کرتا ہے تو حمد اور نعت کے اشعار کو قصیدہ مانتا ہے تاکہ اس کی فکر اور اس کی تخلیق (شعر) پاک ناموں سے مطہر ہو اور باقی حصہ کلام پر اللہ اور رسول کی رحمت و مدد کے اثرات رہیں۔ ایک مسلمان عقیدہ نا بھی ہر کلام بحکم اللہ سے کرتا ہے۔ اللہ اور رسول پر اس کا ایمان اور پوری زندگی پر ایمان پائندہ اور ایمان ہمارا رسول کا مہیار ہمارا اس کے لئے قلاع و دواغیر کا موجب ہے۔ سو رسمی نعت کا شعر حمد کے فوراً بعد آغاز میں آتا ہے۔ نزل کی یہ قصیدی کیفیت ہے۔ اسی طرح شاعر جب مثنوی، قصیدہ، مرثیہ یا نظم کہتا ہے تو اس کا سرنامہ بھی حمد و نعت کے شعروں کو کہتا ہے لیکن رسمی نعت کا یہ رویہ صرف آغاز پر موقوف نہیں ہے۔ شاعر جہاں چاہے وہاں کلام میں ایسا شعر لا سکتا ہے۔ غیر مسلم شعرا نے بھی مسلمان شعرا کی محبت کے ریزہ ریزہ رو شہ دئیے۔

(۲) حقیقی نعت گوئی :

یہ نعت پورے کلام پر عید ہوتی ہے اور شاعر کسی بھی صنف میں لڑ مطلق یا مطلق حقیقی (کلی) نعت لکھتا ہے۔ نعتیہ نزل، نعتیہ قصیدہ، نعتیہ مثنوی، نعتیہ نظم وغیرہ۔

حقیقی نعت اس لئے زیادہ اہمیت کی حامل اور لائق توجہ ہے کہ اس نعت کے کہنے کے لئے شاعر مکمل طور پر ایک ذہنی تضام مانتا ہے۔ اپنے جذبے یا فکر کو ایک سر عام شکل دیتا ہے۔ ہر ایہ تضام کا ایک نقشہ تیار کرتا ہے۔ مضامین کا چھوڑ کر تا ہے اور ذات محمدی اور صفات محمدی کے کسی بھی موضوع پر حقیقی شکل سے گزرتا ہے۔ نعت کے مضامین اور مواد کے شروع کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ کسی نہ کسی نوعیت سے لڑ کو اختیار کر کے ایک فکر پر نعت لکھتا ہے۔ وہ فن اور فکر و تضام کی تمام تر خطاؤں سے کام لیتا ہے اور اپنی بات میں تاثیر کا سامان فراہم کر لیتا ہے۔ نیت کی صداقت، دل کی درخشاں جوش عقیدت، شعور و ہوش مندی اور فنی محسوس سے معمور نعت یقیناً "از دل خیزد و دل ریزد" کا صدقہ بن جاتی ہے۔

(۳) اصلاحی یا تعمیری نعت گوئی

حقیقی نعت گوئی میں یہ سمجھاؤں ہوتی ہے کہ شاعر کسی مقدمہ کو متعین کر کے جاری تک اس کا ابلاغ کرے۔ وہ اس وقت رسول ﷺ اور سیرت مقدمہ محمدی کو مدعا بنا کر اس کا ابلاغ کرتا ہے تاکہ فرد کی فکر اور سیرت کو دہری بھی ترویج ہو اور اسلامی معاشرہ بھی اپنے خود و خالق کی قدر و تکریم کر سکے۔ نیز عام انسانیت بھی اپنی میٹھی اور اصلاح کے لئے اسے اس طرح فکر و عمل بنا سکے۔ اصلاحی نعت کے آئینے میں شاعر فرد اور معاشرے کے آشوب و بیدار رسالت میں پھنسی کرتا ہے اور حضور ﷺ کی اچھڑ محبت سے حل مسائل کا جواب دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جہاں القوم امت مسلمہ کے گونا گوں آشوب کا دور ہے اس لئے تعمیری اور اصلاحی نعت اپنے مقصد کے اعتبار سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

نعت گوئی کی مروج ہیئتیں (قدیم سے جدید تک)

(۱) غزل (۲) مثنوی (۳) قصیدہ (۴) قطعہ (۵) رباعی (۶) نظم

نظم کی قدیم صورتوں میں نظم کو صورت لیاات لکھنا، یا پندہ در پندہ کی شکل میں لکھنا، مسطہ، ترنجبند، ترکیبہ۔ اس کے علاوہ نظم کی تقسیم صورتیں۔ نظم اور سہرہ۔

جدید نظم میں نظم آزاد، نظم معری، بحیث، سانیفہ وغیرہ شامل ہیں۔

(۷) ہائیکو (۸) دوہے (۹) گیت

اسالیب

نعت گوئی کے اسالیب اور ہیئوں میں بھی لحاظ و توجہ لازم۔ شاعر کے ذوق و بھارے نئی نئی راہیں نکالیں ہیں۔

مضامین :

- ۱۔ شروع سے آخر تک صرف سر اپنا لکھاری۔ حضور علیہ السلام کے جمالی صورت کابیان۔
- ۲۔ سیرت لکھاری۔ حضور ﷺ کی اخلاقیات کا مجموعہ یا کسی ایک حسن خلق کا ذکر۔
- ۳۔ حضور قدسی کا ذکر سعادت۔
- ۴۔ ستر معراج کا ذکر۔
- ۵۔ محبوبی و مثنوی و حضور کی کابیان۔
- ۶۔ روداد و زیارت و حج کا سفر نامہ۔
- ۷۔ حرمین شریفین کے کسی مقام یا عمارت یا واقعے کا ذکر۔
- ۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی حدیث یا قول مبارک یا فضیلے کو منظوم کرنا۔
- ۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لفظاکی، منصب نبوت، مقام نبوت اور تعلیمات نبوت کا تذکرہ۔
- ۱۰۔ آشوب نگاری اور فریاد و استغاثہ سے مملو نعت۔
- ۱۱۔ رحمت جبرئیل اور شفاعت ظہری۔
- ۱۲۔ بر لود استھارمین سے خطاب میں تبلیغی اور اسلامی انداز۔
- ۱۳۔ پوری نعت میں صلوٰۃ سلام کا لہذا نہ نہ نہ۔

مزید ہیئتیں :

- ۱۔ کسی دوسری زبان کی نعت کا ترجمہ مثلاً شروع قصیدہ در دو۔
- ۲۔ اردو نعت کے مصرع یا شعر میں عربی، فارسی یا ہندی کلمات کی بجا لکھاری۔
- ۳۔ چار ایک مصرع اور دس دس مصرع کی پور زبان میں کہنا۔

۳۔ کسی نعت کی تحسین۔ جیسے قدس کی نعت مرہا سید علیؑ فی امرہ فی کی تحسینیں۔

۴۔ حرفی اور فارسی کی مراد۔ جو کے علاوہ دوسری کی صورت میں نعت کا تجربہ۔

دوسرے درجے میں نعت کوئی دو اشیتوں میں زیادہ لکھی جاتی ہے۔ غزل اور نظم کی مختلف صورتیں۔ غزل میں ہجرت نعتیں لکھی جاتی ہیں اور غزلوں اور سب میں نظم لکھی ہے۔ قصیدہ اور مشکوی کا اور قریب قریب نظم اور نثر ہے۔ رباعی بھی لکھی جاتی ہے۔ مثلاً عربی میں نعت سے غزل شاعر غیر کلی اصول توجہ کے لئے ایک دوسرا میں ہجرت کر نعت سے آتا ہے۔

۵۔ اب ہمیں غزل لکھنے پر (جو ہجرت، رائج ہے) اکتفا کرنا ہے۔ اس نعت کے کی پہلی پہلی ایک تو مشاعرہ میں سامعین کا ذوق ماکر غزل میں ہوتا ہے۔ ایک لکھنے نظم کوئی کے مشاعرے نہ ہونے کے لئے ہیں۔ جب بھی کوئی شعری مکمل کر آتا ہے، اس میں غزلیں ہی پڑھی جاتی ہیں۔ سامعین کے اس ذوق میں دو غنائیت اور مولوی اور مولوی ہی ہے جس کی ترغیب نعت کی شعری محاسن میں پڑے اور دوسرے اور ہی ہے۔ اسی لئے سامعین نعت بھی وقت غزل ہی میں سنتا ہے۔ نظم اور قصیدہ نظم ہی کی اقسام میں انہیں اور کامل ساچے اور نوزدہ کی مکمل غنائی صورت دستیاب نہیں ہوتی، اس لئے دو غزلیں نعت کی نعت ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

غزل کی دوسری صفت اس میں خیالات و مضامین کا غرض ہے۔ نو اشعار میں نوعی نئے مضامین دہنتے ہیں جبکہ نظم ایک ہی عنوان اور ایک ہی سلسلہ خیالات سے مرکب ہوتی ہے۔ نظم کی یہ یکسان خیالات ان کی انہیں کوہ قرار نہیں رہتے ہیں۔

غزل کی تیسری صفت اس میں زبان و بیان کی لطافت، اعلا اور موزاکیاں، تخیلیات اور استعارات کا محاذ ہوتا ہے جو شعریات کو محرم اور کرنے اور مکمل بدل نہیں دے جاتا ہے۔

چنانچہ شعر نظم اور کلاسیکل، خصوصیت، ردیہ، قرانی کا انتخاب، استعمال، زبان و بیان کی قدرت و لطافت اور ایک ہی غزل میں کئی ہفتوں، خیالات اور مضامین کے قوبہ کو جلدوں سے فیض پائی اور حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت منورہ کی ہجرت ہلوہ آرائیوں نے نعت میں غزلیں بہت کو بہت روانہ و فرسایا ہے۔ ہر غزل نعت کہنے والا شاعر اگر کوئی ایک ہی "ضمون" پائے مٹا ہے تو اس نے "غزل مسلسل" کی محاکات بھی پیدا کر رکھی ہے۔

غزلیں بہت کی نعت کے بارے میں ہم کوئی دو کالت کا طریقہ اور انہیں کر رہے ہیں۔ نعتوں کے عنوان کا درجہ ضرور رہنا چاہئے اور ہر نعتوں کا تجربہ بھی کرتے رہنا چاہئے البتہ شعرائے نعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نگر اسلاف کو زیادہ پختہ مہارت کے ساتھ جالاب قوبہ بنانے کی سعی کرتے رہیں۔

(ب) نعتیہ شاعری پر تنقید قبا حقیق اور نزا اکتیں

(ج) نعتیہ شاعری کو پرکھنے کی صورتیں اور معیارات :

یہاں پہلے ہم مختصر نامی امور کا اعادہ کریں گے جو ہم نے بعد میں کہے ہیں۔ ہم کسی نعت کو اچھے سے غزلوں میں تقسیم نہیں کر سکتے کیونکہ نعت کی تخلیق دلی صفت پر ہوتی ہے۔ بہت محاذات فن کے ہیں نظر نعت کے خیالات، زبان و بیان اور موزوں و سلوب کے معیار کی سطحوں پر تنقید کا جو تجربہ ہے۔ ہم نعت میں جائزہ لے سکتے ہیں کہ اس کا حدود کی پائیداری کی تھی ہے یا نہیں اور کہیں غلو یا تحریف کی تلاش تو نہیں ہوئی اور لکھی جانے کی دوسری نعت میں مرے کی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی مدح کوئی اور شاعرانی ایک مسلمان شاعر کا جہاں دینی و دنیائی فریضہ ہے، ہیں اس کے شعروادوب کا بھی ایک عرفانی نشانہ ہے۔ وہ کائنات کی عظیم ترین ہستی جس کا مدح خود خالق حیات و کائنات ہے اور وہ محبوب و مطلوب شخصیت کرنی جس کی توصیف و ثناء میں تمام کائنات کو مشغول ہے اور جو الال سے لہجہ تک کی اعلیٰ ترین و فصلا لک لکھ کوک کا جامع ہے شمشاد کر رہا ہے اور جس کے صدقے میں ہر لفظ ہر صفت و معلول سے مراد ہو، اس کی مدحی ہر شاعر کی اس شعر اور اناطادوب ہونا چاہئے۔ یہ شاعر شعرا نے صرف نعت کو اور ہر امتین رسالت کا قصص پاپاور ان کے مہارک قلم سے صرف نعت کے مضامین ہی کو لکھوئے لیکن دوسرے تقریباً تمام مسلمان شعرا نے ہر صنف شعری میں جزوقا شعرا نعت کے اور اپنے دلائل ادب کو محسوس نعت و ثناء سے بھی قراستہ کیا۔ ہر زبان کا محسن نعت کے چھوٹوں سے لے کر رہا ہے اور ہر صنف کی فضاؤں میں نعت کے رسول ﷺ کے نئے کوئی کر ہے ہیں۔ یہ سلسلہ الال سے لہجہ لکھادوب تک جاری و ساری ہے۔ اس کثرت نعت و حدت کے باوجود اس صنف کائنات اور ہادی دوسرا ﷺ کے احسانات کے حق کا ایک شہرہ بھی ہوا نہیں ہو سکتا۔

دختر تمام صفت و بہ پایاں رسید مر — نام چناں در لول وصف تو ماہد ایم

میری اس لکھنو کا مقصد و مقاصد اس احساس کو تازہ کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی مدح کوئی میں ان تمام آداب و احترامات کو نہ نظر رکھنا چاہئے جو اس عظیم ترین ہستی کی حرمت و ادبی کے منکبات میں شامل ہیں۔ حضور پاک ﷺ جان و کلمات ہیں۔ آپ کا ہر لفظ و مہارک اور آپ کی زبان مہارک سے ادا ہوتے والا حرف حرف ادب آفریں ہے۔ آپ کی ہر لوائے سیرت جائے خود ایک نیر چاہا ہے جس سے شعور و ادب کے اہل طوع ہوتے ہیں۔ آپ کے کلمات مہارک اور اعلیٰ حذر میں فصاحت و بلاغت کے نکتے پر شیدہ ہیں اور جملہ علوم و معارف کے سرور و موز مقلی ہیں۔ ادب آپ کے آفتاب ذات سے طلوع ہوا اور شب ہائے اسالیب و اعتبارات کو صبحوں کی مہاسن آپ کے خطاب و قلم کے صدقے میں نصیب ہو گئیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت مقلی کی بلند ترین منزلوں اور ارفع منزلوں کا اقتضا ہے کہ ہم جب آپ کی نعت کہنے کی جہالت کریں تو ہمیں ادب و احتیاط کی تمام امکانی حدود کے دائرے میں رہنا چاہئے اور نہ مانے بے احتیاجی کوئی ایسی بات ہماری زبان یا قلم سے نہیں نکلنی چاہئے جس کی اولیٰ میں دلائل حرمت پر ہماری گرفت کراؤ دکھائی دے۔ ہیجان ہو کہ ہم سے کوئی لڑائی یا لغزش ہو جائے اور ہم اعلیٰ بانہ "حجۃ احوال" کا فکار ہو جائیں۔

اسی لئے میں نے چاہا کہ ان باتوں کا ذکر کروں اور ان امور کا جائزہ لوں جو میرے خیال میں سوانح نعت اور ممنوعات ثنائے رسول ﷺ میں داخل ہیں۔ میں نے اس مضمون میں عوامی مسائل سے اور حوالوں سے مدد لے کر لیا ہے۔ اس لئے کہ مرحوم شعر آداب دہائے آپ و گل میں نہیں ہیں لیکن معاصر شعریا ان کے ہوا خواہوں سے یہ اندیشہ ضرور ہے کہ وہ میری رائے سے متعلق نہ ہوں، یا مجھ سے غلطی کا اعتراف فرمائیں۔ کہیں کہیں میری رائے سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن میں نہ اکو حاضر و غائب کہتے ہوں کہ میں نے نہایت ظلم و بیعت کے ساتھ یہ مضمون لکھا ہے اور جب رسول ﷺ کے کلاموں کی لطافتیں اور نزاکتیں حرف حرف اور سطر سطر میرے تحت خاطر رہی ہیں۔ میرے نزدیک ہوا انعامات نعت اور قبول ہیں :-

(۱) ہم میں سے اکثر شعر اقول کوئی کے کسب سے حریم نعت و ثناء میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے شعر کوئی کا آغاز قول سے کیا اور انہوں نے قول ہی کہتے رہے اور حسینان مجازی کے لب و لہجہ اور لفظ و کمال کی مبادئ آئینہ توصیف و تعریف میں مستغرق رہے۔ ان کے ذہن و ادب میں وہ تمام مضامین رچ بس گئے جن کا تعلق جذبات نفس و ہوس سے ہے۔ محبوب کی جہالت و ان کی نظروں کا مرکز و محور رہی اور انہوں نے قول میں زبان بزاری کے سراپا پر نہایت ہوس انگیز اور شہوت خیز مضامین باندھے۔ اس طرح قول میں "سراپا نگاری" مہیا ہوئی اور موسے سے ماخذ پاک

ایک ایک صوبہ کی زبان تھی کا حق نہ لیا گیا۔ اس مشق مسلسل پورے عرصہ سے غزل کو شعر کے ذہن میں ایک خاص سانچہ تشکیل پایا جس کے سبب غزل کی ایک خاص فضا، خاص لب و لہجہ، خاص اسلوب، خاص زبان، خاص خیالات و مضامین، بعض مختصر اپنا کئے کہ سونے اور اظہار کا ایک منفرد میز انداز قائم ہو گیا۔ جب ان حوصلوں نے نعت کوئی شروع کی تو اپنے ذہن و قلم کو اس غزل فضا سے آواز نہ کر سکے اور مجبوراً مہاری کے وہی حالات و لوازمات نعت میں صرف کرنے لگے اور (خصوصاً) "سر اپا لاری" کو غزل کی اسی طرح احساس پر رکھا۔ بعض شعر اچھے ہیں مگر مقام السوس ہے کہ شعر کی ایک بڑی قدر موضوع اور اسلوب اور مضامین میں وہ زنجیر پید نہ کر سکی جس پر نفع و فتنہ ملتی ہستی کے مقام و منزلت کا تقاضا ہے۔ آپ کسی ذاتی نقطہ کے بغیر نتیجہ جموں کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ کو ایسے اشعار بخیرت ملیں گے جن سے حضور پاک ﷺ کے اسم گرامی کو چھڑا کیجئے تو وہ خالصتاً غزل کے اشعار ہوں گے اور انہیں کسی بھی مہاری محبوب سے چھپا کر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح طیبہ و علیا عرب کے خاص ماحول کو ان شعروں سے منہا کیجئے تو وہ محبوب مہاری کے کوچہ و بازار کی ترجمانی کریں گے۔ میں مانتا ہوں کہ نعت میں "شعریت" بہ حال ہونی چاہئے اور پھر ایسے نقول میں نعت کہنا لائق مولفہ نہیں ہیں موضوع کی رعایت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی نبھت، جذبہ و خیال کی طہارت اور سلیقہ اظہار و لہجہ اور لفظانے نقول سے بیکر مختلف محنت ہو چاہئے۔

(۲) مقام رسالت میں جدت و تعلق کی ہر گز اہمیت نہیں ہے۔ لمحے میں بے باکی ہمیں دیو آخرت میں بدل کر سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ خیر الامم اور فوق البشر ہیں۔ نور اللہ مہاری سطح کے بغیر نہیں ہیں۔ صحابہ کرام ہر صوفی اللہ علیم انہیں اپنی فوقیت و تری کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود کہ گاہ عظمت رسول ﷺ میں "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کے حکم ربانی کے حکوم و مامور تھے۔ کیا ہمیں نعت گوئی میں کوئی بے تکلفی زیب دیتی ہے؟ کیا "قلم یا حسنی کم تمامی" کا لہجہ ہمارے لئے زیبا ہے؟ ہم بعض نعتوں میں ایسے مضامین دیکھتے ہیں کہ امت کا استغناء پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ قبر مبارک سے کب ظہور کریں گے؟ یہ نیک کب تک؟ باہر قریف لائے اور ملاحظہ کیجئے آپ کی امت کا کیا حال ہے۔ لول تو یہ سوچتے ہوئے ہی دل کا پتہ ہے کہ حضور ﷺ کا احوال امت پر توجہ دلائیں۔ ہم توجہ دالے والے کون ہیں؟ حضور علیہ السلام پر توجہ نہ لاندی سے تمام احوال و آثار مختلف ہیں۔ مگر ہم میں یہ جدت کیسی؟ کہ باہر قریف لائیے۔

اس مضمون میں یہ اضافہ بھی غور ہے کہ آپ ظہور فرمائیے۔ آپ ایک بار لطفین میں آئیے۔ مسجد اقصیٰ آپ کی شکر ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کا ظہور جانی اور اس کا تقاضا کیا ہے؟ یہ کس قسم کی جدت ہوگی؟ حضور ﷺ تو مبعوث ہونے کے بعد لہجہ تک کے لئے نبی ہیں۔ آپ کی شریعت عیش کے لئے ہے۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ قرآن آخری کتاب ہے۔ حضور ﷺ کی نبوت زندہ و پایاں بندہ ہے۔ پھر ان کا ظہور مکرر چاہتا کس جواز کے تحت ہے؟

(۳) بعض اوقات مہاری مطالعے سے یہ "آشوب" بھی گزرتا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کی توصیف میں افرات و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کبھی تو سر شان کا یہ انداز کہ انہیں اپنا ہاتھ رکھتے ہیں یا غزل کے مضامین کا ان کو مورد قرار دیتے ہیں اور کبھی ان کو مبالغہ و مبالغہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات و اعیانیت کا حامل قرار دیتے ہیں۔ اللہ کے پہلے میں وحدت کے سوا کچھ نہیں، اس لئے سب کچھ حضور ہی سے مانگتا ہے۔ اہل اللہ بعد و اہل اللہ حسین کی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے توحید کے تمام خصوصیات کو حضور علیہ السلام کی ذات مبارک میں مرکوز و محدود کر دینا حضور علیہ السلام کو پسند خاطر ہو سکتا ہے۔ اللہ کی شان کبریائی اسے قبول کرے گی۔ حضور ﷺ تو شہن نبوت کے بلا حلف خود کو مقام وحدت پر رکھتے ہیں اور ہم حضور علیہ السلام کو خدا کی اعیانیت سے متصف کر کے آپ کی نور اللہ کی (یعنی دونوں کی) نفی ذات کرتے ہیں۔ ہم احد اور احمد میں کوئی امتیاز دہانہ نہیں رکھتے۔ ہم ایک پردہ ہم پر ڈال دیا ہے۔ یہ پردہ اٹھائیے تو احمد بھی احد ہے۔ کیا نعت کے ایسے مضامین قرآن و سنت کے حواجز کے مطابق اور دانش و معرفت کے اصول و اخلاق سے مناسبت رکھنے والے ہیں؟

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم و معارف کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ ازل سے لے کر تک اس عالم ممکنات میں جو اصحاب عقل و دانش پیدا ہوتے رہیں گے اور لوہاب کمال، عروج و رفعت کی جن بے کر انداز تک رسائی کریں گے وہ حضور ﷺ ہی کے علوم و معارف کے انوار کے خوش چمکے ہوں گے۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم کے بے پایاں سمندر میں سے اسے ہی علوم عطا کئے ہیں جتنے اس عظیم و خیر نے چاہے ہیں (اور ان کی بھی کوئی حد و انتہا نہیں ہے) تاہم حضور علیہ السلام کے علوم "عطا کردہ الہی" ہی ہیں اور حضور ﷺ اللہ کے تمام تر علوم کے حامل نہیں ہیں۔ چنانچہ نعت میں اس بزرگ نکتے کو ٹھوکر کھنا چاہئے اور حضور پاک کو لحاظ علوم و معارف "اللہ" قرار نہیں دینا چاہئے۔ نعتوں کے مطالعے سے ایسے مقامات بھی نظر سے گزرتے ہیں جب آپ کو اللہ ہی کی مانند عالم غیب و شہود، قرار دیا گیا ہے۔

(۵) بیس ایک اور جگہ بات نہایت برعکس ہوگی کہ تمام صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی بارگاہ علم کے تربیت یافتہ، آپ کی نگاہ التفات کے فیض یافتہ اور آپ کی درس گاہ اخلاق و سیرت کے پروردہ تھے اور یقیناً تبلیغ دین میں آپ کی مصاحبت اور رفاقت کی سعادت سے مشرف تھے۔ اسلام کے فروغ اور دین کی اشاعت میں وہ آپ کے انصار و معاونین میں تھے اور اطاعت، نیاز مندی اور فرماں برداری کی صفات عالیہ سے مزین تھے۔ اس کے باوجود حضور علیہ السلام اور ان میں وہی فرق تھا جو ایک معلم اور تلامذہ میں، ایک مطاع اور مطیعوں میں، ایک مقتدا اور مقتدیوں میں ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا در رسالت اور امور تبلیغ میں ان کے ہادی و مندوم و پیشوا تھے اور وہ سب آپ کے ملتے جلتے خدمت و ارادت میں منسلک تھے۔ حضور ﷺ امور اسلام و شریعت میں ان کے "مکمل" نہیں تھے۔ اگر نعت میں کوئی ایسا خیال نظر سے گزرے کہ حضور علیہ السلام کی نبوت صاحب اختیار تھی اور کار رسالت ناقص اور لوہو حورارہ جاتا اگر فلاں یا فلاں صاحب اعانت سے ہاتھ کھینچ لیتے۔ یعنی کسی بھی صوبہ کو "شریک نبوت" قرار دینے کا خیال اگر کسی نعت و ثناء میں آپ کی نگاہ کا دامن کش ہو تو کیا آپ اسے منافی شان رسالت اور مخالف فضا و مقاصد نبوت قرار نہیں دیں گے؟

(۶) نعت میں بعض ایسے وجدانی مقامات آتے ہیں جن میں جذبات کا دالمانہ پن ہم پر غالب ہوتا ہے اور ہم نشاط و سرشاری کی ایک کیفیت میں ملوث ہوتے ہیں۔ اس مقام پر اگر احتیاط و دامن گیر نہ ہو تو بہت سی لغزشیں وارد ہو سکتی ہیں۔ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ غلبہ عشق رسول ﷺ کے باوجود یہ مستی بے خودی کا مقام نہیں ہے۔ کتنی ہی مغفلت ہو، دور رسوں علیہ السلام پر سجدہ و گزاری کا مضمون خلاف توحید پرستی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در پر جہین عقیدت تو قہم کی جاسکتی ہے لیکن اسے سجدے کا قائم مقام قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی طرح یہ مقام دیوانگی، مدہوشی، مریضی و ریہگی کا نہیں ہے۔ "باندہ دیوانہ باش و باندہ ہوشیار" کی شرائط پر چلنا پڑتا ہے۔ دالمانہ حرم و احتیاط پر گرفت رکھنا لازمی ہے۔ مدینہ منزل لوب ہے۔ بارگاہ رسول ﷺ ع

لوب گاہی است زیر آسمان از عرش بزرگ تر

یہ "نفس گم کردہ می آید" کی منزل ہے لیکن گم شدگی اللہ اس کو تھمائے لوب کی ذیل میں آنا چاہئے نہ کہ تلازمات بے خودی میں۔ آپ "می رقصم" کی روایت لاکر دوبار رسالت میں رقص فرمانے لگیں یا ع

"ترے دربار میں آکر قلندر رقص کرتا ہے"

بھٹے لگیں تو حضور رسالت مآب ﷺ کی طبع لطیف پر یہ بات کتنی گراں گزرتی ہے؟ اسی طرح عالم بے خودی میں اپنے مقام عشق کو اتنا جذبات قرار دینا کہ ع

"وہ آئیں گے اور ان کو آنا پڑے گا"

یعنی میرا جذبہ طلب اتنا صادق ہے کہ میرے خواب میں یا میرے تصور میں حضور علیہ السلام خود تشریف آوری کی ذمہ داری فرمائیں گے۔ یہ کتنی

جملہ تہجد ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس حد تک قابلِ مواخذہ ہو سکتی ہے!

پس نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جمیل ہو، یادگار حبیب کی حاضری و حضوری کا بیان ہو، ارب، اضیاء، ہوشمندی اور سلامتی ہوش و حواس کے ساتھ اس جادو باز کسے گزرتا چاہئے۔

اس شعر میں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں مہدیاں — اک لمحہ گزر جائے اگر بے خبری کا

(عاصی کرہی)

(۷) ضما کے استعمال میں واحد غائب کے لئے ”وہ“ اور واحد حاضر کے لئے ”تو“ کا استعمال مناسب ہے یا نامناسب ہے، یہ ایک بحث ویر سے جاری ہے۔ جو ان ضما کے حق میں نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ ضما حضور علیہ السلام کی عظمت کے منافی ہیں۔ آپ، جناب، حضور، حضرت، کہتا چاہئے۔ یقیناً اس بات میں بلا وزن ہے اور یہ تعظیم ضما ہی حضور ﷺ کی شان و عظمت سے مناسبت رکھتی ہیں۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ”وہ“ اور ”تو“ کا استعمال اردو میں کیوں شروع ہوا اور اب تک جاری کیوں ہے؟ اردو شاعری زیادہ تر فارسی اور عربی کی قبیح ہے۔ عربی میں واحد شخص کے لئے ہو اور انت استعمال ہوتے ہیں اور مختلف شکلوں میں یہی وحدت قائم رہتی ہے۔ ودفعا لک ذکوکہ میں اسی وحدت کا حلازمہ ہے۔ اگر حثیہ اور جمع کے ضما استعمال کریں تو واحد شخص پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ فارسی میں ”لو“ اور ”تو“ سے ایک شخص مراد ہوتا ہے جبکہ ”شما“ اور ”ایشاں“ میں وحدت نہیں، اجتماع ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نسخہ کونین را دیباچہ لوست — جملہ عالم بندگان و خواجہ لوست
اسی حلازمہ ضما کے ساتھ فعل بھی واحد استعمال ہوتا ہے۔

تیمی کہ با کردہ قرآن درست — کتب خانہ چند ملت بہ شہ
اردو زبان میں اسی روش کی تقلید کی گئی اور نگارین نعت اسی بیج پر قائم رہے۔

(عالی) اے غلامِ فاسانِ نرمل و عجب دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

(غالب) انکی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کا مہند — واسطے جس شہ کے غالب کعبہ بے در کھلا

(اقبال) لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب — کعبہ آنکھیں رنگ تیرے محیط میں حباب

واحد ضما کے استعمال کا دوسرا سبب فنی ضرورت ہے۔ شعر لوزان و حور کی قید میں ہوتا ہے اور بیت کے ظرف میں لفظ کو مبالغہ کی طرف لانا پڑتا ہے۔ جہاں ”تو“ آسکتا ہے، ”آپ“ نہیں آسکتا۔ جہاں ”تیرا“ کی گنجائش ہے، ”تمہارا“ اور ”آپ کا“ استعمال نہیں ہو سکتے۔

امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے (کی جگہ) ”آپ کی“ آ کے عجب وقت پڑا ہے (کیسے لائیں گے)

لوح بھی آپ، قلم بھی آپ، آپ کا وجود الکتاب (کیسے ممکن ہو گا)

بعض اوقات شعر یا نہ نظم کا مزاج ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں اگر واحد کی جگہ جمع کے حلازمت لائیں تو یوں گمان گزرتا ہے جیسے ایک سے زیادہ اشخاص کا ذکر ہے مثلاً اگر مسدس حالی کے اس بند کو بہ شکلِ ذیل پڑھیں تو کیا حضور ﷺ کی وحدت شخصی اس تہذیبی عہدِ اید کے ساتھ ذہن میں آسکتی ہے؟

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے — مرادیں غریبوں کی بد لائے والے

اتر کر جا سے سوتے قوم آئے
اور اک لٹو کیا ساتھ لائے

اس کے باوجود اگر لڑان دور مٹھائیں دیں تو تنگی سے حجاز ضرور استعمال کرنی چاہئیں مثلاً

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا حسی تو ہو — ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا حسی تو ہو (عقلمندی)
ہر نبوت کے لئے وقت پہ جانا ضرور — آپ آئے تو نہ جانے کے لئے آپ آئے (عاصی کرہی)
دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز — میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضور کی (احسان دانش)

میرے خیال میں شعر کو یہ کوشش ضرور کرنی چاہئے کہ حضور ﷺ کا ذکر جمیل ہر ممکن تعظیم و تکریم کے ساتھ ہی ہو رہا ہے۔ تاہم اگر شعر کا فنی اور دست اور عری و قاری قواعد کا اجراع نہاد واحد کی طرف لانا ہے تو اسے سوہ ادب پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ سینکڑوں شعرا نے عری، قاری اور اردو میں اس فصیح کوہ تاجے اور تارے ہیں کیا العیاذ باللہ وہ نبوت کی لرفع و اعلیٰ منزلت اور حضور ﷺ کی ذات محترمہ و کرم کے بارے میں کسی تحقیر کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

(۸) بالکل ہی صورت لفظ "بُزْب" کے استعمال کے بارے میں ہے۔ بُزْب مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ایک ہے۔ اس لفظ کے معانی قدیم پائلاکت کے ہیں۔ انور محمود مدینہ الرسول کے اسماء مقدسہ کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

"مکن لبالہ جو امور عین مدینہ کے پیشروانے جاتے ہیں اور من جملہ اصحاب امام مالک سے ہیں اور دوسرے حضرات نے بھی علماء روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو بُزْب نہ کہا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک دلہ بُزْب کے تو اس کو لازم ہے کہ اس کے تذکرہ میں دس مرتبہ طیبہ کہے۔ بعض احادیث میں مدینہ منورہ کا نام بُزْب آیا ہے۔ اس کے لئے علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کا ہے۔"

تاہم بعض شعرا نے "بُزْب" استعمال کیا ہے :-

دشت بُزْب میں ترے ہاتھ کے پیچھے پیچھے — دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے (کافی)
گرتے ہوؤں کو قہم لیا جس کے ہاتھ نے — اے تاجدار بُزْب و بلخا حسی تو ہو (عقلمندی)
خاک بُزْب از دو عالم خوشتر است — اے شک شری کہ آگیا دلبر است (اقبال)

اس کے باوجود ہماری رائے میں اس سے احتیاط ہی بہتر ہے لیکن جو شعر استعمال کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں ان کے عشق و اطاعت کے بارے میں یا علم و فضل کی بہت سوہ سخن مناسب نہیں ہے۔

(۹) نعت کہتے ہوئے ہندے کی طہارت و خیال کے ملوہ مضمون کی رعیت اور ذہن و نگری تمام تر لطافت و لطافت کی پاسداری لازم ہے۔ ایسے مقام میں سے احتیاط درکار ہے جن میں سطحیت و لٹکا لٹکا ہو، قرآن و سنت کے حرائق سے انحراف ہو، نبوت کے استحکام کا کوئی پکڑا سا پھول نہ ہو یا ایسا اداسی ہو جو حقیقی اور الحرافی مسرت کی جانب لے جائے۔ ہم چند مثالیں دیتے ہیں اور بعض نکتہ شعروں کو پاؤں کے صرف مضمون کو پاؤں سے تری کل دے کر لکھتے ہیں اور ہمیں جو محابہ و مگر کوید ہو ا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں :-

○ اپنے آپ کو سب کو نئے نبی کہیں سب سے نسبت دے کر خود کو اس سے بھی کمتر قرار دے۔

— مجرّد انکار ہمارے لئے شرط اطاعت ہے۔ اپنی کتری کا اعلان و اقرار بھی ضروری ہے لیکن ٹنگ کوئے نبی کا علامہ

کر اہیت رکھتا ہے۔ کن شخص نے ہے۔ ہے عقل ہے، ہلال عدل کے لئے جا رہا ہے ہائیں دیکھ ان کے کوئے مقدس سے
اسے منسوب کرنا نہایت کر اہیت کا سبب ہے۔ غزل میں "سب جلی" کا بہت چرچا ہے۔ وہیں سے نعت گو شعرا یہ
خیال لے کرے حالانکہ ج

ہر غن سوغ و ہر کتہ مقامی و لرد

○ دل مرا غارِ راہِ جیہے۔

— ہمارا دل کتنا ہی مقدس و محری ہو ہم حرا کے تقدس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انسانی قلب یقیناً پاکیزہ
خیالات کا حامل ہو سکتا ہے لیکن اسی دل میں دوسوس و لوہام اور نفسانی خیالات کی آمد و شد بھی تو رہتی ہے
جبکہ ہم حرا میں اس مقدس جتنی کا قیام رہا جس کے قلب مقدس میں الوار و تجلیات الہی کا نزول رہتا تھا۔

○ ہمارے ہوں میں ہمارے

— حضور ﷺ کی مسما نفسی کے یقین کی صورت میں خود کو ہمارے محمد کتا ایک مریدانہ احساس ہے۔
اسی طرح:

الہی! مجھ کو ہمیشہ تم رسول نے

یہ تم رسول کیا ہے؟ ممکن ہے کسی صاحب نے تم حسین کی دعا مانگی ہو، ہر حسین شہید کے تاثر میں بالکل ہائز
طلب ہے، اور بعد میں اُمیں "سلام" کی جائے "نعت" کہنی پڑی ہو اور انہوں نے "تم رسول" لکھ کر اس ترمیم
سے کام چلا لیا ہو۔

حضور ﷺ کے تصور خیال کے ساتھ ایسے مطالعین آئے ہائیں جن میں تو لائی، روحانی اور صحت و سلامتی
کی نگاہ ہو۔

○ میں تو پھر تاجوں سے الوداع کے سایہ تیرا، یا میں نے حضور کا سایہ پن ر کھا ہے۔

— کیا یہ اسلوبِ داغ ہے؟ کیا اس مصرع کے کوئی معانی تھے ہیں اور اگر شارح حضور ﷺ کا سایہ پن لیتا ہے تو
کیا اس میں ہلکی جات وہ الفاظ تو نہیں جس کے الفاظ چہلو و تکبر سے ملتے ہوں۔

○ ہم ایسے لعل نظر کو شہوت حق کے لئے اگر رسول نہ ہوتے تو میری کافی تھی

— بے حد پر کشش اور محر آفریں شعر ہے۔ لیکن خدا انخواست اس شعر کے مضمون کا کوئی متنی رخ تو نہیں لگا۔
صبح کو رسول علیہ السلام کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

اگر رسول نہ ہوتے۔ رسالت کی ضرورت نہایت سے بے نیازی۔

ہم ایسے لعل نظر کہہ کر خود کو علمِ آگہی کے اس مقامِ غشی تک پہنچانے کا عمل جہاں رسول ﷺ کی عصمت و علو کی
جائے صرف مظاہرِ فطرت سے گزرا ہو سکتا ہے۔ خدا انخواست اس میں انکار رسالت کا تو شاہد نہیں۔ اگر میں شعر

کا صحیح مضمون دیکھتا ہوں نہ کہ سبکوں تو خدا مجھے تشریح و تعبیر کی اس سہولت پر حاف فرمائے!

○ لاشِ آپ کی موغنی میرے درد و ترے پر آکر ٹھہرتی اور میرا کمر ہی ادا یوب کا گھر ہو جاتا۔

..... ہے مہارک جذبہ ہے اور رشک و منافست کی ایک عمدہ مثال ہے لیکن کیا یہ شعر ہمارے ذہن کو غلامت میں تو ہمارا نہیں لے جاتا؟

حضور ﷺ کی لونی بوجہ حب کے گھر کی جائے میرے گھر پر نصرتی۔

لونی تو مامور من اللہ تھی اور انہی خوش نصیب صحابی کے گھر کے سامنے اس کا رکنا مقدمہ تھا اس شعر میں مشیت الہی پر تنقید ہے اور تقدیر خداوندی کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر ابو ایوب کی جگہ میں ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔ یہ فلک اس شعر میں یہ آرزو بھجاتی ہے کہ میں عمدہ رسالت میں ہوتا اور مقام صحابیت پر فائز ہوتا اور اس عمدہ مہارک کی ایک عظیم برکت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا لیکن اس میں خدا سے لے کر نافع رسول تک سب کو غلام کی ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

رشک کی ایک خوبصورت مثال نہایت سلیقہ مندی اور تاثر آفرینی کے ساتھ اقبال کی نظم "بلال" میں ملتی ہے :-

لوائے دیدہ سراپا بیار تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
خوشا وہ وقت کہ بیٹرب مقام تھا اس کا — خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

○ مجھے ہو کثرت مصیباں سے کیا اور مرے آقا شفیع عاصیاں ہیں

..... کثرت مصیباں پر فخر، اس لئے کہ حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ گناہوں پر نہ مذمت، نہ توبہ و انابت، اس سے بڑی شوق چشتی اور وید و دلیری کیا ہوگی، کوئی شخصیت کتنی ہی عادل اور صاحب فضل و کرم کیوں نہ ہو، اگر مجرم جرم پر فخر کرے اور کہے کہ عدالت کے اعتماد کرم پر میں نے گناہ کئے، کثرت جرائم میں غور ہا اور مجھے کوئی خوف تعزیر نہیں تو اس اقرار جرم اور افتخار جرم پر کوئی عدالت اسے کس طرح جا عزت دے گی کہ جتنی ہے؟

○ اے میرے گھویا مجھے طوفاں کا نہیں قم — بس قم ہی لگا دو مری کشتی کو کنارے

(یا)

انھ کے وہ چل دئے، کہتے ہی رو گئے ہم فساد — ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

فلوں کے گیت جن دھنوں میں تیار ہوتے ہیں، ان کو پس منظر میں رکھ کر اس خیال کے تحت نعت کہنا کہ یہ ہر زبان پر چڑھ جائیگی، احترام نعت کے معافی عمل ہے۔ جب ایسی نعت پڑھی جاتی ہے تو سامع کے ذہن میں قلمی طرز کو بجتی ہے اور اس قلمی گیت کی پکاریشن دماغ میں گردش کرتی ہے۔ پھر ایسی نعت میں شاعر "قلیت" ہی کی شعری فضا پیدا کر رہا ہے اور ایسے الفاظ لاتا ہے جو قلمی گیت کے مزاج کے لئے سازگار ہیں، اس لئے ایسی نعت میں نہ کوئی احساس قدس ہوتا ہے نہ تصور معیار۔ نعت خواں نولیاں بھی ایسی نعتوں کو انہی قلمی طرزوں پر "مکاتی" ہیں۔ مثلاً

اے میرے گھویا —، کو پڑھتے یا سنتے وقت یہ گاہ ذہن میں گردش کرتا ہے :-

آپا مری مبادا محبت کے سارے — ہے کون جو بجوی ہوئی تقدیر سنواری

اسی طرح انھ کے وہ چل دئے، والے گیت کے طرز پر کسی ہوئی یہ نعت ذیل ہمیں اسی قلمی فضا میں لے جاتی ہے۔

تقصیم سے لیتا ہے خدا نام محمد — کیا نام ہے اے صل علی نام محمد

نعت نگاروں کو ایسی کوشش سے احتراز واجب ہے۔ ہماری رائے میں یہ عمل سوء ادب کے مترادف ہے۔

(۱۰) نعت کے مخصوص مضامین و خیالات و تاثرات کو کسی اور شخصیت سے منسوب کرنا، جتنی کسی میر و سلطان یا مشاہیر اسلام اور بزرگ دین کے بارے میں ایسی توصیف جو صرف حضور علیہ السلام ہی سے مخصوص ہو سکتی ہے، نہایت ناپسندیدہ بلکہ میرے عقیدے کے مطابق قابل مواخذہ ہے۔ قصائد کا مطالعہ کیجئے۔ بعض شعر انے اپنے مدح و سلاطین و امراء سے وہ صفات و توصیفات منسوب کر دی ہیں جن کا اطلاق و انطباق صرف اور صرف مدح و کبریا، محبوب و سرِ احقرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی پر ہو سکتا ہے مثلاً کسی بادشاہ کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ کائنات اس لئے خلق کی گئی تھی کہ خدا کو آپ جیسے سلطان عادل کی پیدائش مقصود تھی (نعمو ہائے من و آلک)۔ یا محمدی، عدل، احسان اور مکارم اخلاق کے اعتبار سے (مخلص حصول انعام کے لائق ہیں) کسی دنیاور بادشاہ کو ان صفات سے متصف قرار دینا اور وہ بھی اسے غلو کے ساتھ کہ حضور ﷺ کی شخصیت کی تنقیص اور استغناء کا پسو نکلتا ہو (استغفر اللہ)۔ یہ سارے امور احتیاط کے مقتضی ہیں۔ ذرا سی بے احتیاطی بربادی و ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔

(۱۱) اپنے مقالے کو اختتام تک لاتے ہوئے ایک نہایت اہم بات کہنا چاہتا ہوں کہ نعت کا تعلق جذبے کی سچائی، نیت کے خلوص اور ایمان کی انتہائی صداقت اور تمام تر جذبات عشق و اطاعت پر موقوف ہے۔ اگر نعت گوئی سے شاعر کی مراد و فضا کوئی دنیوی جلب و منفعت، کوئی خواہش انعام، کسی ایوارڈ کا حصول، کوئی نمود پسندی ہے تو ایسی نعت اخلاص سے خالی ہے اور یہ کوشش بے اجرو بے ثمر ہو سکتی ہے۔ بعض شعر اھمض ٹی وی اور ریڈیو پر پڑھنے کے لئے فرمائشی نعت لکھتے ہیں بلکہ (خدا مجھے سوء ظن سے چائے) بعض شعر اتو آئے ہی اس طرف، اس لئے ہیں کہ نیلو پین سے ان کی نعت ٹیلی کاسٹ ہوتی ہے یا حکومت یا متعلقہ وزارت اس سلسلے میں سالانہ انعامی مقابلے کا اہتمام کرتی ہے۔ اگر کوئی شاعر صاحب دل ہے اور اس کا ضمیر زندہ ہے اور اسے اپنے پیارے رسول ﷺ سے محبت ہے تو کیا وہ اپنی نعت کی تعمیر ایسی کمزور اساس پر اٹھا سکتا ہے؟

(۱۲) نعت کے بارے میں ایک عمومی احساس یا رویہ یہ ہے کہ نعت تمام تر عقیدت کی پیداوار ہے اور عقیدت کا انحصار ہے۔ اس لئے عقیدت کے اس مال میں کسی "معیار" کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جیسی بری بھلی، کمزور، پچھسی تخلیق ہوگی، سرکار ﷺ اسے پسند فرمائیں گے۔ ہم کیا، ہماری ہمارا فن و فکر کیا؟ یہ تو مجز انحصار و بیان کا مقام ہے۔ ہماری فکر پر شکستہ ہے، ہمارا ذہن عاجز ہے، ہمارا قلم بے دم ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم سنا رہے ہیں کہ نعت بہت حد تک انحصار عقیدت ہے لیکن ایک بات پر غور کیجئے۔ آپ اپنے کسی عزیز یا دوست کو گلدستہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تازہ، خوش رنگ اور خوشبودار پھول چنیں گے، ان کی پتیوں کو گرد و غبار سے صاف کریں گے، غیر ضروری پتیوں کی ہیرائش کریں گے، انہیں ریشتی یا زریں ڈوری میں باندھیں گے اور ایک خوبصورت گل دان میں رکھ کر اور سجا کر حضور دوست پیش کریں گے۔ یہ اہتمام ایک اپنے جیسے شخص کے لئے ہے۔ جب آپ اس بہار چمنستان ایجاد کی بارگاہِ لطافت میں گل ہائے نعت و شاد پیش کرنا چاہیں گے تو اسے عقیدت کا انحصار نہ کہہ کر اس کی زیبائش میں کوئی شعوری اہتمام نہیں کریں گے؟ یہ کس قدر جبریت و افسوس کا مقام ہے! مشاعرہ ہونا ہے۔ اہل فضل و کمال کی مجلس ہے۔ آپ بار بار بیاض و یکسے کے لئے اپنے خیال و محنت کے مطابق بہترین کلام اس مجلس میں پیش کرنے کے لئے چنیں گے۔ لیکن نعت کو مال عقیدت کہہ کر سسل اھاری اختیار فرمائیں گے۔ حضور ﷺ، ادب کا مل، نقاد اعظم، تمام علوم و ادبیات کے مصدر و منبع اور تمام تر دانش و آگہی کے سرچشمہ عظیم ہیں۔ آپ کے کمال نقد و فکر کی مثالیں ہر فن و ہر صنف کے ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ آپ کی ہر محل اصلاحیں آپ کے ارتقائے فکر و انتقاد پر ولات کرتی ہیں۔ اس لئے نعت گو اصحاب پر لازم ہے کہ وہ موضوعات، افکار، خیالات، مضامین، فکر، اھمار، زبان، بیان، جنت، اسلوب الغرض نعت کے تمام تر معنوی اور فنی جمالیات پر نظر رکھیں، جذبہ و خیال کے علو پر نعت کی اساس اٹھائیں، صحیح اور مستند معلومات سے کام لیں۔ قرآن و حدیث سے باخبری، شریعت و سنت سے آگاہی، شعر و ادب کے فنی نکات اور قرینہ و سلیقہ مندی کے آداب کو ملحوظ رکھیں، عظمت منصب و رسالت اور مقصد و خائے نبوت کی فضا میں شعر کہیں۔ لواثرات نعت میں یہ احساس بھی ضروری ہے کہ جہاں آپ کی نعت جمال و جلال و کمال محمدی کے جلووں کی آئینہ دار ہو وہیں آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کے احوالوں کے بلاغ اور حضور ﷺ کی تعلیمات و احکام کی تبلیغ کا ذریعہ بھی ہو اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو نعت آپ کے ذہن و قلم سے ولرہ ہوئی ہے، اس کے

مضامین کا اطلاق آپ کی اپنی ذات پر بھی ہو، آپ خود حسن فکر اور حسن عمل کے سانچے میں داخل کر اخلاص و اجل و رسول ﷺ کا ایک چلا پھرنا نمونہ بن جائیں۔ آپ اپنے معاشرے کو نعت و ثنا کے مضامین کا حامل، اسی وقت مانگیں گے جب آپ اپنی شعری ملاجیت کے علاوہ اپنی ذات سے بھی اس کا ثبوت پیش کریں گے۔ نعت کہہ کر آپ خود سر پہ نعت بن جائیں۔ مدح و رسالت ﷺ کا یہ بدیہی اجر تو ہمہ وقت میرا اور آپ کا منتظر ہے۔

مدح سیرت جو کی ، تو خود کو بھی
عبر و اسوہ پائے کامل کر
یعنی جب نعت کر چکے مقلد
نعت کو اپنے ال پہ نازل کر

(عاصی کرناہی)

لوگ جھپکتے تھے کہ جو اشعار سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں نذر عقیدت ہیں، ان پر قلم اٹھانا اور ان کے بارے میں تنقیدی جرات کرنا غیر مناسب بلکہ ایک طرح سے نعت کے تقدس کے منافی ہے۔ حالانکہ نعت کا نذر عقیدت ہونا ہی اس جذبہ کا محرک ہے کہ حضور ﷺ کی درگاہِ لوب میں جو نذر پیش کی جائے وہ کس قدر خالص، بے عیب اور منزہ ہونی چاہئے اور اس میں لٹی اور معنوی سلامت دروی اور لازم و احتیاط مد سے کی کس قدر ضرورت ہے۔

نعت کے موضوع پر تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا، الحمد للہ سلسلہ چل نکلا ہے اور متعدد اہل قلم نے اس میدان میں قدم رکھا ہے اور نہایت لوب آمیز جرأت کے ساتھ بہت سی کام کی باتیں لکھی ہیں اور لکھ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ احتیاط کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی تنقیدی شعر پر حمین کی جاتی ہے تو شاعر کا نام درج ہوتا ہے۔ اگر کہیں تنقید و تخریض ہوتی ہے اور کوئی اختلافی بات لکھی جاتی ہے تو شاعر کا حوالہ حذف ہوتا ہے۔ یہ روش نہایت قابل تعریف ہے۔ بات بھی ہو جاتی ہے اور پردہ بھی رہ جاتا ہے۔ اس روش کو اگر اسی طریقہ پر تاجا جائے تو زیادہ کھل کر بات ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بعض ناقدین نے اختلاف کے مواقع پر نعت کو کا نام بھی لکھ دیا ہے، اس سے شاعر شرمندہ ہوتا ہے اس لئے پردہ کشائی سے اجتناب ہی مناسب ہے۔ یہ پردہ لوری اس لئے بھی ضروری ہے کہ جہاں اس سے اخلاقیات کا ایک تقاضا پورا ہوتا ہے، وہیں نقاد کے لئے چھڑکی صورت بھی نکلتی ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ نقاد کو غامی کی نشان دہی کرتے ہوئے خود کو کوئی سو ہو گیا ہو۔ سو شاعر کا نام نہ لکھنے سے شاعر اور ناقد دونوں ہی کی پردہ داری کا حلالہ نہ پورا ہو جاتا ہے۔

اب مجھے تنقید نعت کے دوسرے رخ پر بات کرنی ہے۔ اس امر کا اظہار ہے عمل نہ ہو گا کہ تنقید کوئی آسان کام نہیں۔ نقاد کو بہت سے علوم و فنون پر عبور کامل ہونا چاہئے خصوصاً وہ جس صنف شعر و لوب پر قلم اٹھا رہا ہے، اس سے متعلق بہت سا بہرہ پللو اور بہت جت علمی ذخیرہ اس کے دل و ان علم میں ہونا چاہئے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ وہ جس صنف شعر و لوب پر تنقید اور تحقیق کر رہا ہے، اس سے وہ تحقیقی سطح پر بھی نہ صرف آشنا ہو چکے اس پر ذخار کا شلور بھی ہو۔ المختصر اسے کامل دستگاہ حاصل ہو، تاکہ وہ استدلال اور حوالے کے ساتھ بات کر سکے اور شعور اور بصیرت کا اقتباس و انفراس کے پاس ہو کہ وہ اعتبار اور خود اقتبازی کے ساتھ رائے قائم کر سکے اور محاکے کے چارہ بازک سے سلامت دروی کے ساتھ گزر سکے۔ نقاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحبِ مدل ہو، کسی طرف داری اور کسی گردچنگ کا شکار نہ ہو، جذباتیت سے مغلوب نہ ہو، اس کی سوچ اور اس کا اعتبار دونوں اس کی عالی ظرفی، بلند حوصلگی، مبر اور قوت برداشت کے قمار ہوں۔ منصب نقاد اصل میں منصب مدل ہے اور اس کے لئے اہلیت کی شرط کلاور نقد و نظر کے ضوابط سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں میں خود ہی اس بات کی وضاحت کر دوں کہ جس طرح ہر شاعر جذب نعت گوئی کی فرولی اور منظر لب شوق کے ہر وجود اعلیٰ درجے کا نعت گو نہیں ہو سکتا، اسی طرح نقد و نظر کا ہر مدلی بھی ایک معتبر نقاد نہیں بن سکتا۔ یقیناً خواہش مدل کسی بھی شخص میں ہو سکتی ہے لیکن محض اس خواہش کی بنا پر اسے منصب مدالت پر فائز نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ مدل کی اہلیت کے ساتھ ساتھ مدل کے علم اور اس علم کے

و عید سناتے رہ جائیں اور وہاں سے پروانہ طیش جاری ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) خای اور خطا کی نشان دہی پر کسی کی نیک نیتی (اعلام نیت) کو جہل نہیں مانتا چاہئے اور ہرگز شبہ و تردید نہیں کہ چاہئے۔ کون ایسا مردود و مطلوب بدبخت ہو گا جو حضور ﷺ کا کلمہ بھی پڑھے، ان کی مدد و تائید بھی کرے اور اس کی نیت میں فتور بھی ہو، وہ دانستہ ایسے مضمون باندھے جس میں کسر شان اور استکلاف ہو۔ غلو میں نیت کے باوجود کوئی قہری سوا قہمی لغزش ہو جائے تو ایسا شاعر لائق غرور نہیں ہے۔ رونا دھنا کی اور بددلتی و بدایت کا ضرورت مند ہے۔ ہفتہ کو چاہئے کہ اس پر کفر و شرک کا فتویٰ صادر کرنے کی جائے اس کی طبعی ہمدی کرے۔

(۳) اپنی تنقید کی گرہ باری کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ ہفتہ کی نعتیہ تصانیف و ذخائر کا امیر گالے، آستینیں چڑھالے اور قلم کو نشتر بنا کر پیش زنی کا عزم کر لے اور یہ طے کر لے کہ مجھے میب شہری اور خطائیں کے فیصلہ کا قصہ نہیں چاہیے۔ پھر اگر کوئی نعت گو خود سے چاہے کہ اس کے کلام پر رائے زنی کر دی جائے تاکہ اسے اصلاح کی روشنی حاصل ہو، جب یہ اخلاقی فریضہ ادا کرنا زیادہ موزوں ہو گا۔

(۴) تنقید اور خصوصاً نعت پر تنقید کے رویے کے بارے میں ایک امر کے اختیار پر میں ضرور ہفتہ یں سے اصرار کروں گا کہ وہ "مرد حرمین" کو زیر تنقید لانے سے عموماً اجتناب فرمائیں۔ دنیا سے جانے والے اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو چکے ہیں۔ وہ جائیں، ان کا رب جانے۔ پھر اس مقام پر ہیں کہ ہفتہ کی میب لٹائی، خطا جوئی اور اخلاق کی نشان دہی پر اپنی اصلاح نہیں کر سکتے۔ اگر تنقید کے سبق میں ان کا حوالہ لازمی ہی نظر آئے تو "احرام فضائل" کے جذبہ کے ساتھ نہایت جگہ جگہ پھٹکے انداز میں ان پر رائے زنی کرنی چاہئے۔

اکثر مرد حرمین نے یثرب کا قصبہ محفل استہلال کیا ہے یا عرفی اور قاری میں ضمیر واحد حاضر یا واحد نائب کا اجماع کرتے ہوئے مرد و نعت میں بھی یہی ضمیر استہلال کی ہے یا کہیں کہیں غلو اختیار کیا ہے۔ دنیا سے گزرنے والے اب ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ ہاں جو ہمارے درمیان ہیں ان کی نعتوں پر فنی شرک اور اخلاقی خصوصیات کے ساتھ رائے کے اختلاف میں کوئی قناعت نہیں ہے۔

(۵) غلو کی بات جلی ہے تو یہاں ایک اور نکتہ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ کی صفات کا پر توہ کاں الہی اور خصوصاً عباد خاص (خاصان خدا) پر ہوتا ہے۔ خدا و محمد و کریم ہے، محمد و کریم کی صفت ہندوں میں بھی ہوتی ہے۔ خدا و رف ہے، جو او ہے، خطائیں طشے والا ہے، عدل اور فضل اس کی صفات ہیں۔ ہندوں میں بھی ہر وقت درخت، جو درخت، خطا پوشی اور انصاف پسندی کے لوصاف موجود ہیں۔ جو ہندو جس طرح غلو پر ہو گا، اس کے اخلاق میں اتنا ہی غلو اور نفرت ہو گی۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام تو بے شمار صفات طہیہ اور اخلاق خداوندی کے پر توہے خصوصاً انکس پذیر اور متصف ہوتے ہیں۔ اس لئے نعت و شاعر رسول ﷺ میں جب نعت گوئی علیہ السلام کی وصف نگاری کرتا ہے تو بعض ہفتہ یں اسے غلو قرار دے کر یہ لونی فتویٰ دے دیتے ہیں کہ نعت نگار نے احتیاطی سے اٹھی مدد میں دلیل ہو گیا ہے۔ مثلاً استغاثت کا مضمون ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ کی آیت وند میں استغاثت ہفتہ کا حکم واضح ہے لیکن یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اعانت و نصرت کے سلسلے میں جو خدا کی حدود اختیارات ہیں (اور ان کی کوئی اختا نہیں) ان میں کوئی نئی مداعت نہیں کر سکتا۔ لیکن اعانت طہی میں جو انسانی حدود اختیارات ہیں، ان کے پیش نظر ہم نعت میں ایسا مضمون کیوں نہیں لایا جیسے جس کے دیکھنے سے ہم اپنے نبی ﷺ سے کچھ طلب کریں۔ اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ شفاء کا عمل عطا کرنے والی ذات اس حکیم مذاق کی ہے جسے اللہ کہتے ہیں لیکن ہم امر اضر امت کے حوالے سے اگر نئی امت سے درماں طلب کریں تو اس میں اختلاف الہی کی کون سی صورت نکلتی ہے؟ اقبال کہتے ہیں رح

تو اسے مولائے یثرب آپ میری چادر سازی کر

یہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چادر ساز کہہ کر پکارنے سے اللہ کے شافی مطلق ہونے کی نفی کیسے ہو جاتی ہے؟ "اے اللہ کے رسول اللہ کا ہے" کہہ کر اقبال جو اپنے نبی ﷺ کی چشم افشائے سے لگا کر کم کا طالب ہے، خدا کی نگاہ کرم سے کیسے بے نیاز ہو گیا؟

نتیجہ کلام یہ ہے کہ اگر ہفتہ دن مہذبانہ امور کو نظر میں رکھے تو وہ "اختلاف الہی" کا حکم ہر مقام پر صادر نہیں کر سکتا۔

عنوانات

قدیم ادوار سے عصر حاضر تک حمد و نعت کا جائزہ

جنوبی ہند کے حوالے سے سیاسی پس منظر

تمذہبی و لسانی جائزہ

فارسی روایت نیز ہندوی روایت یعنی فارسی پذیر اور فارسی گریز روایت کا جائزہ

اردو کا پہلا حمد و نعت گو شاعر

جنوبی ہند کے ممتاز شعرا : خواجہ مدد نواز گیسو دراز - سید محمد اکبر حسینی - فخر الدین نظامی - میر انجی حسن العشاق -

صدر الدین - شیخ بہاء الدین ہاجن - شاہربان الدین جانی - شاہ علی محمد جیو گام دھنی - قاضی محمد دریائی گجراتی -

شاہ اشرف سیلابی - عبدالمالک بھرچی - شاہ امین الدین اعلیٰ - سید شاہ ہاشم حسینی - خوب محمد چشتی -

جنوبی ہند میں حمد و نعت کا باقاعدہ آغاز :

محمد قلی قطب شاہ - ملا اسد اللہ وجہی - عبد اللہ قطب شاہ - غوامی - نمن نشاطی - صنعتی - مقبسی - نصرتی - طبعی یا طبعی -

علی عادل شاہ جانی شانی - عالم گجراتی - سید بلاتی - مختار - معظم - قدرتی - قناری - لہائی دکنی - عبدالحمد ترین -

مٹھن - ولی دکنی - قاضی محمود جری - فراقی - سراج اورنگ آبادی - ولی دیلوری - نوازش علی شید - محمد باقر آکاہ -

مرثیے میں حمد و نعت کے عناصر •

یتیم احمد ہان پوری ، محمد اشرف احمد آبادی ، تقی ، جانی ثانی ، جعفر حسین ، حسینی ، واس ، رضوان ،

عشقی ، غازی ، غلامی گجراتی ، غوامی ، قادر ، مرزا ، مریدی ، ہاشمی بجا پوری ، رفیع ، رحزی ، محمد علی

جنوبی ہند کی حمد و نعت کا جائزہ

شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی حمد و نعت - حوالہ صوفیا کی حمد و نعت کے نمونے :

حضرت غلام قادر شاہ - شیخ محمد حاجی - امام غس قاری - شیخ عثمان - شیخ الفرج محمد فاضل الدین بٹاوی -

محبوب عالم شیخ جیون چشتی صابری - عبدی - اسماعیل امرہوی - محمد فقیر اللہ - رحمت شاہ - شاہ مرادین قاضی جانی محمد -

شیخ محمد نور -

شمالی ہند کے ممتاز شعرا کا ذکر اور حمد و نعت کے نمونے (عہد میر و سودا سے امیر و محسن تک)

میر تقی میر - مرزا محمد رفیع سودا - خواجہ میر درد - میر حسن - غلام ہمدانی مصطفیٰ - خواجہ حیدر علی آتش -

شوق لکھنوی - نظیر اکبر آبادی - سکیم مومن خان مومن - بہادر شاہ ظفر - اسد اللہ غالب - لطف دیلوی -

کفایت علی کافی۔ دلدار علی مذاق بدایونی۔ حافظ پبلی بھتی۔ امداد اللہ ساجر کئی۔ کرامت علی شیدی۔
قلام امام شہید۔ مرتضیٰ حسن میان ویزدانی میر غمی۔ دلخ و دہلوی۔ امیر مینائی۔ نیاز دہلوی۔ محسن کاکوروی۔

عہد میر و سودا سے امیر و محسن تک حمد و نعت گوئی کا جائزہ

عصر جدید یعنی ۱۸۵۷ء سے تشکیل پاکستان تک کی حمد و نعت گوئی کا سیاسی و معاشرتی پس منظر
عصر جدید کے ممتاز شعراء، ذکر اور حمد و نعت کے نمونے :

الطاف حسین حالی۔ اکبر الہ آبادی۔ شبلی نعمانی۔ اسماعیل میر غمی۔ علامہ محمد اقبال۔ مظفر علی خاں۔ مولانا احمد رضا خاں دہلوی۔

حسن رضا خاں حسن دہلوی۔ قانی۔ امیر۔ جگر۔ حسرت موہانی۔ اقبال سبیل اعظم کرمی۔ اکبر دہلوی۔ احمد حیدر آبادی۔ سید مہدولہ۔

عصر جدید کی حمد و نعت کا جائزہ

عصر حاضر کی حمد و نعت گوئی، سیاسی اور معاشرتی پس منظر میں

عصر حاضر کے نمائندہ شعراء، ذکر اور حمد و نعت کے نمونے :-

ضیاء القادری بدایونی۔ بھڑو لکھنوی۔ ماہر القادری۔ سیلاب اکبر آبادی۔ حفیظ جالندھری۔ حافظ مظفر الدین۔ افق کاشمی۔

سید عبدالعزیز شرقی۔ اسد ملتانی۔ ظلیل صدیقی۔ احسان دانش۔ عبدالعزیز خالد۔ حفیظ تائب۔ حافظ لدھیانوی۔ راسخ عرفانی۔

اعظم چشتی۔ راز کا شیری۔ امیر حسین نظیر لدھیانوی۔ زائر حرم حید صدیقی۔ احمد ندیم قاسمی۔ مظفر دہلوی۔

راقب مراد آبادی۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔ کرم حیدری۔ یزدانی جالندھری۔ راجا رشید محمود۔ جعفر بلوچ۔ آغا صادق۔

خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب۔ حافظ محمد افضل فقیر۔ حفیظ صدیقی۔ عارف عبدالستین۔ محشر رسول نوری۔ محشر بدایونی۔

رفیع الدین ذکی قریشی۔ عزیز حاصل پوری۔ حزیں صدیقی۔ حنیف اسدی۔ ہاشم دہلوی۔ طفیل ہوشیار پوری۔ صہبا اختر۔

اقبال عظیم۔ خالد بڑی۔ سرور کھٹی۔ ابو الاتیاز۔ ع۔ س۔ مسلم۔ اعجاز رحمانی۔ جیش محمد الیاس۔ اسلم انصاری۔ نیاز صدیقی۔

امیر علی شاہ۔ ہلال جعفری۔ حسین سحر۔ انور جمال۔ لالہ صحرانی۔ ہاشم صدیقی۔ غوث مقرر لوی۔ ساغر مشدی۔

میش شجاع آبادی۔ سید قرزیدی۔ صفی رحمانی۔ طاہر سلطان۔ ڈاکٹر ریاض مجید۔ حاصی کرنالی۔ مرث صدیقی۔ محمد اسلم حیدر۔

ڈاکٹر محمد امین۔ اقبال ارشد۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی۔

اردو میں حمد یہ مجموعوں کا جائزہ

حوالہ : عبدالسلام طور۔ طفیل دلرا۔ سید سرور بدایونی۔ درد کاکوروی۔ حافظ لدھیانوی۔ مظفر دہلوی۔

لطیف اثر۔ لالہ صحرانی، وغیرہ

عصر حاضر میں پچاس سالہ حمد و نعت کا جائزہ

اردو شاعرات (حمد و نعت)

نواب اختر محل اختر۔ امت الکریم۔ ام مشتاق پروین۔ حضرت علی بی پٹواری روشن۔ شمس النساء بکرم شرم۔ شعیبہ ایوبی۔

نواب شاہجہاں دکن شیریں - شرف النساء دکن ضرورت - فرخ لاہوری - کنیز نھو خانم - کنیز قاطرہ کنیز - کئی - محبوب -
 معینہ النساء حضرت فی فی پهلوانی - اختر حیدر آبادی - لوا جعفری - انیسہ ہارون شروانیہ - بغیر النساء دکن بشیر -
 خیر النساء دکن بہتر - دکن انصاف - دکن عروج - ربیعہ پنہاں بریلوی - تبسم قاطرہ قادوقی - کدہ - اللہ تنسیم -
 تنہیت النساء دکن تنہیت - حمیدہ دکن - حیا بریلوی - بدر النساء دکن خفی - خورشید آرا دکن - روحی علی اصغر -
 زاہدہ خاتون شروانیہ - زہرہ حیدر آبادی - سردار بانو الوری - ش - ل - شیم چاندھری - طاہرہ سعید - طلعت طلویہ -
 عفت مظفر گری - علیا حضرت دلسن پاشا - محمود پهلوانی - عقیبہ ابوبنی - مریم قادری - مستورہ ضویہ - سعیدہ عروج مظفر -
 معینہ حیدر آبادی - باز بکری - باز شہر بھیجود - صالحہ زہبت - وحیدہ نسیم - نسیم قاطرہ بریلوی - نور جہاں نور بہ ابوبنی -
 نوشاہہ خاتون - زہرا اڈلہ - سرت لوری - ذر شہوار زممس - پروین شاکر - زاہدہ صدیقی - زممس شیخ - ناہیدہ قاسمی -
 وحیدہ روشن پروین - طاہرہ شیم - ناہیدہ رضا - حاجرہ مشکور ناصرہ - شفقت سلطانیہ - ساجدہ فرحت - عارفہ حلیم -
 قیسرہ علیم - فوزیہ تنسیم - مریم النساء مریم - خالدہ نوشین - خالدہ لہریں - سیدہ تبسما عابدی - نوشاہہ زممس - شریانوہاشمی -
 غیر مسلم شعرا (نعت)

بھی زائن شفیق - راہا بکھن لال بکھن - فشی شکر لال ساقی - مدد اجاسر کشن پر شاد شاد - دلورام کوثری - عرش ملیانی -
 سادھو رام آرزو سادھو پوری - منور لکھنوی - چمن لال چمن - امر چند قیس چاندھری - کنیز داس بھاری -
 موج حق گوئی - لوب بیجا پوری - رگو ناتھ سائے امید - کال داس گپتا شہنا - لالہ مکی زائن سقا - فراق گور کچھوری -
 کئی دہلوی - ہری چند اختر - تلوک چند محروم - بگن ناتھ آزلو - پنڈت لومبار لکھنوی - کالکا پر شاد -
 زدیو سنگھ اشک چاندھری - شن سنگھ بیل - بلوٹ سنگھ راہا - کور مندر سنگھ بیدی - شیر سنگھ فرخ آبادی - امر سنگھ عاراج -
 گور عش سنگھ علور چاندھری - فشی جواہر سنگھ جوبر - نذیر قیسر -
 غیر مسلم شعرا (حمد)

پنڈت دیا شکر نسیم - فشی بگن ناتھ خوشتر - فشی شیو پر شاد دھیمی - فشی دھیمی پر شاد سحر - فشی درگا سائے سرور -
 فشی جوالا پر شاد رتی - سورج زائن مرد دہلوی - فشی تلوک چند محروم - بگن ناتھ آزلو -
 مکاتیب علماء و ادبا

چوتھاباب

قدیم ادوار سے عصر جدید تک حمد و نعت کا جائزہ

جنوبی ہند کے حوالے سے سیاسی پس منظر :

عرب کا رابطہ ہند میں قدیم ادوار سے تھا۔ تجارت اہم سبب تھی۔ بعض قبائل نے جنوب کے ساحلی مقامات پر سکونت اختیار کر لی۔ یہ عمل ان کے قبول اسلام کے بعد ہو چکا تھا۔

محمد بن قاسم کی فتح سندھ و ملتان ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔ فتوحات کا دائرہ جوں جوں بڑھا۔ یہ ردِ لہجہ مضبوط تر ہو گئے اور تجارت کے ساتھ ساتھ سیاست کا تعلق بھی استوار ہوتا چلا گیا۔ اسلامی ریاست قائم ہوئی تو اس کی حدود نے توسیع اختیار کی اور جنوب سے شمال کی جانب دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ محمود غزنوی کا حملہ ہند ۳۹۲ھ (۱۰۰۱ء) کا واقعہ ہے یعنی محمد بن قاسم سے محمود غزنوی تک تقریباً ۳۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ اس عہد میں محمود کی مسلسل فتوحات کے تحت پنجاب و سرحد کے بہت سے علاقے بھی مسلمانوں کے زیرِ تصرف آ گئے۔ پنجاب میں باقاعدہ حکومت کا آغاز ہوا یہ علاقہ براہِ راست سلطنت غزنوی کے ماتحت ہو گیا اور مرکز ہلالور اس سلطنت کو اپنی نئی دستگیریاں حاصل ہوئے۔ یہ حکومت کم و بیش دو سو سال تک قائم رہی۔ ۱۱۹۳ھ میں شہاب الدین غوری کی فتوحات کے نتیجے میں سارا شمالی ہند اسلامی حکومت کے دائرے میں آچکا تھا۔ اور یہ سلطنت پنجاب سے لگاتار تک پھیلی چکی تھی۔ دہلی اس کا مرکز تھا۔ محمد بن قاسم سے شہاب الدین غوری تک (تقریباً پانچ سو سال کی مدت میں) ہندو صوفیہ کے اکثر علاقے مسلم حکومتوں کی ذیل میں تھے۔ ۶۰۲ھ میں قطب الدین ایبک نے ایک باقاعدہ خود مختار حکومت قائم کی اور روز بروز اس کی حدیں بڑھتی چلی گئیں۔

علاء الدین خلجی نے ۶۹۷ھ میں گجرات کو فتح کیا اور ۷۱۰ھ میں مددوکن اور ماہوہ منترج ہو کر سلطنت دہلی میں شامل ہو گیا۔ گجرات سے دکن تک انتظامی طور پر سو سو سو اضلاع میں تقسیم کر کے انتظامی حلقے بنادیئے۔ ہر حلقے پر امیر صدر مقرر کیا گیا۔ محمد بن تغلق نے ۷۲۸ھ میں دہلی کی جانے دولت آباد کو پایہ تخت بنایا اور فرمان شاهی کے ذریعے تمام آبادی کو نقل مکانی کا پابند کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان علاقوں پر موثر طور پر گرفت قائم ہو۔ محمد تغلق کے عہد حکومت کے آخر میں امیر ان صدر نے متحدہ بغاوت کر دی اور ایک امیر حسن گنگو کو ۷۳۴ھ میں اپنا امیر مقرر کر دیا۔ اور اس طرح بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ جو ۱۳۵۰ء سے ۱۵۲۵ء تک قائم رہی۔ جو دہلی کے مرکز سے کٹ کر خود مختار حیثیت سے دو دہائی سو سال تک برقرار رہی اور جب یہ سلطنت بد نظمی اور انتشار کا شکار ہوئی تو اس کے بعد پانچ خود مختار ریاستیں ابھریں جو بعد میں تین رہ گئیں یوسف عادل شاہ نے ۸۹۷ھ / ۱۴۹۰ء میں خود مختاری کا اعلان کیا اور وہ عادل شاہی سلطنت کا بانی بنا۔ اس سلطنت کا مرکز پنجاب اور تھا۔ جو ۱۴۹۰ء سے ۱۶۸۶ء قائم رہی۔

احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت (۱۶۳۳ء تا ۱۶۸۷ء) اور گولکنڈہ کی قطب شاہی سلطنت ۱۵۱۸ء تا ۱۶۸۷ء قائم رہیں۔ آخر کار مغلوں نے ان سلطنتوں کو ختم کر کے ایک مضبوط و وسیع اور ہمہ گیر حکومت قائم کی اور پورا دکن مغل حکومت میں جذب ہو گیا۔ اور گنگوہی تک یہ استحکام برقرار رہا لیکن اور اس کی آگے مندی، ادھر مغل سلطنت باہمی اختلافات، تنازعات، خانہ جنگیوں اور بد نظمی و انتشار کے سبب زوال آشنا ہوئی اور دکن سلاطین آصفیہ کے تصرف میں تقریباً دو سو سال رہا۔ آخر ۱۷۷۳ء میں ہندو صوفیہ کا آغاز ہوا۔ فاعصیر و یا اولی الالبصار

ترندہی و لسانی جائزہ

مسلمان فاتحین، سندھ کے راستے ہندو صوفیہ داخل ہوئے۔ پھر سرحد اور پنجاب سے ان کا رابطہ ہوا۔ دہلی سے دہلی پہنچے اور پھر آہستہ آہستہ

اس سلسلے میں سب سے پہلے ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک محکمہ پیش ہے۔

”قدیم لوب میں ہمیں دو اثرات نظر آتے ہیں : ایک انڈیائی روایت کا ہے کہ جب اردو لوبہ عظیم کی زبانوں کے الفاظ، ان کی اصناف، ان کی تسمیحات، اساطیر اور انداز بیان کو اپنے تصرف میں لاتا ہے یہ اثرات آثار سے لے کر دسویں صدی ہجری تک قائم رہتے ہیں۔ لیکن جب ہندی روایت میں تحقیقی ذہنوں کی پیاس بھالنے کی صلاحیت نہ رہی اور اس سے جو کچھ لیا جاسکتا تھا، لیا جا چکا، تو پھر اردو زبان کا تحقیقی ذہن فارسی لوب اور اس کی روایت کی طرف رجوع ہو گیا۔ فارسی میں لوب کی طویل روایت اور اس کا عظیم الشان ذخیرہ تھا۔۔۔۔۔ اس زبان کو تہذیبی اور سیاسی قوت بھی حاصل تھی اور اس میں چند پایہ لوب کی طویل روایت بھی موجود تھی۔۔۔۔۔ اور گلزیب عاصی کی فتح و کن کے بعد شہل اور جنوب گھر آنگن بن جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ اردو لوب کی دکنی روایت دم توڑ دیتی ہے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ دکنی کی شکل میں خود شہل کو فتح کر لیتی ہے۔ لوب کا علاقائی رنگ لڑ جاتا ہے اور جنوب کی طویل روایت لوب شہل کی زبان اور لہجے سے ملی کر ایک نیا عاصی معیار لوب تلاش کر لیتی ہے۔ جو سادہ و عظیم کے لئے یکساں طور پر قابل قبول ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ دکنی اس دور میں بہت وقت دو کام کرتا ہے ایک یہ کہ قدیم لوب کی روایت کے زندہ عناصر کو تصرف میں لا کر نگر و انکار کی نئی رنگت ملادیتا ہے دوسرے اردو زبان و لوب کو فارسی طرز احساس میں احوال کر معاشرے کی اس خواہش کو پورا کر دیتا ہے جو ایک طرف فارسی زبان کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا اور دوسری طرف خود فارسی زبان میں تحقیق کرنا اس کے لئے بہت دشوار ہو گیا تھا۔“ (۲)

ایک طرف شہل ہندی تحقیقات میں فارسی کا گہرا چھوڑا تھا اور فارسی زبان میں استعداد ظاہر کرنے والے علاوہ لوب کی نسیبت قدر تھی جن کے حاطین زیادہ تر خواص تھے تاہم یہ اہل علم جب عوام سے مخاطب کرتے تو انہیں عمومی لہجے ہی میں بات کرنی ہوتی تھی علی الخصوص صوفیائے کرام کے تبلیغ دین کے عمل کے لئے وہی زبان ضروری تھی جو دکن و مہرات میں رائج تھی۔

امیر خسرو ۱۲۵۵ تا ۱۳۵۵، شیخ فرید الدین گنج شکر ۱۲۶۵ تا ۱۳۴۳، علی شاد قدس سرہنی ۱۳۴۳، شیخ ہاجن (۱۵۰۶ تا ۱۳۸۸)، شیخ حمید الدین بگوری (۱۲۷۳ تا ۱۳۷۳)، شیخ شرف الدین بکلی منیری (۱۳۸۰ تا ۱۴۵۵)، شیخ عبد القدوس سنگھی (۱۵۳۸ تا ۱۳۵۵)، کو فیروز نے فارسی زبان میں تحقیقی انکار کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کے تہذیبی عوام سے مخاطب کی ضرورت کے پیش نظر عوامی سطح پر بھی قدیم رکھنا اور ہندی روایت سے متعلق ہوئے چنانچہ ان ائمہ نے اپ کے یہاں فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ کی آمیزش میا ایک مصرع فارسی، دوسرا اردو میں لانے کا میلان، مخلوقات، فقرے، ادھرے، ہندی متولے، منظوم قول اور منظومات وغیرہ اسی روش کا نتیجہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہندی راگ، رانگیاں، ہندی قارو اور وزن کا استعمال بھی اسی رد عمل کا منظر ہے۔ امیر خسرو نے ایرانی موسیقی کو ہندی موسیقی سے آمیز کر کے نئے راگ رانگیاں ایجاد کیں۔ اس کے علاوہ پہیلیوں، کہکریوں اور اہلیوں کہہ کر تحقیقات کے حسن کونٹ سے مظاہرے آتشاکیا۔ یہ گویا نے ماحول، نئی غذا اور نئے منکبہات کے تحت حواس کے باوجود انکار کمال کا ذریعہ شہل ہندی فارسی زبان ہی رہا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی امیر خسرو کے ذکر میں کہتے ہیں :

”امیر خسرو نے خود اس شاعری کو اہمیت نہیں دی اس لئے اسے ملحوظ کرنے کی کسی دیوان کا حصہ بنانے کا انہیں

خیال نہیں آیا۔ انہوں نے اسے حق طبع کے طور پر استعمال کیا۔“ (۳)

جام جم اور نگ زیب کے مد حکومت میں ظاہری سیاسی فتنہ و ہلال کے باوجود نظام خلیل صحت مند رہا اور ہولڈاؤنگز جاہلی تہذیبی سانچوں نے لکھتے
 فارسی زبان کی اہمیت و افادیت بھی اسی کے ساتھ کم ہونے لگی۔ اور وہ زبان جو فارسی اقتدار کے سامنے نفروں سے مگری ہوئی تھی نئے رنگ و روپ کے
 ساتھ اٹھ اٹھ گئی۔ (۴)

یہ مختصر جائزہ جو شمال ہند سے حلقے سے لیا گیا ہے، صحت کرتا ہے کہ فارسی شعری روایت شمالی ہند میں اپنی بے صوبہ دکھا کر آخر کار وکن میں نشوونما پائی
 والی ہندوی روایت کے تحت پس منظر میں چلی جاتی ہے اور جملہ شعری اصناف، جن میں ممد و نصرت بھی شامل ہیں، عارضی طور پر فارسی گریز روایت کے
 پردے سے غور کرتی ہیں خصوصاً گہری ادب اس روایت کے نشوونما کے لئے حمایت رز فیروز زمین اور سازگار آب ہو افرام کرتا ہے۔

پہلے دور پہ ایسے سیاسی حالات پیدا ہوتے رہے جنہوں نے گجرات کو ایک اہم حیثیت عطا کر دی۔ مثلاً علاء الدین خلجی کے لئے انتظام کے
 تحت بے شمار ترک خاندان یہاں آباد ہو گئے اور لہرو زبان ان کے درمیان رابطے کا کام دیتی رہی۔ ہر علاقے سے صوفیاء و تہجد نے یہاں رخ کیا۔ دوسرا
 واقعہ ہجرت کا ہے جب امیر تیمور کے حملے کے خوف نے اور بعد میں ۱۳۹۸ء میں اس کے بیٹے نے دہلی کی مرکزیت کو صدمہ پہنچایا اور بے شمار لوگ
 گجرات کے دہلاکھن میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۴۰۱ء میں فیروز شاہ بہمنی کو جب گجرات اور ہندو عطا ہوئے تو ہجرت کا عمل تیز ہو گیا۔ گجرات میں
 مظفر شاہ نے ۱۴۱۰ء میں گجرات کی تمام حکومت سنبھالی اور ملا فضا اور صوفیائی بے حد قدر الزامی کی۔ ان اسباب نے لہرو کو ہر دہلاکھیا اور لہرو
 صحیح پر روشناس ہوئی۔ یہاں کی روایت نے عربی فارسی اور شکریت کی روایتوں سے برکت کر کے ایک حوالی روایت اختیار کی جو دو سو سال تک مستحکم
 رہی۔ شاعری اپنے پیران اور وراثت میں گہن کے گیتوں سے قریب تر رہی اور یہ صاف طور پر فارسی نظام اور لوازم سے انحراف تھا۔ خصوصاً صوفیانہ
 اقتدار کے لئے یہ نظام اور روایت سازگار اور مژد تھا۔

میں جگری وجود میں آئی ہے۔ جسے ذکر کرنا نہیں کہتے ہیں۔ اس میں ہندو اور سولہ لکھ لہرو مرشد کا ذکر ہوتا تھا کہ اس طرح ذکر کی ممد و نصرت ہی
 کا ایک حوالہ یہ اکمل ہے۔ یہ ایک طرح سے مختصر گیت پاراگ ہوتا تھا جو عام فہم لوزن میں ہوتا تھا اور جسے سازوں پر گا کر حوام کے دلوں میں جذبات
 عشق اور وجد و حال پیدا کیا جاتا تھا۔ یہ دو بروں کی شکل میں بھی ہوتی تھی۔ اور قین قین چار ہند مصر حوں کی وراثت میں بھی۔
 گہری لہرو کے بارے میں ڈاکٹر جاہلی کہتے ہیں۔ "گہری لہرو کے اپنے مخصوص لوزن تھے۔ اس کے پاس اپنی وراثت تھی۔ جس میں دو ہرے،
 عقلمند، مکلف اور چین شامل تھے۔ تصوف، اخلاق کے موضوعات کو موسیقی کی مختلف راگ راتینوں کے مطابق شاعری کی زبان میں ترتیب دینے کی
 روایت تھی۔" (۵)

انگریزی فتح گجرات ۱۵۱۹ء کے بعد گجرات میں قدرونی تائید ہو گئی اور صحت سے مل کر کمال نے دکن کا رخ کیا جہاں سلاطین و امرا اکمل کے
 جوہر شاس تھے اور ان کے دربار شعروادب کے مراکز بنے ہوئے تھے گیارہویں صدی ہجری میں شاہان وکن کی سرپرستی میں زبان وادب کو فروغ و ترقی
 کے لئے اسباب و امکانات ہاتھ آئے۔ اب گہری روایت ماند پڑتی جا رہی ہے۔ ہندوئی اہمیت و اسباب کی چمک چھ رہی ہے اور فارسی روایت کا احیاء رہا
 ہے۔ لہرو زبان فارسی روایت کے قدیم اجزاء پر دوبارہ مائل ہے۔ اصناف، سخن، نظام اور زبان و بیان کے یہ ایسے اور دوسری لہرو اصطلاحات کے لئے
 زبان اور دوبارہ فارسی سے رجوع کر رہی ہے۔ جب گیارہویں صدی ہجری اپنے اختتام کو پہنچتی ہے تو لہرو زبان پر فارسی روایت کی جڑیں نہایت گہری اور
 مضبوط ہو جاتی ہیں۔ تمام ہر قدیم زبان کے علاقائی تھکوتوں اور تغیرات سے بلند تر ہو کر اس نے معیار میں داخل ہوتا ہے جسے "روایت" کا نام دیا جاتا ہے۔
 اور بارہویں صدی ہجری میں ہندو روایت اپنے تمام مصلحتات اور خصیات کے ساتھ پس منظر میں چلی جاتی ہے اور فارسی شعری روایت کے ظہور سے
 نفاذ ہو گئی ہے۔

ہم یہاں یہ بات واضح کر دیں کہ بعد میں دور نمبر ۱۵۲۵۵۱۳۵۰ اور اس کے بعد عادل شاہی دور ۱۶۸۵۵۱۳۹۰ پھر قطب شاہی دور ۱۶۸۶۵۱۵۱۸ ملتے ہیں۔ ان لوگوں میں انیسواہر گز نہیں ہوا کہ ہندی روایت اچانک ترک اور منقطع ہو گئی ہو۔ کوئی روایت نہ ایک دن میں بنتی ہے نہ ایک دن میں مٹتی ہے۔ یہ سارا عمل آہستہ روی سے جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے میں کبھی فارسی روایت زیریں لہر کی طرح، کبھی ہندی روایت کی لہر کے ہم پلور کبھی بالائی سطح پر موجزن نظر آئے گی۔ بعض شعرا کے یہاں دونوں راہتوں سے وابستگی، دونوں کے یہاں کسی ایک روایت کا قلب دیکھنے کو شے گا۔ بلاخر ہمیں اس مشاہدہ مسلسل میں ایک ایسا نقطہ آگاہ نظر آئے گا جہاں (دوبارہ) شمالی ہند میں صرف ایک ہی روایت نمودار نظر آئے گی اور وہ ہے اردو شاعری پر جس میں حمد و نعت بھی شامل ہے۔ فارسی شعری روایت کا اثر۔

جنوبی ہند کے اس جائزے کے بعد اب ہم ہر عہد کے ممتاز شعرا کے حوالے سے حمد و نعت کا ذکر کرتے ہیں اور سب سے پہلے اس امر کا تعین کرتے ہیں کہ پہلا حمد و نعت کو ہونے کا اعزاز کس شاعر کو حاصل ہے۔

اردو کا پہلا حمد و نعت گو شاعر

کیا پہلے حمد و نعت کہنے والے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہیں (عالم معراج العاشقین) یا خضر الدین گھامی (کلام رائد پدم رائے) چند آراء ملاحظہ کیجئے :

پروفیسر سید یحییٰ شاہ "اردو کا اولین نعت گو شاعر" کے ذیلی عنوان کے تحت کہتے ہیں :

"خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ۱۷۲۱ھ / ۸۲۵ھ کو دکنی ادب کا پہلا نثر نگار مانا جاتا ہے اور ان کی تصنیف معراج العاشقین کو اولین نثری کاوش کا درجہ دیا جاتا ہے لیکن جدید تحقیق نے اس تصنیف کا سراغ دہم شاہ حسینی بجاپوری کے سر ہاندہ دیا ہے تاہم اس کے باوجود ان کا دکنی کلام بھی دستیاب ہوا ہے۔ معراج العاشقین کے مولف نے کتاب کے آغاز میں اللہ کا مکتوم کلام بھی شائع کیا ہے۔ اس اعتبار سے دو اردو کے اولین شاعر مانے جاسکتے ہیں۔ اردو کے اولین نعت گو شاعر کی حیثیت سے بھی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا نام یاد رہے گا۔" (۶)

ڈاکٹر ریاض مجید نے "اردو نعت کا اولین نمونہ" کے تحت لکھا ہے۔

"دکنی نظم و نثر کا بابتادہ آغاز عام طور پر حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے کیا جاتا ہے۔۔۔ ان سے منسوب اشعار میں نعت کا ایک نمونہ ملتا ہے۔

اے محمد ﷺ جلو جم جلو جم جلو جمیرا

ان اشعار کو اردو کی پہلی نعت کہا گیا ہے۔" (۷)

آجے چل کر لکھتے ہیں۔ اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی ہے خضر الدین گھامی کی مثنوی کدم رائد پدم رائے ہے فقہ اردو نعت کے اولین بابتادہ اور مستند نمونے کی تلاش پر ہمیں سب سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (۸)

اس سلسلے میں اب ہم مولوی عبدالحق سے رجوع کرتے ہیں۔

"مجھے ایک قدیم بیاض ملی ہے جس میں بجاپور کے مشہور صوفی خاندان کے بزرگوں کے نظم و نثر کے رسالے اور اقوال جو زیادہ تر ہندی زبان یعنی قدیم اردو میں ہیں، اس خاندان کے کسی معتقد نے بڑے اہتمام و احتیاط سے شائع کئے ہیں اس کا سن کلمت ۱۹۶۷ء ہے۔ چونکہ اس خاندان کے بزرگوں کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے

نسبت ہے اس لئے ان کا بھی ایک نوادہ سال اور بعض اقوال وغیرہ اس میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت گیسو در خواجہ تصانیف کثیرہ تھے یہ زیادہ تر فارسی میں ہیں اور بعض عربی میں ہیں یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے عام لوگوں کی تحقیق کے لئے بعض رسالے اپنی زبان میں بھی لکھے۔ ان کا ایک رسالہ معراج العاشقین میں مرعوب کر کے شائع کر چکا ہوں اس کا یہ نکلتا ۹۰۶ھ ہے۔" (۹)

ڈاکٹر جمیل جاہلی رقم طراز ہیں :

"خواجہ بندہ نواز گیسو در (م ۸۴۵) جو فیروز شاہ بخاری کے زمانے میں تھیں کہ آئے کی تصنیف معراج العاشقین بھی جواب تک اور دو کی پہلی تصنیف سنائی جاتی رہی ہے، نہ صرف اس دور کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے مصنف خواجہ گیسو در لا کی جائے تھوڑے سا مثنوی بھی لکھا ہوا ہے۔ جنہوں نے گیارہویں صدی ہجری کے نصف آخر یا بارہویں صدی کے لوگوں میں طرہ الوجود کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔ خواجہ بندہ نواز کے بلاے صاحبزادے سید محمد اکبر مثنوی (م ۸۱۴ھ) جو ان کی زندگی میں وفات پا گئے تھے، کے کسی رسالے کو ان کی تصنیف مان لینے کا اہل تحقیق کے پاس ہندوستانی تحقیق کے علاوہ کوئی جواز نہیں ہے۔" (۱۰)

مندرجہ بالا آواز سے یہ امور سامنے آئے :

- ۱۔ خواجہ گیسو در لا کی اردو کے اولین شاعر ہیں اور اردو کے اولین نعت گو شاعر بھی۔
- ۲۔ معراج العاشقین تو ان کی تصنیف ہے ہی نہیں بلکہ تھوڑے سا مثنوی بھی لکھا ہوا ہے۔
- ۳۔ سید محمد اکبر مثنوی کو یہ شرف حاصل ہے۔
- ۴۔ یہ بھی محض ہندوستانی تحقیق ہے۔

ڈاکٹر جمیل جاہلی نے معراج العاشقین کو ۱۱ویں یا ۱۲ویں صدی ہجری کی تصنیف قرار دے کر لکھا کیا ہے : "اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جواب تک دیانت ہوئی ہے فخر الدین گلابی کی کہ تم را چہ مرقا ہے۔ اس مثنوی کا اب تک ایک نسخہ معلوم ہے جو تھیں اور سلطانہ اور کیم کریم دو تین صفحہ آخر کے بھی کم ہیں۔ محمد مصطفیٰ رسول اور محمد بن سلطان کے بعد جو مثنوی کی نام حیثیت کے مطابق ہیں مگر کد مرقاہ فی کی سرشتی آتی ہے۔" (۱۱)

مجھے ابھن ترقی اور کراچی کے کتب خانے سے کد مرقاہ مرقاہ اصل نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اسے ڈاکٹر جمیل جاہلی نے مرعوب کیا ہے۔ اشاعت لول سے ۱۹۷۰ء۔

یہ مثنوی ۸۲۵/۸۲۶ اور ۸۳۹/۸۴۰ کے درمیان لکھی گئی۔

مثنوی کے مصنف پر "مرنے چند" سے ایک سطر منقول ہے جو اچانک ہم قلم کراچی اگست ۱۹۷۰ء میں مولوی مہدی الحق کے مضمون "اردو

زبان و ادب" کا ایک اقتباس ہے۔

"اگر معراج العاشقین سے قطع نظر کی جائے تو ان کی ادب کی سب سے قدیم کتاب فخر الدین گلابی کی مثنوی

کد مرقاہ مرقاہ ہے۔" (۱۲)

ڈاکٹر جاہلی اس تصنیف کے سن ۳۰ھ اور زبان کی پہلی تصنیف کے عنوان کے تحت یہ صفا لکھتے ہیں کہ اسے اردو زبان کی پہلی تصنیف کیسے کہا جاسکتا

پتلیا امولک رتن نور دھ — کہ نے ویل بھٹ کرن رنج کر
 امولک کٹ بس سدا کا — کرے کام تر دھار کرہ کا
 محمد چٹکے جرم آد ہزار نور — دسے جگ سرے دے ہر سدا نور
 نہ اکس دھرتی نہ دھ نہ چند — نہ بھریا کھوا دیتا نور سند
 مثالا ای کا جو ویسے گمیر — جٹے جگ اس قسے اسے دیر
 محمد لا روت جگ تھا — کہ شجرا چن رائے جگ مک تھا

اب ممتاز شعر اکاڑ کر کیا جاتا ہے

خواجہ محمد نواز گیسو دراز خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے غلیظ تھے۔ ۸۱۵ھ میں برمانہ غیر و زشاہد معنی گبر کہ آئے۔ ۸۲۵ھ میں انتقال
 کیا۔ بہت صاحب علم و فضل تھے۔ ان کے سلسلہ رشد و ہدایت سے ہزاروں طالبان دین و دانش فیضیاب ہوئے۔ طلبہ اور مریدین کو حدیث، تصوف اور
 سلوک تعلیم فرماتے۔ کلام و فقہ سے بھی فیض پہنچاتے۔ بکثرت تصانیف ان سے متعلق منسوب ہیں۔ ۱۰۵۰ھ میں لکھی جاتی ہے۔ ۳۰ تصنیفات دستیاب
 ہیں۔ زیادہ تر فارسی میں، بعض عربی میں۔ لوگوں کی تحقیق کے لئے اپنی زبان میں رسالے بھی لکھے۔ مولوی عبدالحق نے "معراج العاشقین" کو اردو کی
 پہلی نثری تصنیف قرار دیا ہے۔ (جیسا کہ ہم لوہ درج کر آئے ہیں) اکثر زبانیں اور دوسرے اہل تحقیق نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مولوی
 عبدالحق "خواجہ گیسو دراز کے متعدد اور رسالے اس زبان میں ہیں، تلاوت الوجود اور الاسرار، شکار ہمد، جمیل ہمد، بہشت مسائل وغیرہ۔ یہ کما
 بہت مشکل ہے کہ انہیں کی تصنیف ہیں یا ان سے منسوب ہیں۔" (۱۵)

خواجہ گیسو دراز کا محمدیہ و لہجہ کلام موسیقی اور راگ راتنیوں سے متعلق ہے۔ ایک تو موسیقی اس دور کے شعری و لونی حلق میں رہتی تھی۔
 دوسرے تبلیغی مقاصد کے لئے اس سے بجز اور موثر طرز اعتدال اور کوئی نہ تھا۔ آپ کے یہاں مدح و سرائے کی مجلس بھی ہوتی تھی جو خاصان خدا کے لئے
 مخصوص تھی۔ ایسی محافل قسب کیفیات کی آئینہ دار اور وجد آفریں ہوتی تھیں۔ معراج العاشقین کے آخر میں منظوم کلام بھی ہے۔ اس کلام میں ایک علم
 بجلی ہمد ہے۔ ایک راگ حقیقت نام لئی، کچھ رباعیات اور کچھ کثیف موضوعات پر مبنی اشعار ہیں۔

حمد و نعت کے اشعار :

اے محمد علیہ السلام ہم جم جلوہ میرا
 ذات جلی ہو وکی بس سپر نہ میرا
 واحد اپنی آپ تھا میں آپ نبیایا — ہر سو جلوے کار نے الف ہم ہو آیا
 عشقوں جلوہ دینے کو کاف تون بنایا
 لولاک لما طلقت الافلاک خالق پالائے — فاضل الفضل بننے مرسل ساہد ہمد ہو آئے
 امت رمت عشق چاہت تشریف لائے
 غلی ہوں مشوق رک ظاہر شہد کھائے — عشق کے ہمیں چند رہ اپنی آپ دکھائے
 الان کما کان ہر انہیں آپ کھائے

حقیقت رام کلی سے :

و مستحق ہے مثال نور کیا نہ پڑا
اور نور ہی رسول کا میرے جیو میں بھایا
ابن میں ابیں دکھائے تیسری آرمی لایا

چکی نامہ سے :

الف اللہ ہمہ کا دستا — میانے محمد ﷺ ہو کر دستا
بہی طلب ہون کو دستا — کے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ

سید محمد اکبر حسینی خواجہ بدو والا گیسو دراز کے چٹا حصے باپ کے فیضانِ نظر سے تربیت پائی۔ صاحبِ علم و فضل۔ خواجہ صاحبِ ہی کی زندگی میں ۱۸۱۳ء میں انتقال کیا۔ مول رابع الدین اشفاق، فن کی ایک کتاب تصوف میں دستیاب ہوئی۔ لیکن لا اکر جالبی کی حقیقت کی رود سے "کسی رسالے کو ان کی تصنیف مان لینے کا اہم حقیق کے پاس ہندوئی حقیق کے علاوہ کوئی جواز نہیں ہے۔" (۱۶)
ان سے منسوب اشعار میں حمد و نعت کے یہ اشعار :

دھو کر زباں کوں اپنی پہلے ہی سوں بیاں پر
بولوں صفتِ خدا کی کر شکر میں زباں پر
بعد از ثناء خدا کی کچھوں درود بھیجے
بھی تہل ہے اس کے اصحاب میں

فخر الدین نظامی

نظامی کا ذکر کر رہے آچکا ہے جس میں کہ ہر لفظ ہر لفظ کو روکی ہوئی تصنیف قرار دیتے ہوئے اسی مثنوی کو لائیں حمد و نعت کا حال کیا جان چکا ہے اور اس اعتبار سے فخر الدین نظامی ہی مراد کا پستام حمد و نعت کا رجحان ہوتا ہے۔ یہ مثنوی خیمہ ہندی زبان میں لکھی گئی ہے جس میں شکریت اور پر اکرت کے غریبہ فنی لفظا و لغت آئے ہیں جبکہ عرفی ندری کے الفاظ قلیل ہیں۔ اگرچہ اس کا موضوع عشقیہ ہے لیکن اشفاق و مدح کا رنگ بھی بھٹکتا ہے جو مسلمین اہلِ قلم کا مزاج ہے۔ اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں ایک بات یہ ہے کہ اس میں جہان ہندوی اسلوب کا ظہور ہے وہیں بعد میں لہجہ ہونے والے رکنہ ندری کی بجلی بجلی محک نھر آتی ہے۔ نظامی کے یہاں اختصار ہندی کا میدان ہے۔ مگر میں خدا کی ذات و صفات اور اس کی قدرت کا ذکر اور نعت میں حضور علیہ السلام کی عیش و محو، سیرت مقدسہ اور شانِ رحمت و فیضانِ نبوی کے مطابق ہونا اختصار فنی کے لئے ہے۔

میر انجی شمس العشاق (م ۹۰۲/۱۳۹۶ء)

تصوف ان کا موضوع ہے فن کی چار تعلیمیں۔ خوش ہمد۔ خوش نغز، شہادتِ حقیق اور معجزہ خوب ہیں۔ ان نظموں میں عوامی حقیق کا جذب غالب ہے اس لئے زبان عرفی اور مراد ہے۔ معرفت، محض و عشق، کرالیت، شریعت و طریقت کے مساکی، واجب الوجود، اعادہ نبوی کی

تشریح مرشد اور طالب کے درمیان مکالمہ، اور اسی انداز کے عرفانی و ہدائی اور صوفیانہ مضامین و افکار کا مجموعہ ہے۔

حمد و نعت (مغرور غویب)

اللہ محمد علی نام دائم بن سوں حال
سب خاصوں تو اللہ اللہ تو رکھوں کیا کمال

شہادت التحقیق

ہم	اللہ	الرحمن	—	الرحیم	تو	سبحان
سب	عالم	تجرا	—	دلیق	سبوں	کیرا
تجھ	بن	لور	—	خالق	دہا	ہوئے
محمد	نبی	تجرا	—	اس	ایمان	میرا
وہ	نبی	نور	—	پس	عالم	معمور
یہ	میم	اسد	—	تو	امد	کولیا

صدر الدین (م ۸۷۶ھ)۔ حضرت صدر الدین چشتی کے سرید اور شاگرد تصوف میں ایک کتاب ”کسب محبت“

حمد و نعت

ہوئی ہے اللہ محمد جنتی کا دل
کسب کا سب کو کھوں در ہر محل

شیخ یحیٰ الدین مباحجن (م ۹۱۲ھ) اس کا مشہور رسالہ ”غزوات رحمت“ ہے جو تصوف کے ذوق سے پر ہے۔ کتاب زبان فارسی ہے اس کے آخری باب غزوات معظم میں جو بہن ہندوی اقوال ”وہ ہے اور جگر پاں شامل ہیں جو بھول ریاض مجید“ اس زمانے کی مقبول ہندی روایت اور کرشن مدارج کی محبت میں لکھے ہوئے ہیں اور گیتوں کے مقابلے میں اسلامی عقائد و تصوف کے اظہار کا ایک نیا وسیلہ ہیں۔“ (۱۷)

اشعار کی زبان صاف، ہندی لوزاں کی موسیقی، لفظوں کی لطافت، جذبے کی حرارت اور ہندو اسلامی تصوف کا حزن و غم کو متاثر کرتا ہے۔

حمد و نعت حمد کی صورت میں سورہ قل صوالشہ کا ترجمہ :

اے	اللہ	جلیا	نہ	وہ	جلیا	—	اے	مالی	باپ	کھلیا
اے	اللہ	کوئی	گروہ	پڑھلیا	—	ہا جن	سب	آپ	چلیا	چلیا
پر	گنت	ہوا	پر	کسب	نہ	—	دھجا	آپ	کلیا	کلیا

کاش کوئی دوسرا دیکھے جس جتنی ہوسے وہ
ہا جن وہ جن کوئی تاہیں سب آپ ہی مہر ہا
شراب محبت مہر مہر پیالے — آتش صفت نقل ہوائے

ہیں روئے رسول والا مال — — — کی رسول کی ہانوں ہانوں
یا جن تیرا پاؤں تھو کارن چہ دھکے — — — کی محمد ﷺ مصطفیٰ میں نور جگ میں جھکے

شاہد بہان الدین جانم (م ۱۹۹۰ء)۔ آپ میراجی شمس المصطفیٰ کے فرزند نور غیلہ تھے۔ تعلیمات :

وصیت الہادی۔ مکتبہ الامان۔ ارشاد نامہ۔ یہ کتب سو فیاض مذاق میں لکھی گئی ہیں۔

ان کا کام اپنے والد سے قدرے سادہ ہے۔ نور شاعرانہ ذوق میں لکھا ہے۔ محمد و نعت کے مضامین لکھتے ہیں۔ نعت کا انداز تبلیغی ہے۔

حمد :

انہ پاک جزو ذات — — — اس سون صلیں قائم سات
علم ابروت قدرت باد — — — سنت دیکھا وائید
می صفت جان حیات — — — اس کوں ہاں کہ مہمات
انہیں صلیں سون ہے ذات — — — جوں کہ چند ہاںہ سنگات

کیا محمد جگ میں چارہ جستہ کی رو — — — شیطان مدعی پکڑا بات کیوں کر عین ہاں
محمد جس کی جنت پھٹنکا اس کوں کیا ہے آہ — — — نت لہو بحر میں دل میں اس کوں کھ پینے کر

(وصیت الہادی)

ختم نبوت جس کا ہم — — — بھیجا درود نور سلام
اب میں سنووں کروں بھکان — — — بزل ہوا جس فرکان
محمد محمد جس کا ہاں — — — روز قیامت اس کا چھانوں

(ارشاد نامہ)

شاہ علی محمد جیو گام دھنی (م ۱۹۷۳ء) "مکتبہ جواہر اسرار اللہ" ان کا خاص موضوع وصیت الہادی ہے۔ صوفیانہ مذاق کی

شاعری۔ ولادت کلکتہ کا بیان۔ اسلوب میں مشکل پسندی کا رجحان۔ شاعری کا مجموعی مزاج ہندوی ہے۔ تمثیل کا بھی ایسا غالب ہے۔

حد و نعت :

امد وامد کی مگوگت ہانوں — — — کرتے جی ذات سونہ خوں
وہی لاہوت ہو جبروت آوے — — — مکتوب ہاموت کے ہماؤ لیدے
ادنیٰ دروگوں موبور ہو یہ توہات محل ہے لوکا
ایک حقیقت ہے کہ آئے ہان ہانوں کا ہے لہو کا
جیوں پھول آہی رنگ دل دی — — — تہوں نی محمد ﷺ علی دی
تہوں علی محمد علی دی

قاضی محمد دریائی گجراتی (م ۹۳۱ھ) اپنے والد قاضی مید کے سر پر اور غلیظ۔ کسی کی شمشک بھور میں پھنس جاتی تو وہ ان کی دہائی دیتا اور مشکل سے نجات پالیتا۔ اس لئے دریائی کہلاتے۔ کلام پر عشق و محبت کا رنگ غالب۔ زبان ہندی۔ طرز کلام بھی ہندی۔ موسیقی سے شغف تھا۔ اس لئے ہر قسم پر راگ رانگی کا نام لکھ دیتے۔ صوفیانہ اور عارفانہ جھریوں کے سبب مشہور ہیں۔

حد و نعت :

دکھ چو کا کس کموں اللہ دکھ بھر یا سب کوئی رے
نزد کی جگ میں کو نہیں، میں بھر تھی بھر بھر جوتی رے
محمود کیری مثنیٰ صاحب اتنی مانی
نبی محمد ﷺ کی دوستی را کہیں کھ کا پانی

شاہ اشرف ہیلانی (م ۹۳۵ھ) تصانیف نو سراہ۔ لازم الہندی۔ واحد ہادی۔ ان مشہور کا آغاز باحوم حد و نعت سے ہوتا ہے۔ ان میں احکام و مسائل کا بیان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد ان کے فضا کی کا ذکر اور عشق و طاعت رسول کا بیان ہے۔ زبان ہندی ہے۔ آسان و سہل پال کی زبان اور لہجے سے کام لیا ہے۔

ہم اللہ کا کروں میں — دین نبی کا کموں میں
اللہ صاحب محمد ﷺ — جس کے کج کیا یہ دھندہ
بے کج حکم ہے سن دھرکان — محل کر اس پر یقین کرمان

عبدالملک بھروچی مکیار ہویں صدی ہجری کے شاعر۔ تصانیف : مولود نامہ یا تولد نامہ (سن تصنیف ۱۰۰۹ھ کو فات نامہ۔ ہمد سلطان۔ مولود نامہ ذہانی سوا شاعر پر مشتمل ہے۔ اور غصہ و قدسی کے حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ شاعر کا دعویٰ ہے کہ ان واقعات کی بنیاد اسناد حدیث پر ہے۔ وفات نامہ دوسرے وفات ناموں کی مانند حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے پر تاثرات فہم کا اظہار نامہ ہے۔ عبدالملک کے کلام پر گجراتی زبان کا لہجہ اور اسلوب غالب ہے۔ مضامین میں عقیدت و طاعت کے ساتھ ساتھ اصلاحی مقاصد بھی نمایاں ہیں۔

حد و نعت :

یا الہی شکر تیرا کس نہاں سے ہوں کروں
تو خدا صاحب سبوں کا حکم تیرے میں رہوں
تمیں کیا پیدا محمد ﷺ جس نبی سوں سب ہوا
عرش کرسی لوح تین اور قلم چو تھا کیا
عاجز غریب عبدالملک لیا محمد ﷺ سوں پناہ
ہے اتنی تو ہی اسے تیرے کرم سوں سب مگاہ

مولود حضرت کے نیکے ہیں میں حدیثوں میں اس
سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پر دروگر

شاہد امین الدین اعلیٰ (م ۱۰۸۶ھ) شاہد ہن کے چند تصنیف محبت نامہ یا محبت نامہ، مہر ز قسیدہ، چہ رنگ عاشقانہ، درویش کا التزام، قوافی کی
پاندی نہیں۔ دوہے اور غزلیں بھی لکھی ہیں۔ زبان ادبی ہے۔

حد و نعت :

سجوں پر شاہد ذات رحمان ہے — آنکھیں ملی امین الدین صبح لسان ہے
درد نبی پر شبہ معراج ہے — ساری فطرت جم کالج ہے
نبی پر محبت ذات تصور ہے — مستحق حق اللہ نور علی نور ہے
حقیقت خالق ذات کمال ہے — صورت معنی اذ الجلال ہے

تیرا قدم مہرگ سوں سب تصور پہلو
قصہ قدم کیا جب لول توں آئے کون
فیض قدم کے صبرے پر نور ہر جماعت
اب صاحب جمال یہ فیض تجھ قدم کون

سید شاہ ہاشم حسنی (م ۱۰۵۵ھ) قاضی بہان الدین کے فرزند۔ ان کے ایک مرید شاہ مراد بن سید جمال نے ان کے تمام اقوال و حالات
ایک کتاب میں جمع کر دیے۔ ہم مقصود المراد کہہ۔ اسی میدان کے ہندی اقوال، لہیات، نظمیں، جگر پان لوہ نکات ملتے ہیں جن میں صوفیانہ لطائف اور
فکری و روحانی کیفیت کارنگ ہے۔

حد و نعت :

ہاشم	نبی	بھولاں	نور	بکریں	وحدت	کے	در
ہودیں	محوالے	سحر	دنی	جوں	قافل	زیر	(گیت)
انما لامال	بالیات	ضمیں	ممل	مگر	نیت	سوں	بات
جو	ایسی	نیت	دیوے	بات	نولامپاں	کھیلوں	ش کے سات
جائے	کو	یک	حل	آئے	بیا	سکا	یہو و صحت بیا
لا	الہ	لفی	الہ	انبات	محمد	محق	بلا نیم احمد ذات
جائے کو							

خوب محمد چشتی (م ۱۰۲۳ھ) مکران کے اکبر صوفیا میں شامل ہیں۔ کمال محمد سیستانی کے مرید ہیں۔ ان کی مشہور و ممتاز مراد تصنیف مشکوی

خوب ترنگ (۱۸۶ء) ہے۔ جس کی شرح انہوں نے فارسی میں "اسوانج خرقی" کے نام سے لکھی۔ خوب ترنگ میں تصوف و اخلاق کے نکات و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ خوب محمد چشتی اس اعتبار سے ایک اہم شخص ہیں کہ ان کے اسلوب اور طرزِ بیان میں ہندی روایت پر فارسی کا وہ اثر جو بعد میں واضح ہونے لگا ہے، ابھر نے لگا ہے۔ مگر ان کی بولی میں عربی فارسی الفاظ کا عجب بڑھنے لگا ہے۔ بھول جائیں:

"اس ترنگ میں عمل نے لسانی سطح پر اردو زبان کے لفظ کو کئی منزل کا راستہ دکھایا اور خوب محمد چشتی کے ساتھ باہن، محمود دریائی اور کام دھنی کی زبان ایک نئے تشکیلی دور میں داخل ہو گئی۔" خوب ترنگ "زبان و بیان کے اسی عبوری دور کی نمائندگی کرتی ہے۔" (۱۸)

اس مثنوی میں عبودیت کے ساتھ ساتھ مرتبہ و مقام نبوت اور حضور علیہ السلام کے فضائل و کلام اخلاق کا موثر بیان ہے۔ نعت کا اسلوب عارفانہ اور صوفیانہ ہے۔

حد و نعت:

ہم	اللہ	کوں	بھٹ	ذات	۔۔۔	جس	رہبان	رحیم	صفات
ذات	صفات	اسما	افعال	۔۔۔	یع	مفصل	چند	اک	مال
ہاؤں	محمد	حس	کو	دیت	۔۔۔	اس	تفصیل	۲۰	عالم
اسی	روح	نور	نور	تمام	۔۔۔	ای	جوس	۰	سب
جو	سا	گرمی	وحدت	ہاں	۔۔۔	ہم	محمد	آست	چہاں
ایک	کس	اس	ہاں	ہوئے	۔۔۔	قلب	محمد	مکتبہ	کا
میں	محمد	ہوئے	نہ	کوئے	۔۔۔	سب	اس	کی	تفصیل

جن شعرِ اکاسم نے ذکر کیا اور ان کے نمونہ ہائے کلام درج کئے، یہ سب بزرگانِ دین، اہلِ بابِ تصوف اور اہلِ عشق تھے۔ ان کے علاوہ نور بہت سے اکابرِ مثنوی و ادب ہیں جن کے یہاں حمد و نعت کے چند اشعار دستیاب ہو جاتے ہیں۔ ان شخصیات کا مقصد و خشتِ تبلیغ دین و اخلاق تھا۔ اسی ضمن میں جب تصوف کے نکات اور شرع کے مسائل لکھے تو نور شائع رسول کے چند گہرائے آبد لہر ان کے عزیزِ حکام میں شامل ہو جاتے تھے۔ ان کی حمد و نعت کو محض صاحبِ شاعری یا بہ اعتبارِ مدیاری نہیں دیکھنا چاہئے۔ ان کا یہ احسان بہت ہے کہ ان کی سنی اور اہلِ باطنی خاطر سے مذہبی شاعری کا آغاز ہو اور ایک مضبوط پیوند کے لئے سارے مسلمان کی فراہمی کا آغاز ہو گیا۔ نور و موضوعات و مضامین جو آگے چل کر حمد و نعت میں واضح طور پر مشکل و متغصن ہوئے ان کے خد و خال ان کی کادشوں میں نظر آنے لگے۔

جنوبی ہند میں حمد و نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز

ہم نے اس باب کے آغاز میں لکھا تھا کہ سلطنت عثمانیہ جب بدھ مت کی اور انتشار کی زد میں آئی تو اس سے خود مختار ریاستیں ابھریں۔ عادل شاہی، کام شاہی اور قطب شاہی۔ یہ کم و بیش ۱۶۸۷ تک قائم رہیں اور بعد میں مغلوں کی بدھ گیر سلطنت نے ان کو جذب کر لیا۔ ان ریاستوں کے سلاطین و امرا خود صاحبانِ ذوق، شاعر اور لوہے تھے اور ان کے دربار اہلِ کمال کی قدر دانی کے مراکز تھے۔ چنانچہ لوب کو فروغ کا سزاگار ماحول میسر آیا اور اردو زبان اپنے تخلیق و تکمیل کے مراحل طے کرتی رہی۔ اور صوفیانے کرام تھے جو ان زبان کے وسیلے سے دین، اصول اور اخلاق کی تبلیغ و فروغ میں سرگرم رہے۔ اس دور کی ایک اہم لسانی اور لونی بات یہ ہے کہ ہندی روایت اپنے تمام عناصر و لوازم کے ساتھ تیزی سے پس منظر میں جا رہی ہے اور فارسی شعری روایت ابھر رہی ہے اور اس کا رنگ تیزی کے ساتھ کھرتا چٹا جا رہا ہے۔ جو اس امر کے امکانات کو روشن کر رہا ہے کہ فارسی روایت کا چہرہ بدل رہا ہے اور وہ ترقی و ترقی کے لئے تیار ہے۔ یہ ہندی روایت کی شب کے لمحات آخری ہیں۔ پچھت رہی ہے اور فارسی روایت کی صبح کو شرفِ طلوع کے مرحلے میں ہے۔ اس دور کا نمایاں شاعر، جس کے شعر و سخن سے یہ لسانی و لونی مناظر ہو رہے ہیں اور جو حمد و نعت کے موضوع کی مصلیٰ حیثیت متعین کرتے ہوئے پہلی بار حمد و نعت کو ایک معیار دیتے ہیں محمد قلی قطب شاہ ہے جس کا ایک انشیا اور ہے کہ وہ اردو کا پہلا صاحبِ دلیق شاعر بھی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۵ء)۔ ۱۰۸۸ھ میں تخت نشین ہو اس کی مدت حکومت ۳۳ سال ہے۔ اس کا دور حکومت علم و ادب اور فنونِ لطیفہ کی ترقی کا دور ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی تقریبات باقاعدہ کیے جانے لگیں۔ ان تقریبات کی مناسبت سے قلی قطب شاہ خود بھی نظمیں لکھتے۔ اس کی بجز نظمیں عوامی شاعری کی تعریف میں آتی ہیں۔ اس کے کیت بھی مقبول تھے۔ فارسی روایت کے احیاء میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس نے فارسی اصنافِ سخن کو اختیار کیا۔ فارسی حور کو اپنا اور فارسی موضوعات اور جمیحات کو بھی اپنی شاعری میں استعمال کیا۔ قطب شاہ کے موضوعات میں بہت تنوع ہے۔ بہت عمومیت ہے۔ اصنافِ شعری بھی قریب قریب سب مدتی ہیں۔ اس کے کلیات کے ضمن میں فارسی روایت کی اس تجدید کے حوالے سے محمود شیرانی کی یہ سطور بہت اہم ہیں

”اس کلیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان لازماً دو دور، جذبات و تخیل اور تشبیہ و تمثیل کے دور میں فارسی زبان کی حلقہ بندی ہو گئی ہے اور ہندی جذبات و تخیلات و نوزان ترک کر دیئے گئے ہیں۔“ (۱۵)

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری کا ایک اہم مرکز موضوع مذہب ہے۔ اس کے یہاں نغموں کی ایک بڑی تعداد مذہبی رسوم سے متعلق ہے۔ اس کے قصود مذہب میں اس کی چاروں حکومت، دین و شوکت اور دنیوی آسائشوں کا سبب یہی مذہبی برکات ہیں مثلاً

ہم محمد تھی اسے جگہ میں سو غافل بنے
بدھ نبی کا جم اسے سستی ہے سلطانی بنے

یہ حال اس قصود سے قطع نظر ہم اس کے کلیات میں حمد و نعت کے اعتبار بھی پاتے ہیں۔ اس نے حمد و نعت کو غزل اور نظم کی بیٹیوں میں بھی پیش کیا اور حشر و جزا کی صورت میں بھی اشد نظر آتے ہیں۔

اس کی نعتوں میں مشق و عقیدت کے لطیف جذبات ہیں۔ ہر ایہ اظہار میں کیفیت و اوجہ آفرینی ہے۔ حضور کی تلاوی کی مدحتوں سے اسے سارے دنیوی امورات ملے ہیں۔ اور انہی سے واسطی قنار مہم کی ضامن ہے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور حضور علیہ السلام کے

والفہ معراج کے بارے میں لکھیں ایک خاص اثر آفریں فضا رکھتی ہیں۔ دو کہیں کہیں ہندوی روایت کے مطابق عورت کی زبان سے جذبات متعینت کا اظہار کرتا ہے۔

حذو نعت :

کیات محمد علی قطب شاہ مرحوم علی الدین زور قادری میں ۳۵۲ صفحات کے مقدمے کے بعد حمد سے کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ حمد درج ہے۔

چند سو تیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا
تیری صفت کن کر سکے توں آئی میرا ہے جیا
تج ہم منج آرام ہے منج ہو سو تج نام ہے
سب جگ کوں تجھ سوں کام ہے تج نام جب ملا ہوا
تج یاد میں جگ مویا ہے جگ اوپر تیرا میا
جو جگ منگے سوتوں دیا تو ہی جگت کا ہے دیا
بیٹا ہوں تیری آس تھے آیا ہے رحم اکاں تھے
ہے کی منگوں تج پاس سے سو ہے سو منج کوں توں دیا
یہ تک میا سینے اپن ، دینا قطب کوں سب دکن
یسوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن میا نے جیا

چند اور حذیہ اشعار :

مدا ہوں گنار خدا میرا گد عش — تج لطف کیرا فیض خدا منج کو سدا عش
یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر جڑوں — بھی شکر کروں منج کوں تو خوشی دا عش
صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف مہا سے — دکھ درد ہیگی دور کر ہو سکھ شفا عش
مناجات میرا تو سن یا سبح — نے خوش توں رکھ رات دن یا سبح
مرے دوستوں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمن کوں اکن یا سبح
مراوات کا ہم رنگ سدا قطب — اوسے سدا بہت دے صحن یا سبح

نعتوں کی تعداد پانچ ہے : (اختیار)

تجھ کھ اجت کے جب تھے عالم دین حاد ہوا — تجھ دین تھے اسلام لے مومن جگت سدا ہوا
یک لک اسی بنبریں انج جگت میا نے دے — تج پر نبوت ہے قسم سب تھے توں ہی پدار ہوا
دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب — علم دے دیا نور جوں آلاب
نبی دے لے کر کسی تھے نہ دار — نور سزی منن دے دمیں کوں سوتاہ
نہ مہاوے منج ہی یں ہو رکی — میں تیری ہوں چری ، منج آپ رب

منتظر عناصر کے طور پر : (غزل)

کلیات کے ص ۳۲۹ پر پہلی غزل کا مطلع نور مزید دو اشعار :

ولا ملک خدا کن کہ خدا کام دے گا — جس من کے مردوں کے گھرے جام دے گا
خودج کی آگن قر کے پانی سو و بجا گا — درایم نسیم بھوں سکھ آرام دے گا
و عالم کے دوسرے کھلے ہیں بیش کی خاطر — بے کوئی ہی ہم سوں دل دام دے گا

منظومات : عید میلاد النبی پر چھ نظمیں، عید جمعہ نبی پر پانچ نظمیں اور شبِ معراج پر ایک نظم ہے۔

عید میلاد النبی ص ۳۳۰ :

فرشتے سرگ ساقوں ستر ہیں سوں سنوارے ہیں
شہ دنیا و دین کے تیں عرش کرسی سہارے ہیں
مگر مولود شہ کا عرش نورِ قبل با ہے ہیں
مرداں پاؤں نے سارے جگت باہاں ہمارے ہیں

بعثت نبی ﷺ ص ۳۳۱ :

نوشیں کرو موالہاں بعثت رسول آیا
بیودحات اند سولہاں عیلاں سنگت آیا
بعثت کی نوشیں تھے حوریں کے جو نوشیں
جنت کی خوشیوں تھے وہ جگت مہکایا

شبِ معراج ص ۳۳۲ :

شاہِ مردان و محمد ہیں ہمارے سرجام — نہ اباہاں حبیب اپنے سوں کیا شبِ معراج
جامد نور سور انہن نور تھے پیدا ہوئے — دین نور دنیا انہن اسلام تھے پلا دولج
یک کرامت انو کا نہیں کسی قبیلہ میں — سب نبیاں میاں نے ہمارے ہی نبی سے سرعاج

(۲۰)

ملا اسد اللہ و جمی (م ۷۰۷۱ھ) محمد لگی قلب شد کے درہلہ کالک اشعار اپنے دور کی ایک اہم آواز۔ عظمت و شہرت کی بلندیوں پر۔ بزرگ و علم دونوں پر قدرت کا نام۔ سب رس اس کی اہم نثری تصنیف ہے۔

شاعری میں مثنوی قلبِ شتری (۱۸۱۱ھ) اس کا اہم کارنامہ ہے۔ یہ مثنوی مشق ہے لیکن روانجِ مام کے مطابق اس کا آغاز حمد و نعت کے اشعار سے ہوا ہے۔ و بھی اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس کے یہاں شاعری کی روش ہے۔ شاعری اسلوب اور شاعری نظامِ حور کے ساتھ ساتھ زبانِ بیان کی عظمت اسکی مثنوی کا شعرائے امتیاز ہے۔ کہ مرنوچہ ہر لفظ دکھائی، جو سب نہ لکھتا تو ہم مگر لکھنے سے کھل گیا ہائے فوق قلبِ شتری پر لحاظ زبان و بیان

اپنے گھار اور صفائی کے اعتبار سے ہر یہ اسلوب سے قریب تر ہے۔ اور اس مثنوی کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہر دینی فارسی کی روایت تیزی سے غائب ہونے لگی ہے۔

وہی کے یہاں محمد کے مضامین میں اللہ کے اسمائے صفائی کے حوالے سے اس کی شانِ خدائی اور اس کی قدرت و کبریائی کا موثر بیان موجود ہے۔ اور نعت میں اس کا جو موضوع زیادہ تر مدح رسول ﷺ ہے۔ مدت و ثبات کے یہ مضامین نہایت روانی، سلاست اور معنوی ربط و تسلسل کے ساتھ موجود ہیں۔ وہ مدح کی چارہ پائی میں اس طرح خود سرشار ہے کہ دوسرے اور پر اس کی نظر پاتی ہی نہیں حتیٰ کہ شفاعت کے مضمون کو بھی بالاختصار نکلتا ہے۔ ذکر معراج عام معراج ناموں کے سماں ہے۔ اس سیر کے مناظر و کیفیات کا ذکر نہایت دلکش اور پر اثر ہے۔ اس کے یہاں تشبیہ و استعارہ میں سادگی ہے۔ ہندی الفاظ ہیں تو مکرّم۔ بہ معنی دور کے شاعروں کے مقابلے میں عربی فارسی الفاظ ہلکے ہیں۔ جہاں نہ پڑا یاد ہے۔

تفسیر مشنری سر جے ڈاکٹر مولوی عبدالحق میں ۱ تا ۳۷ صفحہ کے ۲۷ اشعار ہیں۔ ۳۷ تا ۶۷ اور مناجات بہاری تعالیٰ جلد ۱ کے ۱۱۱ اشعار کے تحت بھی ۲۷ ہی اشعار ہیں۔ ۱۱۱ تا ۱۳۷ اشعار اور ۸ پر ذکر معراج ہے جو ۱۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔

حمد و نعت : (انتخاب)

توں اول تو آخر تو قادر ہے	—	توں مالک توں باطن توں ظاہر ہے
توں صبی تو مہدی تو واحد سچا	—	توں محبوب توں رب تو ماحد سچا
توں باقی توں مقسم توں ہادی نور	—	توں ولایت توں منعم توں مدد توں صبور
توں ستارہ نور توں سہ جبار ہے	—	توں دہلہ نور توں سو قہار ہے
توں قدوس ہے نور توں ہی سچا	—	توں قیوم ہے نور توں ہی بدیع
ہمیں میں توں اس میں ہے عین نور	—	توں نزدیک ہمارے ہمیں تجھی دور
توں صاحب حکم سب پہ دھرتا ہے	—	توں کھنکھ کر لے سٹکا سو کرتا ہے
توں بے نیازی دے دو جگ سے	—	توں سرفروزی دے دو جگ سے

مناجات :

میراں صاحب فانی ایک توں	—	کرم کی نظر سوں سے دیک توں
کہا ہے اب سے کتر ہوں میں	—	مگر کرے توں کہ نکھر ہوں میں
اگر نور تمہارا ہے چک پہ شام	—	جب نہیں جو نکھر ہوئے آفتاب

نعت :

محمد ﷺ ہی ہم تمہارا ہے	—	عرش کے پر چھانو تمہارا ہے
کہ پردہ ملک کا تو سلطان ہے	—	مٹی سارے گھر میں پردہ خان ہے
اسی نور یک لاک ظہیر آئے	—	دلے مرچا کوئی تمہارا نہ پائے
مجھیا نور شب کا ترے نور آئے	—	کہ جوں ہرے چھپے ہے سور آئے
سینا ہوا آج آج راز کا	—	معلم ہے لوح آج جود کا

عرش کرسی تج گھر ہے در آسمان — توں سورج ہے بادل ترا سایہ ہاں
 ملائکہ اہیں بچنے آسمان میں — دہیں رات دن سب ترے دھیان میں
 توں سلطان مصحف علم ہے ترا — نبیاں ہور ولیاں سب حشم ہے ترا
 بندے ہو کے خدمت کریں ترے گھر — ازل ہور بد ہور قضا ہور قدر
 ترا دین جس دن تی پر گت ہوا — سو اس دن تی سب گھر تپت ہوا
 محبت مروت وفا ہور علم — عیسیٰ عیسیٰ عمل ہور علم
 توں پیدا ہوا یحویہا ہوئے — نول یح نہ تھے تج تی پیدا ہوئے
 نود نو ہیں تج ہانو یک ہانو نہیں — توں رب چھانو ہے پانو کوں چھانو نہیں
 امیدوار ہے بگ ترے پیدا کا — کہ محتاتے توں پاپ سنار کا
 سلامت کر لار سب کا جسمی — الہی لاڈلا ایک رب کا جسمی

ذکر معراج :

صفت کر تو معراج کی رات کا — کہ جاگا اسے طع تج بات کا
 اتھا اس رین کوں جب کچھ نور — کہ لاکھاں تی چاند کردہاں تی سور
 ملک زرگراں زر لے کر سور کا — ملّا انہر کوں کئے نور کا
 فرشتے سورج چاند ہرے تمام — نو آسمان کے رہندے تمام
 قدم ہوی کے شوق تی دھالے کر — رہے پیلے آسمان میں آ لے کر
 براق آج خوش گرم جیوں برق ہے — کہ سر پانو لگ نور میں لوق ہے
 نہ رہے فحیر نو آسمان میں نمی — گئے لامکاں کے مکاں میں نمی
 کھڑے رہے جبرئیل ہور براق — نہ تھا ذری اتنا انو میں طاق
 ندا غیب تی آ کے حضرت کئے — بلا لے گیا واں تی غلوت نے
 کسے قام غلوت میں واں کیا ہوا — خدا لور حضرت میں واں کیا ہوا

(۲۱)

عبداللہ قطب شاہ (م ۱۰۸۳ھ) سلطان محمد قطب شاہ کا فرزند اور جانشین۔ اپنے نانا محمد قلی قطب شاہ کے نقوش قدم پر سرگرم سفر۔ پیش
 کا دلدادہ۔ موسیقی اور راگ رنگ کا قدر وال۔ شاعری سے فطری لگاؤ رکھنے والا۔ محمد قلی ہی کی طرح مختلف موسموں، مناظر، حوراؤں اور تقریبات کے
 موقع پر اپنے جذبات کو شاعری کے حوالے سے پیش کرتا ہے۔ بقول جالبی "سعیت مجوسی عبداللہ کی شاعری طبع کی شاعری ہے وہ اردو ادب کی روایت
 کو اپنی شاعری سے آگے نہیں دھاتا۔ یہ ضرور ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے مقابلے میں اس کی زبان صاف ہو گئی ہے۔ زبان دیباچہ پر، طرزِ ادب پر، ذخیرۂ
 الفاظ پر فارسی زبان و قلوب کا رنگ گہرا ہو گیا ہے۔"

برصغیر سخن میں شعر کے۔ "عبداللہ قطب شاہ کا اردو دہلی ان سید محمد نے مرتب کر کے ۱۹۳۹ء میں شائع کیا۔"

عبداللہ کے یہاں حمد و نعت کے اشعار بھی بڑی طور پر مل جاتے ہیں۔ اس کی نعمتوں میں حضور قدسی کا بیان فضائل نبوی و صحت و تبلیغ رسالت کا ذکر ہے۔ عبداللہ کے مقلموں میں قلی قصب شاد کی طرح نئی صدقے اور نئی کے صدقے کے الفاظ ملتے ہیں جو ایک طرح سے کیلیت سرشاری اور والہانہ سر مستی کے آئینہ دار ہیں۔

حد و نعت :

لکھ فیض سوں پھر آتا دن دین محمد کا — آفاق معنا پاتا دن دین محمد کا
یہ عید بہن سا ہے نصرت کے جہیں با ہے — ہے ہنگ کے نییہا ہے دن دین محمد کا
گھٹن میں شریعت کے ٹھل ٹھیلے طریقت کے — پر مل سوں حقیقت کے دن دین محمد کا
روشن ہوئے اماں بھرکائے رتن کماں — قلم لیوائے مسلمان دن دین محمد کا
نئی کے صدقے عبداللہ سدا توں شکر کر اس کا
جہوئی تیج کوں نوانیا ہوہر شانی کا بدیا دیا

غواصی (۱۹۰۶ء) عبداللہ قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء اور مشنری اس کی ادبی تصنیف ہیں۔ سیف الملوک بہ علی الجہال (سن تصنیف ۱۹۰۳ء)۔ طوطی نامہ (۱۹۰۳ء) کہ ایک قادر الکلام شاعر ہے اور اس کے طرزِ نہیں میں دلکشی ہے۔

میر سعادت علی طرغوسی جنہوں نے مشنری سیف الملوک بہ علی الجہال کو مرتب کیا (۱۹۰۵ء) کہ اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔
"غواصی کے کام میں ہندی الفاظ زیادہ دبانے جاتے ہیں۔ کلام سادہ اور فصیح سے پاک ہے۔ مبالغہ آمیز تخیل سے کم ہے۔ غواصی کی زبان تین سو سال پہلے کی خالص دکنی ہے اکثر الفاظ اور محاورے آج کل سڑک ہیں۔" (۲۲)

مشنری سیف الملوک کی اہمیت و وقت اور اثر آفرینی کے بارے میں باہمی لکھتے ہیں

"مصحف اثر غواصی کی شاعری کی اہمیت سے زیادہ ہے۔ سیف الملوک بہ علی الجہال وہ مشنری ہے جس نے بیجاپور میں مشنری لٹاری کوٹ سرفروہ و لون و پیکھ اس کے درخشاں اور تندرست اور حاد بھی موزون۔" (۲۳)

طوطی نامہ میں مذکور وہ مشنری کے مقابلے میں قدیم دکنی زبان کا رنگ دکھا رہا ہے اور قاری اسلوب و آہنگ کا رنگ مگر انظر آتا ہے۔ اس میں اثر آفرینی کے عناصر زیادہ ہیں۔ اور قاری روش کے رجحان نے اس میں دلکشی بڑھادی ہے۔ طوطی نامہ میں اخلاقی اقدار کی تبلیغ ہے اور تصوف کا مزاج نمایاں ہے۔

غواصی کے یہاں حمد کے اشعار میں خدا کی الوہیت، اس کی صفات و تجلیات، اس کی ماکیت و جلال کے مضامین کے ساتھ ساتھ مجز و استعارہ اور مستعار کے مضامین بھی نظر آتے ہیں۔ دعا کا لہجہ نہایت پرگندہ ہے۔ حضور رسول ﷺ میں ایمانے رسول ﷺ کا ذکر حسد، حضور کی نبوت کی برکات اور حمید اللہ العظیمی کی شان، اپنی والدہ حضرت حمیدت کا عہد پاپا ہا ہے۔ غواصی کی ایک مشنری یہاں ستوتی میں بھی حمد و نعت کے اشعار موجود ہیں :

حد و نعت : (سیف الملوک بہ علی الجہال سے)

امی بکت کا امی سو توں — کرند ہم پادشاہی سو توں
تے حکم تل نو گزہ امہاں کے — رحمت ملک حمیرے فرماں کے
برا حق کہیں ہی ہم سے حتم — کریں تو میں سوں الگ دمہم

جہاں لگ جو ہدل کے چیں گز گزات — تری فتح دولت دماے کے ٹھٹ
 اتنی تیرے دربار کے پہرے سب — چھری دار تجھ دار کے جہاز سب
 تری بادشاہی کو کچھ انت نہیں — ترے ملک میں غیر کو پنت نہیں
 چندا میں نے توں چندا کاڑا — سورج نے گرم دھوپ توں پڑا
 ہریا کر رکھا توں زمیں سات کوں — دیا رنگ پھل پھول ہور پات کوں
 نوے پھول ڈالیں پہ بار آئی — نو تحریف ہے تجھ کئے پائی سو
 غوامی جو تجھ دار کا خاک ہے — تری بات کا محض خاشاک ہے
 دکھا کیسا کر تو مجھ خاک کوں — دے رنگ ہاں مجھ دل کو پھل چھانک کوں

دعا :

رجھا سچا توں فنی ہوئے اے — فنی تجھ بھیر تر نہیں کوئی اے
 تو مقبول ہے مقبلاں کا بچیں — جنہیں نور روشن دلاں کا بچیں
 جو ہوں یا الٹی ترا داس میں — کیا ہوں بہت اک تری آس میں
 طرولت دے مجھ آس کے باغ کوں — دوا طش مجھ درد کے دلخ کوں
 دقا میں بڑا کر جوں مرد ج — ترے بات کا کر کے رکھ گرد ج
 حق نبی جو ہے تیرا رسول — مناجات غوامی کا کر قبول

نعت :

سچا توں محمد ﷺ سچا مسطفیٰ — سچا ہے توں امیر سچا مرفعی
 توں ملے توں یسین توں ابلی — توں ہی توں کی توں مرسل سی
 توں لول تو آخر تو ہی ہے امیر — توں ظاہر توں باطن نبی ہے نظیر
 نہیں ہاشی اور قریشی رسول — بچک توں کئے سو کرے رب قبول
 خدا ہور حج میں جدائی نہیں — کے رب سوں یوں آشنائی نہیں
 پہیلی ترا لوح الکی قلم — تری محبت میں عرض کرسی ہے جم
 خدا کا جو عالم ہے مجدد ہزار — رہیا ہے ترے چہاں تل برقرار

(۲۴)

طوطی نامہ :

رتن خاص دریائے لولاک کا — جھک لامکاں نور افلاک کا
 محمد نبی سید المرسلین — سدا روشن لوتے دنیا ہور دیں
 غوامی پہ کرنا کرم کی نظر — دعا حق سوں سگنا مرے حق ابر

ستیاستوننتی :

کوں تم میں پاک رومان کا — کہ تو سر زہر ہے ایمان کا
 نامہ اس کوں سزاوار ہے — کہ وہ یک کوں پیدا کر نثار ہے

ابن نشاظمی کو کثرت شعرا میں شامل ہے۔ مثنوی پھول بن (تصنیف ۱۰۶۶ھ یا ۱۰۷۶ھ) اس کے لئے وجہ شہرت ہے۔ یہ ایک فارسی قصے ساتھیں لائیس کا ترجمہ ہے۔ اس مثنوی میں نہان و بیہن کی سادگی کے بامقصد نتائج بہ انج کا ہرگز استعمال پایا جاتا ہے۔ اس کے اسلوب میں غزوت اور جدت اور کلام میں درود اثر موجود ہے۔ اس کے اشعار سترہ سو ہیں۔
 اصل قصے سے قبل رد و رد و شام کے مطلق حمد و نعت کے اشعار ہیں۔ خاتمہ بھی تعزیر انداز پر ہے شاعر کے نزدیک حضور علیہ السلام ہی بہت قابلِ تکریم و تعظیم ہیں۔ افضل المرسلین ہیں۔ نعت میں احمد و نور اللہ کا گہرا گہرا بھی ہے۔ خصوصاً مدح و قیامت کی تمنا نفس میں آپ ہی کی شہادت کام آئے گی۔

مثنوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

در حمد باری تعالیٰ :

نہیں بے بتا کرتا ہوں وہ قومید بھائی
 ہے وہ حرف میں ظاہر کیا اسرار پنهانی
 بحر حمد کے کل ۳۶ اشعار ہیں۔ بحر مناجات پر کلام قاضی الحاجات کے ۲۳ اشعار ہیں۔ اس کے بعد ۲۷ اشعار پر مشتمل نعت حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حمد :

دول میں حمد رب العلی کا — دل و ہاں سوں کوں جان آفریں کا
 خداوندہا تجھے ہم ہے خدائی — بیش تھوں ماسے کبریائی
 ازل کو نہیں کچھ حیرا ہدایت — بد کوں قسم نہیں حیرا نہایت
 ظا کر ایک ہا توں کالہ نور لون — دکھایا آنا قدرت بخت کون
 ممکن ہو و حیرت کوں دجا تو ہستی — بلندی اسکوں دجا اسکوں کھستی
 محبت میں حیرتی نہیں ہے حال سب کی — نہیں لوسطد پر ہے لال سب کی
 سوا حق نشانی پر اے سبحان — کرم کر توں کرم کر اے مریدان
 میرے دائم دعا کے پھولیں کوں
 توں رکھ جزہ قبولیت کے صھوں سوں

مناجات :

اے قیوم کے پردے ہی توں — مرے مطلب کے شاہد کا دکھا سوں

تو کر دل کو مرے آئینہ گردار — محبت کا جو دلیوں میں دیدار
مجھے تجھ عشق میں جہت قدم رکھ — سدا عزت کی صف میں محترم رکھ
دو کیا رمت ہے تیرا اللہ اللہ — کیا لا تقطوا من رحمۃ اللہ
گنہ کوں گرچہ میرے نہیں ہے غایت — دے رمت ہے تیرا ہے نہایت
گوئی دلیوں کے جس وقت دلوں دلوں — ہو مجھ کوں شاعری کے کدھن توں
کدورت سوں صفا کر رہو میرا — نی کوں کر شفاعت خواہ میرا
صفا کا رلو دکھلا مجھ صفا کا — صفا کا رلو جو ہے معافی کا

نعت :

کروں میں لے قلم ہات لہذا نعت — سچ حق کے پیہر کا لدا نعت
محمد ﷺ پیٹھا ہے سرداروں کا — اے سرخیل سب پیہروں کا
نبی توں پاک تیرا پاک دیں ہے — سچا تو رزقہ اللعالمین ہے
اگر ہوتا نہ توں آدم نہ ہوتا — نہ قوم بچو یہ عالم نہ ہوتا
یوں آیا ہے توں ہوے پر سارے مرسل — کہ پھول آتے تو بیٹوں آتا ہے پھل
دو جگ میں کوئی نہیں تیرا سولیا — خدا قرآن میں تجھ کو سرلیا
مجھ جس دن جو رستا خیر ہوگا — سورج کا آج بھو جی تیرا ہوگا
توں کر کوں شاعری کے سر لاپ — شفاعت کے ترے سانگیوں چھتر

تری لولہ پر ہوہ قصہ ہر دم

ہزاروں سوں اچھو صلوات و سلم

(۲۵)

مصنعتی عادل شاہ دور سے تعلق۔ محمد عادل شاہ کا محاصرہ اس کی مشہور مثنوی قصہ ہے نظیر وصف اہل کی تصنیف ہے۔ اس مثنوی کا مرکزی کردار
محمدا رسول حضرت قہم اندازی ہیں۔ ان کے ساتھ پیش آنے والے محیر العقول واقعات نے اس مثنوی میں دلچسپی کا عنصر قائم کیا ہے۔ جو لوگوں سے آخر
تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ مثنوی اپنے داستان محاصرہ اپنے ان فوق الفطرت ماحول و احوال اور اپنے قصہ در قصہ پن کے سبب دوسری مثنویوں کے موضوع اور
اسلوب سے منفرد و ممتاز ہے۔ اس کا زامانی میرا یہ افسانہ اور محال باتوں کو برداشت نہیں، یاد دہانی کی ہر وہ کاری نے ایک امتیاز چاہا ہے۔ صنعتی قاری زبان کا عالم
فراور اس زبان پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ کیونکہ دکنی زبان معمول درواج کا درجہ رکھتی تھی اس لئے صنعتی نے دکنی ہی کو وسیلہ افسانہ بنایا تاہم اس نے
فارسی اسلوب و آہنگ کو خوب سمجھا۔ اس نے شعوری سطح پر اس طرز کو اختیار کیا کیونکہ اسے لسانی نقض میں تبدیلی کا احساس ہو چلا تھا۔ قول چالیسی :
"صنعتی کی اس مثنوی کی حیثیت اس نثر کی ہے جس پر سے گزر کر تہذیب و ادب طرز احساس اسلوب کی نئی روایت
کی طرف بڑھنے لگا ہے۔"

اس قصے کا مزاج کیونکہ مذہبی ہے اس لئے اس میں دوسری مثنویوں کے برعکس حمد و نعت کے حصے نسبتاً طویل ہیں اور یہ ایک دینی اور

تھیدی محل کی جائے ایک حقیقی نور فطری روش کا مظہر ہے۔ بجز مثنوی کے اور یہاں بھی حمد و نعت کے اجزا املائے سے گزرتے ہیں۔ حمد و نعت میں صنعتی کے یہاں بلندی فکر اور تخلیقی صلاحیت ایک معیاری اسلوب میں صورت پزیر ہوتی ہے۔ کہیں کہیں قرآن و حدیث کے حوالوں سے مثنوی کو مزین اور وسیع کیا ہے۔ اس کی حمد و نعت میں فکری اور فنی کمالات متعاقباً تزیین ہیں۔ سادگی زبان، زور میں، ربط و تسلسل، تخیلات و استعارات کا حسن اور نعت سے مضامین کا جمال اس کی مثنوی میں حمد و نعت کو ایک نیا معیار دیتا ہے۔ حمد و نعت ہر سخن میں فضائل و انکسار کے مضامین کے مضامین، آپ کے شرف و حقوق کا ذکر اور آپ کی نبوت کے علم منصب اور مقاصد و تعلیمات کا ذکر و مثنوی ہے نظیر کی خصوصیات میں اضافے کا موجب ہے۔

قدس ہے نظیر مرتبہ عبدالقدوس سروری کے مطابق آغاز میں مدائنی کے ۹۰ اشعار ہیں اور اس کے فوراً بعد نعت ۷۶ شعروں پر مشتمل ہے۔

حمد :

عج ہول اول تو سبحان کا	—	جو غلاق ہے جن و انسان کا
بہر کوں نہیں قدرت پاک سوں	—	بیا آگن جس ہون خاک سوں
انہیں بات سوں راست کر اس مستحب	—	دھڑا مرانی سوں آدم خطاب
انہیں عشق سوں اس کو پیدا کیا	—	سو اپنی محبت سوں شیدا کیا
رکھیا سر اوپر اس خلافت کا تاج	—	الایا فرشتیاں سوں مجدد خراج
مٹھن کوں ستارہاں سوں گلشن کیا	—	دھرت کوں سوزاں سوں روشن کیا
زمین پر شیاخیں کوں نمود کر	—	رکھیا سلسل آدم کو گزیر کر
پیدا انجیا لک پر چوڑی فرود	—	سودا کوں ان کے کیا غور و زور
توں پیدا کیا ہے سو موسیٰ کو یوں	—	کیا فرق پائی میں فرعون جوں
توں موسیٰ کو فرعون کے بات سوں	—	دکھایا اس آتش کو بھل پاتوں
توں داؤد کے ہاتھ میں سر ہر	—	لہوے کو کیا موسیٰ نے نرم تر
ازل سے اول راق توں تک رکھیا	—	نہ اس میں ہے اک عمل پیرا کوئی سکیا
ترے ہر جن ہے کوئی بات	—	ترے علم ان ہارے کوئی بات
ترا ہوں ہے اکرم الکریم	—	ترا وصف ہے لولم الارم

نعت :

ہی "حکیم" خلق" امیں	—	رسول خدا ، رحمت اللہ علیہ
کہ جس سر پر لولاک کا تاج ہے	—	سو اس کو مرثیٰ کلی محتاج ہے
جا جس کی دیا ہے سبحان نے	—	سو د و شبیں قرآن نے
امہ میں تھے ہاں امہ دیا	—	جز ہم بھی فرق کچھ نہیں کیا
تری ہر گاہ کا زحل ہے سپاہ	—	تو بلغم ہاں کا ہوا ہوشیار
کے مشتری وحر ہزاروں خوشی	—	ترے جز کشاں پاس آے کشتی

کلیں دار مرغ کے چنچ و تھر — تری پارک کا ہے جم پارگیر
 عطار ترے پارگاہ کا دہر — لکھتے تھے تیرا پر زور افغان حربہ
 چندر مشعل دار ہو دلہن شام — جمع کر سارے کرے تھے سلام
 شرف ہے دو عالم کون تھے ذات سے — بھی آخر غلامی ہے تھے بات سے
 چلے صنعتی سو تری بات پر — دو جگہ میں اسے توں سر افرار کر

(۲۶)

مفتی مشنوی چند بدن و مہار کا مصنف ہے۔ اس مشنوی کا زمانہ تصنیف ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۵۰ھ کے درمیان ہے اس کا موضوع عشق ہے۔ یہ بیجاپور کی پہلی عشقیہ مشنوی ہے۔ مفتی کی تمام تر توجہ قصہ نویسی پر مبذول رہی ہے۔ کہیں کہیں جذبہ احساس کے دخل سے شعر میں مگر تائید پیدا ہو گئی ہے۔ تاہم بھول جالسی، صیغیت، مجوسی جذبہ، عشق کو تحیل کے ذریعہ شعریت کی پہلوئ سے رنگے اور نکھارنے کی کوشش نہیں ملتی۔ مشنوی کے اسلوب و طرز زوہار و اثرات ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ایک اثر ہندی روایت کا ہے جس کے گھرے نقوش ہم چاہم اور جھکت گرد کے ہاں دیکھ چکے ہیں اور دوسرا اثر فارسی اسلوب کا ہے جو بیجاپور کے اسلوب پر تیزی سے حاوی آ رہا ہے۔" (۲۷)

نمونہ کلام حمد :

خدا کون سزاوار کبر و معنی — لا قادر ہے قدرت کا صاحب و معنی
 جو یوں کیا توں اک اوداع کون — سب لایا ہے طوقان سے تو نوح کون
 کیا نہ مقرر رب الجلیل — کہ نرود کے ہات باپچا ظلیل

(۲۸)

نصرتی محمد نصرت نام، نصرتی شخص، (م ۱۰۸۹ھ) علی عادل شاہ جانی کا ملک اشتر تھا۔ "نصرتی کے باپ کو اعلیٰ سوسائٹی میں بڑی عزت حاصل تھی۔ نصرتی کی تعلیم و تربیت شاہی محل میں ولی عہد سلطنت علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی۔ بیجاپور کے سارے مورخوں نے اس کی تعریف و توصیف میں مہربانی کی ہے۔" (۲۹)

تصانیف میں مشنوی گلشن عشق (۱۰۶۵ھ) مشنوی علی نامہ (۱۰۷۰ھ) مشنوی تاریخ سکندری (۱۰۸۳ھ) کے علاوہ ایک مجموعہ "غزلیات" "گلدستہ عشق" ہے۔

"گلشن عشق" عمدہ شاعری کا نمونہ ہے۔ رنگارنگ مضامین کا مرقع، انسانی جذبات و محسوسات کی مصوری اور منظر نگاری میں بہت مہارت برتی ہے۔ اشعار میں برہان اور تسلسل کا دمک ہے۔ اس کے یہاں کلام کی رنگینی اور تشبیہ و استعارہ کا اچھا تاہن نہایت دل کش ہے۔ مشنوی گلشن عشق کے وہ بابے ہیں مولوی عبدالحق فرماتے ہیں: "نصرتی نے آج سے ۵۰۰ سال پہلے اور ولی سے کم از کم ۶۰، ۷۰ برس قبل فارسی اور اردو کے ظاہر و باطن کے میل سے وہ بات پیدا کی ہے جس کی فرمائش شاہ سہد اللہ گلشن نے ولی سے کی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت شاعر کے نصرتی کا درجہ ولی سے کہیں بلند ہے۔" (۳۰)

نصرتی کے یہاں محمد میں اللہ کی خالقیت اور حیات و کائنات پر اس کا عکس نامہ نظام قدرت، افرخ و سما میں اس کے مظاہر و تجلیات، اس کی بداعت و مناعت کے حیرت انگیز نقوش کی عمدہ تصویر کشی ملتی ہے۔ اس کے یہاں نعت میں صفات محمدی کا بیان اس کے بے پناہ جذبہ عقیدت کا مظہر ہے۔

نصرتی کے یہاں حقیقت نظر آتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ولایت گمراہی کی کائنات میں ہلکے مری، حضور ﷺ کے معجزات کا بیان، امداد احمد کے مسوفاہدہ مضمون سے ادق و وہدہن کی آسودگی کا سامان، ایضاً رسائل کی برکات و ثمرات کے علاوہ معراج کے ذکر میں ایک خاص منظر نگاری اور کیفیت آفرینی، خاص طور پر شب معراج کے واقعات کی جزئیات نگاری اور طبقات سلوی کی عدم آرائی، حضور کے قدم مبارک سے تمام مراحل و منازل سلوی میں ایک یکیت کو کاہل، یہ ساری بیان نصرتی کی کامیاب نصت نگاری کی دلیل روشن ہے۔

اس سے قبل کہ ہم نصرتی کے حمد و نعت کے نمونے درج کریں اس کی زبان کے ہرے میں (اکثر جالبی کی رائے کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ "نصرتی کے سامنے جیسا کہ اس نے خود بھی کہا ہے، گھٹن عشق لکھتے وقت قاری مشعوہوں کا معیار تھا اس نے دکنی زبان کو قاری کے معیار کے لئے دکنی کو مشق کی۔ اس حقیقی عمل میں اس نے دکنی کی خصوصیات کو قاری زبان کی خصوصیات سے ملا کر ایک نیا فنی معیار قائم کیا اور قاری کے ساتھ کہا: کہ دکن کا کیا شعر چل لاری۔

جالبی کے قول "نصرتی کے اسی حقیقی عمل کے ساتھ دکنی زبان اپنی قوت احمد کے ایک نئے عروج پر پہنچ گئی۔ اسی کو نصرتی نے "شعر تازہ" کا نام دیا ہے۔" (۳۱)

حمد و نعت :

گھٹن عشق میں مر کے اشعار ۱۸۳ ہیں، نعت کے ۵۸ اور معراج کے ۷۔

حمد :

مفت اس کی قدرت کی لول سروز	—	دھرا جس تے ی گھٹن عشق ہوس
کیا کر کرم عشق کا جس اہل	—	یہ ہرغ عشق کا پکڑا جمال
جب کوئی تو اے باطنان جہاں	—	کہ مفت میں تو جہاں مل سکے نہ زبان
رنگ رنگ ہے گل یہ من ہاں ہے	—	لو ہر گل میں تو عشق کی ہاں ہے
اتنا آفرین کو عاشق کمال	—	تا میر توں معشوق ہو جہاں
اپنی شمس دکھتا ہر ایک خدا ہو	—	ہر یک دل میں پڑتا ہے کئی کھات شہ
ترے نور تے جگ ی پڑا ظہور	—	کیا محب کے کلی بن ترا قہر نور
جو منت گری توں دیکھانے پہ آئے	—	سلیدی سوں کئی نقش و نگیں بنائے
رنگ رنگ تجھ بت کی اشکال ہے	—	دیں تھ ہنرتی چہر سال ہے
دیں کا توں قلعہ معور کیا	—	فلک کا سرقد توں انور کیا
لک کے دھری ی سننے کون توں	—	دیوے زیب نت سرخ سر لوح سوں
کدی جس پہ وہ سوہری دھرے	—	کدیں جس میں کیا گل ہو پری دھرے
مرکب ہر یک جسم ی ہمد	—	مرتب کیا توں حصر سوں ہاں

مناجات :

اے جہیں جگ کون داہر ہے — کرم عمل تجھ ی مزلوہ ہے

حیات کا تجھ بہت ہے عالم نواز — کرے درو خورشید تری سرفراز
 فریاد پہ حشر میں پیدا سو تو بچ — مگے تے بھی لئی دہلدا سو تو بچ
 وہ عالم کوں سربیا توں یک بات میں — دیکھا چھپا ترے بات میں
 دیا ہے توں خاکی کوں ایسا شرف — جو جس مجدد نوری کے صف صف
 معانی کے کھن کی مجھے دے دات — جو ہر بات میں کئی رتن آئے بات
 دے ایسا سخن کے جہاں میں قلم — جو الام کی نون کا ہوئے علم

نعت :

وہے نامور سید المرسلین — کہ آخر ہے دے شافع اللہین
 لوا ہوئے نہ حمد احمد کی جن — تراکھے جگہ مرج احمد میں من
 جب آفریش کے دریا کا در — کہ جس نور تری بحر ہستی ہے پر
 اتنا تب تو موجود تھیں میں — جب آدم تھا ماء والین میں
 ہلک علم اما کا آدم سبق — پڑیا میں تلک تھا توں علام حق
 احمد اور احمد میں جگ کوں عظیم — معما ہوئی گرچہ میانے کی میم
 اسی میم تھے پن معما شگال — دیکھیں عین احمد کوں چہ احمد تری سال
 نہ ہے دین دنیا میں سرم ہے توں — توں محمود وصال یہاں محمد ہے توں
 تری ذات تے پاکی دنیا سکت — تری سوں چہ محمود اچھے عاقبت
 تری شان سر تاج لولاک کا — ترے عت توں تخت افلاک کا
 کرن کا سورج پھتر محمد لال ہے — محمود صبا حیرے سر دھال ہے
 ترا نور ایچھے جو کھلایا دھواں — وہے چھا کے دنیا پہ نور آہاں
 سگتے ہدا جیوں شرارے ہوئے — چندر نور سور سب ستارے ہوئے
 سخن صاف کھ کھول جب توں کریا — سندھ کی سیہیاں میں موتی بھریا

مضراج :

دھریا پردہ سوز جہاں جب محراب — ہوئی مجلہ راز کوں نس نصیب
 کوئی بلٹ طالب کی مطلوب دیر — مقام ہونے وصل کے دہدیر
 جو تھی من میں مطلوب طالب کی تہیں — انہونے کی ہادی اجن آئی پاس
 اینو تم ملن کا سکت تھت ہوا — نونوئی بھی بند بہت ہوا
 حوا امر تب پاک جبریں پر — صیب اپنے تم بل لیا نگر
 کھلے بے تکلف سوں دمت کے در — لوصیا خیر سور شر سوتا سر سر

سو اس وقت جبریل جنت میں آ — — — — —
 پرندہ والے چتر پر رسم تی — — — — —
 جو دوڑے تو یک طرفہ العین میں — — — — —
 لکھی جائے تا لامکاں کی صفت — — — — —
 مکاں لامکاں ہے جم اس ذات کی — — — — —
 رحمان جنت کون کسی طرف مون — — — — —
 ہوا قرب دال قلب تو سین کا — — — — —
 الیا چ تی واسطے کا غلب — — — — —
 سو عن حرف و صورت من تود کیوں — — — — —
 قیمت نی کی رخن تی ہوا — — — — —
 لے آیا ستر کر جو نعمت نول — — — — —
 مہاں نے جب دلو تود پائے — — — — —

(۳۲)

مثنوی تاریخ اسکندری سے :

حمد :

سرا بیتا سو خدا کوں مرے — — — — —
 جو اچھا سرچ دن کو نت برقرار — — — — —
 قصیدہ چرخیاہ : (طویل حمد کے بعد نعمت)

صلو و سلم علی روح شعلہ اودا — — — — —
 ہے جو لولوا العزم ہود بھے نبی مرسلان — — — — —
 کہ نرا دھار ہو ذوبا ہوں گرداب میں — — — — —
 لطیف کی شیرینی ہوں عشق مری بات کوں — — — — —
 من کے کھٹ کیا اگر خلق میں پرکٹ کروں — — — — —

رباعیات

حمد :

اے ام ترا سب میں مجھے وفا ہے — — — — —
 غیرت ہے مرے ہیہ کوں ترے غیر کی اس — — — — —

نعت :

دے قسم نبوت کا خدا جن تجھے — حنا ہے وہ عالم کا جم رن تجھے
یک شب توں لامکاں تک ملک لیا — ہونے لے لک لک پہ سرن تجھے

طبعی یا طبعی

سلطان عبداللہ قطب شاہ کے آخری دور کا شاعر، ابو الحسن تاج شاہ کاوردی شاعر، مثنوی برہمہ کل اندام (تصنیف ۱۰۸۰ھ) اس کے نقیذ و
فہرست کا سبب ہے۔

ہول و شفق : "اس کا لکھی لکھی کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کن میں موجود ہے۔" (۳۳)

اس مثنوی میں ایران کے بادشاہ برہمہ گور کا قصہ لکھ دیا ہے۔ یہ قصہ دکن اور سارے مدلیہ میں مقبول رہا جسے دوسرے کی شعرا نے بھی
محکوم کیا۔ طبعی کی مثنوی کی زبان اور اسلوب بیان زبان سے قریب تر ہے۔ "طبعی کی یہ مثنوی شمل کی زبان کے گہرے اثرات کے تحت بدلتی ہوئی زبان
کی ترجمان ہے۔"

اس مثنوی میں مودعت کا کوئی خاص حلازمہ نہیں ہے۔ جیسا کہ مثنوی نگاری کا مزین و دلنوا، کی طور پر مودعت کے اشعار آگے ہیں۔

حد :

اٹھی یہ طبعی ترا داس ہے — دے ایمان اس کو ترا آس ہے

نعت :

مہر نبی توں خدا کا رسول — یہ نظیروں بلغ ہی توں سو پھول
خدا نے کیا تمہوں اپنا حبیب — یہ منصب نہیں ہر کسی کو نصیب
ساتا ہے مہر نبوت حق — یہ دولت ہوا ہے عنایت حق
نہیں جگ میں یک لاکھ اسی ہزار — یہ ساری پیروی ہیں تو ہی سوار

علی عادل شاہ ثانی شامی (۱۰۶۶ھ تا ۱۰۸۳ھ)۔ صاحب ادق بادشاہ، خود اچھا شاعر، بیجاپور میں شعر کا کافی عام بہت کچھ سلطان
کے سبب سے قید قیدی، غزل، رباعی، فرض کی مثال میں شاعری کی۔ اس کی مثنوی میں واقعہ نوکیں اور مرقع نگاری اور غزل میں مضمون
آخری اور خیال کی پابندی ملتی ہے۔ سادہ صاف زبان میں اس کی شاعری کا خاص جوہر ہے۔ شاعر نے چھ قصیدے کئے جن میں ایک نعتیہ قصیدہ ہے
جس میں نعت کی روایت آگے لاہتی ہے۔ وہ فنی و لغات میں عنایت اور شعری بیاباں کا خاص خیال رکھتا ہے۔ اس کی مثنوی غیر عام میں بھی مود
نعت و سہل اور جڑا ملتی ہے۔

حد و نعت :

دل حق کی توحید سوں کر خن — لکھن خوش لدا سوں میں کر مین
تجھے ہے سزاوار مہر و نثار — ترے علم سوں ہے مہر بور لا

محمد ﷺ شاہ مرسل کا سلیا جب نعت کہنے میں
مطالعی پا کے من میرا یہ مضمون جن کے لایا ہے
محمد ﷺ سائیں پیدا کیا کر ہر تر جگہ میں
لوسی کے عشق تین سوند تر جگہ کا بھرایا ہے

عالم گجراتی

گجراتی اردو کی روایت کی ہرودی عالم گجراتی کے وفات نامہ (تصانیف ص ۸۰۸) میں ملتی ہے۔ روایات عامہ کے مطابق اس پر بھی ہندی روایت کا تلبہ ہے۔ مگر چھوٹی اور مترنم، جو عموماً محافل و مجالس کی فضا کے مطابق آسان اور عام قسم ہوتی تھی۔ وفات نامہ کی اہم خصوصیت اس کا قدیم ہونا ہے۔ اس میں شہریت و ادیبانہ آواز ہے۔ روایات میں اشتداد بھی طوطا خاطر نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ حصولِ مکتب و ثواب کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ مصنفت مرفیہ رسولی خدا ﷺ کا ذکر دیکھئے :

میونہ کیاں تھے نبی — اس دن ان کی باری تھی
لوقاں نبی کون تا سکھ آئے — عاشق کے گھر چلا جائے
پاچھاں اس تھی پھر پھر کر — کال میں رہو گا کس کے گھر
جب تھوں نہیں پائی بات — سب راضی ہو ہاتھی بات
فی فی کے گھر لائے در حال — نبی ہمارے ہوئے خوشحال
نبی کا دھکا جو روز — پھر پھر سوئے پاسے موز
ایسی آئی تپ تپ — پاس بیٹھے تھلے تپ
بوسید نے پاچھا جائے — بیوت تھی ہے نبی خدائے
چار جو تم اوزمی ہے — جائے آگ پر پھوڑی ہے
تم جو ہے مے رسول خدا — تم کون ایسا دھکا ہے کیا
فرمایا کہ بیوت بلا — انبیائوں پر آئی سدا

سید بلاتی

اس کا معراج نامہ (تصنیف ص ۱۰۵) اپنے دور میں مقبول تھا۔ اس کا مقدمہ بھی میٹا اور خوانی کی محافل کی رونق فراہم کرتا تھا۔ حصہ تھا اس معراج نامے میں بھی روایات کی سخت کا التزام نہیں ہے۔ تاہم یہ اپنے بے تکلف طرزِ بیان اور رساوی اور روایتی کے سبب مکتوب مقبول رہا۔ اس میں معراج کے واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ سیرِ الماک، بہشت و دوزخ کا مشاہدہ، انبیاءِ عظیم السلام سے ملاقات، اللہ سے تقرب و تقلم، نورِ مراجعت کے احوال لکھے ہیں۔ لیکن شہریت پر خاص نظر نہیں ہے۔ قوانی کا فنی التزام، لفظوں کے استعمال میں صحت کا خیال وغیرہ شعر گوئی کے بہاد میں مد نظر نہیں ہے۔ چنانچہ حناویہ کے نسخے کے مطابق محمد سے آغاز کیا ہے۔

حمد :

قول نام اللہ سو لالوں اند — ثناء و صفت اس کی ہے نہ عدد

نہ اس اپر نت سزاور ہے — کرند قدرت میں کرچر ہے
کیا پاند سورج سندے فلک — زمیں آہیں ، نور ، آہن و لک

معراج :

کہ پلے سا کے س درہن کون — کہا کھول تکی سو دروازہ کون
س درہن ہوا کہ کون کون ہے — کہ آیا دوسری رات کیا کام ہے
کہا میں جبرئیل یکم کام تھا — گیا تھا زمیں پر جو فرمان تھا
کہ درہن ہوا دجا کون ہے — کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
کہا سرچا تکی در کھول کر — تجھے دیکھنے میں کھڑا کھڑا
کہ اپنی پلے طہنی کے ملک — دیکھے نور کا وہی پڑا سب جھک
کہ صلوٰۃ سے د کے سلام — دے چوبان کہ ایک سلام

(۳۴)

مکمل

نام اور احوال غیر معلوم، ایک مثنوی معراج نامہ سن تصنیف (۱۰۹۳ھ)

مذہب نظر لکھتے سب خاندان آمینہ حیدر آباد میں موجود ہے جو رمضان ۱۲۷۲ھ کا لوشہ ہے۔ (۳۵)

اشعار کی تعداد کم، مثنوی میں ہزار ہے۔ یہ اس اعتبار سے پہلا معراج نامہ ہے جس میں مضامین کے لئے مختلف مثنویات قائم کئے گئے ہیں۔
آغاز میں معراج کے سبب بیان کئے گئے ہیں پھر اول آسمان سے آسمان بطم تک کی سرکا ذکر ہے۔ پھر سداۃ العتقی، عالم ملکوت اور کائنات الہی کا ذکر
ہے۔ مثنویات کی واقعاتی تقسیم، مثنوی کا پھیلاؤ اور سلا و ضخامت نیز صحت روایات کے اعتبار سے یہ مثنوی اہمیت و وقع اور ممتاز ہے۔ بیان میں واقعہ
نکھری، دیو خیال اور قسطنطین کے ساتھ ساتھ اس غلوں و عقیدت کی بھی فروانی ہے جو حمد و نعت کی اساس ہوتی ہے۔ نظم کے آخر میں عقیدت الہیہ اور
انجیل کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور تاثر اور گمراہی ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان دینیان کے بارے میں اکثر جاہلی کے تاثرات دیکھئے :

”اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کے زبان دینیان بھی صاف اور عینیت مجموعی رنگت کے رنگ روپ سے

قریب تر ہیں۔ لسانی نقطہ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور آخر کا الفاظ کی تبدیلیوں کو

دریافت کیا جاسکتا ہے اس کی زبان طبعی کی مثنوی سے بھی زیادہ صاف اور نکھری سحری ہے۔“ (۳۶)

ایک اور تصنیف مولود نامہ (۱۰۸۳ھ) ہے جس میں حضور ﷺ کی ولادت سے باسعادت کا تذکرہ، مجازت نبوی، نور محمدی اور درود کے فضائل بیان کئے
ہیں۔ اس کو بھی قبول عام حاصل ہوا۔

حمد و نعت : (معراج نامہ سے)

کون محمد لول دوی ران کا — نبی ﷺ کون دیا بین معراج کا
ظلال ساری کیا کیا ہے تصور — دے سب تے لول نبی ﷺ کا تصور

محبوب دیکھ محبوب ہے ہے بدل — محمد ﷺ شہد انبیاء اور اول
 اسی ہمارے حروف کا ہے ہاں آج — رکھے اسکوں لولاک کا سر پہ چنگ
 سو ہر حرف کا میں کہوں ہاں ہیں — کہ ہے ہم "مجموعہ" کا نسخہ
 سو ہی لے دلات حمایت اہل — حمایت کی ساری حفاظت اہل
 سو ہم دگر سب مد کی خبر — قیامت میں رہتا ہے امت اہل
 لوں دہل ہے تو نشانی دوا — جو ہے درد عصیاں کا تو ہے شفا

ہن اشعار میں حمایت کو صورتی کے ساتھ حروف اسم محمد ﷺ کی توجیہ کی ہے :

نور محمدی ﷺ میں یہ دوا اشعار :

محبوب نور نور علی النور ہے — جہاں سب کہنے تی کو دور ہے
 کہتے نے نور ہمارے نہیں — رہیں سوں کچے کون نور آتا نہیں

معظم

علی عادل شاہ ثانی نور مسکنہ رحمان شاہ کے عہد کے ایک شاعر، ہر صفت شعر میں کام ہے۔ علاوہ انہیں ایک سمران نامہ (۸۵۰) کی تصنیف ہے۔
 اس سمران نامے کے مولانا ہر صفت شعر کہتے ہیں۔ روح فراتر از زبان، سبب فریبی۔

تفسیر الدین ہاشمی کے مطابق "اس کی ۱۱ مشطریاں کا پتہ پڑا ہے یعنی ثمرۃ الاقطار اور کجائی"۔ (۳۷)

حمد و نعت :

اہی توں قادر ہے صاحب فنی — تو رائق مطلق ہے سرت دی
 ترا ہم قدر سزاوار ہے — ترے نام کا سب کو لہار ہے
 اہی جنہیں قادر دالجلال — تو صاحب جمیل حب الجلال
 سچ منیر علیم و حکیم — تو نایق تو رائق رؤف الرحیم

سہ حرفی سے :

الف احمد میں غلی تھا سو شوقوں باہر آیا
 حرف حرف میں روپ بدل کر ہم کا کھٹکت لایا
 ب ہذا رشتہ روزِ قتل سو عشق محبت سارا
 گل میں جنوں حق نے کیا قیم پیدا
 محکم حق سے مغرب ہو جہاں تو سین سے نزدیک
 امت کے باب کا حق سو کہے ہیں عرض محضر کا

قدرتی

عادل شاہی دور کا شاعر اس کی ضخیم وسیع مثنوی قصص الانبیاء، اشعار دس ہزار سے زائد، سن تصنیف ۱۰۹۵ھ اس میں ۲۱ بیوں کا ذکر ہے اور حضور علیہ السلام کا ذکر ۶۵ بار، جبریت جملہ تک ہے۔ شعری محاسن و محازات کم ہیں۔ قصہ بیانی پر زیادہ نظر ہے۔

حمد و نعت :

کہ الحمد للہ و پروردگار — کیا جگہ اس نور کے آثار
سروں لول میں جو بہان کوں — جب کوئی جیہ دیا ہے سو سلطان کون
خلیفہ ہے اس کا نبی مصطفیٰ — کیا جس کیت و ایل ہور واطفی
جو قوم کوں حق آپ ظاہر کیا — اسی نور کے سات باہر کیا
ان کیرے سب پشت مہانی تمام — اسی نور ظاہر ہے دنیا میں نام

فتاحی

ایک مولود نامہ بعنوان مفید البقیہ (۱۰۹۵ھ) اور ایک معراج نامہ (۱۰۹۵ھ) فتاحی کی تصانیف ہیں۔ مولود نامہ ۷۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ دوسرے میلاد ناموں یا معراج ناموں کی مانند یہ بھی محافل کی ضروریات کے تحت مجلس حصول ثواب و برکت کے لئے تصنیف ہوئے ہیں۔ ایسی کتب کا عام مزاج یہ ہے کہ ان میں صحبت و روایت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی یا اس پر نظر کم کی جاتی ہے۔ مقصد صرف ذکر و بیان حضور علیہ السلام ہے لیکن روش قصہ گوئی کی ہے۔ محاکر کے ابتداء میں فتاحی نے مختلف عنوانات برآ کر حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ، سیرت مقدسہ اور معجزات و شمع کا ذکر کیا ہے۔

نعت :

جو کوئی مصطفیٰ کا صفت نہ کرے — وہ عالم کو نور شرف فی لوہرے
پورا وصف اس کا کہیں نہجہ سکتے — کہ بہان جس کا کیا ہے صفت
سودہ لو ہاشمی اہل پاک ذات — محمد قریشی جو عالی جناب
اتھے خورد سالی میں لو نیک نام — سو محمود لول شاہ ولسن تمام
برس آٹھ ہور نو کے جب تھے رسول — یو سردار ہیں کر کئی تھے قبول

امامی دکنی

ایک وفات نامہ تصنیف (۱۱۱۱ھ) اور (دوسرا) وفات نامہ ۱۱۱۲ھ، پہلے وفات نامہ میں اشعار دس سو سے زائد اور دوسرے میں پانچ سو پندرہ۔ اسلوب اشعار اور زبان و بیان دبی ہیں جو رونق میں ہیں اس انداز کی تصانیف سے مثنوی کی روایت میں کوئی اضافہ یا تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ ایک طرز سے ان میں محترم روایت ہی کہا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ کیا کم ہے کہ مذہبی شاعری کا تسلسل اور ذکر محمدی ﷺ کا تواتر قائم ہے۔

حدیث و نعت :

اول محمد ماثق حسن ہوں بہار — کہ ماثق سوں مسوق ہو آفتاب
 پیچھے نعت مسوق ہوں بہار — بنے ایک ہو کر کیا لکھ ہوں
 محمد ﷺ کے کوچ جنت طرف — قیامت جہاں میں ہری ہر طرف
 جہاں کی نعمات کوں بہار کر — جنت کی عداوت کو آہار کر
 کہ صالح کی قدرت نبی ہر نام — علیک الصلوٰۃ و علیک السلام
 ہر مومن درود و ہر مومن سلام — محمد ﷺ کو ہر آن دروں قیام
 قسم کر لای تو خیر انکلام — دھماں محمد علیہ السلام

عبدالحمید ترین

شاہنشاہ عالم ریاض محمد حمید ہو جس کے دواں کی تعریف کرتے ہیں۔ اسرار و ہدی نے بھی اسے درود سے پہلے کی تعریف قرار دیا

ہے۔ (۳۸)

حدیث و نعت :

اچھی کا توں ہے ہر دہکار — دونوں جگ میں قدرت ترا آفتاب
 اچھی توں ہے صالح کا تو رحیم — اچھی توں ہے قادر کا توں حکیم
 سرہوں تجھے میں سدا یاد کر — محمد کے کلمے سے دلہار کر
 محمد پہ پیٹھری کر قسم — کیا ان پہ ستر نبوت کرم
 شاہنشاہی کا لکوں کھولے — کیا قصہ کرم کر نہیں کھولے
 شاہنشاہی کا جگ بھریں — کیا نظم و کمنی میں عبدالحمید ترین
 اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی سنے — دعا علیک سوں یاد کر کوئی سنے
 خداوند حق ہو جگ خدا — دے کر توں ایمان کی جگ خدا
 حق محمد ﷺ ہے حیرا رسول — سادہات کر جگ حق کی قبول

عثمان شاہنشاہ : ۱۳ آیات پر مشتمل، عثمان ترین سے مقدم معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ترین کی زبان عثمان کے مقابلہ میں زیادہ شستہ و نعر

آئی ہے۔

لکھا عثمان ماثق ہو شاہنشاہ
 ہمیشہ کر رکھوں کل میں حاکم

محبت ہے رسول اللہ سول مجھوں

لور ان کی آک پاک با صفا سوں

مولود ہا سوں، معراج ہا سوں، وفات ہا سوں، شاکل ہا سوں لور ہا سوں کی کثرت کے اس دور میں معجزات کو الگ صورت میں لکھنے کا میلان بھی نظر آتا ہے۔ یہ معجزات ہا سوں دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے زمانے میں لکھے گئے جو قصیدے لور مشنوی کی حیثیت میں ہیں لیکن اختصار کا وصف لئے ہوئے ہیں۔ مولانا کے مصنفین نیز ان کے سن تصنیف کا پتہ نہیں ہے۔ ”تذکرہ مولود و مخطوطات از محی الدین قادری زور“ میں چند معجزے درج ہیں۔ یہ لور اس انداز کے معجزے عوام کی دلچسپی لور میلان طبع کے پیش نظر مرقوم ہوئے ہیں۔ گو ان میں قصیدہ سول لور توصیف نبی کا پہلو دکھائی دیتا ہے۔ لیکن بالعموم ان کی روایت معتبر نہیں لور صداقت محل نظر ہے۔ ہندی دیو مالائی اثرات لور صلیبیت کی ایک لطیف تفسیر جس کا اثر مسلمان مصنفین کے ذہن پر بھی پڑا لور انہوں نے اعتبار و استناد کی جائے عوامی دلچسپی کو ملحوظ خاطر رکھا۔ ان کا انداز یکسر لور تمام تر قصہ گوئی کا ہے۔ حتمی انداز میں عوام کے لئے کشش ہے تاہم صحت و اقدار کی کمی اور نقد ان کے باوجود ان تحریروں سے اہل تصنیف کا لہجہ بے شغف اور حضور کی ذات گرامی سے عقیدت و بیگانگی کا رنگ عیاں ہے۔

قصہ ہرنی کا

۱۱۱۹ اشعار کی نظم، ۱۱۰۰ سے قبل کی تصنیف۔ شاعر نامعلوم، حضور ملیہ السلام ایک ہرنی کے شامین ہوئے، وہ حسید و عہد واپس آئی، اس معجزے میں بیان قصہ کے ساتھ ساتھ صلیح الملاح کا پہلو بھی ہے :

جنگلی جناور ہیں جتنی لاگے نبی کے آہن
تو زیا کفر دل کا بھی لا صدق سب کے دل سے
نیکی عبادت تم کرو عاقل نہ ہو ہوشیار ہو
وہ پال موت کا دنیا جو ہے غانی سے

بازو فاختہ

۱۱۰۰ سے قبل کا قصہ : ۷۰ اشعار پر مشتمل نظم، دو فرشتے آپ ﷺ کے دربار میں بازو فاختہ کی صورت میں حاضر ہوئے۔ بازو فاختہ پر حملہ کرنا ہوتا تھا کہ اس کا گوشت کھائے۔ آپ ﷺ نے منع کیا۔ بعد نے آپ ﷺ کے رخصت مبارک کے گوشت کی خواہش کی۔ آپ ﷺ نے لور لور فرمایا تو انہوں نے اصل حقیقت کا انکشاف کیا کہ حضور ملیہ السلام کی صحت کی آزمائش مطلوب تھی۔

اختتامیہ :

چلے مجھے فرشتے یہاں سے مگر — کئے جا خدا کو یہ ساری خبر
الہی ہمیں کیا جو تعریف کرے — کہ پیارے حبیب کی مفت کیا کرے
نہن مفت اس کا سوا اثبات ہے — کہ سب حال میں پاک لور ذات ہے
کیس کس زبان سوں جو تعریف ہم — کہ دریا مہرا نور ہے در فہم
ہزاروں درود لور ہزاروں سلام — زبان یا محمد ملیہ السلام

قصیدہ معجزہ

نہیں اور فقیر مشعل قصیدہ: شاید بنوئی بکرائی کا ہے۔

اشعار

نہیں کہی سکتی تھی جو اس کے سونے ہو پر
جسے نوری نبی کہتے انہیں کے نور میں انہر
نور کے نور میں کہتے ملک جن سب جیوں
زمین نو آسمان کرسی مرثیہ شمس و قرآن

قصیدہ معجزہ

پانچ اور اق ۲۷ اشعار ۱۱۰۲ء کی تصنیف، بنوئی بکرائی سے موسوم و منسوب قصیدہ مولانا روم سے مستعار حضرت رسول اللہ ﷺ اور
ہو محل کے مکالمے سے معجزات انہیں ظاہر کیے گئے ہیں۔ شاعر کا مقصد اس تصنیف سے یہ ہے کہ خواجہ بہن ہندی اس کی تحسین کر سکیں۔

حد و نعت :

دل کوں محمد خدا پیدا سنو تم کان دھر
جس نے زمین و آسمان پیدا کیا شمس و قر
ستار و دایہ و غبار و جبار و
قد و کرہ و اس میں نہیں کوئی دگر
میں مانگا ہوں یہ ہوئے اہل و لوں میں جہاد
یارب حق مصطفیٰ بر خلق عالم کرم کر

(۳۹)

دکنی شاعری کا یہ دور نول جواب اپنے اختتام کو پہنچا رہا تھا ہے اس کے شعر اور ان کی حقیقتات و تصنیفات کا مکمل احاطہ ممکن نہیں ہے۔ جوں
جوں تحقیق کا سفر آگے کی طرف بڑھے گا اور محاش و جنمو کا قلم جاری رہے گا ایسے اور اق یا خطوط یا مسودے جواب تک دستیاب نہیں ہوئے ہوں
دوق تحقیق سامنے آتے رہیں گے اور یہ ممکن ہے کہ اب تک جو بعض امور و مسائل طے ہو چکے ہیں ان کی قطعیت پر نظر جانی کی ضرورت محسوس ہو۔
بہاری مرثیہ ہے کہ اگرچہ اس زمرہ صحت دور میں محدثت ہمیں زیادہ تر جزوی اور شخصی اقتدار سے نظر آتی ہے جبکہ بعض شعراء کے یہاں اسے
حقیقی انداز میں دیکھا گیا اس کے باوجود جنوزیت سے شعر اور ان کی اس نوع کی حقیقتات کا بہت سا حصہ ممکن ہے ابھی معرض اشعار میں نہ آیا ہو۔ ایسے
شعراہان کے شعری قلم کی تعداد بیگزوں تک بھی پہنچ سکتی ہے اس لئے کہ دور و ملک و ذکر کے تحت اس سلسلے کا نقطہ آغاز تو ہے لیکن اختتام نہیں۔
چنانچہ اب دوسرے دور کا آغاز کرتے ہیں اور دل دکنی کے ذکر و کلام سے نفع الہاب کرتے ہیں۔

دلی دکنی

(م ۱۱۹) دلی محمد نام دلی تخلص، دکنی تھا۔ گجرات میں ایک مدت قیام رہا۔ حضرت شاداد بیہ الدین سے روحانی فیض پایا۔ بعد میں دکن اور گجرات میں ولید ہو اور اس کی شاعری کو شریعت دومہ حاصل ہوئی۔ دلی نے احمد آباد میں وفات پائی۔

دلی دکنی سروجہ لسانی اور شعری روایت میں ایک واضح تبدیلی کا نام ہے۔ تین سائزے تین سو سال تک فارسی روایت اور ہندی روایت میں ایک کشش کی کیفیت رہی۔ شعر اور صوفیائے اس زبان اس نچ اس اسلوب اور فن موضوعات و مضامین کو دینی، چارخی اور تہذیبی ضرورت کے تحت اختیار کئے رکھا جسے مجموعی طور پر ایک لفظ "دکنیت" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود "فارسیت" سے قطعی بے تعلقی بھی نہ ہو سکی بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دلی اور ان کے معاصرین سے قبل ان کے قریب البعد ماحول میں فارسی ہر گز گھرنے لگا اور دلی پر آکر اس رنگ میں ایک واضح چٹکی نظر آنے لگی۔ دلی کے لسانی اور شعری رویے کا اثر نہ صرف دکن کے ماحول اور فضا پر ہوا بلکہ ان کے دوبار سفر دلی کا یہ اچھا تجربہ خوب کامیاب واقعہ ہے کہ دلی والے اپنی طرز فارسی کو غیر ہار کہہ کر دلی کی طرز ریختہ میں بیج اُڑائی کرتے گئے۔

ڈاکٹر جالبی کے مطابق : "دلی آئندہ دو سو سال کی شاعری کے نظام شعی کا وہ سورج ہے جس کے دائرہ کشش میں اردو شاعری کے مختلف پیرائے گردش کرتے ہیں۔" (۳۰)

نیز "دلی اپنی متوازن طبیعت سے فارسی، دکنی اور شمال کی زبان کو اس طرح مارا کہ ایک کر دیا ہے کہ وہ علاقائی سطح سے بلند ہو کر ہر گیر ہو جاتی ہے۔" (۳۱)

دلی کی شاعری کا ایک اہم رخ اس کی حمدیہ و نعتیہ شاعری ہے۔ دلی نے احمد آباد کے دور سے میں تعلیم پائی تھی۔ مذہبی علوم پر اس کی دسترس اور تصوف سے اس کی آشنائی کے سبب وہ آیات قرآنی، احادیث، اسلامی مصیبت اور تصوف و سلوک کی اصطلاحات کو بے تکلفی سے شاعری میں لانا ہے اور یہ تمام اجزا اس کی حمد و نعت میں بھی جذبہ کشائی دیتے ہیں۔ دلی کی شاعری میں حمد و نعت کے عناصر متبادل زیادہ ہیں کیسے جزوی اعتبار سے کہیں کلی و بیکر کی صورت میں۔ اس نے قریب قریب ہر صنف میں حمد و نعت کو اس طرح اس کے یہاں دو پہلی خورج کیا ہے جو اس کے معاصرین اور قریبی معاصرین میں بھی پایید ہے۔ اس کی زبان سادہ لیکن فارسی کے حسن و جمال سے آراستہ ہے۔ جذبہ کلامت و عقیدت جو حمد و نعت کی اساس ہے اس کے یہاں وہ آہ اور کیف آفرین مضامین کے ساتھ مزون ہے۔ مختصر یہ کہ واقعی دلی نے قدیم حمد و نعت میں ہر پہلو کا قابل قدر اضافہ کئے۔

دلی کے حمدیہ کلام میں اس حمد کے ذاتی تصوف اور عقیدہ کا وجود دکا پر نظر آتا ہے۔ اول اور اکمن باطنی اوصاف کا وجود کے نگر یہ کے مطابق صرف ذات باری ہی کا وجود حقیقی سمجھا جاتا ہے اور اسواہ اللہ کا وجود محض اپنی اعتباری ہے اس لئے دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی بے اعتباری وغیرہ مضامین دلی کے ہاں بھی بہت خوبی اور ایک جذبہ کے ساتھ مدھ مے جتے ہیں۔ (۳۲)

کلیات دلی مرتبہ احسن مدبروی کے حاصل مطالعہ کے طور پر ان کی قرایات میں حمد و نعت کے اجزاء اشعار

غزلیات میں حمد و نعت :

کہتا ہوں ترے ہاؤں کوں میں درد زباں کا — کہتا ہوں ترے شہر کوں مژگان ہاں کا

جس گرد ایسے پاؤں رکھیں تیرے رسواں — اس گرد کو میں کل کروں دیدہ ہاں کا

دیکھتا ہے صبح تجھ رخصت کا — ہے مطالع مطالع الاول کا

میں ہے ہر طرف عالم میں حسن ہے عجب اس کا — میرا زورہ آج نہیں جگ میں عجب اس کا

من تھا پردہ تجریہ میں سب سوں آزاد — طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

مکے رات معراج وہ عرش ابر	—	بلغ	اصل	بھالہ
کھٹے پردے سب بھید کے سر ہر	—	کشف	الہی	جمالہ
ہوئی حق کی حق پر سب کی نگر	—	شفقت	جمع	خصالہ
ہوا حکم حق کا عجب ابر	—	سلو	علیہ	والہ

قصائد میں حمد و نعت

پہلا قصیدہ ۱۲۲ اشعار مشتمل آغاز حمد سے ہے، پھر نعت، بعد میں شہادت و موعظت کے مضامین ہیں۔

لے زباں پر تو اول اول	—	نام پاک خدائے عز و جل
ایک حمد نہیں ہے اس ن اور	—	اس اے شفیق ہیں الٰہی میں
یاد اس کی ہے سب اہم لازم	—	شکر اس کا ہے دعائے سخیل
آہیں نور زمیں کے سب ساکن	—	یاد کرتے ہیں اس کوں ہر پل پل
شکر اس کا پیدا اعظم ہے	—	وہ ہے سلطان ہدایہ ازل
اس کے بھیر اگر شمار ہوں	—	روز محشر تک سکوں نہ نکل
بعد حمد خدائے ہے بہت	—	یاد کر نصیب سیر مرسل
جس کی بہت کی ہے زراہ میں	—	وہ جوں مشرق وادہ خردل
اس کی مجلس میں آہوا ہے کفرا	—	مصلحت آخر میں جہر اول
مگر ہو وہ آفتاب گرم قباب	—	آہیں جائیں مشرق ہوم آکھل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں	—	بادشاہ کا دنگ ہے دنگل
مگر کرے ہر ہر فطرت کی نگر	—	ماہیں جائیں جل کے بھیر جل
اس فصاحت آگے دے مجھ کوں	—	فطرت عجب ہدایت مصل
کلام سوں سنا ہے یہ نکتہ	—	عشق اس کا ہے پڑی آکھل
ہم اس کا ہے جز ہر مومن	—	یاد اس کی ہے دافع کھول
دیکھ اس زلف و کھ کو بیجا ہے	—	ہر نور میں حیر و منزل

دوسرا قصیدہ: (مشتمل ۱۲۹ اشعار)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں قافی کرے — ہو فنا فی اللہ دائم، یاد عذوبی کرے

مرتبہ علت پناہی کا وہ پلوے جو سکی — — — — —
 درد پہنچنے درد کا انجھوں کی تسمی ہاتھ لے — — — — —
 یا محمد ﷺ دو جہاں کی مید ہے تھ ذات سوں — — — — —
 جس مکاں میں ہے تسدی صبر روشن جلوہ گر — — — — —
 کیا تک کیا اس و جن، یہ جگ میں کس کون ہے سکت — — — — —
 مارواں بایں کے جان و دل سوں لاکھوں آفریں — — — — —

مشنویات میں حمد و نعت

دو مشنویات ایک ہی مشنوی کے دو اجزاء ہیں :

اپنی دل اپر دے عشق کا دلیق — — — — —
 عیاں کر دل اپر راز طریقت — — — — —
 جہاں کی فکر سوں آزاد کر مجھ — — — — —
 شتہاں سوں دے لے ساقی مرہاں — — — — —
 کہ فرہید نبوت کی مدح میں — — — — —
 محمد ﷺ وہ کہ جس کے حق میں لولاک — — — — —
 جب گھڑا ہے وہ مہم کل — — — — —
 دو عالم جسم ہے وہ جان عالم — — — — —
 ہوا جو کوئی اس گل سوں مہر — — — — —

رباعیات میں حمد و نعت :

اے جہ دو عالم کا ترے رخ پہ فدا — — — — —
 مجھ عاجز فکس پہ فکر رحم سوں کر — — — — —
 مے خانہ جگ کا جسے سر جوش کیا — — — — —
 اس سید عالم کو جو دیکھا یکبد — — — — —
 دیوان اول و خداے بے چوں — — — — —
 افراو دو عالم کا مدحا شیرازہ — — — — —

منہیات میں حمد و نعت :

نہیں وہ طوائف و الفحشاء ہوں تمہاں میں
واللہ بوردہ الفحشاء ہے تمہاں زلف و کھ کے دھیان میں
افلاک سب پیدا ہوئے لولاک کے المان میں
تمہاں باد سوں راہت انہوں ہر موسم کی جان میں
تجے چن کی خاک سوں روشن نہیں سب دن انہوں
(۳۳)

قاضی محمود جری

(م ۱۱۳۰ھ) اپنے عہد کے ایک قادر الکلام شاعر، اردو اور فارسی میں اشعار کہے۔ اپنے عہد کے مذاق کے مطابق تصوف، مشقِ حقیقہ، نظریہ وحدت الوجود، تزکیہ باطنی اور اخلاق و اصلاح ان کے پسندیدہ شعری موضوعات ہیں۔ کلیات جری، مرآۃ الکرم، حلیۃ السید میں مختلف اصنافِ شعری ملتی ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف مثنوی من گن (۱۱۱۲ھ) ہے۔ جو تصوف کے موضوع پر ہے۔ اور حکایت و تمثیل کے وسیلے سے تصوف کے اسرار اور سوز و غم کی جری کی زبان صاف اور اسلوب آسان ہے۔ جالبی کے مطابق "جری کی زبان جلدی طور پر دہائی ہے لیکن اس پر نئی زبان کے معیار کا رنگ بھی گہرا ہے۔ جری بھی فارسی روایت سے روشنی لے رہے ہیں جری کی زبان ریختہ کی طرف جھکاؤ کے باوجود جلدی طور پر دہائی رہتی ہے۔" (۳۵)

مروءت "من گن" (مطلوبہ عزیز دکن) سے آغاز میں حمد کے انہماں اشعار ہیں۔

حمد :

اے روپ ترا رتی رتی ہے — بہت بہت بی بی بی ہے
بہت میں لوگ نہ کم بی میں — یکبار ہے اس ہر رتی میں
دور میں بھی کہے نہ جائے تم کو — بوجی بخت کے جائے تم کو
ساگر تو نہ سرمہ دہی میں آکا — سندوق میں سور کیوں سا کا
خودمان تک سن کی و میں — سحر یک آگہ ظہور میں
دیا میں صدف ہے آگہ برآ — پن کھنگہ برے صدف میں دیا
ایک پل میں تو صدف ہے کیوں — اک گھر نے وہ جہاں دیکھ کیوں
جز کل میں پیچے نہ نکس لوس کا — بول نہ صاف ملی نکس کا
واحد کما کج سا ہے — شاہد تجھے ہوا برا ہے
مطلق توں طیم علم میرا — ہر دل کے ہر دیا ہے ادا

در توحید دیگر :

اللہ بڑا بڑا سا ہے — جس کی ہر صفت ہر آگہ ہے آگہ

جس نے یہ تمام پھرنے ہارے --- پھرتے ہیں مہم کیا تو ہمارے
 اک کن سو کائنات کا زب --- یہ بیب سوں لگ لگات لایا
 کتا بننے نے جو لگہ ی جن --- ات پیا سوں نوی کی آتیں
 نوم نہ دکھایا ہے بانی --- صورت کے حک اپہ معانی

نعت :

انھ اے قلم اس گھڑی نہ مگر جائیں --- تک نعت مگر کی ہر گرائیں
 پن نعت کس کس ی ہوں --- ہر پن نہیں تو کیوں ہے تلوں
 یمن کے ہالے کو ی بھید --- اے کو قلم میں قید غور شید
 اب ہو کھ مہذرت کی رو میں --- نعت کے بات کی پند میں
 یمنی دو شمشاد انہیا کا --- پیا پنت آپت پیا کا
 جن سان تمام مقولوں کو --- سردار سکل پٹے دلوں کو
 جن نورنی ی لکھ سارا --- پکڑیا ہے دیور ی پدا
 جن ہم ہے ہی لو احمد --- والقاسم مصطفیٰ محمد ﷺ
 یک نورنی جس جزر انوار --- یک سورتی جس کردز جملہ
 ہار کو چند کی پہاڑ لیتا --- پوند پیبری کو دیتا
 مکی کفر کی نس لکل جہاں سوں --- قسمرچ کزی ہو مگر ہاں سوں

صلت معراج :

معراج کیا ہی جن ساتھ --- لادہ پن بدل ہے من ساتھ
 یوں ہوز گیا سکلن سو دو دین --- ہوں گودزی سات کی سوزن
 اٹھ دس تی زیم کو بھیلہ --- میدان میں لامکاں کے ٹھیلہ
 پردہ دو جو چھ تھا کیا بیت --- دیدار ہوئی دینی سوں بیت

(۳۶)

فراقی سید محمد ہم، فراقی شخص (م ۱۲۰۵ھ تا ۱۲۸۵ھ ع ۱۷۹۰ء تا ۱۸۶۹ء) اولی کے ہم عصر، اپنے وقت کے بڑے سوانی، قصوف کے مزاج پر
 مرآۃ المعشر کے نام سے ایک ضخیم و سید مشنوی کسی (۱۲۳۵ھ) جس میں مشر کے احوال تفصیل سے بائیں اواب میں درج کئے ہیں۔ ہر باب کا عنوان
 صورتہ شعر لکھا ہے۔ قیامت کی دس علامات کا ذکر کر کے نیکی کی تھیں کی ہے۔ لیکن یہ مشنوی ڈاکٹر جالبی کے قول: "نہاں وہاں اور بیت و فن کے
 اعتبار سے دکی مشنوی کی روایت میں کوئی اضافہ نہیں کرتی۔"

فراقی نے غزلیں بھی کہیں جن میں جذبات عشق بھی ہیں اور چند مومظت بھی۔

غزل کی ہیئت میں فراق کی ایک نعت :

ہم نے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا — ہم نے کبھی بھی بھرنے نہ ہوتا تو کیا ہوتا
 ہم نے خوں کی گلیوں میں خوں صرف نہ کر کے دل — ہم نے کی زیارت کون کیا ہوتا تو کیا ہوتا
 اے بھٹوں ہوا بد ہم توں بلی کو دل دے کر — اے میرے نبی کو دل دیا ہوتا تو کیا ہوتا
 ازل کی دین میں یاد ہر نظم بھائیوں — نے کے آئے کا گھر ہوتا تو کیا ہوتا

مرآة المحشر سے :

تو ایسا کہ جس نے ہے کچھ وہ ہوا — کہ گھر ہے پہ تو جنت میں جا
 رضا دے رکھے سرور کائنات — جسے سر پہ اپنا شہادت کا بات

سراج لورنگ آبادی (۱۲۸ھ تا ۱۷۷۳ھ) لاہور سے تعلق تھا۔ صوفی منش تھے۔ ہاتھ بڑا اشعلہ پر مشتعل دیا ہوا ہے۔
 (۱۱۵۲ھ) جس میں تقریباً تمام اصناف شعری پر طبع آزمائی کی ہے۔ شاہانِ دہلیان میں سلفی و سادگی، خیالات میں غمینی، مضامین میں دلکش نگہ۔ دکنی شعرا
 میں ایک بلند مرتبہ شاعر، جن کی غزلیں نشاط و مسرت کا موجب اور جن کی صوفیانہ شاعری کاس نام کا تیار اور ربیب تصوف کے حے روحانی و بدنی
 سارا سامان تھی۔ ان کا کلیات لورنگ کی مشنوی و سہان خیال عبد القادر سروری کے اختتام میں شائع ہو چکے ہیں۔
 قولِ ہالکی : دلی کے بعد لور و میر و سدا سے پہلے کے اور میرانی عرصے کے سب سے بڑے شاعر ہیں جن کی پر کوئی، جوش طبع لورنگ
 سخن کو کوئی دوسرا نہیں پہنچا۔ (۲۷)

حد و نعت : (سراج سخن مرتبہ عبد القادر سروری سے)

ہم میرا مطلع لہرت ہے دیوں کا — ہے زبان کا دور خاصا اور دھندلے جان کا
 ہی سے مٹھی وجہ دہلے کی سدا سرن کو بھیر — دور کر من سے خیال من علیہا جان کا
 یا محمد ﷺ تھ کرم میں ہوں سدا امیدوار — ملوئے ایمان دے لور بھید کر انسان کا
 کر سر اس شوق میں جہوش تھ کو یا حبیب — دے مجھے لہر کر چلا نکاح عرفان کا
 تو اے ہے ہم میرا اہم ہے ہم ہے — زیب پایا تجھ صفت میں ہر ورق قرآن کا
 اے سرن اپنی خودی کوں خودی میں خود کر — تھ ہادی رکھ ہر اک دم میں ہوا الرحمن کا

مستزاد :

ہر کجا فلک پر ملک عالم بلا — فہم و کجہ جن کا
 تسبیح کریں سدا اللہ تعالیٰ — من کا لئے من کا

دلی ویلوری میری فیاض نام دلی تھیں۔ سواطرت علاقہ مدرسہ علم، ملاکات میں انتقال کیا۔ کئی مشنویاں ان کی تصنیف ہیں۔ جو مقام ترجمہ بھی

موضوعات پر ہیں۔ ان مشعوہوں میں قصہ نویسی کا رجحان غالب ہے۔ اگرچہ دوسری بات، سیرت اور غزوات کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں لیکن غیر مستند روایتوں سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تاہم اکثر مقامات پر شاعرانہ قصہ مزیات پائی جاتی ہیں۔ ان کے مجموعی اشعار کی تعداد کم و بیش دس ہزار ہے۔ مشعوہوں کے نام یہ ہیں: روضۃ الشہداء (۱۱۳۷ھ)، روضۃ الانوار (۱۱۵۹ھ)، روضۃ العقی (۱۱۶۲ھ) اور مائے قاطرہ، مشعوہ رتن پدم روضۃ الانوار میں باقاعدہ عنوانات کے تحت حضور علیہ السلام کے احوال حیات، غزوات اور معجزات بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کو حکوم سیرت لکھری قرار دیا جاسکتا ہے۔

نعت و مدحت: روضۃ الشہداء

کروں ہمہ کون ہم اللہ سوں آقا
ایہوں تا میں فصاحت میں سرافرا

روضۃ الانوار:

کے ہم نقل حضرت عمر خطاب — ہوا معراج کا جس دن خوشی باب
کیا حضرت رسول اللہ سوں میں سوال — نہائی راز کا کچھ کرو حال
سو فرمائے کہ امت کا شکایت — کیا منجات یوں وہ وہ عزت
کہ عسلیں وہ زمیں سب مل جلوت — کریں وہ انجمن سبانی اطاعت
وے میں پردہ پوشی میں ہوں سدا — ہوں دائم حشیش و صمت سوں غفار
ولیکن تمہ امت کون یا محمد — بدی تن کی کون کر چکی سقی وہ
تری امت میں تمہ کون بہت پیاری — غضب ہوہ قہر سوں ہم ہیں کٹاری

روضۃ العقبی:

ہو اللہ السبح الکی و قادر — ہو الرب البصیر الہین و علیم
م ابہر و قدر و معجز — ہو البدر و غفار و مفضل
الکی توں رہے بیاد داہ — یوں میری ضعف ہمت پر توان
کیا تریف یوں میں مختصر حال — ترے محبوب و خیر کا احوال

رتن پدم:

دلایا تو ہے پاک پروردگار — ترن کا وہ آہر و ایشے اندر

نوازش علی شیدا نواب نظام علی خاں کے سیر سادہ تھے اور شاعری عاشقہ خانے کے متعمم تھی۔ انہوں نے قیام ترکہ بھی موضوعات پر شاعری کی۔ ان کے یہی صحت و روایات کا التزام ہے۔ سیرت میں واقفیت کے حاذقے کا ذیل رکھتے ہیں۔ محفل کی رنگ آمیزی نہیں کرتے۔ سادگی اقتدار بھی قائم رکھتے ہیں۔ لہذا رسول ﷺ میں زیادہ تر لوماف و نفاک بیان کرتے ہیں اور سیرت طیبہ کے نقوش پیش کرتے ہیں۔ اخلاقی مضامین بھی پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے کئی ضخیم مشعوہیں لکھیں۔

- ۱۔ اعجاز احمدی (۱۱۸۶ھ) اس کا موضوع سیرت طیبہ ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل۔ ۱۹ ہزار کے لگ بھگ اشعار۔ لوب کو عزائمات کے تحت تقسیم کیا ہے۔ جن میں غلوہ نوری سے ولادت تک کے واقعات قلمبند کئے ہیں فحائل و معجزات بھی شامل ہیں۔ ان تمام مضامین کو شہدائے نہایت ترحیب سے لکھا ہے۔ ہر جلد کا آغاز کسی نہ کسی صفت سے کیا ہے۔ بقول شطرنج: بہت روایات، ضخامت اور قدامت کے اعتبار سے نعتیہ لوب میں یہ مثنوی مولانا محمد باقر آگاہی "بہشت بہشت" کے بعد کراں قدر تصنیف ہے۔" (۳۸)
- ۲۔ گلشن ایمان: نعتیہ قصائد اور معجزات کے ذکر پر مشتمل مثنوی۔ یہ مثنوی نایاب ہے۔
- ۳۔ روحیہ الامداد (۱۱۷۳ھ): واقعات کربلا پر مشتمل۔

حد و نعت: اعجاز احمدی

میں آیا ہوں دینے تجھے اب نوبہ — کہ ہے مغفرت میری جس میں امید
توں من ہوش کے کان دھر یہ سخن — بیان تجھ سے کرتا ہوں میں من و عن
جہاں رسالت کا سب ماجرا — میر میں مفضل کیا ہے لکھا
اٹھی میں حیرے نبی کا میاں — لقمہ چچا ہوں کرتے میاں
مری طبع کو چست و چالاک کر — رموز معانی کا دوزخ کر
حبیب خدا سید المرسلین — ما جس کی خاطر کوں دیا و دیں
سراپا تھا وہ ذات پر نور نور — اسی واسطے لوس میں سایہ تھا وہ
حکم کوں اگرچہ نہ پکڑا ہے ہات — لکھا حکم کے خط میں سب کائنات
کہا دین جب لوسکا جگ میں غلوہ — ازا لات و عزا کے سر میں غلوہ
چراغ شہستان ایمان ہے — گل مغفرت کا گھٹاں ہے وہ
ہے قرآن درق اس کے اعجاز کا — وہ واقف ہے سب فیہ کے راز کا
نبوت لوبوں لوس کے رب الکریم — قر کے کیا شق کوں روشن دلیل
اے نور احمد میں ایک نیم ہے — سو وہ نیم از میر تقییم ہے
ہے وہ نعر کے ملک کا جہاد — کیا رنج و منت کتنی اختیار
ہے مضمون لولاک میں یوں میاں — اگر وہ نہ ہوتا نہ ہوتا جہاں

محمد باقر آگاہ ۱۱۵۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ تھے۔ شادہ الحمن قرنی کے مرید تھے۔ عربی قاری اردو میں شاعری کی۔ کثیر تصنیف ہیں۔ تین سو تین تصانیف ہیں۔ مولہ دکنی زبان میں ہیں۔ ان کی تصنیف "بہشت بہشت" اپنے موضوع، اپنے اسلوب اور اپنے متنوع مضامین کے اعتبار سے سیرت رسول ﷺ پر ایک ممتاز کتاب ہے۔ نو آٹھ جلدوں یا دس سالوں پر مشتمل ہے۔ آغاز میں ایک عالمانہ و بیباک ہے۔ جس میں مضامین کے مآخذ منابع کی تفصیل ہے۔ یہ آٹھ رسائل ۱۱۸۳ھ سے ۱۲۰۳ھ تک مکمل ہوئے۔ کل اشعار کی تعداد نو ہزار کے لگ بھگ ہے۔ رسائل کے ہم مع جرح تصنیف نیز موضوعات کی تعیین کے ساتھ یہ ہیں:

- ۱۔ من دیکھ ۱۸۴۰ء نور محمدی علیہ السلام
- ۲۔ من برن ۱۸۴۰ء عسور قدی کی دعا میں حسب رسالت
- ۳۔ من موہن ۱۸۴۰ء مذکر ولادت باسعادت
- ۴۔ جب موہن ۱۸۴۰ء باحوال مقدمہ جہاں
- ۵۔ کرام دل ۱۸۴۰ء اخلاق و شاکل نبوی
- ۶۔ راجستہاں ۱۸۴۰ء فصاحت نبوی علیہ السلام
- ۷۔ من درین ۱۸۴۰ء معجزات کامیاب
- ۸۔ منی جون ۱۸۴۰ء حضور علیہ السلام سے محبت اور آپ کی عظمت کامیاب

بہشت بہشت ہر سہ طیبہ پر ایک اہم واقعہ یادگار تصنیف ہے۔ جو دور رسات اور ہم عصر مشویران پر کا جوہر فضیلت رکھتی ہے۔ اور جو ہر تھری کے موضوع پر آئندہ لکھنے والوں کے لئے راہیں متعین کرتی ہے۔ اور ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس مشویران میں مول سے آخر تک مستند معتبر روایات کا احترام ہے۔ حتیٰ کہ ماخذوں تک کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ ساتھ کے ساتھ یہ سبب و اسباب اور دوسرے مختلف موضوعات پر نکتہ و رسالت پر لکھی جانے والی متن تمام مشویران پر تنقید کرتی ہے جن میں ائمہ و سند سے پہلے پایہ کی گئی ہے۔ بہشت بہشت ہر تھری کے اصول بھی متعین کرتی ہے۔ اس مشویران میں پہلی بار لوازمات نعت کے تحت ایک خاص قرینہ و ترتیب کے ساتھ استحضار کے مضامین بھی دیکھتے ہیں اور نعت کے اجتماعی آشوب کا جس کی روایت اردو میں حالی کی معروف نعت اسے خاصہ خاصانہ رسل ... است شروع ہوئی ہے (مقتضی مولیٰ ہی بہشت بہشت میں نظر آتا ہے۔ مصنف نے اسی عامہ اور تھری کی نفسیات کا خیال بھی رکھا ہے۔ اس نے آئندہ سالوں میں آئندہ مختلف امور اقدار کی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ ایک ہی امر کا تسلسل و طوالت یکسانیت کی بنا پر ذوق و نفسیات پر گراں گزر سکتا ہے۔ لہذا ان شاعری عام القسم استعمال کی ہے جو متناہی رنگ لئے ہوئے ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ وہم تک اس مشویران کے مضامین کی ترسیل و تقسیم ہو سکے۔ یہ تصنیف جس بہشت کا بیان ہے وہیں اخلاق کی تبلیغ بھی ہے اور فی الواقع اردو محروم نعت کے لحاظ میں ایک اہم نشان راہ ہے۔

بہشت بہشت میں حمد و نعت کے عناصر : دیباچے کے خاتمے پر مدح رسول کی فضیلت :

کہ نبی کا ذکر ہر نام و صفت
افضل الاکابر ہے اسے ہے خبر
سلاطین کو ذکر اس کا شمع و نور
ماشوق کو ذکر اس کا ہے پند
مادھن کو ذکر اس کا من گھڑا
وہلاں کو ذکر اس کا من موہن
انبیاء کو ذکر اس کا ہے انصاف
امینا کو ذکر اس کا ہے جلیس

من دیکھ ۱۸۴۰ء :

نہ ہوتا مگر تو اسے سلاطین
نہ کرتا میں یہ کل منڈی
تا ارض و سما تا لوح و قلم
تا جن و ملائک تا آدم
ان سب کو کیا ہوں تجھ خاطر
اور تجھ کو کیا ہوں مجھ خاطر

من ہون سے :

امیر متحد دونوں ملک کا نور — آدم و عالم کو ہے جس سے تصور
جس کو ہے خوش ہم رؤف و رحیم — سب کے لوہے جس کی رحمت ہے ہمیں

من ہون سے :

جس کے ہے نور سے جہاں پیدا — جس کے ہیں کھ پہ کن فلاں شیدا
جس کی مشعل عدم کی غفلت سول — وہ بتائے وجود کی سب کون

جنگ ہون سے :

جس سے صوائے قدم ہے کفن — ہن سے غفلت عدم ہے روشن
ہن کی ہیں جلوہ گر ذات و صفت — انبیاء کو ت ملی جز حیرت

آرام دل سے :

حقیقت میں سب کا ہے مطلوب او — ہیں سب عاشقوں اور محبوب نو
و مستاب ہے سب غلائق پکار — وہ عالم میں ہے من کا اس کے شور

راحت جاں سے :

جوں خدا کی حمد میں میری ہے مثل — ہوں نبی کی نعت میں ہوں ہے مثل
ہم سرسل و شمشام رسل — سرور عالم و لام جزو و کل
بھرنی ذکر و طاعت اے پیر — ہے نبی کا ذکر ہر شام و سحر

من لہرین سے :

ہے گنج لب کا مطہر ابرار — ہے بیت القدس کا مصباح انوار
یہاں من کا ہے مع دل — فردغ خلق کا ہے نور اکمل

میں لب کرتا ہوں اپنا عرض احوال — نرم سے سن آئے اے ہر افضال
— نہیں اس کترین میں آئے اہل — سر تو سے مجھے کر تو مسلمان
— حیرتی حیرت میں کر میرا لکنا — کر اپنی پاکتی میرا سرہانہ

کدھر جائیں کہ یہ لشکر ہیں تیرے — اگر ہیں نیک وہ چاکر ہیں تیرے

تصدق سے محمد ﷺ کی الہی — مسلمانوں کی قائم رکھ توں شاہی
تصدق سے نبی کے ہی و قوم — چا عالم میں لوس کے دین کی دھوم

من جیون نصیر :

لایا تو اک آئینہ وحدت — جس سے نہ رہی جہاں میں عظمت
 لایا تو یک ایسا روح اعظم — پایا ہے حیات جس سے عالم
 یعنی وہ جہاں عمر پہنچنے — سرمایہ جسم و ہاں عمر پہنچنے
 طاعت ہے تری اطاعت اس کی — قریب ہے تری محبت اس کی

دکنی مرثیے میں حمد و نعت کے عناصر

جنوبی ہند کے شاعر میں اب تک ہم نے حمد و نعت کے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ عشق، تمجید، فخر، دہائی وغیرہ امتیاز شعری سے متعلق ہیں۔ مرثیہ جو عام حسین اور دوسرے شہیدانِ کربلا سے متعلق ہے اگرچہ اسکی نفاذ کربلا اور اس کے حقائق ہیں لیکن امام حسینؑ اور ان کے رفقاء نے اعلائے کلمۃ الحق اور شریعت و تعلیمات نبویؐ کے فروغ و فلاح کے لئے اپنی جانوں کا ذریعہ پیش کیا اس لئے مرثیہ کا اساسی موضوع تو عید و رسالت ہی بنتا ہے اور مرثیے کے چرے سے حمد و نعت ہی کے اندر داخل پھرتے ہیں۔ چنانچہ بعض مرثیوں کا سر آغاز عیدِ اقصیٰ اور توصیفِ رسول علیہ السلام ہے اور اکثر مرثیوں میں حمد و نعت کے اجزائے عناصر ہمیں جزوِ انظر آتے ہیں۔ ہم نہایت اختصار کے ساتھ چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں، یافعی مرثی

اور سے پیش نظر ہے :

یتیم احمد ہان پوری : (۱۰ صدی ہجری کے لوہار کا شاعر)

کائناتِ نبی کے دل کے جن کے نال کوں — کیا دیوے کا جواب صبا فدا الہلال کوں
 کیوں حشر میں کریں گے شہادت تجھے رسول — کہتیں توں بٹ بٹ بٹ کے دو دکھایا ہے آل کوں

محمد اشرف احمد آبادی (دلی کا تلمیذ)

جو گود میں نبی کی اقا سر حسین کا — کیوں خاک پر پڑا ہے سواطر حسین کا

تقی (ایک قدیم شاعر)

جن کے ہد کا دمدم تھا عرشِ کرسی پر قدم
 ان کو تجھے پک خالماں کیوں کر چٹائے پائے پائے

جانم جانی (۱۱ صدی آخر کا شاعر)

لے پید سوں خدا نے دیا سرخ جبکوں کج
 جبریل کی جوہت سوں بدن سو حسین ہے

جعفر حسین (قادر لود مرزا کا ہم عصر)

روشن ٹا خدا کی کرن چرک خطیب — منبرِ نبوی سو جلی حیدر حسین تھا

حسینی

ترویج روح پاک منور ہو — ہے لک بزرگ الوت و سیر ہو قاتح
 داس (کامیاب مرثیہ گو، حالات غیر معلوم)

آرزوت ہے داس دھرتا ہے — دل نئے لے تیس دھرتا ہے
 جو شفاعت کی آس دھرتا ہے — اے شہ سالار السلام ملیک

رضوان

ہوں رکھا امید رضوان شاہ سوں — مثر میں کرنا شفاعت یا رسول

عشقی (دکنی شاعر)

گل محمد کے جن کا یا حسین — سور حیدر کے گلن کا یا حسین
 مصطفیٰ سا ہو رہا ہے مشتری — آج تھو چسے رتن کا یا حسین

غازی

کہ اس بیس ہر محمد جسے دلی — مبارک جن پر کھڑے حسینا

غلامی گجراتی

کھن میں کرمل کے کیوں ہوا پنہاں — لعل وہ مصطفیٰ کے لعل کا

غواصی (گوکٹھڑے کا مشہور شاعر)

نئی جوتن کے ہیں چلے، ان کا ہاں لے سارے — بڑے تسلی ہیں سارے کرو صلوة آدم کا
 قادر (بہت اچھا مرثیہ گو)

محمد کے ہیں لالاں وہ اے صاحب جلالاں وہ — یہ ظالم بد خیالاں ہو قدر ان کا بھانے ہیں
 مرزا (اپنے عہد کا ممتاز شاعر)

انسوس بجک مثر میں توہیں کی فاطمہ — پر خون جامہ ہاتھ میں لادیں گی فاطمہ
 پر وہ گھر پاس لپا کر حسین کون — یک یک زلم زلم کون دکھادیں گی فاطمہ

مریدی

محمد کے گھر کے پرانوں کوں روشن — وہ کیوں مثر جوشن ہو جلیاں فدایا

ذریعہ بن سکے۔ اس کے لئے انہیں عوامی روایات و قصص سے بھی کام لینا پڑا تاکہ کبھی ہوئی بات بالکلیہ ہوا شعر و لہجہ ہو سکے۔ صوفیا خود بلاذق عالم اور شاعر تھے اور دین و تصوف ان کی ولادت تھی کبھی کا منظر تھا ان لئے ان کے رسائل، کتب کو فروغ ہوا اور اس طرح نہ ہی شاعری جس میں حمد و نعت بھی شامل ہے، نشو و نما پاتی رہی۔

ان کے علاوہ دوسرے شعرا تھے جن کا سونیاں تنقید نے قابلیت علمی اور ادبی امتیاز تھا انہوں نے مختلف موضوعات پر اور متعدد اصناف میں شاعری کی۔ ان شعرا میں سلاطین و امرا بھی تھے اور دیگر طبقوں کے افراد بھی تھے۔ سلاطین و امرا نے جہاں خود بلاذق شاعری کی تسکین کی وہیں شعر اور ادب کمال کی سرپرستی اور قدر دانی بھی کی جو شعر و ادب کے نشو و نما کا وسیلہ بنی۔ تاہم بعض شعرا درباری ہونے کی وجہ سے بے نیاز بھی رہے۔ شعرا کے عام موضوعات و مرغبات میں عشق یا تادبھی قصہ، لکڑی، مدح سلاطین و امرا، شہداء کے بے لگا ذکر، مدح و پند، عشق مجازی اور دوسرے معاشرتی احوال وغیرہ شامل ہیں جن کے لئے انہوں نے مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، غزل، رباعی، قطعہ، مستزاد، نظم، قصیدین سب کچھ اختیار کیا اور جملہ اصناف میں حق شعر لکھا۔ اصناف میں زیادہ تر مثنوی کا بکا بھاری ہے۔ ان اصناف شعری میں جہاں موضوعات کی وسعت، چوں کا نوع، اسباب کی رنگارنگی ہے وہیں زبان اور اس کے عوامی استعمالات اور اس کی لائق بدلتی صورتوں کا دلیل بھی ہے۔ اکثر شعرا نے دکنی زبان کو کہ وہ عوامی بولی تھی اختیار کیا اور اس کی آسانی، ملاءست اور عام فہمی کو مد نظر رکھا۔ عربی اور فارسی کے الفاظ، اصطلاحات، تشبیہات، استعارات اور سمیعیات سے عموماً پرہیز کیا۔ اس طرح فارسی روایت و رنگ میں مقرر میں رہی اور دکنی، (ہندوی روایت) اپنے بال و پر پہناتی رہی۔ لیکن ایک اور عجیب اور دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ فارسی روایت پوری طرح معدوم نہ ہو سکی بلکہ زیریں لہر کے طور پر جاری رہی۔ کہیں کہیں مستثنی صورتوں میں بعض شعرا کے یہاں، فارسی شعری روایت ہندوی روایت کے پہلو پہ پہلو چلتی رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی شاعری میں جب قرآنی آیات، احادیث و شذات نبوت، دینی اور شرعی احکام، تعلیمات آتے ہیں تو وہاں عربی اور فارسی کی آمیزش کے بغیر کام نہیں چلتا۔ اس کے باوجود بریک لہجہ ہندوی روایت ہی کو رہا۔ ہندی لوزان و عوار، دکنی لفظیات، مقامی موسیقی کارنگ و آہنگ، ہندی دیوالا اور اصنام پرستی کے ذمہ اثر نہ ہی شاعری میں غیر مستند روایات اور واقعات بھی داخل ہوتے چلے گئے۔

مذہبی شاعری کا ایک بلاذق وسیلہ محافل و مجالس خاص جن میں مراسم شریک ہوتے تھے اس لئے ان ملازمت سے دامن نہیں چھایا جاسکتا تھا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرا اور ہندوی اور دکنی روایات لسانی، تمدنی اور لونی میدانوں میں خوب رنگ جمنا چکنے کے بعد چمکنے پڑنے لگیں (جس کے بعد سے اسباب و عوامل تھے جن میں تخلیقی تجربوں کا تسلسل، شعور عامہ کی پابندی، سیاسی اور تاریخی تبدل و تغیر، شہلی ہند سے سلسلہ آمد و رفت، مغل فتوحات وغیرہ) تو آخر کار دکنی زبان نے ہوتے ہوئے ریختہ کار و پودھا لیا اور فارسی روایت کی برہ گیری اس پر سایہ لگن ہو گئی۔ دکن کی آخری دور کی تصانیف میں فارسی روایت کی جانب مراعت کے نشانات واضح نظر آتے ہیں۔ حمد و نعت اس پانچ صدیوں کے ناظر میں مختلف مقام پر ہیں۔ ہمارے سامنے آتی ہے۔

مثنوی اور قصیدہ کا آغاز عموماً حمد و نعت کے اشعار سے ہوتا ہے۔ یا پھر کسی بھی شعری تخلیق میں حمد و نعت کے عناصر جلو نما ہوتے ہیں۔ کبھی کسی چند موضوعات اور اخلاق آموزی کی صورت ہوتی ہے جو ایک طرح سے بالواسطہ حمد و نعت اور توصیف و رسالت ہی ہے۔ بعض اوقات حمد و نعت کے اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ آغاز قصہ سے قبل یا کسی باب کی ابتدا میں قصوں اشعار حمد و نعت سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بالاحترام نقدیہ مثنوی یا تنقید قصائد و دوسرے آتے ہیں۔ محکم میر تم کھن بانی ہیں۔

حمد کے مضامین میں اللہ کی ذات و صفات، اس کی عظمت و کبریائی، اس کی خالقیت و عاکیت، اس کا حکیمانہ نظام کائنات نیز اس کی صفات و جہات و مظاہر کا ذکر ہوتا ہے۔ حمدت و حمد کے نعرے کار و لوح زیادہ ہے۔ خدا کی حمد لکھنے کے ساتھ ساتھ اس سے مستند اواد استغاثت اور مغفرت

طلی کے مضامین بھی موضوع ہمد کا حصہ ہیں۔

ہمد میں بھی صوفیانہ طرزِ ادا ہوتا ہے کبھی فلسفیانہ۔

نعت میں مضامین و انکار اور موضوعات و مسائل کی کوئی حد نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام ہامسٹنگٹن عالم ہیں، رحمت اللعالمین ہیں۔ افضل الانبیاء ہیں، شفیع روزِ جزا ہیں۔ نور محمدی کا تصور، بعثتِ نبوی، انوارِ مہدک، لادلاتِ تادقات، شاکل و میر، واقعہِ معراج، معجزات، غزوات، تعلیماتِ رسالت، اتحادِ اعلیٰ، طلحی، محبت و اطاعت کے والہانہ جذبات، مجہوری، اشتیاق و حضور کی کاپیان، زیدت مدینہ کی قضا، اجتماعی آشوب است کا ذکر، شطاعتِ طلحی، الغرض تنوع و کثرت مضامین کا اندازہ میں کیا جاسکتا۔ ان انوار و کلیات کو مختلف صورتوں میں نمودار کیا جاتا ہے۔ نور نامے، مولود نامے، دوقات نامے، معراج نامے، معجزات نامے، شاکل نامے اور محضوم میر نہیں شعری کلیات کی حسین صورتیں اور خوب صورت و بکری تو ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں ہرگز نہیں چاہئے کہ ہم ہمد و نعت کے اس سرمایے کو قیج کے فنی معیار پر جانچیں۔ اس کے باوجود اس سرمایے میں ایسے نمونے بھی ہیں جن میں فن کی اعلیٰ قدریں موجود ہیں۔ ویسے بھی ان صوفیوں اور شعر کا مقصد و فائدہ ہی شاعری اور ہمد و نعت نگاری سے رشدد ہدایت اور تخلیق و اصلاح تھا جو احسن وجود پر ابولہ ہمیں اس تمام ذخیرہ شعر و ادب کو صرف اس نقطہ نظر سے دیکھنا قبول کرنا چاہئے کہ یہ ہمد و نعت کے تخلیقی عمل اور ارتقا کے لوہیں مراحل متعین کرتا ہے اور وہ مضبوط اساس فراہم کرتا ہے جس پر ہم نے مہ ہائے صفحہ میں ہمد و نعت کی مستحکم اور رفیع حالت قائم کی ہے۔ ہم اپنے اس اختلاص کو اکثر چاہی کے اس اہم اقتباس پر تمام کرتے ہیں جس میں دلی کے حوالے سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔ "دلی کا یہی کارنامہ ہے کہ اس نے فارسی روایت کو اردو کے قالب میں ڈھال کر ایک طرف تو معاشرے کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا ہے کہ وہ فارسی روایت کو اپنے رکھنا چاہتا تھا، اور ساتھ ساتھ اس مشکل کو بھی حل کر دیا کہ فارسی میں اپنی گہنی قوتوں کا اظہار ہی نسل کے لئے دشوار ہو گیا تھا۔ اس طرح دلی نے اردو زبان و ادب کے ارتقا کو جدید دائرے میں داخل کر دیا اور فارسی روایت کو ایک نیا مروج دے کر اسے اردو زبان و ادب کا حصہ بنا دیا۔۔۔۔۔ قدیم ادب انہی اثرات اور روایت کے اتار چڑھاؤ سے مہارت ہے اور قدیم روایت کی لہروں کا چھوٹا چھوٹا انہی رجحانات کی دکائی کرتا ہے۔ مردہ زبان کا دور روایت کو چھوڑ کر عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق زندہ طرزِ احساس کو اپناتا ہمیشہ سے تخلیقی زبانوں کا شہرہ رہا ہے۔ یہ غمی ہو تا آیا ہے اور غمی ہو جاتا ہے۔ گ۔ (۵۰)

صوفیائے کرام کی حمد و نعت گوئی

شمالی ہند میں حمد و نعت کا اہم دور تو محمد میر و سودا سے شروع ہوتا ہے جبکہ یہ ایک مستحکم روایت یا تحریک کی صورت اختیار کرتی ہیں لیکن اس سے قبل صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی شاعری کے ذریعے سرمایے میں حمد و نعت کے موتی اجڑاؤ عناصر کے طور پر ضرور نظر آتے ہیں۔ تصوف یعنی واردات قلبی کا اظہار کسی ایک خطے یا مکتبہ محمد و نبیؐ کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عشق و اطاعت کے جذبے کا شعری تصور بھی نمودار حمد و کاپیہ نہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ شمالی ہند میں بھی اس طرح روایت سے فضا سمور ہے۔ شمالی ہند سے اہل اسلام کا تعلق بہت پہلے سے تھا اور جنوبی ہند میں بھی ان کا نسل و خل بعد میں ہوا اس کے بعد اردو ادب کو تخلیقی اور تعمیلی فروغ دینے والوں کے اپنے سیاسی اور معاشرتی اسباب و عوامل ہیں۔ تاہم جب پنجاب و دہلی میں مسلمانوں کی حکومتیں ہوئیں اور انہوں نے خود پادشاہ اختیار کی تو یہ عبوری دور بھی اردو زبان کی ابتدائی نشوونما سے متعلق رہا ہے۔ بعد میں جب عثمانی حکومت کی مرکزیت کے سبب مصر میں اہل اسلام کو اقتدار و استحکام حاصل ہوا تو فروغ شعر و ادب کی ایک تاریخی فضا پیدا ہوئی جو مغلوں کے دورِ عروج میں فارسی زبان کے وسیلے سے ہوئی اور پھر ان کے زوال کے سبب فارسی، تو ان اور اردو خوانا ہوئی اور اردو زبان میں شعر و ادب کو بالیدگی اور فروغ کا ماحول میسر ہوا۔ پھر دلی دکن کی شاعری (دکنی) کے زیر اثر شمالی ہند کے شعر اہلانا اور دہلی غلیظی اظہار پر مائل ہوئے اور اردو زبان و ادب کے ایک باقاعدہ دھڑکا اٹھا ہوا۔

شمالی ہند کے عبوری دور کا ماحول صوفیائے کرام کے شد و حدیت اور دعوت و تبلیغ کا دور ہے جس کے لئے انہوں نے اقوال و ملفوظات اور تصنیفات کا سارا ایلانور کیونکہ یہاں بھی مخاطب عام ہی سے تھا اس لئے اس خاص حمد کی شاعری کو کڑے فنی معیارات پر نہیں پرکھا جاسکتا۔ یہ کیا تم ہے کہ جو چراغ جنوبی ہند میں روشن ہوا تھا۔ انہوں نے اس کی لو کو ہم نہیں ہونے دیا اور روشنی کا تسلسلہ برقرار رکھا۔ اس دور کا شعری اظہار دو ہر دوں اور محکوم اقوال کے علاوہ غزلوں، نظمیں اور خصوصاً یہی مشعوذ میں ہوتا ہے جن میں حمد و نعت کے اجڑاؤ عناصر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ان صوفیوں کی شاعری سے ہم جہاں انسانی رویوں کا اندازہ کر سکتے ہیں وہیں ان کے موضوعات و مضامین کے آپنے میں معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی غد و خال کا بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

حمد و نعت کے نمونے

حضرت غلام قادر شاہ (م ۱۱۶۷ھ) شیخ محمد فاضل کے فرزند اور جانشین، بلائے پاپے کے عالم فاضل، زابہ متقی تھے۔ ان کی اردو مثنوی رحمة اللعین (تصنیف ۱۱۳۰ھ) خالص ہندی، غریب و بھائی لہجہ کی خصوصیات، صوفیانہ طرز احساس و اظہار، اکثر عربی اصطلاحات کا استعمال، نعت میں فاضل نمونہ کا تذکرہ، نور محمد کی تجلیات و مظاہر کامیاب، بعد میں نور کائنات کا نقطہ مرکزیہ ہے۔ حمد و نعت کے مضامین و موضوعات ایک دوسرے میں بہت سیماں میں قلبی واردات اور روحانی کیفیات کا رچاؤ۔

حمد و نعت :

وہی وہی نہ	دوہا کوئی	—	پرگت ہو یا محمد	ہوئی
احمد محمد	ایک بچھاؤں	—	ایک ہی دیکھو ایک ہی جانوں	
محمد کو	لوہ بہت درود	—	نوا لہد	الحمد

اول آخر باطن ظاہر — تاہیں اس سے کوی باہر
 سچ یو نور ہوجو بات — ایک ہی ذات ہے ایک ہی ذات
 سب بڑیاکی اسے مسلم — صلی اللہ علیہ وسلم
 کرو عبادت شرع انہیں — حاصل ہونے نور یقین
 جس کو تاہیں شرع گو کہ — جانو اس کوں تم گر کہ
 حق نے کیا نور مبین — شرع کوں ہی کتاب مبین

نعتیہ غزل :

سب دیکھو نور محمد کا سب دیکھو نور محمد کا
 سب ہی ظہور محمد کا سب دیکھو نور محمد کا
 وہ نقطہ علم ازل کا ہے وہ اول ہر اول کا ہے
 وہ مجمل ہر مجمل کا ہے سب دیکھو نور محمد کا
 وہ مقاسب اسما کا ہے وہ صدر سب اشیا کا ہے
 وہ سر غفور خفا کا ہے سب دیکھو نور محمد کا
 کہیں ظاہر ہو مشہور ہو یا کہیں باطن ہو مستور ہو یا
 کہیں ناظر ہو منظور ہو اسے دیکھو نور محمد کا

شیخ محمد حاجی : شیخ فاضل الدین دہلوی کے مرثیہ :

حد و نعت :

کھٹ کنزا تجا تھا جب کے یہ بھید نہ پایا اب
 قاہرہ ان اعراف جہا جب آدم بھیکھ ہمارے
 کما آپ کوں ان من نور اللہ طلق بھی کوں من نوری
 تم سیانے بھی چار کرہ پھر دوسرا کون مایہ اب
 من اقرب جب خبر دیات سوچ لانی جو من کے ہوں
 احد سے احمد آپ میں پھر کہ کے بعد چھپایا دے
 (۵۱)

امام بخش قادری (محمد حاجی کے ہم عصر شاعر)

ان کے یہاں بھی احمد نور احمد کے مطابق ہیں اور حمد و نعت کے مطابق کا جذبہ امتزاج ملتا ہے۔

من دانی قدر ای الحق کچھ یو احمد لا مہم
 رب سیں آپ ہی عرب بیوں پھر ظاہر حمد کیا ہو

شیخ عثمان: مہار ہویں صدی ہجری کے شاعر۔ مجد الف جانی کے بی بھائی، قاری اور ریختہ ارتباط سے ایک نعت درج ہے۔ یہ قاری گو شعرا کا مزاج تھا کہ وہ کسی شعر کا ایک مصرع قاری اور ایک اردو میں کہتے تھے یا پھر ایک ہی مصرع میں دونوں زبانیں نصف نصف ہوتی تھیں۔

ماشوق دیوانہ ام آؤ بیادے صیب — تو ہر مچکاتہ ام آؤ بیادے صیب
اسے دل داری جان من درد تو درمان من — ہر تو سامان من آؤ بیادے صیب
بد دل عثمان قریب رحمت خود کن قریب — زانکہ تو ہستی مجیب آؤ بیادے صیب

شیخ الفرح محمد فاضل الدین بٹالوی (م ۱۱۵۱ھ) شیخ محمد افضل لاہوری کا نوری کے سریر۔ انکے والد سید محمد عنایت اللہ مہر شاہ جہاں مالگیر میں قاضی القضاہ ہے۔ عربی قاری علوم کے ماہر، صوفی متش، چالیس تصانیف اور رسالے ان کے قلم سے نکلے۔

حمد و نعت: (بہار مناجات)

ہاں مرا بخت تم کوئی انظر حالی یا نبی
ہے دین دن فطرت بڑی انظر حالی یا نبی
اس لعل سوں راکھ مجھے من عزل درجات السفا
فریاد کرتا ہر گھڑی انظر حالی یا نبی
میں ہوں خرابی میں پڑا کا لعل سوہ اکتلک کیف
اس تم سنی چماتی سزی انظر حالی یا نبی
اس شرم سوں بچہ کچھ نہیں حتی اری ضوہ السفا
ہے مرگ بھی سر پر گھڑی انظر حالی یا نبی
مربع شریعت سوں رکھ حتی کون دور کم
اس حلق سوں کر مہجوری انظر حالی یا نبی
— فاضل پکارے دین دن اشع اشع اللہ میں
فریاد کرتا ہر گھڑی انظر حالی یا نبی
(۵۶)

محبوب عالم شیخ جیون چشتی جالندی: مہار ہویں صدی سے تعلق۔ سید میر حسن بھیکھ (م ۱۱۳۱ھ) کے مرید اور تلمیذ۔ ان کی ایک تصنیف درود نامہ ہے جو کم و بیش تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ مقامی لہجہ غالب ہے۔ حتی کہ عربی قاری لفظوں کو بھی اسی لہجے میں احوال کر نام لہجہ مانتے ہیں۔ اشعار میں منائی اور روایتی ہے۔ سیرت آنحضرت ﷺ کے بعض واقعات بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں ایک نئی بات یہ ہے کہ منصور پاک پختون کی وفات پر حضرت ماکھ، حضرت قاسم اور بعض صحابہ کرام کی وجہ سے غزال کی وحشت میں رہائی فیالات بیان کئے ہیں۔ مصطفیٰ انیس دوبرہ کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ ہم انیس ٹھنڈے مرے قرار دے سکتے ہیں:

حمد و نعت :

جہوں میں پھل ہم دشمن کا — تہوں دھپن میں مہیاں سبحان کا
مٹی ایک کر تار دو پاک ہے — گمراہ جس کی قدرت سے افلاک ہے
دین ہے جو کر تار عالم خدا — نزلجی نرنگار سب سے جدا
ہے اک پک میں کیا یہ جہاں — دہی توڑ اسے پھر خوئی اور مگیاں

حضرت عمر کا دوبارہ :

محمد یاد : چوکوں پر ادا دن رین کر لاؤں
گمراہ فریاد میں کو کون محمد سا کہاں پاؤں
محمد ﷺ مہر کی پھانسی مٹی گرانا ہے پانسی
مٹی ہے ٹوٹ کر پھانسی کسے یہ حال دکھلاؤں
لگن لاگی پٹ گاڈی محمد بیت نہیں یاد ہی
یہی ہے تیرا ہاں بھلائی محمد مانوت گاؤں
عمر کہ محمد کہ پاکاروں میں سدا اللہ
پھروں گھر گھر یہی کہ محمد ہانوں پہنچاؤں
جب محبوب عالم تھا نہایت خوب پالم تھا
مرانت پرست پالم تھا رہا ہے بھگد کس لہاؤں

عہدی : فقہ ہندی (تصنیف ۱۲۳۳ھ)۔ بغالی آمیز اردو میں اشعار کے ہیں۔ کہیں کہیں فارسی افعال استعمال کئے ہیں۔

حمد و نعت :

محمد ثواب رب کوں خالق کل جہاں — لائق محمد ثواب کے اور نہ کوئی جان
علم شریعت ہاں کے بھگیا پاک رسول — جو کچھ بھگیا رب نہیں سب ہم کیا قبول
یارب اپنے فضل سوں بے حد بھیج درود — نبی محمد مصطفیٰ تھہ سوں ہو خوشنود

اسماعیل امروہوی : دو مثنویوں ان کی یادگار ہیں۔ (۱) ملاقات نامہ فی فی قاطر۔ (۱۱۰۵ھ)۔ حمد و نعت سے مثنوی کا آغاز ہوتا ہے اور جنتاب
قاطر کے احوال کے ضمن میں بھی نعت کے اجزائے ہیں۔ (۲) ہجرہ نامہ (۱۱۲۰ھ) جس میں حضور طیبہ السلام کا ایک مجروح بیان ہوا ہے جو غیر معتبر
روایت پر انصاف رکھتا ہے۔ تاہم اسے حمد و نعت کی مناسبت سے دیکھا جاسکتا ہے۔

حمد و نعت :

کہوں نعت اب میں محمد رسول — ہوو عالم صدق دل میں کچھ قبول

محمد جی ہیں گے اور یتیم — دل سے اہ تک ہوئے مستقیم
 سبوں پر جو سردار ہیں مسکلی — شمع ان قیامت کے ہیں تپتی
 نبی کی صفت ہوت ہے بے شمار — نکت کیا دعوں سے ہاتھوں چار
 عمر سبوں پر کیا شمار — حتیٰ شے انوں سے کیا کامگار
 محمد نبی ہیں کریم و شفیع — سرتپ سبوں پر کیا ہے رفیع
 دل ہکومت تھا چہ نبی جو کئے — نبوت کا پھتر انوں سر دیے

محمد : بارہویں صدی کے نصف دوم سے تعلق۔

حد و نعت :

قرین خدا کے ہوں جس رلو دکھالا ہے — اور ہوش دیا مجھ کوں جس سبکی یہ بھالا ہے
 محبوب مرا سند سب جگ کا لہ بالا ہے — نور عرش فرش کے چ سب چر سب بالا ہے

فقیر اللہ :

مشہوری درمکون (س تصنیف ۱۴۰۰ھ) کے مصنف۔ ایک ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل۔ تصوف کے موضوعات پر لکھی

ہوئی کتب ہے۔

اللہ بنا تیرے کن بگداں — ہر دم تیرا نام دھیوں
 اللہ بھی ست گور میں پالا — اچھا باپ جس مجھے بتایا
 کھت کھڑا نے کیا پدار — وہجک آجک آئے پدار
 ہوا اللہ ہے اچھا باپ — سب میں کھن کوہیں باپ
 وحدت میں کثرت ہے پارو — ظاہر میں تم مجھ چارو
 نور باطن میں تیز بان — کثرت کون وحدت پچان

رحمت شاہ :

مشہوری شیریں فرہاد کا مصنف۔ اس مشہوری کی زبان بھاشا اور پنجالی آمیز ہے۔

دل ہم صائب کا لچے — پانچ نے سب کا رنج کچے
 جو بنت جو دوس لہائے — ہر ہر کرت سنگ لائے
 وہ دھجک کھن کا ساکھی — پالے کھن کو ہر باکھی
 لاکھ کھ جو جمل میں رہیں — تہا رزق بیش لہیں
 چچی اور پندے اچھی — لے جون کی شکل چھائی
 خیر لیڈا وہ کر چارو — لوی دلو کریں پوکارو

شاہ مراد بن قاضی جان محمد (م ۱۱۳۴ھ) فارسی اور اردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔ کلام کارنگ، صوفیانہ اور مانتھن ہے۔ شاعری میں قدامت کی جھلک ہے لیکن صاف اشعار بھی موجود ہیں۔

کرب طواف کعبہ اکبر کہ ہے پاس تیرے
حج کا سفر خدا ہے نزدیک سے مزن کیا
بروم جو آتے حق سے عالم ہوئے معطر
حجر کیا سخن کیا اور نامہ حقن کیا
شراب ثادی سے مست ہو نہ آں اور بروم
نشہ وحدت میں سرخوش ہو کے کثرت کو بھلاتا ہوا

شیخ محمد نور شاہ محمد افضل لاہوری کے ایک مرید۔ تصوف ان کا مزاج و مذاق۔ کلام کارنگ زیادہ تر سونیا۔ ہے۔ قدیم طرز سخن کا طلبہ ہے۔

دوے خدا توفیق کر تم کا اسم ہر دم ہزاروں
تھو اسم اعظم اسم ہے مشہور ہے عالم بھر
من دیکھتے تھے اے شاہ زندگی مری بہار ہے
چرا میرا۔ اچھو دکھا تھے ہوں خدا دل جان دہر

میر و سدا کا عہد جسے قدیم ادوار کے خاطر میں اب کا عہد نہیں کہتے ہیں اس اعتبار سے لائق مطالعہ ہے کہ اگرچہ اس دور میں باقاعدہ حمد و نعت کی شکل میں شعر نہیں آئے البتہ جزوی طور پر اس کا پورا کمال ملتا ہے۔ مختلف اصناف اور سبکوں میں اجزا کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کبھی کسی صنف کے سر آغاز کے طور پر، کبھی درمیان اس اعتبار سے میر اور سدا کے فیض کے بعض معاصرین کے ہدیہ، البتہ میر کا سہارا دیا جاسکتا ہے۔ نیز ان کے بعد نہایت اجمال کے ساتھ عہد غالب و مومن تک چند شعر اکا اسی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

میر تقی میر (۱۱۳۵ ۱۲۲۵ھ) میر کے یہاں غزل اور دوسری اصناف میں مودعت کے عناصر ملتے ہیں۔ میر کی عمر کوئی کاروبہ صوفیانہ ہے۔ صنعت سے صنایع کا تصور اور مگر ہر فن و فن کا طر اسمو اسعد اور فن کا عرفان اس کا قصو صی اسلوب ہے۔ نعت میں حضور کی رحمت اللعالمی اور شیعہ لائے ہیں کے ساتھ ساتھ ان کے عشق و اطاعت سے وابستگی مصلحت اورین کا موجب ہے۔ اسلوب میں سدا کی اور دلی گدلا کی آمیزش ہے۔ کلیات میر کا مطالعہ غزل : جلد اول کی پہلی فزول کا مطلع :

حسد و نعت :

قا مستعد من سے اس کے جو تو رہا ———— دور شید میں بھی اس ہی کا درد تصور تھا

نیز دوسری غزلوں میں :

عشق نے مجھ کو لہ کرم کی کیا بغل ———— اے چشم بوش شیبہ نہامت کو کیا ہوا
ہاں ہم یاد کس کا درد نہیں نہ پلا ———— پر مطلق کہیں خبر اس کا نہیں نہ پلا

جلد دوم سے :

- اشہد غامد ہوں جو آپ یہ صبر — تخت نہ تو بھی ہو سکے اس کی صفات کا
 اس کے فردوغ حسن سے جھکے بے سب میں نور — شمع حرم ہو یا کہ دیا سو سجت کا
 کیا میر چھ کو ہمار سیانی کا نگر ہے — ختم الرسل سا شخص ہے ضامن نجات کا
 جلوہ نہیں ہے نظم میں حسن قبول کا — دایوں میں شمر کر نہیں صحت رسول کا

جلد سوم سے :

- میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسن کیا — خاک ہاجت تھا میں سو مجھے انسان کیا
 عالم آئینہ ہے جس کا وہ تصور ہے مثل — بنے کیا صورتیں پردے میں مٹا ہے میاں

چہارم سے :

- کرتا ہوں اللہ رویش ہوں سدا کا — سراپا توکل ہاں نام ہے خدا کا

پنجم سے :

- دل رقت بہاں ہے اس ذوالجلال کا — کتبہ منع صفات و کمال کا
 اوراک کہ ہے ذات مقدس میں داخل کیا — دوحہ نہیں گزرا گمان و خیال کا
 دھرم بزم پانی سے سدا پر چڑھ رہا — تب نام لے تو اس ہنستاں کے پھول کا

رباعیات سے :

- کیا اہل ہے خلق عالم کرنا — بحر عالم بہتی میں محرم کرنا
 قرا کہ کرم ہی اسے کرم مطلق — ہاجت کتبہ خاک کو آدم کرنا
 گو میر کا احوال نہایت ہے سلیم — کتنے ہیں اسے شانی و کافی و حکیم
 دفعہ کرم بھنے لے حق میں نہ کرنے — یہ بات کرم ہے اللہ کریم

بارہ کا ایک سدا صفت سرور کا کات حقیقت میں لکھا ہے :

بند اول :

- جرم کی کھو شرمینی یا رسول — نور خاطر کی عزتی یا رسول
 بچپوں میں قصاص دینی یا رسول — نوری رحمت ہے چینی یا رسول
 رحمت اللعالمی یا رسول — ہم شیعہ اللہ صبی یا رسول

مثنوی شعلہ عشق سے :

میت نے غلت سے کاڑھا ہے نور — میت نہ بھوتی ، نہ ہوتا تصور
میت مسہب ، میت سہب — میت سے آنے ہیں کارِ جب

مثنوی معاملات عشق سے :

کچھ حقیقت نہ پا پھو گیا ہے عشق — جن اگر سمجھو تو خدا ہے عشق
عشق تو جو رسول ہو آیا — اس نے پیغام عشق پہنچایا

مثنوی اعجاز عشق سے :

ٹائے ہیں آفریں ہے مہل — رہی اس میں جنبش کسے کیا مہل
گموں کیا میں اس کی صفات کمال — کہ ہے مثل کل یاں پریشاں خیال
یہ صنعت گری اس ہی صانع سے آئے — کتب خاک کو آدمی کر دکھائے
..... بری ہے گا تشیل و تشیر سے — غزوہ ہے وہ بھڑکھڑ سے
نہ امراض و فورشیہ یا ما ہے — ہر دم دیکھو اٹھ ہی اٹھ ہے
نہ جہن پاک کمر مہلکے کے تیں — درود حقبات احمد کے تیں
رسول خدا و سر انبیاء — زبے مشت و جاو وصل علی
جہاں " ہے وہ جبرئیل ایں — اے حشر تک تو پہنچنا نہیں

(۵۳)

مرزا محمد رفیع سودا (م ۱۱۹۵ھ) سودا اپنی قصیدہ گوئی کے سب خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ انہوں نے دوسری اصناف اور حیثیتوں میں بھی کارِ انکاشی کے ساتھ اشعار کہے۔ ان کے یہاں بھی حمد و نعت کے عناصر دستیاب ہوتے ہیں۔ لیکن انھیں قصیدے کے ساتھ اس پہلو سے ان کے قصائد کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے اسلوب پر قاری اثرات کا غلبہ ہے۔ زیادہ تر مہلرات و ترکیب لفظی، تمکبات و تشبیہ و استعارہ فارسی ہی سے حلق ہیں۔ قصیدے کے لئی اجزا بھی وہیں سے مستعار ہیں۔ انداز بیان پر شکوہ لفظی اور خیالی کارنگ جھلیا ہوا ہے۔ سودا کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے لہجہ قصیدے بھی لکھے۔ ان کا ایک قصیدہ

ع ہو واجب کلمات ہے وہ تحفائے مسلمانی و نعت کے حوالے سے بہت اہم ہے۔

اس میں مشقِ عبّادی سے مشقِ حقیقی کی جانب مہارت و اسلام کی توصیف اور رسول اکرم ﷺ کی توصیف و ثناء کے مضامین ہیں۔ زیارتِ مدینہ اور دیدارِ محمدی کا دلگدازِ مستحسن ہے۔ یہ نظم سودا کے داخلی جذبات کی آمیزہ دار بھی ہے اور نعت کے اعلیٰ مضامین سے بھی مد ہے۔ اس کے علاوہ دوسری اصناف شعری میں بھی سودا نے حمد و نعت کا حق ادا کیا ہے قصائد کے ہر قسم دوسری اصناف میں ان کے یہاں سادگی، داخلی جذبات اور دلی درد مندی کی کیفیات زیادہ نمایاں ہیں۔ سودا کی حمد و نعت کا مطالعہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ شمالی ہند کی حمد و نعت گوئی کے نویسندہ گوئیوں کے مقابلے میں سودا نے اپنے لہجہ معنوی محاورات کے اعتبار سے ان اصناف کے نقوش کو زیادہ گہرا اور نمایاں کیا ہے۔

سودا کا مقالہ حمد و نعت، کلیات سودا کے حوالے سے

غزلیات سے :

مقدور نہیں اس کی جگہ کے بیاں کا — جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو قلعین کے در دل سے اٹھا دے — کھٹا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
..... دلا دریاے رمت قطرہ ہے آبِ محمد کا — جو چاہے پاک ہو مجھو ہو اسمعیلِ محمد کا
محمد علم کا گھر ہے ، علی ہے اس کا دروازہ — غلام اس کا ہو تو جو کلب ہو بلبلِ محمد کا
زمین و آسمان ہوں کیوں نہ روشن نور سے اس کے — کہ ہے اک پر قوا خوردشیدِ مستجابِ محمد کا
..... ہر سنگ میں شرار ہے تیرے غمور کا — موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوو طور کا
پڑجئے درود حسنِ صبح و شمع پر — جلوہ ہر ایک پر ہے محمد کے نور کا

قصائد سے : قصیدہ در نعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ کل ۱۳۶ اشعار کا قصیدہ ہے۔ ۱۲۵ اشعار کی تفسیر ہے۔

ہوا جب کلمہ طاعت ، ہے وہ تہفائے مسلمانی — نہ لونی شیخ سے زہار کسجِ سلیمانی
..... کمال اس کلمہ کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے — برہمن کو منم کرتا ہے کلیعہ مسلمانی
نہے دین محمد پیروی میں اس کی جو ہر دے — ہے خاک قدم سے اس کے چشمِ عرشِ نورانی
ملک مجھ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی — لالت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی
اسی کو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا — مراد الفاظ سے معنی ہیں تا آیاتِ قرآنی
..... رکھا جب سے قدمِ مستطابِ آس نے شریعت کا — کرے ہے سورج ہر معدلت تب سے یہ طغیانی
اگر نقصان پر خس کے شرر کا کچھ ارادہ ہو — گرہ کو آگ کے دوہیں کرے غرق آن کر پانی
پلے ہے آشیان میں باز کے چہ کبوتر کا — شبیں نے گرگ کو گلے کی سوچی ہے تمہاری
ہزار الموسس اسے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں — وگرتہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
..... میں آگے مت چل اے سودا میں دیکھا ہم کو تیری — کر استغفار اس منہ سے لب ایسے کی ثنائی

ایک قصیدہ منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیٰ ابن ابی طالب میں ہے۔ اس کے ۱۳۸ اشعار ہیں۔ اور یہاں یہ مضامین کے وسیلے

سے مدح اعلیٰ بیان کی ہے۔ یعنی حقیقت سے خالق کی خلاق کی حمد۔

انھہ گیا بکین و دے کا چنستاں سے عمل — شیخِ اردی نے کیا مقلبِ خزاں متاصل
مجھو شکر میں ہے شاخِ ثمر دار ہر ایک — دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ مزدوج

مثنویات سے : مثنوی در بیخِ فدوی متوطن و غباب کہ در اصل مقالہ حمد و نعت سے متعلق ہے :

یارو خدا ایک ہے ، دوسرے برحق نبی — صورتِ لوح و قلم جس کے لئے خلق کی

مثنوی در بجزو امیر دولت مند بنیل سے :

ہے خدا کا یہ ایک شہ نور — جس سے روشن ہے آسمان کا نور
 کرتے اس کو مجھے نہ ذرہ دیر — سر و نہ کو مثل ہاں و غیر
 کیا اس نے حرم یکہ آن — نکل اختر سے پر سپر کا خون
 وہ کروڑوں خم کو تخت دے — راتے میں زبان انسان کے
 کس نہا سے ہو اس کا شر لہا — نصیب کیا کیا اس نے کیں پیدا
 میرے ہیں ہارے میں زمانے کے — واسطے کھانے اور کھلانے کے

مثنوی قصہ در عشق پسر شیشہ گریہ زرگر سے :

برا دل ہم پر اس کے ہے شیدا — کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
 ہمیں میں ذکر سے اس کے ہے تفریح — نگوں کو دلِ جنم ہے صبح
 چراغ دیر کبھی سے نہیں دور — ہیں دونوں روشن از یک عالم نور
 ہر اک جا وہ ہر انداز دگر ہے — کمر میں آب و بحر میں شر ہے
 تا ہو کس نہا سے اس کی بیسات — قلم کو بھیر لے سوتے مہابت

خدا دے تو اپنے عشق کا درد — حمایت کر دل گرم و دم سرد
 رواں رکھ تو سرے غات کو دن رات — نگوں تا دم میں بعد از مہابت
 ترے ہار کرم سے شام ہے تم — بھرے ہے طیل ہیں ترا دم
 میں کیا کیجئے تیری حمایت — اپنے ہیں چشم نور نور ہمدت
 فرض کیا کیا کرم ہم پر ہے میرا

قطع شر و ظہیر سے میرا

محمد مصطفیٰ پسر اہل الاک — محمد مصطفیٰ علی غائی لولاک
 محمد صحت کنزا کی کوئی — محمد عالم علم الہی
 محمد ہے مشیر عالم غیب — محمد راز دام حق ہے لاریب
 محمد جگہ میں سالارِ رسل ہے — محمد ہر بر جزو و کل ہے
 نہ پیدا خاک سے نہ تا جو ہو پاک — نہ پیرے آسمان گرد سر خاک
 اسی کی ذات سے اثبات حق ہے — کہ اس کی ذات میں ذات حق ہے
 کہوں کیا فطرت انسان میں کیا ہے — شرف قوم کا ، خیر انبیا ہے

مثنوی : (محدث)

آغاز میں ۳۸ اشعار حمد یہ ہیں اس کے بعد لغت ۷۷ اشعار پر مشتمل ہے۔

حصہ :

کروں پہلے توحید پر دہاں رقم — — — — — ہکا جس کے بعدے کو لول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین — — — — — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا — — — — — ہوا حرف زن یوں کہ رب اعلیٰ
نہیں کوئی حیرا نہ ہوگا شریک — — — — — تری ذات ہے وحدہ لا شریک
پیش کے قابل ہے تو اے کریم — — — — — کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
وہ حمد میں تیری عزوجل — — — — — تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل
— — — — — تمام سب میں اور سب میں ہے آشکار
اسی سے ہے کعبہ اسی سے کنشت — — — — — اسی کا ہے دوزخ ، اسی کا بہشت
— — — — — وہی نور ہے ہر طرف جلوہ گر
نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں — — — — — لیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار — — — — — لکھے کس طرح حمد پروردگار
کہ عاجز ہے یا انبیا کی زبان — — — — — زبان قلم کو یہ قدرت کہاں

نعت :

نبی کون یعنی رسول کریم — — — — — نبوت کے دریا کا درہیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اہی لقب — — — — — علم لدنی کھلا دل پہ سب
بہر از لکھے اور کئے بے رقم — — — — — چلے حکم پر اس کے لوح و قلم
— — — — — نبوت جو کی حق نے اس پر تمام
مطابق سمجھ ہو جو کر خوب است — — — — — خدا نے کیا اپنا محبوب است
کروں اس کے رتبے کا کیا میں ہیں — — — — — کھڑے ہوں جہاں باندہ صف مرسلان
— — — — — محمد ﷺ کی مانند جگہ میں نہیں
یہ حسی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا — — — — — کہ رنگہ دوئی دہاں تک آیا نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے یہ تھا سبب — — — — — ہوا صرف پوشش میں کہے کی سب
— — — — — وہ ہوتا زمیں گیر کیا فرش پر
نہ ہونے کی سایہ کے اک وجہ اور — — — — — مجھے خوب سوجھی پہ ہے شرط غور
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر — — — — — سمجھ لایے نور کمال ابھر
سموں نے لیا پتلیوں پر اٹھا — — — — — زمیں پر نہ سائے کو مگر نے دیا

غلام احمد انصاری مصحفی (۱۱۶۳ھ تا ۱۲۴۰ھ) آٹھ ضخیم دیوان ان کی یادگار ہیں۔ قادر الکلام شاعر۔ نہایت زود گو اور پر گو۔ غزل، قصیدہ، مثنوی بھی کچھ لکھی اور ہر صنف میں اپنے شعری کمالات کا اظہار کیا۔ ایک مثنوی مرقعہ حبیب بھی ان کی تصنیف ہے۔ ان کی شاعری کے نعتیہ پہلو کے بارے میں ریاض مجید کہتے ہیں:

”حقیقت مجموعی شمالی ہندوستان میں سودا کے بعد مصحفی نے قصیدے میں نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے نعت میں جو چند قصیدے (دیوان قصائد جلد اول، دوم، قصیدے دیوان قصائد جلد دوم، تین قصیدے کے مکہ و مسکنات، پاکیزگی اور غلوں سے عبادت ہیں۔“ (۵۸)

نعت : (غزل)

ن ہوگی جاں کنی کے وقت ہرگز تھکنی غالب
کہ تو اے مصحفی مداح ہے ساقی کوثر کا
سرتاج انصاں میں نہ ہوں کیوں کہ مصحفی
سایہ ہے میرے سر پہ محمد ﷺ کی میم کا

قصیدہ :

ماہِ عرب ، اہی لقب ، امی کہ عمر ﷺ
نت جس کی طرف ذیہم انجم عمریں ہیں
(۵۹)

خواجہ حیدر علی آتش (م ۱۲۶۳) بڑی مدد نعت۔ مہر میں بالواسطہ مضامین، خصوصاً اخلاقی انسانی کے حوالے سے ذاتہ مقامات باری کا اظہار۔ انسان میں مقامت عالیہ پیدا کرنے کا پیغام تاکہ بحر اللہ کی اطاعت کامل میں زندگی گزارے۔ فنا کے مضامین۔ نیکی کی تلقین۔ قناعت، توکل، عالی ہمتی اور دعا و شکر کے بالواسطہ مہر یہ افکار۔ نعت میں عشق و اطاعت رسول ﷺ کے مضامین۔ اسلوب میں دہلوی اور لکھنوی شعری خصوصیات کا استخراج۔ فارسیت کا رنگ غالب۔

حد و نعت :

جہاں آسمان میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا	—	نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا
میں پر ہی اک جلوہ مستند ہے اس کا	—	ہشید وہی ہے کہ جو دریائے ہے اس کا
دو شوق نہاں تیغ کی مانند ہے اس میں	—	معورہ عالم جو ہے دریائے ہے اس کا
شکراہ ساقی ازل کرتا ہے آتش	—	لہرِ مئے شوق سے پیمانہ ہے اس کا
شب کو چرخ کی نہیں ریزہ کو جہنم	—	ہر ذرہ آفتاب ہے تیری دلیل کا
عاجز تو اور دوسرا آجھ سا کوئی نہیں	—	وہ نور کا انیس ہے ، ہمد طلیح کا

موسیٰ کو حیرے حکم سے دیانے رلا دی — فرعون کو تو نے فرق کیا رلا دی نخل کا
 آتش میں دعا ہے خدائے کریم سے — جتنا اسے کریم نہ کچھ حلی کا
 ہمارے خلق میں دن رات ذکر ذات اقدس ہے — قتلے کی ہے یہ شیعہ خاک پاک سے پیدا
 رجوع ہونے کی ہے اس طرف خدا کی طرف — ہمارے صبرِ خبر جیسے مجتہد کی طرف
 سائل نہات کا ہوں خدائے کریم سے — رستِ بزرگ تر ہے گناہِ عظیم سے
 قصہ در قبول نہ کہولے عید ہے — انیس کے پاس دست دعا کی کلید ہے
 کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے — جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
 کرے جس قدر صبرِ نعت " کم ہے — سڑے لوتی ہے نہیں کیسے کیسے
 نہ بدوقت ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے — فقط مخلص ہر درگاہ رلا میں ہے
 مقام تک لگی ہم اپنے پہنچ ی ہائیں گے — خدا تو دوست ہے ، دشمن ہر رلا میں ہے
 رلا نہیں جناب عمر عظیم کا نام ہے — قابلِ رلا ہونے کے اپنا کام ہے

(۶۰)

شوق لکھنوی (۱۱۹۷ھ تا ۱۲۸۸ھ) شوق کی مثنویات کا حاصل مطالعہ اس اعتبار سے پیش ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اردو میں مثنوی
 مثنویاں قدیم رواج کے مطابق حمد و نعت سے شروع ہوتی ہیں اور درمیان و حمد یہ اور نعتیہ عناصر پائے جاتے ہیں یہ حمد یہ نعت جزوی ہا واسطے اور رگی
 تھیدی ہوتی ہے اور عموماً پند و اخلاق کے پردے میں توصیف و ثناء کے مضامین لائے جاتے ہیں۔ شوق کا اسلوب سادہ ، دل پذیر اور موثر ہے۔ اور قصہ
 گوئی کے فنی اور معنوی محاسن کے مطابق ہے۔ فرائد قصوں میں عبرت پذیر کلامیں اور اس کے وسیلے سے اللہ کی قدرت و حکمت بیان کی جاتی ہے۔
 اس کی ذات لم ہزل کے مقابلے میں بحر کی بے ثباتی کا ذکر موثر ہے ایسے میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً

مثنوی فریب عشق : (حمد و نعت)

اے قلم پہلے لکھ تو اسم اللہ — بعد ۵ ال ال اللہ
 بعد احمد کی حن کر تحریر — کہ " دنیا میں ہے خدا کا وزیر
 پلا قوم نے ہے اسی سے شرف — تاج فرقِ جبرہاں ملک
 سج کہ محبوب کہرا ہے " — خلق میں جب خدا ہے "

مثنوی بہارِ عشق :

کس نہیں سے کروں مقابلہ خدا — کیا بحر سمجھے کہ ذاتِ خدا
 جب نبی یوں کے کہ اے مالک — ماریں ک حق معرکہ
 ہم احمد کھٹے کا کیا علاج — خلق کا بس کے ہو خدا علاج

سب یہ دنیا سرائے فانی ہے — عشق معبود ہمدانی ہے
 کوئی اللہ نہ ہے وقت سے کرے — عشق کر: ہے تو خدا سے کرے
 ہے "مستقیم جمع سمات — لائق معبود ہے اسی کی ذات
 وہی اول میں ہے وہی آخر — وہی باطن میں ہے وہی ظاہر

مثنوی زہر عشق :

کلمہ کلم پہلے معبود یہ " — کہ ہر اک جا پہ ہے وہی موجود
 ذات معبود ہمدانی ہے — باقی جو کچھ کہ ہے وہ فانی ہے
 ہمسرا اس کا نہیں ندیم نہیں — سب ہیں حادث کوئی قدیم نہیں
 درجہ اہم پہنچ نہیں پہنچ کر آئے — جو کونے میں کسی طرح سے سامنے
 جائے عبرت سرائے فانی ہے — مورد مرگ ناممکنی ہے
 لہجے لہجے یہاں تھے ہیں کے — آج وہ نکمہ کور میں ہیں پڑے
 کل جس پر شہزادہ کل تھے — آج دیکھا تو غار ہاکل تھے
 صبح کو حائران خوش الحان — پڑھتے ہیں کل من علیہا طان
 موت سے کس کو رستگاری ہے — آج وہ کل ہماری پاری ہے

(۶۱)

نظیر اکبر آبادی (م ۱۸۳۰ء) ہدیہ نظم کوئی کے بانی۔ جب قصیدہ غزل کی مکرانی حمی لاریہ دونوں اصناف اسرار اور خواص تک معبود
 مخصوص نہیں، نظیر نے نظم کوئی کے وسیلے سے عوامی احوال و مسائل پر نظمیں کہیں اور شاعری کو خواص کے دربار سے نکال کر عوام کے جلوں،
 بیٹوں فیصلوں اور ان کے عوامی ماحول میں لے آئے۔ ان کی نظموں کے بے شمار موضوعات ہیں۔ ان میں دینی شاعری کے مختلف عنوانات بھی ملتے
 ہیں۔ عبدالحی، مناجات، دعا کے علاوہ نعت و منقبت کے اجزا بھی ان کی نظموں میں موجود تھے۔ اگرچہ یہ تمام تر دینی اور کی قہا لیکن نظیر نے اسے فروغ
 دیا اور ذوق شعور میں جم کر تیز عشق و عقیدت کے جذبے کے ساتھ نعت کہہ کر حمد و نعت کو ایسے شعبے میں پیش کیا جو عوام کی فانی اور ہڈ بانی
 کے مطابق تھا۔ انہوں نے نئے نئے عوامی الفاظ استعمال کر کے زبان کو توسیع دی، اپنے ماحول و نشانہ اپنے موصوفوں، پانہوں اور پانوں، بہادریوں اور
 میاںات و غیرہ کو اپنی شاعری میں استعمال کیا۔ اس اعتبار سے ان کے یہاں فارسی روایت سے جزوی طور پر گریز تھا۔ لیکن یہ کچھ وجہ توجہ نہ تھی۔
 نعت کو نہیں ہیں اس لئے ہم اس گریز کو کوئی نظیر قرار نہیں دیتے۔

ان کا حمدیہ و نعتیہ نمونہ کلام : (غزلوں سے)

ہو کیوں نہ ترے کام میں جبرائیل تھا — یا رب تری قدرت میں ہے ہر آن تماشا
 لے عرش سے تا فرش سے رنگ سے رنگ — ہر شکل کجاست ہے ہر اک شان تماشا
 نظیر اس کے فضل و کرم پر نظر رکھ — کل مہیسی اللہ نظم احوال

— اسی کی ذات کو ہے وہاں ثبات و قیام — قدم و ہستی و کریم و مکمل و معام
 — عروج پدو میں لا کر رکھی وہ باریکی — کہ جس کو پیچھے نہ فکرت نہ دانش و لوہام
 — مومن کے تئیں کو غم طور کی سوچھی — نہ قسم رسالت کو بہت دور کی سوچھی

نظموں سے: نظیر محراب عبادت میں: (ب شکل مخمس)

اگلی تو فیاض ہے اور قدیم — اگلی تو غفار ہے اور رحیم
 مقدس معنی منزہ عظیم — نہ تیرا شریک اور نہ تیرا حکیم
 تری ذات والا ہے یکساں قدیم

ب شکل مخمس:

یہ رب ہے تیری ذات کو دونوں جہاں میں برتری — ہے یاد تیرے فضل کو رسم خلافت پروری
 دائم ہے خاص و عام پر لطف و عطا، حقد تواری — کیا انیس، کیا طاڑوں، کیا وحش کیا جن و پری
 پالے ہے سب کو ہر نام تیرا کرم اور پروری

عنوان: هو الله الخالق الباری المصور، له اسماء الحسنی (ب شکل مخمس)

اس ارض و سما کے مریے میں یہ بتنا کچھ کچھا ہے — یہ لٹانہ تجھی نے بانہ صا ہے، یہ رنگ تجھی نے دھا ہے
 حیوان، پکیر و زہری، کیا بازغا بانک صا ہے — کیا دانہ پینا ہوش بھرا کیا بھولا ہواں کچا ہے
 کل عالم تیری یاد کرے تو صاب سب کا بچا ہے

عنوان: توکار جہاں را نگو ساختی (مخمس)

فلک پہ ہندوں کی کیا کیا سرسبز بھری کی — پھر ان میں زیب فزا نکشاں بھری کی
 فیا و نور کی کیا کیا جلی پاری کی — عروج پدو میں لا کر رکھی وہ باریکی
 کہ جس کو پیچھے نہ فکرت نہ دانش و لوہام

عنوان: چڑیوں کی تسبیح (مکمل مسدس)

وہ صبح سحر کی دھمکی کیا کیا ہوں ہوں ہوں کرتی ہیں — ہوں ہوں ہوں ہوں کر کر ڈگر کن لٹکوں کرتی ہیں
 مرنے والے گزروں گزروں مریاں کوں کوں کرتی ہیں — قریاں بھی سب یاد میں اس کی بھوں بھوں کرتی ہیں
 ساتھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں کرتی ہیں
 چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا سب چوں چوں کرتی ہیں

عنوان : نظیر باد گاورسالت میں

تم شہم دیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ — سرگردو سرطیں ہو یا محمد مصطفیٰ
 ماکم دین میں ہو یا محمد مصطفیٰ — قبلہ اہل یقین ہو یا محمد مصطفیٰ
 ہجر صادق ہو تم اور حضرت خیر انوری — سردر بر دو سرا اور شائع روز جزا
 ہے تمہاری ذات والا صلیح لطف و عطا — کیا نظیر اک ، نور بھی سب کی مدد کا سرا
 پس بھی تم ، وہ بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

عنوان : اسرار قدرت (مسدس ترجیع بند)

جوں میں کیا کیا کرد کے اپنی ہر اک جاتا ہے شادیانے — کوئی نکیم نور کوئی مندس ، کوئی ہو چنڈت کھا بھانے
 کوئی ہے عاقل ، کوئی ہے فاضل ، کوئی نبوی اک کمانے — جو ہوا کوئی یہ بھیہ کھولے ، یہ سب ہیں خیلے یہ سب بیانے
 پڑے بھٹتے ہیں لاکھوں دانہ ، گردوں پنڈت ، بڑوں بیانے
 جو خوب دیکھا تو یاد آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

عنوان : مسدس کریما

مدا دل سے اسے مومن پاکہار — مضمون کر کے پڑھ بلج وقتی نماز
 وقت مناجات بامد نیاز — یہ کہ اپنے باتوں کو کر کے دراز
 کریما بہ حشائی بہ حال ما
 کہ مستم امیر کبیر ہوا
 ترا دست ہے وہ جو خیر انوری — محمد مصطفیٰ نبی ، مالک دوسرا
 کہاں وصف ہو مجھ سے اس کا لوا — ولین ہے میری بھی اسکا
 نہیں چور در وہاں جانی کیر
 نبی محمد مصطفیٰ در دل پندیر
 (۶۲)

حکیم مومن خاں مومن (م ۱۲۶۸ھ) مومن شاعری میں ایک خاص امتیاز و مقام کے حامل ہیں۔ معاملہ ہندی، مضمون آفرینی،
 مرزاشاریت اور معانی کی دہاری کے سبب وہ ایک اسلوب خاص کے حامل ہیں۔ عشق بھاری کے سبب سے معاملات و کلیات کو وہ جن رموز و علامتوں اور
 کتبہ طرز کی سے پیش کرتے ہیں، یہ ہی ایہ انہی سے مختص ہے۔ ان کے قصائد میں ایک قاضیات، اور حکیمانہ اسلوب پایا جاتا ہے وہ علمی اصطلاحات و
 حکیمات خوب استعمال کرتے ہیں۔ شوکت لفظی ان کا خاصہ ہے وہ کئی علوم و فنون کے ماہر تھے اسلئے وہ منطق و فلسفہ، عقائد و کلام، طب و شکت اور
 نجوم و ریاضت وغیرہ کی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کی شتوپاں سادہ بیانی کی مظہر ہیں۔ انہوں نے اردو حمد و نعت میں

بھی ایک وقیع سرمایہ چھوڑا ہے۔ قصیدہ، مثنوی، رباعی اور غزل میں حمد و نعت کے اجموعہ اور مادر مضامین بیان کئے ہیں۔ ان کے نعتیہ قصیدے "چمن میں نغمہ بخیل ہے یوں طرب بانوس کا زبان و بیان اور موضوعات و مضامین کے تنوع کے اعتبار سے ایک نمایاں مقام ہے۔ حمد میں ان کا اسلوب فلسفیانہ و حکیمانہ ہے اور نعت میں بھی وہ فضائل و رسالت کو عینی لحاظ میں بیان کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کی نعت احوال ذلت جتنی ہے تو اس میں داخلی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے یہاں استعانت و استمداد کا لہجہ بھی ہے۔ حضور کے معجزات کے ذکر میں منطقی دلائل سے کام لیتے ہیں۔ عشق و اطاعت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ان کی نعتیں دل پر اثر کرتی ہیں۔ نعت گوئی کی مضامین مجز و تکسار ان کا خاص ہر ایہ اہم ہے۔ مومن نے حمد و نعت میں طہیت و شہریت کے احترام سے ایک مخصوص رنگ پیدا کیا۔ احتیاط، سلیقہ مندی اور ادب داری ان کی دینی شاعری کا مایہ امتیاز ہے۔

حمد و نعت غزلیات سے :

نہ کیونکر مطلع دیوہوں ہو مطلع مر وحدت کا — کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرع بھٹکتا شہادت کا
غضب سے تیرے ڈرتا ہوں درخشاں تیری خواہش ہے — نہ میں ریزا درخ سے ، نہ میں مشتاق جنت کا
گھوٹے خانہ میں سرمہ ملاو دودھ دل ہے — مگر کہتا ہے وصفِ خاتمہ جلد رسالت کا
نہ پوچھو گرمی شوقِ دعا کی آتش افروزی — مہ جاتا ہے دستِ بحر شطہ شمعِ فطرت کا
خدا یا ہاتھ اٹھاؤ عرضِ مطلب سے بھلا کیونکر — کہ ہے دسب دما میں گوشہ دلمان اہلعت کا
لرہو ہر جلوہ توحید کو وہ برق بولاں کر — کہ خرمن پھونک دیوے ہستی اہلِ مہلِ مہلات کا
مرا جوہر ہو سرتاپا صفائے مہر تلیہر — میرا حیرت زدہ دل آنکھ خانہ ہو سٹل کا

رباعیات سے :

مومن شوقِ مناد مہاری کب تک — اے تیرہ دروں سیاہ کاری کب تک
ہاں اپنے خدا کو باز آ بہر خدا — اے دشمن دیں ہوں سے پاری کب تک

تخمیں بر غزل قدسی :

ہوں تو عاشق مگر الحلاق یہ ہے اوفی — میں غلام لورہ صاحب ہے ، میں امت ، وہ نبی
یا نبی یک سحر لطف ہے ای و اہل — مرحبا یہ کی مدنی العری
دل و ہاں باو فدائیت چہ عجب خوش لقمی
مومن زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب — نہ دوا لورہ نہ پرہیز ، مرضِ حرص و نوب
پر ترا لطف ہے اگازِ سیاحت بھی خوب — یا طیب الفقرا انت شفاء القلوب
زہں سب آہہ قدسی بی درماں ظلی

قصائد سے :

الحمد لوبیب اعطایا — اس شہر نے کیا مزا پکھلایا
والشکر صانع البرایا — جس نے ہمیں کوئی بنایا

مثنوی سے :

پنا ساقیا ہام کوز مجھے — غریب شرب پہنی کر مجھے
 وہ نے جو کرے لوطہ صیباں کو وہ — کے جس کو خالق شرب طور
 وہ نے جس کی عقل نہائے صلات — ہجو عراق لوائے صلات
 وہ نے جس کی موج مفا = نفس — وہ نے جس کی مستی میں طرش نہیں
 غریب شرب غن ہو قبول — وہ نے غروش ثنائے رسول
 محمد ﷺ سرائے سرائے گری — مدح آفریں جس کی عطیہری
 دل ساکنان بہر دریں — سر انبیا ، سید المرسلین
 وہ ای ولے عشیم علوم — کلام اس کے سب ول ہم علوم
 یہ کیسے فنون اس کو حاصل ہوئے — کہ سادے صفت تش بطل ہوئے
 وہی شائع خلق روز جزا — اسی کی گزارش پہ طور و سزا
 اسی کی اطاعت کا سارا حساب — مہ پر صلیت ، بعد پر عذاب
 بہار قول ، خاتم المرسلین — قل اولین و ہر آخرین
 کہاں میں کہاں مدح خیر الامم — علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

(۶۳)

بہادر شاہ ظفر (م ۱۸۶۲ء) مثل سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر نے خود ایک ممتاز شاعر تھے بعد ان کے عہد میں ملانور لوبانی
 قدردانی کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ ذوق نور ان کے عہد غالب شاعری میں ان کے استوار تھے۔ اس عہد کی مہر نگار بلورام سعید یوں کرتے ہیں۔ ”تھوڑے
 عرصے کی خاموشی کے بعد شاعری، دہلی کی ہٹل بڑا دستان نے پھر نئے سرائی شروع کر دی۔ غالب، ظفر، ذوق، مومن وغیرہ اس دور کے
 ہی گراں شعرا ہیں۔ ظفر بھی کوئی معمول درجے کے شاعر نہ تھے۔“ (۶۴)

ان کا کلام عاشقانہ ہے نور ان کی پختہ مثنوی کی دلیل ہے۔ دوسرے موضوعات پر بھی اشعار ملتے ہیں۔ ان کی حمد میں اللہ کی کبریائی کا تصور، اس
 کی قدرت کا لہ کا اظہار اور اس کے اسرار میں عقل کی ہر سائی کا بیان ملا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی نعت فدا گل نبوی سے معمور نور التماس و اسجہ کے عاجزان
 ہیں سے مذہب۔

ہم :

مقدور کس کو مدد نہائے بلیل کا — اس جا پہ ہے وہاں ہے وہاں قال و قیل کا
 پانی میں اس نے رلو ہری کی کلیم کی — آتش میں وہ ہوا پھن آرا غلیل کا
 اس کی مدد سے فوج بھیل نے کیا — لشکر تباہ کیسے پر اسمعیلیہ لیل کا
 بولیا اپنے دوست کو اس نے وہاں جہاں — مقدور پر زون نہ ہوا جبرئیل کا
 کیا پائے سب ذات کو اس کے کوئی ظفر — وہاں عقل کا نہ دخل ، نہ ہرگز دلیل کا

(۶۵)

نعت :

اے سرور دو کون ، شمشاد ذوالکرم — سرخیل مرطین ، شفاوت کر ام
 رنگہ نمود سے ترے گلشن رخِ حدوث — نور وجود سے ترے روشن دلِ قدم
 تو تھا سرمد لوحِ رسالت پہ جود کر — آدم جہاں بنو ملک پرودہ عدم
 صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسمان — دکھتا سر زمیں نہ اگر اپنا تو قدم
 والیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے شا — دانش ہے ترے رخِ مذ نور کی خم
 جبری جہلبِ پاک میں ہے یہ ظفر کی عرض — صدقے میں اپنے آل کے اے شاہِ مہتمم
 مہجمل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر — آئینہ ضمیر سے میرے نگارِ علم
 پہچان آستانِ مقدس کو تیرے میں — اس غم سے من چہرہ ہوئی میری چشمِ نم
 پر خاک آستان کو تری ، اپنی چشم میں
 کرتا ہوں سرمدِ مہمل تصور سے دمدم

(۶۶)

اسد اللہ غالب (۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۹ء) غالب کے یہاں دلوراست محمد کا مضمون نہیں ہے۔ توحید پروردگارِ وجود کے نظریے کے مطابق انہماک خیال کرتے ہیں ان کا انداز فلسفیانہ ہے۔ اور دلائلِ کمال کے ساتھ بات کرتے ہیں ہر دوست کے اس نظریے کے تحت ہر شے اسی کا پر تو ہے۔ کسی شے کا اپنا حقیقی وجود ہی نہیں۔ حیات و کائنات ہے حقیقت ہیں اور یہی ہے حقیقتی ان کی ثابت کی دلیل ہے۔ خدا کے مرقان کا یہ انداز بھی اس کی حمد کا ایک قرینہ ہے۔ غالب کیونکہ بدیعِ الاسلوب ہیں اس لئے ان موضوع پر نئی نئی جنتوں اور نوے نوے لویوں سے بات کرتے ہیں مثلاً

حصہ :

ہے مشتمل وجودِ صور پر نمودِ بحر — یاں کیا دھرا ہے قلعہ و موج و جہاب میں
 اصل نمود و شاہد و مشہود ایک ہے — حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
 دلِ ہر قلعہ ہے سازِ اناکرم — ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا
 اے کون دیکھ سکا ، کہ بگم ہے وہ بگم — جو روئی کی یا بھی ہوتی تو کیسے دوچار ہوتا
 نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا — ذرا بگم کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
 جب کہ تجھ میں کوئی نہیں موجود — پھر یہ بگم اے خدا کیا ہے
 ہے جلی تری سلمانِ وجود — ذرہ ہے پر تو خورشید نہیں
 ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے — ذرے میں آفتاب کے پر تو سے جان ہے
 ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا — ہر رنگ میں بیکار کا اثبات ہے
 دہر جہرِ بیکاری معشوق نہیں — ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود گئی
 ہستی کے مت فریب میں آجاتے اسد — عالم تمام حلقہ دایم خیال ہے

نعت : اردو میں غالب کے یہاں نعت کے مشکل دو تین اشعار ہی ملیں گے۔ ان میں بھی اسلوب کی انفرادیت اور مضمون کی طرح کلی جالب توجہ ہے۔

اس کی امت میں ہوں میں، میرے رہیں گیوں کام بند — — — واسے جس ش کے غالب مکیو بے دو کھلا
منہور خمی یہ شکل جلی کو نور کی — — — قسمت کھلی ترے قد و رخ سے عہد کی

ان کا ایک شعر ہے :

زہن پہ بار خدا یا یہ کس کا ہم آیا
کہ میرے نکلنے سے مری زہن کے لئے

ڈاکٹر فرہان فتح پوری اس شعر کو اشرفی نامہ از میں نعت سے متعلق کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

”غالب کے اس شعر کے ساتھ میر لاہن بیوہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک کی طرف گیا اور میں درد شریف پڑھنے پر مجبور ہو گیا اس کی ایک لائی وہ تو یہ ہے کہ مرزا غالب نے اس شعر میں مدح و ثناء کے جس بلند مقام کا ذکر کیا ہے اس کا اطلاق میرے نزدیک آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے انسان پر ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قاری کا یہ نعتیہ شعر

”ہزار بار بشویم دین پہ منتف و مگاب

ہو نہ نام تو گھن کمال ہے ادنی ست“

لڑکپن سے میرے ذہن میں محفوظ ہے اور میں غالب کے شعر کو اسی قاری شعر سے مستفیض سمجھتا ہوں۔“ (۶۷)

لطف علی خاں لطف بریلوی (م ۱۲۹۸ھ) لطف کا نام نعت کے حوالے سے اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ انہوں نے قصیدہ و مثنوی کے برعکس غزل کو اپنے نعتیہ افکار و مضامین کی اساس بنایا اور غزل کی حیثیت میں نعت نگاری کی توسیع کی۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نعت جو اس سے پہلے ایک موضوع کے طور پر اختیار کی جاتی رہی تھی، لطف کے یہاں وہ ایک باقاعدہ صنف کے طور پر استعمال میں آئی۔ اس کے علاوہ جو مختلف اصناف میں نعتیہ اشعار بطور اجزا اور عناصر کے، جزوی طور پر لانے کا رواج تھا، اس کی بجائے نعت کو ایک مکمل کلیت کے طور پر غزل کی صورت میں پیش کرنے کا آغاز لطف سے ہوا۔ نعت میں لطف کا غزلیہ دیوان ۱۲۷۰ھ میں مرتب ہوا اور اس کی طباعت کا اعادہ جاری رہا۔ تذکرہ مسر جانتاب میں درج ہے۔ ”دیوانش بہ تمام دار نعت“ (۶۸)

لطف کی نعت گوئی کی اہم خصوصیات یہ ہیں : نعت کو ایک علیحدہ صنف کے طور پر مدح و تحارف کرنے کی سعی و عزیمت، غزل کی صنف و حیثیت میں نعت موضوعات و مضامین کا تجربہ، بعض نعتوں کا یہ قصص کہ دو سیاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہی گئی ہیں تاکہ مجلسی انداز میں ذکر و رسالت ﷺ کی تعظیم قائم ہو اور روانہ پائے۔ سراپا نگاری پر خصوصی اور شعوری توجہ، جس کے حوالے سے حضور علیہ السلام کے جمال ظاہری کے محاسن و مظاہر کا ذکر کیا جائے۔ اس موضوع پر لطف کے یہاں نہایت احتیاط، سلامت روی اور لوبہ احترام ملحوظ رہتا ہے وہ اس موضوع کی نزاکت و لطافت اور منکبیات کا خیال رکھتے ہیں اور محبوب مجازی کے بارے میں شعرائے غزل کا جو انداز فکر اور میرا یہ اہل رہا ہے، لطف کی سراپا نگاری اس سے

میز و محتاز ہے اور اس کا احتساب و اطلاق صرف محبوب خدا اور ممدوح کا نکات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے ہو سکتا ہے۔ سراپا نگاری میں معجزات کا ذکر بھی جذبہ گردیا گیا ہے۔ اس موضوع کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کے جمال برت اور فضائل و محامد کے ذکر سے بھی ان کی نصتیں معمور ہیں۔ نعت گوئی میں لطف کے یہاں بجز اور اک اور کو جانی انکسار کے مضامین ہیں، اور وہ اپنی نعت گوئی کو توفیق الہی قرار دیتے ہیں۔ لطف کے اسلوب میں ملامت و ردائی، تشبیہ و استعارہ کا حسن، رعایت لفظی، جوش اور ایک شعور آمیز و المانہ پن پایا جاتا ہے۔ ان کی اکثر نصتیں ان کے داخلی محسوسات و ہذبات کی آئینہ دار ہیں، عشق و عقیدت سے لبریز، دل گدا انگلی اور سوز و اثر سے نڈ۔ حقیقت یہ ہے کہ لطف علی نہیں لطف نعت کی روایت کی ایک معتبر شخصیت ہیں جنہوں نے ہر کام و ایک نظام احساس اور تنظیم فکر اسلوب کے ساتھ نعت گوئی اور خصوصاً نزل کو ایک نئے خوشگوار اور وقیع تجربے سے آشنا کیا۔

نصونہ کلام :

ہوں میں باہل باغ و صفت و صفہ مبارک کا --- سو زبان نہ کہتا ہے ہر پتا سرے گلزار کا
وصف جب گلزار میں چشم مبارک کا کیا --- خواب آنکھوں سے اڑایا نرمی صفا کا
دوست شیطاں کے بے شمشیر ہوں دم میں فنا --- وصف حضرت کے لکھوں گر اردوئے خمار کا

بصم پیدا کس طلق خدا پیدا ہوئے --- ڈیوا و مقتدا و رہنما پیدا ہوئے
نور سے اسلام کے عالم منور ہو گیا --- داد کیا بہ الدجی صلی علی پیدا ہوئے
ہر پیکر جس نبی کی ہے نبوت کا گواہ --- اب وہ قسم المرسلین و انبیا پیدا ہوئے

قصص ہو رونق ہر دوسرا خاص --- قصص ہو نصیب ارض و سما خاص
خدا کے نور سے پیدا ہوا ہے --- تمہارا نور اے نور خدا خاص

ہے چشم تصور میں جو گیسوئے محمد --- دل قبلہ نما کہہ ہے اردوئے محمد
شکل میں نہیں صہبہ گیسوئے محمد --- گل میں نہیں رنگ رخ گیسوئے محمد

گویا ہے نہاں بہر سخن ہائے مدینہ --- روشن ہے گھر بہر چھائے مدینہ
ہے نور محمد سے زمیں سر جہاں آب --- نور خط شعلہ ہے شجر ہائے مدینہ
کو گلشن فردوس ملا رہنے کی خاطر --- کتا ہوں صہبہ یاس مگر ہائے مدینہ

غوش بیٹھے ہو کیا سوسنہ دودھ پڑھ --- شفیق دوز جزا پڑھ پڑھ پڑھ
تہم جسم میں خوشبو طو دودھ پڑھ --- مقام ہیں کو معطر کرد دودھ پڑھ
یہ کون ہم ہے کس کا ہے ذکر لطف ہیں --- خوب سے بھو، خوب سے افکو دودھ پڑھ

کفایت علی کافی (م ۱۳۷۲ء) ج ۱ نعت کے حوالے سے لطف کی طرح کافی بھی ایک اہم شخصیت ہیں۔ انہوں نے بھی زیور و نغزل ہی

کی منفردیت کو حمد و نعت کے فروغ کے لئے اختیار کیا۔ انہوں نے جسے اور قصصیں بھی کہیں معراجِ حمد بھی لکھا۔ مولودِ نامہ بھی۔ مثنوی اور قصیدے میں بھی دل و سخن دی اور تراجم بھی کئے۔ وہ ایک عالم و فاضل اور صاحبِ کمال شخص تھے۔ عربی اور فارسی میں درکِ خاص رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں دوحہ نعت کے علاوہ چل حدیث کا ترجمہ نسیمِ جنت، شاملِ ترمذی کا ترجمہ بہارِ عقد، شاہِ عبدالحق محدث دہلوی کے رسائلے ترقیبِ اہلِ سعادت کا ترجمہ طلیحانِ فردوس ہے۔ مثنوی تجمل و درباری کریم، علیہ شریف اور مولودِ بہار یہ وغیرہ شامل ہیں۔ حمد و نعت تو ایسی ان کا خصوصی موضوع ہے اور غزل کی صورت میں حمد و نعت کے فن کے اشعار اس روایت کے فروغ کا ذریعہ بنے ہیں۔ انہوں نے اسلوب اور رنگ و سخن سے اپنے ہم عصروں اور متاخرین کو بھی متاثر کیا ہے۔

زبان کی سادگی اور عام فہم ہونا، تمجیدات کا استعمال، تشبیہ کا لطف اور بیان کی دلکشی ان کی حمد و نعت کی فنی خصوصیات میں شامل ہیں۔ دل کا افلاک، باطنی صداقت، والدانہ جذبہ کی کیفیت اور سائیدہ و احیاء پسندی ان کے معنوی عناصر ہیں۔ انہوں نے ضعیف روایتوں سے گریز کیا اور اپنے سرمایہ سخن میں صداقت و اقبال کا عنصر شامل کیا۔ قرآن و حدیث سے بھی ہر جہاں استناد کیا اس طرح ان کی حمد و نعت کا ایک علمی اقبال و وقار بھی ہے۔ فضائلِ نبوی میں شامل کامیاب اور سراپا نگاری بھی ان کے تمجیداتِ شعری میں ہے۔ انہوں نے نعت کو سیرتِ طیبہ کے حوالے سے اسلامی و تبلیغی مقاصد کے لئے بھی درجہ اول و اکبر فہمیت بخشی فدا کی حالت میں جو میلاد کی تقریبات میں پڑھنے کے لئے کہی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے مترجموں کا انتخاب، بیان کے خطاطی لہجہ، اردو و سلام سے متعلق روایتوں کے چناؤ وغیرہ کا خاص اہتمام دیا ہے۔ حمد و نعت کی اصنافِ جوہر سے رکی دازے میں حمد و تحمیل، لطف اور کافی کے یہاں ایک شعوری فن اور تحقیقی تجربے کی حیثیت سے سامنے آتی ہیں اور حمد و نعت کے سفر میں اہم و محکم میل کا مقام رکھتی ہیں۔

حمد و نعت :

جو حق ثنائے خدائے جہاں ہے — زبان و دہاں میں دو طاقت کمال ہے
 لکھوں وصف کیا اپنے منعم خدا کا — کہے اس نے انعام و احسان کیا کیا
 ہم سے کیا اس نے موجود ہم کو — دیا غلغلا زندگانی ہم کو
 صفا کر کے علم و فرد، نعم و بخش — بحر کو کیا زہر و آفرینش
 کہاں تک کرے کوئی نعت شہری — کہاں تک کرے کوئی توصیف باری
 کرے کوئی تشریح و تفصیل کیا کیا — کہ عاجز ہے یاں عقل و قریح
 بھلا کس کو مقدمہ مع خدا ہے
 حقیر، حقیر، حقیر کی جا ہے

(۷۰)

خدائے جہاں پرشام جہاں ہے — پام زمین و پام فلک ہے
 دے اپنے محبوب کو وہ مراتب — کہ تعریف سے جس کی قاصر زبان ہے
 کہا مومنوں سے کہ یہ ذکر سن لو — نبی پر خدا اس کا صلوة خواں ہے
 سلام اور صلوة تم بھی تو لہجو — یہ حکم خدا تم کو اے مومنوں ہے

میں لب مومنو کائی خستہ جاں کا — میں حزن جاں لور درد نہاں ہے
سلام صلوات و درود و تحیت
شمار جناب شفیع قیامت

(۷۱)

چکا جہاں میں جب مہ اقبال مصطفیٰ — ماہ سپر ہو گیا پناہ مصطفیٰ
اک زلزلہ سا کوشک کسری میں آ گیا — پھٹکی جو بدق شوکت و اہلال مصطفیٰ
کافی ہے اپنے واسے گر مگر و گھر — دکھائیں لاکے قبر میں تشرال مصطفیٰ
دیکھتے جلوہ دیدار کو تے جاتے — نکل نظارہ کو آنکھوں سے لگاتے جاتے
بر سحر روئے مہدک کی زیارت کرتے — داغِ حرد دل خردوں سے مٹاتے جاتے
پائے اقدس سے اٹھاتے نہ کبھی آنکھوں کو — روئے والے آکر لاکھ ہلاتے جاتے
قدم پاک کی گر خاک ہی ہاتھ آ پاتی — چشم مشاق میں بھر بھر کے لگاتے جاتے
خواب میں دولہ دیدار ہی ملتی وہ آکر — عین غولیدہ کو ٹھوکر سے چمکتے جاتے
دشعبہ شرب میں ترے تاتے کے پیچھے پیچھے — اوجیاں جیب و گریباں کی لاتے جاتے
کافی 'کشتہ' دیدار کو زندہ کرتے — لب اجاز آکر آپ ہلاتے جاتے

(۷۲)

کوئی گل باقی رہے گانے مہن وہ جاتے گا — پر رسول اللہ ﷺ کا دامن حسن وہ جاتے گا
جو ہرے گا صاحبِ لوناک کے لوہر درود — آگ سے محفوظ اس کا تن بدن وہ جاتے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی دھین حشر تک — نصیب حضرت کا زبانوں پر سخن وہ جاتے گا

(۷۳)

ولد ار علی مذاق بدایونی (م ۱۳۱۲ھ) علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ، عابد و زاہد، مریض ابے شہر لوگ ملکہ کلمات سے دوسرا تھے۔ ذوق
سے تلمذ حاصل کیا۔ اسی رعایت سے شخص مذاق رکھا۔ تقریباً تمام اصنافِ مروجہ میں شاعری کی حمد و نعت کا حصہ کثیر ہے۔ محمد میں اللہ کی شانِ ربوبیت
و خلیفہ لور اس کی اطاعت سے وابستگی، نعت میں نبوت کے جمال ظاہری و لور سیرت طیبہ کا ذکر، شعر گوئی کی صوفیانہ روش کا طلبہ ہے۔

حق حق یوں ہے نہ حق ریاضت میں ملا — طاعت میں ملا نہ وہ عبادت میں ملا
واللہ مذاق جب کسی نے دھونڈا — اللہ، رسول کی اطاعت میں ملا
ہے شمعِ خدا انجمن آرائے مدینہ — جبریل ہے پروردگار شیدائے مدینہ
دلِ عرفی ہے حیرانہ والائے مدینہ — تو آئے تو سید مرا ہو جائے مدینہ

قدرت کا خدا کی نغمہ آواز ہے تماشا — کیا وہ کے قابل ہے تماشا ہے مدینہ
 سینہ مرا یقیناً حب مٹی ہے — ہام آنکھیں ہیں، دل ہے مرا مینا ہے مدینہ
 مدے پہ در میں مٹاوت یہ کھلا ہے — جب بند گرداں آگہ . نظر آئے مدینہ

(۷۵)

مولوی خلیل الدین حسن حافظہ پبلی بھکتی (م ۱۲۹۰ء) حافظہ ایک نہایت قادر الکلام اور کثیر الاشعار شخصیت ہیں۔ ان کے آئندہ روح ہیں۔ جن کا انتخاب راہار شید محمود نے کیا ہے۔ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کے نام یہ ہیں۔ نعت مقبول خدا، نغمہ کرورت۔ فغانہ کجا۔ آئینہ نظیر۔ بیاض نعت، نغمہ بکر دوز، لذت درد، یقیناً غلام۔ انھوں دونوں میں کل کیا دہ محمد ہیں خواجہ رضی حیدر کے طول امیر اور داغ آپ کے نعتیہ اشعار کے ہمیشہ مددگار ہے۔

شاعری میں زبان کی لطافت و عطا اور بیان کا حسن و جمال، اسلوب میں فنون کار چارہ۔ ایک والماندہ سرمستی و سرشاری کی کیفیت لیکن شعور آمیز۔ ہر شعر میں حراہر مضمون میں لطف۔ مذاہن کی رنگارنگی اور دلچسپی اکھبر کے بے ساختہ پن کا ایک خوب صورت تجربہ۔

حمد و نعت :

جم گیا ہے مری آنکھوں میں یہ نقش تیرا — پتھیاں سب کو دکھائی ہیں تماشا تیرا
 تو اگر آئے تو رستے میں بھاواں آنکھیں — دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں مری رستا تیرا
 اس کی قائل ہے خدائی جو ہے تیرا قائل — وہ کسی کا بھی نہ ہوگا جو نہ ہوگا تیرا
 وہ سوا تجھ سے بھی، تو اس کے سوا سب سے سوا — ایک رتبہ وہ خدا کا ہے . یہ رتبہ تیرا
 بار عصیاں کے اٹھانے کی ہے کس کو طاقت — تیرا کیا ہے . قابل ہے . سدا تیرا
 عمر بھر تاک میں خورشید بھرا دن دن بھر — بھر بھی تو کیا نظر آیا نہیں سایہ تیرا
 تیرے ہی نام کا کلمہ ہے خدائی بھر میں — خوب چلتا ہے یہ پرکھا ہوا نکتہ تیرا
 دی رسالت تجھے، منت ہے یہ کس کی ادب کی — کی جہالت تجھے . احسان ہے کس کا . تیرا

تعلیٰ پر مزاج اتنا ہے کیوں چراغ زندہ جدا کا — یہ ہے مزا ہوا خاک ترے رونے کے گنبد کا
 ہم دوری میں گل گل کرنا ہونا تھا قسمت میں — قدم تک آپ کے پہنچان سایہ آپ کے قدم کا
 اٹھیا درمیاں سے تم نے آکر شہ کو حکمت سے — دیا بھاری بھیرا دنہ انتا سب اسود کا
 نہیں ممکن چلے یہ آپ کے ایجاد کی اہم — کہ اس میں پہلے بسم اللہ الف ہے آپ کے قدم کا
 کعبہ میں آئے مرقد میں جو چوچیں گے تو کہہ دوں گا — میں نہ ہوں خدا کا . نام یوا ہوں محمد کا
 ہوا کے تخت پر حضرت سلیمان آپ آتے تھے — بھر برا نہ رہا ہے عرش اعظم پر محمد کا
 ہے تجھ کو دیکھنا گویا سستی توحید کا پڑھنا — جسم ہے الف اللہ کا نقش ترے قدم کا

جس مصلیٰ مصلیٰ کہتے کہتے — میں ہم تو صل علی کہتے کہتے

دل مضرب ہو کہ نہ دیا — خدا صوب خدا کہتے کہتے
خدا کی خدا کی تم ہو خدا — یہ کیا کہ دیا میں نے کیا کہتے کہتے
اک آئینہ حق نما بن گیا دل — ترے حسن کو حق نما کہتے کہتے

(۷۶)

تو ہے مولا مرے مولا میں ہوں بندہ حیرا — میں ترا، تو ہے مرا، کہ نہیں میرا حیرا
تو نے عاشق جو بنایا تو ہوا میں عاشق — تو نے چاہا تو ہوا چاہنے والا حیرا
کل ہے دیدار مگر کون بننے کا کل تک — تم قیامت سے نہیں دھوا فردا حیرا
لاکھ معبود ہوں بھڑے کو نہیں یکم مطلب — لاکھ میں کہوں کہ بندہ ہوں میں حیرا حیرا
سات پردوں سے نظر جب نکل آئی باہر — آنکھوں چچ میں پردہ نظر آیا حیرا
مر مرے شہر میں حافظ نہ ہو رسوا یارب
ہم لیوا ترے پیارے کا ہے پیرا حیرا

(۷۷)

الحمد للہ تھانوی صاحبِ رُکعی (م ۱۳۱۰ھ) ہم میں مظهرِ قدرت کے حوالے سے معرفتِ الہی کے مضامین، خدا کی ذات و صفات کے مظاہر، مہریت و محرم کا اکتاد، طلبِ مغفرت، مردِ فانی، مسرت کی آئینہ دار، بعض مقامات پر کام کا عنوان ہے غزل، بعض جگہ غزلِ لہجہ، غزلوں میں بھی تصوف و عرفانیت کے مضامین ہیں۔

حمد و نعت : مناجات جو ۸۴ اشعار پر مشتمل ہے :

الہی یہ عالم ہے گزرا حیرا — جب نقشِ قدرت نمودار حیرا
جب رنگِ برنگ ہر رنگ میں ہے — یہ ہے رنگِ صنعت کا اکتاد حیرا
غرضی غم میں رگی ہے اور غم خوشی میں — جب تیری قدرت، جب کار حیرا
تو ظاہر ہے اور لاکھ پردے میں تو ہے — تو باطن ہے اور سخت اکتاد حیرا
تو دل، نہیں لہرا تیری یا رب — تو آخر نہیں اکتا کار حیرا
الہی میں ہوں میں خطا دار حیرا — مجھے حشر، ہے ہم ظہار حیرا
میں ہوں جڑ تیری، جو چاہے سو کر تو — تو عباد میرا، میں لاچار حیرا
الہی میں سب چھوڑ کر ہر اچا — لیا ہے کلا اب تو دوبار حیرا
کر کے رگڑ آپ پ گھر ہا یا رسول — اب آہا ہوں آپ کے دہد یا رسول
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ ہارسا — ہوں اتنی اکتاد گنہگار یا رسول
کس طرح آدمی کروں خدمت میں حال مرض — ہوں فلج گنہگار سے سرشار یا رسول

ذات آپ کی تو رحمت و شفقت ہے سرسبز — میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسول
 جس دن تم ماضیوں کے شفیق ہو گئے بخش حق — اس دن نہ بھولانا مجھے زندہ یا رسول
 دو آیت آپ کا ، ادا کی جیسی — اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسول

(۷۸)

کرامت علی شہیدی (م ۱۲۵۶ھ) ان کی شاعری تصنیوی رنگ کی حامل ہے اور دوستانہ گفتگو کی خصوصیات کی آئینہ دار ہے جس میں زبان و
 بیان کی منائی اور شعر کی ندنی آرائش پر زور صرف کیا جاتا تھا صحیفی اور ان کے بعد شاعرانہ تصویر سے سلسلہ تلمذ و ہلاور ان کے اسلوب شعری سے اثر پذیر
 ہوئے۔ نعت میں ان کا تحقیقی سرمایہ ایک قصیدے اور نعتیہ غزلوں اور ایک رباعی تک محدود ہے۔ نیز مولانا جامی کی ایک نعتیہ غزل کا شعر بھی ہے۔
 نعت میں شہیدی کی شہرت و عظمت کی اساس ان کا قصیدہ ہے جو ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے اور طرز قدیم پر ہے۔ اس میں مدح و
 رسالت مآب ﷺ، قہر و عظمت اور جذبات عقیدت کو قالب شعری میں ڈھالا ہے۔ اس قصیدے کو قبولیت بھی نصیب ہوئی، مقبولیت بھی۔
 قبولیت اس شکل میں، کہ اس میں مدینے کے اندر حالت دیدار و زیارت کے لحاظ سعید میں خواہش مرگ کی گئی تھی۔ سو پوری ہوئی۔ سطر مدینہ کے
 دور ان تمام ہوئے دیر حبیب تک رسائی کا وہ نقطہ آیا کہ روضہ مبارک جنم لگا تھا اور طائر روح پرواز کر گیا۔
 تمنا ہے درختوں پر ترے روئے کے جاننے۔ قصص جس وقت نونے طائر روح منید کا۔ سو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ مقبولیت یوں ہاتھ آئی کہ
 اکابر نعت نے اس کے اجمال میں قصائد کے یہاں تیر کا یہ قصیدہ درج ہے: (انتخاب)

رقم پیدا کیا کیا طرفہ نسیم اللہ کی مد کا	---	سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع احمد کا
دستان لزل میں وہ معلم عقل کل کا تھا	---	نہ تھا نام و نشان جن روزوں اس لوح زہرہ کا
نیم میں دلاؤ نو شیرواں کے قصر میں آیا	---	مرب میں شور افزا جس وقت اس کی آمد آمد کا
شرف حاصل ہوا قوم اور ابراہیم کو اس سے	---	نہ تھا لڑ عالم، فخر تھا اپنے اب و جد کا
گزر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذات مطلق کو	---	نہ بیت صغر اگر نقش احمد پر نیم احمد کا
دہا کبھے میں تیرے روئے کے در پر نہ جاپایا	---	اسی اندو سے ہے رنگ تیرہ سبب اسود کا
بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہے	---	مجھے نام مبارک کا ہے، ذوالقرنین کو سد کا
اودھ اللہ سے واصل، اودھ مخلوق میں شامل	---	خواص اس مدد کبریٰ میں تھا حرف مشد کا
ہوئی ہے محبت عالی مری معراج کی غالب	---	میسر ہو طواف اسے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں	---	بھی گر دور دُشمنوں میں، کروں نظارہ گنبد کا
مدینے کی گلی کے گر نہ ہو لائق مرا لاش	---	کسی صحرا میں دامن کے قطع ہوں میں دام لورود کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روئے کے جاننے	---	قصص جس وقت نونے طائر روح منید کا

نعتیہ غزل:

ہے سورہ والقصص اگر روئے محمد واللہ کی تعمیر ہوئی ہوئے محمد

جب روئے محمد کی نظر آئی تجلی — سبھا میں شب قدر ہے کیسے محمد
 کم ساتھ ہوا روئے کمر، ٹوٹے کمر کا — ہے نیک مگر روئے صفت خوں محمد
 ہر قل بلبلان عرب مجھ کو ہے غری — ہوں شیفتہ ' قسمت دلجوئے محمد
 رضواں کے لئے لے چلو سوگات شہیدی
 مگر ہاتھ کے خدا، جس کوئے محمد چھینے

(۷۰)

غلام امام شہید (۱۲۹۲ھ) شہلی ہند کے وہ شعر انہوں نے نعت کو ایک منف کے طور پر قبول کر کے اس کے فردغ میں حصہ لیا، جن میں غلام امام شہید بھی شامل ہیں۔ انہوں نے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں نعت کی بلور غزل، مثنوی، قصیدے اور غزل کی شکل میں تخلیق نعت کی۔ بہت غزل میں کئی ہوئی نعتیں رجب عقیدت میں ڈال دی ہوئی ہیں اور کیف آفریں ہیں۔ انہوں نے چھوٹی اور بڑی حور میں نعت گوئی کے کامیاب تجربے کئے۔ اردو میں ایک قصیدہ طویل، غریب ہے اور شکوہ غفلت اور حسن معانی کا استخراج ہے۔ اپنی نعتیہ شاعری سے شہید کا ایک مقصد و منشا یہ بھی تھا کہ ان کا کلام محافل میلاد میں پڑھا جائے اس لئے انہوں نے اپنی نعت کو شگفتہ، مترنم، اثر آفریں اور عام فہم بنانے کے لئے جوہر لفظ و معنی سے تراشہ کیا۔ "میلاد شہیدی"، انہوں نے اسی غرض سے تصنیف کی جو آج تک مولود کی محفلوں میں مروج ہے۔ مولود شریف کے آخر میں تین منظوم قصے ہیں جن میں عثمان رسول ﷺ کا جذبہ موزن ہے۔ یہ قصے واقعت اور جذبات نگاری کا مظہر ہیں۔ ہر قصہ سادہ، دلکش، عام فہم ہے اس لئے مقبول حوام ہے۔ اس سے قبل کہ ان کا نمونہ نعت درج کیا جائے، یہ اعتراف ضروری ہے کہ غلام امام شہید نے حقیقی نعت کو تخلیقی سطح پر آگے بڑھایا کیا تھا اور موضوعات مضامین اور کیا یہ اعتبار محاسن فنی و معنوی، انہوں نے اردو نعت کی روایت کو قیام کیا۔

نعت قصیدہ سے: (مختصر بحر)

جن میں آج کیوں شوم فغاں ہے — کہ گل خنداں ہے، بلبل لوح خواں ہے
 طرب انگیز ہے پھولوں کی خوشبو — نشاط انگیز رجب گھٹاں ہے
 نہ جنت ہے نہ یہ عرش معنی — محمد مصطفیٰ کا یہ مکاں ہے
 محمد بادشاہ دو جہاں ہے — محمد قبلہ گاہ مقبلاں ہے
 محمد شمع ہے خام قدم کی — محمد ﷺ مالک کون و مکاں ہے
 محمد ہے دوائے درد مندوں — محمد ہمارا ہے ہمارا گناں ہے
 محمد سے ہوئی حکمت کونین — محمد ہمارے کن فکاں ہے

قصیدہ سے (طویل بحر):

آئی ہمارا اب ہر جن، ہے بلبل و گل کا وطن، دیر و حرم سے نعرہ زن، آتے ہیں شمع و درجن
 زابہ سے کہ دو یہ سخن، ہے فصل گل توبہ شکن، مگر چاہے عیش جان و تن، میخوروں کا عکس پہلن
 ساقی جو شیش و شک ہے، مسبب سے گریگ ہے، مطرب جو خوش آہنگ ہے، غم نوائے چنگ ہے
 دل عیش کا اور جگ ہے، غم خستہ و دل شک ہے، بلبل ہے خوش دل رنگ ہے، شادی سے گل ہے خندہ زن

غزل سے :

جب سے ہوا وہ گل چمن آئے مہینہ — جبریل بنا جیلو شیدائے مہینہ
 سینہ ہے مرا روکش سحرانے مہینہ — دل ہے جس عمل لیلانے مہینہ
 ہر سنگ میں وہی کے شرم طور ہے پنہاں — ہر خشت کو کہتے یہ رضائے مہینہ
 قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے — ہم دیکھتے ہیں اس کو جو دیکھ آئے مہینہ

ترجیع بند سے : (معراج کے تاظر میں)

آمد آمد کی جو افلاک پہ تیم تھی دمدم — عرش ہر مرتبہ میں شوق سے جاتا تھا مجھوم
 پاؤں رکھتا تھا جہاں ہر سے وہ میں علوم — اس جگہ آنکھیں بچھاتے تھے تنہا سے نجوم
 اور ہر اک نقش قدم پر تھا فرشتوں کا جھوم — کوئی رکھتا تھا جہیں اور کوئی لیتا تھا چوم
 کوئی کرتا تھا لوا عشرت شادی کی رسوم — اور کسی نغمے سے ہوتا تھا یہ مضمون مضموم
 مرحبا سید کی مدنی المعنی

دل و جاں ہر فدایت پہ عجب خوش لقمی

اس طلب کرنے سے مطلوب کے مطلب یہ تھا — تا کچھ لیں کہ وہی جلوہ ہے جلوہ اپنا
 قاب تو سین کا عقدہ یہ شب وصل کھلا — وہ کائنات جو ملیں دائرہ وصل بنا
 مل مجھے دونوں حدوت اور قدم کے دریا — فرق کچھ طالب و مطلوب میں باقی نہ رہا
 جب وہاں وصل کا اس طور سے نقش نصرا — تیم آنے لگی شب پردہ وحدت سے صدا
 مرحبا سید کی مدنی المعنی

دل و جاں ہر فدایت پہ عجب خوش لقمی

سید مرتضیٰ حسن بیان و یزدانی میر بخشی (۱۸۵۰ء تا ۱۹۰۰ء) ان کا تعلق محمود قسطنطنیہ حرم مختلف اصناف شعری میں نعت سے
 جملو ہے۔ نعتیہ غزل، رباعی، ثلاث، مسدس، مہر اور قصیدیں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ کام میں فی ہفتگی، معنوی محاسن، ہندے کی گمرانی اور خیال کی بندہ
 ہے۔ زبان میں سادگی اور دلکشی ہے۔ حب رسول ﷺ نیاز، عقیدت میں اعلیٰ ہوئی ہے اور کام میں کیفیت و اثر موجود ہے۔ صوفی محمد اکبر و مولیٰ انبی
 کے کہنہ ہیں جن کا میلاد اکبر مشہور مقبول ہے

نعت :

یا نبی خاکوں نے رتبہ نہ بنا حیرا — ملک العرش سے پہنچے کوئی پلا حیرا
 اللہ اللہ ہیں کیا مرتبے اعلیٰ حیرے — قاب تو سین ہے اک مرتبہ لونی حیرا
 اے زخندان نبی آئی ہے کعبوں سے خبر — ہاد میں ڈوب گیا ہاجے والا حیرا
 لی مع اللہ سے اے کاشع اسرار کھلا — کہ کسی شخص نے کچھ بھی نہ پلا حیرا

دردِ الہیج ملائک ترے نصیب شریف — مجھ کو دوسرا بخش کف پا حیرا
اے خداوند ہے عشق میں ہیں کیا دیر — است احمد بخدا ہے بد حیرا

تضمین :

جب ہوا جلوہ فشاں آئے "نورِ قدم" — جس کے موسیٰ سے لگا پوچھنے کیے ہیں ہم
مرض کی ، کیا کھوں انوارِ جلی کی حسم — من بیدل پہ جمال تو مجب حیرام
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بالی

(۸۰)

داغ دہلوی (۱۸۳۱ء تا ۱۹۰۵ء) اردو غزل میں صاحبِ طرز شاعر ہیں۔ زبان کی صفائی، روزمرہ محاورے کا لطف اور بیان کی شوخی و شگفتگی ان کی خصوصیاتِ شاعری ہیں۔ عشقِ مجازی کے ہازک و لطیف جذبات و معاملات سے ان کی غزلیں بند ہیں۔ امیرِ میراثی نے غزل میں ان کا رنگِ سخن اختیار کیا۔

داغ کے یہاں مطالعہ غزل و مثنوی میں جزوی مدونہ کے اشعار مل جاتے ہیں۔ اس فضا میں آکر ان کی جذموں میں تقدس آجاتا ہے اور وہ بین وقلب خدا کی کبریائی اور رسولِ ﷺ کی عظمت سے معمور ہو جاتے ہیں۔ شوقی بیانِ ستائش کا حیرانہ اختیار کر لیتی ہے اور داغ نصرتِ لوب و حرمت و لاری کے ساتھ ان دواویں کو طے کرتے ہیں۔

حمد و نعت :

اللہ دے مرتبہ مرے مجز و نیاز کا — گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ہاز کا
عالمِ اہم چشمِ حقیقتِ حیر ما — من دیکھتا ہے آئینہ ساز کا
تر جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا — یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا
شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے ہام — سخنِ طالب و مطلوب ہوا خوب ہوا
داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ہاتھ — میں گناہوں سے جو مجھوب ہوا خوب ہوا

(۸۱)

یا رب ہے عشق دینا بدے کو کام حیرا — محروم رہ نہ جائے کل یہ کلام حیرا
جب تک ہے دل ہل میں ، بردم ہو یاد حیری — جب تک نہاں ہے من میں جاری ہو نام حیرا
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تھرا — احمد ﷺ رسول حیرا ، مصحف کلام حیرا
خسِ انجلی محمد ﷺ ، پیر الدینی محمد — ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام حیرا
بے چون و بے چلوں ہے بے شبِ ذات حیری — واحد ، احد ، صمد ہے اللہ نام حیرا
یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا — کوئین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام حیرا
جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا — پڑی آنکھ جس کو پر ، طور نکلا

خدا دے تو دے آرزوئے محمد ﷺ — کریں جسم و دل جھٹوئے محمد ﷺ
 کھلے کی مری آنکھ جب روز محشر — کھینچے گی مری روح سونے محمد ﷺ
 خوشی سے اہل جائیں نسیم و کوثر — جو مل جائے آب و نسوئے محمد
 منی دست مژگاں مرے پاؤں پار — کروں طے اہل آنکھوں سے کوئے محمد
 افسانہ ہو داغ کا بال بکا — رنگ جاں نئے تار سونے محمد ﷺ
 کام رکھنے کا نہیں اے دل ہاں کوئی — خود خود فیہ سے ہو جائے گا سماں کوئی
 کسی کا مجھ کو نہ محتاج رکھ نامے میں — کی ہے کون سی پارپ ترے نزلے میں

(۸۲)

امیر بینائی (۱۸۲۹ء تا ۱۹۰۰ء) حمد و نعت اور خصوصاً نعت جس روش پر آری تھی، مہد امیر و محسن میں اسے ایک ایسے تخلیقی تجربے کی سعادت ہاتھ آئی جس کے سبب وہ فکر و فن کے اعتبار سے کمال کی بلندیوں کو پہنچنے لگی۔ وہ جس کی اور تھیں ہی تیز جزدی انداز میں ہادی تھی۔ صورت حال فتم ہوئی اور اس نے باقاعدہ ایک حقیقی صنف اور ایک مستتر تخلیقی فن کا منصب حاصل کر لیا۔ امیر و محسن کا یہ تجربہ چائے خود ایک تحریک بن گیا اور متاخرین نے اسی کو قبول و اختیار کیا۔ ہمارے عہد تک نعت اسی جادو کمال پر گامزن ہے اور ارسا کی منزل طے کر رہی ہے۔ امیر و محسن نے نعت کی فنی اور فکری تکمیل کی اور اس صورت پذیری کے بعد اس کا چہرہ زیبا تر ہوتا چلا گیا۔ امیر آقا شاعری میں، محمود قدیم میں غزل کہتے تھے۔ ان پر لکھنوی خصوصیات شعری کی چھاپ تھی لیکن ایک تو امیر نے مذہبی گھرانے اور ماحول میں پرورش پائی تھی دوسرے حضرت امیر شاہ کے حلقہ کرامات میں آکر ان میں تصوف کا سیلان پیدا ہوا اور اخلاق کا دینی پہلو غالب آیا دوسرے محسن کے اثرات نے ان پر رنگ بھریا، اس لئے ان کی فطری استعداد اور ذوق ان کتاب نے انہیں حمد و نعت پر مائل کیا۔ ان کا اسلوب حمد و نعت کوئی دوسروں کے لئے لائق اتباع نہ کیا۔ امیر بینائی کی بے شمار تصانیف شعر و نثر میں ہیں۔ (پند کے نام) :

عابد خاتم اللہین (نعتیہ دیوان)

نور جلی اور یہ کرم (مشوہیں)

ذکر شاہ انبیا (مولود شریف صورت مسدس)

صبح الال (مسدس میان ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام)

شام ابد (مسدس وفات النبی ﷺ)

مرآۃ الطالب اور منہ خاندہ شفق (غزلیات کے دیوان، جن میں جزدی حور پر حمد و نعت کے اشعار ہیں) ان کے نعتیہ اشعار کے بارے میں رامپال سعید کہتے ہیں: "مکو قدیمی مقررہ طرز میں ہیں مگر اکثر اعلیٰ تھیں، فصاحت و بلاغت اور خوش اعتقاد کے بحرین نمونے ہیں۔"

آگے چل کر ان کی مجموعی شاعری کے بارے میں سعید کی رائے ہے۔ "ان کا کلام اعلیٰ خیالات، فصاحت و بلاغت، بروائی و سلاست، توازن الفاظ اور ایجاز کے لئے مشہور ہے۔ مشور و انداز اور مناجات پر دلچسپی کی کمزرت سے ان کا کلام پاک ہے۔ ان کے اشعار میں کشمکش، نزاکت، خیال، جذبہ پرواہی، شیرینی، ناز اور قادر الکلامی ہے، جب اسن موجود ہے۔ تصوف کی پائنتی بھی کہیں کہیں جلوہ گر ہے۔" (۸۳)

یہ کس شاد کے بقول: "امیر کے ہاں نکتہ کی نسبت سے زبان میں مٹھلات، کلام میں رہنمائی اور مرصع کاری کے جوہر پائے جاتے ہیں۔" (۸۴)

امیر کے قصائد اور غزلیات کے بارے میں ڈاکٹر فرمان محمد ری کہتے ہیں

"قصائد عام طور پر مشکل زمینوں میں کئے گئے ہیں اور امیر بیتابی کی قادر انگیزی اور زبان وافی کا سکہ بٹھاتے ہیں۔ قصیدہ نگاری کے لوازم کو بھی یہ پورا کرتے ہیں لیکن لطیف شاعری ایسے نہیں کہ انہیں نعت گوئی کی ہرج میں قابل قدر اضافہ کیا جاسکے۔۔۔ نعتیہ غزلوں میں امیر نے آنحضرت کے لوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ انکی سیرت کے بعض اہم پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ معجزات کو توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ غزوات اور دوسرے کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بعض دوسری روایات و واقعات، نہ کی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور کہیں کہیں آنحضرت سے جوش عقیدت و فرط محبت کا اظہار بھی کیا ہے۔ عقیدت و محبت کا یہی اظہار جہاں جہاں بھر پور ہو گیا ہے ان کی نعتیہ غزلوں میں دلکشی و تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔" (۸۵)

امیر بیتابی کی حمد و نعت کا زیادہ حصہ غزل کی وسعت میں ہے۔ نعت کو تغزل کی چاشنی دے کر امیر نے اس کی شعری کیفیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ غزل میں جو ایک لطیف زبان بھیل ہوتی ہے اور اس کے تلازمات میں جو فنی اور معنوی جمال ہوتا ہے، اس کے تلازمے کو رد قرار دیتے ہوئے نعت کہہ کر امیر نے ایک ایسی کیف آفریں فضا پیدا کر دی ہے جو روح کو وجد میں لے آتی ہے۔ بقول ریاض مجید "دار و دو شاعری کی ہرج میں کے پہلے سے صاحب طرز غزل گو ہیں جنہوں نے نعت کو رنگ و بھنگ دیا۔" (۸۶)

غزل جس کا زیور تفنیل کاری، مبالغہ آمیز توصیف حسن اور سطنی یا تقلیدی جذبات و محسوسات ہیں، امیر نے اس کے مزاج میں ایسا تغیر کیا کہ اس کا تغزل بے جذبول کا مکاس بن کر نعت کے چکر میں ڈھل گیا اور اس طرح وہ کیف نعت سے معمور ہو گئی۔

امیر نعت گوئی میں ادب و احترام اور حزم و احتیاط کے تمام آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ سراپا نگاری ہو شائکل نبوی کا بیان ہو، معجزات و غزوات کا ذکر ہو، یا دوسرے متعلقہ موضوعات و مضامین، امیر کی نعت میں صداقت و اقیقت کا جوہر چمکتا نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ عقیدت و شفیقتی کے جذبات کے اظہار میں بھی او شمندی اور شعور کو دخل ہوتا ہے۔

امیر نے جو نعتیں محاسن و محافل میں پڑھے جانے کے خیال سے کہی ہیں ان میں فنی تلازمات کو رد ہے جو مجلسی فضا پیدا کر سکیں۔ ان میں ولادت و پیدائش کی بھرپور فضا، خاص الفاظ کے چٹاؤ، حور کی شگفتگی و روانی، توانی اور ردیف کا انتخاب اور خطبات اسلوب سے پیدا کی ہے۔ بعض نعتیں درود و سلام کی فضا آخری کے سبب میلادی تقریبات سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اسی طرح معراج کے موضوع پر واقعات میں بیان اور مناظر و کیفیات کے ذکر میں ایسی زندگی و سست لفظی تصویر کشی سے کام لیا ہے، دو اپنا بھرپور ساثر قاری اور سامع پر قائم کرتی ہے۔ اسلوب کی حسن کاری، لفظی تراکیب، تشبیہات و استعارات اور ہمیت کے بر محل اور فنکارانہ استعمال سے واقعہ معراج کا نہر نقش ذہن میں سرسبز ہو جاتا ہے۔

امیر نے غزلیہ نعتوں کے علاوہ دوسری اصناف شعری میں بھی حمد و نعت کہی ہے۔ مثلاً قصیدہ، رباعی، ترجیع بند، مثنوی، مسموع، قصیدہ وغیرہ اور ہر جگہ حسن تخلیق کا جوہر دکھایا ہے۔ ان کے پانچ قصائد میں تین قصیدے نعتیہ ہیں۔ یہ قصائد قصیدہ نگاری کے فنی قواعد و لوازم کے مطابق ہیں، شکوہ لفظی بن میں لہایا ہے لیکن کیونکہ ان قصائد کو حضور کی ذات گرائی سے نسبت ہے اس لئے ان میں تخیل کو دائرہ اعتدال میں رکھا ہے۔ ایک قصیدہ کرامت علی شیدی کی زمین میں ہے جس میں تعصب مجاہدی کے بعد توصیف و مدح رسالت ﷺ کی جانب گریز کیا ہے۔ دوسرا قصیدہ آپ کے فضائل کے بیان، روضہ اقدس کی توصیف، معراج اور بعض معجزات سے مختص ہے۔ تیسرے میں زیادہ تر آپ کے شائل کا ذکر ہے۔ اب ہم امیر بیتابی کا چیدہ و چیدہ کلام حمد و نعت کے نمونے کی صورت میں درج کرتے ہیں:

حمد و نعت : (مرآۃ الغیب سے)

کچھ ہم نہیں جو پیش او دفتر تصور کا — منوان نام نام ہے رب تصور کا

محروم اس کے خواں جی سے کون ہے —
 کہتے ہی یا کریم ادھر سے ادھر مجھے —
 ہم عاصی و اعلیٰ فرد شقاوت ہو گیا —
 مری خورشید محشر سے ہوئی حاصل نجات —
 اٹھ گئی دل سے دوئی وحدت کے عالم میں امیر —
 نور وحدت سے یہ عالم ہے دل آگاہ کا —
 ہر گنہگار کو ہے اس الٹی تیری —
 باندھی جو روز محشر ہوا ہم نے آدھی —
 حصہ ہر ایک آٹھ نے پایا ہے نور کا —
 لطف و غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا —
 خاتمہ بالخیر احمد مصطفیٰ کی بدلت ہو گیا —
 شامیانہ سر پہ میرے لبر رحمت ہو گیا —
 دیر میں جلوہ نظر آتا ہے بیت اللہ کا —
 سر ہے ایک ایک ذرہ میری گرد رملو کا —
 عام ہے ہر صفت باغنائی تیری —
 اِلَاقی پھرے گی فرد ہمارے مگلا کی —

(۸۷)

صنم خانہ عشق سے :

یہ آفتاب ہے گرم اس کی کبریائی کا —
 بحر سے حد الٹی امیر کیا ممکن —
 سکھ رانج جب سے دین مصطفیٰ کا ہو گیا —
 محشر میں پیچھے لوائے حم کے پائی جگہ —
 لولہ صفت میں ختم الانبیاء پایا لقب —
 موقوف جرم ہی پہ کرم کا تصور تھا —
 داغ سینے میں نہیں ہیں یہ طے ہیں مجھ کو —
 یہ کس کا آئینہ ہے کہ سجدے —
 امیر اب مدینے کو تو بھی رواں ہو —
 دوسرا کون ہے جہاں تو ہے —
 لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ —
 تو ہے ظلمات میں تو ہے جلوت میں —
 نہیں تیرے سوا یہاں کوئی —
 نہ مکاں میں نہ لامکاں میں کچھ —
 رنگ حیرا جن میں و تیری —
 کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمایاں کا —
 پیاز اٹھائے کہاں حوصلہ یہ رائی کا —
 غلط ساری خدائی میں خدا کا ہو گیا —
 ظلم رحمت سایہ اس زلف رسا کا ہو گیا —
 رتبہ حاصل ابتدا میں انتہا کا ہو گیا —
 بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا —
 مومن صفت پیغمبر مقبول سے بھول —
 گرے پڑتے ہیں آغوش جبین سے —
 طے جاتے ہیں کارواں کیسے کیسے —
 کون جانے تجھے کہاں تو ہے —
 سو نشانوں پہ بے نشان تو ہے —
 کہیں پنہاں ، کہیں عیاں تو ہے —
 میزیاں تو ہے ، میمیں تو ہے —
 جلوہ فرما یہاں وہیں تو ہے —
 خوب دیکھا تو باغباں تو ہے —

(۸۸)

نظر امتیاز جان و جاہں میں ہے کیا حد کا —
 کھٹ فیہ من روجی کے معنی سے ہوا صفت —
 الف آدم میں ہے مجدد احمد میں ہے بے حد کا —
 مروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیت معذ کا —
 خزانہ ہے عید اس چشمہ "روح مجرد" کا —
 جب یہ ہے کہ وہں سایہ تھا، وہیں سایہ نہ تھا قند کا —

شروع دگر انکس میں بسم اللہ کے بدلے — قلم نے ہم لکھا لوح پر پہلے محمد ﷺ کا
 لک پر ہوں نہ کیونکر دیدہ شمس و قمر روشن — لکایا کرتے ہیں آنکھوں میں سرمہ خاک مرقد کا
 ظہور آخر سے اول انبیا سے نور احمد کا — جا ہے گر لقب ہو اول آخر محمد ﷺ کا
 اہلی آئے دو جموں کا ہوائے شوق بے حد کا — اڑا لے جائے ، دکھلا دے مجھے روضہ محمد کا
 دوئی کیسی ، کہاں ملنی کہ یہ دونوں ہیں لاجانی — خدا کا دوسرا کوئی ، نہ سایہ آپ کے قد کا
 وہی سایہ ، وہی قد تھا کہ تھے غل خدا حضرت — جدا کرنا بہت دشوار تھا حرف مشدد کا
 تھا جب دھوڑ کر سمجھا لفظ غمی سے وہم اپنا — کہ ہے رخت سیاہ کعبہ سایہ آپ کے قد کا
 گماں ہوتا ہے جنت میں وہی اڑا عبا ہو کر — اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمد کا
 ہوئے ہیں جمع امکان و قدم ذات مقدس میں — محمد ﷺ میں کی مطلب تو ہے ہم مشدد کا
 لسم لفظ کا جموں کا اہلی کوئی مل جائے — کثافت مثل گل ہو جائے فخر دل کے مقصد کا
 دعا مانگو عقیدت سے مجاور سب کہیں آمیں
 اللہ العالمی مددہ شرح پاک احمد ﷺ کا

قطرے کے منہ سے نام جو ان کا نکل گیا — بدل سے گر کے روئے ہوا پر سنبل گیا
 لکھا جو دمت گیسوے پہچان مصطفیٰ — کچھ مغفرت میں مل جو رہا تھا نکل گیا
 چمکا جمال پاک کا جلوہ جو مثل برق — تر من منہ امت عاصی کا جل گیا
 کیسی بلا ، جو میں نے لیا نام آپ کا — آیا پہلا بھی مرے آگے تو مل گیا
 کامل ہوں میں تو اپنی طبیعت کا اے امیر — مضمون نعت میں بھی نہ لعل غزل گیا
 جب سینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں — حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
 دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے مجھ میں طاقت — شوق کھینچنے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں
 قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے — خدا اے شوق کہ پیچھے میں رہا جاتا ہوں
 فیض مولا سے ابھی صبر کی طاقت ، اے امیر — جو کڑی سانسے آتی ہے اٹھا جاتا ہوں

(۸۹)

یاد جب مجھ کو سینے کی فضا آتی ہے — سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
 خاک چھانیں تو وہ عشق نمی میں چھانیں — ذرے ذرے سے یہاں لائے وفا آتی ہے
 علم احمد ﷺ میں مرے دل سے لکھا ہے دھوڑ — یا امنی ہوئی جیسے سے گھٹا آتی ہے
 آپ کے عشق میں مرا بھی جب دولت ہے — فادخلوا کی در جنت سے جدا آتی ہے
 پردہ برق جلی ہے ضیائے رخ پاک — ہوش موئی کے سر طور اڑا آتی ہے
 جب میں جاتا ہوں تو اس روضہ اقدس سے امیر — پھول دامن میں مھرے بار مہا آتی ہے

مژدہ اسے امت کہ ختم الملوک پیدا ہوا — انتخاب صبح عالم آفریں پیدا ہوا
 کان رمت سے ہوا یا قوت رساں کا کشور — خرم قومیت سے دریا فضا پیدا ہوا
 اب زمین و آسمان میں ہوگی رونق دین کی — بصر ایماں الفاک و زمین پیدا ہوا
 اب گنکاران امت کی ہوئی مصلحت — دافع عسایاں و شیع اللہ پیدا ہوا
 اب کہاں آفاق میں جہنمی کمر و ملال — نور حق خورشید رب العالمین پیدا ہوا
 ہمارے تعلیم کو اچھیں جو ہیں مفضل نہیں — باب خاص خدائے مودتیں پیدا ہوا

(۹۰)

نیاز احمد بریلوی (م ۱۲۵۰ھ) ان کی شعری تصنیف دہ ان نیاز ہے۔ جس میں اردو، فارسی، ہندی کلام شام ہے۔ سارا کلام عشق حقیقی اور
 تصوف کے رنگ میں ہے۔ مہازی علامات کے پردے میں عشق حقیقی کے رموز مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ جو ایک طرح سے حمد و نعت ہی سے متعلق
 ہیں۔

حصہ :

نہ تن دیکتا ہوں نہ جاں دیکتا ہوں — بخشی کو عیاں اور نہاں دیکتا ہوں
 اگر کوئی جائے جہاں غیر حق ہے — سو میں اس کو دھوکا کہاں دیکتا ہوں
 یہ جو کہہ کہ پیدا ہے سب میں حق ہے — کہ اک ہر ہستی رواں دیکتا ہوں
 کہاں غیر حق ہے، کسے غیر والوں — سوئی اللہ کیدھر کہاں دیکتا ہوں
 جسے ذات ہے رنگ و پچوں کیس ہیں — ہر رنگ ہلوہ کہاں دیکتا ہوں
 نہ اب ہوا، نہ توالی سے تو ہے
 دے عشق تیرا جواں دیکتا ہوں

(۹۱)

تھر کا ایک فارسی نعت کے دو اشعار کیونکہ ان کی اردو نعت دستیاب نہیں ہوئی

نعت :

ولا خاک رو گوئے محمد شو، محمد شو
 نہ ہر سوئے بیا سوئے محمد شو محمد شو
 نہ اندر دولت گر منہ مرغان خدا باشد
 نہائے شان و بلوئے محمد شو، محمد شو

(۹۲)

حصہ :

گر کون و مکمل مہر خیر گف نہ ہوتا — ہر حق میں اس کا یہ نیا و صنگ نہ ہوتا

محبوب کے بعد (جو قصیدہ نگاری کے لوازم سے ہے) مدح و رسالت مآب ﷺ کی جانب گرج ہے۔ اس قصیدے میں سراپا نگاری کے مضامین ہیں اور حضور علیہ السلام کے جمال ظاہری کی لہلوں کو منظم کیا ہے۔ پہلا قصیدہ ہونے کے باوجود مضمون آفرینی اور تکنیک طرازی کا سامان رکھتا ہے اور جذب و عقیدت سے پر ہے۔

گریز کہ بعد چند اشعار :

ہاں میں مفتوں ہوں اسی رشتہ میں کا کہ جن — جس کی صورت میں ہے صد خار نہ امت ورتن
دمعہ ارد میں کوئی صفت گھٹوں ہم اللہ — مل کے عراب عبادت میں جھکاؤں گردن
اس کی توصیف میں اک شہ ہے قرآن شریف — کہ اکھا غامد قدرت سے واجد احسن
شمس دمعہ رخ و یاسین ہے دمعہ وندوں — ناظمی دمعہ نبیوں نور ہے دمعہ گردن
یعنی وہ جس کی ہوئی ذات سراپا برکات — بامعہ طلعت زماں موجب ایجاد زمین
جس کی ہے شریعت میں ہر ادیان و مل — بہت حق و یقین کاشف ہر شبہ و عن
اسے محمد ﷺ ہے جلافت و تری ذات حسن — جس کی توصیف میں عالم کی زبان ہے انہی

ہر قصیدے اور شامل کلیات جہاں لہیات نعت مدح خیر المرسلین، نظم دل افروز مالک آخرت، لہیات نعت پہنچا شہیدی : مطلع :
مٹا لوح دل سے نقش ناموس اب و ہد کا — ولسان محبت میں سبق قلم مجھ کو امجد کا

نظم دل افروز : مطلع :

ہے منزل اک نہ کھل کی قلب زار و مضر میں — یہ مہمان عزیز آرا ہے کس اڑے ہوئے مگر میں

انیس آخرت : مطلع :

ازل سے عشق حسن ہے نکلاں کے روئے تاباں کا — لئے صد قلم محشر ہوا مہماں دل و جاں کا

یہ سب قصیدے لائق مطالعہ ہیں اور محسن کے اسلوب اور ذراپہ شعرو سخن کے اقیانوس سے لاتے ہیں خصوصاً شہیدی کی زمین میں جو قصیدہ کہا ہے وہ شہرت و عظمت میں شہیدی کی جھلکتی سے کم نہیں۔

لیکن محسن کا قصیدہ مدح خیر المرسلین ﷺ جسے قصیدہ لامعہ بھی کہتے ہیں ایک بے مثال، مدہیم الکبر تاریخ و تذیب ساز جھلکی شاہکار ہے اس کا جواب ممکن ہی نہیں۔ محسن کا تخلیقی شعور، ان کی فنی ریاضت، ان کا عظیم فضل، ان کی کیفیات حب رسول، ہند و فکر کے تمام محاسن اور فن و معنی کے تمام لوازم محاسن میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ قصیدہ حمد و نعت کی قد و اور عزیز عشق و اطاعت کا نہایت جتنا کہ گہر ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں : ”محسن کا یہ قصیدہ وارد میں اپنے نوع کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس نعتیہ قصیدے کی محبوب مدہ ہے لیکن اس کا رنگ روپ اردو فارسی کے نعتیہ قصیدوں کی خصوصیات سے بہت مختلف ہے۔ محسن نے اپنی مدہ یہ محبوب میں ایسے مقامی رنگوں سے کام لیا ہے جو اس سے پہلے اردو کے نعتیہ قصائد میں نظر نہیں آتے۔ محسن نے اس قصیدے میں مدح رسالت کے موسم، اس کے اثرات، ہندوانہ ماحول، مقامی رسم و رواج، تقریبات اور رسوم، ہندی اقدار و عیادت اور ہندوؤں کی بعض تہذیبی روایات کو اس خوش اسلوبی اور فن نگاری سے مدہ ہے کہ ان کے

تشبیہ سے آتم ہونے گریز کا شعر: (فضائل و محامد رسالت مآب کے مضامین)

ہرگز خوش دھمک رسول مدنی عرفی	انہی جس کی ہیں شائیں مرقا ہیں کوئیں
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر	نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
مہر توحید کی صو ، لوح شرف کا مدنو	شمع الہیہ کی نو ، دم رسالت کا کنول
مرتب روح امی ، زینب دو عرش دین	عالمی امن متیں ، ہرچ اپیان و ظل
ہلت اقلیم ولایت میں عہد عالی ہاد	ہر اطراف ہدایت میں نبی مرسل
جی میں آتا ہے گھٹوں مصرع برکت اگر	وہد میں آئے قلم ہاتھ سے جائے نہ اچھل
غنیب نعت وحدت کا یہ تھا روز ازل	کہ نہ اندھ سچکھتے کا ہے ثانی ، نہ احد کا نول
جس طرف ہاتھ بڑھیں ، کنکر کے ہت پائیں قدم	جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات و اہل
چھوڑ کر میکدہ ہند ، ضم خاند بدین	آ کے گئے میں بھائے ہے مصلا پادل
حسن اب کیجئے گزار مناجات کی سر	کہ اجالت کا چلا آتا ہے گھرا پادل
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل	نہرے ایمان مسلسل کا ہیں ہے بھل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیری غالی	نہ مرا شعر ، نہ قلم ، نہ قصیدہ ، نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سدا ہو مجھے	صرف حیرا ہو بھروسہ ، تری قوت ، تراہل
آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تا دم مرگ	نکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اہل
درخ افروز کا ترے دھیان رہے بعد فنا	سیرے سرو پلے رام دم میں مشعل
صبر عشر میں ترے ساتھ ہو حیرا مداح	ہاتھ میں ہو بھی مستان قصیدہ ، یہ غزل
کس جبریل اشد سے کہ ہاں ہم اللہ	سمت کاشی سے چلا باب تقررا پادل

اس خصوصیت اور روز افضل قصیدے پر اعتراضات بھی ہوئے کمات کا آغاز اور اس کی تحویب ہندی پھر اور کافرانہ مانوں کی اشد مذمت سے کیوں کی گئی ہے۔ کفر و اسلام کا اجتماع ضدین یہ معنی دار۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ قصیدہ ہدایت دعا اور حضرت کعب بن زہر اور قصیدہ ہمز یہ ان حضرات حسان بن حمات کی تحویب بھی تو لغت رسول سے منقش ہے بعد ش اب شباب کے رنگ میں آئی ہوئی ہے۔ تاہم ان مباحث میں مجھے غیر ایک تو اس جواب پر نظر کرنی چاہئے جسے خود محسن نے وہاں نہ لکھا نہ پیش کیا ہے۔

کنز و حکمت کو گمانس نے کہ ہے امن خدا	سے و نقد کو گمانس نے کہ ہے امن عمل
دعا یہ ہے کہ امداد کی یہ مہفتی ہے	حکمت کفر کا جب دہر میں چھپا پادل
ہوا مبعوث فقط اس کو سناتے کے لئے	سیت مہلول خدا ، نور نبی مرسل
مہر توحید کی صو ، لوح شرف کا مدنو	شمع الہیہ کی نو ، دم رسالت کا کنول

ہمارے خیال میں اس سارے معاملے میں کوئی لکھن نہیں ہے۔ عمن نے آغاز میں کفر و غفلت کا حوالہ دینا کر کے اسے عرب کے دور جاہلیت اور حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل کے مہد خلافت سے مماثل کیا ہے۔ عرب میں جس طرح ایک مہد گمراہ اپنی تمام مصیباں کاریوں اور غفلت چٹائیوں کے ساتھ قائم تھا، حضور قدسی نے اس کی کاپیٹ دی۔ اور مشرکیت پرستی، توحید پرستی میں اور غفلت کے تمام نشانات و نقوش خود کی ہر کوتاہی سے معمور ہو گئے۔ یہ قصیدہ ہماری نظر کے سامنے کفر و غفلت کے اور اوراق سیاہ اسے مطالعہ رکھ دیتا ہے۔ اس سے گزر کر ہم نور ہدایت کی حق فضاؤں میں داخل ہو جاتے ہیں جو رکات ذات محمدی ہیں۔

مرجع روح امیں ، ذیچہ دو مرثیہ دریں

عائنی و عینی تہیں ، ہنر ادیبان و مغل

حمد و نعت : (مثنویوں کے حوالے سے) : دو مثنویاں لکھیں : (۱) مجمع الحی (۱۲۸۹ھ) ولادت آنحضرت ﷺ موعود ہے۔ (۲) چراغ کعبہ (۱۳۰۱ھ) معراج پر ہے۔ دونوں کی ہر یکساں ہے جو گزراہ شیم میں برتی گئی ہے۔ ان مثنویوں میں حسن کاری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ سمیعیات، استعارات، تشبیہات، تعلیقات، لفظی اور اثر انگیزی کے تمام لوازمات سے یہ تخلیقات آراستہ ہیں۔ ولادت باسعادت کا واقعہ ہو یا معراج کا، ہر جگہ مہر مٹھی اور مصورانہ فنکاری کے سب فضائوں کی محفل نمایاں نظر آتی ہیں۔ ایک اہمیت یہ کہ استاد و استاد کا ہر جگہ التزام برتا گیا ہے اور کوئی جزوی بات بھی مداخلت کے درمیں نہیں ہے۔

مشہور صبیح تجلی ص :

چاندی صبح کا ہوا ہے	تسمیر کتب آسمان ہے
ہے خانہ شب دل افروز	دیباچہ نگار لیس روز
آہار سر ہوئے لہاں	سپاہ لائے ہوئے ہے دوراں
والیل کو ختم کر چکا ہے	آواز دور والضحیٰ ہے
منوں فلک ہے ذرا ہوا	نور زرخیز سورہ نور
امراف ہاضم مطلع صاف	والنجر کے ماشے پہ کشاف
گردوں کے لٹاف میں ہے پنہاں	مشکوٰۃ شریف سر تہاں
قلبت کا چراغ ہے نیا ہے	انجم کا ستارہ فوجا ہے
ہے وقت افروز شب غلاما	الوانہ زہرہ فلک کا
ہنگام سپیدہ سر ہوا	سایات میں روز و شب کی دانہ
اک خبر صادق الہیوں ہے	خاکہ آخر الزماں ہے
مکیبہ دی میں ہے جمل	ہے وقت نزول صحیح گل
یہ صبح سعادت جہاں ہے	نوروز بہار بہاروں ہے
منازع خزینہ ہائے امرام	مہارح تجلیات انوار
ہازل ہے زمیں پہ کبریا کی	ہے کے لباس میں خدائی
اس وقت دیار میں عرب کے	مطلع سے تجلیات رب کے

بدیع شرف قربیاں میں — اور ہامیوں کے غلاموں میں
 کیسے کی زمین ہمارے سے — اور عبدالمطلب کے گھر سے
 اسلام کا آفتاب چکا — بے پردہ دے لے لے لے چکا
 پیدا ہوئے سرور عالم — پیدا ہوئے فرخ نوح و آدم
 محبوب خدا، نبی مرسل — کج دشمن روز اول
 شہید انبیا محمد ﷺ — تاج سر اسفیا محمد ﷺ

غزلیات سر :

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں حسن — کلام لعتیہ رنغا مری زبوں کے لئے
 غن کو رتبہ ملا ہے مری زبوں کے لئے — زبوں لی ہے مجھے نعت کے باپ کے لئے
 زمیں مٹائی مٹی کس کے آستین کے لئے — کہ لامکاں بھی افسار و قدموں کے لئے
 ترے زمانے کے باعث زمین کی رونق — ملا زمین کو رتبہ ترے زبوں کے لئے
 خدا کے سامنے حسن پر حوں کا دمعہ نبی ﷺ — بچے ہیں جہاد یہ باتوں کے لامکاں کے لئے

چراغ کعبہ سے چند اشعار : (محمد و نعت کے تناظر میں)

ہے ہم خدا سوار تحریر — واللہ ادا سخی کی تعمیر
 اک رات کی روشنی ہے دل میں — پھٹکی ہوئی ہانڈی ہے دل میں
 شب کیا کہ جوں کا غضب فیروزہ — عالم کا غلام شب و روز
 ساعت ہے کمال بدر شب کی — شب ہے شرف سر عرب کی
 — بھٹکی ہوئی رات آمد سے — داخل ہوئی کیسے میں وضو سے
 لڑھے ہوئے لپٹی گل اندام — جہنم کی ردا اہم احرام
 گویا کہ نما کے آئی فی الحال — جگہ جگہ کے پھونکی ہوئی ہال
 کیا سنی صفا سے رنگ فق ہے — سر سے پانک عرق عرق ہے
 — خلوت کی بنائے انجمن کو — پردے میں چھپائے ماومن کو
 صورت میں خلاف محرم کے — در پردہ طواف میں حرم کے
 ہنگامہ خطاب و می و تزیل — مالی شب حضور جبریل
 دہرہ ہوئے اندر میں پر — ساتھ ان کے براق برق جگر
 — پچھا ہے براق تک جو ہمہ — دو ہاتھ اٹھل پڑا ہے خامہ
 چھوہ سا فرس فرشتہ بیکل — نصرت اس کا ہمت ملہ جنگل
 — پاؤں فلک سے آنے والا — اظہر کو کمال مانے والا
 یوں چراغ سے لکے دو سبک دو — قانون سے جس طرح کہ پر تو

شے سے پری جان سے شہن — بچی سے مگر ، باب سے دم
 بالجملہ وہ دونوں محرم قرب — پروردگار ، صانع عالم قرب
 حاضر ہوئے اس کے آستان پر — جس کا کہ مکاں ہے لامکاں پر
 آغاز ازل کی ابتدا کا — انعام لہ کی ابتدا کا
 تشبیہ کے آنے میں تمثال — تزیینہ کی سلطنت کا اقبال
 لاہوت مقام و عرش مند — شریعت انبیاء محمد ﷺ
 کیا سوئے نام کی مع اللہ — آئینے میں جیسے پر تو ماہ
 پہنچا وہ وہاں جہاں نہ پہنچے — جبریل کی عقل کے فرشتے
 حسی اور پے شان مصطفیٰ — دکھاتی تھی ہمگی خدا کی
 ذات احمد حسی یا خدا تھا — سایہ کیا ، بیم تک ہوا تھا
 اس وقت افشا ہوا ہے پردہ — موقع ہے رسل کا دعا کا
 کر عرض لوب سے سر جھکا کر — تا پای عرش ہاتھ اٹھا کر
 اے پر تو میرے لایزال — ہے شل مثال ہے مثال
 جس طرح ما تو اپنے رب سے — انداز سے ، شوق سے ، لوب سے
 ہوں ہی ترے حامیان محبور — اک دن ہوں تری لقا سے سرور

رباعیات سے :

مولا کی نوازش میں کھلتی ہے — عزت مری چو قدسیاں کھلتی ہے
 کہ وہ کہ ملک گوش بر آواز رہیں — مہاجر پیہر کی زباں کھلتی ہے
 عکاس صمیم زیر و بالا تو ہے — محبوب جناب حق تعالیٰ تو ہے
 گرد لب بلا میں ڈھلتا ہے محسن — اس کشتی کا پار کرے والا تو ہے
 مجھ کو نہیں چاہئے کسی کا سایہ — انہماک کا ، ملک کا ، یا پری کا سایہ
 سایہ نہ تھا جن کے حق المہر کے لئے — میرے سر پر رہے اسی کا سایہ
 مددے کو کلام غصہ مولا میں ہے — حضرت ﷺ کا سرے لئے وسیا میں ہے
 میں مشتبہ غبار ہوں وسیلہ مجھ کو — دلائل رسول مصطفیٰ کا میں ہے
 کیوں حشر میں امتکام ہے مدد ہوگا — سر پر سرے دلائل محمد ﷺ ہوگا
 انہماک کا لہ سے جب میں انکسار اللہ — دل میں احمد نور زباں پہ احمد ﷺ ہوگا

شمالی ہند میں عہدِ میر و سودا سے امیر و محسن تک کی حمد و نعت گوئی کا جائزہ

شمال ہند میں ہندو تصوفیاء گرامی کی حمد و نعت کا مقصود نہ اپنی تبلیغ اور رشاد پرانیت تھا۔ ان کی زبان بھی اردو کی ابتدا الی شکل تھی۔ ان کی شاعری کا انداز ریختہ کی صورت میں نہ تھا اور وہ غزل، دوبہرے، مثنوی وغیرہ کی صورت میں اپنے لہجے یا صوفیانہ عقائد و خیالات کی تبلیغ کرتے تھے۔ کوئی مستقل تصنیفی صورت کسی شعری تخلیق کی نہ تھی۔ ان کی شاعری میں شعر و ادب کے معیار کو حاشیہ نہیں کرنا چاہئے۔ ان کی صوفیانہ واردات اور مذہبی خیالات کا عہد شعری ہر صورت اختیار کرتا تھا وہ ہمارے لئے خیر و برکت کا ایک ذخیرہ ہے۔

میر و سودا سے امیر و محسن تک اردو زبان کے فروغ اور شاعرانہ تخلیقی کمالات کا ایک تسلسل ہے۔ اس عمل میں ہمیں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ فارسی شعری روایت کا اثر کس کس نوعیت سے ہے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ دکنی ادوار میں فارسی روایت اور دکنی روایت کے درمیان ایک تعلق کی صورت تھی۔ کسی کے یہاں ہندو روایت کا رنگ غالب ہے اور کسی کے یہاں فارسی روایت کا۔ کوئی شاعر دو دونوں رنگ روپ اختیار کرتا ہے۔ دکنی شعر و ادب میں ہندوئی علامات و اثرات کے اسباب و عوامل کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ تاہم دکنی کے عہد تک آتے آتے دو مقامی رنگ بہت حد تک پیکار پڑ چکا تھا۔ اور ریختہ کا رنگ ابھر نے اور واضح ہونے لگا تھا۔ ریختہ کی اس فروغ پندیر صورت کے ساتھ ہی فارسی روایت اپنے لوازمات و عناصر کے ساتھ مدوئے کار آئی اور تیزی سے ذہنوں میں رچنے بسنے لگا۔ قرطاس و قلم سے اظہار ہونے لگی۔ دلی کا دربار دلی آیا، ایٹلو جو ان ریختہ لانا اور اس کی طرز سخن کا پھیلاؤ شہل ہند کے شعر و ادب میں ایک نئی لہر ہے۔ دلی کا دیوان فارسی روایت کے تمام ساز و سامان اپنے دامن میں رکھتا تھا۔ اور شمالی ہند میں جس کا پہلا لونی مرکز دلی تھا، وہ شعر اور دہاش رکھتے تھے جو خود ایرانی ادب اور کلچر سے ایک نسلی اور نسبی تعلق رکھتے تھے۔ ان کے لہجہ و لہجہ و لغت و آواز و وقت کے دوسرے اسباب کے تحت یہاں آئے تھے اس لئے ان شعر کا تہذیبی حوالہ ایرانی تھا۔ نیز وہ فارسی میں شعر کہتے تھے اس لئے قدرتی طور پر یہاں ہر جملی عمل کے تحت وہ خود فارسی روایت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ سو جب انہوں نے ریختہ میں شاعری شروع کی تو وہ فارسی روایت جو ان کی فارسی شاعری سے مترشح تھی، خود خود ایک فطری تھارے کے طور پر ان کی اردو شاعری میں منتقل ہو گئی۔ فارسی شعری روایت کو اپنے سرایت و غبار کے لئے خود غور ایک ذہنی ماحول اور فکری فضا میسر آئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شعر فارسی (ایرانی) سمجھات کو، وہاں کے قصص و اساطیر کو، وہاں کے فطرتی ماحول کی اشیاء کو وہاں کی تہذیبی زندگی کے ساز و سامان کو وہاں کے تہذیبی نشوونما و معنوں کو اپنی شاعری کا سامان بناتے رہے ہیں۔

فارسی کے الفاظ، ترکیب لفظی، تشبیہات و استعارات، فارسی محاورات کا رد و ترجمہ، فارسی موضوعات و مضامین، ان کی ریختہ شاعری کا مایہ افکار ہیں۔

دکنی فارسی میں مزاج اصناف شعری، مثنوی، قصیدہ، غزل، رباعی وغیرہ دکنی ایرانی شاعری میں مروج الکلام اور ان دھرو۔ ان فرض فارسی روایت کے تمام تر نقش ان کے آئینہ شاعری سے بھسلاتے نظر آتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دکنی ادوار میں بھی جنوبی ہند کے شعرا نے فارسی روایت کے غالب نشوونما کو اپنائے رکھا تھا۔ صرف زبان کی مقامی شکل یا جہرہ و لوزن کی ہندوئی صورتیں جن میں موسیقی کا رنگ شامل تھا یا بعض قصے کہانیاں جو ہندو کلچر سے متعلق تھیں، وہاں آتی، رنگ بھاتی اور کم رنگ ہوتی چلی گئیں ورنہ جنوبی ہند کے شعر کا ایک غالب رجحان فارسی روایت سے برقرار رہا۔ اور جب مقامی روایت تخلیق کے توانا و ساز و بہنوں اور تجربوں کا ساتھ نہ دے سکی تو فارسی روایت جو اپنا ایک قوی، متحرک،

فعال اور توانا تمدنی و ادبی پس منظر رکھتی تھی، غالب آئی۔ اور شمالی ہند میں میر و داوران کے بعد کے شعرا کے یہاں اور لاغیری کے ذکے جاتی رہی۔ چنانچہ ہم اس متعلقہ عہد میں دیکھتے ہیں کہ حمد و نعت مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ مثلاً مثنوی میں قصے کے آغاز سے پہلے حمد و نعت کے اشعار کا حلازمہ۔ یا مثنوی کے ہر باب کا سر آغاز حمد و نعت کے اشعار سے۔ یا حمد و نعت کے اشعار قصے کے درمیان اجزاء کے طور پر لائے جاتے ہیں۔ قصے کا تحت و مناسبت پر مبنی ہوتا ہے۔ قصیدہ سے میں بھی یہی ہے۔ غزل کا بھی یہی انداز ہے۔ قطعہ یا رباعی بھی مدح یا تنقید کے لیے لیتے ہیں۔ بحر یوں ہوتا ہے کہ مثنوی میں قصہ چل رہا ہے لیکن آغاز میں، یا درمیان کوئی ایک باب جو کثیر اشعار پر مشتمل ہے صرف مدحی یا بغضاطی نبوی کے بیان سے مختص ہے۔ باقاعدہ مثنویات مقرر کر کے شامل، معجزات، فروزات، ولادت، معراج کے طویل بیانات مشقیہ مثنویوں کے ضمن میں لکھے جا رہے ہیں۔ بحر یوں ہوتا ہے کہ پوری مثنوی نعتیہ ہے یا وہ قصیدہ نعتیہ ہے یا قصائد امر و نہی کے ساتھ ساتھ کئی قصائد نعت و منقبت سے مشتمل ہیں۔

اگر دیوان غزلیات میں کئی کئی غزلیں نعت کے مضامین سے پر ہیں۔ اور آخر میں تو یوں ہوتا ہے کہ غزلیہ صنف میں پورا نعتیہ دیوان صورت پذیر ہو جاتا ہے۔ یا پوری مثنوی نعتیہ موضوع و مضامین سے مختص ہوتی ہے۔ جب یہ عہد امیر و محسن اور ان کے قریب العباد یا معاصر شعرا تک پہنچتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ نعت کی گھاٹا زبان دیوان، گیارہ اعتبار موضوعات و مضامین ایک معیاری اور مکمل صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے اور تشکیل کے مراحل طے کر کے تعمیر کی اس منزل اور فہم تک پہنچتی ہے کہ بعد کے شعرا کے لئے اس صنف کے مزید فروغ اور زیب و زینت کے لئے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی تیز روشنی جس میں آنکھ مسافران نعت اپنے جاؤ سفر کو منزل تک منور اور فروزاں پاتے ہیں۔ اور نعت کے بعد پہلو فروغ و کمال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ہمت اسلوب، ایسا دیال اور تخلیقی استعداد کے تصور سے اس میں نوپ و نوا حق انکشافات اٹھاتے کرتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس عہد کے اس طرف ماہ سال میں جب کرامت علی شہیدی، کفایت علی کافی، غلام امام شہید اور لطف بیوی وغیرہ تک نعت پہنچتی ہے تو وہ نعت کو رسمی اور تقلیدی دور سے نکال کر مراحل تشکیل میں آتے ہیں اور اسے باقاعدہ فروغ دیتا ہے۔ اسی عہد میں نعتیہ دیوان مرتب کرنے کا آغاز ہوتا ہے۔ لطف بیوی کا ایک غزلیہ دیوان جو تمام تر نعتوں پر مشتمل ہے اس عہد میں مرتب ہوا۔ نعت مذہبی احکام و مسائل کی تبلیغ کے علاوہ اپنے عہد کے ادبی میلانات کو قبول کرتی ہے اور معاصر معاشرتی احوال و مسائل کو بھی بھونے لگتی ہے۔ امیر و محسن کا عہد نعت کی تکمیل فن کا عہد ہے۔ امیر کا نعتیہ دیوان مجدد قائم الخسین ہے۔ نور علی اور محمد کریم مثنویاں ہیں۔ محسن کا کوروی کی مثنوی مع جلی اور مثنوی چراغ کعبہ نعت کی دو اہم تصانیف ہیں۔

اس عہد میں نعت میں موضوعات و مضامین کی بھی کثرت ہوئی۔ میلادائے، معراجائے، شاکل ہائے وجود میں آئے۔ معروف اصناف میں حق نعت اور ابواء نیز سبکدوڑ، عصیمی لکھی گئیں۔ طے کے مجھے مختصر یہ کہ یہ دور نعت گوئی کے باقاعدہ فروغ و کمال کا دور ہے اور اس میں سب سے اہمیت یہ ہے کہ یہ سارا عروج و کمال کا عمل قاری شعری روایت کے سایہ کمال میں ہوا۔

ہم اس جائزے کو ختم کرنے سے قبل یہ بات کہنا محض سمجھتے ہیں کہ حمد گوئی کو نعت گوئی کے مقابلہ میں زیادہ فروغ نہیں ملا اور باقاعدہ صنف کی صورت میں اس کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا گیا۔ اس لئے حمد گوئی محض رسمی اور تقلیدی صورت میں قائم رہی جس کا محور باواسطہ میلادائے۔ نیز جزوی صورت میں قائم رہا۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ خدا خواستہ تعلق باللہ کمزور ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عہد و معبود کے درمیان رشتہ تو الٹ ہے بعد تو حید ایمان کی شرط اول ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ حمد گوئی کا شعری اہم اس عہد میں کوئی باقاعدہ فعلی صورت یا معنی امتیازی حیثیت اختیار نہیں کر سکا۔

”عصر جدید“ یعنی ۱۸۵۷ء سے تشکیل پاکستان تک کی حمد و نعت گوئی کا سیاسی اور معاشرتی پس منظر

ایک تاریخ ساز قوم ۱۸۵۷ء میں ایک تاریخی مادے کی زد میں آئی۔ اس مادے کے وقوع میں کچھ اسباب و عوامل ہم نے بھی فراہم کئے تھے۔ اس واقعے پر دو طرح کا رد عمل ہوا۔ ایک تو یہی کہ اللہ ہر میں یہی لکھا تھا۔ مہر کرو۔ ہمیں بھرنے تھا۔ تاریخ کی ہوائے تند میں غبار پریشاں جاتھا۔ ہماری آتش جہاں قوم کو رکھ کا امیر جاتھا۔ سونیک ہے، مشیت الہی یہی تھی۔ دوسرا رد عمل یہ تھا کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں، غشیبہ فرات اور عرب و روم کا سلسلہ ہماری عمارت ہے۔ سولہ ہمیں اپنی راہ سے شعلوں کی تشکیل کرنی ہے۔ اپنے غبار پریشاں کو مرتبہ منظم کرنا ہے اور اپنے ریزہ ریزہ وجود کی شیرازہ بندی کرنی ہے۔ دونوں منفی و مثبت رد عمل پہلو پہلو چلتے رہے۔ غیر ملکی استبداد جبکہ آزادی میں ہماری شکست کے بعد زیادہ قوت سے ہم پر حملہ آور ہوا اس لئے ۱۸۵۷ء سے قبل جو عمارت کی صورت تھی اس میں چند ایک تصورات کے باوجود فرنگی استعمار کے پاؤں نہ جم سکے تھے لیکن اس فیصلہ کن مرحلے پر اس کی قوت مستحکم ہو گئی اور اس کے غم جو رکاوٹ کا ہو لٹاک سلسلہ ہماری ہو گیا۔ مسلمانوں پر اس لئے کہ وہ فریق جنگ تھے، چھاپانے کے بعد انگریزوں نے ایسے ایسے مظالم و معاصی جو ہر سچ عالم میں انہی کی ایجاد تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملتانے دین نے اپنی تحریک جہاد کے عمل کو تیز کر دیا۔ دینی مزین رکھنے والے شعرا نے جہاد یہ منکومات سے آتش اندوزی کی اور خرم باطل کو ہمسہ کر دینے کی ہر ممکن سعی عمل میں لائی تھی۔ اس وقت کے شعرا کی حمد و نعت میں یہ پہلو زیادہ غالب ہے۔ سیاسی افق پر یکے بعد دیگرے مختلف تحریکات اٹھتی رہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد صغیر کے مسلمانوں نے اپنی تاریخی زواریں حالی کے آئینے میں دوسرے ممالک میں بسنے والے ممالک کے احوال پر بھی نظر ڈالی۔ جنگ عظیم اول، جس کے اثرات کی پیمت میں کئی اسلامی ممالک آئے حتیٰ کہ مرکوز وحدت اسلامیہ بھی زد میں آیا، ہمیں خوب بے بسی اور نشہ فطرت سے پیدا کرنے کے لئے ایک جہاد پرست تھی۔ اس صورت حال کی بازگشت کی گونج بھی ہمارے دینی لوہ و شعر میں سنائی دی۔ تنہا فرنگی اور انکار مغربی کا سیلاب ہماری طرف سلاخ رہا تھا۔ ہمارا لوہ یعنی قدیم ذہنی سرمایہ بھی صورت احوال میں ہمارے لئے عمدہ قند ضروری تھا کہ مسلمانوں میں شعور و قوت پیدا کرنے کے لئے ان کی فکر کو تازہ خطوط پر استوار کیا جائے اور علم و لوہ میں عصری تقاضوں کے مطابق وہ توانائی اور قوت تازہ پیدا کی جائے جو اس کے ملت کے قیام و مدد میں روح حیات دوڑا دے۔

ملی گزہ تحریک اور مرید کے رہنے کے ملی احساس کے سبب ہمارے یہاں مقصدی لوہ پیدا ہوا جسے ہم قومی لوہ بھی کہہ سکتے ہیں جس کا زیادہ حصہ دینی، اسلامی اور اخلاقی ہے۔ اس حمد کی قوی شاعری میں ایسی نگہیں ملتی ہیں جو ہم میں خدا اور رسول خدا ﷺ سے تعلق کو مضبوط کریں، ہم اپنے دین و تہذیب کے سانچے میں اطمینان، انکار مغرب کی موعظہ سے محبت، ہم میں غیرت، حمیت اور شہادت پیدا ہو۔ اس حمد کی حمد و نعت میں یہ قوی اجزا تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ حالی، شبلی اور اکبر نے قوی موضوعات پر نگہیں کیں۔ شبلی نے سیرت رسول ﷺ اور تاریخ اسلام کے واقعات کو منکوم کر کے مسلمانوں میں جوش انگیزی کی۔ اکبر نے سنجیدہ شاعری اور طر و عرفات سے ایمانے ملی کی سعی کی۔ کئی معاصر شعرا نے اخلاقی اور اسلامی انگیزوں سے اللہ کی شان قدرت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رحمت سے ہمیں تعلق اور وحدت کیا اور ہم نے اپنی اعانت کے لئے بارگاہ خدو بند کی میں استمداد کی۔ تحریک خلافت ہمارے خود ہمارے احساس ملی اور جذباتی کو بیدار کرنے کا ایک مؤثر وسیلہ تھا۔ اس اخلاقی تحریک سے مسلمانوں کے سیاسی انکار کی شیرازہ بندی ہوئی اور ان میں فکری اور عملی مرکزیت پیدا ہوئی۔ اس دور میں ہماری حمد و نعت جہاد پرستی سے پہلے بدلت کے اجتماعی

آشوب کا اعلیٰ نامہ دی گئی۔ جس میں نہ صرف ہر صیغہ کے مسلمانوں بلکہ تمام ملت اسلامیہ کے در و در و رکھ کی نہیں محفوظ ہو گئیں۔ ہماری مدد و نصرت کا بھی اسلامی اخوت اور ہمہ گیر وحدت ملی کے جذبات و مسائل کی توجہ نہ کر سکتے ہوئے۔

پھر وہ قومی نظریہ وجود میں آیا اور آخر میں تحریک آزادی کی شکل میں ہر صیغہ کے سیدہ اور آسیائے آشوب میں پے پے ہوئے مسلمان احمد و منظم ہوئے۔ ان میں ایک سیاسی مرکز نصیب ہوا، آخر میں کی جدوجہد شریاب ہوئی، ان کا قائلہ عزیمت و حریت پاکستان کی منزل پر مارا ہوا آسودہ ہوا۔ لڑائی و استعمار کے عہد ان انشام میں قتل و دیباہی، سوائے سماجی، مظلومی و نفسی، پہاڑی دور ماندگی، بوین، تشدید، علوم و فنون اور اپنی تاریخ کے حلال کا قطع، یہ سارا انہیں، احساسِ نپاں کے ساتھ ادارے شعر و ادب اور ہمارے سرمایہ مدد و نصرت میں محفوظ ہے۔ ہر جب مختلف تحریکات پر وہن چڑھیں اور آخری تحریک آزادی شریاب ہوئی، یہ تمام لہریں بھی ہماری مدد و نصرت کے فرقہ وارانہ میں جذب ہیں۔ اس ساری سیاسی صورتحال (عہدِ نفاذ) نے ہماری مدد و نصرت کو موضوعات و مضامین اور اسباب کا مجموعہ بنا دیا۔ ہماری مدد و نصرت انفرادی اور ذاتی کیفیات کے اعلیٰ درجے کے احوال اجتماعی کا مظہر بنی۔ مدد و نصرت میں دعا و مناجات اور توبہ و استغفار کے تقاضات و اسے خدا اور رسول ﷺ سے ہماری وابستگی و مہمی اور ان کے مشق و طاقت کی کیفیت میں اضافہ ہوا۔ وہ تعلقات جو عہد زوال میں شکست قوم کی پرستش میں تھے، یہی تھے توکل، صبر و شکر، بردباری و تحمل، غیرت و شجاعت و ہمیت قوی اور جو شجاعت و ہمت ان سے آتی، اگلی راہ پیدا ہوا۔ اردو مدد و نصرت میں اس انداز کے مضامین نے جگہ پائی۔

خصوصاً مدد و نصرت میں ایک اور سرائی انقلاب آیا کہ حضور ﷺ کے جمالِ ظاہری، اور سرائیِ باطنی اور عزتِ انسانی کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی سیرتِ اقدس اور اسوۂ طیبہ کے ذکر و بیان پر خاص توجہ ہوئی۔ حضور علیہ السلام جو ظہیرِ انقلابِ عمل ہیں، ان کی سیرت کے احوال و واقعات کو ہر وقت ہمارے دل میں گرا کر امت کو آئندہ عمل کیامیاد حضور ﷺ خیر البشر ہیں اور حضور کی معرفتِ کامل میں حیاتِ انسانی کے لئے گروہِ عمل کے لئے انقلابی و محنت موجد ہے اس لئے ہر انسانیت کی سیرت کو ان حوالوں سے ملت کے سامنے لایا گیا۔

مدد و نصرت کے شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ہم مدد و نصرت کے وہ تمام تر پہلو سامنے لائیں گے جو مسلمانوں کیلئے ہر لڑائی و احساس اور تحریکِ عمل کا سامان بنے۔ لیکن یہاں یہ امر بھی طوطا رہنا چاہئے کہ مدد و نصرت کے اس انقلابِ انگیز خیال کے علاوہ ایسی مہمیں اور فطرتیں بھی اس عہد میں جاری رہیں جن کا قدیم زمانہ نہ فکر سے قفل تھا۔ حسبِ نبوی کا موضوع مشق و عقیدت کے والہانہ جذبات، جمالِ محمدی ﷺ کا بیان یہ سلسلہ نصرت بھی جاری رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی کے آئینہ جمال و جلال اور اس مرکزِ انوار کی تمام تعلیمات صورت و سیرت کا ذکر وہاں ہر لڑائی کی ہر عہد میں ذاتی و فطری ضرورت ہے اور اعلیٰ کے کسی ماسلوب کو روکا نہیں جاسکتا اس لئے کہ نصرت دینے والے رسولِ ہماری فطری ضرورت بھی ہے اور چاہتی بھی۔

نعت و حمد رسول علیہ السلام حالی تک جب پہنچتی ہے تو وہ محض فرد کی داخلی کیفیات کا مظہر ہوتی ہے۔ حالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے حمد و اضطراب کے تناظر میں اسے اجتماعی ملی آشوب کا فریاد بلند کر پیش کیا ہے۔ حالی سے قبل نعت اگر اجتماعی احوال کو پیش کرتی تھی تو وہ ایک فرد کی جانے کی افروکار خدمت ہوتی تھی نہ کہ ملی اجتماعی نعت کا مظہر۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جبہ صغیر میں مسلمان عقیدہ کے حکوم ہونے تو ان میں اپنی اجتماعی نعت اور قومیت کا احساس جاگایا ہوا ہے کہ اس احساس کی تصویر کے اندر ان کی خدمت اور نعتوں کا شعور ہے۔ تاہم یہ شرف لوہیت حالی ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے نعت کو داخلی محسوسات و واردات کے ساتھ ساتھ ملی آشوب کا آئینہ دار بنایا اور اس طرح ایک نیا قاعدہ و معیار اور استحکام کا جزو نعت کے حلقہ میں شامل ہوا اس کے بعد نعت میں ملی آشوب نگاری کی روایت کو بہت سوں نے قبول کیا جن میں ظفر علی خاں اور اقبال کے ہم لہریں ہیں۔

حالی کی ہاواسطہ یا باواسطہ نعتیں از دل فیروزہ دل ریزہ کے مصداق ہیں۔ ان کے میں غزل، مہدس، قصیدہ، مہربانی وغیرہ سب میں نعت گوئی کے نمونے مل جاتے ہیں۔ یہ سب یکہ نہایت عقیدت، سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ تخلیق ہوا ہے اس لئے نہایت سوز اور دلچسپی ہے۔

ڈاکٹر فرید خان غازی کے مطابق: "حالی کے یہ نعتیہ اشعار ہر قسم کے لطف سے پاک ہیں۔ ان میں نہ تو فکر و خیال کی جدت دکھائی دے گی کہ شش کی مکی ہے نہ کسی قسم کے مبالغہ یا عقلی اہتمام سے کام لیا گیا ہے نہ غیر ضروری معنی آفرینی کو جگہ دی گئی ہے نہ الفاظ کی شیعہ مگر کی کو شاعری کا طرز امتیاز سمجھا گیا ہے۔ نہ زبان و بیان کے خارجی شکوہ کو اہمیت دی گئی ہے اور نہ تخیل کی بے جا زینتیں نکلتی آتی ہیں۔ حالی نے جو کچھ کہنا چاہا ہے دردِ مہرے دل کے ساتھ مد اور جہ صمیم، سادہ و سادہ سادہ زبان میں کہہ دیا ہے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا جو کچھ کہہ رہے ہیں ادب کی گرائیوں کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔" (۹۸)

ڈاکٹر صاحب نے یہ رائے حالی کے مہدس کے اس بند کے بارے میں دی ہے جو "وہابیوں میں رحمت لکھ پانے والا" سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس رائے کا اطلاق حالی کی مجموعی شاعری اور خصوصاً انہماک و حمد و نعت پر ہوتا ہے۔

حالی کی حمد و نعتیہ شاعری کا آغاز قدسی کی ایک قصیدہ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا "نے جس مدح سلطان" "وہابیوں کے لئے"۔ "ان کا دوسرا قصیدہ "میں بھی ہوں حسن طبع پر مہرور"۔ "ان کا"

اس قصیدہ حالی کے تئریخاً نو سال بعد مد جز اسلام (مہدس حالی) شائع ہوا ان کی ایک مناجات "سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی خطاب میں" "سرور کائنات ہے اور عقیدت و محبت اور محبت لگرو فن کا ایک بے مثل نمونہ ہے۔

اب ہم ایک مزید خاص کے ساتھ حالی کی حمد و نعت کی مثالیں درج کرتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر کیفیات نظم حال ہے۔

حصہ : غزلوں سے

دورخ ہے مگر دستِ تو رحمت دستِ تو	—	لا تقطعوا جواب ہے حل من مزید کا
جنت ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا حیرا	—	ایک مدہا طریں ہے مجھ سرا حیرا
گو سب سے مقدم ہے حق حیرا ادا کرنا	—	مدے سے مگر ہو گا حق کیونکر لدا حیرا
محرم بھی ہے ایسا ہی بیباک ہے نا محرم	—	کچھ کہہ نہ سکا جس پر کچھ عید کلا حیرا
پچا میں نظروں میں ہیں طلوع سلطنت	—	کلی میں گن اپنی رہتا ہے گدا حیرا
محبت دلی مانے نہ کچھ نہ میں آتی ہیں	—	ہیں خیرہ و سرکش بھی دم مہرے سدا حیرا
تو ہی فکر آتا ہے ہر شے میں عید و کو	—	جو دیکھ و مصیبت میں کرتے ہیں گدا حیرا
نئے میں مدد اسوں کے سر شد ہیں اور مدد	—	جو شہر میں کرتے نعت چ لدا حیرا

- کال ہے جو قل سے وہ ہے کمال حیرا — پانی ہے جو لب تک وہ ہے جلال حیرا
 ہے ماریوں کو حیرت اور مکاریوں کو شک — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعبِ جلال حیرا
 کہ حکم حیرے لاکھوں پڑا لے رہے ہیں — لیکن کلا نہ دل سے ہرگز خیال حیرا
 دل ہو کہ جان، تجھ سے کیوں کر عزیز رکھے — دل ہے سوچ بھری، جاں ہے سہاں حیرا
 حق نے احساں میں نہ کی اور میں نے کفر میں کی — وہ عطا کرتا رہا اور میں خطا کرتا رہا
 جالبِ رحمت ہے متناہسِ مصیباں اپنے پاس — رکھتے ہیں ماضی کند صیدِ فطریاں اپنے پاس
 کہتے ہیں جس کو جنت وہ اک بھگ ہے حیرا — سب پانیِ داعیوں کی رہیں بیاباں ہیں

قطعات و رباعیات سر :

- کائنات ہے ہر اک جگر میں اٹکا حیرا — عقد ہے ہر اک گوش میں لٹکا حیرا
 مائیس جس نے تجھ کو بنا ہے ضرور — بکھے ہوئے دل میں بھی ہے کٹکا حیرا
 ہند نے صنم میں ملوہ پلا حیرا — آنکھ پہ مٹاں نے راگ گلا حیرا
 دہری نے کیا دہر سے تعمیر تجھے — انکھ کسی سے نہ کیا حیرا
 طوقاں میں ہے جب جہد چکر کھاتا — جب قافلہِ ولوی میں ہے سر گھراتا
 اسباب کا آسرا ہے جب انھ جاتا — وہاں حیرے سوا کوئی نہیں پاتا
 موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اسے بار خدا — قبولِ ترا کون ہے بدوں میں سوا
 ارشاد ہوا بدھ اٹھا وہ ہے — جو لے سکے اور نہ لے دی کا ہوا
 دریا سے الٹا کے بھاپ بن برسا یا — دریاں ہر خاک کو پٹا یا
 دانے کو کیا قللِ تصور تو نے — پانی جو سے پاشنگ تک پہنچا یا

مثنوی برکھارت : (جزوی صہ)

- گرمی کی تپش بھانے والی — سردی کا پیام لانے والی
 قدرت کے عجائبات کی کان — ماریوں کے لئے کتبِ عرفان
 وہ سارے برس کی جانِ رسات — وہ کون؟ خدا کی شانِ رسات
 — مہنگمور گھاٹیں پھاڑی ہیں — جنت کی ہوائیں آ رہی ہیں
 کوسوں ہے ہدمِ کلاہ جاتی — قدرت ہے نظرِ خدا کی آتی
 سب خواہ کرم سے حق کے ہیں میر — پانی میں مگر، کچھ میں شیر

مہد میں ہے درم اہل تقویٰ — ف رب انا ولا علیہ
مند میں ہے ہر کوئی = کتا — کیا ہوئی تیری نیچہ رہا

بچوں کی نظموں سے : (خدا کی شان)

اے زمیں آسمان کے مالک — ساری دنیا جہان کے مالک
تیرے قبضے میں سب فدائی ہے — تیرے ہی واسطے بلائی ہے
تو ہی ہے سب کا پالنے والا — کام سب کے ٹھانے والا
بھوک میں تو ہمیں کھاتا ہے — پیاس میں تو ہمیں پلاتا ہے
آگہ دی تو نے دیکھنے کے لئے — کام کرنے کو ہاتھ پاؤں دیے
بات کے سننے کو دے دو کان — بات کہنے کو تو نے حسی زبان
دن ملایا کٹائی کرنے کو — رات دی تو نے نیند مہرنے کو
..... تو یوحی رت پہ رت بہ رہا — یوں ہی دنیا کا کام چلا رہا
نہیں سدا تو نے — شکیں آسمان
تیری مشکل کشائی کے قرین

مناجات پیرو سے :

اے سب سے نل اور آخر — جہاں تیرا حاضر اور باہر
اے سب والدوں سے داد — سارے نواہوں سے توان
اے اندھوں کی آگہ کے ہرے — اے نکلے نولوں کے سارے
ہو جہاں کی کیچنے والے — دکھ نہیں تسلی دینے والے
جوت ہے تیری بل اور نکل میں — ہاں ہے تیری پھول اور پھل میں
سوچ میں دل بھلانے والا — چٹا میں یاد آنے والا
بے آسوں کی آس ہے تو ہی — ہانچے سوتے پاس ہے تو ہی
دکھا دکھی یقیم اور — تیرے ہی ہاتھ کن سب کا کھیا

نعت : (غزلوں سے)

۱۔ نکی الصفات ، یا مہری القوی — ایک دلیل علی ایک غیر ہودی
تھوڑے ہوئی زندہ عشق جیسے کہ بارہاں سے خاک — ملک حسب الزماں ، ہشت نجی ہودی
دعویٰ روشن ترا چاہو ہے زند — صورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گوا
قال ترا اور حال تو وحدت میں چور — نوحنا حیرا خدا ، نور بھونا خدا

غیب سے لکھا تجھے ، رہتا ہوتا تھا جب — دشت میں لکھا ہوا قافلہ ہے رہتا
 اٹھا ہدایت کو تو میں ضرورت کے وقت — جیسے کہ ہنگام فدا ہے سے لے لکھا
 گدہ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو — گدہ آدم تجھے سوپ بکلی تھی تھا
 تو نے کیا ستر حق عارف و عالی پہ فاش — ایک کو سمجھا دیا ، ایک تو دکھلا دیا
 مجھے مجھے آتش کدے ، چٹھ گئے مت کدے — ہو مکی حلیث مات اور صحبت کا
 تجھ پہ صلوات و سلام رب عبادت سے — روز ، شب ، صبح ، شام قدر ریلی و صبی

قطعات سے :

بھائی نے عرب کو محترم تو نے کیا — اور امیوں کو خیر ام تو نے کیا
 اسلام نے ایک کر دیا روم و حذر — تجھ سے ہوئے گلے کو ہم تو نے کیا
 زہد کو تو نے عمر جمید کیا — عشاق کو مست لذت دید کیا
 طاعت میں رہا نہ حق کی ساجھی کوئی — توحید کو تو نے آ کے توحید کیا
 بھائی کو ہوا تیری ولادت سے شرف — شرب کو طاہری اقامت سے شرف
 اولاد ہی کو فکر نہیں کچھ تجھ پر — آیا کو بھی ہے تیری موت پہ شرف

قصیدہ نعتیہ سے :

ہے ہیں مدست سلطان دو جہاں کے لئے — خن زبیاں کے لئے اور زبیاں دہاں کے لئے
 وہ شاہ جس کا عدد بیچتے ہی جہنم میں — عدوت اس کی مذہب الیم جاں کے لئے
 وہ شاہ جس کا صبا امن و عافیت میں دام — محبت اس کی حصار حصن لہاں کے لئے
 کمر اس کا سورہ قرآن و سہل جبریل — در اس کا کھنہ مقصود انس و دہاں کے لئے
 اگر نصیب ہو غریب میں جا کے شرم مرگ — بچوں نہ تپ ہتا مر ہدوہاں کے لئے
 اگر بقیع میں گز بھر زمیں میر آئے — کردل نہ طول اہل روضہ جہاں کے لئے
 حجب لہجہ پیبر نہیں خن حال — کہاں سے لایئے اعجاز اس بیاں کے لئے
 نبی کا ہم ہو درد زبیاں رہے جب تک — خن زبیاں کے لئے اور زبیاں دہاں کے لئے

قصیدہ نعتیہ : (گریز کا شعر)

لوں طایف سے دلو حسن کلام — مگر نکلوں لہجہ سرور ہمسور
 وہ شہنشاہ ، امتی جس کا — یاں گنگار اور دہاں مغفور
 وہ عدوانہ خدمتی جس کا — یاں سبک سار اور دہاں ہجور
 لبو شیریں کلام سے اس کے — دوست بھی شاہ ، غیر بھی مسرور

اے ترا پایہ قدم سے نرت — اے ترا ہم عرش پر مسطور
 میں ترے در پہ سن کے آیا ہوں — ہم حیرا شفیق روز نشور
 یکم نہیں زانو را اپنے پاس — مگر منید علم رب حضور
 فی الملک ہے مری سلطان — چپے زگی کا ہم ہو کافور
 ہاں مگر یکم امید مدحتی ہے — حیرے زمرے میں مگر ہوا عبور
 جب ترے کارواں میں جا پہنچا — پھر رہا بلب غلہ کشتی دور
 دوری آستان والا سے — ہے بہت جھگ جلی عبور
 اب دعا یہ ہے اے شفیق ام — اس کہ ہے تاب ہے دل رنجور
 ہاں لگے حیرے در پہ کشتی "مر" — جب کروں مر زندگی سے عبور
 جیتے جی دل میں یاد ہو تیری — مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور

تضمین : (مرد مصطفیٰ)

مرحبا زبیب وہ مسر عال لسی — مرحبا صاحب اور گب شفاقت طللی
 مرحبا سرور دین ، ہاشمی و عطلی — مرحبا سید کی مانی اصرلی
 دل و جاں باد فدایت چہ جب خوش لقی
 ہو گیا ہے خود دے تب و توں لورے دم — اک نعر جس نے ترے نور کا دیکھا عالم
 کما تلاش نے جب کی تری تصویر رقم — منا بیدل بہ بحال تو جب حیرانم
 اللہ اللہ چہ محاسن بدیں و انجلی

"عرض حال جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات" کے عنوان سے مانی کی یہ نعت لہر دو میں ایک جازہ پڑایہ "خن کا آقا ہے"

لہر اس سے حمد و نعت میں ایجابی آشوب نگاری کی روایت کی ایجاد چلی۔ یہ تریٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔

اے خاتمہ خاصان رسل و مبعوث دعا ہے — امت پہ تری آ کے جب وقت پڑا ہے
 جو دین باری شان سے لگا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آگن غریب انضیا ہے
 وہ دین ہوئی بام جہاں جس سے چراغاں — لب اس کی کھالیں میں نہ بنی نہ دیا ہے
 جو تفرقے اقوام کے کیا تھا مٹانے — اس دین میں لب تفرقہ خود آ کے پڑا ہے
 عالم ہے سو بے عقل ہے ، ہمال ہے سو وحشی — منم ہے سو مطرور ہے ، مطلق سو گمراہ ہے
 جس قوم میں لور دین میں ہو علم نہ دولت — اس قوم کی لور دین کی پانی پہ ما ہے
 اور ہے کس یہ ہم بھی مٹ جائے نہ آخر — مدت سے اسے دور زمانہ مٹ رہا ہے
 فریاد ہے اے کشتی "امت" کے ٹکڑیاں — بڑا یہ جہاں کے قریب تھن لگا ہے
 کر حق سے دعا صاحب مرحوم کے حق میں — غلاموں میں بہت جس کا جلا آ کے گمراہ ہے

ہم ایک ہیں باوجود ہیں ہر آخر ہیں سدا سے — نسبت بہت ایسی ہے اگر حال ہوا ہے
 مہر شیطانی کی ہمارے نہیں کوئی — ہاں ایک دماغ تیری کہ مقبول خدا ہے
 خود ہوا کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہی — ہر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے
 عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہادر — اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو عزت میں حرا ہے
 ہاں عالی گستاخ نہ بلا مدد لوب سے — باتوں سے چھٹا تری لب صاف لگا ہے
 ہے یہ بھی خبر تھو کہ ہے کون مخاطب
 ہاں جنم لب خارج تر آہنگ خطا ہے

ہو جزا اسلام (مسدس عالی) ایک زندہ جاوید لولی کارنامہ ہے۔ اس کی قدرت کو زوال نہیں۔ یہ ہر عہد میں مقبول اور زبان زد خاص و عام رہی ہے۔ تعلیمی نصاب اس سے عربی اور محاسن و محافل اس سے معنوی و سنواری ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ لفظ عرب کے حوالے سے مہر جاہلیت اور اس کے بعد علوم قدسی سے ایک عظیم الشان جرنیلی اور تہذیبی انقلاب کی نشتر کشی، اس کے بعد مہر رسالت کی برکات و معانات اور آخر میں مسلمانوں کے خروج و زوال کی داستان جس درد مندی، دل گدازی اور قومی تڑپ کے ساتھ نہایت سادہ و دل نشیں اسلوب میں بیان کی ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس مسدس میں نعت کے چند اچانک کلام کا نقش و دم ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت حبیبہ و الخلق حسنہ، تعلیمات نبوت اور دعوت اسلام کو جس پیرایے میں لکھا ہے اس کی تاثیر کو کبھی زوال نہیں۔

ہو جزا اسلام سے چند نعتیہ بند

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت — دماغا بہم باقیس اور رحمت
 لدا خاک طحانے کی وہ دویت — پہلے آتے تھے جس کی دیکھ شہادت
 ہوئی پہلوئے آفت سے ہو یا
 دماغا غلیل و نوبہ مسما
 ہوئے محو عالم سے آہر عظمت — کہ خالق ہوا نام برج معلات
 نہ پہنکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ قرا اور میں ماہی رسالت
 یہ چالیسویں سال طقت خدا سے
 کیا چاند نے قیمت نام مرا سے
 وہ فیوں میں رحمت لب پائے والا — مرلوں فریوں کی ہر لائے والا
 معیت میں فیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرانے کا غم کھائے والا
 فقیروں کا طا . ضعیفوں کا ملا
 فیوں کا دلی . غلاموں کا مولا
 خطہ کھر سے وہ گزرتے والا — یہ اندیش کے دل میں گھر کرتے والا
 مفاد کا زہر و زہر کرتے والا — تباہی کو شیر و شکر کرتے والا

اتر کر جا سے سولے قوم آیا
 اور اک نیکو کیا ساتھ لایا
 مس خاتم کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
 عرب جس پہ قرون سے قاجل چلایا — پلٹ دی اس اک فن میں اس کی کایا
 رہا ذر نہ بڑے کو موج بنا کا
 دھر سے دھر ہو گیا رخ ہوا کا
 وہ فر عرب، انب عرب و خبر — ختم لہا کہ کہ ہوا لے کر
 گیا ایک دن سب فرمان دور — سولے دشت اور چاند کے کوہ سنا
 یہ فرمایا سب سے کہ اے اہل غالب
 سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
 کہا سب نے قول آج تک کوئی حیرا — کبھی ہم نے جھوٹا بنا اور نہ دیکھا
 کہا کہ سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو پاد کر کے اگر میں کہوں گا
 کہ فوج گروں بشت کوہ گروں ہا
 پڑی ہے کہ لوٹے نہیں گھات ہا کر
 کہا میری ہر بات کا یں یقیں ہے — کہ گھن سے صادق ہے تو اور ایسے ہے
 کہا کہ مری بات یہ دل نہیں ہے — تو سن لا خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
 کہ سب کا قلہ ہاں سے ہے ہاتے والا
 دور اس سے جو وقت ہے آنے والا
 وہ مہلی کا کڑکا تھا یا صوبہ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہادی
 نئی اک گھن سب کے دل میں لگا دی — اک تولا میں سوتی بستی دگا دی
 پڑا ہر طرف لعل یہ پیغام حق سے
 کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
 جب امت کو سب مل چکی حق کی نعت — ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
 رہی حق پہ جاتی نہ بدعت کی بعت — نئی جہان نے کیا لعل سے قصہ رحلت
 تو اسلام کی دولت اک قوم بھڑی
 کہ دیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

آخری بند:

اے حق رسول حق — ہر اک فرد انسان کا تھا جو کہ خدای

جسے دور و نزدیک تھے سب گمراہی — رہ رہتے تھے کی و زنگی و شای
 شریروں کو ساتھ اپنے جس نے لہا
 رہوں کا بیٹھ بٹھا جس نے لہا
 پھیل جس کا نور اس کی عزت کا یارب — پکارا تھ ہلد اس کی امت کا یارب
 اک ہر اس پہ کھج اپنی رحمت کا یارب — غبار اس سے جو دھوئے ذلت کا یارب
 کہ ملت کو ہے تنگ ہستی سے اس کی
 ہوا پست اسلام ہستی سے اس کی

(۹۹)

اکبر الہ آبادی (۱۸۳۶ء تا ۱۹۲۱ء) اس عہدِ اضطراب کے شاعر اور مفکر ہیں جبکہ مصر میں مسلمانوں کو ہندو سیاست کے ایک عظیم دور سے گزرنے کا آغاز ہوا اور ایک مسلح آزادی کے تمام ڈانٹے پٹکے کرانچہ طوطا و ادب کی کینوں سے آشنا ہوئی۔ تشعب مغرب اور افکار مغرب کے اثرات ذہنِ دول کو جتا کر نے لگے۔ دین، تشعب اسلامی، ہندو اور مسلمانوں کے علوم و فنون سب نئی فضا کی زد میں آئے۔ ایسے جہز حالات میں ہندوئی مسئلہ یہ تھا کہ تشعب افیاد کے منفی اثرات کی مدافعت کی جائے۔ ان خیالات و بدعات کا رد کیا جائے جو مسلمانوں کے مقابلہ مسئلہ میں تھلک کا شلک پیدا کرنے کے ور پے تھے۔ مسلمانوں کی شکست دلی اور زہوں حالی کا رد کیا جائے ان کی عزیت و حوصلہ مندی کو بحال کیا جائے۔ لہذا نور مہاشی اسلام افکار و نظریات کی مزاحمت کی جائے مسلمانوں کو ان کے دین اور تشعب سے وکھڑا رکھا جائے اور خدا اور رسول خدا علیہ السلام کی محبت اور اطاعت کے مرکز سے ان کا ہلکا ہوا ہنسی محکم ہو۔ اس دور میں بعض اسلامی تحریکیں بھی شروع ہوئیں جن کا مقصد غیر دینی رسوم و رواجات و عقائد کا رد و ابطال اور مسلمانوں کا فکری تحفظ تھا۔ اکبر نے کہیں بنیاد نگاری کے ساتھ اور کہیں فطرت و عرفیت کے وسائل سے ان افکار کو عام کیا جو اس عہد کی ضرورت اور متقاضی تھے۔

اکبر کے میلہ اور استمداد نہیں ہے البتہ اثبات و جوہاری کی صورت میں، نیز منفی فلسفیانہ نظریات کے خلاف جو منکر بنیاد کی جانب سے شعور پذیر تھے، بالواسطہ مدد کے مضامین مختلف شعری اصناف خصوصاً نثر، قطعہ، رباعی اور نظم میں بطور اجزائے نثر صراحتے جاتے ہیں۔ نیز اللہ کی صفات و تجلیات، اس کی کبریائی، اہلال اور قوت و عظمت کے افکار بھی ان کے یہاں دستیاب ہیں۔ ان افکار کے تاثر میں وہ عہد و مہود کے روشنی کا استحکام چاہتے ہیں اور مرکزِ قہید سے مسلمانوں کے ارچانہ محکم کے داعی ہیں۔ اکبر کے اسلوب میں جو ایک صداقت، حق گوئی، لیے کا پیکھا پن اور پست کی کاٹ ہے، خصوصاً ان کے ہی ایہ فطرت و عرفیت میں جو ایک ہے ساخت پن ہے وہ انہیں اپنے عہد کے شعرا میں منفرد و ممتاز کرتا ہے۔

اکبر کے یہاں نعت کے عناصر بھی ملتے ہیں، یعنی جردی نعت یا ربی نعت، لیکن یہاں بھی ان کے یہاں بے پایاں ہندو عقیدت کے ساتھ ساتھ وہی اثر نہ لپایا ہے کہ مسلمان صبر رسول اور تعلیمات نبوت کو اپنا مرکز و محور بنائے انہیں کیونکہ اسی میں ان کی فطرت و فکری کے مرض کا مدد ہوا ہے اور یہی ان کے عروج و آئندہ کی ضمانت۔

حصہ : (غزلوں سے)

کہو، کرے گا حفاظت مری، خدا میرا — رہوں جو حق پہ، مخالف کریں گے کیا میرا
 فرور انہیں ہے تو مجھ کو بھی جڑ ہے اکبر — سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

صفات حق تعالیٰ فہم مگر میں نہیں آتے — دو کہتا ہے کہ کیا کچھ نہ ہوتا ہے خدا ہوتا
 کیا مرے اک دل کو خوش کرتے پہ وہ قادر نہیں — ایک کہن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا
 تصور اس کا جب مدحا تو پھر نعر میں کیا رہا — نہ صبیح این و آن رہی ، نہ شور ماسوا رہا
 محطیم مذہبی کا غلام بھی تو ہے — سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا
 کیا پھولوں نے جنم سے دھو صحن لگتاں میں — صدائے عید بلبل اٹھی باگب لڑاں ہو کر
 ہوائے شوق میں شاخیں بھکیں خالق کے بندے کو — ہوئی تسبیح میں معروف ہر پتی نہیں ہو کر
 کس ہو ، ابھی تجربہ دنیا کا نہیں ہے — تم خود ہی کچھ لو گے خدا بھی ہے کوئی چیز
 تیرا سدا راست جو آتی نہیں اکبر — انسان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز
 عقل کو صحت کے اندر خدا ملتا نہیں — اور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں
 ذہن میں جو کھر گیا ، لا ایتا کیوکر ہوا — جو کچھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیوکر ہوا

کیا ملوے جس اس کے وحش نظر سبحان اللہ سبحان اللہ — یہ ارض و سما یہ جس و قر سبحان اللہ سبحان اللہ
 ہر آن کا ہر اک رنگ نیا ، ہر رنگ کی ہر اک شان جدا — وحدت کا شجر ، کثرت کے ثمر سبحان اللہ سبحان اللہ
 میں چائے کی اس میں ساںس تری ، ہو جائے گا تو پاکیزہ نفس — دن رات کہا کر اسے اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ
 کرو طاعت خدا کی ، بس وہی مہمود حق ہے — اسی کی شان یکائی جہاں میں آشکارا ہے
 خدا کے باب میں یہ غور کیا ہے — خدا کیا ہے ، خدا ہے اور کیا ہے
 الف ہے ، نے ہی کو پڑھ کر میں سمجھا — الف اللہ کا اور ماسوا منت

رباعیات و قطعات سے :

دہائے دنی کی یہ ہوس چائے دو — گھٹی ہو اگر تو خدا ، جس چائے دو
 مانگ کے بغیر گھر کی رونق ہی نہیں — اللہ کو اپنے دل میں بس چائے دو
 سکھن گدا ہو یا ہو شاو دی چاہ — مہاری و موت سے کہاں ، کس کو پتہ
 آ ہی چاہا ہے زندگی میں اک وقت — کہہ پڑتا ہے سب کو اللہ اللہ
 نپڑ رہتا ہے دل گرفتہ پہلے — رنگہ منو تا سے گھبراتا ہے
 کتنی ہے نیم آ کے راز فطرت — سنتے ہی پیام دوست مکمل چاہا ہے

نعت : (غزلوں سے)

در فغانی نے تری قندوں کو دہیا کر دیا — دل کو روشن کر دیا ، آنکھوں کو بھا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر، لادوں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے فردوں کو مسیحا کر دیا
 نصیب احمد رحمۃ اللہ علیہ بچے عملی ایمان تھی ضرور — روم حق چوٹی میں اے اکبر دینا ہی چڑا
 رسول اکرم کی ہسٹری کو پڑھو تو اول سے تا آخر — وہ آپ جنت کرے گی اپنا عظیم ہونا، عجیب اپنا
 بچنی گامِ عسکرِ رسا دور دور تک — لیکن نہ جا سکی کبھی لوحِ حضور تک
 خوفِ حق، نصیب احمد کو نہ پہنچا اے اکبر — منحصر ہے انہی دو شخصوں میں سارا اسلام
 جہاں جہاں مفت اُس لڑ انبیا کے لئے — کہ عالم اس کے لئے اور وہ خدا کے لئے

دلا لے چل ہمیں سوئے محمد رحمۃ اللہ علیہ — دکھا دے جنت کوئے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 جن قرآن ہے ہر لفظ اس کا ہے گل — لہاں ہر گل میں ہے لائے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 مشامِ ہاں معطر ہو رہا ہے — نہ ہے سودائے گیسوئے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 یہ مژدہِ اظہارِ عالم کو سنا دو — بھری رحمت سے ہے خولے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 دورِ اس پر خاکِ کعبہ بھیجے ہیں — توجہ جس کی ہو سوئے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 ہوئی زائل جہاں سے غلطی کفر — پڑا جب پر تو روئے محمد رحمۃ اللہ علیہ
 خدا کا پید ہے اس دل پہ اکبر — کشش جس دل کی ہو سوئے محمد رحمۃ اللہ علیہ

ترجیع بند:

ذکرِ رسول پاک ہے لڑ زبانِ اُس و جن — روح کو اس سے ہے سرور، قہر ہے اس سے مطمئن
 دولتِ دلِ جویں، قوتِ خاطرِ من — سنئے اگر بھوش بھوش، دورِ ملک ہے رات دن
 صلِ علیؑ صلِ محمدؑ — صلِ علیؑ صلِ محمدؑ
 رہنے دے، آہیں اگر تھم سے ہے ہر جفا — ہوتا ہو ملول تھم سے ہے دولت و جاہ اگر خفا
 مسئلہ مستحکم ہے، پھوڑ نہ تو دمِ وفا — نیک خطا دیں یہ ہے، ہے یکن لھیک لھفا
 صلِ علیؑ صلِ محمدؑ صلِ علیؑ صلِ محمدؑ

(۱۰۰)

شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۳ء) علامہ شبلی نعمانی نے ہرۃ النبی سلی اللہ علیہ وسلم نثر میں لکھی۔ انہوں نے اپنی اسلامی اور تاریخی تصنیفوں میں حضور علیہ السلام کے مقامِ اخلاق کا ذکر کر کے ایک طرح سے منقومِ برت بھری کے نقوش بھی مرتب کئے۔ شبلی کوئی باقاعدہ اور حقیقی نعت نگار نہیں ہیں لیکن ان کی ان تصنیفوں کے حوالے سے نصیب احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خدا خال لکھتے ہیں۔ ان تصنیفوں کا مقصود و غنایاں برتِ طیب کے نقوش کے مظاہر سے نصیب احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی تربیت و اصلاح ہے۔ شبلی جس حد میں تھے وہ حد اپنے سیاسی نظریوں میں، صلیب کے مسلمانوں کے لئے انتقاد آواز کش کا دور تھا۔ قومِ دل شکستگی اور زلزلہ خالی کے عالم میں تھی اور ایک سیاسی انتہا نے ان کی سلطنت، آزادی اور ملی شخصیت چھین لیا تھا جس کے اثرات ان کے اخلاق پر بھی مرتب ہو رہے تھے اور وہ ایک مجبور و محکوم قوم کے طور پر سلبی اخلاق کی گرفت میں آتے جا رہے تھے۔ اس حد کے نظریوں

اور ملائے یہ دمہ دہری محسوس کی کہ اس سے ہل دہری کے عالم میں من کے حوصلہ عزیمت کو جلا کیا جائے۔ فطی کی اس فحش کی شاعری کا یہی مقصود تھا۔ فطی نے وہی نعت کی جائے افلاک اور ہر معنی لغتیں لکھ کر مسلمانوں کے سوال کو بند کیا۔ یہ نکتیں مستند روایات پر مبنی ہیں اور من میں فحش کی بناء پر دہری کی جائے حقائق کا احترام ہے واقعہ فطی میں اعلیٰ درجے کی شعریت طرز فطی کا خاصہ ہے۔ من فطیوں میں سیرت رسول ﷺ کے شیون و مظاہر کو فطی نے بہت حد تک افلاک اور دینی جوش و زور منہ کی کے ساتھ پیش کیا اور مسلمانوں میں فتنہ کی زد نہ کی کا دلورہ پیدا کر دیا۔

جناب قاطرہ ایک احساس کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں اور ایک اس نے کہ ہادیاب ہوئی ہیں۔ وہاں سے گرائی جو عدل کا مظہر اتم ہے اور حسن افلاک کا جو کمال ہے اس کے لب اقدس سے لڑنا ہو گا ہے

نظم : (المہریت رسول ﷺ کا اختتامیہ)

ارشاد یہ ہوا کہ فرمایا ہے ومن — جن کا کہ منہ نبوی میں تمام تھا
میں من کے مدد سے فارغ نہیں ہوں — ہر چہ اس میں خاص مجھے احترام تھا
جو جو پیشین کہ اب ان پر گزرتی ہیں — میں من کا دمہ دار ہوں یہ میرا کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے من کا حق — جن کو کہ ہرک پیاس سے سوا حرام تھا

نظم : (تعمیر مسجد نبوی ﷺ میں فطی محمدی کی شان دیکھئے)

انصار پاک اور صابر تھے جس قدر — حردہ من مجھے کہ خدا کا یہ کام تھا
ایک اور جس پاک بھی من سب کا شریک — جو آپ دہلی کے فتن میں بھی شد کام تھا
کہہ من یہ اپنے لار کے لانا خاصک و خشت — بیوہ غبار خاک سے سب گرد کام تھا
کچھ کچھ آپ کون فتن کا شریک حال — یہ خود دہری پاک رسول تمام تھا
جو دہری آرمش افلاک و عرش ہے — جس کا کہ جرنیل بھی لونی تمام تھا
ملوا مل اتنی و اسباب الکرام — اس نعم مختار کا یہ منک تمام تھا

نظم : (ایم کی اعلیٰ ترین نظیر) سے (پس منظر)

دعوت احمد میں سرور کائنات کی شہادت کی خبر دینے پہنچی ہے۔ سب پریشان و مضطرب ہو کر گمروں سے نکل آتے ہیں ایک انصار فاقون کو پے در پے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا بھائی، باپ اور شوہر سب شہید ہو گئے۔ یہ سن کر وہ غمزدہ جس قتل اور ایثار کے ساتھ حکم ہوئی ہے اور سید رسول پاک ﷺ کا جس انداز میں انصار کرتی ہے اسے فطی کی مجاہدانی کے اسلوب میں دیکھئے :

اس غمزدہ نے یہ سن کر جو کہا تو یہ کہا — یہ تو اللہ کے کیسے ہیں شہنام ام
سب نے وہی اس کو عدالت کے سلامت ہیں حضور — گرچہ زخمی ہے سر و سینہ و پلو و دم
خدا کے اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا — تو سلامت ہے تو ہر چہ ہے سب رنگ و الم

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی اور بھی خدا

اسے فیہ دینے تے ہوتے ہوئے کیا چڑ ہیں ہم

مترقات میں وہ قصے ہیں جو شعل کے ذوق و شوق، جذب و عقیدت اور حب رسول ﷺ کا استانی مظہر ہوں۔ میں اور انہیں بالواسطہ نصرت کا اعلیٰ ترین نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

حلم کی مدح کی، مہاسیوں کی داستان کھلی — مجھے چندے مقیم آستان غیر ہوا تھا
مگر اب لگہ رہا ہوں سیرتِ طہرہ خاتم — خدا کا شکر ہے یوں خانہ پالگیر ہوا تھا
فرشتوں میں یہ پڑھا ہے کہ عالم سرور عالم — اور پرچ لکھتا ہا کہ خود روح الامیں لکھتے
صدایہ بارگاہ عالم قدموں سے آئی — کہ یہ ہے لوری کچھ چڑ لکھتے تو ہمیں لکھتے

(۱۰۱)

مولانا محمد اسماعیل میر تقی (۱۸۳۲ء تا ۱۹۱۷ء) اسماعیل میر تقی محمد و نعت اور شعر کی صف میں تو شامل شہر نہیں ہوتے لیکن ان کی ایک خاص اہمیت ہے کہ انہوں نے منظرِ فقرات، انبیائے کائنات، موسموں، حیوانات اور اخلاقی نظموں کے ذریعے خدا کی شانِ عظیم اور قدرت کا ذکر کیا ہے اور صنعت سے صنایع اور مخلوق سے خالق تک، ساری کا شعور دیا ہے۔ انہوں نے اکثر نظمیں آسان، سہل اور عام فہم زبان میں کہیں اور بڑوں کی ذہنی سطح کو بھی سامنے رکھا۔ جو مقام، خیالات اور نظریات جن میں ذہن و دل کا حصہ ملائے جائیں ان کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں اور لوگوں کو عری سے انسان کی شخصیت خاص سا چمچے میں داخل کر تعمیر ہونے لگتی ہے۔ دین و اخلاق کے عجیبے اور معصوم ذہنوں میں کاشت کر دیئے جائیں تو ان کی بالیدگی اور استحکام میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ تعمیرِ اکبر آبادی نے بھی نظمیں کہیں۔ اکثر موضوعات دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔ لیکن ایک تو نظیر کے میں کہیں کہیں قصوف و عرفان کا رنگ ہے اور ان کی ایسی نظموں کی تفہیم ہر سطح پر ممکن نہیں جبکہ اسماعیل کے میں اور مست دینی اور اخلاقی لواصاف کی منظومات ترجمانِ تفہیم کے لئے ایک آسان ذریعہ ہفتی چہرہ دوسرے نظیر کے میں عوامی موضوعات و مضامین کے سبب ایسی زبان استعمال ہوئے ہیں جو عوام کے سب طبقوں کے لئے لائق فہم ہوں اس لئے ان کی میں سطح بہت ہے حتیٰ کہ ان کے میں بہت سی عوامی سطح کے الفاظ کی کثرت ہے اس کے مقابلے میں اسماعیل میر تقی نے صفائی زبان و بیان کا خیال رکھا اور شاعری کو محض اس سطح تک رکھا جو عوامی ہونے کے باوجود لوہ کی غنایت اور زبان کی بلندی سے مراد طاری۔ موضوعات کا چناؤ اور کلام کی دل نشینی مولانا کے میں استدر ہے کہ جوں جوں بھی ان کی بہت اعلیٰ کچھ لیتے ہیں وہیں سے بھی ان کی شاعری سے اپنے ذوق کی تحسین کر سکتے ہیں۔

حیات و گیات، اسماعیل میں منظومات، قصائد، قطعات، غزلیات، رباعیات، مترقات، لہیات بھی کچھ موجود ہے آئیے ہم مولانا کی گیات سے حمد و نعت کے نمونے پیش کریں:

حمد و نعت : منافع الہی

خدا نہیں کوئی حیرے سوا — اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا
صور تری ذات کا ہے حال — کے یہ سکت اور کہاں یہ حال
عقل میں اتنی صفائی کہاں — فکر کو ایسی رسائی کہاں
میں عقل جاتی ہے آئی ہوئی — عقل پہ بیت ہے پھائی ہوئی
صور کے چلتے ہیں یہ اس جگہ — تصور کا کتنا ہے سر اس جگہ
کسی کی میں دل بگھتی نہیں — کسی کی میں ہال پلٹی نہیں
نہ نصیری کوئی ہوا اس مون میں — نہ پٹھا کوئی حیر اس اوج میں

چلا اس ہوا میں نہ کوئی چراغ — پریشاں ہوئے دل ، تھکے سب دماغ
 جو ہوتی مشابہ ترے کوئی چیز — تو کچھ کام کرتی سمجھ یا تیز
 مائی ہے تو نے یہ کیا خوب بھت — کہ ہے سارے عالم کی اس میں کھت
 یہ سمجھ کہیں ہے ابھی تک نئی — اسے دیکھتے یوں ہی دنیا مٹی
 محب ہے یہ خیر رس ہے نہ چرب — بیشہ سٹا ہے ہے رفت و روپ
 نہ در ہے نہ مظر نہ کوئی شکاف — احر سے احر تک ہے میدان صاف
 جھروکا نہ کھڑکی نہ در ہے نہ چھید — جب تیری قدرت ، جب تیرے بھید
 کہیں جوڑ ہے نہ لار نہ پیوند ہے — جہر دیکھتے اس طرف مد ہے
 ملایا ہے کیا وسیع قدرت نے گول — پڑس ہے نہ جھری ، نہ سلوت نہ بھول
 جب قدرتی شامیانہ ہے یہ — نظر کی پہنچ کا ٹھکانہ ہے یہ
 یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے — چمکتے ہوئے ، جگمگاتے ہوئے
 چراغ ایسے روشن جو بن تل ہیں — جب تیری قدرت ، جب کھیل ہیں
 یہ لعل و گمر جو ہیں بھرے پڑے — زمیں سے بھی ہیں ان میں اکڑ پڑے
 کوئی فن میں سورج ، کوئی فن میں چاند — کہ یہ مادہ نور سامنے جن کے ماند
 یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے — مدھے ہیں ہم سخت زنجیر سے
 وہ زنجیر کیا ہے کشش باہمی — نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی کی
 نئے میں لطافت کے سب چور ہیں — کہ قانون قدرت سے مجبور ہیں

خدا کی صنعت :

جو چیز خدا نے ہے مائی — اس میں ظاہر ہے خوشنمائی
 روشن چیزیں مائیں اس نے — ابھی قطعیں دکھائیں اس نے
 مٹی کپڑے چمک رہی ہیں — پھوٹی چڑیاں پھدک رہی ہیں
 اس کی قدرت سے پھول مٹے — پھولوں پہ پرنہ آ کے چمکے
 چڑیوں کی ہے بھت بھت آواز — پھولوں کا جدا جدا ہے انداز
 مخلوق میں امیر ہیں یہ آرام — ہے وہ پہ کھڑا غریب کام
 روزی دونوں کو دی خدا نے — ممدور ہیں قدرتی فرائے
 گائیں بھینسیں جب مائیں — کیا دودھ کی نمپیں مائیں
 پیدا کئے کوٹ ، میل ، گھوڑے — ہر شے کے مادے ہیں جوڑے
 روشن آنکھیں مائیں وہ وہ — قدرت کی ہمد دیکھتے کہ
 وہ ہونٹ دیئے کہ منہ سے بولیں — شکر اس کا کریں ، زبان کھولیں

ہر شے اس نے بنائی اور
بلک ہے خدا قوی و قادر

رحمة العالمین :

ہام خداوندی و قدیم ——— طیم و کلیم و سبح و بھیر
وہی ہے سزاوار حمد و سپاس ——— درائے خیال و مدون قیاس
بتایا ہے جس نے عظیم جہاں ——— یہ خاکی زمیں ، نخل گوں آہاں
..... یہ نیرنگبو عالم نہیں سرسری ——— ہے استہ عالم کی جلاو گری
کسی سمجھ پر ہے مگر یہ عظیم ——— کسی جان کے واسطے ہے یہ جسم
ہے اس بحر میں کوئی درہم ——— کہ ہے جس کی خاطر یہ ہزار و ہیم
ہے اس حق میں کوئی ساطاں ضرور ——— کہ ہے ام قدم کا یہ جس کے ظہور
عمر ﷺ ہے وہ تاجدارِ حدی ——— ہمارا نبوت ، رسولِ خدا
عزیز و عزیز و رؤف و رحیم ——— امین و شفیع و صہیب و کریم
وہی مہمان گراں ہے جاں ——— اسی کے لئے ہے یہ ہم جہاں
جہاں الہی کا منظر ہے وہ ——— کمالِ خدائی کا منظر ہے وہ
اسی کی بدولت ہے یہ سب نمود
کہاں کا عدم اور کہاں کا وجود

نظم : (ہوا چلی) ہوا کے اثرات بیان کرنے کے بعد :

بہوں کو چاہئے کہ کریں ہمدی اور ——— اس کی کہ جس کے حکم سے چلتی ہے یہ ہوا

نظم : (ہماری گائے)

رب کا شکر اور کر بھائی ——— جس نے ہماری گائے بنائی
اس مالک کو کیوں نہ پکاریں ——— جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں
دودھ میں بھیجی روٹی میری ——— اس کے کرم نے عقی میری
دودھ وہی اور بیٹھا سکا ——— دے نہ خدا تو کس کے اس کا
گائے کو دی کیا اچھی صورت ——— بھولی کی ہے ، گویا صورت

مناقصہ : (جو دس بند پر مشتمل ہے)

ہے بیش مری خدا پہ نظر ——— رات ہو ، دن ہو ، شام ہو کہ سر
نہ اہالے میں ہے کسی کا ڈر ——— نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شکروں کی جہاں چھائی ہو — ش سواروں نے ہاگ اٹھائی ہو
 نور مہمان کی لڑائی ہو — وہاں بھی بہت نہ مجھ پہ چھائی ہو
 کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ترجیع بند : (ملت درود محمود) آخری بند

وہ مگر آدم . لاکھ عالم — اکتا حکم . رسول اکرم
 عیلا اعظم . زلیبہ مسلم — ہفتی محرم . ش مسلم
 عرب کے اندر وہی معظم — گم کے اندر وہی مکرم
 گا کے آدم سے تا پہ ایں دم — ظہور اس کا ہے جو آدم
 وجود اس کا مگر مقدم — وہ نور حق تھا ولے جسم
 کیا دیکھنے کو ہنر و خرم — درود محمود کبچہ عظیم
 صلوات اس پر . سلام اس پر — نور اس کے سب آلہ باصفا پر
 نور اس کی اسطیلا بدعا پر — اور اس کے اجلیبا احتیاء پر

غزلیات :

تقریب اس خدا کی جس نے جہاں بنایا — کسی زمین بنائی کیا آسمان بنایا
 وہاں تلے چھایا کیا خوب فرش خاک — اور سر پہ لاجوردی اک سائبان بنایا
 مٹی سے بنی ہوئے کیا خوشنما آگے — پستیا کے ہنر طلعت ان کو جواں بنایا
 خوشترنگ نور خوشبو گل پہول میں کھلائے — اس خاک کے کھنڈر کو کیا گلستاں بنایا
 سوسے آگے کیا کیا خوش ذائقہ ریلے — چمکنے سے جن کے مجھ کو شیریں وہاں بنایا
 سورج سے ہم نے پائی مری بھی روشنی بھی — کیا خوب چشمہ تو نے اے مریاں بنایا
 سورج بنا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی — رہنے کو یہ ہمارے اچھا مکان بنایا
 پیاسی زمین کے منہ میں سینہ کا چڑیا پائی — اور بادلوں کو تو نے سینہ کا نکلاں بنایا
 یہ پیادی پیادی چڑیاں پھرتی ہیں جو چمکتی — قدرت نے حیرتی ان کو شمع خواں بنایا
 مجھے اٹھا اٹھا کر لائیں کہاں کہاں سے — کس خوبصورتی سے پھر آسمان بنایا
 لوہی تریں ہوا میں . بچوں کو پر نہ بھولیں — ان بے پروں کا فن کو روزی رساں بنایا
 کیا دودھ دینے والی گائیں بنائیں تو نے — چڑھنے کو میرے گھوڑا کیا خوش مناں بنایا
 رحمت سے حیرتی کیا کیا ہیں نعمتیں میر — ان نعمتوں کا مجھ کو ہے قدرداں بنایا
 آب روں کے اندر چمکی بنائی تو نے — چمکی کے حیرنے کو آب روں بنایا
 اس چیز سے ہے حیرتی کادی مری چمکی
 یہ کارخانہ تو نے کب رانگاں بنایا

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۵ء تا ۱۹۳۸ء) بابِ لول کے بحرِ شمعائے قاری گو میں اقبال کے فکر و فن اور حمد و نعت پر وضاحت سے لکھا ہوا چمکا ہے یہاں (اور حمد و نعت کے سیاق میں ان کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔ اقبال مسلحہ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے دائمی اور مبلغ ہیں۔ ان کے تصور میں ملت کے ماضی کا شکوہ و عظمت، ان کی نظر میں ملت کے حال کی زبونی اور ان کے خوابوں، آرزوؤں اور امیدوں میں ملت کا ایک جھلک مستقبل ہے۔ اسی احساس پر انہوں نے فرد کے تزکیہ و تربیت اور اجتماع کی ترقی و ترقی کی پوری دعاؤں کو اپنی شاعری کا مخصوص مقصد و مسلحہ اسلامیہ کے عظیم الشان مستقبل کی تعمیر ماضی کے انکار و کردار و اقتدار پر کرنا چاہتے ہیں۔ ماضی ان کے لئے ایک تہذیبی اور تاریخی آئینہ ہے جس میں وہ ملت کو فردانہ ماضیہ کے جلال و جمال، فتوحات و معجزات کے جھلک، نقوش اور فکر و عمل کی راست روی کے ثمرات و برکات کے مظاہر دکھانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذہن میں یہ حقیقت راسخ کرنا چاہتے ہیں کہ اس کے قیام و ترقی، روحانی، علمی، تہذیبی اور مادی کارناموں کی اساس تو حید و سنت کے مرکز سے ان کی دہائی تھی۔ جب تک یہ رابطہ محکم رہا تو ایک تہذیب آفریں اور تاریخ ساز قوم کے طور پر غالب رہی اور جب یہ رابطہ کمزور پڑ گیا تو وہ بابل و بابل کی گرفت میں آگئی جب بھی اسے اپنے زبیاں کا احساس ہو گا، وہ اپنے مرکزی جانب پلٹے گی اور دوبارہ قیادت و امامت کے منصب پر فائز ہوگی۔ اقبال کے تمام نظم و نثر کی اساس تو حید و رسالت کے عشق و اطاعت پر استوار ہے۔ اقبال کا نظریہ خودی، اس کا فلسفہ عمل، اس کا تصور وحدتِ ملی، اس کا نظریہ کوہِ نظر غرض اس کے سارے موضوعات و مضامین اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔

دہائی اور تقلیدی حمد و نعت اقبال کے یہاں نہیں ہے۔ اس کی تو شاعری کے ایک ایک مصرع میں یہ عشق و اطاعت کا خلاصہ مدنی و روحی طرح ہادی و ساری ہے۔ اس کی فکر و شعر کا حزن و جدوجہد روحِ انسانی کا پیغام ہے۔

توحید شاعری اور توحید پرستی سے مقصود یہ ہے کہ عبادِ الہی اسی ایک ذات کو کار ساز حقیقی سمجھے۔ اسی کے سامنے سر نہلا جھکائے۔ دوسری تمام باطل قوتوں کے مقابل اس کی گردن بلند رہے۔ بلکہ وہ مجبوراً ان باطل سے متصادم ہو کر ان کو معدوم کر دے۔ توحید سے دہائی مسلمان کے قلب میں اخلاقی کاغذ اور جہتِ قدروں کا حجم ہوئے اور اس کا کردار عصمت و عفت اور فقر و غیرت کا مظہر ہو۔ مسلمان کی تمام تر زندگی تو ان ہی چیزوں کو سامنے رکھ کر دنیا میں نافذ کرنے میں صرف ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ان کی اطاعت مسلمان کو تزکیہ نفس اور پاکیزگی، فکر و عمل کے سانچے میں ڈھال دے اور وہ تعلیماتِ نبوی کا عامل اور مبلغین کر عالمِ بشریت کو محبت، امن اور عدل کا گوارہ بنائے۔

اقبال کے یہاں غیر روحی تفسیرِ حاصر کا مطالعہ نہیں جاتا ہے کہ اقبال نے نہ حجت و نعت کے دیلے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ظہرِ عمل اور ظہرِ انقلاب، ایک ممکن کائنات اور ایک ہادی و رہبرِ عالم کے طور پر پیش کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ اور میراثِ اقدس کے اجلے کا پیغام دیا ہے۔ تاکہ اس اجلے کی بدست سے وہ تخلیق، تعمیر اور تسخیر کا فرض ادا کرے جس کے لئے قدرت نے اسے زندگی و وحیت کی ہے۔ اس طرح اقبال کی نعت اس روئے اور روایت کے طور پر سامنے آتی ہے جسے سیرتِ نبوی کہتے ہیں اور اردو میں جس کا باقاعدہ آغاز حالی اور حق کے معاصرین سے ہو اور اقبال نے اس روایت میں، جمال و کمال پیدا کیا۔ حمد و نعت کے معاملے میں اقبال کا ایک لہجہ عاشقانہ ہے اور ایک اسلوبِ حکیمانہ۔ عاشقانہ لہجے میں وہ اپنے جذبہ کیف کے تمام تر اہلِ ایمان و یقین کے ساتھ شعر کہتا ہے لیکن اعتدال پسندی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ حکیمانہ اسلوب کے دیلے سے اقبال قوم کے مسائل کا چارہ و حاشیہ کرتا ہے اور عقلی باطل اور تمسکِ بارِ سولِ حقیقی کی دعوت دیتا ہے۔ ڈاکٹر فرید فتح پوری اقبال کی حمد و نعت کے حوالے سے کہتے ہیں: "اسی طور پر ان کا سارا کلام تو حید و رسالت کے پاکیزہ تصورات اور حکیمانہ نکات کا مظہر ہے۔" (۱۰۳)

پروفیسر اشفاق کی رائے میں "اقبال کی تعلیمات کا مرکز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ وہ آپ کی سیرت میں حیاتِ انسانی کے لئے عمل نمونہ دیکھتے ہیں۔ ان کی شاعری و زندگی کی تفسیر ہے تو حقیقت میں وہ زندگی ہی اسوۂ حسنہ ہے۔" (۱۰۴)

ریاض مجید کے مطابق "ان کے نزدیک تخلیق کائنات کی فرض و غایت ذاتِ مصطفویٰ ہے۔ اور سارا عالم امکان اسی ایک محور کے گرد گھوم رہا ہے۔ انہوں نے لہر و نعت کوئی کو قمری و فنی طور پر وسعت دی۔ نعت کے موضوع کو قوم و ملک کی سیاسی و تمدنی زندگی سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک عیار و پدیا۔ نعت کے پرانے اسالیب اور معروف شکلوں کو نثرانہ از کر کے جدید آئینوں اور اسالیب کو نعت کے موضوع کا متحمل بنایا۔" (۱۰۵)

کلام اقبال میں حمد :

مگر لزل جو مسن ہوا دلہان عشق	—	آواز کن ہوئی تیش آموز جان عشق
چشم غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے	—	عالم تمام جلوہ ذوق شعور ہے
زباں سے مگر کیا تو مید کا دعویٰ تو کیا حاصل	—	بنا ہے مت پندار کو اپنا خدا تو نے
ہوئی جو چشم مظاہر پرست و آخر	—	تو پیا غلہ دل میں اسے کہیں میں نے
جنہیں میں دھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں	—	و لکے میرے قلمت غلہ دل کے کینوں میں
تارے میں دو قمر میں وہ جلوہ گرہ میں دو	—	چشم ظاہر میں نہ تو سرمہ امتیاز دے
ہمک تیری عیاں جلی میں آتش میں شرارے میں	—	بھٹک تیری ہو یہ اچاند میں سورج میں تارے میں
سروری زباں فقط اس ذات ہے بہتا کو ہے	—	سکراں ہے اک دہی ، باقی بتان آوری
بکھی اے حقیقہ خنجر نگر آہاں جہاز میں	—	کہ ہزاروں جہزے تپ رہے ہیں مری جنم نیا میں
تو ہے مہرِ بحر میں ہوں ذرا سی آہ	—	یا مجھے ہلکا کر ، یا مجھے بے کنار کر
مٹا دیا سرے ساتی نے عالم من و تو	—	چا کے مجھ کو سنے لا الہ الا ہو
قلندر جزوہ حرف لا الہ کہہ بھی نہیں رکھتا	—	تھپہ شر قاروں ہے نعت ہائے جہازی کا
اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک	—	اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دلا و جم
پاں ہے جگ کو مٹی کی چرکی میں کون	—	کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پتھم سے بار سازگار	—	خاک یہ کس کی ہے ، کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے ہر دی موجوں سے خود گندم کی جیب	—	موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوش آفتاب

خودی کا سر لہاں لا الہ الا اللہ	—	خودی ہے حق ، فہاں لا الہ الا اللہ
یہ نور فصل گل و لالہ کا نہیں پایہ	—	برابر ہو کہ ترزاں لا الہ الا اللہ
اگرچہ مت ہیں جماعت کی آستینوں میں	—	مجھے ہے حکم لڑاں لا الہ الا اللہ

مقام فکر ہے عینک زماں و مکاں	—	مقام ذکر ہے سبحان ربی الا علی
میں نے اے میر پہ تری ہر دیکھی ہے	—	قل ہو اللہ کی شمشیر سے خلل ہیں بنام

— یہ ایک مجاہد ہے تو مری سمجھتا ہے — جزا مجاہد سے دیتا ہے آدمی کو نجات
 — باطل دوئی پسند ہے ، حق لاشریک ہے — شرکت مباح حق و باطل نہ کر قبول
 — رہے گا تو ہی جہاں میں پکڑ دیکھا — اتر گیا جو ترے دل میں کا شریک نہ
 — لا دینی و لا طینی ، کس بچ میں الہما تو — دلو ہے فیضوں کا لا غالب الا ہو
 — خود دیکھے اگر دل کی نگہ سے — جہاں روشن ہے نور لا الہ سے

محمد میں فریاد و استغاثہ کا جو آغاز حالی سے ہوا اور آشوب ملت کی آئینہ داری کی گئی ، اس درد مند دل نے کو اقبال نے پابند ترکیباً ان کی نظم شکوہ اور
 جواب شکوہ اس اسلوب کا ایک نیا اور منفرد تجربہ ہے۔ نگہ مندی کی جیلا اس اپنائیت اور چاہت کے روحانی رشتے پر ہے جس کی رو سے اللہ کی رحمت سے
 زیادہ کوئی بندہ دل کا چارہ ساز نہیں۔ جو قریب رگب جاں ہے اور جس کی رحمت در حایت سے انسان کے ہر درد کا دلوا ہوتا ہے۔ شکایت کے اس والہانہ
 لہجے کے پردے میں اقبال کو اصلاح امت مقصود ہے۔ یہ نظم ملت اسلامیہ کے ہاتھ میں آئینہ احتساب ہے کہ وہ اپنے چہرہ عمل کے دیکھے دیکھیں ،
 مکافات عمل کے فطری قانون کی رمز سمجھیں۔ غور کریں کہ اس تمام ترزیوں حالی کی تمام تر ذمہ داری خود ان پر ہے جس دن وہ دوبارہ توحید و سنت کے
 مرکز سے دھمکے ہوئے ، اپنے غمزدہ عمل کو سنبھال لیا اور مثبت اقدار حیات سے رشتہ بپا ہو گئے اسی دن سے وہ دوبارہ مائل بہ عروج ہو جائیں گے۔ شکوہ کا
 سارا اسلوب نگہ آئینہ ہونے کے باوجود بالواسطہ محمد کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اسی سرچشمہ محمد سے اسوانی نصرت رواں ہوتی ہیں۔ جب اللہ فرماتا ہے۔

کی محمد ﷺ سے دعا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چڑ ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں

شکوہ (بالواسطہ محمد کے چند بندے) :

تھی تو موجود ازل ہی سے تری ذات قدیم — بھول تھانصیب ہمیں ، پر نہ پریشانی تھی عظیم
 شرط انصاف ہے اے صاحبِ انصاف عظیم — اے گل گلیٹی کس طرح جو ہوتی نہ نیم
 ہم کو ہیصوب خاطر یہ پریشانی تھی
 ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی ؟
 ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا مہر — کہیں مسکود تھے پتھر ، کہیں مجبور شجر
 حاکم بیکر محسوس تھی انہی کی نظر — مانا پھر کوئی فن دیکھے خدا کو کیونکر
 تجھ کو معصوم ہے لپٹا تھا کوئی نام ترا ؟
 قوت بازوئے مسلم نے کیا کام ترا
 کون سی قوم فقط تیری طلبکار ہوئی — اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی
 کس کی شمشیر جھاگیر ، جہاندار ہوئی — کس کی تکبیر سے دنیا تری میدان ہوئی
 کس کی ریت سے صنم سے ہوئے رچے تھے
 من کے بل گر کے حواریہ ادا کئے تھے

قطعات سے :

ترے شیشے میں سے باقی نہیں ہے — کیا تو مرا ساتی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو خبیم — طمنا ہے ، یہ رزاقی نہیں ہے
 دلوں کو مرکزِ مراد و کار — حرم کبریا سے آشنا کر
 جسے جانِ جوہرِ حقیقی ہے تو نے — اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر
 ترا تن روح سے نا آشنا ہے — محب کیا تو تیری ہارسا ہے
 تو ہے روح سے بیزار ہے حق — خدائے زعمو زعموں کا خدا ہے

نعت :

لوائے وہ سراپا نیازِ حقیقی تیری — کسی کو دیکھتے رہتا نیازِ حقیقی تیری
 لڑاں لڑل سے ترے عشق کا ترانہ ملی — نیاز اس کے نگارے کا ایک پیمانہ ملی
 خوشا وہ وقت کہ بیڑب مقام تھا اس کا — خوشا وہ دور کہ دیدارِ عام تھا اس کا

(بال)

اے تجھ سے دیو ، دہم فروغِ کبر — اے تیری ذات باریک بینی روزگار
 پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پہول میں — صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول میں

(صدیق)

سالارِ کارواں ہے میرِ نیازِ اپنا — اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں اپنا

وہ زمیں ہے تو مگر اسے خراب گامِ مصطفیٰ — وہ ہے کعبے کو تیری رنجِ اکبر سے سوا
 خاتمِ ہستی میں تو جاہل ہے پندِ تقی — اپنی عقلت کی ولادت گامِ حقیقی تیری زمیں
 تجھ میں راحت اس شمشادِ معلّم کو ملی — جس کے دامن میں ملن اقوامِ عالم کو ملی
 ہم لیوا جس کے شاہشاہِ عالم کے ہوئے — جانشینِ قیصر کے ، وارثِ سیدِ جم کے ہوئے
 تو بیڑب دیکھ ہے مسلم کا تو ، مائی ہے تو — نقطہٴ جذبِ نیاز کی شعاعوں کا ہے تو
 جب تلک باقی ہے تو دنیا میں ، باقی ہم بھی ہیں — صبح ہے تو اس میں میں گوہرِ خبیم بھی ہیں

(بالِ اسلامیہ)

لیکن بلال ، وہ جیٹی زلوا حقیقی — فطرتِ حقیقی جس کی نورِ نبوت سے مسخیر
 جس کا امیں لزل سے ہوا سینہٴ پناہ — حکوم اس صدا کے ہیں شہید و فقیر
 ہوتا ہے جس سے اسرارِ ہجر میں اختلاہ — کرتی ہے جو فریب کو ہم پہلوئے امیر
 ہے تیرے آج تک وہ لوائے جگر گوداز — صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چراغ کی
 اقبل کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے — رویِ فنا ہوا ، جیٹی کو دہم ہے

(بال)

— کرم اے شہ عرب و عجم اگر کھڑے ہیں مگر کرم — دو گدہ اگر تو نے مٹا دیا ہے جنہیں دماغ سکھادی
 — محب کیا، مگر نہ اپروں مرے پیچھے ہو جائیں — کہ برقرار صائب و صنیٰ ہستم سر نور را
 — دو دانے سب، فتح و رسل، مولائے کل جس نے — غبار راہ کو چٹا فروغ وادی سینا
 — عشق و مستی میں وہی لول و بی آخر — وہی قرآن، وہی فرقت، وہی لیس، وہی ط

(عظیم شانی کے حوالہ پر)

— سنی عا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے — کہ عالم بحریہ کی زد میں ہے گردوں
 — قوائے مولائے یثرب آپ میری چادر سازی کر — مری دانش ہے ازگی، مرا ایماں ہے زہری
 — ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو — فروغ دید، افلاک ہے تو
 ترے صید زوں افروختہ و حور
 کہ شہنشاہی شہ لولاک ہے تو

ذوق و شوق اقبال کی ایک ایسی نعتیہ نغمہ ہے جس کا ہر شعر عشق رسول کے لطیف و صادق چٹاؤں کا آئینہ دار ہے۔ روحہ رسول ﷺ کی
 زیارت کا ارادہ، اور مراحل ہجر و فریق کی درد انگیزیوں اور شوق آمیزیوں اس نظم میں نہایت طبع و موثر انداز میں بیان ہوئی ہیں۔ ضمانت اسلام کے
 انحراف و ادبار کا ذکر آیا ہے۔ اور کاروان کے دل سے احساسِ زبانی کے جانے کا اندوہ اس نظم سے آشکار ہے۔ فریق و مہجوری و مشائخ و حضوری کی تہذیب کا
 اس سے ظہور و امتداد کس نہیں ملتا اس نظم میں ایک بلا واسطہ اور غیر رسمی نعتیہ یہ آگیا ہے

لوح بھی تو، قلم بھی تو، حیرا وجود الکتاب — کتبہ تہجد رنگ تیرے محیط میں حجاب
 عالم آب و خاک میں تیرے حضور سے فروغ — درء رنگ کو دیا تو نے طوبی آفتاب
 شمعِ سحر و سلیم تیرے جلال کی نمود — کمر بند و بازید تیرا جمال ہے نقاب
 شوق برا اگر نہ ہو میری لہذا کا نام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سکون بھی حجاب
 تیری نگاہِ بڑ سے دونوں سرا پا مجھے — مقل غیب و مجتہد، عشق حضور و اضطراب
 تیرا و سار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے — صبح زندہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

(ذوق و شوق)

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں — ہے وہی سرمایہ داری مدد مومن کا دین
 صحر حاضر کے کشادوں سے ہے لیکن یہ خوف — ہو نہ جانے آشکارا شرع و بغیر کہیں
 الخضر آئینِ بغیر سے سو بد الخضر — حافظ ناموس زن، سرد آنا، مرد آفریں
 موت کا پیغام ہے لوحِ خدای کے لئے — نے کوئی فقور و خاکن، نے غمیر وہ نفس
 کرتا ہے دولت کو ہر نمودگی سے پاک صاف — معصوم کو بل و دولت کا مٹاتا ہے امیں
 اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و مصل کا انقلاب — بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

(ابن اے مشغور سے)

اب ذرا نعت کا وہ رنگ دیکھئے جس میں امت کا آشوب جھلکتا ہے اور فریاد و استغاثت کی کیفیت ہے :

کل ایک شریہ و بارگاہ نبی ﷺ میں دروہ کے کہ رہا تھا — کہ مصر و ہندوستان کے مسلم سائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ دائران حرم مغرب بزلہ رہبر میں تھارے — کہیں بھلا ان سے واسطہ کیا ہو تجھ سے ؟ آتشا رہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدان خود ہیں ، خدا ترن قوم کو چاہئے — چار کر تیرے مسکوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
(نعت)

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا اجر — اب تو ہی بنا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں خرچ میں — پوشیدہ ہو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و رابطہ و زاد — اس کو دو بیلیاں سے صدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب کاش کراے روح محمد ﷺ — آیات الہی کا تمہیاں کدھر جائے
(اے روح محمد ﷺ)

کما حضور نے اے شہید بارخ جواز — گلی گلی ہے تری گرمی نوا سے گداز
گل کے بارخ جوں سے رنگ و آبا — ہمارے واسطے کیا تجھ لے کے تو آیا
حضور ﷺ دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی ہمیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آئینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی ہمیں ملتی
جھلکتی ہے تری امت کی آمد اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(حضور رسالت مآب ﷺ میں)

اب ہم آخر میں جو لب شکوہ کے نعتیہ پیش کرتے ہیں جو اقبال کے فکر و پیغام کا جوہر ہیں اور جو اس مرکزی جانب مراجعت کی نشان دہی کرتے ہیں، جس سے دہشکاری ملی افکار و فرور فکری حیات ہے :

مٹل و قید ہے فنیے میں ، پریشاں ہو جا — رخت مردوش ہوائے چمنستان ہو جا
ہے تنگ مایہ تو ذرے سے بیلیاں ہو جا — لہو موج سے ہلکتے طوقاں ہو جا
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں ام محمد ﷺ سے اہلا کر دے
ہو نہ یہ پھول تو بلیل کا ترنم بھی نہ ہو — بہمن دہر میں کلیوں کا عجم بھی نہ ہو
یہ نہ باقی ہو تو پھر تے بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو — بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو ، تم بھی نہ ہو
خیر الماک کا استاد اسی نام سے ہے
میں ہستی پیش آدہ اسی نام سے ہے

دشت میں ، دامن کھد میں ، میدان میں ہے — در میں ، موج کی آغوش میں ، طوفان میں ہے
 زمین کے شر ، مراقتس کے پہاڑ میں ہے — اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
 ہنرمند اقوام یہ نگاہ دے تاکہ دیکھے
 رقص شان رقصا لگ ڈرک دیکھے
 مردم ہنرمند زمین یعنی وہ کالی دنیا — وہ قصارے شدا پائے والی دنیا
 گرمی صحر کی پروردہ ، ہلال دنیا — عشق والے جسے کہتے ہیں ہلال دنیا
 جنس انداز ہے ان ہم سے پارے کی طرح
 لوط زن نور میں ہے آئینہ کے پارے کی طرح
 محل ہے حیرت پر ، عشق ہے عشیر تری — سیرت درون غلاف ہے جاگیر تری
 ہوا اللہ کے لئے آگ ہے عجیب تری — تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تیر تری
 کی عمر ملک سے وفا تو لے تو ہم تیرے ہیں
 یہ جہاں بڑ ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں

(۱۰۶)

مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۰ء تا ۱۹۵۶ء) مولانا ظفر علی خاں کی شاعری کا زیادہ تر مزاج معاشرتی اور سیاسی ہے۔ مستبد فرنگ کا دفاع ان کا مقصود تھا۔ ان کی شاعری کا ایک مصرع جواہر ہے۔ ان کی نعتوں میں توصیف نگاری کے اجرا بھی ہیں لیکن نعت ہی کے ذریعے وہ تبلیغ سیرت اور تکریم سیرت کا کام بھی لیتے ہیں۔

حالی اور اقبال کے بعد ان کا ہم دور کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی شخصیت کی کئی جہتیں تھیں۔ ان کا اثر فرنگ پروری کے۔ "مولانا ظفر علی خاں" کے قسم کے سنی مسلمان ، حکومت برطانیہ کے کونراہی ، ایک مذہبی سیاسی رہنما ، ایک شط بیان مقرر ، ایک انقلاب پسند ادیب ، ایک بہر گیر شاعر اور آزاد خیال صحافی تھے۔ ان کی تقریریں ، ان کی نظمیں ، ان کی جوش و خروش سے غفلت ہوتی تھی۔ مذہبی موضوعات پر جو کہ انہوں نے لکھا ہے وہ ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ غیر مذہبی موضوعات میں ان کے ملی اور مذہبی جوش نے ایک طرح کی بے پرواہی اور جذباتی و بہولری پیدا کر دی ہے لیکن مذہبی موضوعات خصوصاً تکریم شاعری میں یہ چیز ان کے کلام کا حسن بن گئی ہے۔" (۱۰۷)

حالی اور اقبال نے حمد و نعت کی جدید روایت میں جن موضوعات و مضامین اور جس نظام فکر کو اختیار کیا تھا ، مولانا ظفر علی خاں نے اسی کو اختیار کیا اور اس میں اپنے لیے کی بے پناہ صداقت شامل کر دی۔ مصلح اسلام کے مہم اضطراب میں ، جب وہ سیاسی اور معاشرتی گرد و غبار میں گھری ہوئی تھی اور اس کا شکوکہ مضامین تصدیق پاریہ بن چکا تھا اور وہ انھیں دلوں کے مہم انگارے گزری تھی۔ ظفر علی خاں کے دور و مددول میں ایک نظم احساس پیدا کر دیا تھا۔ وہ ملت کو اس جہان بے مہربانی سے نجات دلانا چاہتے تھے اور اسی مقصد سے ملت کی جانب لوہا باندھتے تھے جو مسلمانوں کی متاع ابدیت و رفعت تھی۔ اس لئے اس نعت اور شدت سے متبادوم ہوئے جو اس ملی انگارے آرائش کا سبب تھی۔ چنانچہ مولانا کی حمد و نعت میں نہاد توصیف نگاری کے ساتھ ساتھ ملی آئینہ ایک دل زخم خوردہ کی تڑپ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ وہ جہاں اپنی زبان اور قلم سے دوسرے مہم انگارے سرگرم جہاد تھے وہیں حمد و نعت کی کارگاہ میں احمد اور استقامت کی جگہ پیر سے مغربی بلاپ کو رد کرنا چاہتے تھے جن کا سرمایہ حمد و نعت جہاں مہم نگاری کے حوالے سے ایک جہان بے دست و پاز ہے وہیں حمد و نعت میں بے پناہ صداقت کی ایک منفرد اور یادگار مثال ملتی ہے۔ وہ ایک مقرر ، خطیب اور صحافی بھی تھے اور خطبات ان کے اظہار

لہذا کلامیک سوژہ وسیلہ بھی تھا اسے انہوں نے اپنی شاعری میں بھی برتا ہے اور زبانِ میان میں بھی اس صورتِ حال کو ملحوظ رکھا ہے کہ میرے صاحبِ حوام میں جن سے اپنی شاعری میں دلوں کا تہہ پیدا کر چلاور ان کو حریتِ آزادی کے قافلے کا مسافر بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود ان کی محدودیتِ فن کے علمبردار فضل، لوب کی معیار پسندی اور حسنِ دواثر کے لوازمات سے پر ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے بقول ”فن کے کلام میں دالمانہ جذبہ کی فرووائی ہے۔ اسلام کی عظمت کے مطالعہ میں سے ان کا کلام منہا ہے۔ ہر وہ چیز جسے اسلام سے برائے ہم بھی لگاؤ ہے انہیں عزیز ہے۔ مولانا نے حضور علیہ السلام کے حقیقی موصالہ بیان کئے ہیں۔ اس لئے کلام میں چاہا قرآن اور حدیث کی سمجھوتہ ملتی ہیں۔ انہوں نے ایک جوش اور دلوں سے دلوں کو گرگیا کہ کارِ حیات کے لئے حضور علیہ السلام کے ہم یو اسر فروغی کی قتلانے کر اچھیں اور آپ کا نام لے کر جینے کی جائے آپ کے ہم پر مرنے کی تڑپ اور جذبہ پیدا کر رہے۔“ (۱۰۸)

حضور علیہ السلام سے دالمانہ محبت کا اظہار، جذبہ شوق کی مولج کیفیتیں، زچے ہوئے دل کی کراہوں کو معروضِ احمدا میں لانے کا عمل، جوشِ انگیزی اور اثر آفرینی مولانا کے مذہبی کلام اور حمد و نعت کی خصوصیات ہیں۔

ریاضِ مجید مولانا کی نعت گوئی پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں۔

”نورِ نعت میں قوی سطح پر اقدارِ عالیہ کی قنات کا یہ اسلوب ظفر علی خاں کی عطا ہے۔ جو بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی حمد و حمدِ آزادی میں مولانا کے ہر رخ ساز کردہ کی ترجمانی کرتی ہے۔ نیز ان کی نعتیہ شاعری معاشرہ ہی، سیاسی واقعات اور تحریروں کا عکس لئے ہوئے ہے۔“

(۱۰۹)

ان کے شعری مجموعے ہمدستان، چمنستان اور نگارستان کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

حد و نعت :

ماتے اپنی حکمت سے زمین و آسمان تو نے	—	دکھائے اپنی صورت سے ہمیں کیا کیا نشان تو نے
نہیں موقوفِ خالق تری اس ایک دنیا پر	—	کئے ہیں ایسے ایسے بیگزوں پیدا جہاں تو نے
دلوں کو معرفت کے نور سے تو نے کیا روشن	—	دکھایا بے نشان ہو کر ہمیں اپنا نشان تو نے
محمد ﷺ مصطفیٰ کی رحمت اللعالمی سے	—	بلا حوائی یا رب اپنے لطف اور احسان کی شان تو نے
میں لایقظوا کے نفع میں سرشار رہتا ہوں	—	یہ مستوں کو حقیقی ہے حیاتِ جاواں تو نے
الحی مدتی غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے	—	مجھ آتشِ نیر پاک کو ساتھ ہی آتشِ نوا کر دے
بناؤں گا کہ خاکِ بند یوں اکسیر جتنی ہے	—	مری پکوں کو جاویدِ حرمِ مصطفیٰ کر دے

عرضِ حال بدر گاہِ رب العزت بتوسط حضور خواجہ دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ :

اے کہ ترا جمال ہے نعتِ گلِ حیات	—	دونوں جہاں کی رونمائی ہیں ترے صن کی زکوة
تیری جنہیں سے آئندہ پر تو ذات کا فروغ	—	اور ترے کہے کا فہم سرمد، خیم کائنات
ہر دمِ امت سے عشق دیئے گئے تھے	—	سب مکی تفرقات، سب لکھی تجلیات
چہرہ کفہ کرم ترا کف سے تا بہ قیروں	—	لطف ترا کرشمہ رخ کیجے سے تا بہ سوسنات
حیرے سلام کے لئے گھٹنِ قدس کے دیور	—	مکوم رہے ہیں ذالِ ذال، مجوم رہے ہیں پاتِ پات

— سر پہ اندھیری رات ہے مگر گئی ہے بھور میں ہوا — سورج بلا ہے تاک میں ، دور ہے ساحل نہایت
 — قلم کے پایہ عرش کا ، کریہ لب سے التجا — اسے کہ ہے مبداء قیوس ایک فقط تری ہی ذات
 — مددے کھٹے ہوں یا نہ تو ہے اسے خدا کریم — قلع ہو کیوں کریم کا سلسلہ " نوازشات
 مودم لعل غاس پر کس لئے آج یہ عتاب
 ہم سے ملرا ہوا ہے کیوں گوش " ختم الفت

فریاد بحضور سرور کونین :

اسے خدار مجاز کے رشیدہ آفتاب — سج ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب
 چوہا ہے قدمیوں نے ترے آستانے کو — تھی ہے آسمان نے جھک کر تری رکاب
 شایاں ہے تجھ کو سرور کونین کا لقب — ہاں ہے تجھ پہ رمت دارین کا خطاب
 مددما ہے شرق و غرب پہ غیر کرم ترا — آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب
 پیدا ہوئی نہ تیری موانعات کی نظیر — لایا نہ کوئی تیری موانعات کا جواب
 خیر البشر ہے تو ، تو ہے خیر الامم وہ قوم — جس کو ہے تیری ذات گرامی سے اقتساب
 مغرب کی دست مدد سے مشرق ہوا چرا — ایساں کا خانہ کلم کے ہاتھوں ہوا خراب
 اسے قبل " وہ عالم ، اسے کعب " وہ کون — تیری دعا ہے حضرت باری میں مستجاب
 شرب کے ہنر پردے سے باہر نکال کر — دونوں دعا کے ہاتھ بعد شرب و اضطراب

حق سے یہ عرض کر کہ ترے مہرا غلام

مقبی میں سرور ہوں تو دنیا میں کامیاب

وہ شمع اجالا جس نے کیا پالیس برس تک غاروں میں — اک روز بجھنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
 مگر ارض و سما کی محفل میں لولاک لہا کا شور نہ ہو — یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں ، یہ نور نہ ہو سیاروں میں
 جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا ، جو نکتہ دروں سے حل نہ ہوا — وہ راز اک کلمی واسلے نے بتادیا چند اشاروں میں
 وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے — اصولے سے لے گی ماقص کو یہ قرآن کے سپہاروں میں

دل جس سے زندہ ہے وہ تنہا تھی تو ہو — ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تھی تو ہو
 پھر وہ جو سینہ " شبہ ہم الست سے — اس نور لوئیں کا اجالا تھی تو وہ
 سب کچھ تھما دے واسلے پیدا کیا گیا — سب غائبوں کی غائب اولی تھی تو ہو
 دنیا میں دست وہ جہاں اور کون ہے — جس کی نہیں نظیر وہ تھا تھی تو ہو
 مگر تے ہوؤں کو قلم لیا جس کے ہاتھ نے — اسے تاجدار شرب و لہی تھی تو ہو

اتمام نور : (تم)

نور خدا ہے کلم کی حرکت پہ خندہ زن — پوچھوں سے یہ چراغ بھلا نہ جائے گا

مسلم ہوں میں، غلام ہیں جس و قمر سرے اپنا یہ درجہ مجھ سے گنایا نہ جائے گا
مجھ سے جو خدا کے کسی کے حضور میں اپنا سر تیرا جھکایا نہ جائے گا

تکمیلِ ایمان :

دلوں کو امیجی، بج اپنا، روزہ اپنا اور نماز اپنی
مگر میں باوجود اس کے مسلم بن نہیں سکتا
نہ جب تک کہت مروت میں خواہد غریب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

دیکھی نہیں کسی نے اگر شان مصطفیٰ ﷺ — دیکھے کہ جبرئیل ہے دربان مصطفیٰ ﷺ
طلب نہائے پاک کی تصویر جمع کی — بچنے لگے جب آنکھ میں احسان مصطفیٰ ﷺ
پھیلا ہوا ہے امور و امر کے واسطے — سخن عرب میں تہہ ہم خوان مصطفیٰ ﷺ
میرے ہزار دل سوں صدق رسول پر — میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ ﷺ
لائے نہ کیوں یہ نغمہ ملک کو وحدہ میں
گاتا ہے جس کو جہلستان مصطفیٰ ﷺ

(۱۱۰)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء تا ۱۹۳۱ء) نعت نگاروں میں ایک نہایت معزز و ممتاز نام۔ علمائے دین کے حلقے میں ایک
نامکندہ دینی، ملی اور لولی شخصیت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔ آپ صاحبِ شریعت و عریقت تھے۔ آپ کی نعیش آپ کے ولادت قلمی اور
کیفیات روحانی کی آئینہ دار ہیں۔ ایک ایک مصرع عشق و عقیدت کے رنگ میں ڈوبا ہوا، جذب و حال کی لہریں میں سا ہوا، آپ کی شاعری کا محور
صرف نعت و سلام اور محبت ہے۔ آپ کی زبانِ ایمان میں ہے تکلفی و جنگلی، شیطانی اور طرداویں نہایت درد مندی اور تافیر ہے۔ حضور پاک ﷺ
کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ کا لبلاغ آپ کی نعتیہ شاعری کا مقصد ہے۔ نعتوں میں ولادت اقدس، معراج، معجزات اور حضور علیہ السلام کی
حیات اقدس کے مظاہر و تجلیات کے مضامین پائے جاتے ہیں۔ اکثر نعیش محافل میلاد اور جلسہ سیرت میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں مجلسی شکوہات
کا خیال رکھا گیا ہے۔ درد و سلام کے زمزموں سے آپ کا بہت سا نعتیہ کام معمور ہے۔ بعض نعت و سلام طویل ہیں اور لول سے آخر تک جوڑی جہاں اور
مضامین و افکار کا شروع قائم ہے۔ آپ کے مشہور مقبول سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ کے اشعار کی تعداد ۱۶۸۰ ہے اور یوں محسوس ہوتا
ہے جیسے نعت و شاکا ایک چشمہ مولیٰ ہے جس کا توجہ قلوب و زبان کو شاد و سیراب کر رہا ہے۔ جس کثرت سے آپ کے نعت و سلام جاسوس میں
پڑے جاتے ہیں اور نعت خوانوں کی نظیروں اور گردنوں میں تندولہ مروج ہیں، اس شرف میں کوئی آپ کا ماحم و شریک نہیں ہے۔

دیباچہ مجید کہتے ہیں۔ ”اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے
جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت کوئی نے۔ انہوں نے صرف یہ کہ اعلیٰ معیار کی نعیش تخلیق کیں بلکہ ان کے ذمہ اثر نعت کے ایک منفرد و استثنائی کی تشکیل
ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے اس سے ناموروں کو نعت گوئی کی ترقیب دی۔ عاشقانِ رسول ﷺ کے لئے آج بھی ان کا کام ایک
موثر تحریک رکھتا ہے۔“ (۱۱۱)

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کے بقول ”روح ان شروع سے آخر تک ایسی محبت اور عقیدت سے بھر ا ہوا ہے کہ ایک دیندار اگر اسے اپنے لئے ڈوبے
تجارت کیجے تو کوئی عیب نہیں۔“ (۱۱۲)

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی کہتے ہیں ”مولانا کے کلام میں حضور علیہ السلام کے عشق کا سندر حلاطم ہے اور وہ نہایت کامیابی کے
ساتھ حضرت مسلمان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں زبان و بیان، الفاظ و محاورہ، صنائع بدائع پر بلا کی قدرت حاصل ہے۔
اس لئے ان کے اشعار کا حسن اور اثر بہ چند ہو گیا ہے۔ اکثر اشعار میں زبان و بیان کی خوبی اور محاورہ دور و زمرہ کے حسن نے کی کئی صنعتیں پیدا کر دی
ہیں۔“ (۱۱۳)

مولانا نے اپنی ایک نعت میں چار لسانی تجربہ کیا ہے اور اردو، عربی، فارسی اور ہندی زبانوں کی ترکیب سے ایک خوبصورت اور دلکش نعت لکھی
ہے۔ مطلع یہ ہے :

الحر عالم ، والروح طلی من دکن و طوقاں ہوش نیا

منہ عار میں ہوں بجوی ہے ہوا ، موری نیا پار لگا جانا

یہ دو بیاہی تجربہ ہے جو امیر خسرو نے زبانوں کے اخراج سے کیا تھا لیکن فرق یہ ہے کہ خسرو نے غزل میں یہ روش اختیار کی تھی اور
مولانا احمد رضا خاں کے یہی نعت میں یہ صنعت استعمال ہوتی ہے۔ فارسی اور اردو نعتوں میں یہ صورت نعت گو شعرا کے یہاں رہی ہے کہ دو اپنی زبان
میں کسی دوسری زبان کا کھڑا لگا دیتے تھے۔ یا تقسیم کر دیتے تھے جیسے حافظ شیرازی

ا لا یا ایہا الساقی اور کا سا و ہوا — کہ عشق آسماں نمود لول ولی اللہ مشکل ہا

پالا سمن لکھا ، والا قطع ہے لیکن مولانا کے یہاں اس تجربہ کی بالکل مختلف شکل ہے۔ وہ ایک ہی شعر میں ہر مصرع کی تصنیف کے
برابر کسی ایک زبان کے الفاظ مستعمل کرتے ہیں اور اس طرح زبانوں کے اس تقابلی استعمال سے شعر میں موسیقیت کا لطف، ایک لفظی ترمیم کی کیفیت اور
مجموعاً ایک گفت تازہ پیدا ہوتا ہے۔

ہم اسے فارسی شعری کی سروج روایت سے ایک جزوی گز فرمادے سکتے ہیں۔ لیکن ایک قواسم اور مستقل روش کے مولانا نے خود نہیں
برتا دوسرے ان کا مجموعی نتیجہ کلام فارسی روایت ہی کی توسیع و فروغ ہے اس لئے ہم اس مگر بڑے سکو ایک تبدیلی اور تغیر قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہم
دیکھتے ہیں کہ یہ روش اس قدر مہارت و قدرت کی شکافی ہے کہ ہم اس سے اپنا نئے پاس کے درجہ کی کرشمہ کشیں نظر نہیں آتی۔

حمد آمیز نعت :

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو — جب بڑے مشکل ، وہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو — شادی و بیاہ حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی گوہ حیرہ کی جب آئے نعت رات — ان کے پیارے من کی صبح ہوں نوا کا ساتھ ہو

یا الہی سر و صری پر ہو جب خورقہ مشر — یہ ہے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یا الہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں — قدسیوں کے لب سے آئیں دعا کا ساتھ ہو

یا الہی جب رضا خوب مگر سے سر اٹھائے

دوست پیار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

نعت :

دلو کیا جو و کرم ہے شر بھی تھا —	نہیں سنتا ہی نہیں مانگتے دلا
فیض ہے یا شر نسیم زالا تھا —	آپ پیاسوں کے تجھس میں ہے دریا تھا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں —	خسروا عرش پہ اترتا ہے پھر برا تھا
میں تو مالک ہی کموں کا کہ ہو مالک کے صیب —	یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تھا
ایک میں کیا ، مرے نصیب کی حقیقت کتنی —	مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشدا تھا
بعد ملنے کو قرب حضرت قادر کیا —	لعل باطن میں گئے جلوہ ظاہر کیا
تیری مرضی پا گیا ، سورج پھرا اگلے قدم —	تیری اگلی آنکھ مٹی نہ کا کھپا چر گیا
یاد پٹی تیری ضیا ، اندھیر دنیا سے الہا —	کھل گیا گیسو ترا ، رحمت کا بادل گھر گیا
وہ کہ اس در کا ہوا ، خلق خدا اس کی ہوئی —	وہ کہ اس در سے پھرا ، اللہ اس سے پھر گیا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے ، کہیں نگریں نہیں وہ —	جن سے اسے کافروں کا دلفظا نہ پھر گیا
ٹھوکر میں کھاتے پھر دے ان کے در پر پڑ رہو —	قالہ تو اے رضا دل گیا آخر کیا
نعتیں پانتا جس وقت وہ ذیشان کیا —	ساتھ ہی حتی رحمت کا قلند کیا
لے خبر جلد کہ فیروں کی طرف دھیان کیا —	میرے سوا مرے آقا ترے قربان کیا
انہیں چاہا ، انہیں ملا ، نہ رکھا غیر سے کام —	نہ اللہ میں دنیا سے سلطان کیا
جان و دل ، ہوش و خرد سب تو دے دینے پہنچے —	تم نہیں چلے رضا سدا تو سلمان کیا
زہے عزت و اعزاز محمد ﷺ —	کہ ہے عرش حق زہر پائے محمد ﷺ
مکان عرش ان کا ، ملک فرش ان کا —	ملک خادمان سرانے محمد ﷺ
خدا کی رضا چاہے ہیں وہ عالم —	خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
دم نزع جاری ہو میری زبان پر —	محمد ﷺ محمد ﷺ ، خدائے محمد ﷺ
خدا ان کو کس پید سے دیکھتا ہے —	جو آنکھیں ہیں غم لگائے محمد ﷺ
رضا ملی سے اب وہہ کرتے گزرے —	کہ ہے رب سلم خدائے محمد ﷺ
سر تا لہم ہے تو سلطان زمین پھول —	لب پھول ، دین پھول ، ذوق پھول ، جان پھول
تکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں بتا —	تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ سخن پھول
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس دامن پا کا —	اتکا بھی میرے نو پہ نہ اسے چرخ کمن پھول
وہ سوئے لال زار پھرتے ہیں —	تیرے دن اسے بھلا پھرتے ہیں
اس کلی کا گدا ہوں میں جس میں —	مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

ان کی ملک نے دل کے نیچے گھلادینے ہیں — جس راہ میں دینے ہیں کو پہنچا دینے ہیں
جب آگنی ہیں جو شرمست پہ ان کی آنکھیں — جلتے بھلا دینے ہیں ، دوتے بھلا دینے ہیں
ان کے ثار ، کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دینے ہیں
انہ کیا جنم لب بھی نہ سرا ہوگا — رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بھلا دینے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بھلا دینے ہیں ، دریا بھلا دینے ہیں

وہ کمالی حسن حضور ﷺ ہے کہ جہاں تھیں جہاں نہیں — یہی بھول خار سے دور ہے ، یہی شمع ہے کہ دھوئی نہیں
میں ثار حیرت کا کام پہ ملی یوں تو کس کو نہیں نہیں — دو غن بے جس میں غن نہ ہو ، دو دیں ہے جس کا میں نہیں
کروں تیرے نام پہ ہاں فدا ، نہ میں ایک ہاں دو جہاں فدا — دو جہاں سے بھی نہیں فی ہما ، کروں کیا کروں جہاں نہیں
کروں صراحت اہل دل رضا ہے اس جا میں مری جا — میں گدا ہوں اپنے کریم کا ، سرا دین ہاں نہیں

عربی، فارسی، ہندی، اردو کے امتزاج سے نعت کی تشکیل :

لم یات فخرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا — بک لان کو جان توڑے سر سو ، ہے تجھ کو حق دو سرا جانا
انحر ملا والوں حلی من لکس و طوقاں بوش دیا — سہ سار میں ہوں بھوی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
یا حسن نھرت الی لیلیٰ چو حبیب رسی حرنے بجی — توری جوت کی پھل جگ میں رہی ، مری شب نے نہ دن ہوا جانا
لک ہندو فی قلوب الامم ، خط ہاں آمد ، زلف بر اہل — تو اتے چندن چند ، پروکندل رحمت کی بھرن برسا جانا
ان فی عطش و شکاک اتم اے تیسوے پاک اے اے کریم — بدین بارے رم مجھ رم مجھ دو ، دے لوصر بھی گرا جانا
الروح فداک فرد حرۃ یک شعلہ ، مگر بدین عشق — مودت من دھن سب بھوک دیا ، یہ جان بھی پیارے جانا جانا

میں خاندان خام تو اتے رضا یہ طرہ مری نہ یہ رنگ سرا

ارشد امبا باطن قرا بھلا اس راہ پڑا جانا

صبح حبیب میں ہوئی بنا ہے بڑا نور کا — صدق لیے نور کا آئی ہے جدا نور کا
بارغ حبیب میں سنا پھول پھولا نور کا — مست کا ہیں جلیں پڑھتی ہیں کھ نور کا
میں گدا تو بارش بھر دے چالا نور کا — نور دن دنا ترا دے ذال صدق نور کا
تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت عبادہ نور کا — رخ ہے قبل نور کا ارد ہے کعبہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عبادہ نور کا — سر بھکاتے ہیں الی مال ہالا نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے نور نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو نگرا نور کا — سایے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھلا نور کا — من راہی کیسا ، یہ آئینہ دکھایا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا — نور کی سرکار ہے گیا اس میں توڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے چہ چہ نور کا — تو ہے جین نور تیرا سب گھرا نور کا

تاب مر حشر سے پونکے نہ کشتہ نور کا —————
 انبیا ابرا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا —————
 چاند چمک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں —————
 اسے رضا یہ بعد نوری کا فیض نور ہے —————
 بے مریاں رحمت کی دینے آئیں چھیننا نور کا —————
 اس علاقے سے ہے ان پر نام چنا نور کا —————
 کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلوے نور کا —————
 ہو گئی میری نوزل بڑھ کر قصیدہ نور کا —————

(۱۶۸ اشعار)

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام —————
 سمر چرخ نبوت پہ روشن درود —————
 شریار ارم تاجدار حرم —————
 فقط سر وحدت پہ یکتا درود —————
 اصل ہر دود و بیدو غم وجود —————
 فتح باب نبوت پہ ہے حد درود —————
 سر قیاس ہدایت پہ لہجی درود —————
 نام لاہوت شلوت پہ لاکھوں درود —————
 پر جو اسم ذات احد پر درود —————
 خلق کے داد رس سب کے فریاد رس —————
 مجھ سے دیکھ کی دولت پہ لاکھوں درود —————
 ہم غریبوں کے آقا پہ ہے حد درود —————
 وصف جس کا ہے آئین حق نما —————
 جس کے آگے سر سرداں خم رہیں —————
 وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا —————
 لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق —————
 درود و نزدیک کی سننے والے وہ کان —————
 جس کے ماتھے شفاقت کا سرا رہا —————
 جن کے مجھ سے کو عراب کعبہ چمکی —————
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا —————
 بچی لاکھوں کی شرم و حیا پر درود —————
 جس سے تاریک دل بیکار گئے —————
 چاند سے منہ پہ سماں درخش درود —————
 شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام —————
 گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام —————
 نو بہار شفاقت پہ لاکھوں سلام —————
 مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام —————
 قائم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام —————
 غم دور رسالت پہ لاکھوں سلام —————
 عطر حبیب ہدایت پہ لاکھوں سلام —————
 شمع ہوسوت جلوت پہ لاکھوں سلام —————
 مطلع ہر سیادت پہ لاکھوں سلام —————
 گنت درود مصیبت پہ لاکھوں سلام —————
 مجھ سے ہے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام —————
 ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام —————
 اس خدا ساز خلعت پہ لاکھوں سلام —————
 اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام —————
 گدہ لبر رافت پہ لاکھوں سلام —————
 ہاتھ کی استقامت پہ لاکھوں سلام —————
 کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام —————
 اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام —————
 ان اکھروں کی لطافت پہ لاکھوں سلام —————
 اس کام عنایت پہ لاکھوں سلام —————
 لورچی مینہ کی رنعت پہ لاکھوں سلام —————
 اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام —————
 نمک آئیں صباقت پہ لاکھوں سلام —————

پہلی پہلی گل قدس کی چھیں	—	ان لہوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
دو دہن جس کی ہر بات وہی غذا	—	ہشتم علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
دو نہاں جس کو سب کچھ کی کھلی کہیں	—	اس کی ہنڈ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیدری فصاحت پہ — — —	—	اس کی دکنس بلاغت پہ لاکھوں سلام
اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود	—	اس کے خلیج کی قیبت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکین سے روتے ہیں ہنس پڑیں	—	اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اتھا لہنی کر دیا	—	سورج ہر سلامت پہ لاکھوں سلام
جس کو ہمارے عالم کی پروا نہیں	—	ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
نور کے چمٹے لہرائیں دریا بہیں	—	انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک نور جو کی روئی غذا	—	اس قلم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جو کہ عزم شفاعت پہ پہنچ کر مدد	—	اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام
انجیا — کریں زانو اس کے حضور	—	زانوں کی وہابت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چکا طیب کا چاند	—	اس دل افروز سامت پہ لاکھوں سلام
خلع بیداری شب پہ ہے نہ درود	—	عالم خواب راحت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھلی گردنیں جھک جھک	—	اس ندادلو شوکت پہ لاکھوں سلام
الفرض ان کے ہر مہ پہ لاکھوں درود	—	ان کی ہر خود خلعت پہ لاکھوں سلام
ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود	—	ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں	—	شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو نور	—	کھینچیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
بجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا	—	مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

معراج نظم نذر گدا بہ حضور سلطان الانبیاء علیہ الفضل الصلوٰۃ والسلام : (۱۶ اشعار)

دو سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے — نے زوالے طرب کے سلاں رب کے صہان کے لئے تھے وہاں ملک پر یہاں زمیں میں رہتی تھی شادی بچی تھیں دعویں — دوسرے سے انور بننے آئے ، دوسرے سے کلمات اللہ رہے تھے یہ بھوت پڑتی تھی اسکے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی پھٹکی — وہ رات کیا جھکا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئے تھے اندر کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا منت رہا تھا بڑا — کہ چاند سورج چل چل کر جنہیں کی خیرات مانگتے تھے تھی حق کا سر پہ سرا ، صلوٰۃ و تسلیم کی چھلکار — دو رویہ قدسی پرے بنا کر سلائی کے واسطے کھڑے تھے نہایتیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قدیلیں جھلکائیں — حضور خورشید کیا چمکتے ، چرخ منہ اپنا دیکھتے تھے عید و سرگز میں فرق مشکل ، رہے نہ فاصل خطوط واصل — کمانیں حیرت میں سر جھکائے ، گھیب چکر میں دائرے تھے

وہی ہے نول ، وہی ہے آخر ، وہی ہے باطن ، وہی ہے ظاہر ۔ اسی کے جلوے اسی سے ملے ، اسی سے اسکی طرف مجھے تھے
کمان انکس کے جھولے نقطہ تم نول آخر کے پیر میں ہو ۔ مچھ کی پال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر مجھے تھے
زبان کو انتظار گفتگو تو کوئی کو حسرت شنیدن ۔ یہاں جو کمن تھا کہ لیا تھا ، جو بات سنی تھی سن چکے تھے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کرداروں حزل میں جلوہ کر کے ۔ انھی نہ سروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے نر کے آئے تھے
نئی ، رحمت ، شفیع امت ، رضا پہ نہ ہو عبادت ۔ اسے بھی من غلغلوں سے حد جو خاص رحمت کے دل سے تھے

عاجو کو شمشاد کا روضہ دیکھو — کعب تو دیکھ چکے ، کعبے کا کعبہ دیکھو
تیب زمزم تو کیا ، خوب چھائیں پیاسی — آؤ جو وہ کوڑ کا بھی دریا دیکھو
خوب آنکھوں سے لکھا ہے خلاف کعبہ — قصر محبوب کے پردے کا بھی ملو دیکھو
سب سے اولی و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا ، والا ہمارا نبی
جس کو شلیں ہے عرش خدا پر جلوں — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
جس کے تلوں کا اصول ہے تیب حیات — ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
جس کی وہ دائرہ ہیں کوڑ و سبیل — ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھنے سے — ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
غزروں کو رضا مزہ دینے کہ ہے — دیکھوں کا سارا ہمارا نبی
لہ میں عشق رخ حنا کا دل لے کے چلے — اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(۱۱۴)

حسن رضا خاں حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) نعت گوئی میں من کے یہاں بھی وہی خاص خصوصیات نظر آتی ہیں جو مولانا احمد رضا خاں
بریلوی کا خاص نعت گوئی ہیں۔ زبان و بیان کے خاص کامر پور خیال ، خصوصاً سادگی اور مقامی کا ملازم۔ بات کو سنے کو صحت سے کہنے کی خوبی ، شعر گوئی و
ملکی وقار اور ادبی معیار۔ مناجات پر دلچسپی کے استعمال میں خلک پسندی سے گریز۔ دلچسپی کے سے طرز سخن کی لطافت و دلبری۔ نعت میں قرآن و حدیث
کے حوالے ، بیان سیرت اور دیگر متعلقہ نکتہ ، مذاہن میں سند ، اقتدار طوطا خاطر رکھتے ہیں۔ من کے نعت و سلام میں بھی میلاد و انجس خوانی سے
مطابقت موجود ہیں۔

ریاض مجید کے بقول : ”و اعلیٰ اقتدار سے آپ کی نعت گوئی کا مقاسر بہت بلند ہے۔ مشکل زمینوں ، مناجات پر دلچسپی اور دوسرے خدائی خاص نعت
کے بلوغت کی نعتوں میں عشق رسول کی مختلف کیفیات و اورات کے تذکرے میں محبت و نذریت کے عناصر ملتے ہیں۔“ (۱۱۵)
حسن رضا خاں کے یہاں من کے سہ طبع پرانہ کی قدرت کے مظاہر کا اعتراف و انکار اس سے تو نہیں ممکن غیر اس کی کار سادگی کے واسطے
ست ایلی زلی خوال کی بھڑکی کی جتنا اس کی رحمت ، لئی اور اس سے مغفرت طلبی ، اس کی توصیف نگاری میں اپنے ہر و انکار کا اعتراف ، نمایاں ہیں۔
حسن کی نعت گوئی کامرکز و محور حضور پاک ﷺ کی حیات و سیرت حبیب ہے۔

حصہ :

بے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاد کا — کیا وظیفہ عقل کا ہے نہ کام اختیار کا
شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں جلاب — کیا کام اس جگہ فرد ہرزہ ساز کا
برشے سے ہیں عیاں سرے صانع کی صنعتیں — مہم سب آنکھوں میں ہے آئینہ ساز کا
تو بے حساب عشق کہ ہیں بے شمار جرم — آج ہوں واسطہ تجھے شاہ مجاز کا
کیوں کر نہ میرے کام فنی غیب سے حسن — بعد نہیں ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

فکر اسفل ہے مری ، مرتبہ اعلیٰ تیرا — دمف کیا خاک نکھنے خاک کا پتلا تیرا
ہر جگہ ذکر ہے اے واقعہ یکتا تیرا — کون سی بزم میں روشن نہیں اک تیرا
چار اضداد کی کس طرح گرد باندھی ہے — باطن عقل سے کھلتا نہیں مقدمہ تیرا
آفریں اہل محبت کے دلوں کو اے دوست — ایک کوزے میں لئے بیٹھے ہیں دریا تیرا

نعت :

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو — اللہ کو معلوم ہے کیا جاننے کیا ہو
یہ کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو یہ عطا ہو — وہ دو کہ ہمیشہ سرے گھر گھر کا بھلا ہو
لوٹے ہوئے دم ، جوش پہ طوفان سعاصی — دامن نہ ملے ان کا تو کیا جاسے کیا ہو
منی نہ ہو برباد بھی مرگ الہی — جب خاک اڑے میری ، مدینے کی ہوا ہو
قدوت نے ازل میں یہ کھانا کی جبین پر — جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو
ہر وقت کرم مدد نوازی پہ حلا ہے — کچھ کام نہیں اس سے بڑا ہو کہ بھلا ہو
دل درد سے ہمسمل کی طرح لوت رہا ہو — سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
گر دھبہ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو — جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں لوا ہو
وے میں کو دم نزع اگر حور بھی ساغر — منہ پھیر لے جو تفت " دیدار ترا ہو
دے ڈالئے اپنے لب جہاں عشق کا صدق — اے چارہ دل ! درد حسن کی بھی دوا ہو
لگام لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں — لئے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لانا بھی رکھنا — ترے فقریوں میں اے شہید ہم بھی ہیں
بومر بھی تو کیا اقدس کے دو قدم جلوے — حساسی رلو میں مشیت غبار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھتے کو مل ہائے لعل پاک حضور — تو پھر کہیں گے کہ ہیں عاجز ہم بھی ہیں
کہ کس شمشاد والا کا صدق بیٹا ہے — کہ خسروں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں
حسن ہے جن کی سخوت کی دھوم عالم میں — انہی کے تم بھی ہو اک ریزہ نور ہم بھی ہیں

قافیہ، صغر، بکر اور حسرت موہلی کا حوالہ غزل کا ہوتا ہے۔ وہ صغر، مد، سرایان، نعت، گویاں کے افراد نہیں ہیں۔ لیکن ان کا شمار اکابر شعر میں ہوتا ہے اور ہر شاوہب ان کے ذکر کے بغیر ناقص رہتی ہے۔ ان لوگوں نے غزل ہی میں معرفت الہی اور حقیقت تصوف کے مضامین ادا کئے ہیں اور ہندو، بکر کی ایک خاص نظائیر لگی ہے۔ ان کے مطالعہ و تلمذ غزل سے جزوی طور پر مد و نعت کے اشعار سامنے آتے ہیں جو کشش و اثر رکھتے ہیں۔ ہم بالاختصار ان کا ذکر اور نمونہ کچھ نعت پیش کرتے ہیں۔

قافیہ بدایونی: غزل کے بھاری پیرایے میں مشق حقیقی بیان کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں صوفیانہ روش اور فلسفیانہ فکر کی آمیزش ہے۔ ہر نعت کا رنگ چھایا ہوا ہے۔

نعت میں قافی کے یہاں حسبِ رسول مختلف مضامین میں جلوہ نما ہوتی ہے۔ اور حضور کی ذات گرامی اپنے جمال و کمال کے تمام مظاہر کے ساتھ جلوہ نما ہوتی ہے۔

حصہ :

وعدت حسن کے جلوہ نما کی یہ کثرت اسے حق	—	دل کے پردے میں عالم ہے پری خانے کا
نشان مر ہے ہر ذرہ، عرف مر نہیں	—	خدا کہاں نہ ملا اور کہیں خدا نہ ملا
ماصل م مٹ جمل کا برقع ہوا	—	میر بھر محض سے سیکھا کچھ جڑیں ہوا
جلیات و ہم ہیں مشاہد است آب و گل	—	گرفتہ نبات ہے ذلیل وہ بھی خواب کا
وہ ہے عجز، جزا ہے کہ سزا ہے قافی	—	وہ گھڑی ہوش میں آئے کے حصار ہیں ہم
نہ لہذا کی خبر ہے نہ اتنا معلوم	—	وہاں یہ وہم کہ ہم ہیں سو وہ بھی کیا معلوم
ابھارے نہیں ہے تو کشتی وہ کے دیکھ	—	اک تو ہی چلنا نہیں عالم، خدا بھی ہے
وہم کو بھی ترا نہیں نہ ملا	—	ہر سائی سی ہر سائی ہے

نعت :

فضل حیرا قطعِ طاعت و زہد — بدل عاصی نواز و عیبی ہوش

(۱۷)

احقر گوٹھوکی (ولادت ۱۸۸۳ء) غزل میں تصوف اور فلسفے کا استخراج، مفکرانہ اور حکیمانہ لہجہ، حوالہ جو کے نظریے کا انکار۔ غزل کے بھاری رنگ میں بھی اسلوب کی محنت، ہندو کی شاعری اور ذیل کا ترغیب ان کی غزل کے خاص ہیں۔
توحید و رسالت کے بیان میں بلند نئی مضمون اور روحانی ترویج کی احساس اخلاص، خداوندی اور حسیہ رسالت علیہ السلام پر جوتی ہے۔ ان کے یہاں بالواسطہ مد و نعت کے مطالعے سے روح ہاتھ لگ کر تپتی ہے اور قلب و جان حرکات کو چلتے ہیں۔

حصہ :

گوئیہ مشق سے چھلے نہ سزا ہستی کو	—	ہر ایک پردے میں ہے نقدِ حوالہ جو
اگر ہوش رہوں میں تو تو ہی سب کہہ ہے	—	جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا صبر

مرا وجود ہی نورِ انقیاد و طاعت ہے — کہ رہنے رہنے میں ساری ہے اک جیسا نمود
جو شخص ہے ہستی کا دھوکا نظر آتا ہے — پارے پہ مصور ہی تھا نظر آتا ہے
لو شمعِ حقیقت کی ہے اپنی جگہ جہن — قانون کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے
ترا جمال ہے تیرا خیال ہے تو ہے — مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں
دیکھ کیا ، غلہ کیا ، اس کی تجلی کھ میں — "میں موجِ حسن تھی جس کو نظر سمجھا تھا میں

نعت :

"دہرِ خلقت بستی ، "معنی" کونہیں — "دہرِ جانِ حسنِ ازل ، "دہرِ ہمارے صبحِ وجود
"آفتابِ حرم ، "ہزینِ کجِ چرا — "دہرِ دل کا نور ، "دہرِ اربابِ درد کا مقصود
"سرد ، "دہرِ جہن ، "دہرِ محمد ﷺ مری — "دہرِ روحِ اعظم ، "پاکشِ درد ، "دہرِ
ضیائے حسن کا لونی سا یہ کرشمہ ہے — "ہلکے مجھے ہیں مہتابِ فیض ، "مِٹا مِٹا
یکھ اس لڑا سے مرا اس نے دھماکا مچا — "دھلک گیا مری آنکھوں سے گھرِ مقصود
یکھ صبحِ ازل کی ، نہ خبرِ شام یہ کی — "نور ہوں یہ سایہ" دہان محمد ﷺ
پھٹ جائے اگر دامنِ کونین تو کیا تم — "لیکن نہ چھنے ہاتھ سے دہان محمد ﷺ
اسے حسنِ ازل اپنی لہاؤں کے عزے لے — "ہے سامنے آئینہ" حیران محمد ﷺ

اصغر ترے نعروں میں بھی ہے جوشِ درد اب

اسے اپنی شوریہ مہتاب محمد ﷺ

(۱۱۸)

جگر مراد آبادی کی غزلوں میں نکاحِ خیالات کی رنگارنگی کا نامہ کلام ہے۔ وہ عشقِ مجازی کے تحت شام اور صبح آشکار ہیں۔
ہندے کی شاعری میں مضامینہ خیالات کی رنگارنگی کا نامہ کلام ہے۔

ان کی طرزِ سخن و انداز اور سرشاری ہے۔ شاعر و شاعر کی شاعری سے ان کی غزلیں کی غزلیں معمور ہیں۔ لیکن جہاں ہندے کے پہلو میں
فکر اپنا جلوہ دکھاتی ہے، فضا ہی بدل جاتی ہے اور ان کے قلم سے اسرارِ عشق کے مضامین اور حکمت کے خیالات لہاؤں جاتے ہیں۔
اللہ کی ہدایت میں حاضر ہوتے ہیں تو سراپا مجر و نیاز ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے رحمت و شفاعت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اسرارِ الہی تک
حاصلِ انسانی کی رسائی ممکن نہیں۔ اس لئے صرف سراپا عہدیت ان کی زندگی گزارتے رہے۔

رسولِ اللہ ﷺ کی محبت ان کے وجود کے ہر گوشہ و گوشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ ثنائے رسول ﷺ میں اپنی کوتاہی ان کی اور بجز یہاں کا
اعتراف کرتے ہیں۔ حاضری و حضوری کی تمنا سے ان کا دل بیتاب ہے۔ اپنی ذات کے دکھ اور کا افسوس اس سہماے زہاں کی ہدایت میں نصرتِ درویشی
سے کہ اس نے پارہ گری کے طالب ہوتے ہیں۔

حصہ :

ہر حقیقت کو — اندازِ تماشا دیکھا — خوب دیکھا ترے پہلوؤں کو مگر کہا دیکھا

تری رحمت خطا غفل و خطا پوش --- مری برأت خطاکار و خطا کوش
 جز عشق معتبر یہ کسی کو خبر نہیں --- ایسا بھی حسن ہے جو بھید نظر نہیں
 سر محشر ہم ایسے عاصیوں کا نور کیا ہوگا --- اور جنت نہ دا ہوگا، اور رحمت تو دا ہوگا
 حسن کی یہ نمود عیم کیا --- ہو تھی تم اگر تو پھر ہم کیا
 حیرا مٹا ترا نہیں مٹا --- اور جنت ہے کیا جہنم کیا
 کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا --- جس رنگ میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا

نعت :

اے نبیؐ ہے اور رحمت سلطان مدینہ --- ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہ
 تو صبح ازل، آئندہ حسن ازل بھی --- اے صل علی صورت سلطان مدینہ
 امان نظر تک و فزوانی جلوہ --- اے طلعت حق، طلعت سلطان مدینہ
 اے خاک مدینہ تری کیوں کے تصدیق --- تو غلہ ہے، تو جنت سلطان مدینہ
 اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت --- دیکھوں میں اور دولت سلطان مدینہ
 اے عالم تکوین ترے اسرار حقیقت --- تخلص یک امت سلطان مدینہ
 اس نسبت عاصی سے نہ مل بھیج نہ آیا --- بزرگ ہے بہت غیرت سلطان مدینہ
 کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے --- کافی ہے اس اک نسبت سلطان مدینہ

(۱۱۹)

حسرت موہانی : کلیات حسرت موہانی میں تیرہ دیوان اور ایک ضمیر شامل ہیں۔ اس مجموعہ غزل میں حمد و نعت کے گہرے تاجدار چمکتے نظر آتے ہیں۔

حسرت کا رنگ غزل اپنے عہد کا مقبول ترین رنگ تھا۔ سادگی اور دلکشی کے ہر ایسے میں عشق مجازی کے معاملات، کبھی کرب جہری کیفیت اور کبھی نشاط و وصل کا سہل و اعلیٰ رنگ کی شاعری اور جذبات کی متنوع حالتوں کا بیان، لیکن ان کی غزل کا ایک خارجی اور معاشرتی پہلو یہ ہے کہ اس میں اپنے دور کے سیاسی اور سماجی مسائل و احوال بھی غزل کی لطافتوں کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ نیز تحریک آزادی جس کے قائدین کی صف میں وہ شامل تھے، کے تھامے بھی ان کی غزلیات کا مایہ افتخار ہیں۔ رئیس المعزین حسرت موہانی کے ان کثیرہ دیوان کی آمد و حمد و نعت کے حفرق اشعار ہر جا رہے ہیں۔ حمد افغانی میں یہ تصور ہے کہ عقل و دماغ اس کا اعادہ نہیں کر سکتے۔ اس کی شان کبریائی کے گویا کون مظاهر انسان کو تحمیر کرتے ہیں اور اس میں شکر و عبادت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ اس کی رحمت و مغفرت ہی بھی مد اور فوز و نجات ہے۔

حسرت کی نعت میں فضائل نبوت، احکام رسول کی وحدت، میرت حبیب کا اتباع، فیضانہ الرسول کی زیارت کے ارمان ترہیتے ہیں۔ عشق و عقیدت محب محبہ و محبہ بیز میں ظاہر ہوتی ہے۔

حمد :

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا --- جبکہ صفات یار میں دخل نہ ہو قیاس کا

لطف و عطائے یار کی عام ہیں جس کے شرفیں --- قلب مکنہ کار میں ہم نہیں ہر اس کا
 دل کو ہو تجھ سے واسطہ لب پہ ہو ہم مصطفیٰ --- وقت جب آئے اے خدا خانہ حواس کا
 نہ ہو اس کی خطا پوشی پہ کیوں باز نگاہی --- نشان شانِ رحمت یں گیا دل پہ یہ کاری
 رکھ لے سری بھی یارب شرم مکنہ گہری --- ہے پردہ پوش عیسیٰ رحم غفور حمرا
 اہل ایمان رکھتے ہیں کامل پہ فتوائے جنوں --- شانِ لائوف ملیم شہداء لائونون
 میں بھی امیدوار ہوں بارگِ نعیم کا --- آخر مکنہ کار ہوں کیسے کریم کا

نعت :

کھام میں نہیں ہے دل شیدائے مدینہ --- کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ
 خوشبوئے رسالت سے ہے لڑمیر معطر --- ہر آراء آبدی و صحرائے مدینہ
 اے وہ کہ سرورِ لدی کا ہے طلبکار --- بی سافر دل سے مجھے جینائے مدینہ
 ذوقِ طلبہ کھائے نہ حسرت کہ ہے نزدیک --- فرمائیں مدد سید والائے مدینہ
 مولیٰ دیکھا درود شریف --- راحت عاشقان درود شریف
 غالبانِ دصال کو ہر دم --- چاہئے نہ زبیں درود شریف
 یہ بھی اک لہجہ عشق ہے درود --- ہم کہاں اور کہاں درود شریف
 جب دور سے وہ کعبہ خضرا نظر آیا --- اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
 اللہ جو محروم سکون تھا دلِ حسرت --- آخر وہ عیسیٰ آ کے کلیبا نظر آیا
 پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں --- پھر خوش نظر ہو گئیں جنت کی فحائیں
 اے قافلے والو کہیں وہ کعبہ خضرا --- پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں
 ہاتھ آئے اگر خاک ترے بخش قدم کی
 سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

(۱۲۰)

اقبال سہیل اعظم گڑھی (م ۱۳۶۵ھ) نہایت تحقیق و سند کے ساتھ نعت کہنے والا شاعر، جس کے یہاں حقیقت کا تلازمہ ہے اور
 قرآن و حدیث کے التزام کے ساتھ فعال و سیرت نبوی کا بیان ہے۔ ان کی نعتوں کا مرکز و محور سیرت حضور علیہ السلام کا ابلاغ، تعلیمات و رسالت کی
 تبلیغ اور احکام شرعی کا شیعہ ہے سہیل کی نعت گوئی ان تمام روایات سے پاک ہے جو غیر مستند ہیں۔ وہ حضور علیہ السلام کے تذکار میں حد درجہ احتیاط کو
 ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ جہانِ اسلام کے واقعات سے بھی دہائی نعت کو مزین کرتے ہیں۔
 توحید کا بیان ہو یا ذکرِ رسالت ان کا ہر بیان ظہور کی آمیزش سے پاک اور حقیقت و صداقت کا آئینہ مصفا ہے۔ سہیل کے نعتیہ قصائد
 واقعہ نگاری، منظر کشی اور موثر اندازِ بیان کا نمونہ ہیں۔

حق کا ایک قصیدہ جس میں فنی محاسن کے علاوہ سیرت رسول کے نقوش جہانک کی چمک اور اسوہ رسول کی تھلید کا پیغام موجود ہے، یہاں اختصار و باریکیاں تھیں :

ابو محمد مرسل ، فر دو عالم ، صل اللہ علیہ وسلم ——— معبر نول ، مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وسلم
طبیعت جسکی سب سے مضر ، بعثت جسکی سب سے موخر ——— حقت جس کی سب سے مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
بھڑوے ہوئے گئے کو ملایا ، نسل و دامن کا فرق مٹایا ——— رو نہ کیا کچھ تفرق باہم صلی اللہ علیہ وسلم
وہم کی ہر زنجیر کو توڑا ، رشتہ ایک خدا سے جوڑا ——— شک کی محفل کر دی برہم صلی اللہ علیہ وسلم
روہ میں کانٹے جس نے بھجائے ، کال دی پتھر بڑھائے ——— اس پر پھڑکی پیاد کی شہنم صلی اللہ علیہ وسلم
سیر بھٹی ، معبر صادق ، مودہ و مہی ، مصحف باطن
درخ کبرئی ، آیت محکم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۲۱)

اکبر و ارثی میر غنی (م ۱۹۵۲ء) بارگاہ اکبر، نہال روضہ اکبر، ریاض اکبر، گلزار اکبر اور گلستان اکبر ان کے نعتیہ مجموعے ہیں۔ میلاد اکبر ان کی خاص تصنیف ہے جو مولود شریف کی محنتوں میں پڑھنے کے لئے لکھی ہے اور مہام کے ذہن و ذوق کی آسودگی کے خیال سے تصنیف کی ہے۔ میلاد اکبر نثر و نظم دونوں میں بے غلغلہ اکثر فرمان "مولود شہیدی کے بعد میلاد شریف کی کتابوں میں جو قبول عام میلاد اکبر کو نصیب ہو لو کسی دوسری کتاب کو نہ ملا۔" (۱۲۲)

میلاد اکبر کی اکثر نعتیں اور سلام بہان زد خاص و عام ہیں۔ اکبر کی نعتیہ شاعری میں خیال سے بیان تک اور جذبے سے اعتماد تک سادگی کی رو ہے اور کہیں بھی تکلف و فصیح کا شائبہ تک نہیں۔ لیکن اس سادگی میں شعریت کا پورا حسن موجود ہے۔ اکبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کا ذکر کریں، بیان کی سیرت علیہ السلام کریں یا ان کے فضا کی لکھیں، بیان و زبان میں ایک ایسی مختصص اور دلچسپی ہے کہ دونوں میں اترا جاتی ہے۔ عام قسم اس قدر کہ سامعین ان شعروں کو سنتے ہیں اور حق میں بھی ہوئی سیرت کی لوحوں کو اپنے ذہن و عمل کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ سیرت کو اس سلیس و حسین زبان بیان میں ترجمہ حرام کے لئے لکھنا اکبر ہی کا حصہ ہے۔

میلاد اکبر کی یہ نعتیں اور سلام جن کا ایک ایک شعر درج ہے، مہام کے حائلے میں محفوظ ہیں اور ان کے لئے چار لفظ ہدایت ہیں۔ ایک پہلو میلاد اکبر کا یہ ہے کہ اسے زمانہ مجلسوں میں اکثر پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے اشعار طبقہ نسوہ کی فکر کو منور اور سیرت کو بھٹا کرتے ہیں۔

نعت :

جو خیال آیا تو خوب میں وہ بیان اپنا دکھا گئے ——— وہ ملک لکھی تھی لہاں میں کہ مکان سارا امان گئے
جانی ترا کو نہیں کی کشور میں نہیں ہے ——— اس حد ہے کہ سایہ بھی بدلا میں نہیں ہے
آبِ مصطفیٰ سے ہے پہلا پہلا جمن میں ——— آئی ہمارا ہر طرف بھٹنے کا جمن نہیں

ان کا مقبول ترین سلام دیکھئے :

یا نبی سلام ——— یا رسول سلام ———

۱۔ صیب مدام ملک — صلوات اللہ علیہ

ان کے دیوان کی کوئی بھی غزل پڑھنے ان کی محبت رسول کا انتہائی مظہر ہے اور پھر پورا اثر رکھتی ہے :

دل میں . مری آنکھوں میں سما جائے محمد ﷺ — ہر سست نظر آئے تجھ لائے محمد ﷺ
آنکھوں میں نکالوں . اسے پتلی میں بھالوں — ہے خاکبہ فلا . خاک کھ پائے محمد ﷺ
گر پوچھا کبیر بن نے . امت میں ہے اس کی — اللہ بھٹوں کا پڑھتا ہوا اسمائے محمد ﷺ

(۱۲۳)

بلندی پر ہے پایہ عرش سے محبوب ایزد کا — کہ جبریل امین خادم ہے دوبار محمد ﷺ کا
لیا صل ملی پڑھ کر جو ہم نے نام احمد کا — تو فورا کھل گیا کالا در بخش محمد کا
سر امت پہ روز حشر بن کر لہ آئے گا — جہاں سے تو کیا ہے اس لئے مایہ ترے قد کا
خدا کے واسطے لیتا خبر اسے ہنذا آ کر — ہزار لب اٹھاتا ہے عمارت جرم ہے حد کا
پھرے گی مثل طوطی روح کنتی گرد راسے کے — مری آنکھوں میں نقش کھینچ دو اس ہر گنبد کا
دعا ہے یا الہی پاک . بوجہاں مگناہوں سے — دم آخر پڑھے ہر مومن تن کلمہ محمد ﷺ کا

(انزال روضہ اکبر ص ۲) (۱۲۴)

آخر میں حد الہی کہ چند اشعار پیش ہیں :

اے بے نیاز مالک . مالک ہے ہم تیرا — مجھ کو ہے ہر تجھ پر . میں ہوں غلام تیرا
میں ہوں ضعیف مدد تو مالک قوی ہے — عصیاں ہے فعل میرا . عشق ہے کام تیرا
کیا کیا عداوتیں ہیں اللہ اکبر اس میں — تلخا ہے ذکر تیرا . شیریں ہے نام تیرا
ہر مرغ بلغ تیری تسبیح پڑھ جا ہے — ہر دم کی نہیں سے سنتا ہوں نام تیرا

ہوگا جاسے جادوں کا ہنگامہ روز محشر

اکبر قبول ہوگا کیونکر سلام تیرا

امجد حیدر آبادی (م ۱۳۸۰ھ) اللہ کی حمد میں ہر لامت تقریر کا غلبہ ہے۔ خدا کے اسرار و معارف میں اللہ کے کا وعدہ جز حیرت کیا ہے؟ ہر کثرت کے چلی نمانے سے اسی کی یکتائی پر تواقف ہے۔ خدا کے بارے میں امجد کا دوسرا موضوع اس کی کبریائی کے سامنے اپنے بڑے جودیت کا اظہار اور اس کی رحمت سے استعانت ہے۔ امجد کے انداز میں تصوف اور فلسفے کے آمیزش سے عرفانی مضامین نگاری کے لئے سکین ذوق بھی ہیں اور دعوت فکر بھی۔ ان کی نعت گوئی میں حسن اظہار کی دل آویزی ہے۔ فضائل کا بیان اور سیرت حبیب کا ذکر بارگاہ رسالت میں عرض و الحجاز اور استغاثہ کا دلنشیں اور موثر انداز بھی پایا جاتا ہے۔ انسانیت پر حضور علیہ السلام کی رحمت اللعالمی فیوض و برکات بھی ان کے نعتیہ کام کا جزو ہے ان کی نعتیہ شاعری جمال ریاض مجید : ”صوفیانہ و عارفانہ مسائل اور فنی حیثیت اور انشائے تاثیر کے سبب گراں قدر ہے۔ انہوں نے نعتیہ موضوعات کو نکتہ آفرینی سے گھمبہ کیا ہے اور ذات رسول اکرم ﷺ سے اظہار عقیدت و محبت کے لئے سارے فنی محاسن تشبیہ و استعارہ و کنایہ وغیرہ کو استعمال کیا۔“ (۱۲۵)

امجد نے مختلف اصناف اور حیثیتوں میں کام کیا۔ ان کے شعری مجموعوں، رباعیوں، امجد، رباعی، امجد اور نذر امجد میں نعت کے مضامین ملتے ہیں۔ لیکن ان کا اہم خاص ان کی رباعی کوئی ہے۔ رباعی میں حمد و نعت بہت قدیم سے مروج ہے۔ فارسی شعرا کے یہاں یہ ایک اہم صنف ہے جس میں وہ مختلف موضوعات و مسائل کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کرتے رہے ہیں۔ اردو میں جنوبی ہند اور شمالی ہند میں حمد و نعت کے لئے رباعی مروج رہی ہے لیکن امجد کے یہاں رباعی کو محبت، قد و نعت اور حب نبوی ﷺ کے لئے نہایت فنی طبقہ مندی، اسلوب کی دلآویزی اور مضامین کے خورج کے ساتھ مدعا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ ہم ان کا نمونہ کام دوسری اصناف نیز رباعی کے حوالے سے پیش کریں، یہ اہم بات درن کرنا چاہیے ہیں کہ انہوں نے اپنے کام میں ہندی عناصر کے استعمال کا تجربہ کیا ہے۔ ”مہینہ کی بزمگن“ کے ہم سے انہوں نے سنائی ہندوں کو زبان دی ہے اور بھر کے دکھوں کا موثر اور شیعہ اظہار کیا ہے۔ عورت کی زبان سے بد ہاکے دکھ اور اپنے حقیقہ کے کھوج میں دشت نور دی کا مضمون اس نظم میں ہندی ڈکشن، ہندی ٹنر کے عناصر اور امانی کیفیت اظہار کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ یہ فارسی شعری روایت سے ایک جزوی گریز ہے جس سے فارسی روایت کے تسلسل اور اثر اندازی میں کوئی غلط نہیں آتا۔ اس نظم میں فارسی کی م

”مغلول قاعا قن مغلول قاعا قن“ اس امر کی فہم ہے کہ امجد نے فارسی روایت کے قعر کا درجہ کھول کر ایک لمبے کے لئے باہر جھانکا ہے اور پھر اسی قعر کی اسعتوں اور رفعتوں میں جو نگارہ ہو گئے ہیں۔

حصہ :

واجب ہی کہ ہے دوام باقی قانی	—	قوم کو ہے قیام باقی قانی
کہنے کو زمین و آسمان سب کچھ ہے	—	باقی ہے اسی کا ہم باقی قانی
ہر ذرے پہ لفظ کبریا ہوتا ہے	—	اک ٹھم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے
اصنام وہی نہیں سے یہ کہتے ہیں	—	وہ ہا ہے تو پھر بھی خدا ہوتا ہے
صانع فرما نہ سر فروشی کو مری	—	مٹی میں ملا نہ گرم جوشی کو مری
آیا ہوں کفن چین کے اے رب فقور	—	وص نہ گئے سلید پاشی کو مری
ہر دم اس کی عنایت تازہ ہے	—	اس کی رحمت، بلبر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہو کھٹکھٹائے جاؤ	—	یہ دست دعا خدا کا دردازہ ہے
دھم ہوں، نہ مال ہے نہ سرمایہ ہے	—	نحو سے کیا پوچھتا ہے کیا لایا ہے
طا رب تری رحمت کے ہر دے امجد	—	نہ آگہ کئے یوں ہی چلا آگیا ہے
اس سینے میں کائنات رکھ لی میں نے	—	کیا ذکر صفات، ذات رکھ لی میں نے
غالم سی، جاہل سی، ہون سی	—	سب کچھ سی، تیری بات رکھ لی میں نے

نعت :

دغ مر ہے، قد علی شغای کی طرح	—	”مکہ“ است میں ہے راہی کی طرح
اس غام الانبیاء کا آخر میں تصور	—	ہے صبر و اجر راہی کی طرح

مہجور کی شان عہد میں پاتا ہوں — تجزیہ سے تشبیہ کی ست آیتا ہوں
گلے میں خدا کے بعد ہے نام نبی ﷺ — کہنے سے مدینے کی طرف جاتا ہوں

(۱۲۶)

چشمِ رحمتِ ہمیری ہزارِ امیر — بحرِ نہیں ہے کیوں فریبوں پر نگر
ہمیری مرضی رحم کر پاتا میر ت کر — اکچہ تو لے رحمتِ عالمِ ادھر
یا رسول اللہ انکر عالتا
یا رسول اللہ امج عالتا

(۱۲۷)

بیدم وارثی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۳۶ء) نعت کے مقبول ترین شاعر ہیں جو اپنے محاکم شاعری کے سبب خواص و عوام میں مقبول ہیں۔ جن کی
فحشیں جالوس و محافل اور قوالی کے جلسوں میں ذوق و شوق سے سنی جاتی ہیں اور دل میں مجب کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ جب رسول کا سوز و گداز ان کی نعتوں
کا یہ نمبر ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں: "قبول عام کے اعتبار سے دورداد کے دوسرے نظیر اکبر قبادی ہیں۔ نظیر اکبر قبادی انسان کی خارجی
زندگی اور اس کے ماحول کی ترجمانی کے سبب شہرت رکھتے ہیں۔ بیدم وارثی کو انسان کی داخلی زندگی کی عکاسی اور اس کی مشقیہ جذبات کی ترجمانی میں
کمال حاصل ہے۔" (۱۲۸)

بیخود موہنی کے نقول: "آپ برہنہ میں خود ہیں مگر مضامین تصوف و معتقدات سے آپ کا دیوان مانا مال ہے معرفت کے اسرار ایسی
سادگی سے بیان کر رہاتے ہیں کہ دل مزے لیتا ہے اور روح جہد کرتی ہے۔" (۱۲۹)
ناطق لکھنوی کہتے ہیں: "حضرت بیدم شاہ ارثی حقائق و معارف کے جس قدر آشنائے راز ہیں وہ جانتے والے بھی جانتے ہیں، مگر اخصار
معارف و حقائق پر حق کو بھی اور جنتی قدرت ہے اس حقیقت کا عرفان بہت کم لوگوں کو ہے۔" (۱۳۰)
محبوبیدم میں شفقِ قاد پوری رقم طراز ہیں: "آپ کا دیوان صوری و معنوی خوبصورت سے آراستہ ہے۔ ظاہری خط و خال کی طرح باطنی
حسن و جمال سے آراستہ، عاشقانہ جذبات کی تصویر، عارفانہ خیالات کا مرقع، روحانیت کا آئینہ، اسمبائے نور العین ہے۔" (۱۳۱)

حصہ :

دیکھا اسی کو اس دلِ آفتد حال میں — جو آئے وہم میں نہ سائے خیال میں
لب پہروں اپنے آپ کو پاتا نہیں ہوں میں — کچھ ایسا کم ہوا ہوں کسی کے خیال میں
ہام کو کامیاب کرنے والے — قطرے کو ذرہ خوشاب کرنے والے
بیدم کی بھی قسمت کا ستارہ چمکا — اے ذرے کو آفتاب کرنے والے

(۱۳۲)

نعت :

یہ لوثی ہے دستِ کمال محمد ﷺ — کہ ہے عرشِ زہرِ لبالی محمد ﷺ

ہوا نہ دل سے خیال محمد ﷺ — نہیں پر رہے نعل و قال محمد ﷺ

حرم سے لائی ہے ہستی میں آروے رسول — کون کون لئے میرتی ہے جتوئے رسول
حلاش کش محمد ہائے مصطفیٰ ﷺ کی قسم — پنے ہیں آنکھوں سے ذرات خاک کوئے رسول
بلائیں لوں تری اے ہذب شوق، مسل علی — کہ آج دامن دل سمجھ رہا ہے سوئے رسول
جب تھو ہو میدان شتر میں یدم — کہ سب ہوں قتل نہ اور میں روئے رسول

قلہ و کہہ ایمان رسول مری — وہ جہاں آپ پہ قربان رسول مری
چاند ہو تم تو رسواں سخت جڑے ہیں — سب ہی دل ہیں تو تم چہن رسول مری
کوئی بھر ہے تو بھر سے بھی بھر تو ہے — سب سے اعلیٰ ہے تری شان رسول مری

میرا دل اور مری جان مہینے والے — تجھ پہ سو جان سے قربان مہینے والے
سکھ طیب مجھے سب کہ کے پکاریں یدم — کی رہیں مری پہچان مہینے والے

شوق دیدار میں لب لباب پہ مرے آن بنی — ارنی انت حبیبی فہ کی مری
کیوں نہ روئے کو ترے نور علی نور کوں — تو نور ہے ہمارا ستار مری
سوئی دندان مہرک کی ہنگ ہا صدے — لب رہیں ہے قربان حق مری
سب کی سنتے ہیں تو میری بھی نہیں کے یدم — راکھیں ہا نہیں سکتی یہ بھی نمرہ زنی

کرمیا پوچھتے ہو گری بازار مصطفیٰ — خود تک رہے ہیں آ کے خریدار مصطفیٰ
دل ہے مرا عزیز اسرار مصطفیٰ — آنکھیں ہیں دونوں روزن دیوار مصطفیٰ
کھلا ہوا ہے ہاروں طرف دامن نگہ — اور لٹ رہی ہے دولہ دیدار مصطفیٰ
عظیمیا کا ہے عرض مصطفیٰ کو ہے شرف — دوح الامیں ہیں عاشقہ دیدار مصطفیٰ

یدم نہ آؤں ہا کے دیار رسول ﷺ سے

تبت ہو زہر سایہ دیدار مصطفیٰ

عصر حاضر کی حمد و نعت گوئی سیاسی اور معاشرتی پس منظر میں

ایک عہد جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ۱۹۴۷ء کی تحریک آزادی اور اس کی شریانی پر ختم ہوتا ہے اس کا لونی جائزہ حمد و نعت کے حوالے سے لیا جانا چاہیے۔ قیام پاکستان کے بعد سالہا سال ۱۹۹۷ء تک کا جو سیاسی و معاشرتی پس منظر بنا ہے اس کی کئی ندریں ہیں۔ ۱۹۴۷ء ہمارے کاروانِ حریت کی منزل ہر اقصا اس منزل تک رسائی کے پس منظر میں ممبر، قس، سنی و تھکن، اہلک و قربانی، عزیمت و جدوجہد کے تحت سے عبرت آموز اور امید افزا مراحل، مناظر تھے۔ حمد و نعت ہماری ہر ذہن کی توانائی، ہمارے عزائم کی روحانی اور منزل مراد تک لٹو، قہقہائیوں کا ایک دور تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد چند سو سال ملکِ آزادی کی محال آباد کاری میں صرف ہوئے اور سو سے زائد نیشنل اور ممبر و اشتغال کے احتجاجوں کا ایک دور مگر، اس دور میں فرد اور اجتماع کی کیفیتیں اور احوال حمد و نعت میں حلقہ پاتے اور تھمک پارسوں کے مضامین کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ شکر و سپاس الہی، مناجات و حمد اور کے ساتھ ساتھ ایک تحریکی مکتب میں ایک آزادی پسند شریعت زندگی گزارنے اور قوانینِ اسلامی کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال کر مقاصدِ آزادی کی تکمیل کی جھلک اس دور کی حمد و نعت میں دکھائی دیتی ہے۔ بعض میں سیاسی احوال کا لیب، فرائز، جنگوں کے دوروں کی کیفیت ملی، اور سب سے زیادہ اس نظریہ حیات کی جس کی اساس پر مصلحت تو وجود میں آئی، تحریکی و معنی صورت پذیر کی کامیابی حمد و نعت کے وسیلے سے عام ہوتا رہا۔ اگرچہ ہمارا عمومی لب ان تمام عصری مضامین کو حمد و نعت میں لایا جاتا ہے مگر اسے کتاب و سنت اور سیرت و رسول اللہ ص کے حکم کی صورت میں اہل ملت کے لڑکوں، خوب تک پہنچانے کی سعی کی جاتی رہی۔ حمد و نعت میں وہ کلام قمر عام کیا جاتا ہے، ہر حال، اقبال، قسطنطینی، نورین کے ہم مقصد شعر و نظم کا مقصد و غرض تھا۔ اسی پچاس سال دور میں ملکی مسائل کے علاوہ عالم گیر مسئلہ کے سیاسی اور تاریخی و جزو اکوین نیز وحدتِ اسلامیہ کا تصور زہرِ قلم آیا۔ مغربی طاقتوں کی مخالف اسلام کے خلاف تحریکی پٹلار، وہاں کے مادی نظام حیات، انکار اور بد قولی، اعمال کا رد حمد و نعت میں ہونے لگی تھی اسلام سے متصادم ہونے ان کی مزاحمت و مخالفت حمد و نعت کے وسیلے سے ہماری رہی۔ خود اپنے ملک میں لادینی عقائد و انکار کا توڑ حمد و نعت سے ہوا۔ خیر اور شر، نیکی اور بدی، الوہیت اور طاغوتیت کے جہن ایک علم قیصر حمد و نعت نے سمجھا۔ ان تمام سیاسی اور معاشرتی انتظاموں میں اور سماجی دین و تہذیب پریشواؤں میں حمد و نعت نے اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات و احکام کے وسیلے سے مسلمانوں کو ارتداد و انحراف کی دعوت دی اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس اور ان کی سیرت طیبہ کی روغن مثال سے ان ظلموں کو فاش کیا۔

اس عہد کے نمائندہ شعرا

ضیاء القادر کی بدایونی : آپ ایوں میں پیدا ہوئے پاکستان بنا کر اپنی میں سکونت اختیار کی۔ اس طرح آپ کی شریعت صلیب پاک ہند میں بہت پھیل چکی تھی۔ یہ شہرِ حجاز نے آپ سے ملی و لونی فیض حاصل کئے۔ آپ ان سعید شعرا میں شامل ہیں جنہوں نے زندگی بھر حمد و نعت ہی کی اور اس صحت مہار کے وسیلے سے جیسا کہ مذکور ہوئے ملیہ السلام ہی میں مشغول رہا ہے۔ آپ کے کلام میں وہ تمام موضوعات و مضامین شامل ہیں جن کے برگ و بار عبرت و لطافت سے نمودار ہوتے ہیں اور جن کے شعر و غن میں اسی بھارلم پرل اور دوچھٹیں جنتان عالم کارک و حکمت ہوتا ہے۔ حیدر سول کی ایمان افروز تجلیات سے آپ کا کلام فرداں ہے۔ آپ کے لئے دیدار محبوب سے لاکھ کر کوئی کتاب و ادب نہیں ہے۔ اسی جھلک سے ہجر کی بے چالی اور زیارت دیارِ حبیب کا منظر ابد اشتیاق آپ کے کام کی روح نکلتا ہے۔ سرکارِ کائنات میں بحیث حضور ہی سے سرشار ہو جانے کے ذکر سے آپ کی مدح و نعت نہ ہے۔ یہ سنے سے والی اور نوازے زیارت کمر کی کلیات آپ کے کلام میں اس طرح ہیں جیسے دل میں ہر آنکھیں۔

حضور کے جمال میں افروز کا ذکر۔ معراج النبی ﷺ کا بیان روح افزا، آپ کی رحمت اللطیفی کی بارگاہ میں مرضِ فم کرنے اور مصائب میں آپ کی جہم کریمانہ کی طلب آپ کی نعت کا ایک اہم موضوع ہے یہ سب کچھ ضیاء القادری کے یہاں حسنِ نقول کے ذریعے میں نظر آتا ہے۔ عشق و عقیدت کی بلند پروازی کے باوجود قیودِ شریعت کی پاسداری آپ کے محاسنِ شعری میں ہے۔

آپ کے مجموعہ نعت ”چلبات نعت“ کے آغاز میں نواب حسن نظامی لکھتے ہیں:

”شاعرانہ اندازِ زلالا ہے۔ خیالات میں انوکھا پن ہے۔ ہر شعر میں زندگی کی مٹی نرپ ہے۔ اشعار میں مذہبیت کے گہرے رنگ کے ساتھ پوری شاعرانہ چاشنی بھی ہے۔

زاہد القادری کے قول: ”کلام کی شیرینی اور اندہ انہیان کی نہرت ایک انتہائی شان رکھتی ہے۔“ (۱۳۳)

حصہ :

اللہ اللہ یہ عقیدہ نکلے حق اکوہ کا — کھ رہا ہے سر پہ مجھ ہو کے ہم اللہ کا
ملت اہلیم سخن کی صدفی ہے جا — تان ہے سر پر قلم کے ہو بسم اللہ کا
مضم و حقان سب پر عام ہے تیرا کرم — تیری جانب رخ ہے پار ہے ہر گدا و شاہ کا
دے ضیا کو دولہا ایسا خداے ذوالعین — نور سے معمور کر دل مددہ درگاہ کا

نعت :

حسیرِ صحب رخِ زیبا کرے کوئی — قرآن کو خطِ نور میں لکھا کرے کوئی
اچارِ جنوں لبِ ہاں عشق دیکھ کر — کیوں خواہشِ دعاے مسیحا کرے کوئی
گر دیکھتا ہے صاحبِ راحیل کا جمال — روشن چراغِ طور تجلی کرے کوئی
سجد نہ ہو مدید تو روشن نہ ہو نہیں — گر لاکھ سجدہ جابِ کعبہ کرے کوئی
ہاؤں ہزار بار دہینے کو میں ضیا
مجھ کو طلب تو جابِ حبیب کرے کوئی

(۱۳۴)

بیراد لکھنوی: بیراد صاحب کو اللہ نے نعت گوئی کی اعلیٰ استعداد کے ساتھ خوش الحانی کی نعت میں عطا کی سازوں سے جو نغمہ ہائے عشق نکلتے ہیں، انہیں اپنے لب و لہجہ سے لوار کا گویا خود اپنے جذبہ سرستی سے کیلے تھوہ ہونے کے مترادف ہے۔ ان کی نعتوں میں داخلی کیفیت کا رطل دور قلب ہے۔ مسودہ سل میں اتنا مستغرق ہوتا کہ دیکھا ہیما سے دلچسپی ہی نہ رہے عشق کی منزلِ اربع ہے جس تک پہنچنا ہر عاشق کا نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن بیراد کو یہ سعادت عشق نے فرزانی کی ہے۔ ان کے یہاں نقول کا انداز ہے جس میں ذمیل کر نعتِ اجازت جاتی ہے۔ تاہم ان کا یہ استغرق فی العشق انہیں احتیلا سے مرعہ مار کھاتا ہے۔ ہاں کہنے کہ عقیدت اور حقیقت دونوں عناصر کی آمیزش سے بیراد کی نعت تشکیل پاتی ہے۔ بیراد کی نعتوں میں نبی اکرم کے فدا کی کلا کر شہزادانِ عین کے ساتھ ملتا ہے۔ اللہ کا حسنِ انتخاب، معنویت کا حسن اور سرشاری شعور کا طراز۔ انہیں عصر حاضر کے مروجہ شعر کی صف میں بلند رتبہ دیتا ہے۔

ان کے نعتیہ مجموعے، نذرِ کور، کیفِ سرور، موعظہ طور اور چراغِ طور بیت مقبول ہیں اس کے علاوہ ”شانے حبیب“ اور ”افروز لکھنوی سے

شائع ہوا۔

ہر لوگھنوی کے سو (نعتیہ) گیتوں کا ایک مجموعہ سورج نور کے نام سے طبع ہوا گیت کی غور نے ان کے دلوں کو قلبی کو اکھڑا کا ایک نمایاں لمحہ
جس کا ہے شکار :

چلو آؤ چلیں عرشِ بگمیری
یہاں بندہ میں ہے بڑی درد سہری
وہاں رونے والے روتے ہیں
نورِ دلِ گز کے دموتے ہیں
وہاں اڑے سورج ہوتے ہیں
کب تک یہ رہے گی بے خبری
چلو آؤ چلیں عرشِ بگمیری

حصہ :

مہر ہے اس ذاتِ سبحاں کے لئے — — — عشق میں جس کی ہر جہاں کے لئے
وہ عالم ہے جو ذاتِ لاشریک — — — رخصتی جس کی ہر انسان کے لئے
ذکر جس کا ، فکر جس کی ، جس کا نام — — — دہن نسیمِ قلبِ مگرہاں کے لئے
مہر اس کی کیا کوا ہر لو ہو — — — ہر صفت ہے جس کی غواں کے لئے

(۱۳۵)

نعت :

تھم من ترپ رہے ہیں دونوں جہاں والے — — — اے نعتِ مہینہ اے آئن بان والے
حیرتی لوازشوں سے بندہ ہو رہے ہیں — — — یہ مردِ عالمِ دہم ، یہ آہن والے
نیرے ہی آستان پر سر کو جھکا رہے ہیں — — — دل والے ، آگہ والے ، سر والے ، چہاں والے
ظاہر کیا بھی نے کبے کی غفلتوں کو — — — کہہ ہے ہیرے دم سے کبے کی شان والے
ہر لو میری آنکھیں روٹی ہیں لشکرِ حسرت
جاتے ہیں جب دیکھتے ہندوستان والے

(۱۳۶)

ماہر القادری :- ماہر القادری اس مقصدی ادب کے سلسلے کی ایک کڑی تھے جو سرسید اور ان کے رفقاء کے عہد میں وجود میں آیا تھا اور جس نے اسلامین ہند کی ذہنی و فکری تربیت کی۔ ماہر کے شعرو ادب کا بہت سا حصہ دین اور اخلاقی اسلامی کے فروغ سے متعلق ہے۔ محمود نعت اسی فن کا ایک اہم جزو ہے۔ انہوں نے محمود نعت کو اردو کی اور روایتی مضامین سے نکال کر حیاتِ فردوسی کے مقصد سے ہم آہنگ کیا اور اسے جہاں حب و عقیدت

کے صحت مند عقائد کا ترجمان بنایا ہے اسے اجتماعی فوہ و فلاح کے لئے بھی صرف کیا۔ حمد و نعت میں ان کا ایک اہم رویہ یہ رہا کہ انہوں نے اسے توحید خالص کے بلحاظ اور مصیبتِ نبوت کے حقیقی اور ایک کا وسیلہ بنایا اور ایسے تمام افکار و مضامین سے اس صنف کو نکالا جن میں استغناء یا غلو سے کام لیا جاتا تھا۔ الوہیت اور رسالت کے تصور میں غلط امتیاز کھینچا اور خیال کی بے، اور وی کا سد باب کیا۔ ماہر کی حمد و نعت میں غیر اسلامی عقائد کا ابطال اور بدعات کا رد ملتا ہے۔ اس طرح انہوں نے حمد و نعت میں حقیقت، صداقت اور راستی عقیدہ و فکر کا رنگ پیدا کیا۔ ماہر کی شاعری کا ایک دور دورہ رہا ہے جب ان کے یہاں نظم و غزل میں روایتی رویے کا لٹاپ تھا، لیکن ان کی فطرت سلیس نے بہت جلد انہیں اس کج راہی سے نکال کر راستی و ہدایت پر امتیاز مستحکم طبعی اس صورتِ حال پر ان کا ایک کلفت شعر دیکھئے :

ساقی بھی ہے، شراب بھی، بادل گھر ہے ہوئے ۔۔۔ اور میرا حال یہ کہ میں توبہ کئے ہوئے

ان کا خالص تفرل ان کے حمدیہ و نعتیہ اسلوب میں کام آیا اور انہوں نے زبان و دین کی نزاکتوں اور جذب و خیال کی لطافتوں کے ساتھ حمد و نعت کے اشعار کہ کہ ان میں ہلاکی و دکھائی اور اثر آفرینی پھری۔ انہوں نے غلط اسلوب نہایت عمدہ و اعلیٰ حد میں اور نعتیں کہیں اور غلط مقصدیت انہیں تحریک اصلاح کی صورت میں پیش کیا اپنی حمد و نعت کی اس منفرد روش اور اس کے پس منظر کا ذکر وہ ”ذکر جمیل“ میں کرتے ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے مسلمان گھرانے میں پیدا کیا جہاں حمد و نعت کا اکثر ذکر رہتا تھا۔ میرے کان میں سب سے پہلے حمد و نعت اور منقبت کی ہی گونجیں آئیں۔ اور آج تک ان کی بازگشت سن رہا ہوں۔۔۔ میں یہ کہتے ہوئے غر محسوس کرتا ہوں کہ میری شاعری کی ابتدا حمد و نعت سے ہوئی اور انشاء اللہ خاتمہ بھی اسی پر ہو گا۔۔۔ یہ کہتے ہوئے مجھے دکھ محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کا تاریک پہلو نعت و منقبت میں بھی نمایاں ہو کر رہا۔ بہت سی غلط، موصوفی اور بے سرو پا باتیں شاعری کی بدولت مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ عقیدت و محبت کے غیر منطقی جوش میں اس قسم کے تمام عقائد کو لوگ گوارا کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان عقائدوں نے مستقل عنوانات کی صورت اختیار کر لی۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ محبت، عقیدت اور پرستش میں بہت بڑک فرق ہے۔ غیر منطقی عقیدت پرستش بن جاتی ہے۔ میں نے بڑی حد تک کوشش کی ہے کہ نعت رسول ﷺ کو اس قسم کی رنگ آمیزی سے دور رکھا جائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اہم بے ہم نہیں کہا کہ یہ شاعرانہ زہمت خیال، توحید کے بنیادی تصور سے نکراتی ہے۔“ (۷۱۳)

مختصر یہ کہ ماہر صاحب نے اصلاحِ نعت بھی کی اور نعت سے اصلاح بھی کی۔

ماہر صاحب کی حمدوں میں اللہ کی توحید کا اقرار اور اس اقرار کی وسیلے سے مہدیتِ کامل کے سانچے میں اٹھنے کا بیجام ملتا ہے۔ وہ ایک مددِ خدا کی یہ ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی پوری کی پوری زندگی تعجبات و احکام الہی کے اتہام میں گزارے اور کلی طور پر دینی و اخلاقی دیکھ بھن کر لوگوں کے لئے نمونہٴ تقلید ہو۔ ہم سب اللہ کے کرم کے محتاج ہیں۔ وہی ہمارا کارِ مآثر حقیقی ہے، اس کے سوا کسی اور کا سارا ہیضہ و آفات مدد کیلئے پکارا غلافِ عقیدہٴ توحید ہے۔ نعت میں ماہر صاحب نے جہاں غزل کی ہیئت میں شاعری کا حق ادا کیا ہے وہیں مختلف عنوانات کے تحت نعتیں کہہ کر سیرتِ رسول علیہ السلام کے متنوع پہلوؤں کو بدلت انسان کیلئے پیش کیا ہے۔ ان کے چند عنوانات یہ ہیں :

امیرِ انبیا، مصلوبِ قدسی، حرمتِ کاملہ کا مبلغِ اعظم، جانوروں سے حسنِ سلوک، قابلِ رسول علیہ السلام وغیرہ۔ ماہر صاحب کی نعتوں میں جہاں ایک عاشقِ رسول علیہ السلام کے جذبہٴ شوق کی داستانیں رقم ہیں، وہیں ان نعتوں کے مقاصد میں سیرتِ نگاری اور اس کے وسیلے سے فرد اور اجتماعِ ملت کے جہادِ زندگی میں ہدایت کے چراغ روشن کر رہے ہیں۔

حمد :

خدا کے نام سے ہر لہجہ اے کار کریں — اسی کی راہ میں ہر چیز کو نذر کریں

میں تو دل کی سداوت ہے ، نطق کی معراج — خدا کا ذکر کریں اور بار بار کریں
 مرتجی ہوں تو فخر خدا جا لائیں — مصیبتیں ہوں تو ہم صبر اختیار کریں
 ہر ایک پھول جن کا خدا کی آیت ہے — اسی گلہ سے نظارہ بھار کریں
 خدا کا ہم سدا ہے ہر کسی کے لئے — خدا کا ذکر ہی تمہیں ہے زندگی کے لئے
 دل و نظر کو ضرورت نہیں پرانوں کی — بغیر کی طرح ہی سب کچھ ہے روشنی کے لئے
 نہیں پہ اشد ان لا الہ ہے مگر — کی دخیل ہے ایمان کی جاہلی کے لئے

(۱۳۸)

نعت :

حسن کی ہوا، ایمان محبت صلی اللہ علیہ وسلم — سر تا پا رحمت ہی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
 مددے اور اللہ میں رکھا ہر عالم میں فرق مراتب — شرک کے دشمن ، مانی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
 لڑایا تم قبر کو میری بیدہ کہ ہرگز نہ ملا — اللہ اللہ پاس شریعت صلی اللہ علیہ وسلم
 خون کے پائے دشمن کو بھی بھونک دیا تھا قبضہ پاکر — ذکر نطق ، صبر ، صروت صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے کپڑے خود دھو لینا ، خاک کے ستر پر سولینا — سادہ سادہ ایک طبیعت صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳۹)

ان کی ایک نعتیہ نظم ”خسوف قدی“ جو ترمیمہ اشعار پر مشتمل ہے ، اختتامی شہرت اور مقبولیت کی بلند یوں تک پہنچی اس میں اداوت سداوت
 اور خسوف قدی کی اعلیٰ ترین مظہر و ماحول نگاہی کے بعد اسے درود سلام کے مزہ بٹے محبت پر ختم کیا ہے۔ اس سلام کے چند اشعار اختتامی جزو سے
 درج کئے جاتے ہیں :

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی قہی نہ سوتا تھا — سلام اس پر کہ نوحہ و دہا جس کا بھونکا تھا
 سلام اس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا — سلام اس پر جو فرشتے خاک پر چڑھے میں سوتا تھا
 سلام اس پر کہ جس نے فضل کے سوتی بھیرے ہیں — سلام اس پر مہول کو جس نے لڑایا ، یہ میرے ہیں
 سلام اس پر کہ جس کا ہم لے کر اس کے شیدائی — ات ویسے ہیں حق و قیامت ، لوح و دلائلی
 سلام اس پر کہ جس کے نام بڑا ہر زمانے میں — دعا ویسے ہیں کھوار سر فروشی کے فسانے میں

درود اس پر کہ جس کی دم میں قسمت نہیں سوتی

درود اس پر کہ جس کے ذکر سے میری نہیں ہوتی

(۱۴۰)

سیراب اکبر آبادی : سیراب کے شعری مجموعے ”ساز جہاد“ کے آغاز میں (اکثر فرماں گنج پوری کا ہیرات افروز مقدمہ ہے۔ اس سے چند
 لکات چھند کئے جاتے ہیں :

”میں کی نعتیہ شاعری مولانا حالی ، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری سے مماثل اور نعت کو شعر کی عام

اس جذبے کا شعری بیکر شایانہ اسلام ہے۔ پہلے اس کے بارے میں چند ترانوں کی جاتی ہیں :

سر عبدالقادر ہلد دوم میں کہتے ہیں :

ہجلی ہلد میں مسکے نے یہ کوشش کی تھی کہ نور و ایات نظم کی ہائیں وائیں ہوں جن کی صحت جہر یعنی اعتبار سے مسلمہ ہو۔ یہی احتیاط
دوسری ہلد میں غور و کھجی گئی ہے۔ ہمد جاہلایہ فوت دئے گئے ہیں جن سے روایات کے مانند کا پتہ چلتا ہے۔ "رنگان مسکے کی ٹوہیل بیان
کرسج ہوئے ضما مکر ضایت دل توہر طریق سے ایسے اخلاق کی تحقیق کی گئی ہے جس کی موجود و زمانے میں بھی نام کو ضرورت ہے۔

ڈاکٹر دین محمد تائی اسی ہلد دوم میں لکھتے ہیں

"شاید اسلام میں دو سب کچھ ہے جو رزمیہ نظموں میں ہوتا ہے ہمد و سب کچھ ہے جو اس قسم کی نظموں میں ہونا چاہئے۔"

سر عبدالقادر ہلد سوم، رقم طراز ہیں

"رزم کے منظر ہند زور اللغات میں بیان کئے گئے ہیں اور جہاں "م کارنگہ و کار ہے وہاں بھی کلام اسی رنگ کا ہے۔"

حمود نعت کی شاعری میں اور نور قدیم حق سے مختلف اور متنوع موضوعات پر لکھا ہوا ہے لیکن یہ سب کچھ موضوع و مریاں ہلد و تحسین و تحسین
کے ساتھ رہا ہے۔ شاعری ہمدی، سر لہاری، جنت نبوی، معراج، معجزات، غزوات و غیرہ کی تشکیل اللہ فلک خاتون میں ہے اگرچہ کہیں کہیں فن میں
"وعدت" بھی پیدا کی گئی ہے اور مجموعی اور مہارک کا رنگ ملتا ہے۔ لیکن شاید اسلام ہجلی کوشش ہے جس میں تمام موضوعات جن کا تعلق
حضور علیہ السلام کی نبوت کے فضائل، احکام و تعلیمات اور سیرت و طیبہ و اسوۂ حسنہ نیز تمام اموال مبارک سے ہے بشمول تاریخ اسلام، ایک جگہ
مروجہ کلام فکر کی صورت میں واقعاتی صحت و صداقت کے ساتھ بیان کیا کر دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے شاید تمام امور کا اجتماعی لحاظ کرتا ہے۔ یہ
سوانح مبارک کا تذکرہ بھی ہے، سیرت طیبہ بھی ہے۔ تعلیم و تعلیم قرآن و سنت بھی ہے غزوات النبی ﷺ کا مجموعی آئینہ بھی ہے۔ اس میں ہمارے دین،
نظام اخلاقیات، تہذیب اور جہنم کا بہت سا ذوق سرمایہ بکھار دیا گیا ہے۔ اور اہم بات یہ کہ اس آئینہ خانہ شعر و فکر سے اسی شخصیت عقلی کا
مقدس پر تو فروزہں ہوتا ہے جس کا اسم مبارک حضرت محمد ﷺ ہے۔ وہی اس تمام جلال و جمال و کمال کے مظاہر کی اصل ہیں اور شاید ہمد کے حرف
حرف سے انہی کی سیرت مقدسہ اور اسوۂ حسنہ کی تجلیات ضوائق ہیں۔

اس میں حضور قدس کے اس قابل حالات کو پس منظر بنا کر ان کے کی جانب پیش رفت کی ہے اور اسے حضور علیہ السلام کی ولادت، سیرت و کردار،
اخلاق و اعمال، اور غزوات سے منسلک کر کے غزوات احزاب پر فہم کر دیا گیا ہے۔ اس میں بے شمار ایسے مناظر و واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام کی فدویت،
جہاں ندری اور حبہ الطامعہ رسول نکر آتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام کی سیرت عظمیٰ ان ستاروں کی روشنی میں آفتاب کی مانند جلوہ گر ہے۔

شاید اسلام کی اہمیت اور وقعت اس امر میں ہے کہ اس میں بیان کر دیا گیا ایک واقعے کو صداقت و اقیقت کے معیار پر رکھا ہے۔ شاعری جو
معمولاً تخیل کی کرسہ کاری ہوتی ہے اس میں تشکیل کو یہ دخل کرتے ہوئے اس کی اساس سند و اعتبار پر رکھنا اور ایک ہزاروں اشعار پر مشتمل نظم کو اسی
محکم و معیار پر قائم رکھنا ایک نہایت لائق تحسین سعی ہے۔ صدر صلیب میں جہاں ادب قوی و ملی مقاصد سے مدد دہش ہوتا ہے اور محال، فنی، اکبر، اقبال اور
انظر علی خاں کی ادب میں خصوصاً سیرت و نعت کے موضوع کو مقصدیت کا بیان کر دیتے ہیں۔ شاید اسلام اسی مقصدی سلسلے کی اہم کڑی بن کر رہ نما ہوتا
ہے اور مسئلوں کی دینی، تہذیبی اور جہنم کی ہر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ شاید اسلام میں شاعری کی تمام فنکارانہ ٹوہیل اور معنوی محاسن موجود ہیں
اور طوطیہ نظم کے باوجود ایک تاثیر ہے جو کاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے اس لئے کہ اس نظم کی تخلیق اسلامی جوش اور قوی درد مندی کے اجزائے
ہوتی تھی۔

شاہ نامہ اسلام سے مختلف شعری اجزا : حمد

- اسی کے نام سے آغاز ہے اس شاہ نامے کا —
 — اسی نے ایک حرف کن سے پیدا کر دیا عالم —
 — یہ سرود گرم و خشک و تر ، اجالا اور تاریکی —
 — وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق —
 — وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا —
 — ہر کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس نے —
- بیٹ جس کے در پر سر جھکا رہتا ہے غامے کا —
 — کشاکش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم —
 — نظر آتی ہے سب میں شبن اسی اک ذات باری کی —
 — نباتات و مخلوقات اور حیوانات کا خالق —
 — وہی مالک ہذا اور ہمارے باپ دلوں کا —
 — محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے —

نعت :

- محمد مصطفیٰ ، محبوب داور ، سرور عالم —
 — ملاسوں کو سرمد سلطنت پر جس نے اٹھایا —
 — وہ جس نے تخت لودھی سے کر دئے شاہان جہ کے —
 — محمد مصطفیٰ مہر سہم لوج عرفانی —
 — وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں ، آسمانوں میں —
 — وہ نور لم یزل جو پھسلو قلیق عالم ہے —
 — خدا کے بعد جس کا اسم اعظم اسم اعظم ہے —
 — اسی پر میرا ایمان ہے ، وہی ہے میرے ایمان میں —
- وہ جس کے دم سے مہجود ملائکہ بن گیا آدم —
 — قیاموں کے سروں پر گر دیا اسلام کا سایہ —
 — بلا حائے مرچے دنیا میں ہر انسان صابر کے —
 — ملی جس کے سبب تاریک ذروں کو درخشانی —
 — فرشتوں کی دعاؤں میں ، سوزن کی لالوں میں —
 — خدا کے بعد جس کا اسم اعظم اسم اعظم ہے —
 — اسی پر میرا ایمان ہے ، وہی ہے میرے ایمان میں —

ولادت باسعادت کی مناسبت سے جو سلام منقوم کیا گیا ہے وہ اردو نعتیہ ادب میں ایک شاہکار تخلیق ہے۔ اور اس قدر مروج و مقبول ہے کہ اس کی مثال ہر دہائی میں ملتی ہے ہمارے سینے اور سینے ، ہماری محافل و اجتماعات اس سلام سے منور ہیں اور اس میں لائے ہوئے افکار و مضامین کی حرکات کا سلسلہ ہماری ہے۔

سلام کہ چند اشعار : ولادت باسعادت (سلام ۶۶ اشعار پر مشتمل ہے)

- یہ کس کی جستجو میں سمر ملایب پھرتا تھا —
 — یہ کس کی آرزو میں پائند نے سختی سوس —
 — یہ کس کے شوق میں چمرا گئیں آنکھیں ستروں کی —
 — یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر —
 — فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج کاتی تھی —
 — سلام اے آفت کے لال ، اے محبوب سبحانی —
 — ترے آنے سے رونق آگئی گھڑا ہستی میں —
- ازل کے روز سے بے تاب تھا ، بے خواب پھرتا تھا —
 — زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں —
 — زمیں کو بجھتے بجھتے آگئیں آنکھیں ستروں کی —
 — یہ ساری کاہشیں تھیں ایک سبب صمد کی خاطر —
 — جناب آفت سختی تھیں ، یہ کوہ آتی تھی —
 — سلام اے لہر موجودات ، لہر نوح انسانی —
 — شریک حال قسمت ہو گیا ہر لعل بہانی —

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انسان کو سکھادے — یہی اعمال پاکیزہ ، یہی اشغالِ روحانی
 اگرچہ فخرِ فخری رہتا ہے تیری نعمت کا — مگر قدموں سے ہے فر کسرائی و غافلی
 زمانہ منکر ہے اب تھی شیرازہ بندی کا — بہت کچھ ہو چکی اجڑے بستی کی پریشانی
 زمیں کا گوشت گوشتِ نور سے معمور ہو جائے — ترے پر تو سے مل جائے ہر اک درے کو تابانی
 سلام اے آتشیں زخمِ باطل توڑنے والے
 سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(۱۳۲)

حافظ مظهر الدین : حافظ مظهر الدین کا تحقیقی عمل، شاعری میں مودتِ حق تک مخصوص رہا۔ انہوں نے نعت کی اس روایت کو فروغ دیا جس میں حبِ رسول ﷺ پر اصرار ملتا ہے۔ ایسے توہر نعتِ حبِ رسولِ حق کے پیشے کی موعجہ ہوتی ہے لیکن نعت کی دو نوع جس میں عاشق اپنے عاشقانہ و مروتِ قلبی ہی تک مرکوز ہے، حافظ مظهر الدین اسی رنگِ نعت کے قبیح اور دانی ہیں۔ حبِ رسالت قلبِ عاشق میں جو شیطانی سرِ مستی، والہانہ پن پیدا کرتی ہے۔ اور ایک خاص فضائے عشق پر سے وجود پر پھٹی راتی ہے اور جس کے تحت ظفرِ علی خاں کہتے ہیں۔
 ”ہم جس میں رہے ہیں وہاں تھی تو ہو“ اسی کی کیفیات کا مظهر حافظ مظهر الدین کی نعت ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں دواحوال امت کے تاثر میں بھی بات کرتے ہیں یا حضور علیہ السلام کے احکام و بیام کی خوشبو سے بھی اپنی نعت کو معطر کرتے ہیں لیکن مجموعی طور پر وہ مروت و عقیدت ہی کے جذبات کو بے اثر ایسے شعر دیتے ہیں، ان — میں زجر میں بھی امیدِ نیرت کی سرِ مستی اور بھوری میں بھی دھمکی کی شکلا سامانیاں ہیں۔ دوری میں بھی حضور کی تصور اور جب حضور ہی میر ہو تو جہانِ اللہ اور ماشاء اللہ خوش خالی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ چنانچہ ان کا نعتیہ مجموعہ ”جلوہ گاہ“ اسی حضور کی کیفیات کا ذکر مسلسل ہے۔ جلوہ گاہ میں منکوم مزارات کا بیان ہے۔

کہا مستی و کیف کا میں تھا — جب میں دمِ طیبہ میں روں تھا
 آنکھوں سے تھے عجمِ اٹک ہادی — جذبات پہ ہے خودی تھی طاری

اس کے بعد مشاہداتِ سفر میں ہوتے ہیں۔ انبیاءِ عظیم السلام کے مزارات پر حاضری، لولیا اور علماء و شعرا کی قبور کی زیارت، مساجد اور دوسری اسلامی تعمیرات کا مشاہدہ اور بالا آخر

مفتاح کو دہ کی طلب تھی — ہر گام پہ روح با لوب تھی

اس کے بعد حضور علیہ السلام سے التجا کہ لَوْنِ عطا ہو :

مکود فرشتگانِ نوری — بحرِ حق سے لذتِ حضوری
 سر میرا ہو حیرا آستین ہو — یوں درد کی داستان بیاں ہو

اس کے بعد مختلف عہد میں کیفیاتِ سفر، معاملاتِ ہجر و ہجرت، چاقی شوقِ دیدار کا اظہار ہوتا ہے۔ آخر وہ حوالہ مروا سکتے ہوتی ہے :

ہے فیلِ نظرِ دوزخ سلطانِ ام آج — پہلے سے فزوں ہے مجھے صیدِ کرم آج
 دیکھ اے مددِ اسباب یہ فیضانِ رسول — من گیا مجھ صاحبِ دست بھی مہمانِ رسول

لے کے دربار میں حال دل زار آیا ہوں — — — رحم اے خواجہ گھر میں سینہ دکھ آیا ہوں

نوراب مشوری کے ساتھ ساتھ دوسری سعادتوں اور برکتوں کا ذکر ہوتا ہے۔

حرم کی اذان حسین اللہ اللہ — — — نعمات وہم آفریں اللہ

ہر اک سجدہ معراج ہے مہ گی کی — — — در سید المرسلین اللہ

میر واپسی کے لمحوں کی کیفیت اور وہ مکرر کی جنتا:

یارب مجھے تقویٰ ہوں انوار حرم اور — — — تو قادر و قیوم ہے ، اک بار کرم اور

اس طرح کیف و سرشاری کے عالم میں ایک عاشق صادق محبوب خدا و ممدوح کائنات خود بھی یہ وعدہ فی میر کرتا ہے اور قارئین کو بھی

مسلر رکھتا ہے۔

تجلیات دوسرے نعتیہ مجموعے کے بارے میں ایک شعر جلوہ گاہ میں درج ہے

میں مدح خواہن نمی شکستہ ، خوف آخرت کیا ہے — — — تجلیات کو میرے کفن میں رکھ دینا

آخر میں احسان دانش کی رائے جلوہ گاہ کے حوالے سے نسبت حافظا کے بارے میں:

"میں نے پاکستان میں بہت کم لوگ حافظ مظہر الدین صاحب پیسے رقیب القلب اور عاشق رسول دیکھے ہیں۔ اور دیکھا

ہائے قنوت کا حق عاشق رسول ہی کو پہنچتا ہے اور وہی کلام دلوں میں گہرا پیدا کر جانور چکوں پر بلالہ لگاتا ہے۔" (۱۳۳)

میر افق کاظمی: میر افق کاظمی ان اساتذہ میں شامل ہیں جن کا ذہن و قلم مدنی اور ملی شاعری کے لئے وقف رہا اور جنہوں نے مہر و نعت کو تخلیق

تحریک بنا کر پیش کیا۔ ان کے مجموعے کا نام "فرداغِ محامد" ہے جس کے حروف سے سال طاعت ۱۳۷۹ھ لکھا ہے۔ آغازِ مہر کے تحت، مہر رب العالمین،

ذکر حق، اچھائے غلو قصور و غیرہ منونات ہیں۔ جبکہ آغازِ نعت کے تحت بہارِ ولادت شمشاد رسالت، گلِ رستاے رسالت، طلوعِ ماورِ رسالت، تخلیق

نورِ انوار، خاش ازل کا نقشِ سلیم، انی اتم القریٰ و غیرہ منونات ہیں۔ نعتوں کی ترتیب حرفِ جمعی کے اعتبار سے ہے۔ افق کاظمی کے یہاں مہر و نعت میں

مشق و علم کا احترام ہے۔ ان کا اسلوب عالمانہ ہے جس کے تحت مضامین و خیالات میں مدنی اور فاضل نبوت کا بیان محبت و اطاعت کے سرچشمے کی

امولج بن کر روشِ دروغ ہو تا ہے۔ ان کے یہاں ملی اصلاح کا تصور غالب ہے۔ مجز و انکسار کی خوشبو سے بھی نعتیں معطر ہیں۔ افق کاظمی کی بعض حمدیں

اور نعتیں قصیدے جیسی طوالت اور شکوہ رکھتی ہیں۔

حصہ :

پدا نہیں ثنائے خدائے جمیل کا — — — ہاتھ آئے خاندان بھی جو ہم جبرئیل کا

ہستی میں تیری دغل نہیں تمیل و قال کا — — — اس راستے میں ننگ ہے مرکبِ دلیل کا

— — — کر مجھ کو میرے شاہِ مقصد سے ہٹا کر — — — اللہ صدق اپنے صوبِ جمیل کا

نعت: (طلوعِ ماورِ رسالت)

کیا عزم جہاں میں روشنی ہے — — — نکتہ کا نور ہو مٹی ہے

ساری دنیا ہے بھرا نور — مہمل ہے کہ تجھ کا رخی ہے
 کون بھیڑ ہے یہ ملائم کی — کیوں عرش زمین میں رہی ہے
 شیطان رجم کیوں ہے گرہیں — کیوں شاہ ہر ایک آدمی ہے
 کیوں زلزلہ ہے بزم میں ہوا — کسری کے محل میں کھلی ہے
 دنیا میں ہے آج اس کی آمد — اپنا جس کے لئے ہی ہے
 ہاں "وہ ہے بھیج کمر تھی — نشان کن فکاں وہاں ہے
 "ہر علم و فضل و انفاق — تندیب و ادب کا مشن ہے
 "قانع ملک طائی — آلودگی عام جس نے دی ہے
 صد شکر افق کہ تو جہاں میں — اس جانِ رسل کا امتی ہے

(۱۳۴)

سید محمد عبدالعزیز شرقی : فیوض الحرمین ان کا تہیہ مجموعہ ہے جو حسب نبی کی وصیت اور سوز و گمراہی کی دولت سے معمور ہے۔ مدینہ منورہ میں ان کا مشعل قیام۔ ہاں لے ان کی لہریں مشاہدات اور قلم و لہر و لہر کا آئینہ ہیں۔ اور اپنے اندر شاعری روحانی اور وہابی کیفیات کے محسوس و نقوش رکھتی ہیں۔

پیش لفظ میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں۔ "جس وقت انیس سو اور زہدیت مدینہ منورہ کی ٹھکن لگی ہے معلوم ہوتا ہے اسی وقت سے ان کے اندر شعر کا چشمہ پھوٹ نکلا اور مشقِ خدا اور رسول ﷺ نے ایک طوفان کی شکل میں ان کی زبان سے ایسی نظمیں نکالی شروع کروں جن کا ہر شعر محبت کی گرمی سے بھر اہوا ہے۔ انہوں نے زہدیتِ حرمین کے ہر مرحلے اور ہر صیب کے ہر مقام پر ہادی پر جوش نظمیں لکھی ہیں۔ دیکھا ہے میں ہوا کھنکھاتی لکھتے ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک فیاد اور دامن دل ہے جو مشقِ رسول ﷺ سے معمور اور بخور ہے اور انہوں نے انکی سوزوں طبیعت پہلی ہے کہ بے تکلف نعتیہ اشعار ان کے قلم اور زبان سے لہا ہوا جاتے ہیں۔

کلام :

مدینہ کی زمیں ظم بریں معلوم ہوتی ہے — جو بج پوچھو تو اس سے بھی نہیں معلوم ہوتی ہے
 کیا بھی یہاں تحتِ طری ہے فہم و ہوا کو — مگر یہ سرزمین عرشِ دین معلوم ہوتی ہے
 یہاں کا دن سحر ہے مثلاً دوئے محبوبوں — یہاں کی رات ذلتِ مہر میں معلوم ہوتی ہے
 پیامِ رحمت و شفقت مسلسل سن رہا ہوں میں — نسیم جہاں فرا روحِ ملائکہ معلوم ہوتی ہے

(۱۳۵)

اسد ملتانی : ہمارے ادب میں علامہ اقبال کے قبیلہ شاعری۔ فرید ہیں۔ ان کی مجموعی شاعری فی مصلحت صدیقی، نسیم، و شکر ہے۔ سچیدھار، متین، سلوب، اے۔ اے۔ مدنی اور ایک خاص جز آفرینی ان کی شاعری ہے۔ چاہوی، نسیم ہیں۔ ان کے فنیہ مجموعے کا نام محمد حرم ہے۔ انہوں نے اقبال کا یہ شعر، کتاب کی معنویت واضح کر رہا ہے۔
 دامنِ کعب سے اقبال یہ پوچھے کوئی — کیا حرم کا محمد حرم کے سوا کچھ بھی نہیں

تھوڑے حرم میں سطر حرمین شریطین کی روداد شوق بیان ہوتی ہے۔ مختلف مناظر و مظاہر نے روح و قلب میں جو کیفیات پیدا کی ہیں ان کو قلبی شعر میں اس طرح نکالا ہے کہ حرف حرف سے گہرا محبت حیاں ہے اور اوراد است قلبی فن اور اسلوب کے حسن کے سانچے میں اصل کر اس قدر موثر ہو گئی ہیں کہ شاعر کی کیفیات قاری کے اپنے قلب کا حصہ بن جاتی ہیں۔

روداد سطر کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک حسن ترتیب کے ساتھ مشابہات سطر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

عبد کھرا کے عنوان کے تحت اشعار دیکھئے :

چلے ہیں دونوں جہاں میری فکر کے سامنے — میں کھڑا ہوں روضہ "غیر البشر" کے سامنے
 جھللائے لگ گئیں روضے کی روشن جہاں — اک نیا منظر ہے میری چشمِ ناز کے سامنے
 اڑ گئی میرے گھاتوں کی سیاسی اڑ گئی — غصہ شب جس طرح نورِ بحر کے سامنے
 مانگتا ہوں جس قدر ملتا ہے کچھ اس سے سوا — ہر دعا شرمندہ رات ہی ہے اڑ کے سامنے
 تو نے کار آمد ملایا زندگی اور موت کو — قصہ ایسا رکھ دیا نوح بحر کے سامنے
 میں اسد صحنِ حرم میں ٹلتا ہوں اس جگہ
 ہو جہاں سے عبد کھرا فکر کے سامنے

(۱۳۶)

خلیل سدائی : گلزارِ خلیل وں کا شعری مجموعہ ہے جو نظم و غزل کے علاوہ مہرہ اور نعتیہ اشعار سے بھی معمور ہے۔ خلیل سدائی کا تعلق بکائیر سے ہے۔ آپ نے مکان میں وفات پائی۔ خلیل سدائی کی شاعری زبانِ دیوان کے حسن، روزمرہ کی لطافت اور بھارے کی دلکشی سے عبارت ہے۔ یہ چیلوی محاسن وں کے اسلوب میں اپنی بہاد و نکلائے ہیں۔ ان کی مجموعی شاعری پر جہاں گائیگی روایت کا رچاؤ، فکر و خیال کی بلندی اور پختہ مثنوی کی صفات ہیں وہیں اپنے عہد کے انوال و مسائل کی آئینہ دہری بھی ہے۔

خلیل سدائی کی مہرہ نعت ایک مہرہ مومن اور ایک عاشقِ دل کے پہچہ ہاں کا اظہار ہے۔ احساس سے اظہار تک ایک مہرہ نعت ہے جو ان کی نوکِ قلم سے نمودار ہوتی ہے۔ دہان کے آغاز میں خلیل سدائی کہتے ہیں : "میرے والد مرحوم حضرت شاہ محمد ہر اہم آؤ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صاحبِ ارشادِ علیہ جہتھے۔ مرحوم معزز خانہ ان کے ممتاز فرد، شرفائے بکائیر کے محترم، کامیاب اور مامور اکیل اور چیل جگر ہے۔ اپنے شاہ سے والدہ مثنوی قہارِ مہرہ سول سے سرشار تھے۔ میں قبلہ و کعب کے سایہِ مظلمت میں اسی فضا میں پانا اور مثنوی سخن کر رہا ہوں۔" (۱۳۷)

دہان میں محمد حسن سلیمانی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، مولانا نسیا محمد، ایوٹی، اثر عثمانی ہے پوری اور انصار محشر مہاسی امر و ہوی کی تراشیل ہیں۔

نمونہ کلامِ حمد و نعت :

سر اس لئے ملا ہے کہ بحرِ بحر ہو — لب اس لئے ملے ہیں کہ میں ان کا ہم لوں
 لگا اللہ کے گھر سے پہچہ ہم کو ترے گھر کا — ترے گھر سے خبر ہم کو ملی اللہ کے گھر کی
 نہیں ممکن، پہچہ ہمیں ترا ہوش و خرد والے — گمان و ہم سے بالا ہے وہ منزل جہاں تو ہے
 زبانِ قدسیں قاصر، بیانِ انس و جاں قاصر — تری مدد و ثا کیا ہو نہائے وہ جہاں تو ہے
 جس نے خدا کے حکم کو سمجھا جس تو ہو — جس نے خدا کی ذات کو دیکھا جس تو ہو

روح و قلم بچے تھے قلمبرے ہی نام پر — پہلے پہل کھلچا تھا جو نقشہ حسنی تو ہو
کیا پوچھے ہو میری تمنا ، میں کیا کموں — بندہ لہو و میری جتنا حسنی تو ہو
قدموں سے سر اٹھا ، نہ اٹھے گا غلیل کا — قبلہ حسنی ، غلیل کا کعبہ حسنی تو ہو

احسان دانش : احسان دانش شاعر فطرت بھی کہلاتے ہیں ، شاعر مزدور بھی۔ فطرت سے ان کا رابطہ نہ اشاعی اور معرفت الہی کا وسیلہ ، بلکہ شاعر مزدور ہونے کے ذمے ان میں فکر کا اور رخ پیدا ہو جس کا مقصد ہمسامہ طبقوں کی زندگی میں انقلاب لانے اور معاشرے میں عدل و مساوات کا نظام پیدا کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جس کی فکر میں خود انقلاب آفرینی ہو وہ اپنی شاعری اور خصوصاً نظم گوئی کی صورت میں اس بات گرامی ہی کے پیغام کو عام کرتا ہے جو ظلم و غلامی اور دنیا میں آپاؤ جس نے کائنات بھری کو عدل و اخلاق کے جوہر سے آلودہ کیا۔ طبع کی یہی صلاحیتی احسان دانش کو جبہ الہی اور مجائے معنی کی پہچان کی تھی کہ جس نے کافر کی سبب ہمیں اور انہوں نے محمد و نعت کے وسیلے سے اسی اسلامی فکر کو عام کیا۔ احسان دانش کی ایک منتخب نظم اسی اسلوب فکر کا مسدس ہے جس میں محدثہ انداز اور نئے رسالے کے بعد امت کی بے مٹی ، بیکردی اور غفلت پسندی کو دلہلایا ہے اور انہیں اپنے اچانک کے لئے سب سے سول کے اہل کی تعلیم دی ہے۔

دارین کہ چند بند : (حمد)

اللہ میری قدرت کامل ہو کیا ہیں — بندے میں یہ مہل یہ جرات کھلا کہاں
یہ آہیں یہ ہاند سداے یہ نکشیں — ہیں سرسرخ غلا کے سمندر کی بیہیاں
مشرق سے روزِ نیاں آتا ہے آفتاب
مغرب کی سمت شام کو اچلتا ہے آفتاب

نعت :

فریادِ روانے قلب و نظرِ رحمت تمام — مردِ جلیل ، فخرِ مملکت ، ولیّ اہم
تو نے خیال و ذہن کو جتا ہے وہ مقام — ہر رخ کی جبین کے سداے ترے نظام
تو نے عرب کے زندہ جتاؤں کو دم دیا
پہاڑوں کو منصبِ گردوں حشم دیا
اشیا کی مابیت ہے ترے دل پر آشکار — فی الاصل جو ہے حق کی سائنس کا سرور
لوہے کو کل مٹایا ہے انہوں نے راہور — تو پشتِ برق پر شیبہ معراج تھا سور
تھا لامکاں میں جشن ، غوغا تھا مٹا ہوا
ہوا کر رہی تھی زمیں آہن پر

احوال امت :

تواریں قسادی سمات پر چھا گئیں — نغروں میں لہجی کی لہریں سما گئیں
شامیں قسادی ہاند سداوں کو کھا گئیں — مٹھیں قسادی آئینے خانے چھا گئیں
پہاڑوں کی سمت سطر کر رہے ہو تم
یہ سمت قطع و در کسی پر رہے ہو تم

دعا :

اللہ تم کو صائب سیف و سناں کرے — بسوں میں رونِ خالد و طارق روں کرے
 دے کر شعور زیتِ اولیٰ جوں کرے — جو ہم چکا ہے خونِ رگوں میں روں کرے
 تم کو دو رسولؐ = چن نصیب ہو
 تب سے کرے چنے ہو منجھنا نصیب ہو

(۱۰۸)

اے ہے تقدیر یہ لکھ لکھ کا مقام — کوئی انسان و خدا کے درمیان درکار تھا
 حلقہ کو منزلِ انسانیت کے واسطے — نسلِ انسان سے سمیر کاروہں درکار تھا
 محمد تھی تب سے صحرائے رب میں زندگی — حق نے پتھر وہں لہجہ جہاں درکار تھا
 رحمت اللعالمیٰ سے چلے دل کے چراغ — انس و جان کو خیر خواہ انس و جان درکار تھا

(۱۰۹)

دانش میں لوف مرگ سے مطلق ہوں ہے نیاز — میں جانتا ہوں موت ہے سنتِ حضور کی

عبدالعزیز خالد : ملاحظہ ایک ایسے شاعر ہیں جس کی شاعری فکر ہے نئی چند افقوں اور نئی ارفع جہتوں میں بلند پرانی کی آئینہ دار ہے۔ وہ علوم قدیمہ جدیدہ پر نظر رکھتے ہیں۔ قرآن، احادیث، سیر، اور تاریخ اسلام پر انہیں عبور ہے۔ وہ کئی زبانوں سے نہ صرف شاعری کرتے ہیں بلکہ شرفِ لکھی کے ساتھ ان کے افکار و ادبیات کا بھی انہوں نے مطالعہ کیا ہے۔ خالد اور ارقم کے مذہب، ان کے عقائد و مصلحتات، ان کے شعور و لہجہ پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ مختلف زبانوں اور زمانوں کی اساطیر، قصص اور حکیمات پر بھی ان کی تیس نظر ہے۔ فکر و شعور کا یہ سارا ذخیرہ جو ان کی ہیرت کا حصہ ہے وہ ان کے کام آتا ہے اور انہوں نے اسے اپنی تخلیقاتِ ادبی میں صرف کیا ہے۔ ان کی شاعری کے موضوعات کا تعلق نہیں ہر جہت سے ہے۔ جس میں حمد و نعت کا موضوع بھی ایک وسیع فضاء رکھتا ہے۔

ان کی اس نوعیت کی تصانیف میں قاریط، تمنا، مظلایا، ملاحظہ اور مہد و شامل ہیں۔ قاریط ۱۳۸۳ھ اشعار پر مشتمل ایک طویل نعت ہے جو شروع سے آخر تک ایک ہی ردیف اور ایک ہی نظامِ قوافی کے تحت لکھی گئی ہے۔ تمام نعت غزلیہ بیت میں ہے۔ اس میں مولف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف و فضائل، ان کے احوالِ اقدس، ان کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے۔ اس نعت میں لاشع نبوی سے قبل احوالِ عالم کی گویا صورتوں کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

”تمنا“ دوسرا مجموعہ ہے جس میں نعت رسالت مآب ﷺ جو ۳۴ اشعار پر محیط ہے۔ یہ سار رسول کے نعمات سے متعلق ہے۔ بعد میں آشوب نگاری کا انداز پیدا ہوتا ہے۔ امت کے اجتماعی احوال کی روشنی کا ذکر، امت سے لے کر خواست اور رجوع الی اللہ والی الرسول میں امن و نجات کا بیان ہے۔ یہ فخرِ مروت ہے اور اس میں جن قوافی کا التزام ہے، اس کے سبب اس نعت کو ”قصیدہ حصیہ“ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ حسن کا کوہی کا ایک قصیدہ ”لامیہ“ ہے۔

تیسرے مجموعے مظلایا میں مختلف نعتیہ نظمیں ہیں۔ آخری بارہ نظموں میں یہ حسن رکھا گیا ہے کہ سب کی ردیف محمد ﷺ ہے۔ سب کی ہر

ایک ہے۔ اور ہر نظم میں قوافی کا نظام دوسری قسموں سے مختلف ہے۔ اس تشکیف میں بھی فضائل عمری کے کلام اور اجتماعی احوال امت کا ذکر اور احساس و دعا کا اسلوب ہے۔

بالا میں نہیں بھی ہیں اور چند و قدو نظمیں کی نسبت بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس کتاب کا ایک انسانی حسن یہ ہے کہ اسے شاعر نے بے انداز کتاب اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ یہ جہاں ایک نیا تجربہ، نظامی ہے وہیں خالد کا اپنا حسن خط بھی اپنی بہادر نگار ہے۔

مہدو میں ایک طویل نعت ہے جس میں مسدس صافی کی جو، فعلوں فعلوں فعلوں استعمال کی گئی ہے لیکن خالد کے ذوقی اختراع نے یہاں بھی لطف پیدا کیا ہے اور اس بحر کے لوگان کو گموش کر کے اس شعر کی تخلیق کو نظم آزاد کی صورت دے دی ہے۔

طالب طالب غزلیہ بیت میں کئی کئی ۳۰ نعتوں پر مشتمل ہے۔

وہ تمام مجموعوں میں ایک نئی جہاں تو یہ ہے کہ ہر ذوق و محور اور دلیق کے استعمال میں اپنی ہمدست طبع کے جوہر دکھا کر خالد نے ان کو جہاں اپنے اسلوب کی نظر لویت کا ایک خوب صورت ثبوت فراہم کیا ہے وہیں جاری اور سامع کے ذوقی ذوق اور احساسی شعری کی آسودگی کا سامان بھی پیدا کیا ہے دوسری خوبی یہ کہ اس نوع کاری نے اہل مطالعہ کو یکسانیت کی فصاحت سے اہل نہیں اونے دیا۔

خالد کا اسلوب شاعری اور قصود اسلوب مہدو نعت کوئی سب سے ہدایت ہے۔ وہ یہ چار ذوق، بے ہوش، کے انداز میں ملے کرتے ہیں۔ ایک تو ان کے یہاں علمی و ادبی اصطلاحات کی کمزورت نے ان کو سب سے تمیز کر دیا ہے۔ دوسرے اساطیر و تسمیات کے استعمال کے سبب دوسروں سے ممتاز ہیں۔ تیسرے انہوں نے اپنی مہدو نعت میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں کو آخرت اور سمیت ہے تعلیمی سے باہر لے لیا اور انہوں نے استعمال کیا ہے۔ عربی زبان کے حوالے سے دو قرآن، حدیث، قدیم کتب اور قدیم اساطیر کی تسمیات استعمال کرتے ہیں۔ اپنے مواقع پر کہیں کہیں غریب الفاظ تقسیم میں مائل ہوتی ہے۔ اسی طرح فارسی زبان کے وسیع سے وہاں کی تسمیات، استعارات، تسمیات کا استعمال اور ان سب سے ہٹ کر یہ کہ ہندی الفاظ کا بے ساختہ استعمال اور اس حوالے سے کہیں کہیں مہدو نعت میں ہندی انسانی آمیزش، جس میں ہندی لہجہ کا کچھ عنصر شامل نعت ہو جاتا ہے۔ ان کی زبانوں کے استعمال سے کہیں تو خالد کی تخلیقی مہارت کے سبب ہر کی اور تخلیقی دور نے تجربے کی عظمت کا احساس ہوتا ہے لیکن کہیں یہ لسانیاتی تجربہ تقسیم و تریل کی راہ میں مانع ہو جاتا ہے۔ اس اہل ذوق خالد کے یہاں عربی دشمن کے بے غماض استعمال یا ہندی عنصر کے بے جاہل کو ان کی مطالعہ شعری میں مائل سمجھتے ہیں اور اسے ابلاغ کا مسئلہ مانتے ہیں۔ تاہم اس میں یہ پہلو لائق ستائش ہے کہ خالد نے مہدو نعت میں ایک منفرد تجربہ کیا ہے جس کے وہ مختصر بھی ہیں اور خاتم بھی، کہ نگاہ ان کے اسلوب کی تخلیق آسان کام نہیں ہے۔

خالد کے اس تخلیقی عمل کا ایک اور رخ سے جائزہ بھی ضروری ہے کہ انہوں نے اس وسعت پسندی اور محید افق پر وازی کی بدولت ہمارے یہاں مروج مہدو نعت کے حوالے سے حضور علیہ السلام کی محبت، اطاعت، سیرت طیبہ، تعلیمات مقدسہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ علوم و فنون، تاریخ و تمدن، تہذیب و معاشرت اور ثقافت و ادب کے بے شمار موضوعات کو اہل مہدو نعت کر کے نیز اسے سب مسئلہ کے مروج و ذوالی کا آئینہ بنا کر اس صنف کو دور وسعت بخشی ہے جس سے وہ پہلے میر دور و درندہ امن نہ تھی۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ خالد کی مہدو نعت کے حوالے سے ان کے جاری کو علوم و فنون ماضیہ کی بدولت اور حفظ قرآنی کا سامان بھی فراہم ہو گیا، خصوصاً انہوں نے جبکہ مسلمانوں کو معلومات قدیم سے غافل و غیبت نہیں ہے۔ گو خالد کے وسیع کیوس میں تخلیقی عمل نے مسلمانوں کے ذہنی اور ادبی ذوق کی بھی تسکین کی اور ان کی علمی بھیرت میں بھی اضافہ کیا۔ خالد کا ایک امتیاز، جو ہمارے موضوع مطالعہ سے متعلق ہے۔ یہ ہے کہ وہ ایک صاحب بصیرت اور با شعور شاعر کی طرح فارسی شعری روایت سے اثر پذیر بھی ہوئے اور اس روایت پر اثر انداز بھی۔ جب وہ عربیت سے دلالت ہوتے ہیں یا ہندی انشا اپنی مہدو نعت میں پیدا کرتے ہیں تو ان کے یہاں فارسی روایت سے گریز

کار خیز ابو جہا ہے۔ لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ فن "اختراعات" کے بہرہ واری امتثال اور "تجسس" ہی اپنے شعری اظہار کے لئے پسند کرتے ہیں اور قاری کے مشققات و محاذات کو اپنے شعری دامن میں سمیٹے رکھتے ہیں تو ہمیں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہ اسی گھستان کی فضاؤں میں کھوپڑیاں ہیں، البتہ کبھی کبھار پرواز کی کوئی نئی سمت اختیار کر لیتے ہیں لیکن وہ بہرہ و قاری روایت کی خوش فعل انہیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور اگر ہم "مختصر خاتمہ" کو قاری روایت سے منحرف بھی قرار دیں، جب بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ فن کی اس بہت پسند کردہ روش کا اجمال ہمیں کیا کیا اس لئے وہ اس روایت گریز روش کے مبدع بھی ہیں اور خاتم بھی۔

فن کے مختلف مجموعوں سے مہر و منت کے نمونے، قاری خلیفہ

میں فرشتہ زمیں ہوں تو سب سے	میں سامانوں کا مہماں تو موج ہوا ہے
شیشا لولاک و مولائے سدرہ	تو میرے تجلیں سے بھی لارا ہے
تری ذات لعل بنی نوع انساں	تو صلہ علی میرے لعل خدا ہے
سنی ہم معبد سے تعریف تیری	ہست تجھ سے ملنے کو اپنی ہاجتا ہے
وصیم "لسمہ" حیدر دعبج	اسے دیکھنا اشراق و فضا ہے
میں شہدوں کی چٹائی میں چروں کی دای	تری جستجو مجھ کو صبح و صبا ہے
نیشے کنول، نین کبرالے تیرے	پسپا کر نظر دل تجھے دیکھتا ہے
میں جو گن بدگن میں کھلی کینی	تو سر تاج میرا، مرا دیوتا ہے
وہ میرا صدف، پرہیز، گسائیں	سلوا ہے، کجدار ہے، سالوا ہے
تو دھپک، میں کابل، تو درہن، میں سید	میں کالک تو پرمخت کی لالما ہے

(۱۵۰)

مناسبتا :

مطالع آدم و اہم، متاع لومع و قلم	محمد ﷺ ہی محبوب کبریا صلعم
محمد اٹھ کن نکال کا صدر نشین	محمد ﷺ افسر آفاق و سرور عالم
وہ عہدہ وہ رسول وہ اسرار احمد	کتاب و حکم، نبوت کا خاتم و خاتم
ہے جس کا وصل، ہاں کان خلا قرآن	نور ہر جہت سے ہے فہم و مقہم و الفہم

(۱۵۱)

حطایا :

غریب و درد مند، سوخت جاں یا رسول اللہ	میں خاتم ہوں ترا لونی شاخوں یا رسول اللہ
خمن میرا معنوں ہاہم این شست ممدی ہا	ہام شہد ہازک خیالات یا رسول اللہ
کالا تو نے میری جان کو ہاتال کی تے سے	ہے سلا بعد نسل تیرا اصل یا رسول اللہ
ہو میرا شعر صدق نکتہ فیہ من رونی	ہے یہ شمع مجھ کو بھی فروزہاں یا رسول اللہ

(۱۵۲)

ماہنامہ :

تو ہے مری جبل المہیں . تو عروۃ الوحی مرا — اے محسن انسانیت اے بحر صدق و صفا
اے مہر لطف و عطا اے مصدر جود و سخا — کان مینا . جان دقا . شان عطا . آن دلا
رجب الذری . شانی الصدی . طیب الندی
غوث . الوری . مجم المصی

روح و روان جزو نخل
سر و بحر جمع رسل
اے صاحب میر نزل
شمع سبل . ختم رسل
عشق تمام و عشق کل

(۱۵۲)

حصہ :

ہے بے نیاز عاقبت وہ ذات ہے بہتا — صفات و ذات میں بکسر منزہ و یکسا
قہم حمد و ستائش اسی کو ہے زیبا — وہ جس نے کن سے کیا کائنات کو پیدا
جو جس نے دے کے مذاق قبس اشیا — کعبہ فہد کو سوچی خلعت دنیا
بدی ارض و سما لا الہ الا اللہ
اسی کے فیض سے فرش زمیں ہے طلع آسا — فضاے گلشن ایجاد ہے نشاط افزا
اسی کا نام ہے درد زبان موج ہوا — اسی کا تذکرہ کرتے ہیں المہ نطق و لوا
شمیر ذوق ترنم ، طہور نغمہ مرا — بیش پرستے ہیں سبحان ربی الاعلیٰ
اسی کا حق ہے ثناء لا الہ الا اللہ
وہ وہب انس و جان ہے جل جلالہ — سبحان و مستعان ہے جل جلالہ
بے کیف و کم الان کا کان کے بے صف — روز اس کی نور شان ہے جل جلالہ

(۱۵۳)

حقیقت صاحب : حقیقت صاحب نے حقیقی تنیدی اور حقیقی تیزوں سطح پر اردو حمد و نعت کو ایک گراں قدر سرمایہ حکم پہنچایا ہے۔ ان کے نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱

ہیں۔ ان کو دیکھ لیجئے یا ان کو پڑھ لیجئے وہ ایک حبیب مجسم اور ایک نعت مشکل ہی ہوں گے۔ حنیف تائب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں جذبہ تحلیل ہیں اور یہی محبت ان کے فن کے اسباب سے جلوہ گر ہے۔ محبت نہ لائیں، ان کا مر کو جاوے ہے اسی نسبت سے ان کے جذبہ فکر کو تحریک ملتی ہے اور وہ اپنی تخلیقات میں اسی محبت کے مبلغ ہیں۔ حنیف تائب کی نظر میں تمام جہانوں کا طالع دور و شہنشاہ ہے جو اس مرکز محبت سے پھوٹتی ہے۔ ان کے عقیدے دنیا کے ہر درد، ہر مرض، ہر آشوب اور ہر لاشعل سے کام لے لیا اسی مرکز محبت سے اسکی ہے۔ دنیا میں امن، عدل، نظام اخلاق و اقدار کی بحالی اور فروغ اسی مرکز محبت سے ممکن ہے۔ حنیف تائب کا ہر شعر اسی محبت کا تصور ہے۔ اور ان کی حمد و نعت کا اساسی بیقام یہی محبت ہے۔

حنیف تائب کے یہاں توصیف و ثناء کے علاوہ اہل حق و انصاف کا مضمون بکثرت ملتا ہے۔ ذاتی الم ہو یا اجتماعی مصائب یا انسانی سح کا آشوب، وہ سب کی مدد و امداد طلبی اور چارہ جوئی اسی بارگاہ الہی اور اسی در رسالت سے کرتے ہیں۔ محبت نے ان کے دل کو گدافتہ کر دیا ہے۔ ان کا لہجہ اسی گداز سے نکلتا ہے۔ ان کے حرف پر شگفتہ ہونے کا گمان گزر تا ہے۔ حنیف تائب کی حمد و نعت میں اور ایہ بھی ہے جس میں بحال محبوب کی آمینہ دہری ہوتی ہے اور وہ در شہنشاہی ہے جہاں قرآن الہی اور سیرت طیبہ اپنے اندر بہ نسبت انسانی کا منشور رکھتی ہے۔ عالم بشریت کی بھلائی خیر البشریت کی اخلاص و اجراع میں پوشیدہ ہے۔ حنیف تائب کے یہاں مجبوری کی ترپ کے ساتھ ساتھ ماضی و حضور کی مشائقان مضامین، ان کی نعت کا ایک اور دنگد از اور دل کشدراخ ہیں۔ ان کا کلام فکر اور ان کا اسلوب شعری حمد و نعت کی جدید حیثیت کو اپنے امن میں لئے ہوئے ہے۔

ریاض مجید کے قول: "پاکستان اور ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کا اندازہ جس شانستگی سے ان کی نعتوں میں ملتا ہے، دوسروں کے ہاں نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کی ذہن بحالی پاکستان میں سیاسی اشتداد، اخلاقی و مذہبی قدروں کی پامالی سے لے کر مسجد اقصیٰ کے ماتم، افغانستان میں روسی جارحیت پر عالم و فریاد کے جو مضامین تائب کی نعت کوئی میں ملتے ہیں ان کے سبب نہ صرف تائب کے فن بچہ منف نعت کو وسعت ملی ہے۔" (۱۵۵)

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کی رائے میں "فکر و فن کے اعتبار سے حضرت تائب کی فننیات کے کئی اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ ازل کی نعتوں میں انہیں مشفق رسول عطا ہوا اور نعت گوئی ان کا مقدر قرار پایا ہے پھر اس عظیم کام کے لئے جو صلاحیت انہیں ملی ہے وہ محض علیہ ربانی ہے۔ جو ان کی کرامت کی بڑی دلیل ہے۔ ان کے کلام میں مضامین کی رنگارنگی، بیان کی سادگی، الفاظ کی فراوانی، ترکیب نعت کی جلالیت، مروجہ جہروں کا حسن انتخاب، نئی جہروں کے تجربے، مشکل اور طویل ردیفوں کی جدت، تشبیہات اور استعارات کی ندرت اور نور علی نور شاعر کے لیے کا انکسار اور خیالات مند لہجہ، یہ سب مل کر ان کے کلام کی لفظی اور معنوی خوبیوں کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔" (۱۵۶)

حمد :

حمد کب آدمی کے بس میں ہے	—	ایک حسرت نفس نفس میں ہی
فکر کیا سوچ کر ہے بال کشا	—	جس کی پرواز ہی قصص میں ہے
و جہاں جس کے تابع فرماں	—	کب کسی کی وہ دسترس میں ہے
اس کی مومن کرم سے ہی تائب	—	زیست کی لہر غار و نفس میں ہے

نعت :

و ہادی جہاں جسے کہئے جہاں خیر	—	نسبت سے اس کی میرا وطن ہے نشان خیر
اس کا پیام انس و موافات و روح ویر	—	اس کا حکام لہلہ و مساوات جان خیر
و بارگاہ جہاں سے لہو جہد نیا	—	نوع بشر ارمغان خیر

حصہ :

آسرا حیرا مجھے کیا کم ہے — صبریں تو ہے تو میر کیا کم ہے
 مجھ سے عاصی کا کھرم ہے تجھ سے — شاخِ نعید میں تجھ سے کم ہے
 ہے سزلوارِ عبادت تو ہی — تجرتے دربار میں ہر سرِ کم ہے
 حیرا محتاج ہوں میرے مولا — جان میں میری جہاں تک دم ہے
 تیرے در پر ہے ہوائی حافط — اس کو سو طرح کا داتا کم ہے

نعت :

ہم نہانے سے جدا رنگ بنا رکھتے ہیں — نظمِ مجبوری طیبہ کا ہرا رکھتے ہیں
 اپنا ہر لکھِ حضوری میں ہر ہوتا ہے — ہر گھڑی سانسے طیبہ کی لٹکا رکھتے ہیں
 جو قضا ہوتی ہے تا حشر سکوں کی شامیں — شہرِ طیبہ میں تمناے قضا رکھتے ہیں
 قریب سرکارِ عظمیٰ کی لذت سے جو سرشار کرے — دل میں ایک ایک کنکِ اہلِ وفا رکھتے ہیں
 قول ہے ہادیِ اعظم کا بھیرتِ افروز — صاحبِ عقل ہیں جو خوفِ خدا رکھتے ہیں
 حشر کے روز یہ عیش کا وسیلہ ہوگی — دولہا احک کو دامن میں چسپا رکھتے ہیں
 ہم کو اللہ نے عقی ہے سعادتِ حافط
 شعر میں طرزِ نئی ، فکر نیا رکھتے ہیں

(۱۱۳)

حافط لدھیانوی کو حمد و نعت میں بعض امور میں لایت حاصل ہے۔ انہوں نے گراں بردار سال فرمایا، جس کی ہمیں نقلِ ضمیرِ مکتوبات میں شامل ہے۔ اس طرح ہماری مکتوبات کو سب اقبال حاصل ہوئی۔ انہیں شرفِ لایت ان امور میں ہے۔

- ۱۔ جن میں یہ مجموعے صرف حافط صاحب کے شائع ہوئے ہیں۔
- ۲۔ ہندو متورہ کے انہیں ترائے لکھے۔
- ۳۔ نعتیہ قطعات کتابی شکل میں شائع ہوئے۔
- ۴۔ نعتیہ رباعیات کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔
- ۵۔ نعتیہ ساقی نامہ انہی کا شائع ہوا۔ (نعتیہ حصہ ص ۱۴ تا ص ۳۱)
- ۶۔ محمدیہ ساقی نامہ جو ایک سوا شعر پر مشتمل ہے۔ (ذوالجلال والا کرام میں)
- ۷۔ الحمد و نعتیہ دیوانہ انہی کے بکثرت تہکاتِ قلمی ہیں۔

راخ عرفانی : راخ عرفانی جدید نعت گوئی میں ایک نمایاں نام ہے۔ راخ کے یہاں حمد و نعتِ غزل کے آئینے سے جلوہ دار ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کے حمدیہ اور نعتیہ کلام میں جذبے کا مضربِ بہت زیادہ ہے اور اسی لئے حمد و نعت ان کے داخلی محسوسات اور کیفیات کو دکھائی اور دل کشائی کے ساتھ حضورِ عظیم کے راخ عرفانی کے یہاں فن کا کلاسیک چاٹ پایا جاتا ہے لیکن جدیدیت کا رنگ وہ بھی ان کے یہاں سامانِ کیف و لطف فراہم کرتا ہے۔ وہ دینی شعور

سے میر دور ہیں اس لئے وہ عصر حاضر کے اضطراب و آشوب کا حل ان اخلاقی اقدار میں پاتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے آئینہ چہریت سے فیدہ ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی فرماتے ہیں۔ "راخ اسلام کے والہ و شیدائی نہیں، عملی زندگی میں دین کی ضرورت اور اہمیت کے علاوہ دور حاضر کی لاجری کا ادھر علاج بھی اسلام ہی کو جانتے ہیں۔ ان کا دینی جذبہ فکری و تحقیقی کا حامل ہے اور یہی زاویہ ان کے سیاسی تصورات میں بھی جاگزیں ہے۔" (۱۶۴)

نعت :

نعت لکھوں کہ در تہ و ثنا ہزاروں — ہر مقالے کا ترے ہم سے آغاز کروں
 کر کے منسوب تری ذات سے کچھ لفظ نئے — اپنے ہر چیز حوالوں کو سرافراز کروں
 یہ تحفیل کی ازائیں بھی ہیں عشق تیری — خاک سحرابوں مگر جانہ پہ پرواز کروں
 سنگ کے پیٹ میں اک کرم کو پالا تو نے — کیا قلم بند ترے لطف کے انداز کروں
 سر بلند اتنا کیا مجھ سے فرومایہ کو — کم ہے جتنا بھی ملاؤں پہ تری باز کروں

(۱۶۵)

نعت :

عالم تکمیل کے شہر کھلے — اختر توصیف ذخیرہ کھلے
 چاہب شہر ہی پرواز ہو — اور مقدر کے نقش کا گر کھلے
 لب پہ آیا ہم محبوب خدا — رقص ہادی کے لاکھوں در کھلے
 ارضی لعل کے سفر کی دلکشی — ہر قدم پر لعل کے مہر کھلے
 نعت رابع نامکمل ہی رہی — گو ہزاروں فکر کے جوہر کھلے

(۱۶۶)

اعظم چشتی : قذائے روح، رنگ و نور، میر اعظم کے مصنف اعظم چشتی جوں نعت خوالی میں شہرت رکھتے ہیں وہیں نعت گوئی میں ممتاز اور ممتاز ہیں۔ نعت خوالی میں ملک کے بلائے نعت خوالی میں سے بار اور امت یا بواسطہ فیض باب ہوتے رہے۔ اور اس فن نے ان کی سر پرستی میں بہت فروغ پایا۔ نعت گوئی میں وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی منزل کی جانب گامزن ہیں اور عوامی مقبولیت نے انہیں کسی خوش گمانی میں جکڑائیں کیلئے وہ اپنے فن کی دہر مشافہی کرتے رہے۔

ایک ایسا شاہرہ نعت کہتا بھی ہو اور اسے فن سے بھی لو کر جابو وہ نعت کی اثر آفرینی کے حوالہ دنا ضرور ایک رکھتے ہوئے اسے چاہب تر مانتا رہتا ہے۔ چنانچہ اعظم چشتی اپنی نعت جب خود لو کرتے تو اس کی کیفیات سے لطف اندوز ہوتے اور اپنے فن میں دلہندہ برائی کے کو لب اختیار کرتے تھے۔ ان کے بریل و سب موضوعات ہیں جو محبت رسول ﷺ کا صدق ہوتے ہیں جن میں توصیف جمال و کمال و محالیت کے علاوہ آشوب ذات، آشوب حمد اور آشوب کائنات، سبھی شامل ہیں۔

مذہب چاہب لکھتے ہیں : "نعت میں حمد اعظم چشتی کی فکری و روحانی رسائیوں کا گہرا تذکرہ کیا جائے ان کی نعت میں ہر ذائقہ اور ہر حسن

موجود ہے۔ عوامی جذبات کی ترجمانی بھی ہوئی ہے، سو فیان اور فلسفیان ہی نہیں، ماسٹرانہ بعد قلمدانہ رنگ کی جھلک بھی ملتی ہے۔ ذات و صفات رسالت مآب ﷺ سے وابستگی کا انکار ادب آشنا لہجے میں ہوا۔ یوں ان کی نعت کا ایسی روایت ہو رہی کہ ہدیہ کا ایسا امتزاج ان کو سامنے آئی ہے جسے دور آنکھ میں بھی معیار مانا جائے گا۔" (۱۶۷)

حصہ :

اے خدائے جمال و تربائی --- تو ہے تیری عالم آرائی
تو کہاں ہے، کہاں نہیں ہے تو --- تو حیرت ہے تپ گویائی
سب میں موجود اور سب سے جدا --- دن کیجئے یہ راز حشائی
پارو پارو قبائے استدلال --- ریخو ریخو ہے دام جویائی

(۱۶۸)

نعت :

کیا محبوب شان مصطفائی ہے --- تپتے جس پہ کبریائی ہے
اس کا سایہ چھا لیا حق نے --- جس کے سایے میں سب خدائی ہے
کوئی پہنچا وہاں نہ پہنچے گا --- جس جگہ تک تری رسائی ہے
مگر مقبی نے کر دیا بیم --- میرے آقا تری وہائی ہے
تیری رحمت نے یا رسول اللہ --- کس کی بھڑائی نہیں بھائی ہے
ذر دل پر کرو نہ اے اعظم --- جانتے ہو یہ شے برائی ہے

(۱۶۹)

راز کا شمعیری : راز کا شمعیری اسلام و ایمان کی سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور ان اخلاق کی تصویر تھے جو دین اسلام کا مقصود و مقصد ہے۔ یہی اسلوب ان کی نعت کا ہے۔ وہ خود شریعت محمدی کے تابع تھے اور ان کی نعتوں سے بھی یہی پیغام مترشح ہے۔ ان کی نعت کے متنوع موضوعات ہیں لیکن ہر ایک حقیقت محبوب :

"مہر بہ حضور، جذبات کا جانب طیب سفر، کیفیات حضور کی اور ذکر مدینہ و مہر حرم کی نعت کا محبوب موضوع تھا۔"
راز کی حمد و نعت کا اسلوب سادہ و لور و دل نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے انکار شمعیری کے لئے عموماً غزل کی وسعت اختیار کی ہے۔ ان کے مجموعے کا ہم ہے "نوح بھی تو قلم بھی تو"

حصہ :

ارض و سما میں مہر سرا رب ذوالجلال --- رب عظیم، رب علی، رب ذوالجلال
ہر دل میں تیری شان جلالت کا اعتراف --- ہر لب پہ تیری مدح و ثناء رب ذوالجلال
حاضر ہے راز لب پہ دعائے کرم لئے --- ہر حرف استقبال ہو یا رب ذوالجلال

نعت :

لطفِ دہمِ مصطفیٰ آتا رہا — مہنِ ہل میں چاند لہراتا رہا
روح میں چاکر کی گھیاں بھی نکلیں — آنکھ میں سداں بھی لہراتا رہا
وہ لٹائی کے لئے ہر موزے — اسوۂ خیر البشر آتا رہا
دلِ حنائی میں ان کا ذکر خیر — رنگ ، خوشبو ، نور برساتا رہا

(۱۷۰)

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی : مشفقِ نبی کی نعمت اور دلتِ علم و شعور سے بالائے شانِ نظیر لدھیانوی کے مجموعہ نعت
”اکتوبہ“ کے دیباچے میں سرزائے منور رقم طراز ہیں

”ان کا نعمت نگاری میں شگفتہ قلبی واردات کا آئینہ ہے۔ حضرت نظیر کے کلام میں دلتِ اسلام پر مدح و ثناء، مسلمانوں کے ساتھ ملامت اور دلی اور مسلمانوں کی تکلیف پر بے جا انتقاد سب جوت ہے اس امر کا کہ شاعر کو حضور نبی اکرم علیہ السلام کے ساتھ دلی عقیدت ہے اور اسلام، مسلم اقوام اور مسلمانوں کے حضور نبی اکرم کی نسبت سے مزین ہے۔ حضرت نظیر کی یہ روش مولانا حالی، حشر کاٹھیری، مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کی روش ہے۔

نظیر لدھیانوی کی حمد و نعت جمالی ادبی ادب کے خزانے کا گہرا جواہر ہے اور ہمارے قومی و وطنی سرمایے کی بھی بیش قیمت دولت ہے۔

نعت :

کس سے ہو عرضِ مالِ حیرے ہوا — کس سے کچھ سوالِ حیرے ہوا
کر کے کون اے خداے کریم — زلم کا احوالِ حیرے ہوا
عاصیوں کا جس قیامت میں — کوئی پرسانِ حالِ حیرے ہوا
بے کسوں پر جب آتی ہے آفت — کون دیتا ہے مالِ حیرے ہوا

نعت :

اے خاتمہٴ خاندانِ رسل و لقبِ دعا ہے — امتِ نری محتاجِ مراحات و عطا ہے
ظلم ہے وہ اور تو ہے رحمتِ عالم — دونوں سے محبت ہمیں امیدِ فزا ہے
جنت سے تجھے کہتے ہیں صادق اور نیک سب — تو صدق و نیکت میں رہیں الاما ہے
ہے سر پہ ترے سبج و طعنا تک ذکرک — کب اور کسی شخص کو یہ رجا ہے
تو غیب پہ کھڑے نہیں اور غیب کا شاہد — تو فرش پہ اور وحشِ نظرِ عرشِ علی ہے
شاموشِ نظیر اور نہ دے طولِ سخن کو — لوگوں نے ترا زورِ قلم دیکھ لیا ہے

(۱۷۱)

ذاتِ حرمِ حمید صدیقی : جن کی فطرتِ پاک، عاشقِ رسول کے قلبی محسوسات اور باطنی جذبات کی ترجمان ہیں۔ کیفِ سستی اور جذبہٴ امتداد میں
ذاتی ہوئی اور شکاری سے لبریز ہیں۔ جن نعتوں کا انداز سر اسرارِ اعلیٰ ہے۔ وہ گویا دنیا دنیا سے بے نیاز صرف حبیبِ رسول ﷺ، پیارِ رسول ﷺ

اور اگر رسول ﷺ میں خود مستغرق ہیں۔ مصر جہ کی نعت گوئی میں سوز و گداز عشق اور جذب و محال کی کیفیت نے ان کی نعتوں میں ایک شان و مغروریت پیدا کر دی ہے۔ ان کا مجموعہ ”گہا کتب حرم“ ہے جس کے فیض و عظمت میں عبدالمہد و ربیہادی کہتے ہیں: ”ہر میں موماروں اور کلفت زبان صاف و سادہ، مضامین افریق و نلو سے پاک، کلام جاندار انا کا گویا صلف کا لہر پر چھپا ہوا آئین، نرند و زری روح شاعر کی زبان سے ترنم کے نیچے میں اور ابورہا ہے اور دل کا شوق نیاز ہے کہ لہا پڑتا ہے۔“

سید سلیمان ندوی تقریباً میں کہتے ہیں: ”ان کی فطرت صاف و باجمہ و کثرت ہو شیار کی رازدار ہے۔ اس لئے ان کے چارے کلام میں ایک شعر بھی ایسا نہیں مل سکے گا جس میں صوفیہ و ادب کا پوری طرح احرام محفوظ نہ رکھا گیا ہو۔“

سید صدیقی کے یہاں غزل کے عصر میں بھٹی ہوئی معطر نعتیں ہیں۔ اکثر نعتوں میں حضور کی کیفیت، حرمین شریفین کے مناظر اور وہابی کے بعد آتش فراق کی شعلہ سامانیاں ہیں۔

نعت :

چلے ہیں جہاں ارض حرم لرزیدہ لرزیدہ — محمد اسطی خاں اور ہم اندیدہ اندیدہ
 پردہ رنگ رخ ہے، شب فم لطیفہ لطیفہ — نظر دزدیدہ دزدیدہ قدم غزیدہ غزیدہ
 سکون قلب کی لہروں سے یہ محسوس ہوتا ہے — کوئی ہے مائل لطف و کرم پوشیدہ پوشیدہ
 عجب ہنرمندی ہے اقتبہ رخصت سب کے چہروں پر — جسے دیکھو دہش ہائشتم نم اندیدہ اندیدہ
 عید اک خاص کیفیت میں ہے بحر غزل خوانی — لئے ہاتھوں میں گہا کتب حرم نازیدہ نازیدہ
 جو دیکھنا چاہا تھا دہش دیکھ رہے ہیں — یعنی حرم پاک نیا ﷺ دیکھ رہے ہیں
 یک نرند، رشیدہ و یک جلوہ ہے رنگ — سنے ہیں کبھی اور کبھی دیکھ رہے ہیں
 خود حق کی نعر پڑتی ہے اب دیکھئے کس پر — یوں دیکھنے والے تو کبھی دیکھ رہے ہیں
 احساس ما ہوتا ہے پہنچتے ہی حرم میں — جیسے کہ رسولِ حرقی دیکھ رہے ہیں

(۱۷۲)

احمد ندیم قاسمی : احمد ندیم قاسمی مصری جبریت کا جو دم عمل ذہنی طور پر قبول کرتے ہیں اسے ایک دردمند و حرمداشت کی صورت میں بہادر رسول ﷺ میں پیش کر دیتے ہیں۔ دولت و اقتدار پر قابض جو طبقہ اپنی قوت کے متقی استعمال سے عوام الناس کو تمام حقوق زعمہ گانی سے محروم کر کے کیزے کمزروں کی تعداد میں لے آتا ہے، اس کچلے ہوئے انسان اور اس کی مظلوم و تجور انسانیت کے سارے آشوب اس داستانِ دور میں شامل ہوتے ہیں۔ قاسمی کی نعت اسی انسانی دکھ کا اظہار ہے۔ شاعر کا مان ہے، اعتماد ہے، اعتبار ہے و در محنت قلب ہستی جو ان آلام انسانی کا دلوا کر سکتی ہے۔ کہیں کہیں حضور علیہ السلام کی شفقتِ عظمیٰ کے لئے قاسمی صاحب نے مودب گھ گزاردی کا لہجہ اختیار کیا ہے۔

قاسمی صاحب کے نقطہ نظر بہت عقیدہ ایمانی کے مطابق حضور ہی ہوئی انسانیت ہیں، حضور ﷺ ہی کی سیرت اور اسوۂ حسنہ میں انسانیت کے لئے منشورِ عمل و امن و محبت ہے اور حضور ﷺ ہی کی نگاہ کرم پر ہماری سعادت و نجات و آخرت کا درود ہے۔ قاسمی صاحب کے یہاں فنی اور معنوی محاسن سے اگر استنعت، آفاقی موضوعات و مسائل کو اپنے دامنِ اعتدال میں سمیٹ کر اور دردمند لہجے میں بیان ہو کر نعت گوئی کے سفر کی ایک نرغہ منزل سے نمودار ہوتی ہے۔

حصہ :

اے خدا

میری دعا ہے

کہ میں جب تجھ کو پکاروں

تو میری رات کے ہاتھ پہ

ترے ہم کا سورج

دیکھے

..... اے خدا

میری دعا ہے

کہ تو افلاک سے اکسپا

ہیں اکسپا تر کر

میرے سحر آؤں پر

اوس میں بھیجے ہوئے ہزار نور ستی مانند

میری ہمہ نظر تک

دیکھے

نعت :

ہوں تو ہر دور ممکن ہوئی نیندیں لایا —
 تو جب آیا تو مٹی روح و بدن کی تفریق —
 جن کو دھندلا گئے صدیوں کی غریبی کے قہار —
 لہر مرمر سے شیشہ نے از دام فرد —
 کتنا احسان ہے انسان پہ تیرا کہ اسے —
 مرے حضور اسلام و دود کے ہمارے —
 مرے حضور میں بچ جاتا رہوں چین —
 میں قلمتوں میں جلی کی جب دہائی دوں —
 قہدے ہم کا تھا جنہیں سدا تھا —
 مرے حضور اسی نور کے سدا ہے —
 شہبہوں کے قہدے کھوں تو کیسے کھوں —
 مجھے خبر ہے قہدی کھو ہے مجھ پر —

تیرا پیغام مگر خواب نہ ملے پاتا —
 تو نے انساں کے خیالوں میں سو دوزیا —
 ان خود غافل کو سونے کی طرح پکایا —
 تیری کنیا کو جو دیکھا تو بیت شرمایا —
 اپنی گنہگار کو کردار مٹا آٹا —
 کئی گلی بھی کروں گا کہ درد مند ہوں میں —
 مری زبان پہ رکھتے ہیں لوگ اکلے —
 تو میرے سر پہ دستے ہیں آہنی ہمارے —
 قہدے ہم پہ قہنے گئے ہیں بے ہمارے —
 میں تیرگی میں الجھ کر بھی مسکراتا ہوں —
 دہوں لیوں پر قہدا ہی ہم پاتا ہوں —
 اسی لئے تو میں شعلوں میں غیر جاتا ہوں —

مظفر وارثی : حضرت محمد ﷺ کی تعلیم جس ازل سے ہدایت نکال دیا وہ مکالمات کے ہوتے ہیں۔ ہر نئے حضور علیہ السلام کی نبوت کے دلائل جلال و جمال کی گرفت میں ہے۔ ہر ذرا کائنات حضور علیہ السلام کی تعلیم و ہدایت کا شام ہے۔ اور حضور ﷺ کا ذکر کر کے ہی تو ان سے کوئی گزرتا ہے۔ مظفر وارثی کا اسلوب نعت بھی ایک ایسے ہی جلال و جمال اور عظمت و رفعت کا حامل ہے جو حضور کی ذکر و تعریف کی تمام ترکیبوں کے لئے ایک موزوں اور کامل وسیلہ ائمہ ہے۔ مظفر کی نعت حضور علیہ السلام کی نبوت کی ہر جہت اور ہر گیر کی ایک شیعہ ائمہ کے لئے کر سائنے آتی ہے۔ ان نعتوں کے غیر و غیر میں مشن رسالت کا گہرا ہے۔ حسن عقیدت اور لب کی اعلیٰ اقدار و احترام سے ان کی نعت و جو دہانی ہے اور میرت ائمہ کی ایک ایک اور ان کے نعتیہ اشعار سے جلوہ نما ہو کر فرو کی تفسیر نفس، معاشرے کی تعمیر اور ہر عالم انسانیت کی ہدایت کا چرچا روشن کرتی ہے۔

دیباچہ مجدد مظفر کی نعت پر ایک اور رخ سے بات کرتے ہیں :

"مظفر وارثی نے اردو نعت کو ایک مترنم اسلوب دیباچہ کی نعت کوئی کا غالب ائمہ ہی ایسے ہی میں ہوا ہے۔ مگر انہوں نے قصود انھوں کی صورت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ ان نعتوں کے حقیقی میں مظهر میں ان کا ذوق ترنم جھلکتا ہے۔ ان کی ہر میں مظهر، زبان سل اور لب و لہجہ سادہ ہے۔ اور اسی ترنم و سادگی کے سبب وہ محفل نعت میں بلاے ذوق و شوق سے سنی جاتی ہیں۔" (۱۷۴)

باب حرم اور نور ازل ان کی دو نعتیہ تصانیف ہیں :

مگر انصاری باب حرم کے لئے ایسے میں کہتے ہیں :

"انہوں نے عقیدے اور لہجہ کو یکجا کر کے ایسی نعتیں کہی ہیں جن کو اردو نعت کوئی کی تاریخ میں جیسے لہجہ و کیفیت حاصل ہو گی۔"

(۱۷۵)

حصہ :

ہم	ہم	ہم	ہم
ہم	ہم	ہم	ہم
ہم	ہم	ہم	ہم
ہم	ہم	ہم	ہم

سب میں تیری جھک، سب سے لیکن جدا

اے خدا، اے خدا

ہر سدا میں تیرا ہے اک جہاں
ہاں سورج تری روشنی کے نہیں
بجروں کو بھی تو نے صفا کی نہیں
ہاں، آہی

کر ہے ہیں بھی، تیری حمد و ثنا

اے خدا، اے خدا

مدحت خیر البشر میں رافب صاحب نے غالب کی فزل کی زمینوں پر نعیشیں کھیں ہیں۔ غالب کے مصرعوں کی تقصین نہیں کی، صرف ان کی زمینوں کو رہتا ہے اور اس الو کے لور محمد و تجربے کے حوالے سے نعت گوئی میں ایک نیا اضافہ کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں قرآن و حدیث کے حوالے موجود ہیں۔ بعض اشعار میں آیات و احادیث کی تقسیم کی ہے۔

خیر البشر ﷺ کی نعمتوں کے بارے میں ڈاکٹر ذوالخیر کھٹلی ویسا پے میں کہتے ہیں: ”وہ محض بہشت اور عالم انسانیت پر حضور علیہ السلام کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اچھا اسوہ حسنہ کے فیوض و درکات کو شاعرانہ زبان میں بیان کرتے ہیں۔“

مدحت خیر البشر سے نمونہ نعت :

سیرت خیر الوری سے دیکھ لے وہ نہ دخال — جس کے دل میں شوق ہو قرآن کی تفسیر کا
 عقل انسانی احاطہ کر نہیں سکتی کبھی — وہی اسلام کے احسان عالم گیر کا
 جن کے دل میں صر ہے، صل و صبر پر ہے حجاب — مرد و داریں پر ایمان وہ لائیں گے کیا

(۱۷۸)

مدح رسول ﷺ رافب صاحب کا ایک اور اچھا فن ہے۔ اس میں چالیس نعیشیں اور چھتیس رباعیاں مسجوت غیر منقوط میں ہیں۔ اس مشکل کو اپنے لور وارد کرنے کے بعد جو درافب صاحب کی مدحت شعری یہ مراحل سر کر گئی ہے۔ رافب صاحب کے اس حیرت انگیز تخلیقی کارنامے پر تحیر کا اظہار کرتے ہوئے اسے نبی کریم ﷺ کے ذکر کی ایک عمدہ کرامت قرار دیتے ہیں۔

شان الحق قتی کہتے ہیں رافب صاحب کا ہر مجموعہ فنی طور سے بہوار ہے۔ نعیشیں سلیس اور شست ہیں اور بعض ایسی کہ در و زبان ہو جائیں۔ (۱۷۹)

نمونہ کلام :

محمد ﷺ اساس دو عالم ہام — لام ہام و رسول السلام
 محمد ﷺ مہر المہر و لا — محمد ﷺ مہر کا ہار ہلہام
 دو عالم کا دل لور دل ترا محمد ﷺ — ہمارا محمد ﷺ ہمارا محمد ﷺ
 مطاع و مدکار و مصلح و مکرّم — مسلسل کرم کا وہ دھارا محمد ﷺ
 دو عالم کا مالک و احد اور مصور — ہوا رافب اس کا دھارا محمد ﷺ

(۱۸۰)

محمّد خاتم الانبیاء میں تین سلام اور آخر میں سلسلہ رباعیات ہے۔ جو سلام ”سلام اس پر“ سے شروع ہوتا ہے ۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقم طراز ہیں: ”یہ اہتمام کیا ہے کہ قرآن و حدیث و سیرت کی کتب سے سلام نیاز میں وہ سارے پہلو اور ساری صفات محمودی ہیں جن سے حضور ﷺ کی ذات والا صفات اور فکر و فعل کی روشنی پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو منور اور اغلاص و عقیدت کی خوشبو ذہن کو معطر کرتی ہے۔ اس میں علم و جذبہ مل کر ایک ایسی وحدت بن گئے ہیں کہ سلام میں اثر و تاثیر کا جاودہ جاگ اٹھا ہے۔“

سلام اس پر کہ ہم آتا ہے بعد اللہ کے جس کا — سلام اس پر مقام آتا ہے بعد اللہ کے جس کا

سلام اس پر جسے اللہ نے مبعوث فرمایا --- سلام اس پر کہ جس نے پرچم توحید اٹھایا
سلام اس پر جو آیا ہزاروں پیغمبروں کو کر --- سلام اس پر جو آیا درود منہ انیس و ہاں ہو کر

(۱۸۱)

یہ والدی میں غزلہ بیت میں ستر لغتیں شامل ہیں۔ اور حسبِ رسول، بیات و سیرت طیبہ اور پیغام رسالت سے معمور ہیں۔ درمیان
بہا بیات شامل کی گئی ہیں۔

شادیں کی جب اک نظر ہو گئی --- مری شام غم کی بحر ہو گئی
وہی زندگی قابلِ جز ہے --- جو یاد بُنی حقیقت میں سر ہو گئی
شفیع ام کی سر مشر بھی --- عنایت مرے مال پر ہو گئی
میں روئے پہ ان کے، با چپ تو کیا --- مری ترچاں چشم تر ہو گئی
کرم کرم مجھ پہ سرکار کی --- مری عرض سے پیشتر ہو گئی
لوں صبح کی میں نے راقب سنی --- تو اک نعت خیر البشر حقیقت ہو گئی

(۱۸۲)

ڈاکٹر وحید قریشی : ڈاکٹر صاحب ایک صاحب تھیں، انکار اور محقق شخصیت ہیں۔ بے شمار جہتوں میں ان کے علم، فضل کا فیض جاری ہے
اور اس سر پرستہ علم و دانش سے اہل طلب استفادہ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر ہیں۔ ان کی دو شعری تصنیفات تھیں جہاں اور
الوں شائع ہو چکی ہیں، جن میں موضوعات و مضامین کے نوع کے علاوہ اسلوب کا انہماک ہی نصف نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے یہاں اعلیٰ میں سادگی
ہے لیکن یہ سادگی زبان و بیان کے محاسن کا آئینہ ہے۔ ہندو کی لطافت، خیال و فکر کی پختگی اور موضوع میں ترقی پانچا پاتا ہے۔ حیات و کائنات کے کامل
اور اک کے ساتھ ساتھ استدعا و عرفانی میں ہے جو الہی اسرار کا کشف کرتی ہے اور جس سے قلب حقائق کی جلی کا دہاتا ہے۔ نو حید در رسالت سے لڑ چلا
ذاتی درود جانی مبارکے تخلیقی عمل کو سر کا اور لہذا بنا رہا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کا مجموعی کام اور خصوصاً ساتھ و نعت جہاں خود شاعر کو ہمارا کامورود
سر کھاتی ہے جہاں ان کی شاعری قدرتیں کے لئے عقیدت افزائی اور ہمہ ست افروزی کا سبب بنتی ہے۔

عارف عبدالحقین کی رائے میں ڈاکٹر وحید قریشی کی شاعری آسمانِ شعر پر ایک ایسی قدرتی دھنک کے متماثل ہے جس میں روح و وطن،
ملت، افسانہ، آفاق، جمال اور انہماک کو ان سات رنگوں کا اعزاز حاصل ہے۔ جن سے یہ نغمہ افروز دھنک مٹل ہوئی ہے۔ روح اس معتقداتی اساس کا
تئیں کرتی ہے جسے توحید اور رسالت سے استقامت میر آتا ہے اور جو کتب کے ہم "الوان" کی وسعت سے بھی بچے وجود کلیسی کا لارا رکھتی ہے۔

کلام : محمد

سب پہ ہے تجرا کرم اور بے طلب --- اے مرے اب، اے مرے دشمن کے لب
تجری رحمت دشت و دریا کو حید --- دشت و دریا سے دریا میری طلب

نظم : لاد گیا نظار (دوسرا حصہ)

اے عشق کے لوگو

تم نے سوا

وہ بھی ایک خدا ہے
 اس کے ہاتھ جزا دے رہا ہے
 جو ہا ہے سو کرتا ہے
 ہر اک اس سے ادا ہے
 اس کا روپ امر ہے
 سب سے بالاتر ہے
 میر ہوا میں
 ایک لہرو
 اک دیارہ
 ادب گیا

(۱۸۳)

کرم حیدری : کرم حیدری طوبیت اور نبوت میں فرق نہ تھا۔ طوطا خاطر رکھتے ہوئے قنایت اختیار کیا اور لب کے دائرے میں رہ کر حمد و نعت کہتے ہیں۔ وہ کسی ظلو، سہالے اور بے اعتدالی کو معافی تو صیغہ کہتے ہیں۔ ان کی حمد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور مددے کے احساسی مہودیت کا ذکر اور ان کی نعت میں علامہ رسول کے ساتھ ساتھ حضور کی برتہ عظیم کا بیان اور اس برتہ مہار کو پر انجاء کامل کا بیجا مٹا ہے۔ وہ اس صیغہ و صحت کو ملاحظہ اسلام کے لئے تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں اور کامیابیوں کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا ایک شعری مجموعہ "نعم" جو حمد و نعت و منقبت پر مشتمل ہے سنہ ۱۳۵۰ھ میں اور دوسرا "انوار" سنہ ۱۳۵۱ھ کی وفات کے بعد ۱۹۳۳ء میں طبع ہوا۔ وہ "انوار" کے آغاز میں کہتے ہیں :

"نعت کو شعرا کے لئے صبر رسول بیلادی شرط ہے۔ دل میں آنحضور ﷺ کی محبت نہ ہو تو انہیں نعت نہیں کہی جاسکتی۔ محض آنحضرت علیہ السلام کی خوبیاں بیان کر دینے سے نعت نہیں ہوتی۔ اگر آپ ﷺ کی ادا اور صفات کا بیان کر دینا ہی نعت ہوتا تو بعض غیر مسلم اہل قلم کے مضامین لکھ دینا کچھ کم نہ تھے۔ مگر ان کے دلوں میں صبر ایمان کا جذبہ نہ تھا۔ اس لئے وہ مضامین خود انہیں ایمان کی طرف نہ لائے۔"

حصہ :

اے خالق وجود و عدم ، صورت و خیال — اے مالک فنا و بقاء رب ذوالجلال
 تو اصل ہر کمال ہے تو شان ہر جمال — دنیا تمام ہے ترا آئینہ خیال
 ہر صبح جہدہ تر ترے انوار کی نمود — ہر شام طوب تر ترے قدرت کے خدو خال
 اور اک کیا کریں گے ترا مایوں کے ذہن — جب مدد گاہ غامض کو اس کی نہیں مجال
 لغزش ہوئی ہے پائے کرم کو بھی بارہا — لیکن ترے کرم نے لیا ہے اسے سنبھال

(۱۸۴)

نعت :

نہی ﷺ کی آرزو جب تک عظم دل نہیں ہوتی — حیات مدد مومن بھی کمال نہیں ہوتی
 نالے میں وہی دل زخم و جہدہ ہے جس کو — جز عشق نبی آسودگی حاصل نہیں ہوتی

خود مشکل سے ملتی ہے محمد ﷺ کی غلامی کی — نے تو دو جہوں میں پھر کوئی مشکل نہیں ہوتی
محبت میں نبی ﷺ کی غیرت ایسا بھی شامل ہے — یہ غیرت غیر کے در پر کبھی ساکن نہیں ہوتی
کرم جس کو قرینہ ہو گیا حاصل محبت کا — کوئی بھی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتی

(۱۸۵)

یزدانی چاندھری : یزدانی کی نعتوں میں ذاتی اور کائناتی آشوب کا اظہار اور حضور سے رست ملی اور استقامت کے مضمون کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ حضور کے خلق عظیم کا ذکر جلیل بھی ہو گا ہے۔ اور احوال امت اور عالم اسلام کے مصائب کا بیان بھی ان کے حالات نعت میں ہے تمام نعتیں غزل کی صورت میں ہیں لیکن ان کی عقیدت اور فنی شعور نے ان میں تو صیغہ رسول کی بھرپور نمایاں کردی ہے۔
ڈاکٹر اور مدیدہ فرماتے ہیں :

”یزدانی چاندھری کی نعت کا سب سے بڑا موضوع اسوۂ حسنہ ہے۔ انسانیت کے اس اعلیٰ ترین معیار کے حوالے سے ان کی نعت کا زندگی کے ساتھ بہت گہرا ربط پیدا ہو گیا ہے۔“

نعت :

اے دیدہ لم عشقِ پیہر میں ہو نرم اور — سامانِ کرم ہوگا اسی طرح حکم اور
ہے جود و سخاوت میں بہت شہداء حاتم — لیکن خبر کو نین کی ہے شانِ کرم اور
اے لات و منات اور اہل توڑنے والے — امت نے تری آغ زائے ہیں صنم اور
سنت کے ہیں مجدد ہیں قرآن کے عامل — لب فکر و نظر اور ہیں دل اور حرم اور
ہوں بکھو نہ دل چھوڑ کے اے عزمِ زیارت — دو مائے دیار ہے ، دو چار قدم اور
میں مدفنہ سرکار ﷺ پہ پہنچوں تو اجل آئے
اے صاحبِ اکرام میں اتنا سا کرم اور

(۱۸۶)

راجا رشید محمود : راجا صاحب کی حمد و نعت کے سلسلے میں خدمات کئی جہات میں ہیں۔ فرداغ نعت کے لئے ان کا سال ”نعت“ کئی سال سے واقع محمدیہ و فقہی ادب پیش کر رہا ہے۔ ”نعت کا نکات“ اور ”پاکستان میں نعت“ اس سلسلے میں ان کی مساعی کا ایک حاصل خیر پہلو ہے۔
”ورلڈ الیکٹرانک“ اور ”صدیق شوق“ ان کے دو فقہی مجموعے ہیں۔ تحقیق، تنقید اور تحقیق کے موضوعات پر ان کے مقالات و مضامین اس کے علاوہ ہیں۔ مقام مصطفیٰ سے نظام مصطفیٰ تک ان کے مضامین بدست پہنچ رہے ہیں۔ ان کی نعت گوئی کا ایک رخ لگاتی ہے، دوسرا انوی دو نونوں حوالوں سے وہ حضور علیہ السلام کی بلکہ کرم میں احمد لو کرتے ہیں۔ ان کی نعتوں کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ ہم انہیں غزلیہ ہیئت میں حضور علیہ السلام کی میرت محکوم کہہ سکتے ہیں۔ ”مصطفیٰ شوق“ کے آخر میں محسن دانشوروں کی آراء اور راج ہیں جن سے ہم راجا صاحب کی حمد و نعت کی تقسیم کر سکتے ہیں :
احمد ندیم کاظمی : ”چودھریں صدی ہجری کی آخری چوتھائی میں جن اہل فن نے اردو نعت میں لاکھالی اضافے کئے ہیں ان میں راجا رشید محمود کا نام جھوٹا پہلوؤں سے جلتا ہے۔“

احسان دانش : ”راجا رشید محمود پر جانکا انسان ہے۔ وہ بیان و ادب کے لالچ و مقام کو سمجھتا ہے اور عصر حاضر کے رجحانات پر بھی اس کی

خاصی نثر ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ : محمود کی نعت کوئی کا عام اللہ لاہور والی دعا شائع ہے۔

امام حسینؑ نثر لکھنا نہ چاہتے تھے، مگر وہاں دیکھنا کے نکات سے آگاہ ہیں۔ یہ کیف نہیں کہتے ہیں۔

نعت :

لب ہے دل کے حرم کا دروازہ — ذکر شہم ام کا دروازہ
دل میں ڈار ہی در آئی ہے — وا ہوا چشم نم کا دروازہ
ذکر آقا خدا کی خوشنودی — یار غیب حرم کا دروازہ
تا دم مرگ میں نہ بھولوں گا — سرور کھنجر کا دروازہ
صحن دل کی طرف کو کھلتا ہے — عشق کے کیف و کم کا دروازہ
اللہ پر رنج و غم کا ہر روزنا — جو کھولیں کرم کا دروازہ
وا ہے ہر اک کے واسطے محمود — سید دو اکرم کا دروازہ

(۱۸۷)

جعفر بلوچ : مثل و خرد کی چار کیلیں، لوہام و تشکیک کے اند میرے معصیت اور یہی کی غفیس اور انسان کی مٹا اتوں اور مگر اپنی کی
تیر گیاں، امن سب کار و امن سب کی فنا و معدومیت کے لئے صرف ایک روشنی اور کار ہے جو حضور علیہ السلام کے آفتاب حیرت و شریعت سے طلوع
ہوتی ہے۔ جعفر بلوچ کی نعت کوئی کامر جلاز صرف اسی قیمت پر ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعے، مجموعہ، کو اسی نثر میں چھپا ہے۔

نعت :

جہاں کی تیرگی یا ہی جگہ یا ہی جگہ — روشنی ، روشنی یا ہی یا ہی
ہر افق سے اند میرے اٹنے گئے — کیا کرے آدمی یا ہی یا ہی
میکھے بانٹتے ہیں فتنہ عشقی — واسطے یہ عشقی یا ہی یا ہی
ہر طرف سلی تشکیک و لوہام ہے — دل کی عشقی جلی یا ہی یا ہی
ہر تاراج دیں دست در دست ہیں — شای و راہی یا ہی یا ہی
آپ کے در سے جاگیں تو جائیں کہاں — آپ کے استی یا ہی یا ہی

حمد :

ہم کو خبر کیا تھی کہ برائی کیا ہے کیا اچھائی ہے — تو نے پیہر لکھا، تو ہر بات سمجھ میں آتی ہے
علم اور جمل کے پتے پر یہ حیرت کرم فرمائی ہے — دین حنیف کی سبوت میں اک سید می رلود کھائی ہے
سید می رلود پ پٹنے کی توفیق عطا فرما اللہ یا اللہ

(۱۸۸)

آغا صادق : آغا صادق ایک جامع العلوم شخصیت تھے انہوں نے مختلف علمی و ادبی موضوعات پر کھلا نثر میں بھی نظم میں بھی وہ علم عروض

کے باہر تھے اور اس سلسلے میں ان کی کتاب جوہر عروض معروف ہے۔ ان کی شاعری کا انداز یکسر دینی، اخلاقی اور اصلاحی ہے۔ ان کی تصنیف ”چشمہ کوثر“ ان کی حمد و نعت کے علاوہ منقبت و سلام اور رباعی منظومات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پہلے، ۱۳۹۳ھ میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپی لیکن ۱۹۹۳ء میں گورنمنٹ پبلشرز لاہور سے ان کے چھ ڈاکٹر نوید حسن کے زیر اہتمام بار دیگر شائع ہوئی۔ بعد کی طباعت میں مولود میں کچھ ترمیم و اضافہ کر دیا گیا ہے۔

حکیم صاحب کہتے ہیں: ”آغا صادق پاکستان میں نعت و منقبت و سلام کے اولین صورت گردوں میں تھے۔ انہوں نے نعت کو وسیع و رفیع بنانے کے لئے مباح آیات قرآنی کو استعمال کیا۔۔۔۔۔ آغا صادق علم عروض، علم موسیقی، علم بیان اور تعلیم و تدریس کے ماہر تھے لیکن ان کے علم و فضل اور مہارت فن نے ان کی شاعری کو جو جمل نہیں ہونے دیا بلکہ اس میں ایسی روایت پیدا کر دی ہے جسے سخن کی جان کہتے ہیں۔“ (۱۸۹)

حمد :

اے کہ تری ذات ہے زندگی عشق وجود — جلوہ سجہ دہر ہے حیرے کرم کی نمود
نور سے ہے رشک طور اسمن کون و مکان — نکس پنہر جمال آئند ہست و بد
تیری طرف گامزن سلسلہ ”مرگ و زاد“ — تیری طرف رہنما قافلہ ”دیر و زود“
اک روش دلیری تہ کرہ برق و طور — اک نظر قاہری قصہ عاد و ثمود

نعت :

وہمہ ہو کے الصبی خیر الامم سے — آزاد ہو گیا ہوں زمانے کے دام سے
مقصود ہے یہ سلسلہ ”صبح و شام“ سے — رoshن ہوں عرش و فرش محمد ﷺ کے نام سے
جنت سے لے چلو مجھے برام حدیث میں — ہزار ہو گیا ہوں میں بخش دوام سے
صادق پیام جن کا ہے کونین کی فلاح — بچانے اب جہاں ہے انہی کے کلام سے

(۱۹۰)

خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب : صاحب تصوف و معرفت تھے، علوم باطنی کے علاوہ علوم ظاہری سے بھی آراستہ تھے۔ دینی و علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی وفات ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ ان کے حمدیہ و نعتیہ کلام میں روحانی عرفانی مضامین کی کثرت ہے۔

انعام الرحمن قہقوی پیش لفظ میں کہتے ہیں: ”حضرت اقدس مولانا قہقوی کے یہاں فن کو وہی درجہ حاصل تھا جو حضرت نظام الدین لولیا کے یہاں حضرت امیر خسرو کو۔ انہیں شاعر عرفانیات یا شاعر روحانیات کہنا چاہئے۔“

حمد :

ظاہر مطیع و باطن ذاکر مدہم حیرا — زندہ رہوں اٹھی ہو کر تمام حیرا
سینے میں ہو نقش یا رب کتاب تیری — چہری رہے نہیں پر ہر دم کلام حیرا
دونوں جہاں میں مجھ کو مطلوب تو ہی تو ہو — ہو پختہ کار وحدت مجذوب خام حیرا

نعت :

سارا بدن حضور ﷺ کا جب نور ہو گیا — بحر دور کیا ہے سایہ اگر دور ہو گیا
گیا جو سامنے دہی مسکور ہو گیا — زہر کفر توڑ کے ذوالنور ہو گیا

مشرق تصور رخ بند نور جب ہو گی — میں سر سے لے کے تاج قدم نور ہو گیا
گو تجھے لوہیں دور مگر ہو گئے قریب — باہل تھا قریب مگر دور ہو گیا
اب بعد نعت ہر زہ سرائی کا منہ نہیں — مجذوب شعر کہنے سے معذور ہو گیا

(۱۹۱)

حافظ محمد افضل فقیر : معروف اور مقبول شخصیت جنہوں نے عرفی، فاری، اردو اور پنجابی حمد و نعت کے وسیلے سے چار زبانوں میں حمد و نعت کو ترغ اور توجیح ملی۔ ان کی شاعری ہم گیر اثرات سے عبارت ہے۔ نعتوں میں زیادہ تر حضوری کی کیفیات، مدینہ، دور رسول اور مکہ و حضر کی تجلیات و انوار سے سرشاری کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ نعت میں میرت نگاری کا انداز ہے۔ مضامین و افکار میں وسعت ہے۔ اسلوب میں علمی انداز اور درویشانہ دروہندی ہے۔

نعت :

شوق حرم پاک میں اٹختے ہیں قدم تیرے — دشواری منزل ہے یہاں عزم کو میسر
اس شر کو نسبت ہے رسول عرفی سے — اس شر کا ہر ذرہ ہے چل حش و دل تویر
اس لمحہ کے جرات اضمحلال تھا — شب مکہ و سرکار ہو آنکھوں میں ضیاء
گلاب حضوری سے لڑتے ہیں دل و جان — ہر جذبہ و کتاب ہے سینے میں سبک خیز
وہ موج کرم مرزبانی ہستی پہ جو برسے — پیدا تیش جاں سے ہو موج طرب انگیز

(۱۹۲)

حفیظ صدیقی : نعتیہ مجموعہ لازوال حفیظ صدیقی کی لازوال فہرست و مقبولیت کا سبب ہے۔ ان کے مجموعے میں نعت کے لئے فزل کی ہیئت استعمال کی گئی ہے اور منزل اور شعریت کا معیار برقرار رکھ کر نعتیں کہی ہیں۔ فزل میں محبوب مہاری کے لئے جو سپردگی کا ایک المانہ جذبہ ہو تا ہے نعت تک پہنچنے پہنچنے لازوال جذبہ عقیدت میں داخل کیا ہے۔ ان کے یہاں الفاظ کے چمکاؤ اور شعر کے دروست میں ان کی ترتیب محکم کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر کی گئی ہے۔ ان کی نعتوں میں سچائی ہے۔ دروہندی ہے اور وہ عقیدت ہے جس کے وسیلے سے وہ اپنی مقدہ کشمائی، چادر سازی اور دھن نوالی کے لئے ہر دم اللعالمین کو پکارتے ہیں جس کے در سے ہر سائل کا دلان طلب بھر تا ہے اور کوئی غالی نہیں جاتا۔

حصہ :

مفات انت سے باہر ، پہ ذات میں تھا — ازل سے تا پہ بعد حمیری ذات ہے یکتا
میں ایک ذرہ ، پیچز حمیری ہی مخلوق — مری سلا سے باہر ہے حمیری حمد و ثناء
جلس نہ جاؤں کہیں دکھ کی دھوپ میں یارب — تنی رہے سرے سر پر ترے کرم کی ردا

نعت :

ترا بعد ہے آلام زمانہ میں گھرا سائیں — کرم کی اک نظر اس پر بھی ہو بحر خدا سائیں
ترے جیسا کوئی بعد و مونس ہو نہیں سکتا — کسوں بحر کیوں کسی سے اپنے دل کا ماہرا سائیں
جہاں میں میں کامراں ہوں ، کامراں ہوں حمیری دمت سے — جہاں ہاکم ہوں ، ہاں رہے اس میری خطا سائیں

ترے کردار کے سانچے میں اپنے آپ کو ادا کروں — ترے ہی رنگ میں میں رنگ لوں ہر اک لوا سائیں
(۱۹۳)

عارف عبدالتین : عارف اپنی نعمتوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت و میرت کو ان عظیم اقدار کے ساتھ پیش کرتے ہیں جو حضور ﷺ کو صداقت کا کامل ترین مظہر مانتے ہیں۔ عارف اسی صداقت کو پسے طور پر منطبق کرتے ہیں پھر کائنات انسانی کی ہدایت کے لئے اپنے فن کے حوالے سے سامنے لاتے ہیں۔ عارف کے یہاں نعت گوئی کے تمام تر احترامات کا شعور ہے۔ وہ جدید اسلامیاتی کمالوں کے ساتھ نعت کہتے ہیں۔ ان کی نعمتوں میں واحد حکیم کا انداز ملتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی ذات کے تاثر میں حیات انسانی کے مسائل و معاملات ہر گور مسالت میں لے جاتے ہیں۔ گویا ایک فرد و جماعت کی فلاح کی کوشش ہے۔ تکنیک میں عارف نے تسلسل کے ساتھ نظم نثر اور مختلف فنون کو مدد کرنا سچ کا ایک نیا راستہ دکھایا ہے۔ محمد خالد ہندو کی تحریک :

"فن کی نعمتوں میں تخلیق کی بنیاد ہی ہے اور دل کا گمراہ بھی اندر سے اسلوب بھی ہے اور مثال فن بھی۔ ان کے یہاں

قدیم و جدید کا ایک ایسا حسین امتزاج ملتا ہے جو انہی سے مخصوص ہے۔" (۱۹۴)

عارف کے نعتیہ مجموعے کا نام "نئے مثال" ہے۔

حصہ :

مرے خیالوں کو لغتوں میں توڑا ہے کون — جو تو نہیں توڑتا مجھ میں O ہے کون

میں اپنے رنگوں کے چھنے سے جب لڑتا ہوں — مرے وجود میں رنگ اپنے گمراہ ہے کون

نعت :

میں اپنی ذات کا مار مرا کروں تغیر — یہ نیا د عقیدت وہاں بلاؤں تجھے

مرا وہاں بھی تو ہے . مری بناد بھی تو — میں خود زمین ہوں ، آسمان بنائیں تجھے

یہ میرا شوق کہ میں تجھ کو بھلا دیکھوں — یہ میرا رشک کہ میں خود سے بھی چھپاؤں تجھے

(۱۹۵)

نعیم صدیقی : تحریک اسلامی سے اہمیت ہونے کے سبب اپنی شاعری سے اسلامی نظریہ حیات کی تعمیر و تشریح کا کام لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کے

حوالے سے دین اور سیاست کے موضوعات کو زیر قلم لا کر فرد اور جماعت کی زندگیوں میں اسلامی انقلاب چاہتے ہیں۔ ان کے دینی ادب کا مقصد

حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ پر عمل کر معاشرے کو مثبت اقدار سے مزین کرنا ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعے کا نام "نور کی ندیاں" ہے۔

حصہ :

دردن دل سے کوئی کہہ رہا ہے مجھے

جنوں کے حوصلے میر سے دلا رہا ہے مجھے

نکاح راز کی پھر زو پا رہا ہے مجھے

ہلا رہا ہے لہ سے اٹھا رہا ہے مجھے

نجانے کون کیس سے بلا رہا ہے مجھے

نعت :

ہوس پرست دو حیوں کا بھی ، جس کو — شعور عظیم انساں عطا کیا تو نے
 فہم لول دیں ہے محبت انساں — سراغ جاوہِ یزداں عطا کیا تو نے
 دیاں کے روپ میں قرآن تھہ پہ ازا تھا — عمل کے روپ میں قرآن عطا کیا تو نے
 عجیب درد سکوں حش تیرے در سے ملا — ہزار درد کا درماں عطا کیا تو نے

(۱۹۶)

محشر رسول نگری : فخر کوئین، محشر کا ایک طویل مسدس ہے جس میں تاریخ اسلام کو منظوم کرنے کی جائے صرف آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت مقدسہ کو نظم کیا گیا ہے اور جزئیات کے ساتھ اور مستند انداز میں، جس میں قرآن و حدیث سے استفادہ ہے۔ اتنی طویل نظم میں سادگی زبان، روانی میاں اور محاسن کلام کے ملازمات موجود ہیں۔ حسب رسول کا قلاب ہونے کے باوجود ابن اور قلم حدود و لب میں رہے ہیں۔ فخر کوئین، منظوم سیرت مبارکہ ہے جو اردو دلوب کا طویل ترین مسدس ہے۔ اس کے تین حصے ہیں جو علی الترتیب ۱۹۶۱، ۱۹۶۳ اور ۱۹۷۰ میں شائع ہوئے۔

حصہ اول کے دیباچے میں مختار صدیقی کہتے ہیں

”فخر کوئین، جمال ظاہر اور مکارم باطن دونوں کا سراپا ہے اور اعلیٰ و بے مثل ہے۔“

حصہ دوم کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں :

”صحت واقعات اور تاریخی ربط کے لحاظ سے اسے منظوم سیرت النبی کا نام دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہر واقعے اور ہر خیال کے

سلسلے میں شاعر نے قرآن، حدیث اور سیر و تاریخ کے مستند ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔“

حصہ سوم میں پیش حرف کے طور پر مولانا غلام رسول مراد رقم طراز ہیں

”زبان سادہ جسے سمجھ لینا کسی کے لئے بھی مشکل نہیں۔ شعر عمدہ اور درد و سوز سے لبریز، مطالب تاریخی اعتبار سے

مستند اور ہر نوع کے مبالغے سے کاملاً پاک۔“

نمونۂ کلام : ظہور قدسی

ہے نور حق کا منظر لول نبی کا نور — جس سے ہوا ہے انفس و آفاق کا شعور

انہیں کو مددگی کا اسی سے ملا شعور — مومن اسی کے عشق میں رہتا ہے ماحور

روز ازل یہ نور ہی مقصود کل ہوا

خیر البشر ہوا یہی ختم الرسل ہوا

آدم کی پھر جہیں میں ہوا منتقل یہ نور — نوح و خلیل میں تھا اسی نور کا شعور

پلا اسی سے حضرت ایوب نے سرور — رگتیں ہوئی اسی سے حدیث کلیم و طور

سب بادیاں حق میں اسی کا ظہور تھا

ہر ایک کی جہیں میں محمد کا نور تھا
 مہنی کو ہو نوبہ کہ آئے عہد ام — پرچم تمام ہو گئے دنیا کے سر — ثم
 شیرازہ شرع و ادب کا ہوا آج پھر انجم — صدیوں کے بعد باگ اعلیٰ قسمت حرم
 انسانیت پہ پھر اور حق بار ہو گیا
 اک اور نو کا آج سے آغاز ہو گیا
 اے تختہ کام ہند پہناں سے کام لے — ساقی کے ہاتھ سے نئے مرقاں کا جام لے
 انور و دامن عہد لولاک تمام لے — ہر کام پر نہائے محمد کا نام لے
 سیرت سرے حضور کی ستر حیات ہے
 انسانیت کی آن اسی میں نجات ہے

(۱۹۷)

مختصرہ ایونی : مختصرہ ایونی کی مجموعی شاعری کا سب سے بڑا مصنف یہ ہے کہ وہ نہایت سادہ زبان میں تخلیق ہوئی ہے اور قاری پر اس کی تفہیم اس طرح ہوتی ہے کہ :

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بعض اوقات ان کے اشعار یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے وہ نثر میں باتیں کر رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے بعض اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔ مختصرہ ایونی کی یہ سادہ گوئی اپنے اندر دل کشی، دلبری اور دلہائی کے سوسان رکھتی ہے۔ انہوں نے زیادہ تر فزل کی اور جب انہوں نے مد و نعت کا درخ کیا تو اس موضوع پر فن کے خوبصورت نگری تجربے ہمارے سامنے آئے۔ مختصرہ ایونی اپنی تخلیقات کے ذیل سے اقدار حیات کی بھڑکی اور بلندی کے آرزو مند ہیں۔ وہ حقیقت نگری کے ذیل سے اپنے دل کی بچی کلیات کو قاری کے حوالے سے کر دیتے ہیں۔ محاشرے میں فن کا مشاہدہ جو کچھ دیکھتا اور ان کا قلب جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ بلا کم و کاست قاری کو اس مشاہدے یا احساس میں اپنا شریک بنا لیتے ہیں۔

سحر انصاری "حرفِ ثا" کے بارے میں رقم طراز ہیں :

"مصرف عقیدت ہی نہیں، اقدار حیات کا ایک پختہ شعور بھی ملتا ہے جو آدمی کو بھر انسان بننے کی ترقیب دیتا ہے۔"

"حرفِ ثا" میں حمد کے علاوہ غنیمتیں ہیں جو نزل کی ہیئت میں ہیں۔ نور ہدایت کے عنوان سے ایک طویل سہمہ کے چندہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ منقبت و سلام بھی ہیں۔

حصہ :

مرے رب اے رب کون و مکان — تری حمد ہو مجھ سے کیسے میں
 نہ تو میری زبان پھولوں کی زبان — نہ میں لہ روں کہ ہوں زمزمہ خواں
 نہ شفق، نہ افق، نہ زمیں، نہ زماں — مرے رب، اے رب کون و مکان
 تری حمد ہو مجھ سے کیسے میں

نعت :

کس طرح قصیدہ لکھوں لکھنا ، تم کو — کہوں دعا سرا دعا عرب ، مصر علم کا
 اک ہم عرب اردو نام ، محمد ہے — اک نام دعا ہے جو ہر اردو عالم کا
 جب سرور دہاں میں سرے مائی ، نام — کیوں شہر وہاں پر ہو نامے کے ستم کا
 پھر سے ہو مجھے روشہ افسر کی بہارت — سے طالع کشاں مندر مرا چکا

(۲۰۰)

عزیز حاصل پوری : عزیز حاصل پوری کی مولیت گزشتہ اجلاس سے کہتے ہیں اور جب اطلاعات کی اسناد پر بحمد از معنویت مضامین تخلیق کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کچھ طرازی اور مضمون آزمائی کا جوہر ملتا ہے۔ ان کے آئینے میں جڑ کی اور نیل پین ہے اور وہ عموماً ملی کلمات کے ساتھ حمد و نعت کے ایوان کی آرائش کرتے ہیں۔ عزیز حاصل پوری کے یہاں تقریباً تمام معروف اشعار میں حمد و نعت ملتی ہے۔ وہ اپنی جھلکات میں ہنر کے ساتھ فکر کے فطر کو بھی داخل کرتے ہیں۔ تاہم جب کا جذبہ غالب رہتا ہے۔ ان کی تصانیف چاہے نور و شبان نور، مجید نور اور تقسیم زمین پھپ پکے ہیں۔ قریب قریب حمد و نعت کے تمام اہم موضوعات پر نظم لکھا ہے۔

حمد باری تعالیٰ :

کب کسی کے ذہن میں آتا ہے تو — قسم نور نور اک سے بلا ہے تو
 لا شریک اے خالق کیا ہے تو — لا محلا رفیع و اعلیٰ ہے تو
 ہے تری قریب رب اعظمی — وہ جہاں کا پالنے والا ہے تو
 جب اچھلتی ہے زمین ہر پہاڑی — آہاں سے نور برساتا ہے تو
 حق لوا کیونکر ہو تیری حمد کا — حمد مطلق حمد کا ہے تو

(۲۰۱)

نعت :

غابر ہے لفظ لفظ سے رجب حضور کا — قرآن ہے تمام قصیدہ حضور کا
 جن کو خدا نے دی ہے فکر ، دیکھتے ہیں وہ — کونین کی نھاؤں میں جلوہ حضور کا
 انور کی قبیل رہا اس کے درمیان — پرتا زمین پہ کس لئے سایہ حضور کا
 ہو اقبام ادنیٰ نظر میں جو پہلے — دیدار ہو عزیز بیش حضور کا

(۲۰۲)

شاہ احمد رضا خان بریلوی کے سلام پر تفسیر کا ایک بند :

جس کا ہر اک سخن حرف قرآن ہوا — جس کا ہر جملہ دستور عالم بنا
 جس کا ہر لفظ سنی کا روشن دیا — وہ دین جس کی ہر بات وحی خدا
 چشمہ علم ، حکمت پہ لاکھوں سلام

(۲۰۳)

حزبیں صدیقی : حزبیں صدیقی کے دو شعری مجموعے ہیں۔ قلم رنگ اور حرف لبہ۔ دونوں میں جزوی مدونہ نعت موجود ہے۔ حزبیں صدیقی کے قلم نگار کے مطابق انسان دو طبقے بنے اندیشہ فانی نہیں۔ قدرت نے اس میں دو سمات محکم رکھ دی ہیں اور وہ ہر ممکنات و اوجیت کیا ہے جو اسے انحراف و انفعال اور فنا پذیری پر غالب رکھے گا۔ وہ انسانی مسلسل اور مستقل نشوونما اور بائیدگی پر مائل ہے۔ اس اعتبار سے حزبیں کی شاعری مضبوط شعری کا نثر ہے۔ یہ اندھا دھن میں تحریک پر اذکار جز ہے۔ اس کے باطن میں غلی قوتوں اور امکانات کے پوشیدہ سرچشموں کا مرکز ہے اور انھوں نے تنبیہ کی باتوں کے حوالے سے اس کی جادوئی مضمونوں کا تراکب کیفیت ہے۔ حزبیں کے تمام فن کا مقصد مملکت بشری ہے اور مملکت بشری کا محور و مرکز۔ صدیوں منع حضور اقدس ﷺ کی ذات گرائی ہے جس کو مذاق کبر نے وہ تحقیق کو کائنات عبادت حزبیں کی مدونہ نعت میں بھی نظر پڑی ہوئی ہے۔ ان کے یہاں ہند کا قلم امیر المادہ ہے اس لئے یہ صرف ان کے قلم سے ادا کر ہوا۔ نئے نئے امکانات حیات کی نوید من جاتی ہے۔

حصہ :

اور اک کی حد میں ہے نہ محدود ٹھہرے ۔۔۔ محسوس کرے کوئی تو رنگ رنگ میں رواں ہے
 باطنوں میں کسی کے تو عناصر کی حیاں ہے ۔۔۔ کیا خود ہی رواں قلم رواں ہے
 معلوم نہیں مجھ کو تھا کیا ہے قدر کیا ۔۔۔ ہر سانس مرا تیرے اشارے پہ رواں ہے
 کچھ تیرے سوا مجھ کو دکھائی نہیں دیتا ۔۔۔ میں ہوں نہ زمیں ہے نہ زمان ہے نہ مکان ہے

نعت :

سوال : مہد کی مہرود تک رسائی ہے ؟ ۔۔۔ جواب : اور یہ معراج کس نے پائی ہے
 سوال : خاک نشینوں کا عرش پر کیا کام ؟ ۔۔۔ جواب : شان رسالت کی حد بتائی ہے
 سوال : مالم بالا کی سیر اک پل میں ؟ ۔۔۔ جواب : صل علی ۔ شان مصطفائی ہے
 سوال : نور مجسم کہ بیکر خاک ؟ ۔۔۔ جواب : آنسو حسن کبریائی ہے
 سوال : جسم سطر کا سایہ تھا کہ نہیں ؟ ۔۔۔ جواب : آپ کے سایے میں گل لہرائی ہے
 سوال : آپ کے دامن لطف کی وسعت ؟ ۔۔۔ جواب : حرم کونین کی سہلی ہے
 سوال : ارض مدینہ لک مقام ہے کیوں ؟ ۔۔۔ جواب : مسکن محبوب کبریائی ہے

(۲۰۰۲)

حنیف اسعدی : نعت گوئی میں تین روئے پائے جاتے ہیں۔ حصول ثواب اور نجات غیبی کے لئے نعت کہنا، اپنے بندہ پر عشق اور ولادت غیبی کا بیان اور (معد حاضر میں) حضور ﷺ کو ایک مثالی انسان کے طور پر پیش کر کے ان کے اتباع کی دعوت۔ ہر روئے کا اپنا ایک جواز و ایک ایک اور ایک اہمیت ہے۔ حنیف اسعدی آخری دور و دیوں سے اپنی نعت کو چکیف اور آلودہ مند جاتے ہیں۔ ایک صاحب عشق، صاحب درد، صاحب دل شاعر کا قلب محبت رسول ﷺ کے جن لطیف جذلوں کا امین ہے۔ حنیف اسعدی ان جذلوں سے اپنی نعت کو نڈ سعادت سمجھتے ہیں۔ ہر مہد انسانی کو وہ خصوصاً مہد گزر رہے کے انسانوں کو اپنی بھڑکی کے لئے جس خلق عظیم اور اسوہ کامل کی ضرورت ہے ان کو حضور ﷺ کی شخصیت کبریائی کے حوالے سے پیش کرنے کا عمل۔ اس طرح حنیف اسعدی جہاں اپنی داخلی اور عقلی کیفیات کے ترجمان ہیں وہاں نعت کو دعوت و شہاد کی صورت میں بھی پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہیں۔ ان کی نعتوں میں دامن پختہ ہے جو حتمی مائے محبت ہے لیکن یہ دامن پختہ ہر نفس اور ہر قدم شعور و آہنگی اور عجب و بحریم کے جامع ہے۔ باشعور سر شاد یا سر شاد شعور مندی کا اطلاق ان کی ذات پر بھی ہوتا ہے، ان کی نعت پر بھی۔ پاس اب ان میں اس قدر اور

اس اہتمام کے لئے "واحد خاص" کی ضمیر استعمال نہیں کرتے۔ ان کا دوسرا مجموعہ "آپ" ہے (ان کے اسی ذہنی رویے کا ثبوت ہے۔

امدادی قافیہ کے ہول

"ان کی خفیس عشق اور پاس ادب کی نہایت خوب صورت اور عمدہ اور مثالی ہیں۔"

حافظ صاحب (آپ) کے حوالے سے کہتے ہیں

"ضیف احمدی ایک باکمال شاعر ہیں اور انھوں نے بیان کی ہدایات سے پوری طرح بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ مضامین نعت کا خاص اور اک رکھتے ہیں۔ ادب آگاہی کے امتزاج نے انھیں وہ لہجہ عطا کیا ہے جو ان کا امتیاز ہے۔"

حمد :

روح میں تن میں رگ و پے میں اتاروں تجھ کو --- اور پھر دل کی صداق کے پکاروں تجھ کو
 ذرو ذرو تری وسعت کا پتہ دیتا ہے --- ہر فن میں نہاں ہو تو پکاروں تجھ کو
 تیرے منظر ہیں مری ذات کے زخموں میں اسیر --- خود کو پامال کروں اور اہلکاروں تجھ کو
 (۲۰۵)

نعت :

یا رب یہ تمنا ہے کہ ہزل ہو دو ہم پر --- جو نعت ابھی قرض ہے قسط و قلم پر
 جو کچھ بھی ملا عشق دیا طلق خدا کو --- حیروں ہے سخاوت بھی اس انداز کرم پر
 کیا شان ہے اسے صل علیٰ ہر کرم کی --- اہل ہے عرب سے تو مدد ہے ہم پر
 آقا مری غفلت کو کرم کی ہے ضرورت --- اہل تو ایسے نہیں بھیجے ہے کرم پر
 (۲۰۶)

جائش و بلوی : جائش و بلوی نہایت نفاست پسند اور شائستہ مزاج انسان ہیں اور ان کی شاعری میں بھی نفاست جلوہ گر ہے۔ ان کی نعت گوئی ظاہر سے باطن تک اسی نفاست کا آئینہ ہے۔ روایت کا کلاسیکی رچاؤ اور جدیدہ عمد کے مسائل و محسوسات ان کی نعت کے اجزائے نفاست ہیں۔ عشق محمدی کی کیفیات جن سے ان کا دل، ذہن اور فکر احساس سرشار ہے ان کی نعت سے متجلی ہوتی ہیں۔ ایسی جگہ کی سعادت ہاتھ آئی۔ اس طرح دوسرا عرض تمنا ان کے قرض تمنا میں پہنچے اور ان کی نعت کو مشاہدات و تجربات نو کو ایک نیا موضوع ہاتھ آگیا جس نے ان کی نعت کے حسن و جمال میں اضافہ کیا۔

مدینہ منورہ کے تذکرے میں ان کے یہاں نہایت طاقتور اور دل کشی میں موجود ہے۔

مگر انھیں عشق کے ہول جائش صاحب کے یہاں مجموعی شاعری میں

"تھکرو تھکری کار فرمائی ہے لیکن نعتیہ شاعری میں تھکرو تھکری کی جائے و المانہ پن ہے۔"

ان کے نعتیہ مجموعے "نقد میں" کے بعد میں ڈاکٹر کشفی فرماتے ہیں :

"اس کی شاعری میں روایت کے حسین کلاسیکی رچاؤ اور جدیدہ آہنگ کی قوت ہے۔" (۲۰۷)

جائش صاحب مسافرانہ حیات کے لئے حضور ﷺ کے نقوش پاکی سعادت پہنچے ہیں تاکہ یہ کاروان انسانیت صراطِ مستقیم پر چل کر منزلِ ہدایت پر پہنچ جائے۔

نعت : (مدینہ منورہ سے واپسی پر)

طیب سے شب ایک واٹر لے کے چلا ہوں --- اک دولت میدار کو گھر لے کے چلا ہوں
 نغروں میں چٹ سوا جھائی کی پنک ہے --- آنسو نہیں آنکھوں میں گھر لے کے چلا ہوں
 پہلو میں مدینے کی ترب ہے متواڑ --- تسکین پہ انداز دگر لے کے چلا ہوں
 چلوں سے اٹھا لایا ہوں خاک و راقص --- آنکھیں نہیں میں کسے زر لے کے چلا ہوں
 کوڑا اس صرف حرم تک نہیں گونجی --- اس گونج کو تا قلب و جگر لے کے چلا ہوں

شق طیب میں جو گھر سے چلے --- پاؤں تھک جائیں تو سر سے چلے
 ایک شوئی کو ہے ولان کرم --- آپ اسی دید و تر سے چلے
 اپنی منزل ہے مدینہ یارہ --- اب کسی رلو گزر سے چلے
 یہ زمیں کوئے نبی ہے تپش --- اس جگہ پائے نظر سے چلے

(۲۰۸)

طفیل ہوشیار پوری : ہمد سے عہد کے ایک ہمد اور میرزا شاعر ہیں جنہوں نے نظم و غزل کے مجموعوں کے علاوہ ایک اہم اور وسیع مجموعہ "خود نعت" جمع کیا ہے۔ "ہمد سے عہد" کا مجموعہ ہے۔ طفیل ہوشیار پوری ہمدی شعری و لفظی روایت کے ایک اہم فرد ہیں۔ ان کی غزلیں و تمام فی نور معنوی خصوصیات رکھتی ہیں جن سے ہمد انغزل عبارت ہے۔ ان کے یہاں روایت سے اس استحکام کے ساتھ ساتھ مصریت پوری و قادر سامانوں کے جلو میں موجود ہے۔ جب وہ اپنی خوبصورت غزلیں پاک و ہند کے بڑے شاعروں میں قلم کے ساتھ پڑھتے تھے تو سامعین کھل پر سحر کرتے تھے۔

طفیل ہوشیار پوری نے نعتوں کی صورت میں اپنا زور اکثر نیم پچھلیا اور جاتے جاتے ہمارے لئے ملازم دنیوی اور فلاحی طاقت کا سامان کر رکھا۔ طفیل کی شعری حکمت میں جو شے تاثر کا جزو اعظم ہے، وہ ان کا موسیقی شمس ہونا ہے جس کے سبب وہ شعر میں لطافت کے جملہ ساز و سامان بھر دیتے ہیں اور ایک ایک لفظ کو غنائی نقطہ نظر سے چن کر پورے شعر کو فن کا ایک ساز و آفریں بنا دیتے ہیں۔ یہ غنائی شعور جب روع کے پردوں سے طلوع ہوتا ہے تو خود نعت کے عرفانی اور وجدانی نغمے اس سے بلند ہوتے ہیں۔ طفیل ہوشیار پوری کی نعتوں میں عشق رسول ﷺ کی ولایت سرشاریاں اور لوب کی خرد و فروزیاں مل کر ان کے دینی کلام کو دو آہنگ کر دیتی ہیں۔ انہوں نے بعض نعتوں کو ہندی الفاظ و تراکیب کے سانچوں پر ڈھال کر کیا انہیں ہندی نمائندگیوں کی شکل دے کر ان کے حسن معانی کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور ان کر نوں کو اس نئے افق سے امداد کر ہمدے دلوں میں اس طرح اتار دیا ہے کہ ہمارا وطن جگمگا اٹھتا ہے۔

امجد ندیم قاسمی کہتے ہیں :

"طفیل ہوشیار پوری کی نعت ہر پہلو سے سچی ہوئی، یک رنگ سے درست، خوبصورت اور دل آویز نعت ہے۔" (۲۰۹)

ڈاکٹر وحید قریشی ہر قسم طرز میں :

"ان کے نعتیہ کلام کا دوسرا صف ہندی الفاظ و تراکیب کا سانچا ہے جسے عموماً بھٹی رس کے شاعروں نے اپنایا تھا۔

طفیل نے اس نو پس تجربے کا اور اک دو ہوں کی صورت میں کیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ اس "مقامیت" میں اس کی

ذلت کو عرفان کی دولت ملتی ہے۔" (۲۱۰)

حمد :

تیری خوشبو ہے لالہ زاروں میں --- حیرتے انورِ پالہ ہزاروں میں
 حسنِ حق کر تو مسکراتا ہے --- صبح کے ترقیٰ نگاروں میں
 جوہرے دوس کے پہاڑ پر --- آفتِ زن ہے تو آنکاروں میں
 تو پہلہ ہے سب وکیلوں کا --- تو سدا ہے سب عاروں میں
 آپ اپنی مثال پر شبکہ --- اسے خدا حیرتے شاہکاروں میں
 تجرے نئے نئے رقصِ فنا ہیں --- پہاڑِ دل کے نرم بہاروں میں

نعت :

مشرقِ نیرامی چاہئے --- پہاڑ پہاڑ چاہئے
 رمتِ کبریا کی قسم --- رمتِ کبریا چاہئے
 آنسوؤں کو بنا کر دیں --- درِ سل سل چاہئے
 مشرق میں سر پہ سایہ لگن --- آئینِ سسٹن چاہئے
 ہو کے بے آسرا آئے ہیں --- آپ کا آسرا چاہئے
 ان کے فیضِ بحر سے تھے --- عرفِ نورِ دوسل چاہئے
 وہ سمجھتے ہیں دل کی زہل --- براتِ احسا چاہئے
 ذاتِ حق کی کرم کی کرم --- مجھے نی لدا چاہئے
 ہدیہِ دل سلامت رہے --- خود وہ پوچھیں گے کیا چاہئے

آمنہ کے لانا

آمنہ کے لانا

ن پل ہم قورا کی موری پانا

آمنہ کے لانا

آمنہ کی گود میں ہوا جو ظہورِ حیرا
 گوشے گوشے دنیا کے پھیل گیا نورِ حیرا
 نوریاں نے نور سے اپنا قورا پانا

آمنہ کے لانا

حوروں نے نصیدے میٹھے حیرے مجھ مجھ کے
 دھرتی کے بھاگ جائے پاؤں حیرے چم کے
 تو ہے بے مثال کہیں تیری تو مثال نہ

آمن کے لانا

روئے روئے دکھوا میں نہیں ہوئے ہلورے
من کے بھڑکی قورے وہاں آئی سالورے
لرکن دیکھ موتے اور سے نہ نالان
آمن کے لانا

قورے ہاتھ پت موری قورے ہاتھ لان رہے
پھونے ہیں ٹھیب موری قورے ہیں کان رہے
سب کو سنبھالا تو نے موتے بھی سنبھالا
آمن کے لانا

قوری پریت پتا موری آگ آگ میں
رنگ سے پڑا موری اپنے ہی رنگ میں
رنگ ناپیں پھونے پتا مینا رنگ آگ
آمن کے لانا

آرتی آت ریت پاؤں چوہا نہ آصف میں
نکھریں ناؤں کیسے قورے رنگ میں
بھوی ہوتا موری قورے محال نہ
آمن کے لانا

پانے تو دور کب ہوگا موری ہٹا رہے
تن من جٹے مورا رہو گی آگ میں
سایہ کالی کھلی کا عمل پہ آگ
آمن کے لانا

نچ پال نام قورا نچ موری پال

(۲۱۱)

صہبا اختر : مدد عاشری ایک توانا آواز صہبا اختر ہیں۔ رقص خیال، شکوہ، غمگی اور لمبے کی بلند آہنگی کے سبب ان کی اپنی پہچان ہے۔ وہ بیلوی طور پر نظم کے شاعر ہیں لیکن دوسری اصناف شعری میں بھی قدرت کلام کا لوہا انہوں نے منوایا ہے۔ ان کی قوی اور غلی منکومات من میں ملت اسلام کے جلال و جمال اور فتح و فخر مندی کی آواز دھمکتی ہے۔ ان کی دستِ شاعری کا آئینہ انہیں صہبا اختر ہے۔ یہ شاعری ایک طرح سے دین اسلام اور دینی تہذیب و تاریخ کی چہرہ آرائی ہی کا ایک "حسن عمل" ہے۔ صہبا اختر نے مدد و نصرت سے موضوع پر نگہ کر اپنی قدرت کلام اور علمی و ادبی استعداد کو اے احمد کلا یک اور میدان اختیار کیا ہے۔ اس میں بھی وہ اپنے اسلوب خاص کے موافق سے اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ انہوں نے دینی مدد و نصرت کی جگہ اسے حقیقی رنگ میں قبول کیا اور مدد و نصرت کی تمام روایت اور تمام کلا سیکل سرمائے کو نگاہ میں رکھ کر مدد و نصرت کے اظہار مضامین میں جدید مطالبات و نکتے کے

مطابق وہ عقیدہ کیا جس نے ان اہناف کو ایک ہی تعریف و تعارف سے آشنا کیا۔

اہم نہ ہم چاہی نگہوں میں ان کی لفظیات کے فوائد اور ہر لفظ کے پیچھے خیال افروزی کی مطلق کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں
 "بیب قاریں صبیحہ صبح کے نعتیہ کلام میں اللہ کا یہی فائدہ اور ہر لفظ کے اندر کی جگہ نہیں دیکھیں گے تو وہ صبیحہ صبح
 کی قاریں ان کی تہ معارف ہو جائیں گے۔"
 اہم اہم کی سنتے ہیں

اس کی نعت میں بھی جذبہ نور فن کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ جذبہ نور فن کی بدولت ہی صبیحہ صبح
 کی انمولیت اس طرح صاف ہو جاتی ہے کہ فن کا عہد ان کی پہچان بن کر ابھر رہا ہے۔"
 صبیحہ صبح کو اپنے نعتیہ مجموعے "آقا" کے دیباچے میں کہتے ہیں

"جیسے بھی میں اندر سے موت ویران اور تھکائی ہوں لیکن نعت لکھنے کے اس دور میں اسے میں مجھے ایک جہز
 روحانی انبساط اور نورانی کشش کا تجربہ ہو رہا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ اب خدا نہیں ہوں، جیسے ایک روشنی کا اندر میرا۔
 اور گرد اپنی تمام نغمہ سازانوں کے ساتھ موجود ہے۔"

اسی دیباچے میں نعت کے بارے میں اپنا نقطہ نظر واضح کر رہے ہیں
 "موجودہ نعت کا رشتہ مکتبہ کی سیم سے بلند ہو کر لوہ کی اعلیٰ تر سیم سے مل چکا ہے۔ اب نعت دل و دماغ کا مشترک
 سرمایہ ہے۔ اب یہ شخص ذریعہ ثواب و نجات نہیں رہی بلکہ رسول اور حیات و رسول ﷺ، اسلام اور روح اسلام،
 کائنات اور مقصد کائنات کے واسطہ و تقسیم کا ذریعہ اور وسیلہ بھی بن چکی ہے۔"

اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر ہمیں صبیحہ صبح کی نئے انداز کی حمد و نعت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس حمد و نعت کے پیچھے جب الٹی نور و صبر رسول
 ﷺ کا جذبہ متحرک ہے جسے انہوں نے فن کی اعلیٰ تر سیم سے اہم کر اس کے دیتے سے ملت اسلام اور عالم انسانیت کے جدال و جمال کے اظہار و خوب
 صورت قدموں کی حالت کی حق کی ہے۔

"آقا" میں غزالیہ بہت کے علاوہ لکھنؤ کی مختلف سورتیں نظر آتی ہیں۔ صبیحہ صبح کے گروہ و فہم کے تعلق نے انہیں ہر "آقا" پر انفرادیت ملنا ہے۔

حصہ :

الاحد . احمد . الفد . الحکم
 والحیر . الحیر . الحیر . الحیر

مع ترقی ہے جب حیر کی سے خود
 ان کے سورج اترتا ہے حیر ہی نور
 یوں کے مجھے پاؤں بھی ترے
 نیلی صوں سے ترے آہن بھی ترے

خاک و خاک میں حیر سے زبر کلیم
 سب سے مدنی ہے تو سرعہ الکاسم
 سب کا نام ہے تو اعظم الکاسم

نعت :

ان سے ہے نبی و سچ سے عہد و نورت سے آفتی
 حق و حق سے ہے
 ان کی حمد و ثناء کی ہر طرف سے حق و حق کی حمد و ثناء
 ان کی حمد و ثناء کی ہر طرف سے حق و حق کی حمد و ثناء
 ان کی حمد و ثناء کی ہر طرف سے حق و حق کی حمد و ثناء

ہوگی اس نور سے بعد میں کھلم ۔۔۔ پتے آئیں گے انہوں سے دوسرے
 اس لئے یہ نعت دہلی سے تھوڑی ۔۔۔ ان کی رحمت کو چاک دل و دلو
 کیا دشت ہے یہ کفر و اصرار کا ۔۔۔ میں تری جھوٹے نور سے چاہے
 دہ بوں اس عمر کا میں صبا جس ۔۔۔ وتری ہے نصفا و دسری ہیں سب
 (۲۱۲)

اقبال عظیم : اقبال عظیم کی نعتوں میں سوز و درد و مندی کا گہرا ہوا ہے۔ ان دہلی کے حسن و اسلوب کی دل نشیں اور دل کی درد مندی نے ان کی
 نعتوں کو ہر شے بنا دیا ہے۔ "قالب تو سین" کے آنا میں "حق کسرا" کے فتوان سے انہوں نے نعت کے نوالے سے جہاں کی ہیں ان میں احتیاج
 کے لئے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ خیال کی فرش سے فلان اہل ان کی فرش تک کو وہ قلوب نعت کوئی کے حق فرمودے ہیں بلکہ اسے ترک اب
 کچھ ہیں۔ وہی طرح و نعت کے وسیع تقاضوں کے لئے حضور ﷺ کی حیات پلاکات کے ہر پلاک سے باخبر ہیں۔ ترقی و تلواریں اور ہر رخ اسلام پر گہری
 نظر کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ ثرو ان کی اپنا نعت کوئی خاصی اصول و آداب سے مرعہ ہے۔ اقبال عظیم کے یہاں درد و مندی میں ایک موضوع ان کی
 عبادت سے محرومی ہے جس سے درد و مندی میں شدت اور گہرائی پیدا ہو گیا ہے۔ اس پیرائی کے نوالے سے انہوں نے بعض نئے مضامین نکالے ہیں۔
 اقبال عظیم کی نعتیں درد و مندی اور شعور و احرام کے احراج سے عبارت ہیں :

نعت :

ہم بھی ہر عقیدت سے لئے جاتا ہوں ۔۔۔ قدم پر تجھے جہدے بھی لئے جاتا ہوں
 کوئی دنیا میں مرا موہل و ٹھوڑا نہیں ۔۔۔ تیری رحمت کے سارے پہنے جاتا ہوں
 صبر گہرا ہے تری شان کریم کو عزیز ۔۔۔ میں بے سوچ کے آنسو بھی پہنے جاتا ہوں
 ہر گھڑی اس کی رضا میں نظر ہے اقبال ۔۔۔ شکر ہے ، ایک سلیقے سے پہنے جاتا ہوں

نعت : (قلند)

یہ ہر پیمانہ ہے مجھے اپنی فرد مہیاں سے ۔۔۔ مجھے یہ لڑن حضوری عطا ہوا کیسے
 خود اپنا گھر بھی مجھے تو نظر نہیں آتا ۔۔۔ میں گھر سے مگر کے دے پہنچ گیا کیسے

دینے کا سفر ہے اور میں تھک رہا ہوں ۔۔۔ نہیں افسردہ افسردہ ، قدم لغز و لغز

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ — کہاں میں اور کہاں یہ راستے بچیدہ بچیدہ
 دھینے جا کے ہم کیجئے ، تقدس کس کو کہتے ہیں — ہوا پاکیزہ پاکیزہ ، انصاف سلجیدہ سلجیدہ
 بھارت کھو گئی ، لیکن بصیرت تو سلامت ہے — ہیند ہم نے دیکھا ہے مگر اادیہ اادیہ

مہم فکر اتنا ظرف میری جہنم تر میں ہے — دیکھئے بطور سارا ہیند نظر میں ہے
 پہلا سفر دھینے کا میں کیسے بھول جاؤں — سارا وجود میرا ابھی تک سفر میں ہے
 تھوڑی سی خاک پائے ہیند ہے میرے پاس — ہزارں ہوں میں کہ دولت کو نہیں گھر میں ہے

(۲۱۲)

خالد بڑی : خالد بڑی اس کاروان شوق کا پر مزیت مسافر ہے جو نعت کو اعلیٰ اقدار اور لرفع مقامہ کے بلبلان میں صرف کرتا ہے۔ جب رسول اور اطاعت رسول ﷺ کا کامل اتباع اور ہادی انسانیت کے منشور ہدایت کی تعلیم و تبلیغ بڑی کی نعت کا مرکزی نقطہ ہے۔ بڑی کا اسلوب علمی ہے۔ مقررانہ اور امتحانہ انداز غالب ہے لیکن اس سادگت سے لطافت شعری کا پہلو نہیں رہتا۔ مولانا ظفر علی خاں کی طرح مشکل اور عالمانہ سطح کے قرائی کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ وہ مضمون میں جذب ہو جاتے ہیں۔ زبان و بیان عموماً سادہ و دلکش اور عمدہ نعت میں معنوی شکوہ و جمال موجود ہوتا ہے۔ بڑی نعت گوئی کو اپنے ایمان کی تکمیل کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید کے مطابق

”ن کی نعت نگاری بعض غیر مسلم اور ترقی پسند شعرا کی طرح محض فیشن پرستی یا شعری تقاضے کی تکمیل میں بعد یہ ان کے ایمان کا بڑا ہے۔“ (۲۱۳)

حد :

اے خدا رحم کر ، کرم فرما — دور دل سے ہر ایک ظلم فرما
 دین اسلام کی حفاظت کر — کفر و باطل کو کاہنہم فرما
 ہر برائی کا خاتمہ کر دے — حق کی نصرت قدم قدم فرما
 قوم مسلم ہے تفرقے کا شکار — اس کے شیرازے کو ہم فرما
 جو ترے سرکش اور بانی ہیں — کافروں کے سروں کو ظم فرما
 آپ کے احرام کے عمدے — قوم مسلم کو محترم فرما

نعت :

مہر ہو ، امت کدہ ہو ، کلیسا ہو یا کنشت — واضح کیا ہے آپ نے دنیا کا خوب و زشت
 ارشاد مصطفیٰ کے مطابق عمل کرو — سرسبز پہاڑے ہو اگر عاقبت کی کشت
 لیکن کے سادہ لوح مسلمان پہاڑ — دین نبی سے ہر یہودی کی ہے سرشت
 دم جہاں میں عظمت آدم انبی سے ہے — روشن انبی کے دم سے ہے انہما کی سرشت
 بڑی مجھے بعثت کی عظمت میں شک نہیں — لیکن مرے لئے ہے ہیند بھی اک کشت

(۲۱۵)

مسرور کیفی : مسرور کیفی کے یہاں نعت رچی نہیں، حقیقی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ان کے احساس اور جذبے سے ان کی نوک قلم تک آکر ایک عمدہ اور معیاری نعت تخلیق کرتی ہے۔ ان کے کلام میں عقیدت و اطاعت کی ساتھ ساتھ ذات محمدی کے لوہاف و فضائل کا بیان فنی اور معنوی حسن کے ساتھ ہوتا ہے۔ ملامت کا رنگ اور جذبہ عقیدت و اطاعت کی منہ ان کے چمن تحقیق کو شاداب و خوش منظر رکھتی ہے۔ سلیقہ فن کے ساتھ ساتھ سلیقہ احترام، سالت بھی ان کی نعتوں سے مترشح ہے۔

ان کی مدح گوئی کے بارے میں جنس جو محمد کرم شاہ الازہری نے نہایت نکات آفرینی کے ساتھ فرمایا ہے
 ”یہ شک اللہ تعالیٰ کی مدح یوں بھی بیان کی جا سکتی ہے کہ وہ فاطر السموات والارض ہے۔ لیکن اگر اس کی خاموشی میں یہ کہا جائے کہ تو وہ ہے جس نے اپنے حبیب مصطفیٰ ﷺ کو جمال و مال کا پیکر بنایا ہے، تو اس سے لائی اور کوئی مدح نہیں ہو سکتی۔“

مسرور کیفی کے مد و نعت کے مجموعے یہ ہیں

چراغ حرا، فلاح دار، جمال حرم، مولائے کل، نور پردہاں، میراب رحمت، سید الکونین اور مجید و حریف۔
 دائرہ ہوا الخیر کشفی نے ان آٹھ مجموعوں کا انتخاب ”غینۃ نعت“ کے نام سے کیا ہے اور فرمایا ہے
 ”میں نے جناب مسرور کیفی کی کنکاشان نعت کے تمام رنگ آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔“

حد :

لنکوں میں کیا میں ہو وصف و کمال تیرا — ہر شے سے ہے نمایاں حسن و جمال تیرا
 راتوں میں رنگ تیرا، دن میں بھی تیرے جلوے — شام و صبح بھی دیکھے ان میں بھی تیرے جلوے
 ارض و سما کے مالک، ارض و سما کے ولی — تیرے کرم کی باتیں تیری طرح مثالی
 ذہن و سما کچھ ایسا، ایسی زبان پاؤں — تیری ہی عظمتوں کے دن رات گیت گاؤں

نعت :

یوں ہی کیا لوگ کہنے آئے — جن کو بلایا نبی نے، آئے
 زندگی بار گروں قحی جن پر — ان کے دربار میں پہنچے آئے
 دل کے ساحل کا منہ، کہ جہاں — ان کی یادوں کے سفینے آئے
 ان کے لطافت و کرم سے ہم کو — نعت نگینے کے قرینے آئے

اپنی لولہات کو جب بھی دیکھا

مجھ کو مسرور پہنچے آئے

(۲۱۶)

ابوالاتیاز عس مسلم : اب تک مسلم کے کئی مدحیہ و نعتیہ مجموعے طبع ہو چکے ہیں۔ اللہ اور رسول، مد و نعت و کاروان حرم، زحرہ و زحرہ سلام، ان کی مد و نعت گوئی کی اعتبار سے منفرد ہے۔ ایک قرائنوں سے روایت کی پاسہ لاری کے باوجود مد و نعت کو عصری مطالبات سے ہم آہنگ کیا اور احمی موضوعات و مضامین کو لیا ہے جنہیں موجودہ مد کا ذوق، جس اور قمری حرائج قبول کر سکتا ہے۔ دوسرے انہوں نے نمیز اسالیب اختیار کئے

اعجازِ رحمانی : اعجازِ رحمانی کی حمد و نعت نگاری اپنے اندر جذب و فکر اور محسوسات و مشاہدات کا بہت سا ذخیرہ رکھتی ہے۔ ان کے یہاں مضامین و افکار کا ایک غیر مختتم سلسلہ ہے جو خوبصورت زبان اور دلکش بیان میں داخل کرنا اعجازِ فن سے جاتا ہے۔ مبداء فیض نے انہیں جن کمالات سے نوازا ہے ان میں حسن صوت بھی شامل ہے جس کے سبب انہوں نے اپنی حمد و نعت کو لفظی آہنگ اور شعری غنائیت سے معمور کیا ہے۔ ان کے اشعار میں عشق جو نعت کی اساس ہے، عقیدت و دل گدائنگی جو حمد کا پایہ نہیں ہے، روحِ تپان اور قلبِ بریں اور چشمِ گریں جس سے نعت اثر پارہ و بفتنی ہے وہ شعور، ہیرت اور احتیاطِ سامانی جو نعت کے فنی اور معنوی تقاضات ہیں، کیفیاتِ جبر و یارہ بندہ میں حاضری کی آرزو وہاں کے مشاہداتِ فطری اور محسوساتِ باطنی، سب کچھ ان کے یہاں موجود ہے۔ وہ محبت، رسول کو اطاعت، رسول ﷺ کے ساتھ خشک کر کے پیش کرتے ہیں تاکہ مسلمان اس سانچے میں داخل کر اقوامِ عالم کے سامنے ہدایت کے چراغ روشن کریں۔ اعجازِ رحمانی کے اکثر اشعار میں امت کے ان اخلاقی امراض کا ذکر ہے جو ان کی سیاحت و معاشرتی محرومیوں کا بیان ہے جو مرکزِ توحید و رسالت سے ہماری وابستگی کمزور کرنے کی صورت میں ہمیں لاحق ہیں۔ ان نعت کی تمام نعتیہ تخلیقات کا محور مطالعہ کیا جائے تو وہ ایک منظم سیرت نگار کے طور پر اظہار کرتے ہیں۔

حمد :

صرف اک رب ہے رب کے سوا کون ہے — دوستو اور مشکل کشا کون ہے
 ذرے ذرے میں جلوہ نما کون ہے — آئندہ گر ہے کون آئندہ کون ہے
 آگ پانی ہوا کس نے تخلیق کی — جو ہے خلاق ارض و سما کون ہے
 عش ویرں جس نے انسان کو عظمتیں — دونوں عالم میں اس سے بڑا کون ہے

نعت :

لوہا بکھل رہا تھا نبی کی زبان سے — دشمن کا تیر کیسے نکلتا مکان سے
 ہٹ جائے ان کی ذات اگر درمیان سے — برسے زمیں پہ آگ ابھی آہن سے
 دریافت ہو رہی ہیں ابھی ان کی عظمتیں — دنیا گزر رہی ہے ابھی اچھٹن سے
 گردنِ صبح و شام ہے ہم رسول کی — یہ کائنات گونج رہی ہے اذان سے
 اعجازِ ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں — روضہ دکھائی دیتا ہے جن کے مکان سے

(۲۲۰)

جنس محمد الیاس : آپ کی حمد و نعت میں بچاوی موضوع ذاتی الم اور اجتماعی آلام کو اٹھانے اور رسول ﷺ کی بدگمہ میں پیش کرنا اور محبت طلب کرنا ہے۔ محاورے و تصنیف کے رنگ و روغ اور متنوع بیان کے ساتھ ساتھ آپ کی کسی بھی حمد اور کسی بھی نعت میں اسی الم نگاری کے موضوع کا تقاضا نظر آتا ہے۔ جنس الیاس معاشرے میں کسی بھی فرد کی محرومی یا حق تلفی کا ذمہ دار اس غیر فطری نظام کو قرار دیتے ہیں جو عدل و اخلاق کا توازن جوڑنے کے سبب، طبقاتی عدم مساوات کی صورت میں پیدا ہوتا ہے جس کے سبب فرد کے حقوق کی نہ حرمت باقی رہتی ہے نہ تحفظ قائم رہتا ہے۔ تاہم اس بجزی کا مدد، ہمیں اس میں کسی مہر کی کامیابی کی ہستی کے اختیار میں ہے جو چارہ ساز محرومین اور کارساز مسلمان ہے۔ اس طرح جنس صاحب کی حمد و نعت داعی اور ہر دلی سطح پر حیات و کائنات کا آلام نامہ ہے۔ ان کے اسلوب میں سادگی، مجز و انکسار اور محرومی کے دکھ کی مناسبت سے فکر و خیال کی آمیزش نے ان کے تخلیقی عمل کو تاثر آفریں بنا دیا ہے۔

جاناں ان کی تصانیف کے نام علی الترتیب یہ ہیں :

شان دو کریم، قدیر و عزیز، لاشریک و بے مثال، احمد و احمد

ایک اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے نعتوں کے علاوہ مدحیہ نگاری پر بھی خاص توجہ دی ہے چنانچہ ”قدیر و عزیز“ اور ”لاشریک و بے مثال“ اور

”احمد و احمد“ میں نعتوں کے علاوہ اشعار مدحیہ بھی شامل ہیں۔ ان کے بارے میں چند آراء یہ ہیں :

احمد ندیم قاسمی :

”شاعر صرف نعت قلیف نہیں کر رہا ہے، عبادت کر رہا ہے اور اس عبادت میں ضروری کا لطف اٹھا رہا ہے۔“

الذہبی احمد :

”اس مجموعہ مدح و نعت میں سوز و گداز موجود ہے جو قبولیت کے لمحوں میں آنہوں کے اس پار دیکھ دینے میں کامیاب

ہو جاتا ہے۔“

جیٹ جینس (ریٹائرڈ) لاکٹر ہائیڈر اقبال

”اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں شیخ شق النبی اور مشق رسول ﷺ روشن کر کے آپ کو نوازا ہے۔“

ڈاکٹر وحید قریشی :

”یہ نعتیہ کلام نعت کو شعرا کے اسلوب سے بہت گرا ہے اور ایک کلاسیکی ہادیت رکھتا ہے۔“ (۲۲۱)

حمد و نعت :

میرا خدا ہی خالق اکبر ، قدیم ہے — میرا نبی خدا کا رسولِ عظیم ہے
میرا خدا ہے مالک و رازق عظیم ہے — میرا نبی ہے رحمت عالم ، سلیم ہے
میرا خدا ہے قادر مطلق ، قدیم ہے — میرا نبی ہے نور کا بیکر ، رحیم ہے
ایسا جو ایمان رحیم و کریم ہے — اس کو نہ کوئی کھر ہے نے کوئی دم ہے

(۲۲۲)

شہد عیب نے لطف فرمایا — مضرب چہن کو قرار آیا
ان کی جھ پر پانی نکلا کرم — منت مہیا رنج و غم کا ہر سایہ
آرزوؤں کی خشک کھیتی ہے — ہر رحمت نبی نے برسا
جو گمیا نہ حلق رحمت سے — ان کے آگے جو ہاتھ پھیلا
نعت ایسا کا ایسا ہے — کون کتا ہے ” ہے بے پایہ

(۲۲۳)

اسلم انصاری : عصر حاضر کے لوہ میں جو ایک اتفاقی ناظر پلا جاتا ہے، اسلم انصاری کی شاعری اس کا آئینہ ہے۔ ان کے یہاں روایت کی
رحمتوں کے ساتھ ساتھ خود ہدایت تجویز کا ایک رویہ ہے جس نے ان کے احساس و فکر سے ان کے ہر ایہ انشائیہ تک ایک حسن پیدا کر دیا ہے۔ ان کا
لہجہ جدید ہے اور اسلوب میں ندرت۔ الفاظ، تراکیب لفظی، تشبیہ و استعارہ کی ندرت اور حریت کا طراز۔ ان کی شاعری کو ظاہری محاسن سے ”مور

کر دیتا ہے۔ ان کی اردو کا قاری سے جمالیاتی لڑچلا پن کے اسلوب کا وصف خاص ہے۔ انہوں نے حمد و نعت جزوی طور پر لکھی ہے لیکن اس موضوع پر جو کچھ کہتا ہے وہ اپنے اندر کشش کے بسط سے پتلور کھتا ہے۔ ان کی حمد و نعت میں معنوں و معنوں کی ایک دنیا آباد ہے۔

حمد :

بادہاں تیرے ، ہوا تیری ، بیٹھے تیرے — موج دریا میں ہائے ہوئے رستے تیرے
 سب زمینوں پہ اترتے ہیں تری پاؤں کی چاند — ہر بلندی پہ پہنکتے ہیں سترے تیرے
 ہر داستانِ قضا میں ہے تیرا مذکور — تانہیں تیری ہیں ، شجر تیرے ، پائے تیرے
 کون اس واسطے حیرت سے نکل سکتا ہے — سب مناظر میں کبھی دیکھنے والے تیرے
 وہ نئی ہو کہ عطا ، تیری ہی قدرت کا ظہور — وہ غما ہو کہ غلا ، رنگ ہیں ہمارے تیرے

نعت :

کبھی جو لفظوں میں روشنی کی کیر چمکے
 خیال ، معنی ، فضا ، تیرے دہیں جگمگائیں
 تو میرے دل میں بھی جاگ اٹھتی ہیں آرزوؤں کی آغوشیں
 آجہ ایسے ہی ، بیابانوں کی روشنی میں
 میں سوچتا ہوں
 اگر کبھی اس بہار صورت ، نگار معنی کی دم قدم میں بارپاؤں
 تو کیا کروں کس طرح پکڑوں
 میں اس کے قدموں میں اپنے احساں کے لہو سے مھرے ہوئے ساتھیوں لہروں
 وہ پھول جن کے شگفتے ہیں انہوں میں میرے ہی آنسوؤں کے گہرے ہیں
 نگہ کروں
 کموں کہ جب سے حرمِ دل پر تری نظر کی کرن پڑی ہے
 ترے ہی قدموں کی بے صدا پہاڑ میرے غفلوں سے چھن پڑی ہے
 کرن کرن کی قمار توں سے
 کلی کلی کی لٹائوں میں
 ترے ہی انفاس کی مسک ہے
 میں مسک ہے جو میری ہستی کی آرزو ہے
 جو میرے غفلوں کی آرزو ہے۔
 یہ شعر — یہ شانِ گدگد و بہارِ شعر و نثر
 یہ زیم و دم ساز زندگی کے ، یہ کیف و گمراہی کے

یہ سوئی کی خوں چھان لکیریں، یہ دیکھتے زخموں کا ہار و زار فغان
یہ لفظ ویدیاں کی دلیائے دگر ہیں، یہ جہانِ معنی

یہ بلام صورت

یہ عکس و عکس زندگی کی صداقتوں کے حسین و بکر

یہ نقش و نقش و نگہ معنی کی شاخ و زراں

یہ سنگ و سنگ آنکھ ہائے عکس جبریں

یہ محفل گل میں شہد گل، یہ روئے نقد، یہ عرض نقد

یہ برگ و برگ یہ عالم یہ حرب و حرب و ہستی

یہ نور و نور و ہستی

یہ کیا ہیں تیرے جہانِ نامہ و جہاںِ جہالت کے ایس ہیں

اسی لئے یہ متاعِ آشفتہ و ناظری لے کے تیرے قدموں میں آکر ہوں

کہ تجری عشق ہے یہ، اور اقبال سے نور و ہستی بھی

شعور و ہمدان کی روشنی بھی، فتنہ و ہستی بھی

(۱۹۴۴)

لیا صمدی بقی : لیا صمدی اور نیکم باقاعدہ غزل کہتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں ان کا نعتیہ مجموعہ ”نمائے محمد ﷺ“ شائع ہوا جو بالوے نعتوں پر مشتمل

ہے۔

ادبی غزل سے دلہنہ ہونے کی صورت میں انھیں یہ فائدہ یہ ہوا کہ ان کی نعتوں میں فنی حسن اور معنوی جمال کے ملازمت پیدا ہو گئے۔ ان کی نعتیں ہر اس خیال سے پر ہیں جو اس راہ کا متاع سفر ہیں۔ حضور ﷺ سے عشق و عقیدت کی ہر ذک سے ہر ذک کیلیت، ان سے انکا گہرا ربط و خیال میں وہ، خواب میں وہ، انہی کی یاد، انہی کا ذکر، انہی کے بحر میں طغراب، انہی کے دیر کا شوق ہے تاب، حضور کی آنرز اور پھر اس آنرز کی تعمیر میں اور تعمیر میں۔ یہی داخلی پہلو انھیں باوجود حضور علیہ السلام کی میرت مقدسہ کا ذکر اور ان کی میرت مبارک کا ایلانی اور تبلیغی پہلو۔ ان کے یہاں ہمارے عہد کے مصری نعتیوں کے مطابق موضوعات اور اسلوبیاتی جمال بھی ملتا ہے اور مستعمل میں ہماری نعت نگار و انداز کا جو میرا یہ اختیار کرے گی، اس کے امکانات ہیں۔

”نمائے محمد ﷺ کی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ غالب کی زمین ہائے غزل میں کبھی مگی ہیں۔ ہانوسے غزلیں جن کر ان کی زمین پر نعت کے لالہ و گل کی کاشت اور نشوونما کی گئی ہے۔ شہرِ احمد کا ایسا تو کرتے ہیں کہ غزل کی حد تک وہ غالب کی پرواز خیال کے ساتھ کرتے ہیں لیکن غالب کے کبھی مصرع غزل کو بجا دیا کر اس پر نعت کہنے کا وہ دن بہت کم ہے۔ اس سلسلے میں رافیل مراد آبادی کی ”مدحت خیر البشر ﷺ“ اور ساجد اسدی کی ”پابھر مقرر“ (۱۹۷۵ء) ہمارے سامنے ہیں۔ مقابلہ مقصود نہیں۔ لیا صمدی نے ان نعتوں میں ہر پہلو سے فنی ملو اور معنوی ر نعت نظر آتی ہے۔

نمونہ کلام :

دلِ دولت، رسولِ محمدؐ، فنا — پابندوں کے رخ پہ بھی دھجے کشود جا

آقا نے مجھ کو دامن رحمت میں لے لیا --- میں درنہ ہر لباس میں تنگ وجود تھا
 رنگ شمعیں گل حبیب سے مشتہر --- بے ہم تھی ہمد ، میں بے نمود تھا
 مد نگاہ میں حسیں دو عالم کی دہشتیں --- ہرے لہو پہ ڈگر شہد ہست ، وہ تھا
 رکا ہوا تھا ذکر محمد سے ہر نفس --- اس انجمن میں کس کو سر ملک ، وہ تھا
 جبریل سے سب اسرار کی روافیں --- انوار کے مدار میں چرخ نمود تھا
 اللہ دے رحمت شہد لوح و قلم لیا
 تا بام عرش اور سلام ، اور تھا

(۲۲۵)

اصغر علی شاہ : اصغر علی شاہ عرفی کے قہر عالم ہیں اور عرفی لغویات سے عرفی ہیں ایہ ائمہ تنگ ان کے اشعار کی رنگ و بے میں روح دوں ہے۔
 ان کا اسلوب عالمانہ اور ان کے افکار عیسائی ہیں۔ ان کے پس عرفی قصیدہ گوئی کے واضح اثرات ہیں۔ اس کے باوجود ایک ملی دکھائی کی شان ان کی حمد
 نعت سے نمودار ہے۔

اصغر علی شاہ فارسی اور ہندی الفاظ و ترکیب بھی بحر استمال کرتے ہیں۔ ان کی تحقیقات جذبے سے زیادہ فکر پر اثر انداز ہوتی ہیں۔
 ”محمد مصطفیٰؐ“ پیامبر فخر ان کا تعریف مجموعہ ہے۔

حمد :

جنت اس کی گریبا ہے محمد کی عظیم --- دہلی میں جس کی ہے گنت ، دماغ جس کا ستیم
 کتاب میں ہوا مکتوب دو علوم و ہنوں --- گہ نمی نہ صفت ائمہ نور نہ فکر سلیم
 اعد ، محمد ہے بلا کفر و ان ، اب ہے تو --- تعوذین کا مریخ ہے تیری دست عظیم
 تری برا کے فرائیں پہ وال ہشت بہشت --- تری سزا کے قرآن پہ وال ہشت عظیم

نعت :

یک خدا یسین دارم دفع ہر قم کے لئے --- لوگ چنے کھینچتے ہیں امم اعظم کے لئے
 ہر حرف تو لہم جانیا بات معاد --- دے مجھے ہمارے مکر کھنڈ کے موسم کے لئے
 فخر ، نہ زخم ، نہ رنج ، جس پاکیزہ شوم --- جس کا ہے دشوار و صواب زخم کے لئے
 یا محمد ، یا محمد ، یا محمد کی پکار --- نور زینہ صاحب ہاکم معصم کے لئے
 عرش صفا عرش تھا گرچہ خدا کا عرش تھا --- تو ہے اجد کبریا عرش معصم کے لئے

(۲۲۶)

ہلال جعفری : ہلال جعفری کو ایک دیدار گہرا ہے اور دینی ماحول میں پلنے پڑنے کا موقع ملا۔ اس طرح نہ اور رسول ﷺ کی محبت کی جڑیں
 ان کے ذہن و دل میں اتنے اے حیات ہی سے رائج ہو گئیں۔ ان کے والدین کے گھر پر تسلسل کے ساتھ کاغل میلاد منفقہ ہو تیں۔ اور دور سے نعت
 ٹوٹھ آتے۔ مطابق رسالت جوق در جوق شرکت کرتے۔ الغرض اس فضا میں ہلال جعفری نے نعت گوئی کا آغاز کیا۔ ان کی تحسین اتنی قبول حوام

ہوئیں کہ نعت خواہوں کی ٹولیوں کی لڑیاں انہیں مجلسوں اور محفلوں میں لکھن سے ہستی رہتی ہیں۔ ہلال شعری "سرپا مشق" ہیں اور مشق و محنت کی
پہلی کیفیات حسن زبان و بیان کے ساتھ ان کے اشعار میں داخل ہاتی ہیں۔ ان کا ایک مجموعہ "ہلال حرم" اور ایک "قصین" "سمران مصطفیٰ" کے نام
سے شائع ہو چکی ہیں۔

حصہ :

حسن قصورات ، حسن تعینات — جس کو یہاں ثابت کہ وہاں ہے بے ثبات
باقی رہے گا وہر میں غلاق کائنات — جس سے وہاں ہوں آئے تو مید کے نکات
مرد خدا کہاں ، یہ کہیں ہے وہ حقیر
نور ازل کہاں ، یہ کہاں ہے وہ حقیر

نعت :

جو دُورے نے مجھ کو مدینے کے سفر میں — جس جن کے "سب رکھ لے" دامنِ فقر میں
تغافل ہوں لے دور قلم کا جگر میں — جس کی رحمت سے ہے سب بکھرے مگر میں
فردوس کے منظر میں ، نہ "نورِ قرم" میں — انوارِ بحرے ہیں جو مدینے کی عمر میں
میدانِ قیامت میں ہے ایک ایک "نور" — رحمت کی قسم ، رسمِ عالم کی نظر میں
اب بھڑکے گشتی کو ہلالِ حق کے کرم پر
وہ گاہیں تو شاملِ الحق نہ جانے تصور میں

(۳۳۷)

حسین سحر : نثری اور شعری تخلیقات کے حوالے سے حسین سحر کا کام کی جتنوں میں پہلا ہوا ہے۔ ایک دقیق جہتِ مد و نعت کی تخلیق ہے
جس کے سبب انہوں نے روایتِ نعت کو نیا اظہار دیا ہے۔ حسین سحر کے یہاں نعت کوئی محفلِ حق کے احساس سے شروع ہوتی ہے۔ تو فیضِ مد و نعتی
اور محکاتِ سحر کا پہلا حصہ کے سامنے آتا ہے اور اس طرح کے منظرِ جذبہ کے ساتھ نشو و نما پاتی ہے۔ ان کا بچپن ہے کہ خدا تک رسائی
مکمل ہی نہیں جب تک آقاؐ کے ہمارے ساتھ رہا۔ قریب اسی کی یادِ تمسک و توسل حضور ﷺ پر استوار ہے۔ یہ کلیہ ہی مضمون کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات و جہتِ حق میں عالمِ امکان ہے۔ اور حضور ﷺ ہی تمام مظاہر کا سرچشمہ حقیقی ہیں۔ حسین سحر نے یہاں حسین و شہین
پر ہیوں میں بیان ہوا ہے۔ ان کے یہاں افکار و مضامین گونا گوں ہیں جن کے آئینے سے تجلیاتِ سیرت پاک عیاں ہوتی ہیں۔ حسین سحر اپنے منوس
دل ، اپنے خونِ جگر ، اپنے جذبہ کی سہاٹی ، اپنی فکر آفرینی ، اپنے علم و شعور کی آمیزش اور اپنے خیال کی تازگی اور لیے کی حلقہ بکری سے نعت کوئی کی
روایت اور تجربے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

ان کے نعتیہ مجموعے "نعتِ حق" سے چند اشعارِ مد و نعت پیش ہیں :

حصہ :

مگر کائناتِ تیری ذات — ذاتی محکاتِ تیری ذات

ہے فنا آئینا جہاں سارا — اور رنگ ثابت تہری ذات
جس سے زندہ ہے کائنات سحر — ہے وہ روح حیات تہری ذات

نعت :

ذراے نظر آئیں گے فزوں شمس و قمر سے — دیکھے تو کوئی خاک عرب میری نظر سے
قدہموں پہ مرے دھول سہروں کی جہی ہے — آیا ہوں ابھی لوت کے طیبہ کے سفر سے
اے چکر انوار تری ذات سے پہلے — غالی تھا زمانے کا صدف آپ مگر سے
جس نور سے روشن ہیں سہروں کی نگاہیں — اس نور کو نسبت ہے تری رولہ گزر سے
یہ فیض ہے اس روئے منور کی غیا کا — بھری ہے تجلی جو گریبان سحر سے

(۲۳۸)

انور جمال : عصری حمد و نعت کے فنی مطالبات اور معاشرتی تحاضوں کو اپنی تخلیق میں سمونے والا شاعر، انور جمال ہے جو احساس اور ادراک کے نئے افق تلاش کرتا ہے اور اپنے اس سفر اور اک کے حاصل کو تحقیق کے حوالے کر دیتا ہے۔ ”لولاک لہما“ انور جمال کا نعتیہ مسدس ہے جس میں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و ظہیر اور اسوۂ حسنہ کو موضوع بنایا ہے۔ مسدس میں عرب کے حوالے سے دنیا کی اخلاقی گمراہیوں اور غفلتوں کے ذکر کو بھی منظر بنا کر تصور قدسی کے اثرات و برکات کو بیان کیا ہے۔ انداز بیان میں برجستگی، روانی، لطافت اور تاثیر موجود ہے۔

”لولاک لہما“ سے دو بند :

تشریف لائے صل علی عافیت مآب — فداوں کی چوٹیوں سے چھتا نور آفتاب
قدوت نے وہ کروبیئے تارکیوں کے باب — جشن طرب منانے لگے ثاقب و شہاب
ماحول رقص کرنے لگا ، جھومنے لگا
جھک کر فلک زمیں کا بدن چومنے لگا
”نعرہ ایہ ہے“ وہی نعرہ ذل — صدیوں کی مسعتوں پہ مجید اس کا ایک ہل
دنیا کی کارگاہ میں اس کا ہر اک عمل — منطق کی نفسیات کی سو مشکلوں کا حل
اس کا وجود نقطہ کن کا جواز ہے
”زندگی کے دائرے کا ارتکاز ہے

(۲۳۹)

لالہ صحرائی : چوہدری محمد صادق، لالہ صحرائی نے اپنے لائق سفر کا آغاز نثر نویسی سے کیا۔ وہ بریک نہ لکھتے رہے۔ جب ان کی شعری استعداد انہری نور انہوں نے ہادیہ شعر پر قدم رکھا لیکن قدم لوہیں ہی پر توفیق الہی نے ان کو شاہراہ حمد و نعت پر گامزن کر دیا۔ پھر دو تین سال کے عرصے میں ان کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں قلم مجید (حمدیہ مجموعہ)، لالہ دار نعت، باران نعت ان کے نعتیہ مجموعے ہیں اور فروات رحمت اللعالمین (مکمل فروات پر مشتمل) تصنیف ہے۔ ”قلم مجید“ پر اردو کے حمدیہ مجموعوں کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا۔ نعت کے سلسلے میں لالہ صحرائی

کا عقیدہ یہ ہے کہ نعمت کوئی کوڑا کر رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت کا حکم دینا ہی ہو چاہئے۔ شخص نعمت سرائی کافی نہیں دیکھتا۔ اس کے ساتھ اطاعت کا لازمہ نہ ہو۔ نعمت کیا ہے؟ انکار، عشق، لیکن عشق کا ثبوت حضورؐ کی تقلید میرت، ان کی اطاعت اور اہل بکول کے اہل عشق نہیں ہے۔ اس لئے لالہ سحرانی نے خدمت اور اطاعت کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور اس اہم موضوع کو کثرت سے بیان کیا ہے۔ صاحب عشق کے دل پر جو جو کیلیات گزر سکتی ہیں، ان کی نعمتیں سب کا آئینہ ہیں۔ ان کی نعمتوں میں حضور ﷺ کی جو صیف جمال اور ان کے افکار و نظریہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ مقاصد نبوت کلیاں بھی ملتا ہے۔ عالم انسانیت میں بھی اس کے بدل اور راستہ قائم ہو کی وجہ سے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اہرام کرنے کی۔

”غزوات رحمۃ اللعالمین“ لالہ سحرانی کا ایک موقع نقدیہ کارنامہ ہے۔ غزوات نبویؐ نہایت دیرت میں کوئی نیا موضوع نہیں ہے۔ غزوات آج سے لکھے گئے ہیں یا نہت کے ضمن میں ہر ایک موضوع ان کو بیان کیا جا رہا ہے۔ لیکن غزوات نگاری کی شعری روایت کے تسلسل کے بلحاظ اب تک تمام غزوات کو یکجا کر کے ایک نظم میں پروانے کا خیال سب سے پہلے لالہ سحرانی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔ اس اعتبار سے یہ اس موضوع پر نو لکھن کو شوق ہے۔ ان غزوات کی بدنامی نے واقعہ نگاری اور مستند معلومات پر رکھی ہے۔ ان کے ذریعے حضور ﷺ کی میرت اقدس کے بے شمار مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ ہر نظم میں شروعات ہر ایک قدرت کلام اور ذور بیان موجود ہے۔ ان کے ذریعے توحید پرستوں کا آئینہ نگارہ عمل بھی محسوس ہوتا ہے اور ان کے عقیم قلم کی میرت اقدس میں بھی۔ اور ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کس طرح ان ستاروں میں بد رکامل کی طرح جلوہ لگاتا تھا اور کس طرح آفتاب رسالت کی شش فصلوں میں ستاروں کو اپنے مرکز و محور سے گرا کر اس کے تحت تھی۔

نمونہ کلام (حصہ):

تو نے بھلا مجھ کو ہے انہیں، شکر ہے مولا، شکر ہے مولا
اور بھلا مجھ ہے مسلمان، شکر ہے مولا، شکر ہے مولا
میرے نسب کا خوف ہے لیکن... نعمت سے نوبت نہیں ہوں
جسے مرے دل کا یہ سرور سادہ شکر ہے مولا، شکر ہے مولا

نعت:

قرینہ عظمت کا یہ کیا ہے — مجھے نعمتوں کا ہوا کا یہ کیا ہے
پہلوں اے کاش اس شکر قدم پر — قیامت تک جو ہوا کا یہ کیا ہے
مجھے طاعت کا ہنر بھی عطا ہو — کہ شوق درج پیدا ہو گیا ہے

(۲۳۰)

”غزوات رحمۃ للعالمین“ سے ”غزوة بدر، آخری اشعار“:

خ پان نظر باطل پہ ہر اسلام نے — وہ نے جو محبوب سے وعدہ کیا پورا ہوا
ہنگ پر اس وجہ سے ہے غزوة بدر فتح میں — وہمیں حق و باطل تھا یہ پہلا سرک
مسلحہ اسلام کے صحن میں سب اسباب ہر — ان کے اہل سے نہیں ہو سکتے ہم وعدہ آ
یہ وہی تھے جن کی پہلوں کی اٹھی تھی جب فیصل — نصر ملت کا دروازہ حشر محکم ہوا
وہ کمال کے ستارہ تم پہ ہوں لاکھوں سلام — وہ سے پہلائی تم نے سارے عالم میں دنیا

(۲۳۱)

تائش صدائی : آپ نعت کوئی میں ایک خاص مرتبہ و منزلت رکھتے ہیں۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ ”ترگ کا“ نکاحِ جنین سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ ایک معروف شخصیت جناب طلیل صدائی مصنف ”مکملہ فیض“ کے فرزند ہیں۔ نہ اے تائش صدائی کو محبوب گہرا پہنچنے کی محبت کے سطر جنابت سے بھی غوازا ہے اور درافت اور ماحول کی دو ہفتوں نے بھی اس سے تعلق کیا ہے۔ انہوں نے نعت کی اعلیٰ اور ارفع روایت سے اپنا معنی رشتہ قائم کیا ہے اور دولت کے ایک خوبصورت اسلوب کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ دو ایسی تجربات کا فکاہ نہیں ہوئے اور روایت کے حسن کو مجرد کرتی ہے۔ تائش صدائی نے اپنی نعتوں میں دونوں رویوں کو برتا ہے جمال محمدی کے مظاہر کا بیان اور آپ ﷺ کی شریعت اور سیرت مقدسہ کا ذکر۔

نصونہ کلام (حمد) :

ہر نفس ہے ترے کرم کا دور — سازِ جاں میں ہے لا الہ کا سرود
مہریت کا ہے آئینہ وہ جہیں — جس کو حشری ہے تو نے مہرِ سکود
تجری جائید کر نہ ہو شامل — دانش و سمت و عمل ہے سود

نعت : —

نہے نصیب کہ یہ اہتمام ہو جائے — حرم میں صبح ، دہینے میں شام ہو جائے
سر نیاز بھی ہو نحو بندگی یا رب — وہاں بھی وقت اور در و مقام ہو جائے
مرے لئے ہے یہی دو جہان کی دولت — کہ ان کے در کے فقیروں میں نام ہو جائے
خدا کرے کہ مہینے کی خاک ہو جاؤں — مری حیات کا بول اہتمام ہو جائے

(۲۳۲)

غوثِ مقبرہ اوی : غوثِ مقبرہ اوی کی نعت کا تینوں ہوت و سب سے ہے۔ حمد قدیم سے حمد مگر اراں تک نعت نے جتنی فنی اور معنوی پیش و رفت کی ہے، غوث کی نعت اس کی آئینہ دار ہے۔ ان کی نعت کا کلیدی مضمون مہینے کی عاسری ہے۔ وہاں حاضر ہو کر وہاں کی نورانی فضاؤں کو اپنی ولادت لکھی کا حصہ ملنا، پھر مہینے سے مراجعت کے بعد ستر گھر کی قنارہ، غوثِ مقبرہ اوی نے عاسری اور معنوی کی کیفیات کو جس جذب و سرشاری، دلگدازی اور دل فروزی کے ساتھ جس سلسل و تواتر سے قالبِ نعت میں احوال ہے و انہی کا حصہ ہے۔ تائش صدائی کہتے ہیں ”ان کی نعتوں کا موضوع رسول مقبول ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور تعلیمات ہیں اور موضوع کی تازہ کاری سے ان کی نعتیں رسول مقبول ﷺ سے محبت اور عقیدت کا ایسا اظہار ہیں جو دلوں کو چٹاؤں کی حرارت اور محسوسات کی سرشاری سے ہمکنار کرتی ہیں۔“

ان کے مجموعۂ نعت ”بلاوا“ سے حمد :

یہ زمیں ، یہ آسمان ، پانی ، ہوا کچھ بھی نہیں — تو ہی تو ہے ہر جگہ جہ سے ہوا کچھ بھی نہیں
تو نے جب پہا بنا تو دھڑا لے جہاں — اور جب آبا مٹانے کا تھا کچھ بھی نہیں
تیرے ہونے کا بغیر جس کو نہیں اس کو ضرور — ہے بہت نقصان لیکن فائدہ کچھ بھی نہیں
وہ اگر حشر پہ آئے نکل خدائی حشر دے — اس نے تم کو غوث جو کچھ بھی دیا ، کچھ بھی نہیں

نعت :

کیا ہے نوح نے جب سے سفر مہینے کا — نگو میں ہے بعد وقت گھر مہینے کا
 نظر میں ایک تصور اصر کے قبا ہے — وہ اک خیال بہت معتبر مہینے کا
 قیام گا، جہاں آخری حضور کی ہے — وہی مقام ہے لوگوں جگر مہینے کا
 دکھائی دی تھی جھک لوہ خوب میں دو بھی — خیال آہ رہا مگر مہینے کا
 ہو پادری تری قسمت کی نوح، ممکن ہے — کچھ نصیب ہو پھر سے سفر مہینے کا

(۴۴۲)

سافر مشہدی : ”مامی“ کے ہم سے ان کا نعتیہ مسدس شائع ہو چکا ہے۔ اس مسدس میں ایک مراد نظام نظر ہے۔ خیالات و مضامین کا ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں ایک معنوی ربط اور منطقی تسلسل ہے۔ اس میں ایک زمانہ وقوع شروع نہیں ہو جاتی بعد مصرعوں کی آگہی سے اس کی لہر ابھرتی اور جب یہ سریت اپنی دستوں میں بر کر اور اپنے کناروں سے باہر نکل کر ماضی کو اپنی گرفت میں لے چکتی ہے تو اس کے بعد علم اپنے آخری جزو پر پہنچ کر دوبارہ مصرعوں کی آگہی پر قسم ہو جاتی ہے۔ حیات انسانی میں اخلاق کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام آئے اور آخر میں مامی کلمہ باطل حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ اس مقام سے مسدس میں توصیف و رسالت، مقام نبوت اور پیغام شریعت کے مضامین کا ذکر کیا ہے۔ ”مامی“ تہدیدِ لہجہ کی تخلیق ہے اور نعت میں ایک ذوق شہادہ اضافہ۔

حضور ﷺ کی بعثت :

کانوں سے بھر گئی جو دس سال ہو گئی — بری گناہ کرم کی، کدورت کو دھو گئی
 کھنڈے رگب دیات میں دو نوہ کا مٹی — انیس کی کمانی اندھیروں میں کھو گئی
 روحن چرخ جس کے بھی دل میں ہے دین کا
 اس جان لو کہ فیض ہے شاہ مبین کا
 اترے پر عمر لکھوں کے شاخ زہن پر — جن کی چمک سے پھول کھلے آہن پر
 کوئین کو ہے کلمہ کی شان پر — قربان کبریائی ہوئی جس کی آن پر
 سستی کے رنگ جس کے قدم چومنے گئے
 الفت میں جس کی ارض و سما بھومنے گئے

(۴۴۳)

غیر شجاع آبادی : نزلوں کے علاوہ ملی موضوعات پر اخلاق آموز اور اصلاحی نین کی نگہیں ان کا تخلیقی سرمایہ ہیں۔ حمد و نعت پر ”خوشبوئے ثناء“ بیٹس صاحب کا ذخیرہ سعادت ہے۔ بیٹس صاحب قادر الکلام شاعر ہیں۔ طویل حمدیں اور بیٹیں کہتے ہیں اور آخر تک قادر الکلامی اپنا جوہر دکھاتی ہے۔ ان کے یہاں عشق کا اور اک اور اطاعت کا ابلاغ ہے۔ وہ ہاتھ ہیں کہ مسلمان حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت کا پیکر بن جائیں اور ان کی زندگی ان انکار و اعمال میں داخل جائے جو مصعب انہی اور مشائے نبوت ہیں۔

حصہ :

زاہدوں کے زہ میں ، رقت کے جذبوں پر محیط — عابدوں کے رات کی غلوت میں سجدوں پر محیط
چاندنی راتوں کی اک نیکیں روا میں موجزن — آسمان کے کالے عیموں کی فضاؤں پر محیط
ماجرانہ ہاتھ ہیں تیری اطاعت میں دراز — چشم تر سے میٹھ کی قلبی دماؤں پر محیط

نعت :

در بطنی ، در اقدس پہ جو بھی بے خوا آیا — نعت کی نثر نے عشق وں بہشت کی خوشبوئیں
جینے و ہزار ، روی ، لوہیں ، رابد ، طلوع — مظلوم و مجز سے سب پائے فطرت کی خوشبوئیں
نور ، انجیل بھی ہے حق ہے اور تورات بھی ہے حق — مگر قسم رسل ، قرآن کی رفعت کی خوشبوئیں

(۲۳۵)

سید قمر زیدی : ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۶ء تک قمر زیدی کے چھ شعری مجموعے ملی انترتیب نوادر ، شگفتہ ، تجلید ، ہامین ، میراث نور لمس کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ شروع ہی سے انھیں دین سے ایسا قلبی لگاؤ ہے کہ ان مجموعوں کا جو مومنانہ نظریہ، فطرت اور قلعہ بھاری کی انسانیت سے متعلق ہیں، حسن آغاز حمد و نعت سے ہوا ہے۔ اگرچہ یہ تمام ترجموں کی طور پر ہیں لیکن توقع ہے کہ جلد ہی ان کے مولود نعت کے کلی مجموعے سامنے آئیں گے۔ جب قمر زیدی فضائے حمد میں قدم رکھتے ہیں یا کوئے نعت میں داخل ہوتے ہیں تو وہ بے باکی جوان کی نظم و نثر میں ہے، مگر قسم ہو کر خشوع و خضوع، مجرود اکلند اور لوہ و احترام کا جوہر ان کے آئینہ گفتار میں پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے یہاں مہجوری کا احساس ہے لیکن ان پر معناتی و حضور کی کا جذبہ غالب ہے۔ جبر لوہی، فن کے یہاں گریہ و چاک کی صورت پیدا نہیں کرتی بلکہ عالم ہجر میں بھی ان پر نشاط دید کا ایک تسویراتی حال چھلکا رہتا ہے۔ ان کے یہاں نیا وہ مضامین کا تعلق لینے کی حاضری سے ہے اور اس ضمن میں ان کے یہاں ہارک اور لطیف جذبے متخوم رنگ میں تصور کرتے ہیں۔ نعت کے تمام ہی موضوعات ان کے یہاں در آئے ہیں تاہم جاہل کو جانی فن اور مجر و شکاک اکلند ملتا ہے اور توفیق شاک کا جازانہ و عالمی ہے۔
جہاں تک حمد و نعت کا تعلق ہے ان میں اعتراف کبریائی اور شان و عیبت کے اکلند کے ساتھ ساتھ اطاعت و عیدیت کا بھی ایسا ہی ملتا ہے۔ ان کے یہاں مناجات کا طراز نہ ملتا ہے۔

حصہ :

محمد کھٹنے کا تری جب بھی خیال آیا ہے — مری کم مانگی فن کا سوال آیا ہے
نہ وہ الفاظ نہاں میں ، نہ ادب میں وہ مثال — نہ مری ہم یہاں میں وہ کمال آیا ہے
تیری توصیف قمر سے ، تیری توفیق ہمارے — ہو سکے گی ، یہ کہاں دل سے نکال آیا ہے
آنکھ میں لنگ نہامت لئے حاضر ہے قمر — آج بے تری رمت کی مثال آیا ہے

نعت :

قلم چراغ ، سیاہی کا نور ہو جانا — مقام مصطفوی کا شعور ہو جانا
کمال ہے کہ ابوہر نعت کا خیال آئے — نور نہاں پہ نہاں کا مہور ہو جانا

یہ معجزہ نری رحمت کا، تیرے ہم کا ہے — درود پڑھتے ہی ہر نعم کا اور ہو جاتا
تجے اکتا پیام وفا پایا ہے — جب لوح سے بھی اسب ضرور ہو جاتا
قر کے واسطے لوح کمال ہے زیدی — فبار راہ دیار حضور ہو جاتا

(۲۳۶)

صبح رحمانی : ”باوہمہ مہور“ چہ در محبت کے شاعر صبح رحمانی نے نئی نسل کے اہل قلم میں ایک امتیاز حاصل کر لیا ہے اور انہیں اس ذہین اور
باشعور نسل کی حمايت کی کا پورا پورا حق پہنچاتا ہے۔ ان کے ان دونوں مجموعوں نے اس عمدہ کے اہل تحقیق، نقادوں اور قارئین کو اپنے آئینہ خانہ تخلیق کی
بہرہ کرا کے حیرت زدہ اور ششدر کر کے رکھ دیا ہے۔

اکثر ہمارے اہل فن کی نعت گوئی کے بارے میں ایک نہ لاشعوری ترس ہے

”الحمد لله“ صبح رحمانی ایسے ہی شاعروں میں شامل ہیں۔ ان کی نعت گوئی کا رشتہ محسن کا کوہِ دہلی، امیرِ مہتابی، حالی،

اقبال اور ظفر علی خان کے وسیلے سے حضرت ابراہیم بن محمد بن ابی اسحاق شافعیؒ سے قائم ہو رہا ہے۔

اکثر اہل فن کے خیال

”ان میں جو نغمہ، اصول مقصد کے لئے جدوجہد، غلوں اور تنہائی معیار پایا جاتا ہے ان سب کو دیکھ کر ان کی قدردانی
ملاحت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ صبح رحمانی کے سامنے نعت کے موضوع پر کام کرنے کے لئے وسیع کام ہے۔ ان کی
غزلیہ ہند، اولیٰ توانائی اور غلوں کو دیکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے کہ نعت کے افق پر طلوع ہونے والا یہ کائنات اپنے
وقت پر درکامل ان کر چکے گا۔“ (۲۳۷)

صبح رحمانی کے بارے میں حیدرآباد کی رائے دیکھئے

”صبح رحمانی کی محبت دوسری صدی میں اولیٰ نبوی نعت روحِ عصر سے بچاؤ نہیں۔ حصہ نظم میں روحِ صبریت نمایاں

ہے۔“ (۲۳۸)

صبح رحمانی نے جہاں محرومیت کو ذاتی کیفیتِ عشق کا ترجمان کیا ہے اور عشق کے جو کھانے، مطالبے، آرزوئیں، انتہائیں، غمِ بھر اور غمِ غما
حضور کی جو محسوسات ہوتے ہیں ان سب کا ظہور ان کے وسیلے سے کیا ہے وہیں ان اصناف کو اپنے ملک و ملت، ہمہ گیر نسب مسلم اور تمام عالم
انسانیت کے احوال و مسائل کا آئینہ دار بنایا ہے۔ ظاہر ہے اسے وسیع وسیع اور ہمہ پہلو مطالعہ، فکر و محنت کی ایک جتنی دیکھ میں نہیں سانسکتے تھے مگر صبح رحمانی نے
غزل اور قطعہ کے علاوہ نظم اور اس کی مختلف ہیئتوں کو، نثر، نثر و غیرہ کو بھی رہا ہے اور اس طرح مختلف ہندوں اور خیالوں کو ان کے مزاج کے مطابق
محاکات کر دیا ہے۔ سوز اور طرفہ بینی کے باعث محرومیت و غمِ عشق کے جس طرح افق سے غور کر سکتے ہیں، اس کی مثال صبح رحمانی کے سوا
کیس مشکل ہی سے نظر آئے گی۔

حصہ :

حاصل دے فکر کو اور ہادش بیدار کر — ہے نا تیری بہت مشکل، اسے آسان کر
رفتہ رفتہ کھول مجھ پر رازِ ہائے جسم و جاں — دیر سے دیر سے مجھ پہ ظاہر تو مری پہچان کر
ذہبت کے تجھے ہوئے صحرا میں ہوں اس سے کمال — میرے سر پہ دھریں رحمت کی چادرِ شان کر
غیر شب سے بھی تو آتی ہے صبح — نہ لکھ لو اس طرح عشق کا کچھ سامان کر

نعت :

ملا دل سے علم زلور ستر آہستہ آہستہ — تصور میں چلا طیبہ مگر آہستہ آہستہ
 نہاں کو تاب گویائی نہیں رہتی مہینے میں — صدا آتی ہے لیکن چہم تر آہستہ آہستہ
 احمدی روح کی ہستی میں جلوں کی دھنک اس نے — فصاحت شب پہ ہو جیسے سر آہستہ آہستہ
 محبت کا سلیقہ دے دیا وحشی تباہی کا — مٹا صدیوں کی رہنمائی کا اثر آہستہ آہستہ
 صبحِ حق کی نالور تو کہ جیسے برف کی کشتی — کرتے سورج کی جانب سے ستر آہستہ آہستہ

(۲۳۹)

ظاہر سلطانی : ظاہر سلطانی نہ نعت کی تخلیق سے فروغ تک لگا ہر سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے خود کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ "عزیزِ محمد" کی صورت میں انہوں نے معیاری نمونوں کو نکھا کر دیا ہے اور ایک بہترین انتخاب، منظر عام پر لائے ہیں۔ اب حق کا نقیبہ مجموعہ "نعت جہری زندگی" مطبعی ہوا ہے جو نعت کی فضائل میں ایک نئے عقیدت کی گواہ ہے۔ حق کی مدد کوئی میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کے اعلیٰ اکرالیت، اس کے نظامِ حرکت کے ساتھ ساتھ معبود و عبد کے باہمی رشتے کی وضاحت، نیز عبد کے فرائض کی تعبیر و تشریح بھی ملتی ہے۔ ظاہر سلطانی کی حمد میں مجزوہ تصریح اور مناجات کا جزو بھی ہے۔ نعت کوئی میں علوم، دور و مندی اور تربت کے ساتھ ساتھ فنی اور معنوی التزامات بھی نظر آتے ہیں۔ عظمت اور شعریت پر وہ فنانی نظام بھی حق کے مد نظر ہے جو نعت کوئی کے ساتھ نعتِ خدائی کے فروغ میں بھی مدد دیتا ہو سکتا ہے۔

ناشر دہلوی کے مطابق

"حق کی حقیتِ تائید سے لبریز نور دل و روح کی بالید کی کاسب ہیں۔"

حرر امدادی کی رائے میں

"ظاہر سلطانی نے نعت کوئی کے تازہ و ایوں پر خصوصی توجہ دی ہے۔"

نعت :

شکر کس من سے کروں مالک و مولیٰ حیرا — ایک اک سانس ہے بے صافیت مجد حیرا
 چہرہ رنگ میں کیزے کو مطا رزق کیا — جز فرما ہے یہ انداز انوکھا حیرا
 حیرا وہ در سیر ہے نظر واپوں کو — پردہ قیب سے ظاہر جو ہے ہلوا حیرا
 ایک آدمی ہے سرے دل میں سرے رب غلا — نہ کرتا ہی رہے ظاہر لولئی حیرا

نعت :

حق ہے دل کو طیبہ کے مناظر رنگ و نور — ہیں بھستان محمد کے حاضر رنگ و نور
 قہر کر، شہر مدینہ کی طرف پرواز کر — حیرا آنکھوں میں اتر آئیں گے طائر رنگ و نور
 ماضی جب ہو تری اس شہر پر تائید میں — جنم دل سے دیکھا طیبہ کے زار رنگ و نور
 قہر جب نعت نبی کہنے کا میں نے کر لیا — اپنے اندر یوں لگا بھگہ کہ، ہیں ظاہر رنگ و نور

(۲۴۰)

ڈاکٹر ریاض مجید : ڈاکٹر ریاض مجید "اردو میں نعت گوئی" جیسی اہم تحقیقی تصنیف کے سبب ایک امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ اس تصنیف میں ۱۹۹۰ء تک تخلیق ہونے والے نعتیہ شعروادب کی تحقیق نہایت بالغ نظری، اہمیت اور سند و اعتبار کے حوالوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ تصنیف آئندہ اہل تحقیق کے لئے دور تک اور دور تک راستہ دکھاتی رہے گی۔ ڈاکٹر صاحب تخلیق کی اعلیٰ استعداد بھی رکھتے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ کوئی شخص اچھا نعتیہ محقق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اچھا صاحب تخلیق نہ ہو۔ اس لئے کہ تنقید اور تحقیق کا مورد مرکز تخلیقی ادب ہی ہوتا ہے۔ ایک نعتیہ محقق جب تک خود تخلیق کی منزل سے نہ گزرے، وہ کسی کے تخلیق پارے پر نقد و تحقیق کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صاحب کیونکہ خود معیاری شعروادب تخلیق کرتے ہیں اس لئے ان کا تنقیدی اور تحقیقی کام بھی لائق ستادہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب فروغ نعت اور ارتقاء نعت کے سلسلے میں بھی مختلف دائرہ ہائے عمل میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ پختی اور اردو کے نہایت معتبر و ممتاز شاعر ہیں اور حمد و نعت گوئی میں ان کے گلستان شاعری کا گل سرسبد ہے۔ اردو میں "الحکم صل علی محمد" میں کائنات کا نعتیہ مجموعہ ہے جس میں ان کے فن اور ان کی عقیدت کے بہت سے تحقیقی مظاہر اہل ذوق کا دلان نظر کھینچتے ہیں۔ صوفی محمد افضل فقیر "نقدیم" میں فرماتے ہیں :

"چشم نظر مجموعہ نعت" "الحکم صل علی محمد" بارگاہ نبوی میں ریاض مجید کا نذرانہ ارادت ہے۔ مسلمات امر میں سے ہے کہ نعت مصطفیٰ کا کما حقہ اور اک و ادائے شریعت ہے۔ یہ مجموعہ نعت منکبیات نعت کے عرفان کی جانب ایک مبارک اقدام ہے۔"

حقیقتاً صاحب ارشاد فرماتے ہیں :

"انہوں نے نعت کے ذریعے عرفان و ایمان کی دولت عام کرنے کی سعی باطن کی ہے۔"

حصہ :

جہی حیرت کی ۲۲ ایک پہلی میں کھو ہے --- نظر آتا نہیں پر دھڑکنوں میں ۵۷ ہے
سلسل چلتا ہے احمد زندگی --- سو میں روشنی، سانسوں میں بہت گھوڑ ہے
کریم ایسا زور حبش سے، رسم منقرت سے --- بہاری خاک اقبال یہ کو تو ہے
مراقب جب بھی ہوتا ہے ریاض اس کی دلا میں --- در اسرار حیرت اس کی جاں میں کھو ہے

نعت :

چمن کی طرح مسکتا ہے گنبد خضرا --- مراقبہ میں بہکتا ہے گنبد خضرا
سمیٹ لائے ہیں آنکھوں میں مگر رخصت --- اب آنسوؤں میں جھکتا ہے گنبد خضرا
دھوم جذب میں کر اس کے زیر دھم محسوس --- دلوں کے ساتھ دھڑکتا ہے گنبد خضرا
کسی مکاں میں بھی ایسا کہیں نہیں ہوگا --- اس افکار میں یکسا ہے گنبد خضرا
وہا جو مانگتے ہیں آپ کے دیئے سے --- ہتھیلیوں پہ چمکتا ہے گنبد خضرا
غلا سے دیکھئے تو غاتم زمیں میں ریاض --- کہیں کی طرح دمکتا ہے گنبد خضرا

عاصی کرہالی : میرے تین نعتیہ مجموعے مدت، نعتوں کے گلاب اور حرف شیریں اور ایک نعت و سلام کا مجموعہ "جلالوں" شائع ہو چکے ہیں۔ "نعتوں کے گلاب" پر قوی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۹۸۹ء میں صدارتی ایوارڈ بھی عطا ہوا ہے۔ تاہم ایک مداح رسول کے لئے سب سے بڑا انعام تو یہ ہے کہ اس کا تذکرہ عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شرف قبول پائے۔ میرا انگریزی فن اور میرا مقصد زندہ کی ایسے لوب کی تخلیق ہے جو حسن، خیر اور صداقت کا مبلغ ہو۔ محمد و نعت میرے لئے جہاں علی الترتیب ائمہ دین اور خزانہ مطلق و عقیدت ہے، وہیں ایک وسیلہ ہے جس سے سیرت مہارک کی نہ صرف تبلیغ کی جائے بلکہ پہلے خود اس سانچے میں ذہل کر دوسروں کے لئے ایک نمونہ جس سے بچا جائے۔ آداب نعت گوئی (نعتیہ نظم) میں میں نے اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں

ہے لوب آفریں حضور کی ذات — اپنی دانش کو ان کا سامں کر
دل کی سچائیوں کو شعر میں زحال — صدق سے مدح فضائل کر
سرد دریں قول فرمائیں — ایسے جسکے گل ٹٹا کھل کر
مدح سیرت جو کی تو خود کو بھی — خود اسوہ ہائے کامل کر
یعنی جب نعت کر چکے تخلیق
نعت کو اپنے دل پہ بزل کر

میں اپنے فن یا حمد و نعت کے تخلیقی عمل کے بارے میں خود کیا رائے رکھتا ہوں۔ چند آراء میں کی جاتی ہیں :

عبدالمجید سالک فرماتے ہیں :

"عاصی از سر تپا ایک مسلمان شاعر ہے۔ حمد و نعت کو مجسود سمجھتے۔ باقی کلام بھی اسلام۔ عاصی کے کلام میں عمل انگیز اور حیات افروز خیالات کی افراط ہے۔" (۲۴۲)

ماہر القادری کا ارشاد ہے :

"عاصی کرہالی ان ممتاز شعرا میں بلند مقام رکھتے ہیں جنہوں نے معاشرے کو پاکیزہ و فخر، شعر و لوب کو حسین اسلوب اور زبان کو نہر و روانہ دی ہے۔ عاصی کے کلام میں متوازن فخر، مقصدیت اور عمل و حرکت کی قوت پائی جاتی ہے۔" (۲۴۳)

حفیظ صاحب کی رائے :

"عاصی کرہالی کے اس مجموعے (نعتوں کے گلاب) کے وسیلے سے اردو نعت ارتقا کی نئی منزلوں میں داخل ہو رہی ہے۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کو کچھ مزید وسعت، تنوع اور جہل عطا کیا ہے۔ انہوں نے نعت میں الوہیت و رسالت کے امتیاز، کبریائی و معطلاتی کے تعلق، شرک و توحید میں حد فاصل، رسالت محمدی ﷺ کی جامعیت و ہدایت، جملہ شعبہ ہائے زندگی میں آپ کی رلوی، آپ کی پر نور قیادت اور کتب و سنت کی ہر گات، سیرت اطہر کے خد و خال، بی و دی تبلیغ کے ثمرات، لواعظ و توانائی، غوثی، گائت شناسی اور خدا شناسی، انسان کے سفر ارتقا میں حضور علیہ السلام کی ہر تری، آشوب عصر، احوال امت اور طلب رست تک زندگی کے ہر موضوع کو جس باخبری، جس شوق، جس حسن کلاری، جس انفر لویت اور جس کمال فن سے بیان کیا ہے، وہ اردو نعت کی روایت کو واقعہ طور پر ترقی دے رہا ہے۔" (۲۴۴)

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنی تحقیقی کتاب میں راقم الحروف کے ہرے میں یہ رائے ظاہر کی ہے :

”عاصی گرامی قبیلہ نعت کے ان شعرا سے تعلق رکھتے ہیں جو احرام رسالت مآب ﷺ کے گمراہ شعور کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے مقاصد و احکام کی تفسیر و تشریح میں مشغول ہیں۔ فن کی نعت کا اسلوب اعلانی و مقصدی ہے۔ نعت ان کے نزدیک ایک مقدس عبادت ہے جس کے واسطے سے وہ زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقاصد اور دنیا و عقبیٰ کی سرخروئی کے طلب گار ہیں۔ فن کی نعتوں میں فن نعت کی نزاکتوں کا پورا احرام نذر آتا ہے۔ شیعہ و شوق کی فراموشی کے باوجود حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حد درجہ احتیاط ان کی فن نعت شناسی کی دلیل ہے۔ جدید طرز اہل علم نے ان کی نعتوں کو نوزیدادوں کو پڑھایا ہے۔“ (۲۳۵)

ان محترم شخصیات کے اس اعلیٰ شفقت پر میں سراپا سپاس دوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل بنائے جس کا اظہار ان کی اذکار و انوار کرم مستحسری سے ہوا ہے۔

حد و نعت : ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی تصنیف ”اردو کی نعتیہ شاعری“ میں اذکار و نوازش میر ایک سلام شامل فرمایا ہے۔ اس سلام کے چند اشعار درج ہیں :

سلام اس پر جو علمت میں مثال آفتاب آیا	—	سلام اس پر رخ کوئین پر جس سے شباب آیا
سلام اس پر جو دریائے گنداشت ویراں سے	—	سلام اس پر جو بادل بن کے اٹھا کوہ فاراں سے
سلام اس پر کہ جس کی ہر نغمہ فیضان ہوتی تھی	—	سلام اس پر کہ جس کی ہر لہر قرآن ہوتی تھی
سلام اس پر کہ جس نے گات ڈالے طوق بے داں کے	—	سلام اس پر کہ آنسو جس نے پونچھے درد مندوں کے
سلام اس پر کہ جس نے مور کو شان سلیمان دی	—	سلام اس پر کہ ہر قطرے کو جس نے بھی طوقاں دی
سلام اس پر کہ جس کی زندگی صراج آدم ہے	—	سلام اس پر کہ جس کا فقر سلطان دو عالم ہے

سلام اس پر بھر کا دل پاک کر دیا جس نے
سلام اس پر ہمیں اللہ والا کر دیا جس نے

(۲۳۶)

نعت :

آخری نبوت کے ایک ایک لئے میں	—	سے شمار ازل مخلوق . فن محنت بد پنہاں
اے مرازم بزم کن تیرے بابہ مالی پر	—	دست بستہ حاضر ہیں کیا حدوث کیا امکان
طوق کعبہ خضران کا مقصد تحقیق	—	کتنے گنبد گردوں مع و شام ہیں گردوں
اس مکان سے آگے لامکان جتنے ہیں	—	ہر جگہ چمکتا ہے حیرا چرہ تلباں
اس زمان سے آگے لا زمان جتنے ہیں	—	سب گردوں کی صورت ہیں تیرے وقت میں غلطان
کتنے ہاتھ نور سورج خاک پر بھر جائیں	—	حیرتی باز فرمائی جہاں دے اگر دلیاں
بے گریہ فضاوں میں کھٹکائیں لاکھوں ہیں	—	سب خزان ہیں حیرا اے شہبہ دوراں

عالمین بتتے ہیں تو ہے سب کا نظیر ہر جگہ تیری منہ ، ہر طرف ترا فریں
تیری شرع ہے ہند سب قرون ماضی
تیری حق مشور آئے ہاں سب سمدیاں

حمد کے چند اشعار :

مست گل ہوں دو غرام ہار دیتا ہے مجھے شیش تھک گیا منہ پر دوتا ہے مجھے
آپ ہی دکھتا ہے میرے سامنے مراد راز آپ ہی تو ہیں مصلح و مژدہ دیتا ہے مجھے
شب کے پردے میں مجھے کرتا ہے الجھام آئنا ان کی صورت اک لیا آہار دیتا ہے مجھے
جب میں لوٹ آتا ہوں دشت ہار سو کو پہچان کر دل میں بھپ جاتا ہے نور تو دل دیتا ہے مجھے
"دور دکھتا ہے دور ، ماضی مجھ سے ساری باتیں
"کریم اوزار پر اعجاز دیتا ہے مجھے

(۲۳۷)

ڈاکٹر عرش صدیقی : اویس ، شاعر ، محقق اور خدا کی حیثیت سے ہر شے کی بڑی نور شعری کہانوں کے مصنف ہیں۔ شاعری میں
روایت جنوں سے مغرب اور روایہ خرد افروزی کے پچھاڑ کا کام میں مصری حیثیت اور شعور کی رو۔ جزو امروہ و نعت کی ہے۔ "کلی میں بدلت" کے ہم
سے دو ہے طبع ہوئے ہیں۔

دوہوں میں تصوف کا ذوق ، چاہو اسے اور خدا اور رسول خدا سے محبت۔ تیغی اور شعور آمیز و ملک پن کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ عرش صاحب
نے عادل فقیر کے نام سے دو ہے کہے ہیں۔

حمد :

عادل خلقت شور بچائے ہوا ہوئے شوگ غربت سے دشمن نگاروں میں نے ہوئے ہیں شوگ
میرے پاس علاج ہے اس کا سنا فقیر کی بات کالی کلی لوزہ کو سارے ، کلی میں بدلت

نعت :

عادل میرا فقر محبت ، فقر ، لکھا ، ہزار میرا فقر حیات ممدو گری کبر مجھ
میرا فقر وہ عدل زانو بھونے جس کے بات میرا فقر فقیری دلی لونی دینی اک کلمات

(۲۳۸)

محمد اسلم بیٹا : خوب صورت لہجے کے شاعر ، زبان و بیان میں سادگی آمیز و دل نشیں۔ اردو اور سرائیکی میں اشعار کہتے ہیں۔ نثر و شعر میں کلی کہانوں
کے مصنف ہیں۔ نعت کے موضوع پر "تخل سر بکار" کے بہت سے ایک ممدو لکھتے ہیں۔

حمد :

میرا دلوں جب سے چیمائوں میں ہے بے مغفرت تر خطائوں میں سے

امساں ہو چلا ہے کہ فطرت کے ہوں قریب — میرا سکون دل انہی دریائوں میں ہے
اس در پہ چھٹے واہوں نے پایا ہے وہ سرور — جو سلطنت میں اور نہ سلطانوں میں ہے
اسلم ان کی ختم کرم کا ہے فیض عام — مخلوق اس کی جتنی بھی آسائشوں میں ہے

نعت :

میری حیات پہ لکھ دوام ان کا ہے — مجھے تو فیض میرا دم ان کا ہے
مرا تو ضمیر سے الگ جہان ان کا ہے — ہے زلی و کار جو انساں غلام ان کا ہے
پام ان کا ہے کلمت میں نور کی بارش — کلام جو ہے لہذا کا پیام ان کا ہے
نہ دوں جوں لفظ کا ہوئے ان کے — یا ہی نرم - عالم کلام ان کا ہے

مصل یہ مقرر میں اسلم نہ گیوں اچھا ہو

لوں پہ ذکر مرے صبح - شام ان کا ہے

(۲۳۹)

ڈاکٹر محمد امین : ممتاز ادیب، شاعر، نقاد اور محقق۔ زیادہ تر نظم و نثر لکھتے ہیں۔ بانگلو کے فروغ میں فن کا سب سے حصہ ہے۔ ہاپانی بانگلو کو پاکستانی
جرائع میں ڈھانچا ہے اس کے مخصوص مضامین، موضوعات میں وسعت ہے انہوں نے بانگلو نگاری کی خصوصیات میں ہے۔ حمد و نعت لکھتے ہیں۔ حمد کا
اسلوب فلسفیانہ اور مفکرانہ ہے جبکہ نعت میں حضور ﷺ کے فضائل کا ذکر، حضور علیہ السلام کی توبہ سے عمر کی عظمت کا بیان اور انسانی کمالات کے
انکشاف میں مدینہ منورہ کی ماضی کی آرزو کا ذکر ہوتا ہے۔

نعت :

رہنمیں حیرے لئے سب عظمتیں حیرے لئے — نالین حرف و ہاں سب مدحتیں حیرے لئے
تو کہ لا محمد ہے، یہ وہاں بھی تجھ سے ہے — سرحد امکان تک سب دستیں حیرے لئے
مصل حیرے ہے کہ کیا ہے کلام کائنات — اسے حتم ہے ہر سب حکمتیں حیرے لئے
میں اس پر مراد کلمات ہوں، میرے خدا — تو کہ خود ہی اوست ہے، سب مدحتیں حیرے لئے
حرف سب حیرے لئے ہیں، لہذا سب حیرے لئے — صورت انکشاف کی سب صورتیں حیرے لئے

(۲۴۰)

نعت :

مصل طیب کی نوشہا ہمارے ہے — کہ ذکر مصطفیٰ بھی کو یہ کوا ہے
کیا ہے سے مسکن کائناتوں کو — تھم کا آب زم زم سے وضو ہے
مجھے مدح رسول نبوی میں — نئے مضمون کی جیم جیمو ہے
لی آدم کو عظمت مستطی سے — نعت سے بحر بھی خوب رو ہے
مجھے ان حضور کی سب نے کا — مدینہ دیکھنے کی آرزو ہے

(۲۴۱)

اقبال ارشد : عصر حاضر کے ادبی رجحانات اور معاشرتی مسائل کے عاظر میں شعر کہتے ہیں۔ نزل میں لطیف ہندول کا اظہار اور نظموں میں فکر انگیزی۔ زبان دلکش، طرزِ ادا موثر۔

محدود نعت میں چہرہ و فکر کا خوب صورت استراحت ان کے اشعار کو درد و اثر کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

حمد :

یا خدا ، یا خدا ، روشنی کر عطا
ہم اندھروں میں ہیں ، ہم کو راستہ دکھا
آسمانوں میں تو ہے زمینوں میں تو
ہر میں تو ، محمد میں ، سفینوں میں تو
کوہ و صحرا کے سارے خزینوں میں تو
ہم تے حکم کے منتظر ہیں کھڑے
تیری مرضی پہ راضی ہیں ہموں نے ہرے
یا خدا ، یا خدا ، یا خدا ، یا خدا

نعت :

روشنی کو احتیادِ شیشہ کر سے دیکھنا — اچھے والو مدینہ منورہ سے دیکھنا
سید الابرار کی گلابِ نعوتوں کے خفیل — میں گزر جاؤں گا دشتِ ہر خطر سے دیکھنا
فتم ہے کوئین کے سرور پہ امدت کی بہار — ہر کسی کو لطف و رحمت کی نظر سے دیکھنا
ان کے روئے کا فرشتے کہے کرتے ہیں طواف — شام تک ارشد یہ کلاہِ سحر سے دیکھنا

(۲۵۲)

ڈاکٹر طاہر تونسوی : ڈاکٹر صاحب تخلق، تنقید اور تحقیق کے حوالے سے ایک اہم شخصیت ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ آپ ایک باہر پایہ شاعر بھی ہیں۔ آپ کی شاعری میں روایت کا حسن بھی ہے اور ہدایت کا جمال بھی۔ طرزِ ادا میں دلکشی ہے۔ زبان و مبالغہ کی طاقتوں کا خیال رکھتے ہیں اور عصری مسائل کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ آپ کے یہاں بڑی محدود نعت ملی ہے۔ آپ کے دینی مقصد کی مناسبت سے یہ نعتیں لکھی گئی ہیں۔ آپ کے لکری سفر کا نقطہ آغاز ہیں اور دینی منزل۔ آپ مکتبہ سے محکم دہائی اور آپ سے ذہنی، تہی اور روحانی رہا اور آپ کے اچل کمال کی آرزو ڈاکٹر طاہر تونسوی کی نعتوں کا حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے غزلیہ نعت کے علاوہ آئندہ نظم کے مختلف پیکروں میں بھی نعت کی ہے۔ آپ کا نعتیہ مجموعہ ان دنوں زیرِ طبع ہے۔

نصوفہ کلام :

نبوت کا اسمِ اول

وہ عرضِ دریں پر چلنا ہوا ماہِ تاباں
موتِ قضا، امرِ قضا، و لطفِ قی قضا

مگر اس کی صفت سے پہلے
 اس انسانیت کا فجر منسل تھا
 لہجہ سے جب اترتا میں پر
 کتاب میں کی سر لپاؤ جھیسر کل تھا
 نبوت کا وہ اسم اول
 فقط اپنی امت کی خوش کی خاطر
 سر لپاؤ عاقل
 مگر میں تو عاجز، گنہگار
 نہ امت سے سر کو جھکانے
 اسی کی شفاعت، اسی کی سفارش، اسی کی رضا چاہتا ہوں
 کہ وہ میرا مولا
 وہی میرا آقا
 کرم کی نظر مجھ پہ کر دے
 تو کچھ بھی نہیں چاہئے اس جہاں میں
 دور چلنا میں جہاں میں
 یہی تیرا ہے
 کہ اس کھلی والے کے دہانے پہ جا کر
 میں اس ہز گنبد و یکھوں
 میں اس در کو چوموں
 کہ جس در پہ آنے کی خاطر
 فرشتے خدا سے دعا مانگتے ہیں

نعت :

- اپنے ہونے کا مجھے بھی اک حوالہ ہے — کوچہ شہر محمد کا اہلا ہے
 میں یہ خواہش ہے کہ میرے شہر میں رہتا رہوں — یہ نہیں اس کے سوا اے شہم والا ہے
 ہز گنبد ہی رہے میری نظر کے سامنے — نور احمد کا سری آنکھوں کو ہلا ہے
 آپ آئے تو اس انسان نے بیٹا سیکھا — دور مدد میں رہنے کا قرینہ سیکھا
 لفظ زندہ ہونے اور طرزِ تعظیم آیا — فکر و احسان کی دنیا پہ مجسم آیا
 دیکھ صحرا میں جلی رشتہ و ہدایت کی ہوا — ہمارے پیکل گئی حق و صداقت کی نوا
 قاصدِ رب کی رسائی بھی نہیں ہے کہ جہاں — شبِ معراج بلایا گیا انسان کو وہاں (error)

مجموعہ ہے	لالہ سحرانی	۱۹۹۳ء
مہدیہ قصائد	سید مسرورہ ایوبی	۱۹۹۳ء
مناجات کرم	دور کا کوروی	۱۹۷۰ء

(۲۵۳)

ہم انتخاب ہائے مہدو مناجات کی فہرست حذف کرتے ہیں۔

حافظ لہ حیوانی کے جن مہدیہ مجموعے طبع ہوئے کو یا ان کا مہدیہ تخلیقی سرمایہ سب سے زیادہ ہے۔ ”ذوالجلال والاکرام“ میں مہدیہ نکلیں۔

مہدیہ مثنویوں اور مہدیہ غزلیں شامیں ہیں۔ حقیقہً صاحب اس مجموعے کے بارے میں فرماتے ہیں

”انہوں نے اپنی مہدیہ شاعری میں رب کا کائنات کی قدر توں کی بھر۔ مناظر فطرت کے ملاو باطن کی کیفیات کے

دوپالے سے بھی دکھائی ہے۔ اور اک حقیقت کے اس سطر میں حافظ لہ حیوانی کی چشم بھرت انفس و آفاق کے تقابلی

نگاہوں کی سیر کرتے ہوئے دواوی تزییر تک پہنچی نظر آتی ہے۔“ (۲۵۴)

”سبھاں اللہ و حمد“ کے عنوانات ہیں۔ راجعہ و ما، آہنگ، ثناء اور مہربانی تھی۔ یہ مجموعہ مہدو کلام ترغزلیہ و سنت میں ہے۔

”سببہن اللہ“ عظیمہ میں مہدیہ مثنوی، مثنوی، مہدیہ مستعدیہ و ما اور باقی مہدیہ کلام ترغزلیہ و سنت میں شامل ہے۔ حقیقہً صاحب نے ”غزلیوں“ کے

حنوں سے تدارک لکھا ہے۔ دو کہتے ہیں

”بناپ حافظ لہ حیوانی کی مہدیہ ہر رنگ و ہر ذائقہ اور حسن و جود ہے۔ ان کے یہاں شعرائے حقد میں کی

عظیم روایات اور مہدیہ کے قدحوں سے ہم آہنگ ہو کر سامنے آتی ہیں تو نئی روایت کی تشکیل ہوئی ہے جس میں

غزلیں کی کیفیت بھی ہے، نظم کا تسلسل بھی۔ حافظ صاحب کا اپنا دل انہیں دور و آئینہ اسلوب پر مبنی لہایا ہے۔

انہوں نے قرآن و حدیث کے استناد سے مہدو کو مستحکم پایا ہے۔ اس سے اردو کی مہدیہ شاعری میں ایسا نیا و

واقعہ انسانہ ہوا ہے جس کی مثال مشکل ہی سے پید ہو گی۔“ (۲۵۵)

حافظ لہ حیوانی مہدو نعت کے حوالے سے مصرع حاضر کے لکھنؤ میں شامل ہیں اور انہوں نے ایسے ایسے تخلیقی نقوش قائم کیے ہیں جن کی

چمک و شک تاریخ و تہذیب شعری میں سدا رہے گی۔

ان کا مہدیہ سرمایہ کیا۔ لفظ فن، کیا۔ لفظ اسلوب و نغمہ مضامین نہایت خوش قدر و گرہاں مایہ ہے۔ ان کے یہاں تجربہ ملی بھی ہے اور ترقی

ہوئی بھی۔ مہدیہ انہوں نے قومیداری کی ذات و صفات کے محاذ، تخلیق کائنات اور مظاہر قدرت کے حوالے سے اللہ کے عرفان کے مہدو بھی کی

بارگاہ امدیت میں ثناء و مہدو اللہ کے مضامین نہایت نغمہ اور تاثیر کے ساتھ بانٹے ہیں۔ وہ جس صنف میں لکھتے ہیں، اس کے فنی اور معنوی سجاوٹات کا

کمال حسن خیال رکھتے ہیں۔ توجہ کو ہمارے دل و ذہن تک رسائی اور ہمارے فکر و عمل تک بلال، حافظ صاحب کا مقصود مہدو نگاری ہے جس سے ان

کا مہدو فطریہ ہے کہ ہم مہدویت کا فن کا مظہر ہاں لوہ کا کائنات اختری میں اس کا لہجہ پیغام عام کریں۔

چند جدیدہ اشعار :

ہم عالم میں ہو رہی ہے — — — — —
فلوت جاں میں جس تھی یارین — — — — —
بے یکلکی جلوہ — — — — —
بے مری آسمانی ہے

رجم میں روئے شفق میں تیرے — صبح نے تجھ سے نیا پانی ہے
 ایک قطرے میں ہے قہرِ پنہاں — آوازے میں دشت کی پستائی ہے
 دل کی دھڑکن میں ، سرے اشکوں میں — صورتِ محمد نظرِ آئی ہے
 تیرا عافیت پہ کرم ہے کیسا
 فخر میں معصیتِ دلوائی ہے

مظہرِ وارثی کا مجموعہ ”الحمد“ کے نام سے ہے اور یہ محمدوں ، محمدیہ قطعات اور مناجاتوں پر مشتمل ہے۔ (ذکر سید عبداللہ فرماتے ہیں۔
 ”مظہرِ وارثی صاحب کے مجموعہ ”الحمد“ کو اپنی لومیت کی مندرجہ مولا کہا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے آج تک
 قاری یا اردو کے کسی شاعر نے خالص محمد کے موضوع پر منظومات کا کوئی مجموعہ پیش نہیں کیا۔ قاری میں نثر میں
 عبداللہ انصاری کی ایک کتاب مناجات ، کے نام سے موجود ہے جس کے اکثر نثری قطعات یاد آگئی سے شروع ہوتے
 ہیں مگر سارے قطعات محمدیہ دعاویہ نہیں۔ ان میں اخلاقیات و ایمانیات کے معارف ہیں۔ رہائیات بلحاظ ہر مریاں کا
 بھی یہی حال ہے۔ خالص یا صرف محمد بن میں بھی نہیں۔ ”دہندہ“ فی انداز میں پروردگار کی قدرتوں اور نعمتوں کا ذکر
 کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید کی سورۃ الرحمن کا منکوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان کی بعض نظمیں ”مرغان“ کے
 اعتبار سے بہت بلند ہیں۔ مثلاً ”لا الہ الا اللہ“ والی نظم۔ ان کے اشعار میں والمانہ کیفیات ہیں جو حقیق باللہ کا ثبوت
 دیتی ہیں۔“ (۲۵۶)

مظہرِ وارثی کا لب و لہجہ اپنی لطافت و بلاغت کے اعتبار سے سب سے مندرجہ مستز ہے۔ ان کے ہر ایک عقیدے اور شعریات کے استخراج سے
 ایک نئی دھند آفریں نصایب پیدا ہوتی ہے۔ ان کے یہاں نئے اور نئے اسایب کا تجربہ ملتا ہے۔ انھوں کی فصاحت اور معنوی براہیات نے ان کی حمدوں کو
 ہر فکر اور ہر ذہن تک رسا کر دیا ہے۔

حصہ :

کوئی تو ہے جو نکاحِ بستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے
 دکھائی نہیں جو نہ دے ، نظر بھی جو آ رہا ہے وہی خدا ہے
 وہی ہے مشرق ، وہی ہے مغرب ، سفر کریں سب اسی کی جانب
 ہر آنے میں جو نکس اپنا دکھا رہا ہے وہی خدا ہے
 تلاش اس کی نہ کروں میں ، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
 جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے وہی خدا ہے
 سفید اس کا سیاہ اس کا ، نکس نکس ہے گولہ اس کا
 جو شعلہ جاں چلا رہا ہے ، تمہارا رہا ہے وہی خدا ہے

اپنے در کا مجھے گدا دکھنا — مجھ پہ بلبِ کرم کھلا دکھنا
 اے خدا مجھ میں نور شیطاں میں — فاصلہ شرقِ غرب کا دکھنا

لطیف اثر کا سبب محمد مراد کی محمدیہ شاعری میں ایک نیا تجربہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے صفاتی کو ردیف قرار دے کر محمدیہ مضامین لکھنے میں نور ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو اب تک معروض تخیلیق میں نہیں پایا تھا اور جس کی اپنی افادیت و معنویت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی اسم صفاتی کے حوالے سے اس کے فضائل خاص کی تشریح و تعبیر اپنی جگہ ایک لائق ستائش سعی ہے۔

ڈاکٹر ابو الخیر ششلی فرماتے ہیں:

”اسماؤ الحسلی محمد اس میں ردیف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ناممکن نظر آتا ہے لیکن لطیف اثر نے اسے ممکن بنا دیا ہے۔ صیغہ محمد میں انسانی ذات اور اس وسیع کائنات میں اللہ تعالیٰ کی مختلف شانوں کو پیش کیا گیا ہے۔“ (۲۵۷)

نمونہ ۱۱۱ :

مجھ کو اپنا بنا کہ تو ہے عظیم — میرے دل میں ہمارا کہ تو ہے عظیم
میں بھی پہچانوں دین کی قدریں — علم مجھ کو سکھاتا کہ تو ہے عظیم
علم ہے تجھ کو میری حالت کا — میری بھولی بنا کہ تو ہے عظیم
شکل میری ہے حیرت آئینہ — کر مجھے آئینہ کہ تو ہے عظیم
حیرت مند ہے اور کیا ہے اثر — علم میں اس کے لاکہ تو ہے عظیم

لطیف اثر نے صیغہ محمد کے بعد ”صیغہ نعت“ تخلیق کیا۔ اس میں معنور علیہ السلام کے صفاتی کو ردیف قرار دے کر ان مبارک ناموں کی معنویت کی توضیح کی ہے۔

”قلم سجدے“ نامی شعر لکھی کا محمدیہ مجموعہ ہے جو غزلیہ سنت میں ۱۰۴ اشعار کا مجموعہ ہے۔ قلم سجدے میں اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال و کمال کے مظاہر کی تصویریں ہیں۔ اس کی ربوبیت، خالقیت، قدرت، رخصیت اور رعنایت کی تجلیات کے نقوش ہیں۔ فطرت، کائنات اور حیات کے گہکتوں میں اس کی شہنشاہی اور حسن قلم و عدل کی گل کاری ہے۔ محبوب سے مہر کے رابطے کی صورت میں ہیں۔ اپنے مکرر و معنویت کے ساتھ ساتھ صحابہ اور معقرت کے مضامین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین اور قرآنی تعلیمات و ہدایات کے سرچشمے ہیں۔

نمونہ ۱۱۲ :

محب خدائے پاک کی توفیق پاؤں میں — نئے عبودیت کے شب و روز گاہوں میں
تکلیف و انحراف کے جنگل اجلا کر — ایمان کی ، یقین کی ہستی سراؤں میں
ہو جائیں اس میں فرق فراہم مصر نو — حمیم رب کا میل اک ایسا سراؤں میں
گر جائیں منہ کے بل بھی مہر روں کے مت — حق کے حیر سے ضرب کاری لگاؤں میں
عراق خدا کی ذات کا پاؤں کا بالائیں — مگر مصطفیٰ کی ذات کا عراق پاؤں میں

اسی طرح باقی دو مستجاب محمدیہ مجموعوں کی کیفیت ہے کہ وہ محمد اہی کے تراویح کی ایسی صدائیں ہیں جو ایک طرف تو فضاؤں میں گونج پیداکرتی ہیں اور دوسری طرف دل و جان کی دلیویاں میں محبت و اطاعت الہی کی روشنی پیدا کرتی ہیں۔ ان میں فی ریاضت بھی ہے اور انکس و مضامین کی رنگرنگی بھی۔ یہ تمام مجموعے اس لئے وضع اور لائق احرام ہیں کہ ان کے سبب محمد کو کچھ کرنے کے روح کا آغاز ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان چراغوں سے نئے چراغ ملیں اور محمدیہ مجموعوں کی تخلیق کے عمل میں حیر و قدری نور ان کی طبع و اشاعت کی تحریک میں اضافہ ہو سکے۔

عصر حاضر میں پچاس سالہ نعت کا جائزہ

ہم آغاز میں کچھ اہم امور پیش کرتے ہیں جن سے فروغ نعت کی ہم جنسی سامنے آ سکے گی۔
نعت نمبر حضرت مسلمان محمد نعت تک پاکستان، گراہی شمارہ ۱۹۹۳ء مرتب نمونہ میاں کے مطابق
۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۳ء، محمد نعت سے متعلق اشاعتیں:

۱۱	محمد و مہاجات کے مجموعے
۱۳	محمد و مہاجات کے انتخاب
۶۷۶	نعتیہ مجموعے
۲۸۳	نعتیہ انتخاب
۹	نعتیہ انتخاب، دعویٰ نعت نمبر
۲۰	مقالات اور نکتہ کرے
۱۷	نعتیہ شریعت اور جائزے
۲۲	رسائل و جرائد کے نعت نمبر

”پاکستان میں نعت“ تصنیف راجہ شید محمد و مطبوعہ ۱۹۹۳ء کے مطابق:

۷۲۰	مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت ۱۹۴۸ء تا ۱۹۹۳ء، نیز ۱۳۶۹ء تا ۱۴۱۳ھ
۷۲۰	نیز جن کتب پر سال اشاعت درج نہیں
۱۰۵	انتخاب نعت (۱۹۵۵ء تا ۱۹۹۳ء)
۲۲	جرائد نعت نمبر (۱۹۶۱ء تا ۱۹۹۲ء)

رسائل و جرائد کے رسول نمبر ۱۹۳۹ء تا ۱۹۹۲ء نیز ۱۳۹۰ء تا ۱۴۱۱ء، جن میں مکی و قریٰ رسائل و اخبارات کے علاوہ یونیورسٹیوں اور
قطعی اداروں کے میگزین بھی شامل ہیں، ان سب نے خصوصاً نمبر نور خصوصاً شائع کئے جن کے ہم یہ ہیں۔
میلاد نمبر، میرت نمبر، معراج نمبر، رسول نمبر، منصب رسالت نمبر، رحمة اللعالمین نمبر،
سفر حجاز نمبر، مدینہ النبی نمبر، گنبد خضراء نمبر، حضور قدسی نمبر، انوار نبوت نمبر،
ہدیٰ انسانیت نمبر، خیر البشر نمبر، ختم نبوت نمبر و غیرہ

رسائل و جرائد کے نام: (گراہی سے)

قارآن، اللہ، خاتون پاکستان، مادہ نور، بصیر، انوار، تربیان اہل سنت، رحمة اللعالمین، الحمد للہ، افاق، رحمت دو عالم،
جنگ، انجام، حریت، جسارت، پاکستان اسٹیت آف ریح یو، ندائے دین، اردو حالی، انجست، والدہ عمت،
مجدد حضرت مسلمان نعت ایوارڈ، آستانہ، المصنوم، میرت، طیبہ، میو، نیل ریح یو، غیرہ۔

(لاہور سے):

استقلال، رضوان، ایشیا، آئینہ، سواد اعظم، ترجمان القرآن، مسلم، چمن، الاصلاح، آستانہ پاک، سیارہ ذابحہ،
مرچنٹ، شام و سحر، الایمان، عرفات، معارف اسلام، مہر و ماہ، اقرا، پیام عمل، راوی، سلسبیل، محفل، نقوش،
امروز، کوہستان، نیا پیام، ترجمان الحدیث، نعت، القول السدید، قومی ذابحہ، محدث وغیرہ۔

(اسلام آباد اور راولپنڈی سے):

فیض الاسلام، سالک، ہلال، فکر و نظر، اوقاف، نیلاب

دوسرے شہروں سے:

ماہ طیب، سیالکوٹ، تعمیر ملت، گوجرانوالہ، ضیاء حرم بھیرہ، الجامعہ بینک، شمس الاسلام بھیرہ، جلوہ طور ملتان،
منک، گوجرانوالہ، نور الحیب بھیرہ، سلطان العارفین ضلع گوجرانوالہ، شاہیں گجرات، الہام بہاول پور،
انوار الفریہ ساہیوال، کاوش سیالکوٹ، احسان ملتان

اس اعداد و شمار میں دو امور نظر میں رہنے چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ یہ فہرست ۱۹۹۳ء پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد ۱۹۹۶ء تک تین سال کے
عرصے میں اس میں اضافہ لازماً ہوا ہے۔ دوسرا امر یہ کہ یہ معلوم اعداد و شمار ہیں۔ ایسی مطبوعات جن تک رسائی نہیں ہو سکی اور ان کے نام فہرست میں
شامل نہیں۔ نیز وہ تحقیقی کاوشیں جو بنوہ تشنہ طباعت ہیں یا زیر طبع ہیں، ان کو بھی نظر میں رکھا جائے تو درج شدہ اعداد و شمار میں حیرت انگیز اضافہ
غیر متوقع نہیں ہے۔

پچاس سال پر مشتمل اس عرصہ میں نعت کی تخلیق و تحقیق اور اس کے فروغ و اشاعت کے متعدد اسباب ہیں۔ پہلے ادوار میں شعر، حمد و نعت کو
یا تو حاکمیت یا جاری روایت کی پاسداری میں رہنا شعار کہہ کر جزدی طور پر شامل دیا ان کر لیتے تھے۔ جو شعر نعت گوئی میں قصص بھی رکھتے ہیں، ان کے
یہاں بھی حمد و نعت کی صنف کو طبع و حیثیت سے تمیز کرنے اور فروغ دینے کا باقاعدہ منصوبہ نہ تھا۔ اس طرح یہ صنف اپنے قصص کے ساتھ نمودار
نہ ہو سکی۔ ہمارے ادبی مورخین اور تذکرہ نگاروں نے بھی اس کے وجود و تصور کو دور خور امتنا سمجھا اور شعرائے حمد و نعت کو اپنی تاریخوں اور تذکروں
میں مختص طور پر جگہ نہ دی۔ زیادہ تر اسے مذہبی نقطہ نظر سے حصول ثواب یا پسند و موافقت کے طور پر لکھا، پڑھا اور سنا جاتا رہا۔ مختصر یہ کہ یہ صنف اعلیٰ
تحقیقی معیاری ادب کے طور پر نمایاں نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پچاس سالہ دور سے قبل، ان شعرا نے بھی، جنہوں نے اپنی توجہ اس طرف مبذول
کی، حمد و نعت کو قلیل مقدار میں تخلیق کیا۔

عصر حاضر میں شعر اور ادب نے اسے ایک صنف سمجھ کر باقاعدہ اس کا حق ادا کیا اور اس کی مقدار، قیود اور معیار میں اضافہ ہوا اور اسے تحقیقی
طور پر ادب میں ایک مقام و مرتبہ و منزلت میسر آئی۔ اس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوا کہ حمد اور خصوصاً نعت میں الگ مجموعے تصنیف کرنے کی روایت کا آغاز ہوا
اور پھر یہ روایت اتنی تیزی سے پھیلی پھولی کہ اس کا ایک جائزہ لو پڑھ کر ہرچکا ہے۔

عصر حاضر میں فروغ کے یہ نمایاں اسباب ہیں:

(۱) ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات میں مختلف مذہبی پروگرام شامل ہیں جن کے سبب حمد و نعت کو فروغ مل رہا ہے۔ سینئرز، مشاعرے،
مذکرے، قدیم اور موجودہ شعر کی نعتوں کا نشر، نعت خوانی وغیرہ سے نعت فروغ بھی پا رہی ہے اور مقبول بھی ہو رہی ہے۔

(۲) رسالہ، جرائد اور اخبارات کے خصوصی شمارے، ٹیمپے، لٹری اور دینی صفحات میں حمد و نعت کا شمار۔ مختلف مذہبی الامور اور تقریبات کے حوالے سے نعتوں کی طباعت، ہر رسالہ اور جریڈے کا آغاز حمد اور نعت سے کرنے کی روش، رسالہ و اخبارات میں حمد و نعت کے بارے میں مذاکرے، مکالموں اور مذاقوں (الترجیع کا اہتمام وغیرہ۔

(۳) نعتیہ مشاعرے۔ قدیم دور سے مشاعرے ہماری لٹری اور تہذیبی روایت میں بہت دیکھا جائے تو مذہبی اجتماعات، محافل و مجالس کے ساتھ ساتھ مشاعرے، انارہبیت اہم وسیلہ ابلاغ رہے ہیں لیکن خصوصی طور پر نعتیہ مشاعروں کی روایت ہمارے عہد میں شروع ہوئی۔ نیلیو برین، ریڈیو کے علاوہ مختلف محفلوں اور ٹیلیو سٹیشنوں کے ذریعے تعلیمی اور لوگوں میں سیرت کا نثر نہیں اور نعتیہ مشاعرے اس صنف کے فروغ کا سبب بن رہے ہیں۔ ان کے ذریعے نعت کا ابلاغ اور ہمارے دینی اور تہذیبی اذکار کا فروغ و ارتقاء آئی مشاعروں سے بہت حد تک ممکن ہے۔

(۴) قومی سیرت کا نثر نسوس، نیز مختلف دینی ٹیلیو سٹیشنوں کی جانب سے ایوارڈز کا سلسلہ مثلاً حضرت مسلمان حمد و نعت بک ریسٹ کرچی، مجلس مسلمان پاکستان نعت الاذی کرچی، روزنامہ جنگ، دہر و کتب خانہ انور کی جانب سے اعطائے استاد انعام، تمذبات، حسن اعتراف کے علاوہ تحریک نعت کوئی نعت خوانی کا ذریعہ ہیں۔

(۵) میرا شریف کی محافل، مداح اور قوالی کی مجالس، جن میں حمد و نعت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

(۶) نعت خوانوں کی تنظیمیں اور لڑیاں۔

(۷) گراموفون کمپنیاں اور ٹیلیو سٹیشنوں کے کیسٹوں کے ذریعے فروغ نعت کا کام کر رہی ہیں اور نعت کو ممال شمولیت کی سطح تک پہنچا رہی ہیں۔ تاہم ایسی نعتوں کا زیادہ حصہ معیاری نہیں ہے۔

اس دور کے شعرا کے یہاں سیرت رسول مرکزی موضوع رہا۔ ساتھ ساتھ مضامین، اذکار میں عصری احوال و مسائل کے تحت سیرت سے متعلق پیدا ہونے والی قومی آئینہ داری کے مسائل، لادینی نظریات کا رد، پاکستان میں اصرارے والی تحریکیں، مملکت کی سیاسی سرگرمیاں، عالمگیر امن مسئلہ کے احوال کا رد و جزو، افیاد کی اسلام دشمنی، الملرض نعت کا کیونوں نہایت وسیع ہوا، دین و شریعت اور اپنے نظریہ حیات سے وابستگی، قوم پرستوں کی مرکزیت سے لڑ جانا و اجتماع کا پیغام، ملاہیت کے اس منظر اب میں روحانی اقدار کے تحفظ و بحالی کی ضرورت کا احساس، الملرض آج کی حمد و نعت نے ان سب کیفیات کو اپنے دلان کی وسعت میں سمیٹا ہے اور سب سے اہمیات یہ کہ حضور ﷺ کو پوری انسانیت کے طور پر پیش کر کے ان کی حیات مہلکہ، سیرت مقدسہ اور ان کے پیام رشد و ہدایت کو تمام عالم انسانی کے امن و محبت کا واحد حل بنا کر پیش کیا ہے۔ آج کی حمد و نعت میں مملکت لولٹی بدلتی صورتوں، پاکستانی زبانوں کے تحقیقی ادب کے جذب و جذب، اسالیب اور جتنی نوع کے قلم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

مثنوی اور قصیدہ کم کم گم کیا۔ لڑل، قلعہ، رہائی اور تھم پاند کی روایت کے علاوہ نظم آزاد کی مختلف جہتوں کا رواج ہوا۔ کھانا، سانسیت، اہلگیری جیتوں کے تجربے ہوئے۔ تاہم غزلیہ سنت میں حمد و نعت کہنے کا رواج غالب رہا۔ وہ ہے مرواج رہے اگرچہ کم کھسے گئے۔ پنجابی، اردو اور پنجابی جیتوں میں بھی خال خال تجربے ہوئے مثلاً حفیظ جالب نے سی حرفی میں زحرہ درد لکھ۔ ہندی جیتوں کا انداز بھی نعتوں میں آیا۔ تاہم یہ تجربے شخصی سطح پر ہوئے اور قادی شعری روایت (اس جزوی گریز کے باوجود اس عہد میں بھی حمد و نعت کی تعلقات پر چھٹی رہی۔ حمدیہ اور نعتیہ مجموعے تعریف ہوئے۔ نعتیہ انتخاب، نعتیہ مشاعرے، مکہ سنتے، میاڈا، دے وغیرہ مرتب ہوئے۔ اسی دور میں حمد و نعت پر تنقید اور تحقیق کے کام کا قاعدہ آغاز ہوا۔ آج حمد و نعت اپنی مقدسہ، کثرت حمد اور معیار و اعتبار کے جس مقام پر ہے اس کو کہہ کر مستحسن میں اس کے (تحقیقی، نعتیہ) اور تحقیقی سطح پر لڑل و شمولیت نظر آ رہے ہیں۔ حمد کے تحقیقی قلم میں شہنشاہ کی اور اس کے فروغ میں مطاہد تاہم انتہائی کے اسباب کا بازو الگ لیا گیا ہے۔

اپنے مقالے کے موضوع کی مناسبت سے مجھے یہ امر پیش کرتا ہے کہ موجودہ حمد یہ مجموعوں میں بھی فارسی شعری روایت کی اثر پذیر ہے۔
 وہی مروجہ عوامی اصناف اور عینیں، وہی متداول موضوعات و مضامین جو حمد الہی سے مختص ہیں اور فارسی شاعری میں تحائف ہیں۔ اردو حمدوں میں
 اسی طرح جدید عصری مساکن کا اضافہ ہے جس طرح فارسی میں حمد پر حمد مساکن کا تاثر پڑا جاتا ہے جن کے حوالے سے وہاں مناجات و استغاثہ
 رولج پذیر ہے، اسی منج پر اردو حمد نگاروں کی فکر رواں دواں رہی ہے اور ہے۔

اردو شاعرات کی حمد و نعت گوئی

عقیدے کی بات یہ ہے کہ جو مسلمان ہے، خواہ مرد، خواہ عورت اور شاعر ہے وہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت کے جذبات کو شعر کی صورت میں ادا کرے گا، چاہے مستقل طور پر نہ سہی، چاہے کھلی طور پر نہ سہی، رہنمائی جزو احمد و نعت کے اشعار کہنا اپنے انحصار عقیدت کے لئے اور اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی کے واسطے ضرور کرے گا۔ اس لئے اس بے یقینی کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ شاعرات جنہوں نے نظم و غزل کہی، یہ قلتِ تعداد سہی، حمد و نعت کے دو چار، پانچ سات شعر نہ کہے ہوں۔ آگے بات آجاتی ہے ان کے اشعار کے ہم تک رسا ہونے کی۔ تو ہر سائی کا ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وسیلہ بلاغ، اخبار، رسالے، ریڈیو، ٹیلیوژن کے ذریعے سامنے نہ آئے ہوں، دوسرے یہ کہ وہ کتابی شکل میں طبع نہ ہوئے ہوں۔ یعنی ان کا وجود تو ہو، ظہور نہ ہو۔ ایسا بھی ہوتا ہو گا کہ کوئی شاعر واپسی حمد یا نعت اپنی شناسائی کے حلقے میں یا کسی مغل و مجلس میں پڑھ دیتی ہو اور وہ وہیں تک محدود رہ جاتی ہو۔ پھر ایک اہم مذہبی یا معاشرتی باعث یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے یہاں خواتین کے لئے کتنی گنجائش ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کو منصفہ شہود پر لائیں۔ یہ تو اب کی بات ہے کہ بعض شاعر خواتین ریڈیو یا ٹیلیوژن پر آکر پڑھ دیتی ہیں۔ لیکن یہ وسیلہ بھی پہلے کہاں دستیاب تھا تو اب بھی اس دستیاب وسیلے سے استفادے کے لئے کتنے مرد اپنی شاعر خواتین کو اپنی حدود خانہ سے باہر نکل کر ایسے کسی وسیلے کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں۔ الغرض اس قسم کی حدوں اور دائروں کے سبب شاعر خواتین کا شعری و ادبی انحصار ممنوع ہو سکتا ہے، جس کا یہ مطلب ہر گز ہر گز نہیں کہ وہ شعر نیز حمد و نعت نہ کہتی ہوں۔ اس کا بھی گمان گزر سکتا ہے کہ ادوار ماضی میں یا بعد گزراں میں بعض خواتین نے کثیر تعداد میں اس صنف پر قلم اٹھایا ہو اور ان کا یہ تخلیقی سرمایہ مرد کی بے نیازی اور عدم اعانت کے سبب غبار گمانی اور گرد و فراموشی کی نذر ہو گیا ہو، یا ہو رہا ہو۔ آج کل مردوں کے شعری مجموعے اور دیگر تصانیف و حواجز بازاروں میں آ رہے ہیں لیکن ان میں عورتوں کے تخلیقی عمل کا تناسب کتنا ہے۔ نعت کی ہزاروں کتابیں چھپ چکی ہیں جو قریب قریب سب کی سب مردوں کی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہی تلخ حقیقت ہے کہ مرد حضرات اونی تذکرے لکھ رہے ہیں، تنقیدی اور تحقیقی کتابیں حمد و نعت کے بارے میں تصنیف کر رہے ہیں۔ حمد و نعت کے انتخاب مرتب کر رہے ہیں، ان میں عورتوں کا ذکر اور ان کے کام کا حصہ کتنا ہے۔ کہیں کسی نے سو دو سو مردوں کا ذکر کرتے کرتے ایک دو خواتین پر بھی لکھ دیا، چلے اٹک شونی ہو گئی۔

محمد جمیل احمد بریلوی کا تذکرہ شاعرات مطبوعہ ۱۹۴۴ء، شفیق بریلوی کا تذکرہ شاعرات پاکستان مطبوعہ ۱۹۶۱ء، نور ذاکرہ سلمان شاہجہاں پوری کا اردو نعت گو شاعرات پر ایک تذکرہ مشتمل ۱۱۴ صفحات (مطبوعہ ۱۹۸۴ء) اس تقریباً یہ دستیاب تحریری وسائل خواتین کی شاعری کا احاطہ کرتے ہیں وہ بھی تفصیلی نہیں، بے حد تشنہ۔ ان کے علاوہ تحقیقی کتب جن میں اکا دکا تذکرہ شامل ہے

اس سلسلے میں خالد عظیم کا ایک مقالہ شام و سحر، کے نعت نمبر ۶ (جنوری فروری ۱۹۸۸ء) میں شائع ہوا ہے جو اس سلسلے میں پہلی محققانہ کاوش اور علمی ریاضت ہے۔ انہوں نے اس مقالے کی تسویر میں زیادہ تر انہی کتب پر انحصار کیا ہے۔ ہم بھی اپنے اس مضمون ”ضمیمے“ میں زیادہ تر انہی کے جمع کردہ حقائق پر انحصار کریں گے اور انہی کی معلومات سے انحصار کے ساتھ استفادہ کریں گے۔ ہم چاہیں گے کہ اس سلسلے میں کوئی یونورسٹی الگ ایک تحقیقی مقالے کا (ڈاکٹریٹ کی سطح پر) اہتمام کرے تاکہ یہ تشنگوش تنگیں پتہ نہ ہو سکے۔

اردو شاعرات

نواب اختر محل اختر : خاندان تیموریہ کی خاتون۔ ۱۸۷۶ء تک بیہ حیات تھیں۔

قدسی کی نعت پر ایک تفسیر : (ایک دم)

مخنی اہر سے گہرائیں کی جب حلقہات — اور نہ عن آئے گی اسے ہر کرم کوئی بات
انہما سب تجھے کہہ دیں گے کہ اسے اور نہات — یا بد تھو کہانیم و قوی آب حیات
تلف فرما کہ نہ حد کی گزرد تھو ابی

امت الکریم : ولادت ۱۸۹۳ء، مالم عش سہائی کی نیر و زوی۔ شعر و ادب کا عمدہ ذوق رکھتی تھیں۔

نعت کا ایک بند :

کن ہے عالم اسلام میں ایک مثر یا — کون ہم و ہمیں ہر اب نہیں مجبور کیا
یا نبی آپ کی امت پہ ہیں سب ظلم روا — اب غلے سے دیں اہر کے یہ جوہر و جفا
آج اسلام کا جو مال ہے دیکھیں آ کر
نخل سرسبز جو تھا گرے کہ ہے سر ہما کر

ام مشتاق پروین : ولادت ۱۹۲۵ء، دہلی۔ میر تقی میر کی بیٹی تھیں۔ آپ کی کئی کتابیں یادگار ہیں۔ ان کے دیوان کا نام "سراج النضر" ہے۔

نعت :

مالک دنیا و دین ہو لی محمد مصطفیٰ — ہیڈوائے سرسلیں ہو یا محمد مصطفیٰ

حضرت ملی فی پھلواری، روشن : مولانا شاہد احمد مہدائی کی صاحبزادی تھیں۔ شعر و سخن سے فطری وابستگی تھی۔

نعت :

کیا کموں فرقت میں کہا مل اپنا ہوئے ہے — روز ان اظہوں کا جاری ایک دریا ہوئے ہے

شمس النساء حکیم، شرم : خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد حکیم قرالدین کی صاحبزادی تھیں۔ شاعری کا اعلیٰ مذاق رکھتی تھیں۔ دیوان کا نام "عروس مہمون" ہے۔

نعت :

بھی نہ حرف محبت پہ آئے گا اسے شرم — کھدا ہے دل کے بھینے پہ ہم صحرے کا

شفیقہ ایوبی : بہ ایوں سے تعلق ہے۔ ان کا دیون "مولود کی خوشی یعنی زہد مولود" ۱۳۳۶ھ میں چھپا۔

نعت :

مر اپنی جو مدینے میں بسر ہو جاتی — صاف تو یہ ہے کہ جنت میں مگر ہو جاتی

نواب شاہ جمال بیگم شیریں : ولادت : ۱۸۳۸ء۔ نواب سکندر حکم ہالہ، پست بمبلی کی صاحبزادی تھیں۔ کئی علوم و فنون میں دستگاہ کھتی تھیں۔ "ادیون شیریں" ۱۸۸۸ء میں مطبع نقای کا پور سے شائع ہوا۔

نعت :

بیک کمر آواز سے انجم میرا الہ کریم — سر عز و شان و قدر حق و آن معطی

شرف النساء بیگم، ضرورت : تیموری خاندان کے ایک شاہزادے وجیہ الدین مرزا کو چک دہلی کی اہلیہ تھیں۔

نعت :

مدحت میں کروں فکر، دماغ اتنا کم ہے — غامے سے لکھا جائے ہے کب وصف نبی کا

فرخ لاہوری : غیر ملی تراش (م ۱۸۵۲ء) کی صاحبزادی تھیں۔ "مکمل فرخ" ان کا نعتیہ دیوان ہے۔

نعت :

کھل کے پنوں کے منہ صل ملی کہنے کو — دیکھ لی جب کہ عمر کی کلفت دہنی

کنیز منجو خانم : طبیب الدولہ لکھنؤ کی دختر۔ حالات غیر معلوم

نعتیہ رباعی :

ہے دستِ انعام تیرا یا شاہ — بس غیر کے ہاتھوں پہ نہ رکھ میری نگاہ

تیری ہو کنیز غیر کی دستِ عمر — را حول ولا قوت الا باللہ

کنیز فاطمہ کنیز : حالات معلوم نہیں۔ ۱۸۱۰ء میں پھر لالہ بیج میں رہتی تھیں۔

نعت :

اس دل کو کنیز اٹل وفا کہتے ہیں بھر — جس دل میں والے شہر ہر در تھیں ہے۔

کینٹی : تیموری خاندان کی ایک فخریہ۔ وفات قبل ۱۸۵۷ء۔

قدی کی نعت پر دوسرے کی تفسیریں سے ان کی ہفتہ گامی ظاہر ہوتی ہے۔ ایک یہ

مہبط روح قدس آپ کی ذات والا — عرض اعظم اور دولت پہ گئے صل ملی

عظمت رجب والا ہو اور انہیں سے شہ — کہتے نیست بذات تو ہنسی آدم را

بدتر از آدم و عالم تو چہ عالی نہیں

محبوب : دیوان (تکینہ نعت ۱۳۸۸)

نعت :

زور زور دور و لعل و مگر کو کیا سمجھتی ہوں — کہ نور کس حبیب مجھے کا پار ہے میرا

منیر النساء حضرت ملی ملی پھلواری :

نعت :

کرتی ہوں رات دن میں تہیت رسول کی — بھرتی ہے اپنی آنکھوں میں صورت رسول کی

دور حاضر کی شاعرات

اختر حیدر آبادی : ولادت ۱۹۱۹ء، حیدر آباد دکن۔ اس عمدہ کی بلند پایہ شاعرہ۔

نعت :

ہجوم مجدء ہے جب آہ کیا کہئے — بڑی رہوں میں اسی دور پہ عمر عمر کے لئے

اودا جعفری : ولادت ۱۹۲۳ء، ایڈالہ۔ مشہور شاعرہ۔

شعری مجموعے : میں سارا صوفیاتی رہی۔ شہر درو۔ خزانہ الہام تو واقف ہو۔

نعت :

احسان ذوالجلال و دو عالم وقار ہیں — ہم جن کے ہیں دو رحمت پروردگار ہیں

انیسہ ہارون شروانیہ : ولادت ۱۹۱۰ء، انیسہ ہارون کے والد اعلیٰ فیض اللہ خاں شروانی مبارکی علوم اسلامیہ کے ایک فاضل و درگمزن تھے۔

پس۔ ان کا مجموعہ شعری ”ہیما پات“ ہے (مطبوعہ حیدر آباد دکن)۔ ان کا کلام سرفراز کاغذ ہے۔

نعت :

کیسے جہاں کہ محمد سے زیادہ محبوب — ہیں نہیں، بہت نہیں، شوہر و لولہ نہیں

بشیر النساء تکم بشیر : ولادت ۱۹۱۵ء، دکن۔

نعت :

دور رحمت کھلا، مہربان رحمت الہیہ تیا — جہاں میں نفل ہوا، محبوب رب العلیٰ آیا

خیر النساء بہتر : وطن، رائے پری۔ ”مکمل رحمت“ کے مصنف مولانا عبدالحی کی زوجہ۔ مولانا سید محمد الحسن ندوی کی والدہ و مگرانی۔

۱۹۶۸ء میں وفات پائی۔ ”بابِ رحمت“ شعری مجموعہ۔

نعت :

مگر ہو جائے۔ سینے سے کبھی نہ آؤں وہیں سے بغیر مگر
جیوں وہیں پر، سروں وہیں پر، بجئے وہ قسمت سے الٹی

تکم افضال : حالات غیر معلوم۔

نعت :

لواء الحمد جس کے ہاتھ میں ہوگا قیامت میں — اسی کی پس سنی جائے گی انہوں کی شہادت میں

تکم عروج : عروجِ نبوی کی تکمیل باقی حالات غیر معلوم۔

نعت :

قسم کھا کر کہا ہے حق اقرب کئے والے نے — وہ مجھ سے دور ہیں، میں چاہیے رحمت محمد کی

رابعہ پنہاں ریلوی : ولادت ۱۹۰۶ء سارنپور۔ ممتاز ترین شاعرات میں شامل ہیں۔

اور دہلوی غازی کی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ۔ اردو نعت و مستجاب نہیں۔

نعت (فارسی) : بہ سلسلہ معراج

بہ اطراف گردوں بہارِ حجازی — بہ قرینِ قمرِ الہِ دارِ حجازی
بہی ہلوا، لور معراجِ امشب

تبسم فاطمہ فاروقی : ولادت ۱۹۳۳ء۔ مراد آباد

نعت :

کہتے احساں کر چکے اور جس قدر کرنے کو ہیں — آپ ہی تو ہوں گے روزِ حشر ہم چہ مہرباں

امت اللہ تنیم : ولادت ۱۹۰۵ء اورنگ آباد۔ سید ابوالحسن ندوی کی خواہر۔ عالمہ، فاضلہ، اردو پاب شاعرہ۔

شعری مجموعے بہ سلسلہ حمد و مناجات و نعت : موجِ تنیم اور بابِ کرم

نعت :

ان کی آم رحمتِ بڑاں، ان کی معیتِ عشقِ رحماں — خلقِ خدا کے رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

تمنیت النساء تکم تمنیت : محی الدین قادری زور کی زوجہ محترمہ۔ ولادت ۱۹۱۱ء میرٹھ آباد۔

نعت :

نہ ہو قلب و نظر معبودِ غلامِ تمنیت کیونکر — خدا رکھے پیہر کی محبت جزوِ ایمان ہے

حمیدہ شکم : ولادت ۱۹۰۰ء کرم قباد۔ مولانا ظفر علی خاں کی خواہر۔ راجا مسدی علی خاں آپ کے صاحبزادے ہیں۔ معروف شاعر و ہائیکال
المیہ نویس۔ مجبورہ کلام "توانے حرم"

نعت :

اس زندگی میں جان تیرا قدم سے ہے — سستی کی شمع اچھن آرا حتی تو نہ

حیا علیوی : سن کے حامد کاظم علی، کاندھلوی کے ماضی تھے۔

نعت :

راز سب کر دیئے احمد پہ میں خالق نے — دونوں عالم ہوئے خوش کام نگر آج کی رات

بدر النساء شکم خفی : ولادت ۱۹۸۰ء۔ دکن کے سررشتہ عدالت میں منسلک پرمادر محمد مہا لعل سعید الدین ہوا ہے وقت کے قلم عالم
تھے ان کی صاحبزادی تھیں۔

نعت :

ہر سے آئے کا جس وقت وہ محبوب خدا — آجینا مشر میں اک مشر نمایاں ہوگا

خورشید آرا شکم : راز میں پیدا ہوئیں۔ کاظمی محمد قیام الدین ان کے والد تھے۔ سی بی کے نواب صدیق علی خاں کی المیہ۔ نواب صاحب
بعد میں وزیر اعظم لیاقت علی خاں کے پرنسپل سیکرٹری حسین ہونے۔ ایک مسلم الثبوت اور قادر الکلام شاعرہ ہیں۔

نعت :

وہ مگ مدیت وہ شام مدیت ، معطر معطر ہوائے مدیت

شری شری تھلاں میں رحمت ، مقدس مقدس فضائے مدیت

روحی علی اصغر : ولادت ۱۹۱۳ء (حیدر آباد)

نعت :

کچھ اتنا ہی نہیں ، اتنا بھی جڑیں ہے — ہمارے نقش رسالت خدا بھی جڑیں ہے

زاہدہ خاتون شروانیہ : ولادت ۱۹۰۹ء، بھیم پور، ضلع علی گڑھ۔ نواب سر محمد اللہ خاں شروانیہ کے والد ہیں۔ دیوان "فردوسِ محفل"
سن ۱۹۳۱ء مولانا اشاعت بنجاب لاہور سے شائع ہوا۔ زاہدہ کی لکھنؤ میں ہڈی کی شدت ہے۔ حد جگہ اور علمی ہیرت موجود ہے۔

نعت :

میں نور بدرگاہ رسالت چلا کی — اے دل کہیں نہ یہ لکھی ہو نگاہ کی

زہرہ حیدر آبادی : ڈاکٹر عبدالباق حیدر آبادی کی دختر۔

نعت :

دور ہے ہم سے عطا، ہم پر غبارِ جلیل — — — بائے اب اپنے سلیٹے کی نہیں کوئی سبیل
کام کرنا ہے سہ نور وقت ہے بالکل قلیل — — — تیرے سچ ہو رہے ہیں سارے عالم میں ذلیل
کیا نہیں اے قبلہ عالم تجھے چوں کی لاج

سردار بانوالوری : ولادت ۱۹۳۷ء، اور۔ من کی نعتیہ شاعری قدیم اسلوبِ سخن نور روایت کی پابند ہے۔

نعت :

جس نے عظمت کدے سے نکالا ہمیں — — — ایسے سہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

ش۔ ا۔ شمیم جالندھری : تین مجھوے ہیں۔ اشکِ شمع۔ سوزِ حکیم۔ نوائے سروش

نعت :

شرابِ فیض سے مہر دیجئے سرے مولا — — — اسی امید پہ خالی یہ جام لائی ہوں

ظاہرہ سعید : حیدر آباد کن کی کندہ مشقِ شاعرہ۔

نعت :

غیر اللہ پہ کرتے ہیں مہر در۔ افسوس — — — وہ جو تھے صاحبِ قرآن مہینے والے

طلعت علویہ :

نعت :

مجھے میرے پیر اپنے دامن میں چھپالیں گے — — — نہیں کچھ خوف اے طلعت مجھے روزِ قیامت کا

عفت مظفر ٹکری :

نعت :

بری آنکھ میں مسکرا دو محمدؐ — — — خراب آنے کو چلا دو محمدؐ

علیا حضرت دلسن پاشا : دکن کی لوہیں ملک جنوں نے اردو شعر کہے۔

نعت :

میرا مولا دو آقا پہ مجھے لایا ہے — — — آج کیا اتر طالع نے شرف پایا ہے

محمودہ پھلواری : دیوان : مکتبِ سخن محمودہ

نعت :

نبی کی نعت میں سر سبز ہے اک اک سخن میرا — — — چھلا چھلا ہے اقصیٰ معانی میں بہن میرا

مغنی بدایونی : ڈاکٹر فیع الدین الشقاق کے مطابق :

نعت گوئی نہ صرف انہیں طبقہ نسوہ کی نعت گو شاعرات میں مستند حیثیت عطا کرتی ہے بلکہ عام نعت گو شاعرات میں ان کا رنگ مہیا ہے۔

نعت :

سر سبز ہوا نگرار جموں فیضانِ حجاب و محبت سے
پھولوں کا تو مغنی آکر ہی کیا باقی تھیں نعتی غزلوں میں

مریم قادری : دلاوت ۱۹۲۷ء۔ شعری مجموعہ ”نعتات حرم“ ہے۔

نعت :

جہاں خاک کو یہ لالہ دیکھ کب میر تھے — ترے دامن کی جنبش سے یہاں پرواز ملی

مستور ضویہ :

نعت :

تو چہ شاہا جان مستور حزیں قربان ہے — لام گل ہا مصلع و مقسم ترا احسان ہے

سعیدہ عروج مظفر : دلاوت ۱۹۹۷ء۔ دکن۔ اول سلطان سر ”سعیدہ عروج نے شاعری کا آغاز نعت سے کیا۔“

نعت :

کوئی یوں دل بہاتے رنگ جاں کے اندر — پیسے القلا ہوں پاشیدہ زہلیں کے اندر

معینہ حیدر آبادی : دیوان کا نام ”نذرانہ“

نعت :

وہ عشاق لطف و کرم پر آئیں — دل پر نورِ ابدی عکس ہو گیا

ان شاعرات کے علاوہ نالہ بیگم نے بہت سی شاعرات کا ذکر کیا ہے جن میں بعض حدائقِ معروف ہیں اور محمد نعت کے دائرے میں ان کا مقام لائقِ توجہ ہے۔ مثلاً

چرخِ بیکری، چرخِ بیکری، صافیِ نہایت، وحید و جسم، جسمِ قاطر و بلبل، نورِ جہاں نورِ بدایونی، نوشاہِ خاتون، زہراؤں، مسرت لوری،
ڈم شہرِ زمیں، پروینِ شاکر، زلفِ محمدی، زکریا شیع، نایب قادی، وحیدہ روشن پروین، طاہرہ جسم، ہادیہ مراد، ماجدہ مشکور، مہسری، شفقت سلطانہ،
ساجدہ فرحت، عارفہ علیم، فیصلہ علیم، فوزیہ تقسیم، مریم النساء مریم، خالدہ ڈھین، خالدہ ولسرین۔ (۲۵۸)

سیدہ تنبال عابدی : ایک سید گھرانے کی محترم خاتون۔ دین و فتویٰ کے معاملہ کی پروردہ۔ عالمہ و فاضلہ اور شاعرہ، جن کے تین شعری مجموعوں میں ایک حمد و سلام و منقبت سے مخصوص ہے۔ اس مجموعے کا نام ”ملوۃ تاباں“ ہے۔ جناب عابدی کی حمد و نعت میں دین و داری کی فضا ہے اور اسلامی اقدار کی بحالگی۔ حمد میں خدا کی شان بکمالی اکبر پائی گئی۔ کائنات کے مناظر کے حوالے سے اس کی معرفت کا اندازہ مجاز و لطافت کے لیے میں

اس سے رحمت و مغفرت کی آرزو۔ نعت کے مضامین حب و اطاعت سے معمور ہیں۔

حصہ :

فحش چنگے تو صدا آتی ہے نکالیں اللہ — پھول کھل کر تری توصیف بیاں کرتا ہے
 رات اور دن سے میں تیرا کمال صنعت — نہ لمحہ تری نعمت کو بیاں کرتا ہے
 میرے اعمال کو میزان عدالت میں نہ تول — اے خدا تیری عنایت کی طلب گار ہوں میں
 حق دے میری خطاؤں کو مرے رب کریم — تیری مدد ہوں یہ مانا کہ گنہگار ہوں میں

نعت :

ہے خاکِ شفا خاکِ پائے محمد — ہے رحمت کا سایہ روئے محمد
 مقدر دروغوں ہوا زندگی کا — کہ جب دم بہتی میں آئے محمد
 یہ توفیق خالق نے مجھ کو عطا کی — کہ میں کر سکوں کچھ ثنائے محمد

(۲۵۹)

نوشاہہ فرگس : ایک ممتاز شاعر ہیں جو غزل و نظم اور حمد و نعت نہایت سلیقہ مندی اور فنی مخازنات کے رکھ رکھاؤ کے ساتھ کہتی ہیں۔ ان کے یہاں ہدیہ طرز احساس ملتا ہے اور وہ مصرعی مسائل کا اور اک رکھتی ہیں اور انہیں اپنی فکر کا حصہ بناتی ہیں۔ ہدیہ نظم کو خلف بیستوں میں نہایت حسن کاری اور دلکش جڑی ایہ اہلکار میں استعمال کرتی ہیں۔ ان کا مجموعہ "شعری" "حرف بے صدا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حمد و نعت میں غزلیہ و سنت کے علاوہ ہدیہ نظم آزاد میں بھی اپنی عقیدت کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کے یہاں توصیف و ثناء کے مضامین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی کار سازی اور حضور ﷺ کی ہمارہ مری کے حوالے سے فرد کے ذاتی دکھوں اور انسانیت کے آشوب کا ملو لاطلب کرنے کا انداز پایا جاتا ہے۔

نعت :

رفعت فکر کو الخاک بھی زینہ نصیرے — اتنے اعلیٰ کو تراجم تکینہ نصیرے
 سر کو آئے نہ میر جو زمین اٹھا — آکھ یوں دے کہ ملان کا مینہ نصیرے
 ان کا ہر نقش قدم زیست کی تقدیر ہے — ان کی جو بات ہے پینے کا قرینہ نصیرے
 یا نبی درد نہیں ہو تو کئے درد کی رات — شوق دلوں کو حاکم بھی سینہ نصیرے
 دل سطر میں ہے یہ جنوں کا مسافر ہے غریب — اب یہ نصیرے تو سر کوئے ہینہ نصیرے

(۲۶۰)

شمر بانو ہاشمی : بول نگار، اہلکار، نویس اور شاعرہ ہیں۔ نثر اور شاعری دونوں میں اعتبار و انبیاز رکھتی ہیں۔ شعری مجموعہ "صرف خواب میرے ہیں" نظم و غزل سے ملتا ہے، جس کے آغاز میں جزوی حمد و نعت شامل ہیں۔ شمر بانو کے یہاں شاعری میں فنی اختیار کا احساس اور شعر گوئی کا بھرپور سلیقہ موجود ہے۔ جذبہ و فکر کی شاعری کرتی ہیں اور وطن و ملت نیز انسانیت کے مسائل و احوال ان کے مضامین کا شعری حصہ ہیں۔

حمد میں شان و وسعت کا عرفان و اظہار، اس کی اطاعت و مہارت کا راسخ جذبہ اور اس کی بارگاہ سے رحمت و مغفرت کی طلب کا پہلو نمایاں ہے۔

فخروں میں نہائی لہجہ ملتا ہے جو زبان و زبان کی لطافتوں کا حامل ہے۔ بارگاہ رسالت سے حب و اطاعت کی توفیق مزید کی غالب ہیں۔ حضور ﷺ کی نگاہات کو وسیلہ فلاح و مرین سمجھتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس جلد نسوہ کی محسن ہے۔ یہ حرف نیاز اور جذبہ احسان شای بھی ان کی نعت کا جزو ہے :

نصونۂ کلام :

آرزو یہ ہے کہ نہ کبریا کستی رہوں	—	مہر کہہ کر مدح محبوب خدا کستی رہوں
ہر قسم پرستی رہوں صلہ علی . صلہ علی	—	مہر پھر یا معطلی . یا معطلی کستی رہوں
یا قلم چٹا رہے . یا پھر زبان جاری رہے	—	یا شا کستی رہوں . یا پھر شا کستی رہوں
جب طیس آسانیں تو ان کو کبھوں کار ساز	—	جب پڑے مشکل . انہیں عقدہ کشا کستی رہوں
ان کے دم سے جلد نسوہ کو جو عزت لی	—	میں اسے ان کا کرم . ان کی عطا کستی رہوں
اس نبی . اس رحمت اللعالمی کی ذات کو	—	ماؤں . بہوں . بیٹوں کا آسرا کستی رہوں
اسے شرف علم و فہم میں دل کی پہائی کھیں	—	نعت گوئی سے اگر لکوں تو کیا کستی رہوں
ازل میں نور سے جب آپ کی صورت بنی ہوگی	—	تو اس شہر پر فطرت بھی حیرت رہ گئی ہوگی
قیامت کی گھڑی بھی کیا قیامت کی گھڑی ہوگی	—	ہر امت آپ کی چشم کرم کو دیکھتی ہوگی
لب اجہا پر پہنا عجم جب کھلا ہوگا	—	مکمل سے لا مکمل تک روشنی ہی روشنی ہوگی
شب صبران چارے ان کے قدموں میں چھتے ہوں گے	—	قر کی چاندنی نقش کعبہ پا چومتی ہوگی
میں کوڑ پے ان کے ہاتھ سے میرا ب ہے	—	ازل کی پیاس ہوگی . مہر پھر کی تھگی ہوگی
اسی امید پر شاہ و کداس دور پہ حاضر ہیں	—	کہ سرکار اک نھر والیں گے . ہر جمہولی بھری ہوگی
زمیں پر پاؤں رکھتی ہی نہیں بار صبا اپنا	—	بیچینا کبہ خضر کو چھو کر آ رہی ہوگی
محمد پر اور پاک ہند کر ہم یہ نیچے ہیں	—	اسی سے دل کو راحت . روح کو آسودگی ہوگی

(۲۶۱)

شاعرات کے کلام کا جائزہ

شاعرات کے ذکر و کلام سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان موانعات اور حدود و قیود کے باوجود جن کا لہذا میں ذکر ہوا ان کے تخلیقی ہمنوں کو روح ہونے اور روح رہنے سے کوئی شے روک نہیں سکتی۔ ذکر و توحید و رسالت اور یقین حب و اطاعت کی کلیوں کو کوئی موانع مضیق نہیں ہے۔ جو قدو نہ کر ہوئی اس سے کہیں زیادہ غیر نہ کر ہے۔ اس کے باوجود اگر فضا اور ماحول کی سازگاری مساعدت کرتی رہتی تو گشتان محمد و نعت میں نور بے شمار پھول کھلنے اور کپڑیں معمور لالہ گل ہو تیں۔

شاعرات کے یہاں بھی نعت گوئی کی کثرت ہے اور اس کے مقابلے میں محمد کوئی کامیابان کم ہے البتہ رکھی محمد موجود ہے۔ اس کے باوجود جن میں نتیجہ مجموعی کا سرور ملتا ہے۔ ہیں اگرچہ خال خال سہی . محمد و مناجات کے مجموعے بھی نثر آتے ہیں۔

شاعرات کے یہاں قریب قریب وہ سب موضوعات، مضامین اور اسالیب ہیں جو شعرا کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ مہجوری کی ترتیب، حضور کی آرزو، مدینے کے سفر کی کیفیات، نشاط، والہی کے سفر کے محسوسات، نظم، ذاتی جذبات کا اظہار، اجتماعی آشوب کے حوالے سے مناجات و دعا، فریاد و استغاثہ کے مضامین، فضائل نبوی کا بیان، ولادت، معراج اور دوسرے واقعات کا بیان۔ شاہ کوئی رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا ذکر و غیرہ اس نعت گوئی کے لئے مروجہ اصناف اور ہیئتوں کا استعمال جاری ہے۔ غزلیہ ہیئت میں نعت گوئی، غیسے، مسدس، نظم کی مختلف صورتیں، نظمیں وغیرہ۔ اور یہ سب کچھ فارسی شعری روایت ہی کے دائرے میں تحقیق ہوا ہے۔ جو کلام مطالعے میں آسکا اس میں فارسی کی روایت فنی یا اس سے گریز کی کوئی صورت دکھائی نہیں دی۔ نہ زبان و بیان میں، نہ اسلوب میں، نہ فارم میں، نہ لوزن و نحو کے نظام میں۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ شمالی ہند میں علی الخصوص ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اور اس کے بعد عصر حاضر میں بھی شعرا کے علاوہ شاعرات فارسی شعری روایت ہی کی آہ ہو امیں اپنے شجرہائے تحقیق کو گل بار اور ثریا ب کر رہی ہیں۔

غیر مسلم شعر کی نعت گوئی

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نہ صرف فطیر اسلام ہیں بلکہ فطیر انسانیت بھی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی بھلائی، اصلاح، رہنمائی اور ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ یہی دنیاوی سبب ہے کہ قدیم زبانوں سے آج تک نہ صرف مسلم شعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و توصیف کر رہے ہیں بلکہ ہندو، عیسائی، سکھ اور ان گنت غیر مسلم شعرا بھی اپنی زبان سے نعت کے بحر سے بلند کر رہے ہیں اور اپنے قلم سے عقیدت و محبت کے پھول بارگاہ رسالت میں لچھار کر رہے ہیں۔ تاریخ کے اور اقل حال رہے ہیں کہ خود ہندو رسالت میں جوئی مشرکین اور کفار آپ کی مخالفت کرتے تھے، آپ کے اخلاق کریمانہ کا دم بھرتے تھے، اپنے جھگڑے اور دھمے پیش کر کے آجیاب چٹکتے کی عدالت سے فیصلے قبول کرتے تھے۔ قیصر روم کے دربار میں جو سفیان کا مکالمہ حضور علیہ السلام کے بارے میں ایک تاریخی اعتراف صدائے حق کی روشنی میں ملتا ہے۔

قیصر روم کے مختلف سوالات کے جواب میں وہ سفیان کے خیالات یہ ہیں۔ محمد کا خاندان شریف ہے۔ ہمیں ان کے مبعوث کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ انہوں نے ابھی تک تو ہمد و اقرار کی غلاف و رزنی نہیں کی۔ وہ سکھاتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ لہذا ہندو، پاکو امی اور پاکستانی اختیار کرو۔ سچ ہو، سدا رہم کرو۔

یہ دو سچائیاں ہیں جو سورج کی طرف رخ ہیں اور مخالفین بھی ان پر ہونہ والے تھے اور نذر اور قلم میں ان خودوں کے اعتراف سے پہلو نہ چا

تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و توصیف کا یہ سلسلہ ہر عہد میں، ہر زبان میں جاری رہا، جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اور قرآن کا یہ واضح اعلان ”وَرَوٰنَا لَكَ ذِكْرًا“ کہ تو تک مسلم اور غیر مسلم اہل قلم کے دینے سے سرور کا نعت اور ہادی انسانیت کی تعریف کے سدا اہل ایمان کھلا رہے گا۔

یہ صغیر ہند میں غیر مسلموں کی نعت گوئی کے بہت سے سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی اسباب اور عوامل نظر آتے ہیں۔ اس خطے میں اسلام صوفیائے کرام کے ذہنی کردار و میرت اور ان کی تعلیمات سے پھیلا۔ اللہ والے تبلیغ کاروں نے کہ دور دورہ ملا قوں سے بے سرو سامانی کی حالت میں اس خطے میں آتے اور اپنی محبت اور پیار کا اظہار کرتے۔ ان کی ہاد گاہوں میں ہر مذہب و ملت کے لوگ آتے اور ان کے رنگ میں رنگے جاتے۔ ان کے اثرات اور مدد کات کو قبول کرتے۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے۔ لیکن بے شمار ایسے لوگ بھی ہوتے جو اسلام تو قبول نہ کرتے البتہ ان کی صحبتوں میں آتے جاتے اور اخلاقی طور پر ان سے اثر پذیر ہوتے، رچے تھے۔ ان لوگوں اور صوفیوں کے حوس ہوتے تو مسلمان اور غیر مسلم سبھی شریک ہوتے اور معاشری سے نفیس جاتے۔ مسلم اور غیر مسلم شعرا ان اللہ والوں کے مناقب بھی لکھتے اور حضرت محمد ﷺ کی محبت و عقیدت کے ترانے بھی بلند کرتے اور نعتوں کے پھول بھی لوح و قلم پر سجاتے۔

یہ صغیر میں دیر تک اسلامی سکھائیں رہیں۔ قاری اور بحر اردو زبان اور یہ اکھبراری۔ مسلمان شعرا نے مختلف شعری اصناف میں اشعار کہے۔ جو میں اور نقیض بھی کہیں۔ بہت سے ہندو شعرا ان مسلم شعرا کے شاعر تھے۔ ان رات کی یہ محبتیں رنگ لاتی رہیں۔ سیاسی فضیلت نہ تھی۔ مسلم، غیر مسلم سب اسلامی حکمتوں کے امن و امان کے مد میں مل جل کر رہتے تھے۔ اس لئے قدرتی بات ہے کہ غیر مسلم شعرا نے نعت گوئی میں دلچسپی لی۔ مشاعرے، جو اشعار و ہائیں کا بہت ذخیرہ ہوتے تھے، ان میں شرکت کا ذوق و شوق بھی شعر گوئی کو تحریک دیتا رہا۔

مسلم شعرا جب اپنا دلی قلمی خود پر ترتیب دیتے تو آواز کا کام میں لے کر اور نعت اور جنت کے چند اشعار کہنے کا رونا تھا۔ اس لونی روایت کی

جس کی ہمد و شعر اے بھی کی۔ ان کے دین، ان کی مشنوں اور تصدیق سے بغیر وہ بھی نعت کوئی کے چند اشعار سے شروع ہوتے تھے۔

جوں جوں ان تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا اور شعری روایات جز بجزتی رہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم شعرا نہ صرف اپنے دین میں جزوی طور پر نعت یا نعت کے اشعار شامل کرتے تھے بلکہ مستقل نعتیہ تصانیف بھی ان کے قلم سے شائع ہونے لگیں اور شروع سے آخر تک ہر پر نعتیہ دین ان طور میں آنے لگے۔

اس سے قبل کہ ہم اس حوالے سے غیر مسلم شعرا کا مختصر جائزہ لے کر گزرتے ہوئے ہر حد سے چند نامکندہ شاعروں کا کلام پیش کریں، ہمیں اس بات کا مدعا قرار دینا ہو گا کہ اگر یہ اسباب نہ بھی ہوتے، تب بھی حضور ﷺ کی ہمہ گیر شخصیت کا آفتاب اپنی مائیکروسکوپک اور اخلاقی صفات کی شعاعوں کے ساتھ یہ بادی قوت دکھاتا ہے کہ ہر دین کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ہر دین میں اپنے مستقل اجالے بھیلاتا ہے۔ اگر تعصب کی آنکھ سے نہ دیکھا جائے تو کسی بھی مذہب کا کوئی شخص بلند نظری اور انصاف پسندی سے نظر ڈالے تو اسے اپنے مذہب میں کوئی ایسی روحانی شخصیت، کوئی ایسا فیثوا، کوئی ایسا مذہبی رہنما نہیں ملتا جس کی شخصیت اتنی جامع، اس قدر مکمل اور اتنی واضح ہو کہ اس کی سیرت کا ہر گوشہ اپنی تمام جزئیات کے ساتھ سامنے ہو اور وہ ہر شعبہ زندگی میں تمام انسانی طبقوں کی نمائندگی کر سکے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کون سی ایسی کامل ہستی ہے جو اتنی صادق، امین، راست باز، عادل، ظلیق، شجاع، رؤفہ و مہربان اور تمام تر اخلاقی حسن کی حامل ہو اور ہر عمر، ہر سطح، ہر حیثیت اور ہر جماعت کا شخص اپنی عملی زندگی میں اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔
یہی بے مثال اہلیت اور ہامیت غیر مسلموں کو متوجہ کرتی ہے کہ وہ اس عظیم ہستی کو اپنے اشعار میں خراج عقیدت پیش کریں اور اس کی حقیقی عظمتوں کا اعتراف کریں۔

مگر یہ بعض ذہنوں میں یہ سوال ابھرے کہ اگر غیر مسلم شعرا اپنے دلدادہ اور حقیقی محبت بھرے جذبات کے ساتھ نعتیں کہتے ہیں تو پھر کوئی شے مانع ہے کہ یہ اپنے محدود کالام کو اسلام قبول نہیں کر لیتے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ یہ محض رکبات ہے اور اس عمل میں ان کا دل شامل نہیں ہے؟ ہمارے خیال میں یہ سوچ کا کوئی مثبت انداز نہیں ہے۔ ایسے شعرا کے مسلمان نہ ہونے کا ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص جس مسلک پر آنکھ کھولا ہے اور جس ماحول میں پلایا جاتا ہے، اس کے بغیر اور طرز حیات کی ایک مذہب سے کٹ کر رہتا ہے۔ دوسرے ہندو مت خود انجلا اور ہے جس سے اپنی کشتی حیات کو چاکر ماحول پر لے جانا آسان نہیں ہے۔

مگر یوں بھی دیکھنا چاہئے کہ کسی دوسرے مذہب کی کسی عظیم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ جواز پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اس کے ہر دکار بھی بن جائیں۔ بعض مسلمان شعرا نے ہم چند ریتی، کرشن، اساتذہ اور گوروؤں کا غیرہ کے بارے میں حقیقت بھری نظمیں کہی ہیں لیکن اپنا مسلک تو ترک نہیں کیا۔ غیر مسلم شعرا کے اپنے معاشرتی، مذہبی اور تمدنی قید و بند، نعت رسول علیہ السلام کا ایک بہت بڑا اور افرام کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے یہاں ذات پات کے امتیازات دیکھتے ہیں اور اپنی اخلاقیات کے کمزور نظام پر نظر ڈالتے ہیں تو انہیں اس کے مقابلے میں اسلامی نظام عدل و مساوات، اسلام کی باہمی اخوت، انسانی خون کی حرمت، تمام انسانیت کے لئے رد و لاری اور عام محبت کا ایک ایسا پیغام ملتا ہے جس کا سرچشمہ ہادی انسانیت ﷺ کی سیرت و کردار، پیغام اور تعلیمات ہیں۔ اس لئے بھی وہ بے تحاشا، نہایت و ایمان اور بے ساختہ انداز میں اس ممکن عالم اور رہبر کائنات کی عظمتوں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور اس کے ذکر و توصیف کے گیت گاتے ہیں۔

غیر مسلم شعرا کی نعتیہ شاعری میں وہی عطف نہیں پایا جاتا جتنا ہماری حقیقت کا خیال گزرتا ہے۔ انہوں نے حیات نبوی کے مختلف پہلوؤں پر اشعار کہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی سیرت کے واقعات، میلاد اور معراج کے واقعات، مختلف مجازات کا ذکر کیا ہے۔ سیرت رسول ﷺ کو نظم کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ وہ انوار استغنائے کا انداز بھی ہے۔ اکثر مقالات پر نعت کوئی کا اسلوب اپنے موضوعات اور مضامین کے انداز سے ایسا

ہے کہ اگر یہ ممکن نہ ہو کہ یہ کسی غیر مسلم کی نسبت ہے تو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ کسی مسلمان شاعر کے نظم سے نقل ہوئی ہو لہذا شاعری ہے۔
 غیر مسلم شاعر کی نسبتیں مسلمان شاعر کی شاعری، روایت کی تحقیر میں، تقریباً ہر شاعری غالب میں موجود ہیں۔ غزل، مثنوی، قصیدہ، رباعی،
 قصیدہ پہلے اور آخر نظم کی مختلف کے علاوہ نظمیں اور مسند و غیرہ جیتوں میں بھی یہ ذخیرہ ملتا ہے۔

نسبت مگر ان کے اس عمل کی بدولت سے غیر مسلم شاعر کو قرآن، احادیث، رسول، میر تقی میر کی نسبت، ہر خانہ اسلام اور مسلمانوں کے
 خصوصاً علوم کے مطالعے کے مواقع بھی ہاتھ آتے رہتے ہیں اور جہاں اسلام کی صداقتیں فن پر آشکار ہوتی رہتی ہیں وہیں ہمارے حضور پاک
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات اور محبت کا نقل و نقل میں مگر ان کا چاہا جاتا ہے اور وہ ادب پر تمام ردی کی بنیاد میں بے ساختہ پکڑا لیتے ہیں :

مگر ایک فرستے کے نہیں ہیں

مگر سب کے ہیں اور باقی ہیں

عجب لائق نہ کیوں ایمان میں ہیں

مگر رحمت اللعالمی ہیں

غیر مسلم نسبت کو شعر کی تندہ اور ہمت زیادہ ہے اور اس نکالنے کا ہالہ لاہور چاہا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ہندو، سکھ اور عیسائی بھی شامل ہیں
 جنہوں نے لہورہ لہان کے حوالے سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ چہا ایک شعر ہی کا ذکر اس مقام عمل کا مقرر ہو گا۔

شروع کے غیر مسلم شاعر میں بھی نثر میں شکیں اور کچھ گہری کام لائق ذکر ہے۔ فیض نے مثنوی کی نسبت میں "سمران نہر" لکھا ہے اور
 سمران کے واقعات شاعرانہ ہر منہ سے پہلے آتے ہیں۔ ان کے پاس وہ جگہ اور شاعری رکھ رکھاؤ کا پالا جاتا ہے۔

عجب قہر ذات وہ اور اللہ

کہ ہر لاکھ تھا اک سرور و عشق

سیر نیک یہ پیغام لایا

سلام حق کا اور یہ خطا

میں اندھ اسے شبہ کہ ہے سمران حیرا

لہجہ بھی آج ہے سخن حیرا

اسی دور کا دورہ امرالہم دیا کہن لیل نہیں آتا ہے۔ ان کے پاس مثبت اور غلوں کے مطابق نظر آتے ہیں۔ نہایت اور شاعری کی
 حسب موجود ہے۔ لہذا میں ان کی نسبت کی محکم اور قرآن وحدیث کے حوالے ان کے اسلوب کی خصوصیات میں شامل ہیں :

مید و امرو محمود تم ہو یا رسول اللہ — سید و اسد و مسعود تم ہو یا رسول اللہ

و ہر فن و ذہن موجود تم ہو یا رسول اللہ — دل و ہاں کے مرے حضور تم ہو یا رسول اللہ

نہ پائے غیر تو دیگر چاہم یا رسول اللہ

میں لطف و کرم نہ غنک و آنم یا رسول اللہ

ایک نسبت اہم نسبت کو مٹی شکر دل جاتی ہیں ان کا کام صریح ہے۔ یہاں ہر حال ہے۔ انہوں نے شاعری کے شاعر ہیں۔ انہوں نے لہورہ

نہری وہ نوری ہاں میں نہیں کی جہاں ان کے شعر شہر سے حضور ﷺ کی محبت چھنی ہے اور عقیدت کا رنگ غالب ہے۔

مرا ہر لہجہ نصیب اموی سے آرا بکا ہے — کسا جو دھڑ ہے وہ نہ کال کا پلا ہے

جب سے عشق نبی سے مجھے مستی ہوگی — ہے خودی ہوگی ، بلندی نہ یہ ہستی ہوگی
 پیچھے تیری روشِ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا — دون جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی
 عاشق زار محمد میں ہوا بھری میں — ہستی "فخر سے کیا کم مری ہستی ہوگی
 کچھ غرض جنت و دوزخ سے نہیں ہے ساقی — ان کے مستوں کے لئے اور ہی ہستی ہوگی

سدا ابد سرکش ہر شاہ جو شاہ غصص کرتے تھے۔ ایک اہم غیر مسلم نعت گو شہد کے جاتے ہیں۔ ان کا کلام "ہر شاہ" کے نام سے (۱۳۲۵ء) میں شائع ہو چکا ہے۔

فریاد کے علاوہ نعت و مناقب شامل ہیں۔ سلام ہیں۔ نعتیں مختلف بینوں میں کہی گئی ہیں۔ شاہ کے یہاں عشق کی انسان تہذیب موجود ہے۔ محبت رسول ﷺ میں ہندو عشق کا فخر غالب ہے۔ اپنے غیر مسلم ہونے کے سبب حضور ﷺ سے دوری کا شاہ کو ایک شدید نفسیاتی احساس ہے۔ یہ احساس بین کے عجیب عجیب پیلو دکھاتا ہے اور زیادت کی بے چلی حرف حرف سے نمایاں ہے۔ ان کے یہاں داخلی جذبات کی ترجمانی ہے اور نعت گوئی کے اسلوب پر تحول کا رنگ چھایا ہوا ہے۔

شاہ :

کانِ عرب سے لعل لعل کر جن ما سر وادوں کا
 ہم محمد اپنا رکھا ، سلطان ما سرکاروں کا
 باندھ کے سر پر بزمِ ہمارے کامرے پہ رکھ کر کالی کلی
 ساری خدائی اپنی کر لی ، مختار ما مختاروں کا
 روپ ہے حیرا رتی رتی ، نور ہے حیرا پتی پتی
 مرد و مرگ کو قہر سے روٹی ، نور ما سیاروں کا

دو اور کم کوثری کے نام ، کام اور کام کا ذکر کرتے ہیں غیر مسلم شعرا کی تاریخ نعت گوئی کا تذکرہ مکمل رہتا ہے۔ ان کا مجموعہ نعت و مناقب "کب کوثر" کے نام سے شائع ہوا (۱۹۲۹ء) میں مشرف اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سے پہلے ان کا سارا کلام ایک ایسے ہندو کا ہے جس کا دل محبت رسول ﷺ کی کرنوں سے جھگڑا رہا ہے۔ اس عمد کے کام سے ہرگز یہ گمان نہیں ہو تا کہ یہ کسی غیر مسلم کے زبان و قلم سے نکلا ہے۔ حضور ﷺ کی صفات عالیہ اور اخلاق مت کھپین ، عشق محمد کی سرشاری اور لب و لہجہ میں ایسی ہمدت جو اس سے پہلے کہیں نہ تھی۔ داخلی جذموں کا اور رنگ کہ ہر مصرعہ تاخیر میں ڈوبا ہوا اور محبت کے گہر کا آئینہ دار ہے۔

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا — کہ مصروف شیریں زبان میں رکھا
 ہمارا ریشہ ثنائے نبی نے — دہن کو مرے گلِ فطانی میں رکھا
 میں گھٹتا رہا نعت اور حق نے شب بھر — قر کو مری پاسہانی میں رکھا
 نہیں اُمید اب سے کی نعت گوئی — یہی فصل ہم نے جوانی میں رکھا
 گھٹیں کوثری مر بھر ہم نے نعتیں
 نہ کچھ نور فہم زندگانی میں رکھا

عرشِ مطہر کے نعتیہ مجموعے کا نام "آہنگِ مجاز" ہے۔ ان کی نعت گوئی کی ہدایتی غولی یہ ہے کہ وہ نعتوں کے وسیلے سے مختلف ہندوستانی

معاشرہ میں روحانی اور محبت کے جذبات کو فروغ دیتے رہے۔ ان میں اعلیٰ درجے کی تخلیقی صلاحیت ہے اور فنی اور معنوی محاسن جلوہ گر ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریادہ کے قول:

”عرش ملیکائی کی نعوں میں رُزپ اور ملامت کے اجڑا ہوت لہاں ہیں۔ وہ عموماً مختصر عروں میں لکھتے ہیں اور لفظوں کی طبعی اور شعری نرم کا خیال رکھتے ہیں جس سے ان کے یہاں حسن و اثر کے لحاظ سے پیدا ہو گئے ہیں۔“

کہہ دل کا مائل شام رسالت مآب سے — ہو بے نیاز ذکر مذاب و ثواب سے
دل کو اگر ہے پائند بنانے کی آرزو — کر آکٹاب اور اسی آفتاب سے
ذکر نبی کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں — لایا ہوں لڑکھان یہ جہان خراب سے
سادہ و سادہ آواز سدا بہاری کا نتیجہ کام ”غور قدسی“ کے ہم سے پہچا ہے۔ ان کی تخلیق بھی خاص مدنی کی حامل ہیں۔ فنی و فحش، تخلیقی شعور اور جذبات کی دھڑکتی ہوئی موجود ہے۔ حضور ﷺ کی محبت کی فینگی اور سرشاری ان کے ذہن اور ان کی سوج سے جھلکتی ہے۔

ہر جاہ میں پاشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم — اللہ سے یہ وسعہ دامن محمد
دنیا میں لئے ٹٹھا ہوں اک بنت دنیا — آنکھوں میں ہے تصویر گھستان محمد
غیر مسلم شعرا کی فہرست طویل ہے۔ سکور سندھ رستم پیدی، منور گھنوی، چمن دال چمن، امر چند قیس جالندھری، کبیر داس بھاری،
مونی جگرمی، ادب سیتا پوری، و گوٹا تو سائے امید، کالی داس جین رستاد، دار نیگی تران سنہا، فریق گور کھوری، کبلی دہلوی اور خصوصاً بھری چند اختر،
لکھنؤ چند محمد اور جین ناتھ توڑ کے ہم بہت لہاں اور سلسلہ نعت گوئی کی اہم گزریں ہیں۔
تین ناتھ توڑ نے تو ایک طویل قلم لکھی ہے جس میں ولادت باسعادت کے ذکر کے حوالے سے عرب اور باقی دنیا کو جو معرفت
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل تھی، ایسی مٹھ کر غور قدسی کی بدکات کا موثر ذکر کیا ہے۔ یہ سداں جہاں فنی محاسن کا آئینہ دار ہے۔ وہ ہیں شاعر
کے عشق و عقیدت اور جذبات کی بے ساختگی اور اسلوب کی خودمختاری کا شکر بھی ہے۔

حقیقت کی خبر دینے بلبر آیا، خبر آیا — ششماں نے جس کے پاؤں چوسے وہ فقیر آیا
کھنٹی لٹک کر رست دکھائے رہنا آیا — سچنے کو چاہی سے چائے بخدا آیا
مہارک ہو زمانے کو کہ قسم المریٹیں آیا — سچاپ رستم ن کر رست لٹکلی آیا

پنڈت نور بہار لکھنوی: (نعتیہ اشعار)

دور سے اور چلا ہوں کہ حرم تک پہنچا — قافلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
بحری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا — میری معراج کہ میں میرے قدم تک پہنچا

کالکا پرشاد: (نعتیہ اشعار)

مر عس و قر کو کوئی باتوں پہ اٹھائے — نور دولہو کوئین کو دامن میں چھپائے
پھر کالکا پرشاد سے پہنچے کہ وہ کیا لے — فطین محمد کے وہ آنکھوں سے نکالے
کچھ کے دوسرے میں تو یہی سمجھا ہوں — اے محمد ترے قدموں کے نقش پائند میں ہیں

انہیں اسلام لانے اور موصوفے میں کیا ہے؟

ہمارا خیال ہے کہ انہی شاعری مسلمانوں کے ساتھ مسلسل معاشرتی و عہد رکھنے کے سبب محض رسم کی حد تک ہادی رہی اور اس میں دل شامل نہیں ہے۔ قانع یا غالب قوم کے ساتھ رہنے کی صورت میں عقیدہ نہ لکھیں بلکہ در بن سن، ہم در وطن اور احساس و اعتماد میں غالب قوت کا رنگ جھلکتے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ شعر و لہجہ میں تعلیمات اور زبان میں اپنی صورتیں بدل لیتے ہیں۔ چھبھت کا ایک شعر رام کے ہاں ہے:

رخصت ہوا وہ ہاپ سے لے کر خدا کا ہم — رنہ دقا کی حزل لول ہوئی قلم

خدا کا ہم لہجہ اسلامی طرز گفتار ہے لیکن ایک ہندو شاعر اسے رقا ہے۔ اس لئے ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہندو شعرا کی حوصلہ داری طرز اعتماد ہے، طرز احساس نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہندو خدا کی حمد کہتے ہوں تو ان کے اپنے احساسات میں حق کا کوئی دھج گیا کوئی اور سرگز عظیمت رہا ہو۔ اور اگر یہاں اظہار ہو تو یہ قصور شرک و شرکت سے خالی ہو ہی نہیں سکتا۔

بحر حال چند ہندو شعرا کا ہم یہ کام اور نہ ہے۔ اس میں ہم نے مولانا غیاث الدین بھٹائی کے خیالات سے استفادہ کیا ہے:

پندت دیا شکر نسیم:

ہر شغ میں ہے شگوف کاری — شرہ ہے قلم کا ہم ہادی
کر ہے یہ "نہی سے بکر — ہم حق و رحمت دیکھ

منشی جگن ناتھ خروشر:

محب ہے ہر کو وقت حاجات — کہ درگاہ ہادی میں مناجات
دعای حاجت روانے دو جاں ہے — کرم فرمائے عالم ہے گماں ہے

منشی شیو پرشاد ویسی:

تو ہمارے غور و فہم و کرم ہے — تو مالک و سچ و ہمہ و عظیم ہے
تو درت و عظیم و غور و رحیم ہے — تو حافظ و حیلہ و مزین و عظیم ہے
وحد ہے تو، قدم ہے تو، کہتا ہے تو

منشی دیبلی پرشاد مسر:

زمت عموں ہے عموں عالم توحید کا — مطلع دیوں نہ کیوں مطلع ہے غور و شہد کا
در میں ہے وہ نہ کہے میں ہے، اور ہے سب کیس — طالب غلام کو کر ہے ملکہ دہ کا

منشی درگا مسہانہ سرور:

محل دیکھ دس کا دوزا سند دسوں — رونا کیا جوں کا پست و بلند دسوں

دھڑکا کیا تپے میں زور و زور دسوں — ہام لکھ پ کنگی لڑ کر کند دسوں

میرا پتہ نہ پتا تو لا مکان والے

سارے جوں میں دھڑکا سارے جوں والے

منشی جوالا پر شاہ برق :

دنیا میں تصور مبع ہوا ، مگھن پر کیا کیا جوں ہے
نور شید کا خنجر کھلنے لگا ، اللہ کی قدرت روشن ہے
ہر پھول میں اس کی خوشبو ہے ، اکسیر ہے دلی دلی میں
ہر شاخ میں اس کی خاصیت ، تاثیر ہے پتی پتی میں

سورج نرائن مہر دہلوی :

درسات کا ہے موسم ، جگنو چمک رہے ہیں — جہوں کے آسمان پر ہیرے دک رہے ہیں
کلیاں چمک رہی ہیں ، مگھن مہک رہے ہیں — کوئل کی ہیں صدائیں ، ٹیل چمک رہے ہیں
سب میں ہے نور تیرا ، سب میں نیا ہے تیری
سب کی زبان پہ یا رب ، حمد و ثناء ہے تیری

منشی تلوک چند محروم :

ہر چیز سے عیاں ہے یا رب تصور تیرا — نور شید میں ، قر میں ، جہوں میں نور تیرا
قدرت سے تیری ساکن ، قدرت سے تیری بہاری — قائم ترے سارے ہے کائنات سازی
ارض و سما کے عامل جو کام کر رہے ہیں — بکسر تری لطافت کا دم دم مہر رہے ہیں
جگن ناتھ آزاد :

ترے شوق میں جس گھر پہ آگئیں — جہاں کے افکاروں سے ہزار آگئیں
بھتی جس اپنے کو بچد آگئیں — کہ بے تاب جس ہر دیدار آگئیں
جہنم میں روئی ہیں سو بد آگئیں
رہیں ہر بھی محروم دیدار آگئیں

(۲۶۲)

ہم نے "نور سخن" از نور احمد میرٹھی کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے تقریباً بیڑہ سقیر مسلم شعر کا نعتیہ کام جمع کیا ہے۔ مگر انہوں نے "بہر زمان بہر زبان" کے عنوان سے غیر مسلم شعر کا ایک نمائندہ جامع تذکرہ مرتب کیا ہے۔ وہ بھی مطالعے سے گزرا۔ جن غیر مسلموں نے اردو میں نعت لکھی، (یا جو سر لکھی ہے) انہوں نے بالعموم فارسی شعری روایت ہی کا اتباع کیا ہے۔ شعوری طور پر ایسی کوئی کوشش نہیں ملتی کہ انہوں نے ہندی عہد، گیتوں، راگوں کے نوزائیدہ وغیرہ اختیار کئے ہوں یا ہندی کچھڑ کا کوئی رنگ اپنی حمد و نعت کو دیا ہو یا زبان وہاں میں فارسی الفاظ یا تراکیب یا تشبیہات و استعارات کے برتن سے گریز کیا ہو۔ یہ مقام حیرت بھی ہے کہ ان کی نعتیہ اور حمدیہ تخلیقات میں ان کی اپنی (ہندی) زبان، یا طرز احساس و اظہار کا کوئی دخل نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے فضائل کو اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف حسنہ اور ان کی تعلیمات اور سیرت اللہ میں کو بالکل انہی سانچوں اور انہی بیانیوں میں بیان کرتے ہیں جو فارسی شعری روایت کا حصہ ہیں اور مسلم نعت گو اور حمد گزار شعر انہی کی طرح ہی مراحل و منازل کو طے کرتے ہیں۔

مکاتیب

اسمائے گرامی

ڈاکٹر وحید قریشی

ظہیر احمد صدیقی۔ صدر شعبہ فارسی۔ گورنمنٹ کالج، لاہور

ڈاکٹر نجم الاسلام۔ صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی جام شورو

ڈاکٹر جمیل جالبی۔ صدر نشین مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد

محمّد الیونی

رفیع الدین ذکی قریشی

پروفیسر خالد بی

ڈاکٹر عبدالحق خاں حسرت کاسمیری

منیر قصوری

پروفیسر کرم حیدری

حافظہ لدھیانوی

صفحہ

سلام منون

مخبر

عاصی کرمالی
۲۵ رشت مبارک ہو۔ بس سہ روز
خدا

آئینہ ہے آپ۔ عاقبت ہوں گے۔ میں صاحبانِ علم و فضل کو خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں
ایسا کرنا ہوں آپ بھی اس طریقے پر فائز ہوں اس لئے اپنی مشکلات پر آپ سے ہر
استغاثت کرنا ہوں۔ میری خدمت کے موضوع پر ایچ ڈی کے لئے تحقیق مقالہ لکھ رہا ہوں۔
اشکالات یہ ہیں

- ۱۔ یا صاحبِ اعلیٰ، یا سیدِ اختر ^{البر} ۱۔ کمر شاعر کا قطعہ ہے؟
- ۲۔ میر جاسید لکھنؤ زوالِ اعرار۔ یہ سببہ آغازِ اُفت اتر قدسِ مشہدی کہ میر تقی میر کی ہے؟
- ۳۔ دوا دینِ امیر خسرو میں یہ قوتِ جہان سے موسوم و منسوب ہے۔ یہی ملنِ آخریہ کوئی خسرو ہے؟
- خدا اور میر جاسید اور اندر نامکار خسرو۔ محمد شعیب خضر بدو شب جابکہ من بدوم
- امید ہے کہ صاحبِ دانا ان (پیدائش) اشتباہات کے رفع فرمانے پر حوالہ استناد
کے ساتھ میری مدد فرمایا کرے۔ آپ کہ احسان و ایثار کا پیشو شکر ہے۔
- یارِ منہ : عاصی کرمالی

عاصی کرمالی

ڈاکٹر وحید قریشی

فون: ۷۵۹۹۳۹۱
۱۰۵

عزیز من

تلمیم:

گرامی نامہ مل گیا مبارکباد کا شکریہ ۔
حمیدہ نظمیں اور نعتیں آجکل ہو رہی ہیں ملاقات پر سناؤں
گا ۔

دوسرے خط میں آپ سے اچھے اشعار کے بارے
میں پوچھا ہے بہتر ہے کہ آپ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب
اولیٰ کمیٹی سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سے رجوع فرمائیں
یا ڈاکٹر نجم الاسلام مدرسہ اودو سندھ یونیورسٹی جامشورو
کو خط لکھیں ۔ ان دونوں صاحبوں سے اس کی ضرورت ہو گام کیا
تھا جو چھپ چکا ہے ۔ والسلام

آپ کا
مخلص

ڈاکٹر وحید قریشی

(ڈاکٹر وحید قریشی)

مخلصیت

جناب پروفیسر عباسی کونالی صاحب

۲۵۔ نالیمار کالونی، یو۔ پی۔ روڈ

ملتان

وہ

سب کسم جناب ماضی کرائی
الستقیم

اچھا لڑائی نام نکر تو از برا یاد آوری کا جو شکریہ۔ آپ نے
فرمایا ہے کہ یہ چوتھا باب ہے میں نے یہ دوسرا حفاظ ہے یہ دو خط
ہوا کہ خاندان کی منت کے ترمیم کے لئے
آپ نے اختیار فرمایا ہے کہ

۱۔ جامعہ اہل یاسید البشر کس شاعر کے ہے
نات یہ حضرت شاہ عبدالعزیز ہے کائنات عزیز کا آخر میں
مذہب کے شاہ شاہ یہ ہے (نظم آخر) کے جو ہے۔ کائنات عزیز
اور مخطوطات کے یہ ترمیم ہیں، کچھ کتاب کتاب کے ہیں
ماہ خیال ہے کہ یہ نظم سعدی ہے۔ جو نظم ہے۔

۲۔ سر جالب علی مدنی النوری — ماہ لکھ پور یہ منت ماضی فرمایا
ندسی مشہور ہے منسوب ہے۔ سیریا در شعر نوری از درین
کہ ب میں ۳۷۸ بر یہ منت ندسی کہ ۱۲ پر کہ ہے
"نارنجی فرما کہ ارتقا ہے اسی حال ہے ملک ہے شیخ محمد اکرام نے ارمان بیان
(اور چند اشعار جو موصوفہ) ندسی کہ نام کے ہے۔ لیکن ڈاکٹر
سمیع الدین امیر نے (ایک حذو شانی سخن) نے اس کتاب نے ادب پارک کے
ایک صفحہ "منت ندسی" کے موصوفہ میں لکھا کہ "منت ندسی" نام
حاجہ لکھنؤ ندسی مشہور کہ جس نے اس کے نام کس اور حریر

۱۰۰۰ نفر جان و دلی را در دلوئی کی لایف بے مومن نه ائے اکر
 سوخت کا آگ بے دیکھتے نہ متحیفہ کا ذکر کیا جو محبت بے
 اس مشہور منت پرست سے تعینات جسے کہ گریبہ اہل اہانت کے
 صفت کا نام محبت پر مولانا محمد باقر ندوی دھولی لکھا جو
 یہ سوخت کہوہ ست میں لکھتے -

۱۰۰۰۰ مولانا محمد باقر ندوی لکھتے کہ شاعر نے اس کا پس
 نہ کر کے میں نے یوں فرمایا کہ وہ دلی کا کوئی ہزار شاعر ہوا
 اگر فرما کر نہ ہو میں پر تحقیق کیا کہ اس مفسر نے یوں فرمایا کیا ہر اے کہ
 یہ منت محمد باقر ندوی لکھتے ہیں کہ ہر گز
 ۱۰۰۰۰ منت کہ لکھتے صاحب ذوق آمد دین دوست شاعر ہیں کہ منت
 ندوی مشہور ہونے والے درگزر عبد الحمید زہری کو جب

"وہ نہ وہ کام جیسا ان اہل بیت کی داشت کہ خزانہ دار آستانہ خدوی
 گوید اگر جوانی کے کردار و اثرات قرار دے کر کسی کی کرد
 دینے والے مولف لکھتے سوال در لکھتے ہیں کہ وہ
 (سیرت و شہادت)

اسکا کہ غزلیں - لا دایہ دی لاجہ دل مد گونہ خزانہ دین
 ۱۰۰۰۰ مولانا ندوی کہ ہم دامنیت از دست
 دینا وہ منت کا ہر گز اسان فقر و غم
 نادران غزل گوئی میں مشہور تمام کا حال ہے - عامی طور پر ہیں غزل کو تر
 غزل کا لکھتے ہیں

۱۰۰۰۰ میں یہ بات کہانت خدایہ مشہور لکھتے یہ منت ہیں منتی - بہت
 شواہد لکھتے ہیں کہ وہ دینا یا ملکات بہا ہیں ہر گز

جب بعد ازاں لکے بہت سے شہار سے مکانات کے یہاں بھی خطوط یا
 اخبار یا رسالے ملے۔ - تو نہ تو وہ لکھتے تھے کہ نہ پتہ نہ جانتے تھے
 منہ خدا کے ذکر پر مگر وہاں - یہ وہاں تو دیکھیں کہ یہاں تو تعلیم اُڑے۔
 اس کو لکھیں کہ وہاں جوٹ کے نہ سمجھیں کہ اس وقت کے
 حق و یوں مردم کیا بات - ار بھی ہیں و انہاں علم بالحوالہ ہے

یہ شعور لکھتے - کہ شہر میں بود شب جا بیکہ میں بودم
 حرات امیر خسرو کے منسوب ہے۔ جناب بہ ختانی نے ادب نامہ
 ابراہیم امیر خسرو کے نام پر لکھا ہے۔ - مگر کیا نام
 میں ملے۔ - کوئی اور پتہ اس کا صنف ثابت نہ ہو سکا۔ - جانتے ہیں
 جہانگیر میرزا، قمر علی میں تھا میرزا محمد - مگر اب سے انہی
 کہ اس بعد میں اگر کسی ذریعہ سے کوئی نئی بات معلوم ہو تو مجھے خبر
 فوراً فرمائیے۔ - یہاں اگر آپ نہ ہو تو میرزا محمد (خان)

آپ کو رمانت میں جو لکے تھے اس سے تو میرا سراپا ہے عین
 انہی خوشبو کی جھلک پر ذہن میرا چلے ہوا ہے۔ - میں
 صوفی فہم، لافانہ عالم و عورت کا ذہن صفا ایک مشاعرہ
 سکری نسبت لایا ہے میرزا ان سے کہ نہ لایا میرا نام تھا لیکن یہاں
 ان کے نام گھر پر ہے جو کہ جو نہ مہینہ ہی اس کے ساتھ لکھ لکھ
 جاتے۔ - میرا نام (میرزا) سکھ میں رکھا جائے تو آپ نے نہ لکھا
 نہ سیکھا؟

آپ کا ذکر میرے لئے ایک منفرد اثر رہا ہے۔ یہ حضرات مجھے
 آپ کے متناظر تھے۔

اسیے آپ یہ عظمت کا دم تادم رکھیں گے۔
 دیکھا کہ جواب ہو ناظر ہوئے جسکی صدف پاشا ہوئے۔
 اچانک اہم اس کہ عبادت ہے جسکی کائنات کو رب نہیں اسکی
 اس سام سامہ لہر دلیت رہی۔ اتنا مائدہ اُٹھایا
 حلقہ نہیں ہو گا۔

آپ کا بندہ
 محمد علی
 ۱۹۵۳

”میں جاوید“ ہیں ماریہ نامہ اور ترجمہ سے نئے دو مہمان عجب عجیب
 لیکن بڑا اچھا دلوانا طاعت بانیٹ ناقص ڈالیں گے۔ اگر حضرت کے
 حرف نامہ ہیں۔ اسکا ایک نمونہ بھی یہ پیش کر دوں۔
 ماریہ ذلہ امارت کا ارتقا طاعت کے آخری پیرا ہے
 ان دنوں اربابِ کد (کد) نامہ پیش کیے ہوئے
 آپ کا پیش کیے مقام اور کاربانہ۔ خدا بخائے۔

تحقیق

شعبہ جاتی
تحقیقی مجلہ

جام شورو

ناشر: شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔ ۸۰۰۸۰ (پاکستان)

تاریخ: ۱۰.۵.۹۳

صفحہ ۷۷/۱۰۳/۱۰۳

مجموعہ اسلام و آداب
آپ کا ایک استفسار (مکتوب گرامی مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء) کے بارے میں
علامہ مصطفیٰ خان صاحب (جواب کے لیے ڈاکٹر صاحب نے میرے پاس بھیجا تھا)
پھر ویسا ہی ایک خط برائے نام بھی موصول ہوا۔ معنون ہوں۔ فقہ قلعہ (یا فقہ الجال)
کے ناظم کی بحث کے سلسلے میں رائج کا ایک معنون 'ڈاکٹر دین محمد' صاحب
کے عہدہ صدارت میں اور سنل کالج میگزین (سنہ ۲۲-۲۳-۲۴) میں ۸۲ء
میں چھپا تھا۔ اسے دیکھ لیجیے۔ اس کے اندر بھی کئی مزید معلومات ایسی ہیں
جنہیں پڑھنے کو قطعیت ہے جو اصل جائے کہ یہ کس کا کیا ہے۔ معنون مذکورہ
کا حامل یہ ہے کہ جو معلومات حامل ہیں ان کی روشنی میں اس قلعہ کو قطعیت
کے ساتھ شاہ عبد العزیز سے منسوب کرنا درست نہیں اور بس۔ بقیہ دوہرہ
لغین جو بالترتیب قدوسی اور شہر سے منسوب ہیں اور ان کے مشہور دواوین میں
نہیں تو اس سلسلے میں بھی ایسی معلومات بہت کم ہیں کہ کسی شخص پر ہینا آسان
ہو جائے؟ اس قضیے میں حاکمی سے منسوب لغت کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔
بہر کیف، جریدہ یا مجلہ آپ کو شغف کریں۔

مخلص
محمد الاسلام

خدمت گرامی
جناب غلامی سرگرمی
۵۵، شاہیہ کالونی، بوسن روڈ، ملتان۔

ADIPPA
ADIPPA

ڈاکٹر جمیل جالبی
۱۰۸۲-۵



صدر نشین

تاریخ: ۱۵- اپریل ۱۹۹۲

محترم مامی گرومائی صاحبہ - السلام علیکم

گرامی سامعہ ملا کر کے اسے نیکو گزار ہوئی۔ خوش فہمیت ہے کہ آپ
"عقد و سنت" کے موضوع پر ہی اس ناز کو رہے ہیں۔ اللہ کامیاب کرے۔ آپ سے جس
مباحثہ پر بھی ہیں :-

۱۔ کیا صاحبہ الحال و با حمد العصر کس سامعہ کا قطعہ ہے۔

یہ سوال ڈاکٹر فرماں فتح موری سے ایسی کتاب "اردو کی معتمد شاعری"
میں بھی اٹھایا تھا اور اب تک مظلوم ہیں جو بتا کہ یہ قطعہ کس کا
ہے۔ اب اس موضوع پر کام کر رہے ہیں۔ مہر خواہش ہے کہ آپ اسے بھی
تلاش کر لیں۔

۲۔ موصیٰ حمد مکی مدنی السمری یہ بحث قدسی شیعہ کی
میں ہے بلکہ توحید کے ایک سامعہ ہیں محمد قدسی کی ہیں۔

۳۔ خدا ہوا ہر عطر ہوا اندر لا نکاں سرو یہ امیر سرو
کا کلام میں ہے لیکن ان سے منسوب ہو گیا ہے۔ یہ کون سرو ہیں سرو
علم میں ہیں۔ ان سامعہ کو بھی تلاش کیجئے اور محقق نفس سے کہ
آپ کی ضحکہ کامیابی سے ہمگیا ہوگی۔
امید ہے آپ ملحد و منافقوں کے۔

آپ کا معتمد

جمیل جالبی

۱۵ اکفر معتمد عالمی

سفید گرامی

صاحبہ مامی گرومائی صاحبہ

۲۵ شالیمار کالونی

پوسٹ روڈ

ملتان

مشرقی عامل صاحب۔

اسلام مقدس۔ گمراہی نامہ ملا۔ آپ نے ایک علی اور تحقیق منجلی کے بارے میں مری رائے
مسلم کی ہے۔ شراب کے کلام سے جو معنی آپ نے تحریر کئے ہیں اس کلام کی مشہرت و مقبولیت ادبی
حلقوں میں عام ہے۔ جن شراب سے انہیں منسوب کیا جاتا ہے اور اس کلام کے تحقیق کار شراب
پاتے ہیں وہ اصل میں گمراہ ہیں۔ یہ مسئلہ یقیناً تحقیق طلب ہے۔ جب تک و ترقی سے اس کے بارے میں
اسلام نہ جو اور تکار بج سے اس کا ثبوت فراہم نہ ہو مثنیٰ باق اس کا ضابطہ معینہ و مستند نہیں
گردانا جاسکتا۔

جس کے کئی حامیان علم اور محققین اس سے رجوع کیا۔ لکھ کا بیانی عامل ہیں جو وہ مشرکان
میں ہیں اور معذرت خواہ ہیں۔

اس پر ہمارے سے رابطہ کا سونچے گا یہ شراب فروشدار اتفاق ہے۔ یہ مشرت کم نہیں۔
اصیہ ہے مزاج میں ہو گا۔

محشر الیومنی

محترم عاصی نرنالی صاحب

وعلیہ السلام - محبت نامہ بعد پیش نقد وصول ہو گیا ہے۔ بندہ دلی گہرائی سے
ممنون باحسان ہے اور شکریہ ادا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے
شاید یہ واحد تحریر ہے جو نہایت ہی ~~مختصر~~ مختصر محبت اور مہمت
میں لکھی گئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ کم از کم چھ ماہ تو گزر ہی
جائیں گے۔ لیکن آپ نے تو مال بھی کر دکھایا۔ اب تک اسی
جلد مجھے کوئی تحریر نصیب ہی نہیں ہوئی۔ اسلئے وہ تیار بھی نہ کر
ادا کر سکوں کہ ہے۔ صوبہ میں بڑی بات تو یہ ہے کہ بغیر کسی
تالیف اور تالیف مزید کے ایسا ہوا۔ بہر حال اظہار تشکر قبول
فرمائیں۔

سوالنامہ جو آپ نے ارسال کیا ہے اسلئے بارے میں عرض یہ ہے کہ
میں تو بیچ مدائن سالنامہ ہوں۔ کئی اعیان سے مشورہ کیا
کہ میں لا بنوت کے ساتھ جواب نہ مل سکے گا۔ صفیہ تاش
صاحب سے خون پر رابطہ کر لی وائس کی ٹی بیٹن نہ ہو سکا
شاید ان عاصی صاحب سے۔ یہی تو وہ عمر ہے لیکن اب بڑے
تھے اب آٹھ ہیں تو رابطہ نہیں ہو رہا۔ دوری مجبوری
یہ آٹھ سال عازم حج ہونے کا پروگرام ہے۔ اور

حجاز مقدس للہ روایتی تاریخ ۱۳۶۴ھ علیٰ ھجری
 کہ اپنی سے روانہ ہونا ہے اور ۲۵ فی اہل کو لاہور کے مہاجر
 للہ روایت ہونا ہے۔ اس لئے اس کو تہا ہی کو ترک انداز
 فخر مائے ~~پاکستان~~ ~~پاکستان~~ وقت بہت کم ہے اور تیاری
 صغیر ہے برابر ہے۔ اللہ اللہ اب للہ دعا گو رہو
 حسین کو صبر ڈالو ظاہر تو نہیں ہے۔ اب ملاحظہ
 ہو کہ سلا علیہ نور دین

فقہ

دارالہم

طالب دعا

شرح الہام دلی لکھنؤ

۱۴ - ۴ - ۱۳

مذہبی عاصی کرنا ہی صاحبِ مسلم مسنون

آپ کا نورانہ نامہ ملے۔ میں نے آپ پر اب تک خوفِ تین
معدن تکے ہیں۔ ایک آپ کی نفلوں پر جو اور دیکھ ادبی
ریشمیں میں چھپاتا۔ ایک "مذہب" کے حوالے سے آپ کی نفلوں
پر جو پہلے "خباثت" اور "مہر" "مفل" میں چھپا۔ "مذہب" نفلوں
کے مذہب کے حوالے سے "حاجتِ اسلام" میں آیات۔ اور یہ
ذہن میں کدیاں ہیں۔ اس موقع پر شلیلہ بادیوں یا در آئے و

برہمچاریوں کا جبکہ "مذہب" کی معنی
ادکون ترس بھی نفلوں کو ذرا ملے نہیں دیکھیں

"مذہب" کے لیے میں نے راجا وشد محمود صاحب فون پر
کہ دیا ہے، وہ مختلف ناشر کے کتاب آپ کو دیکھ کر دیں گے۔
میں مختلف ناشر کے نام بتا رہا ہوں اب تک میں مل سکا۔
سچ کہ آج کوئی مزید تاخیر نہ ہو۔

اور اب آپ کا مدد ادا کرنا :

یا صاحبِ الجہاں دیا صاحبِ البشر

یہ ہے عبد العزیز محمدت دیوبند کے منسوب ہو کر رہ گیا ہے۔
در اصل یہ ڈاک کسی تحریر میں شامل ہے۔ اصل شاگرد کی تحقیق اہم

حاصل ہے، اس لیے تصدیق میں ہو سکتی۔
 "ترجما سید مکی مدنی الدہلی" کے حوالے سے آپ نے کہا کہ "جان محمد قدس"
 یہ نام سامنے آیا ہے۔

خدا خود پر مجلس بود اندر در مکان خسرو!
 تیرا محل میں نزل ہے۔ یہ تھا
 دریں بیکر تھا، اس وقت، لاہور،
 راجا آصف علی بود۔۔۔۔۔

یہ گفت و شنید ہمیں میں نے سنا۔ خوف متعلق نسبت ہے۔
 اس حوالے میں خسرو دیوبند کے ذہن میں آتے ہیں۔ وہ شاہ عالمؒ کے
 اللہ کے کہ آپ کو یہ تحقیق دیکھیں کہ آپ کا چلنا پھرتا ہو۔
 اسی نے کہ آپ جہاں اور وہاں جا رہے تھے سارے پتے پر تھے۔
 فنا کیا۔

۱۳ مارچ ۱۹۳۳ء
 خالد زیدی

راجا صاحب میں آپ کا خط مل گیا ہے
 وہ ایک بار آپ کو ملے۔ کہ آپ کی کتابیں
 تھیں وہ دیکھیں میں خوش ہو گئی ہے، ہر حال۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Dr. Abdul Haque Khan Kasbi Kasbi
M.A. (Udu), M.A. (Eng.), LL. B., Ph. D.

Tel. Office: 61221

137/8-2 Unit B, Lashkar,
Hyderabad, Pakistan.

SENIOR SUBJECT SPECIALIST
Sind Textbook Board Hyderabad.

Date: ۱۹۹۳ء

جناب دانشور صاحب کرامت
احسن علی

خدمت شکر۔

حضرت الرحمن الرحمن ۱۲۰۰ معجزات سے کیا خلق ہوئی ہے جو کہ اس سے خلق رکھنے پر آس خدائے
آن ۱۵ سید پاک خلق اس کی کہ معجزات ۱۵ سید پاک خلق ہے۔ رہنمائی بخشنے پر آس خدائے
تسلیں مکتوبات سے یہ نہ آئے کہ یہ سید پاک خلق ہے۔

معجزات کا یہ سید پاک خلق ہے۔ یہ وہ سید پاک خلق ہے کہ وہ ۱۵ معجزات درون خود رکھتا
کرنا ہے۔ وہی وہی آس خدائے ہے اور تقدیر کریم۔ اس کا یہ سید پاک
مجھ سے بچا ہوا ہے۔ اس لیے میری برکت سے اس سے معلوم کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر
آپ کہیں ۱۵ آس خدائے کا خط لکھو تو اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
گیتا یہی ضابطہ کر دینا کہ یہ سید پاک خلق ہے۔

آپ نے جو معجزات کہیں وہ سید پاک خلق ہے اور اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
اور ڈاکٹر صاحب کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
۱۔ ڈاکٹر صاحب کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
۲۔ ڈاکٹر صاحب کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
۳۔ ڈاکٹر صاحب کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا
۴۔ ڈاکٹر صاحب کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا خط لکھو کہ اس کا

[illegible]

10/10/10

بسم الله الرحمن الرحيم

تاریخ ۱۳۰۵/۳/۱۲

نمبر

حوالہ

ایوان جہد و نعت

فہرست صحیفہ کربلا

الاسلام علیہ السلام

۱۔ "یا مصطفیٰ الجبال! یا متجدد البشر!" یہ لقب ہے علامہ احمد رضا خان صاحب دہلوی

کسی شخصیت سے منسوب ہے۔ بلکہ ان کی ہر دالہ و لفظ میں
ایک عجیب و غریب کربلا کی شہریت ہے۔ ان کے ہر لفظ میں
کربلا کی شہریت ہے۔ ان کے ہر لفظ میں کربلا کی شہریت ہے۔

۲۔ "فہرست صحیفہ کربلا" یہ لقب ہے علامہ احمد رضا خان صاحب دہلوی

یہ لقب ہے علامہ احمد رضا خان صاحب دہلوی

۳۔ "فہرست صحیفہ کربلا" یہ لقب ہے علامہ احمد رضا خان صاحب دہلوی

یہ لقب ہے علامہ احمد رضا خان صاحب دہلوی

Prof. (Ptd.) Hasam Hyder (Gold Medalist, Technical, Pakistan)
Chairman

Building Committee
Viqar-un-Nisa Girls High School,

Tele : No. 844837

9-B,
Satellite Town
RAWALPINDI,

Dated 27/3/93.....

ہم اور کرم و خدمت میں مددگار ہو کر

نور میں ہم میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔

آپ کی خدمت میں قلمی جتنی بھی کام کی رہا ہے جس میں
ان کو ترقی دینے کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کی جائے گی۔
ابھی آج کے دن میں کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
کامیاب رہے۔ اور اس میں کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
باعث ہیں۔ وہ وقت بہت دور ہے کہ کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
ہے اور عین میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔

آپ کی مدد سے ہر کام میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔

آپ کی مدد سے ہر کام میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔

۱۔ با صاحبہ الجہال و یا سیدہ العیسیٰ کے ساتھ میری ملاقات ہو رہی ہے۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔
میں نے کرم و خدمت میں مددگار کی ملاحظہ ہو اور ہوشیار رہنا۔

۲۔ مرجا سید کی مدنی العربی کے معنی اولی والا ذات ہیں محمد فریسی لکھی ہے
 اگر مدظم بہ فریسی تخلص موجود ہے۔ قدسی تخلص اور کوئی نام نہیں سہوا۔
 ۳۔ خسرو تخلص رکھنے والا واحد حواہر خسرو ہیں۔ ہم نے فارسی اور۔ کی
 فارسی پر کسی اور خسرو کا نام نہیں سہوا۔ مذکورہ ذات حضرت اولیہ الدام الہدی کی
 مصلی حال و حال کے عکاس ہے۔

دو ادب میں نہ لینے کی بات اور ہے۔ تہمیش عروہ کے دیوان مرتب کرتے
 ہوئے مرتبین اپنے حق میں بہت کوہ دور وید اسناد کرتے ہیں۔ اعلیٰ ہر نام
 مدظم نے پیش نظر جو شریعت نام کی لکھی ہے یہ مستحسن ملاحظہ کر دت ہے ہر بین
 اگر لذت کو لذت نہ کرتے ہوتے۔ ہرگز خسرو شریعت سے نہ ہوں ملاحظہ ہوا
 فانی تھے اور ملاحظہ ہر الہی بلکہ آفتاباں حاضر سمجھو۔ جانی ہے۔

آپ قوام الدف مہرل جوقی اور بہرہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
 در بزرگ سلامت و کرامت رکھے۔

بعدی صاحب کی بہت سے آداب۔ بیوی کو صدم۔ جیسے لکھا
 تاں پہنچ۔ بیوی لکھی حال اسے بہرہ لکھ سے بہت اور بہت لکھا
 پیش فرمائیے۔

والسلام
 آپ کو
 محمد

۱۔ تمام ابواب کی تحقیق کا حاصل

۲۔ نعت نگاری اور حمد نگاری کے روایتی عمل میں نئے ممکنات کا عہد

○ حواشی : ص ۵۰۹ تا ۵۲۳

○ کتابیات : ص ۵۲۵ تا ۵۳۵

○ ضمیمہ : ص ۵۳۶ تا ۶۶۰

عیش کئے گئے ہیں۔ ان حمدوں کے موضوع، مضامین، اور دوسری فنی اور معنوی خصوصیات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اس کے بعد نعت کی تقویٰ اور معنوی توسیعات کی گئی ہیں۔ فضائلِ محمدی کو قرآنی آیات و احادیث کے ناولوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد قدیم نعت کے طور پر مختلف مذہب کی کہلوں میں جلوہ بخار توں کے جو توصیحات و فضائل حضرت محمد علیہ السلام درج تھے، ان کے حوالے درج کئے ہیں۔ اسی ضمن میں صحیح آہانی کی احادیث کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی نعت و ثنا کسی ایک حمد تک محدود نہیں ہے۔ اور اہم قدیم سے اہم تک حسبِ محمد ﷺ کی گونج ہے۔ حضور کا ہوتے دل اللہ ہے اور قرآن الہی حضور ہی کا نعت دار ہے۔ اس مذکور کے بعد حضور علیہ السلام کے ذاتی و صفاتی اسمائے مبارکہ کا ذکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر اہم صفت جائے خود ایک لفظی نعت ہے۔ اس کے بعد نعت کے موضوع اور افکار و مضامین کی توسیحات ہیں اور شعرا نے عرب کی نعت کے نمونے ان کی خصوصیات شعری کے حوالے سے پیش کئے گئے ہیں اور لہذا بعد شعر کی تفصیل کی گئی ہے۔ اس ذکر میں ہمہ نوبی سے ہمہ حاضر تک کے ممتاز شعرا شامل ہیں۔

عرفی حمد و نعت کے بعد فارسی شعرا کے یہاں مختلف اصنافِ شعر میں حمد و نعت کا سراغ لگایا گیا ہے۔ پسے فارسی شاعری کا یہ ای، محاشرتی اور تہذیبی پس منظر پیش کیا گیا ہے۔ پھر اس پس منظر میں انھری ہونے کی اصنافِ قصیدہ اور مثنوی کا بیان ہے۔ بعد میں قطعہ، رباعی، غزل اور آخری زمانے میں نظم اور اس کی مختلف شکلیں درج ہیں۔ فارسی شعرا کے یہاں حمد و نعت عموماً نثری مذکورہ اصناف و بیانات میں پائی جاتی ہے۔ وہاں حمد و نعت کی مختلف شکلیں ہیں۔ قصیدے یا مثنوی کا آغاز حمد یا اور نعتیہ اشعار سے۔ مثنوی کے یہاں حمد اور نعت قصہ مثنوی کے درمیان برباد ہوا اب تک فاصلے میں آتی ہے۔ غزل میں بھی آغاز کے طور پر حمد یا شعر یا غزل کے درمیان حمد، پھر بعد میں کوئی غزل پوری کی پوری حمد یا مضمون سے نڈ۔ قطعہ یا رباعی مکمل حمد ہے۔ یہ ہمیں حقیقی بھی ہیں، درکی بھی، کلی بھی ہیں، جزوی بھی، بلا واسطہ بھی ہیں، بواسطہ بھی۔ ان حمدوں کا اسلوب کسی شاعر کے یہاں صوفیانہ ہے، کسی کے یہاں فلسفیانہ و حکیمانہ، کسی کے یہاں خالص عاشقانہ اور وجدانی۔ نعت گوئی میں بھی یہی تمام صورتیں اور اثرات روا رکھے گئے ہیں۔ حمد گوئی میں حمد کی عظمت و کبریائی، اس کی حقیقت اور حکیمانہ قدرت، اس کے اسمائے صفاتی کے اسرار و معارف، اس کی توصیف و تشکر، انکسار و عبادت، مجر و انکسار، توبہ و امانت، ازاری و انصراف، مناجات، حمد اور استغاثہ اور طلبِ مغفرت کے مضامین ہیں۔ نعت میں حضور علیہ السلام کے منصبِ نبوت، فرائضِ نبوت، تعلیمات، نبوی، سیرت طیبہ، شہادت، معجزات، معجزات، معراج، عیسیٰ نبوی، حضور علیہ السلام سے عشق و اطاعت کا انکسار، طلبِ رحمت و عطا، ذاتی حمد اور امت کے ابتدائی آشوب کا ذکر ہے۔ اس طرح فارسی زبان میں حمد و نعت کا وسیع ذخیرہ اپنے تمام ترقی اور معنوی افکار و شکوک کے ساتھ دستیاب ہے۔ ان بنیادی مباحث کے بعد لہذا وہ فارسی شعرا کا ذکر اور ان کے دونوں و کبیات سے حمد و نعت کے نمونے پیش کئے ہیں۔ ہر شاعر کی فنی خصوصیات اور محاسن کا ذکر بھی موجود ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ فردوسی سے اقبال تک فارسی گو شعرا کی حمد و نعت کے نمونوں سے اس بات کو اظہارِ عبادت مآب کیا جائے۔

فارسی شعری روایت کے گہرے پور پائے اثرات اور حمد و نعت نے قبول کئے۔ فارسی شعری روایت ایک تو خود اپنا تہذیبی استحکام اور ایک طویل شعری و فنی اور لسانی اساس رکھتی ہے دوسرے عرفی شعری روایت کے توان من سر و محاسن کو اس نے اپنے اندر جذب کر لیا ہے ان لئے جب ہم فارسی روایت سمجھتے ہیں تو اس میں جذب شدہ عرفی روایت بھی اہم تصور ہوتی ہے۔ مگر فارسی شعری روایت نے اور ہر اثرات مرصع کئے ہیں تو گویا بواسطہ عرفی حمد و نعت کے لائق قبول عناصر بھی اس کا حصہ بن کر فارسی اور حمد و نعت پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد ہم نے ان اسباب و عوامل پر روشنی ڈالی ہے جن سے یہ روایت اثر انداز ہوئی ہے۔ سفیر میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد مسلمان حکمرانوں کا قیام، امروالی امر، علماء و بانی یہاں سکونت، یہ لوگ فارسی کی رہتی تھی، روایت ساتھ لائے۔ غزنوی حمد سے ملنے حمد تک کوئی آئمہ و حمد میں فارسی سرکاری زبان رہی۔ اس طلبِ قسم نے

فارسی میں نکساوردان کی تخلیقات میں فارسی شعر و ادب کی روایت تخلیقی و معنوی رہی۔ پھر ان کی ششیں بھی اسی روایت کو فروغ دیتی رہیں۔ مذہبی ہم آہنگی کے سبب ایرانی شعر کا طرز احساس، فلسفیانہ اور صوفیانہ انداز فکر، یہاں جڑیں ڈھانچا رہا۔ یہاں کی شاعری اور خصوصاً نعت و نعت پر انہی کے لوازمہ اسالیب چھائے رہے۔ ایرانی شعر اللہ در صغیر کے شعر میں اس روایت کے رد اثر سے ہی متاثر ہو کر آتی ہیں۔ مثلاً وہی مصنف فارسی، وہی لادین و عور کا نظم، وہی آغاز کلام نعت و نعت سے، وہی جزوی یا مطلق نعت کا تصور، وہی موضوعات و مسئلہ میں نعت و نعت جو فارسی شعر کے یہاں مروج و مسلسل تھے۔ زبان، بیان، تمثیلات، تشبیہ و استعارہ، قواعد، اساطیر، قصص، اطرش، وہی ایرانی فکر و شعری فضا میں یہ صغیر کی نعت و نعت پاییدہ و شکر آور ہوتی رہی۔ نعت کے ادوار میں کہیں کہیں جزوی طور پر فارسی روایت سے گریز ملتا ہے لیکن ایسا رو یہ کوئی الگ روایت نہ بن سکا۔ اس کا ذکر (اختصار لیے میں) آگے آئے گا۔

نعت و نعت کے چند محرکات ہیں۔ مثلاً اپنی اور مذہبی محرک۔ ہمارے اسلام لانے کی جہادی شرط اقرار توحید و رسالت ہے۔ یہ اقرار (کلمہ) ہمیں ایک علیحدہ قوم (امت محمدی) بنادیتا ہے۔ یہ اقرار عمل کا دہائی ہے۔ ہم اللہ کی عبادت کا عمل میں داخل ہاں گئے۔ حضور پاک کے عشق و اطاعت پر ہمارے فکر و عمل کی جہاد ہو۔ ہم اپنے اللہ کی حمد و ثناء، شکر کریں یعنی (نعت) کہیں۔ ہمارے رسول ﷺ سے محبت کریں، ان کے اسوہ حسنہ پر ہمیں خود کو ان کی سیرت حبیب کے قالب میں ڈھالیں۔ ان کے فضائل و محامد کا ذکر کریں یعنی مت کہیں۔

(یا) نعت و نعت کا نفسیاتی اور ماحولیاتی محرک ہے۔ ملت اسلام کا کوئی فرد یا پوری امت اپنے مسائل و مصائب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ذکر سے اطمینان کسب پاتی ہے۔ انہی کو پھارتی اور انہی سے طلب ہمارے ساری، متد و کشائی ہوتی ہے۔ انہی کی تبلیغ اور وہی کے دفاع (جہاد) میں فتح و حقارت مندی کے لئے انہی کی ثناء و محبت کی جانب دیکھتی ہے اور اسی تمسک و تحمل سے نفسیاتی اور ماحولیاتی آسودگی حاصل کرتی ہے۔ نعت و نعت گوئی کا ایک سبب یہی نفسیاتی محرک ہے۔ یا تنہا جی و ہر جی اور توحید و فی محرکات ہیں۔ مسلمان معاشرے کا اپنا مذہبی تشخص ہے۔ اس کا کلام اللہ اور اخلاق سب سے جدا ہے۔ نعت و نعت اس تشخص کے نفوذ کو واضح کرتی ہے۔ ہماری تاریخ بھی ہمارے نظریہ جہاد، تحفظ حقوق اور حسن سلوک و بدل کی بنیاد پر سب سے مختلف ہے۔ ہماری قوم بھی اپنی ترکیب سے سب سے ممتاز ہے۔ ہماری تمدنی و ثقافت، طرز احساس، طرز حیات اور مظاہر حیات کی بنیاد توحید و رسالت کے حقیقہ و حکم پر ہے۔ هجوم و شرک میں ہماری توحید پر مبنی نمایاں ہے۔ نعت و نعت ہمارے تمام تمدنی اور جہاد بھی تشبیہ و فرقہ میں ہمارے جذبات و افکار کی ترجمانی اور ملت کے فکر و عمل کی رہنمائی کرتی ہے۔

یا علمی و ادبی محرک ہے۔ اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ اللہ انہی اور خود ہی کے عناصر سے ترکیب پاتا ہے۔ ہماری ادبیات اور تمام شاخ شاخے علوم و فنون کا سرچشمہ قرآن اور سنت ہے۔ ہمارا سارا فخر، علم و ادب و فن اسی اساس پر وجود پاتا ہے۔ نعت و نعت ہمارے علوم و فنون کو ایک مثبت بنیاد پر قائم کرتی ہے اور مسلمانوں کے جذبہ و فکر کی تفسیر کرتی ہے تاکہ علوم و ادبیات میں پاکیزگی اور انتہائیات کے عناصر جذب ہوتے رہیں۔ ان تمام محرکات کے باوجود ایک محرک اساسی ہے اللہ اور رسول ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت اور نعت و نعت کے وسیلے سے ان جذبات و افکار کا فروغ۔ نعت و نعت کے فروغ کی عملی صورتوں میں صوفیانہ مقام کی مساعی، محافل میلاد، سنن، جلسہ ہائے سیرت، مسائل الباری عام، نعت خوانوں کی تحفوں، حسن نعت خوانی سے مقابلوں، نعتیہ مشاعروں، انجیر و کافضات سے ذکر کیا گیا ہے۔

متصوفانہ اور فلسفیانہ انداز فکر نے نعت و نعت کے مزاج و مضامین اور انداز، اسالیب پر کیا کیا اثرات ڈالے اور یہ اثرات کس کس صورت میں ظہور پذیر ہوئے، ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

ایک اور اہم بحث محمدیہ اور نعتیہ شاعری کے فنی لوازم، تنقیدات نیز اس شاعری پر تنقید کی نزاکتیں اور قیاسی اور اسے جانچنے کو، یہ کتنے ہی

صور میں اور معیارات سے متعلق ہے۔ حمد یہ شاعری کا موضوع اللہ اور اس کی الوہیت ہے۔ اس کی الوہیت کے مظاہر کا حسب توفیق عرفان اور معرفت الہی کی بنیاد پر حمدوں کی تخلیق۔ حمد کوئی ایک ہذاک عمل ہے۔ اپنے خالق اور مقرر حقیقی کی تعریف انسانی فطرت کے ان تقاضوں میں سے ہے جسے ہر انسان اضطراری طور پر اظہار کرتا ہے۔ تاہم حمد کوئی فن معنی اور فکر و خیال کی تہاہر و احتیاجیں لازم ہیں۔ مہاراجہ مہاشی نے احتیاطی اور حرج عقل کی بنا پر کوئی لغزش کر چکی اور رب کی گرفت میں آجائیں۔ یہی فنی اور معنوی توازنات و تسویطات کوئی کے لئے درکار ہیں بلکہ ہر جاہد رسالت میں توسل مکرہ دی آجہ بنید و بایزید کا معاملہ ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی و علم اعمال تک پہنچا دیتی ہے۔

حمد و نعت پر تنقید گوہر تک نامناسب سمجھا جا رہا ہے۔ ہمارا ہوا کام ذکر الہی اور تہکار رسالت سے منسوب ہو، اس پر حرف گیری کیسے ممکن ہے۔ لیکن خود حضور علیہ السلام نے نعت پر تنقید فرمائی ہے۔ ہم جو طرہ اندازہ عقیدت خدا اور رسول ﷺ کے لئے تیار کر رہے ہیں اسے ہر نقص سے مبرا ہونا چاہئے اور بحرین عقل میں پیش کرنا چاہئے۔ لہذا یہ وہ تقاضے کے ساتھ فکر و خیال کی لغزش سے اسے پاک ہونا چاہئے۔ کوئی غلو، کوئی اختلاف، کوئی بے عقیدگی، کوئی مستی و مذہبی کی کیفیت، کوئی ضعیف اور غلط روایت، کوئی مٹی ہے خبری، کوئی فکر و احماد کی بے احتیاطی حمد و نعت میں ہو نہیں آتی چاہئے۔ یہ تمام بحث وضاحت کے ساتھ مقالے میں لکھ دیا گیا ہے۔

اردو حمد و نعت کا جائزہ قدیم اور جدید سے عصر حاضر تک لیا گیا ہے۔ آغاز میں جنونی ہندو کا یہی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ محمد بن قاسم کی فتوحات (۶۳۴ء) سے اہل عرب کا رطلہ ہند سے مضبوط تر ہوا۔ تجارت اور سیاست استوار ہوئی تو اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ پھر محمود غزنوی کے حملے (۱۰۰۰ء) سے فتوحات کا سلسلہ اور پنجاب میں حکومت کا آغاز۔ شہاب الدین غوری کی فتوحات کے بعد سارا شمالی ہند اسلامی حکومت کے دائرے میں آیا۔ سلطنت پنجاب سے لگال تک پھیل۔ دہلی مرکز رہا۔ پھر قطب الدین ایبک، مظفر، ناصر، محمد بن تغلق نے ۱۲۸۰ء میں دولت آباد کو پایہ تخت بنایا۔ پھر امیر انصاری کی بدولت، پھر بیکہ سلطنت کا وجود، جو خود مختار تھی۔ پھر اس کا انتشار اور ناول شاہی، نظام شاہی اور قطب شاہی سلطنتوں کا قیام۔ آخر تغلق حیدر میں ان کا خاتمہ اور پورا ان سفلوں کے سرشار۔ اور تک زیب کے بعد تغلق سلطنت بھی زوال آتی ہوئی۔ اس کے بعد تغلق علی اور لسانی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان سلاطین و امرا نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنی تہذیب، معاشرت اور علم و ادب کے فروغ کے ساتھ ساتھ حکوم علاقوں کی روایتوں کو بھی قبول کیا اور مقامی ولیوں اور علاقائی لوگوں کو بھی اپنا ہی اختیار کیا۔ اس سے دو نئے لسانی پیرایے وجود میں آئے۔ پہلے جو لوہ دو زبان کے ابتدائی ہیولے ہیں۔ یہ دکنی سلاطین و امرا خود باوق تھے۔ ادیب تھے اس لئے انہوں نے اہل کمال کی قدر و اہمیت کی۔ اس طرح یہ زبان عام بول چال کی موی سٹح سے ہند ہو کر علمی و ادبی احمادات کا وسیلہ بھی بن گئی۔ زبان کی ابتدائی نشوونما میں صوفیہ کا اہم کردار تھا انہوں نے تبلیغ دین اور تربیت اخلاق کے لئے عربی فارسی کے علاوہ مقامی ولیوں کو بھی اپنے مملو خطات اور سرکل و کتب میں وسیلہ احماد بنایا۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے حملہ سے دکنی حکومت کے تحت تک لوہ دو زبان و ادب پر فارسی اور ہندی روایت میں ایک مکمل شکل نظر آتی ہے۔ اردو ادب فارسی روایت کے پہلو، پہلو، غنیمت کی زبانوں کے الفاظ، ان کی اصناف، شبیحات، اساطیر اور انداز بیان کو بھی تصرف میں لایا ہے۔ تاہم دکنی حمد کے اختتام تک یہ دکنی روایت دم توڑ دیتی ہے۔ اس سلسلے میں دکنی کی تخلیقات کا انداز و مزاج اور اس کے دہلی کے مغز اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اور لوہ دو زبان و ادب دوبارہ فارسی طرز احساس میں داخل جاتا ہے۔ فارسی روایت سے گریز کی صورت میں مختلف ہیں۔ مثلاً فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ کی آمیزش، یا شعر میں فارسی اور اردو کا میل، فقرے، دوہرے، ہندی مقولے، منظوم قول، ہندی راگ، ہندی رانگیاں، ہندی حورو و لوزن، کہیں کہیں شاعری اپنی ہیئت میں گھن کے بیچوں سے قریب تر رہی۔ جہاں جہاں آئیں جن کو ساہوکار پگایا جاتا تھا۔ گہری اردو میں مخصوص لوزن تھے۔ اپنی ہیئت تھی جس میں دوہرے، مثنوی، کچھ اور جہن شامل تھے۔ انہیں سبکی کی مختلف راگ رانگیوں کے مطابق قصوف و اخلاق کے

موسوعات گو شاعری میں پیش کرتے تھے۔ باب گہری روایت نامہ پائی تو بندہ کی اسالیب و اصناف کی پینکٹ بھی تم ہوئی اور فارسی روایت کا احیا ہوا اور بارہویں صدی ہجری میں بندہ کی روایت ہنس منظر میں چلی گئی۔ اور فارسی شاعری روایت کا شروع ہو گیا۔

اس جائزے کے بعد جنونی ہند کے ہر عمدہ کے ممتاز شعر لکھ کر، خصوصیات، فن اور عمدہ نعت کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔

جنونی ہند کی عمدہ نعت تقریباً ہر صنف شعری میں ہیں۔ تاہم مثنوی کا پلہ ہماری ہے۔ مثنوی اور قصیدے کا آغاز عمدہ نعت سے ہوتا ہے۔ یا درمیان عمدہ نعت کے عناصر ہوتے ہیں۔ انکی ہند و نصیحت کی صورت میں بالواسطہ عمدہ نعت ہوتی ہے۔ بعض اوقات عمدہ نعت کے اشعار بکثرت ہوتے ہیں۔ نعتیہ مثنویاں اور نعتیہ قصائد وجود میں آتے ہیں۔ منظوم سیرتیں لکھی جاتی ہیں۔ عمدہ نعت کے مضامین کا شروع ہے۔ نورانی، مولودائے اوقات، نامے، معراج نامے، انجرات نامے، شامل نامے وغیرہ جو میں آتے ہیں۔

اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ فارسی عمدہ نعت میں جو کچھ مترادف اور اختلاف اور سر، یہ مضامین، موسوعات تھا، کہو پیش دہی کچھ یہاں بھی موجود ہے۔ جس سے فارسی شاعری روایت کے گہرے نقوش و اثرات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اس کے بعد ثانی ہند میں میرا دورا کے عمدہ سے پہلے صوفیائی عمدہ نعت کا سلسلہ ہے۔ ان کی تخلیق کا مقصد رشادہ و اہیت اور دعوت و تبلیغ ہے۔ اس لئے ان کی شاعری کو کڑے فنی معیار پر نہیں پرکھ سکتے۔ ان صوفیاء کے یہاں دو ہرے، منظوم اقوال، غزلوں، نظموں اور نہ ہی مثنویوں کی صورت میں عمدہ نعت کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

میرا دورا است امیر و محسن تک عمدہ نعت ایک باقاعدہ شمس کے ساتھ فراموش ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو فارسی رنگ، مزاج اور طرز پوری طرح احساس سے اشعار تک چھایا ہوا ہے۔ دوسری طرف عمدہ نعت اپنے افکار و مضامین کے شروع سے نہ ہوتی جاتی ہے۔ اس عمدہ میں گزشتہ روش برتنے کے ساتھ ساتھ یہ اضافہ ہوتا ہے کہ پوری مثنوی نعتیہ ہے یا پورا قصیدہ نعتیہ ہے یا قصائد امر کے ساتھ ساتھ کئی قصائد نعت و منقبت سے متعلق ہیں۔ دوجان فریاد میں کئی کئی غزلیں نعتیہ ہیں۔ پھر غزلیہ صنف میں پورا نعتیہ دوجان صورت پذیر ہوتا ہے یا پوری مثنوی عمدہ نعت سے متعلق ہوتی ہے۔ امیر و محسن کے عمدہ میں نعت لائق منزل تک پہنچ جاتی ہے۔ رسمی اور عقیدہ کی عمدہ نعت حقیقی رخ اختیار کر لیتی ہے۔ نعتیہ دوجان مرعوب ہونے لگتے ہیں۔ عمدہ نعت محض نہ ہی اداکار و مساکین ہی کا وسیلہ تبلیغ نہیں رہتی بلکہ مصری ادبی میلانات قبول کر لیتی ہے۔ معاشرتی اقوال و مسائل ساتھ ساتھ موسوعات و مضامین کی کثرت کی حامل بھی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ عمدہ اپنے اختتامی دور سال کو چھوٹے ہوئے عمدہ نعت کی حقیقی فن کا عمدہ ہے۔ تاہم ایک اشتیاق و ہاک فراموش نعت کے مقابلے میں عمدہ کوئی بڑی یا رچی رچائی اور کوئی واضح رسمی امتیاز حاصل نہ کر سکی۔

۱۸۵۷ء سے تشکیل پاکستان تک کا دور عصر جدید کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۸۵۷ء ہادی قومی تاریخ میں ایک تاریخی حادثہ کی گواہی دیتا ہے، ایک حاکم قوم، مملکت ہو گئی۔ فرنگی استبداد کا ہم پر تسلط ہوا۔ اس صورت حال کا ثبوت درمحل بھی ہوا۔ علماء دین نے تحریک جہاد کے عمل کو تیز کر دیا۔ مختلف تحریکات اُبھریں۔ جنگ عظیم اول کے اثرات، بدعیر مسلحہ اسلامیہ کے مسائل کا احساس، افکار مغربی کی مدد و نصیحت، ملی گزشتہ تحریک کی صورت میں مقصدی ادب کا آغاز۔ چنانچہ اس عمدہ کی قومی شاعری کا مزاج مصری تحریکوں کے مطابق صورت پذیر ہوا۔ غدا اور مول علیہ السلام سے تعلق کی مضبوطی کا احساس اپنے دین و تہذیب کا تحفظ، غیرت و حمیت کے جذبات کی آفرینش، لیرہ، اس عمدہ کی عمدہ نعت میں یہ قومی اثرات آشکار کئے جاسکتے ہیں۔ ہماری عمدہ نعت بدعیر و عدت ملی اور اجتماعی آئینہ امت کی ترجمان بن کر ابھری۔

بلاخرہ جب تحریک آزادی وجود پذیر ہوئی تو ہماری عمدہ نعت میں اس کی لہر اُٹھ گئی۔ اس لہر پر انداز میں ہوئی۔ اس صنف نے قوم میں احساس نہیں پیدا کیا۔ یہ ذاتی کیفیات کی ترجمانی کے علاوہ اجتماعی اقوال کی مظہر بھی بن گئی۔ حضور علیہ السلام کی توصیف حال کے علاوہ ان کی سیرت اقدس سے

ذکر و بیانی پر خاص توجہ ہوئی اور حضور علیہ السلام کو مختصر اسلام کی جائے مختصر انسانیت کے طور پر پیش کیا گیا۔ تاکہ عالم بشریت اپنی برکت پائی کے لئے ان کے اسود کمال کی تقلید کرے۔

اس عہد میں فارسی روایت اپنے بھرپور مقامات کے ساتھ چھائی رہی۔ اگرچہ محسن کا قصیدہ لامیہ ایک جزوی گریز نہیں تھا، محسن نے اس روش کو التزام کے ساتھ نہیں دیا۔ مولانا احمد رضا بیوی نے سہ سہائی نعت کا تجربہ کیا لیکن خود کہہ دیا کہ یہ میری وضع نہیں ہے۔ اس شعر اور کے یہاں ہندی شاعری کی تقلید میں نسائی ہندوں کا انداز یا غل غل خال خال ہندی نوزائیدہ بچوں، خمریوں اور راکوس کا انداز بھی پیدا ہوا تاہم یہ تجربہ شخصی سطح پر ہو اور روایت تین سہ شعر کی حباب مودا فرداغ نعت ہی پر مائل رہیں اور محمد کوئی کاوشی رہی انداز ہادی رہا۔

اس حقیقی مطالعے کا اختتامی حصہ عہد حاضر کی حمد و نعت کوئی سے متعلق ہے جو ہمارے پچاس سالہ دور پر محیط ہے۔ پاکستان، ملائی آزادی میں پائی۔ ایک فکر پر مہیات کو آزاد مملکت میں بھنے پھولنے کا موقع میسر آئے۔ آغاز میں نئے ملک کی تشکیل سے بوسیدہ اور معاشرتی صورت حال اور اس کے تشبیہ فرائض ابھرائے، پھر اپنے فکر یہ حیات کے فرداغ کا احساس و حمد و نعت کے وسیع سے عام ہو چکا۔ حمد و نعت میں دو نظام فکر و اساس عام کیا جاتا ہوا جو ہمارے ”مستعدی ادب“ کے سرچشمے سے ابھر اٹھا۔ پچاس سال میں ملکی مسائل کے علاوہ ہم گیر نعت مسئلہ کے احوال و مسائل کا مد و جزو و وحدت اسلام کے تصور، عقاب اسلام نظریاتی وفاداری اور مادی نظام حیات کا دفاں بھی حمد و نعت سے ہو چکا رہا۔ اور اللہ اور رسول کی تعظیمات و احکام اور اس ”مرکزیت“ سے وابستگی کے انکار بھی حمد و نعت کے مزاج کا حصہ بنے رہے۔ مصر حاضر نعت کے حقیقی فرداغ و توسیع و کمال کا عہد ہے۔ نعت کے سیکڑوں مجموعے (الگ حیثیت میں) شائع ہوئے۔ نعتیہ انتخاب مرتب ہوئے۔ مختلف رسائل کے نعت نمبر نکلے۔ مقالات، تذکرے، شرمیں اور جائزے طبع ہوئے۔ حقیقی کے علاوہ تقلید و تقلید کا کام بھی ہوا۔ نہ کے دس بارہ مجموعے بھی وجود میں آئے۔ فرداغ کے اسباب میں ریزہ وری وری کا بلور و سیلہ ابلاغ فراہم ہوا، نعتیہ شاعرے، سیرت کا نظر نہیں، محافل میاں، قوانین کی خطیں، گراموفون کمپنوں اور فلمی نعتوں سے کیست، نعت خوانوں کی بکھرے خطیں، قوی سیرت کا نظر سوں اور اپنی خطیوں کی جانب سے اب فرداغ کا سلسلہ و غیرہ شامل ہیں۔

اس عہد میں نعت کا مرکزی موضوع سب و اعانت رسول ﷺ رہا۔ حمد کے ساتھ ملکی اور مصری مسائل و احوال کا تذکرہ بھی شامل رہا۔ حمد و نعت کا حلقہ نہ صرف پاکستان کے چھ عالمی سطح پر تمام امت کے واقعات و مسائل سے رہا سہاں اور لائق، لائق بہ لائق صورتیں، اسباب اور بیتی شروع نعت پر اثر انداز ہوئے۔ علم آلودگی مختلف نہیں، انعام، سائنس، ہائیڈرو کے تجربہ ہوئے تاہم غزلیہ ویت کا قلب رہا۔ دو بے جہدی رہے۔ وغالی بیٹوں اور ہندی اور کا بھی غل غل خال خال رہا تاہم فارسی شاعری روایت غالب رہی۔ مقالے میں خواندہ کی حمد و نعت اور غیر مسلم شاعر کی حمد و نعت کے نمونوں کے ساتھ ان کا فنی اور فکری تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ نیز حمد کوئی کی کمی نہ اسباب کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ الغرض آج حمد و نعت اس مقام و منزل پر ہے کہ مستقبل میں نئے نئے افقی حوش کرنے کے امکانات روشن ہیں۔

۲۔ نعت نگاری اور حمد نگاری کے روایتی عمل میں نئے ممکنات کا عہد

اردو حمد و نعت نے عہد بہ عہد جس طرح فروغ و ارتقاء کی منزلیں طے کی ہیں اور داخلی کیفیات سے لے کر ہر عہد کے مسائل و آشوب کی جس طرح نمائندگی کی ہے، نیز فارسی روایت کے زبرد اثر ضرورت کے تحت و تقابلاً جس طرح سہلی، فنی اور اسلوبیاتی تہذیبوں کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی توانائی اور تازگی کا ثبوت دیا ہے اس کے بغیر نظر اس کے نئے ممکنات کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اب حقائق کے اور ان کی فنی جہتوں کا دور ہے، عصر حاضر کی سائنسی اپروچ کا زمانہ ہے۔ وجدان کی جائے شعور سے تمسک کا عہد ہے۔ حمد و نعت کو ان سب تغیرات کا احساس ہے اور وہ عصری مطالبات کو یقیناً قبول و اختیار کرے گی۔ ممکنات یہ ہو سکتے ہیں۔

۱۔ صوفیانہ وجدان کی بجائے اب اس میں حکیمانہ شعور کی افراتہ ہوگی۔ خدا کے بارے میں بد دوست اور بد دوست کی جائے نیز گنہگار کے وجدانی اور ان کی جائے اسے تدبر فی القرآن کے حوالے سے دیکھا جائے گا۔ اور خدا کے زندہ و زندوں کا خدا ہے، کے تحت اس کی نیکوئی تدبیر و حکمت کے واسطے سے اس کی شناخت اور ان الہی مظلوم مقصد کی تعبیر ہوگی جس کے تحت اس نے کائنات بنائی ہے اور اس میں ہنر کو خلیۃ الارض مقرر کیا ہے۔ اس حوالے سے حمد اور ان کے مقاصد الہیہ کے ساتھ ساتھ فرائض بحرانی کی توضیح بھی کرے گی۔ انسان جو خلافت کے منصب پر فائز ہے اس کے ذوق تخلیق و ایجاد، جذبہ تسخیر و تعمیر کو ابھارے گی۔ جیسا کہ اس فکر کا آغاز کام اقبال سے ہو چکا ہے۔ "وجود و حمد میں اس کے اہم و قرآن نظر آتے ہیں اور اسرار اور نور کے انکشافات کی جانب فکری و سائنسی کا سراغ ملتا ہے۔ اسی طرح نعت بھی حضور علیہ السلام کی جنت و ظہور کے مقاصد اور ان کے سطر معراج کی توضیح "عالم بشریت کی زد میں ہے کردوں" کے حوالے سے کرے گی۔ اور اسوۂ امت اور میرت کاملہ "آنحضور ﷺ کی تبلیغ اس نقطہ نظر سے کرے گی کہ وہ عظیم عمل انبیاء انقلاب اور رسول تہذیب و تمدن ہیں اور کائنات بحرانی کی برتری اور فوز و فلاح ان کے اہل میں مضمر ہے۔

۲۔ تعلیمات نبوی میں جو سائنسی محرکات ہیں ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ قرآن کا پہلا پیغام علیٰ نوع انسان کو، حصولی علم ہے۔ احادیث اسی کی تائید کرتی ہیں۔ علم و تعلیم میں انسان کی توجہ مشاہدے اور تجربہ و عقل کی جانب مبذول کرانی گئی ہے۔ قرآن مسلسل سیاحت، مشاہدے اور نظروں و تدبر پر زور دیتا ہے۔ آیات و احادیث میں یہ دعوت مکرر ہے نیز کائنات، حیوانات، نباتات، حشرات الارض، سیاحت، جہاز رانی، جغرافیہ، ریاضی، طب (سائنسی علوم) کی جانب اشارات ملتے ہیں۔ حضور کی تعلیم ہے کہ ان اشیا کو فلاح انسانی کے لئے تصرف و تعمیر میں لایا جائے۔ نیز مادی و مافانی اور فطرت کی تمام قوتوں کو تعمیر کر کے ان سے کام لیا جائے۔ اور انہیں بعد انسانی کے لئے صرف کیا جائے۔ اسی تعلیم کے اندر سائنسی محرکات نے مسلمانوں میں علمی اور تحقیقی روح پیدا کی اور انہی تعلیمات و احکام کا اہل مسلمانوں کو آئندہ و تخلیق و ایجاد و تعمیر میں راہ نمائی کرے گا۔ آئندہ حمد و نعت اپنے فنی اور فکری ممکنات سے اسی منشاء الہی اور اسی تعلیم نبوی کا اہلجام کرے گی۔

۳۔ حمد و نعت نے دہائی دور میں ہندو روایت سے فائدہ اٹھایا، لفظیات، اسلوب، بیوقوفوں اور لوہان و نور میں گنجائشیں پیدا کیں۔ بعد کے ادوار میں بھی مقامی عناصر نیز ہندو فکریات سے حمد و نعت کے دامن فکر و فن کو وسعت دی۔ اس سے یہ امکان ابھر رہا ہے کہ جذبہ و جذبہ کی یہ صورتیں جاری رہیں گی۔ حمد و نعت نے مہر حاضر میں (تدبیر اصناف اور حیثیتوں کے علاوہ) نظم و قزول کی مختلف ہیئتیں، نیز سائنس، ہائیکو، سی حرانی و غیرہ قبول کئے ہیں۔ اسی اعتبار سے مشرق و مغرب کی شاعری میں ایسی حرور جو ہماری زبان کے غنائی اور ذوق مزاج کے مطابق ہوں، حمد و نعت میں اختیار کی جاسکتی ہیں۔ خود پاکستانی زبانوں میں بہت سی مثنوی اور مترنم تحریر ہیں، ان کو بہرہ جاسکتا ہے۔ بہر وارت شاہ کی حر کا تجربہ نعت میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح پنجابی، سرائیکی،

مذہبی بلوچی اور پختون نظامِ حور پر نگرانی جاسکتی ہے اور مہمہ آئندہ میں حمد و نعت یقیناً اور بصورت ہوگی۔ اس سلسلے میں اردو زبان سے مزاج سے سازگار الفاظ اور ترکیبِ لفظی بھی دوسری پاکستانی زبانوں سے اُنہذا ہو سکتی ہیں۔ پاکستانی ملاحزوں کی تمکینات، تشبیہات و استعارات سے بھی حمد و نعت کے وہی امکانات کو پر کیا جاسکتا ہے۔ جدید ہیئتوں کے بارے میں اکثر فرمانِ فقہاری کی ایک دفعہ راستہ۔ "نعت کا موضوع اس امر کا متن صلی تھا کہ اُسے جدید ہیئتوں میں زیادہ سے زیادہ جاسکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہو اور ہمارے شعر اچھا یا قدیم ہیئتوں خصوصاً قول کی صحت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس مسئلے پر بطور خاص غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ غور یہ ہے کہ اردو نعت گوئی صرف غزل کی ہیئت میں محدود کر محض جلتے ملبوس میں زمر سے پڑھنے اور قول کی مصلحتوں میں گانے کا سرمایہ بن کر رہ جائے۔ نعت کا موضوع بہت بڑا ہے اور بڑا موضوع شاعر سے غور و فکر کے بغیر کیوں کا تقاضا کرتا ہے۔ اردو نعت کو شعر کی نئی ہیئتوں اور فکر و فن کے نئے نئے سانچوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔"

حب و اطاعت خدا اور رسول کا موضوع رہے گا کہ یہ حمد و نعت کی اساس ہے لیکن اس میں فرد اور مساجد اجتماع اور انسانیت کے غور و فکر و عمل کے ترکیب و اصلاح کی ضرورت کا پورا غور رہے گا۔

۵۔ یہ امکانات لکھتے واضح ہیں کہ اب حمد و نعت و مدح علمِ اسلامی کے پیغام اور ان افکار پر مشتمل ہوگی جو امت کو اقوامِ عالم پر فاتح و غالب و حکمران قوت کی حیثیت سے ممکن کر سکیں اور وہ تقدیمِ اہم کی کار ساز ہو۔

۶۔ محمد تقیہ اللہ و آفاق کے مرکزی نقطے پر مرکوز ہوگی اور نعت سیرتِ نبوی کے موضوع پر مائل ہوگی۔ قرآنی آیات اور احادیث کو منظوم کرنے کے عمل کا آغاز ہو چکا ہے۔ قرآن کے منظوم ہونے، مختلف آیات قرآنی کا (منونات کے تحت) منظوم کیا جانا اور احادیث قدسی کو نظم کی صورت میں ایک طرح سے بالواسطہ مہمائی اور نعت رسولی ہے۔ مشتمل ہیں اس روش کے اضافے کا امکان ہے۔

حواشی

پہلا باب

محمد کے لغوی معانی و مطلب۔ تمام لغات میں حرف "ح" (لغات) شمار ۱۵۵۱

۱۔ لارود لغات جامع

۲۔ فرہنگ فارسی عمید

۳۔ المنہج

۴۔ نور اللغات

۵۔ لارود جامع انسانی و طبی

۶۔ لغت لارود۔ مرکزی لارود

۷۔ فرہنگ نظام

۸۔ قاموس مترکبات

۹۔ فرہنگ آمینہ

۱۰۔ لغات کشوری

۱۱۔ کھل لغات القرآن

۱۲۔ مویہ الفضلا

۱۳۔ غیاث اللغات

۱۴۔ منتخب اللغات

۱۵۔ فرہنگ آموزگار

۱۶ تا ۲۰۔ صراح، فرہنگ عمید، مویہ الفضلا، فرہنگ آموزگار، غیاث اللغات۔ ح کے معانی۔ حرف "ح" ت

۲۱ تا ۲۴۔ فرہنگ عمید، فرہنگ آموزگار، صراح، منہج۔ مناجات کے معانی۔ حرف "ح" ت

۲۵ تا ۲۹۔ صراح، منہج، غیاث اللغات، مویہ الفضلا، فرہنگ عمید۔ ح کے معانی۔ حرف "ح" ش

۳۰۔ غیاث اللغات۔ منجبت کے معانی۔ حرف "ح" ت

۳۱۔ منتخب اللغات۔ دعا کے معانی۔ حرف "ح" د

۳۲۔ تفہیم القرآن۔ (سید ابوالاعلیٰ ہودودی) لارود ترجمہ، صفحات متفرق

۳۳ تا ۳۶۔ سیرت النبی ﷺ مجید (سید سلیمان ندوی) ص ۲۹، ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱

۳۷۔ قرآنی دعائیں حوالہ مشکوٰۃ (خان محمد ربانی) صفحات متفرق

۳۸۔ تفہیم القرآن (سید ابوالاعلیٰ ہودودی) لارود ترجمہ ص ۱۷۳

۳۹۔ احسن الحدیث (علامہ طالب جوہری) ص ۵۱، ۵۲

۳۰۔ سادہ و پادشاهی سر زمین (ابن حنیف) ص ۲۰۶، ۲۰۷

۳۱۔ اسلام و حبیب عالم، اللہ۔ صفحات متفرقہ

۳۲۔ نیا بین کیوں، (مقالہ) ڈاکٹر حمید اللہ خان، نقوش رسول نمبر، ص ۵۳۵، ۵۳۶

۳۳۔ میر تقی میر کا جملہ ناول، (شلی نعمانی) ص ۸۱

۳۴۔ اردو شاعری کا قافیہ لڑائی (عالم اللہ) (مجتوں گورکھ پوری) (نہ) ص ۲۳، ۲۴

۳۵۔ دنیا کا قدیم ترین ادب (ابن حنیف) (نہ) ص ۱۵۳، ۲۳۰

۳۶۔ مصر کا قدیم ترین ادب جلد دوم (ابن حنیف) ص ۶۰، ۶۸۵

۳۷۔ مصر کا قدیم ادب جلد دوم (ابن حنیف) ص ۷۰۳، ۷۱۶

۳۸۔ دیکھ کہ آندہ (مولوی حمید احمد انصاری ترجمہ) ص ۳۲۹

۳۹۔ مصر کا قدیم ادب (ابن حنیف) (نہ) ص ۷۱۶

۵۰۔ دیکھ کہ آندہ۔ (مولوی حمید احمد انصاری ترجمہ) (بھگن) ص ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۳۲۵، ۳۲۷

۵۱۔ ادب و ادب ایران (سر: امجدیول یکسید عثمانی) ص ۸۰

۵۲۔ بیکر و بیکس آف دی ورلڈ (اسے سی بیٹ) ص ۱۰، ۱۰۸

۵۳۔ امین اللہ بیٹ (ملازمہ طالب جوہری) ص ۷۷

۵۴۔ نیا بین کیوں (مقالہ) نقوش رسول نمبر (ڈاکٹر حمید اللہ) ص ۵۳۵

۵۵۔ کلام مقدس (مولانا حزامیر) (موسیقی آف بیٹ پال روم) ص ۶۷۰، ۶۹۳

۵۶۔ امین اللہ بیٹ (ملازمہ طالب جوہری) ص ۷۷

۵۷۔ شرح اسماؤ الحسنى (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) (نہ) ص ۲۸، ۲۳۸

۵۸۔ ۵۹۔ تقسیم القرآن (سید محمد اظہار علی مودودی) ص ۴۶، ۴۳، ۴۵

۶۰۔ حقیقت تو حید عالم نقوش رسول نمبر (مولانا مبین الدین اصلاقی) ص ۳۱۳

۶۱۔ امین اللہ بیٹ (ملازمہ طالب جوہری) ص ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶

۶۲۔ سیرت النبی کامل بن ہشام (مترجمہ مولانا علامہ رسول مر) (انتخاب اشعار) ص ۷۹، ۵۷۰

۶۳۔ ۶۴۔ الفیہ (امجد الاسکندری) (ترجمہ) القیوم مولوی شہیر احمد صدیقی، ص ۵۹، ۱۱۰، (انتخاب اشعار) ص ۶۹، ۲۰۰

۶۵۔ نظم اشعار الامام علی علیہ السلام (مترجمہ) (انتخاب اشعار) ص ۹، ۲۵۸

۶۶۔ دوح بن اسماؤ الحسنى (محمد حمید اللہ القوی) ص ۱۰۱

۶۷۔ ۶۸۔ نعت کے طغوی معانی کے لئے ان لغات سے استفادہ کیا

فرہنگ روزگار، فرہنگ قاری حمید، فہمہ اللغات، مصر، اردو لغات جات، اشعار۔ نور اللغات جلد چہارم۔ قاموس مترادفات۔ فرہنگ الکلام

جلد ہفتم۔ فرہنگ آصفیہ جلد چہارم۔ لغات کشوری۔ منتخب اللغات۔ لغات اللغات (صفحات متفرقہ)

۸۰۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین الشافعی) ص ۳۱

- ۸۱۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۴
- ۸۲۔ قرآن حکیم میں نعت رسول، علامہ ابو نعیم عبد بن عبد ربیع (ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی) ص ۵۳، ۵۴
- ۸۳۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۳۱، ۳۲
- ۸۴۔ لوب قبل از اسلام میں ذکر رسول، علامہ نقوش رسول نمبر (سید آل احمد رضوی) صفحات متفرق
- ۸۵۔ اسلام اور سیاست (مولانا طہیر احمد حسینی) ج ۱ ص ۱۹
- ۸۶۔ تفسیر مجیدی (مولانا عبداللہ شاہ دریا بادی)
- ۸۷۔ اساتذہ نبوی (سید آل احمد رضوی) ص ۵۵، ۱۱۵
- ۸۸۔ سیرۃ قاضی جلد اول مقدمہ (شبلی نعمتی) ص ۱۵، ۱۸
- ۸۹ تا ۹۱۔ تاریخ ادب عربی (احمد حسن زبیر) ترجمہ عبدالقیوم ص ۱۰۵، ۳۲۳، ۳۲۸
- ۹۲۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۲۳
- ۹۳۔ توسیط (احمد الہ سکندری) ص ۱۷۶
- ۹۴۔ عربی میں نعتیہ کلام (ڈاکٹر عبداللہ لدوی) ص ۳۰، ۳۱
- ۹۵۔ توسیط (احمد الہ سکندری) ص ۱۲۰
- ۹۶۔ مشکوٰۃ العت (ادیب رائے پوری) ص ۴۷۳
- ۹۷۔ مشکوٰۃ العت (ادیب رائے پوری) ص ۱۷۷، ۲۷۳
- ۹۸۔ نعت کائنات (راجلہ شید محمود) ص ۱۸، ۱۹
- ۹۹۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۶۷
- ۱۰۰۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۲۶
- ۱۰۱۔ سیرۃ قاضی جلد اول۔ (شبلی نعمانی) باب الوشت۔ ص ۱۶۶
- ۱۰۲۔ مشکوٰۃ العت (ادیب رائے پوری) ص ۲۷۰، ۲۷۳
- ۱۰۳۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۲۹
- ۱۰۴۔ عربی میں نعتیہ کلام علامہ نقوش رسول نمبر (حکیم محمد یحییٰ خان شلا) ص ۱۳۳، ۱۳۴
- ۱۰۵۔ المصالحان نعت (فتیقہ بی بی) ص ۴۷
- ۱۰۶۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۷۷
- ۱۰۷۔ نقوش رسول نمبر (مرتبہ محمد خشک) ص ۱۹۳
- ۱۰۸۔ تذکرہ نعت گوئی اردو جلد اول (محمد یونس شاہ) ص ۹۹، ۱۰۰
- ۱۰۹۔ المصالحان نعت (فتیقہ بی بی) ص ۴۵، ۴۶
- ۱۱۰۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۸۰، ۸۱
- ۱۱۱۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۳۸

۱۱۶۔ شاہد جلد اول و دوم (فردوسی) مرتبہ احمد علی گلاب (جلد اول ص ۲۴، ص ۲۵۔ جلد دوم ص ۳۴)

۱۱۳۔ دو بیتقی: بابا طاهر (مرتبہ منصور احمد سلیم) ص ۹۲۔ ص ۱۰۹

۱۱۴۔ رباعیات حکیم فرخ نام (مرتبہ محمد علی فروغی) صفحات مختلفہ

۱۱۵۔ فارسی میں نعتیہ کلام: الامام و حضرت فیر (علیم ہاشمی) ص ۱۸۱

۱۱۶۔ دیوان (امام جام زمرہ وکیل) صفحات مختلفہ

۱۱۷۔ حدیثہ لغویہ و شریعت الحدیثہ (سنائی غزنوی) صفحات متفرقہ

۱۱۸۔ مثنوی تخلص امیر اقبال (مرتبہ ڈاکٹر یحییٰ قریب) صفحات مختلفہ

۱۱۹۔ منطق الطیر (خواجہ فرید الدین عطار) صفحات مختلفہ

۱۲۰۔ امر لہ نامہ (صحیح آقاخان حاج شیخ حسن علی الصمدانی) صفحات مختلفہ

۱۲۱۔ دیوان عطار (اجتہاد۔ تقی بخش) صفحات مختلفہ

۱۲۲۔ کلیات (کھانی مجنونی) مقدمہ: اختر معین فرخ اساتذہ

۱۲۳۔ نعلی مجنون (مقدمہ: خسرو، غنیمی) صفحات مختلفہ

۱۲۴۔ خسرو شیریں (پاپ کھانی) صفحات مختلفہ

۱۲۵۔ کلیات مثنوی معنوی چودہ فرخ (مولانا جوی) صفحات مختلفہ

۱۲۶۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین الشافعی) ص ۸۷

۱۲۷۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۳۳

۱۲۸۔ فارسی لوب میں نعت گوئی: الامام و حضرت فیر (نور شید حسن جباری) ص ۵۳۵

۱۲۹۔ کلیات (سعدی شیرازی) صحیح محمد علی فروغی۔ ص ۲۴۹۔ ص ۸۶۶

۱۳۰۔ کریم (سعدی شیرازی) صفحات متفرقہ

۱۳۱۔ گلستان (سعدی شیرازی) اهتمام محمد علی فروغی۔ صفحات متفرقہ

۱۳۲۔ کلیات (عراقی) مرتبہ سعید فیضی۔ ص ۳۷۷۔ ص ۳۳۰

۱۳۳۔ گلشن راز (نمودہ فیضی) ۱۱ اجسام سادہ کرمائی۔ صفحات متفرقہ

۱۳۴۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین الشافعی) ص ۱۸۸

۱۳۵۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۳۹

۱۳۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان علی) ص ۳۴

۱۳۷۔ فارسی نعت و مقالہ الامام و حضرت فیر (ڈاکٹر خواجہ مجید زوالی) ص ۱۵۶

۱۳۸۔ نامہ سکندر (امیر خسرو) صفحات متفرقہ

۱۳۹۔ کلیات عناصر دولہن خسرو (امیر خسرو) صفحات متفرقہ

۱۴۰۔ تذکرہ شاعران (دولت شاہ سرقدی)

- ۱۳۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۳۴
- ۱۳۲۔ مکررہ نعت گوین اردو (سید یونس شاہ) ص ۱۱۰
- ۱۳۳۔ قاری نعت مقالہ حوالہ نقوش رسول نمبر (خواجہ حمید برادری) ص ۱۵۰
- ۱۳۴۔ نعت کائنات (راجا رشید محمود) ص ۲۸
- ۱۳۵۔ مکاتیب کے مقناہات (مختلف علماء، باقاعدہ بن) ص ۱۱۶
- ۱۳۶۔ مکررہ نعت گوین اردو (سید یونس شاہ) ص ۱۱۶
- ۱۳۷۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین الشلیق) ص ۹۳
- ۱۳۸۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۳۶
- ۱۳۹۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۵۳
- ۱۴۰۔ قاری نعت۔ مقالہ حوالہ نقوش رسول نمبر (خواجہ حمید برادری) ص ۱۵۰
- ۱۴۱۔ قاری ادب میں نعت گوئی مقالہ حوالہ نقوش نعت نمبر (سید نور رشید مسکن بخاری) ص ۵۴۰
- ۱۴۲۔ الرشید نعت نمبر (مہارشیہ) ص ۵۰۵
- ۱۴۳۔ قاری میں نعتیہ کلام مقالہ حوالہ شام و بحر نعت نمبر (طیبر ہسری) ص ۱۹
- ۱۴۴۔ نعت کائنات (راجا رشید محمود) ص ۲۹
- ۱۴۵۔ نعت مقالہ حوالہ شام و بحر نعت نمبر (مکررہ شاہ) ص ۹۹
- ۱۴۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۳۷
- ۱۴۷۔ نعت کائنات (راجا رشید محمود) ص ۲۸
- ۱۴۸۔ دیوان (حسن جری) صفحات متفرق
- ۱۴۹۔ قاری ادب میں نعت گوئی۔ مقالہ حوالہ نعت نمبر (نور رشید مسکن بخاری) ص ۵۳۹
- ۱۵۰۔ قاری نعت مقالہ حوالہ نقوش رسول نمبر ۱۰ (خواجہ حمید برادری) ص ۱۵۰
- ۱۵۱۔ دیوان (علی شاہ قندار) صفحات متفرق
- ۱۵۲۔ دیوان (حافظ شیرازی) صفحات متفرق
- ۱۵۳۔ دیوان کامل جانی (جانی) مرتب باشم رفیعی۔ صفحات متفرق
- ۱۵۴۔ مثنوی سہم الاراد (جانی) مرتب باشم رفیعی۔ صفحات متفرق
- ۱۵۵۔ مثنوی نعت لورنگ (جانی) صفحات متفرق
- ۱۵۶۔ کلیات (فیضی) ص ۱
- ۱۵۷۔ قصائد (عرفی) صفحات متفرق
- ۱۵۸۔ دیوان (عرفی) صفحات متفرق
- ۱۵۹۔ شعر الجہم سہم (شبلی نعمانی) ص ۱۱۱

- ۷۰۔ اردو میں غزلیات (نظیری) صفحات مختلف
 ۷۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرید فتح پوری) ص ۳۹
 ۷۲۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۵۳
 ۷۳۔ کلیات (طالب آملی) صفحات متفرق
 ۷۴۔ اردو میں (حسن شہید مہتانی) ص ۱۷۵
 ۷۵۔ اردو میں نعت (شفیقہ بیگم) ص ۱۲۲
 ۷۶۔ اردو میں رسول نمبر ۱۰ (محمد طفیل) ص ۱۶۵
 ۷۷۔ اردو میں سید (ڈاکٹر عبد الغنی) صفحات متفرق
 ۷۸۔ اردو میں سید (ڈاکٹر عبد الغنی) ص ۲۱۵
 ۷۹۔ اردو میں سید (مرحب طفیل) صفحات متفرق
 ۸۰۔ اردو میں نعت (شفیقہ بیگم) ص ۹۵
 ۸۱۔ کلیات قاری (مرزا غالب) صفحات متفرق
 ۸۲۔ کلیات (گراہی چاند حری) صفحات متفرق
 ۸۳۔ کلیات قاری (علامہ محمد اقبال) صفحات متفرق
 ۸۴۔ اردو میں سوین کنگز و شعر و ادب دہلی
 ۸۵۔ نعت حضرت رسول اکرم ﷺ (سید ضیاء الدین مصیری) ص ۱۳

دوسرا باب

- ۱۔ اردو میں شاعری (ڈاکٹر امجد حسین) ص ۸۰، ص ۸۱
 ۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرید فتح پوری) ص ۳۸
 ۳۔ مہجاسی الاشعار (مرزا محمد جعفر لونج) ص ۳
 ۵۔ ترجمہ حدائق البلاغت (لام غزل مصطفائی) ص ۱۰۹، ص ۱۱۰
 ۶۔ جہر عروض (آغا محمد صادق) ص ۱۷، ص ۵
 ۸۔ اشعار (محمد حسین آزاد)
 ۹۔ شعوبہ اسلام (مقالہ علامہ ماحضال) ص ۴
 ۱۰۔ تعلیمی خطبات (مستقل از کتاب اردو لازمی انٹرمیڈیٹ لکچر سید عبداللہ) ص ۷، ص ۸، ص ۱
 ۱۱۔ اردو زبان کی اندلی نشوونما میں صوفیاء کرام کا حصہ (مولوی عبدالحق)
 ۱۲، ۱۳۔ اردو میں سیرت رسول علیہ السلام (ڈاکٹر انور محمود خاں) ص ۲۰۴، ص ۵۲

- ۱۵۱۳۔ محرماتِ نعت۔ علامہ نعت رجب ۴ (ڈاکٹر سلیم اختر) ص ۱۴۵، ص ۱۴۰
 ۱۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۳۱
 ۱۷۔ ادیب اور شاعری (ڈاکٹر اعجاز حسین) ص ۶۵
 ۱۸۔ ۲۰۰۱۔ خزینہ محمد۔ تعارف (ڈاکٹر لیاقت علی) ص ۶، ص ۳
 ۱۹۔ محمدیہ شاعری مقالہ محمدیہ شاعری (اختر گلشنی) ص ۲۲
 ۲۰۔ تصوف اور اردو شاعری (صفی حیدر دانش) ص ۱۱، ص ۱۰۲
 ۲۱۔ شعر الہم حصہ باہم (شکی نعمانی) ص ۹۸
 ۲۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۱۴۲

تیسرا باب

- ۱۔ خزینہ محمد۔ تعارف (ولی محمد رازی) ص ۳۱
 ۲۔ خزینہ محمد۔ تقریباً (جینم، مانی) ص ۱۶
 ۳۔ خیر البشر ﷺ کے مقصود (مرحب ممتاز حسن) ص ۲۰
 ۴۔ بکروان ادب در سال شمار و تیسرا (سید ابوالحسن ندوی) ص ۴۵
 ۵۔ خزینہ محمد۔ تعارف (ولی محمد رازی) ص ۱۳

چوتھا باب

- ۱۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں سو فیاد کرام کا حصہ (مولوی عبدالحق) ص ۷
 ۲۔ تاریخ ادب اردو جلد اول۔ پیش لفظ (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۶
 ۳، ۴، ۵۔ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۷، ص ۲، ص ۸۳، ص ۱۳
 ۶۔ تذکرہ نعت گوئی (سید یونس شاہ) ص ۷، ص ۱۲، ص ۱۸
 ۷۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۹، ص ۷۰
 ۸۔ اردو کی ابتدائی نشوونما (مولوی عبدالحق) ص ۱۴
 ۹۔ تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۱۵۹، ص ۱۶۰
 ۱۰۔ مشکوی کہ مراد ہے مراد "حرفے چنتہ" (مولوی عبدالحق) ص ۲۵
 ۱۱، ۱۲۔ اردو زبان کی پہلی تصنیف علامہ مشکوی کہ مراد ہے مراد "ڈاکٹر جمیل جالبی" ص ۳۰، ص ۳۵
 ۱۳۔ اردو کی ابتدائی نشوونما (مولوی عبدالحق) ص ۲۰

- ۱۶۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۲۔
 ۱۷۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۳۷۔
 ۱۸۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۱۲۵۔
 ۱۹۔ تاریخ خوب اردو۔ نوالہ (حمود شیرانی) ص ۴۱۔
 ۲۰۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ (مرتب نئی الدین قادری زور) شعراء صفحات متفرقہ
 ۲۱۔ قطب مشتری (مرتب مولوی عبدالحق) شعراء صفحات متفرقہ
 ۲۲۔ مثنوی سیف الملوک سید بلخ البمال (مرتب میر سعادت علی رنوی) ص ۱۳۔
 ۲۳۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۳۷۔
 ۲۴۔ مثنوی سیف الملوک سید بلخ البمال (مرتب سعادت علی رنوی) شعراء صفحات متفرقہ
 ۲۵۔ پھولین (نصرت علی) ص ۱، ص ۳، ص ۵، ص ۶، ص ۷۔
 ۲۶۔ قصیدے نغیر (مرتب عبد القادر سرداری) شعراء صفحات متفرقہ
 ۲۷۔ تاریخ خوب اردو نوالہ چند بہن و مہیار، مقیمی (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۲۳، ص ۲۴، ص ۲۵۔
 ۲۸۔ دکن میں اردو نوالہ چند بہن و مہیار (نصیر الدین ہاشمی) ص ۱۵۵۔
 ۲۹۔ دکن میں اردو۔ نوالہ نصرتی (نصیر الدین ہاشمی) ص ۵۔
 ۳۰۔ مثنوی گلشن عشق و بیاض (مولوی عبدالحق) ص ۱۲۔
 ۳۱۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۳۳۵۔
 ۳۲۔ مثنوی گلشن عشق (نصرتی) شعراء ص ۱، ص ۷۔
 ۳۳۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۵۱۔
 ۳۴۔ دکن میں اردو نوالہ بلاتی (نصیر الدین ہاشمی) ص ۷۔
 ۳۵۔ اردو میں نعتیہ شاعری دربار مختار (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۵۲۔
 ۳۶۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۵۱۱۔
 ۳۷۔ دکن میں اردو (نصیر الدین ہاشمی) ص ۱۲۔
 ۳۸۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۲۲۶۔
 ۳۹۔ اردو میں نعتیہ شاعری حوالہ بازو فائز و قصائد معجزہ (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴۔
 ۴۰۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۵۲۵، ص ۵۳۴۔
 ۴۱۔ کلیات دلی (مقدمہ نور الحسن ہاشمی) ص ۳۱، ص ۳۶۔
 ۴۲۔ کلیات دلی (مرتب احسن مارہروی) شعراء صفحات متفرقہ
 ۴۳۔ اردو میں نعت گوئی۔ مختصات دلی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۲۲۳۔
 ۴۵۔ تاریخ خوب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۵۲۲۔

- ۶۔ من لکن (محمود عری) ص ۱، ص ۹، ص ۱۵
 ۷۔ سراج ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۵۶۶
 ۸۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۹۵
 ۹۔ بیاض مرانی (مرتبہ المر صدیق امر دہوی) اشعار صفحات متفرقہ
 ۱۰۔ سراج ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۵۹۰
 ۱۱۔ پنجاب میں اردو (حافظہ محمود شیرانی) ص ۲۳۷، ص ۲۵۰
 ۱۲۔ کلیات میر (میر تقی میر) اشعار صفحات متفرقہ
 ۱۳۔ کلیات سودا (مرزا محمد رفیع سودا) اشعار صفحات متفرقہ
 ۱۴۔ دوحان درد (خواجہ میر درد) مقدمہ داؤدی۔ ص ۱۴۹
 ۱۵۔ دوحان درد (خواجہ میر درد) اشعار صفحات متفرقہ
 ۱۶۔ مثنوی میر حسن (میر حسن) ص ۱، ص ۶
 ۱۷۔ ۵۹، ۵۸۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر بیاض مجید) ص ۲۱۹، ص ۲۸۹، ص ۲۹۱
 ۱۸۔ کلیات آتش (آتش کسنوی) اشعار صفحات متفرقہ
 ۱۹۔ مثنویات شوق (شوق کسنوی) اشعار صفحات متفرقہ
 ۲۰۔ کلیات نظیر (نظیر آبر آبادی) اشعار صفحات متفرقہ
 ۲۱۔ کلیات مومن (مقیم مومن خاں مومن) اشعار صفحات متفرقہ
 ۲۲۔ ۶۳۔ سراج ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی) ص ۳۰۴
 ۲۳۔ خزینہ محمد (طاہر سلطان) ص ۳۶۱
 ۲۴۔ ارمغان نعت (شقیقہ بیوی) ص ۱۲۷
 ۲۵۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرید خان چاہری) ص ۴۷
 ۲۶۔ ۶۹، ۶۸۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۲۳۹، ص ۲۵۳، ص ۲۶۳
 ۲۷۔ خزینہ محمد (طاہر سلطان) ص ۳۱۱
 ۲۸۔ خیالان فردوس الہ (کفایت علی کافی) ص ۱۹
 ۲۹۔ نسیم جنت الہ (کفایت علی کافی)۔
 ۳۰۔ ۷۳۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر بیاض مجید) ص ۳۱۳، ص ۳۱۴
 ۳۱۔ ۷۴۔ ارمغان نعت (شقیقہ بیوی) ص ۱۲۴
 ۳۲۔ ۷۵۔ ارمغان نعت (شقیقہ بیوی) ص ۱۲۲
 ۳۳۔ ۷۶۔ نعت حافظہ (حافظہ بی بی بھتی) مرتبہ راجہ شید محمود۔ صفحات متفرقہ
 ۳۴۔ ۷۷۔ خزینہ محمد (طاہر سلطان) ص ۲۲۹

- ۷۸۔ گلزار مغفرت (مساجر کی) صفحات متفرق
- ۷۹۔ دوح ابن شہیدی (کرامت علی شہیدی) صفحات متفرق
- ۸۰۔ قلم علی حرم علی بن دین دانی میرظمی (ص ۱۶)
- ۸۱۔ آفتاب دلیغ (دلیغ دہلوی) اشعار صفحات متفرق
- ۸۲۔ ماہتاب دلیغ (دلیغ دہلوی) اشعار صفحات متفرق
- ۸۳۔ سرخ گلاب اردو (رامپو سکینہ) ص ۸۳
- ۸۴۔ تذکرہ نعت گوئی (سید یونس شاہ) ص ۸۳
- ۸۵۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۸۵
- ۸۶۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۳۵۶
- ۸۷۔ دوح ابن امیر مینائی (امیر مینائی) اشعار صفحات متفرق
- ۸۸۔ مضمون خانہ عشق (امیر مینائی) اشعار صفحات متفرق
- ۸۹۔ محمد خاتم النبیین (امیر مینائی) اشعار صفحات متفرق
- ۹۰۔ قلم مرصع (امیر مینائی) از تہیہ راجہ شید محمود۔ اشعار صفحات متفرق
- ۹۱۔ خزینہ کلمہ (طاهر سلطانی) ص ۳۶۵
- ۹۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۱۲۶
- ۹۳۔ دیوان نیاز (نیاز دیلی) صفحات متفرق
- ۹۴۔ کلیات نعت (محسن کاکوردی) مقدمہ نور الحسن ص ۲
- ۹۵۔ چراغ جلی (محسن کاکوردی) مقدمہ ڈاکٹر ابو الخیر کشتی ص ۵، ۶، ۷
- ۹۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۷۳
- ۹۷۔ چراغ جلی (محسن کاکوردی) ص ۱۰
- ۹۸۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۷۳
- ۹۹۔ کلیات حالی (الطاف حسین حالی) اشعار صفحات متفرق
- ۱۰۰۔ کلیات اکبر (اکبر الہ آبادی) اشعار صفحات متفرق
- ۱۰۱۔ کلیات شبلی (شبلی نعمانی) مرتب سلیمان ندوی۔ ص ۶۸، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷
- ۱۰۲۔ کلیات و کلیات (اسامیل میرظمی) اشعار صفحات متفرق
- ۱۰۳۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۱۰۳
- ۱۰۴۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین الشافعی) ص ۴۴۴
- ۱۰۵۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۴۷
- ۱۰۶۔ کلیات اقبال (علامہ محمد اقبال) اشعار صفحات متفرق

- ۱۰۷۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۸۳، ص ۸۴
- ۱۰۸۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۳۵۵، ص ۳۵۷
- ۱۰۹۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۳۳۹، ص ۳۴۱
- ۱۱۰۔ بہارستان، چمنستان، خیالستان (مولانا ظفر علی خان) اشعار صفحات متفرقہ
- ۱۱۱۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۳۲۰
- ۱۱۲۔ اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۳۸۰
- ۱۱۳۔ جہانِ رضا (مولانا احمد رضا یلوی) مرتبہ مرید احمد چشتی۔ ص ۲۲
- ۱۱۴۔ مدائقِ عشق (مولانا احمد رضا یلوی) صفحات متفرقہ
- ۱۱۵۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۳۴۳
- ۱۱۶۔ ذوقِ نعت (حسن رضا یلوی) صفحات متفرقہ
- ۱۱۷۔ باقیاتِ خالی (خالی مراد آبادی) صفحات متفرقہ
- ۱۱۸۔ کلیاتِ اصغر (امیر گوٹروی) صفحات متفرقہ
- ۱۱۹۔ کلیاتِ بکر (بکر مراد آبادی) اشعار صفحات متفرقہ
- ۱۲۰۔ کلیاتِ حسرت (حسرت مہمانی) اشعار صفحات متفرقہ
- ۱۲۱۔ ارمغانِ نعت (شعیب بریلوی) ص ۱۹۰
- ۱۲۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۹۲
- ۱۲۳۔ بارغِ کلامِ اکبر (اکبر دارٹی) ص ۱۵، ص ۱۶
- ۱۲۴۔ شمالِ روضہ اکبر (اکبر دارٹی) ص ۲
- ۱۲۵۔ اردو میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۷۸، ص ۷۹
- ۱۲۶۔ رباعیاتِ امجد (امجد حیدر آبادی) اشعار صفحات متفرقہ
- ۱۲۷۔ ریاضِ امجد (امجد حیدر آبادی) ص ۱۱
- ۱۲۸۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۸۵
- ۱۲۹۔ دیوانِ بیدم (بیدم دارٹی) تقریباً ص ۶
- ۱۳۰۔ دیوانِ بیدم (بیدم دارٹی) تعداد ص ۱۰
- ۱۳۱۔ نور العین المعروف مصحفِ بیدم (بیدم دارٹی) ص ۱۳
- ۱۳۲۔ خزینہ محمد (طاہر سلطانی) ص ۱۸۱
- ۱۳۳، ۱۳۴۔ تجلیاتِ نعت (ضیاء القادری بدایونی) ص ۱۹۶
- ۱۳۵۔ خزینہ محمد (طاہر سلطانی) ص ۱۸۲
- ۱۳۶۔ چراغِ حور (سید ارکھنوی) ص ۸

- ۱۳۷۔ ذکر جمیل (ماہر القادری) ص ۱۲
- ۱۳۸۔ کلیات ماہر (ماہر القادری) ص ۳۱، ص ۳۲
- ۱۳۹۔ ذکر جمیل (ماہر القادری) ص ۲۳
- ۱۴۰۔ کلیات (ماہر القادری) ص ۵، ص ۶، ص ۷
- ۱۴۱۔ سائے حجاز (سیلاب اکبر آبادی) کو بیابانہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ص ۱۴۱
- ۱۴۲۔ شاہنامہ اسلام (حقیقہ جالندھری) ص ۱۰۹، ص ۱۱۳
- ۱۴۳۔ جلوہ گاہ (منظر الدین) صفحات متفرق
- ۱۴۴۔ فروغِ محامہ (میر افق کاشانی) ص ۱۳، ص ۳۹
- ۱۴۵۔ فیوض الحرمین (سید محمد عبدالعزیز شرقی) ص ۳۵
- ۱۴۶۔ فتحِ حرم (اسد مہدی) ص ۳۷
- ۱۴۷۔ گزاردِ قلیل (قلیل مودانی) صفحات متفرق
- ۱۴۸۔ دارین (احسان دانش) صفحات متفرق
- ۱۴۹۔ خزینہ کرم (طاهر سلطان) ص ۲۵۲
- ۱۵۰۔ قارِ حقیقہ (عبدالعزیز خالد) ص ۱۰، ص ۱۱، ص ۳۵
- ۱۵۱۔ مختار (عبدالعزیز خالد) ص ۹
- ۱۵۲۔ حطایا (عبدالعزیز خالد) ص ۱۹
- ۱۵۳۔ مازنا (عبدالعزیز خالد) ص ۱۵۹
- ۱۵۴۔ حمد و مناجات (مرتب ضیاء محمد ضیا) ص ۱۲۱، ص ۱۲۳
- ۱۵۵۔ اردو میں حمد و نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۵۱۳
- ۱۵۶۔ نعت رنگ شمارہ نمبر ۱ (مستحق رحمانی) ص ۲۸۲
- ۱۵۷۔ وسلو التسلیم (حقیقہ صاحب) ص ۵۱، ص ۱۱۶
- ۱۵۸۔ نشید حضور (حافظہ لدھیانوی) نوائے عارفانہ از سید عبداللہ ص ۱۵
- ۱۵۹۔ نشید حضور (حافظہ لدھیانوی) کرائے محمد افضل نقیر ص ۲۴
- ۱۶۰۔ نشید حضور (حافظہ لدھیانوی) ص ۳۶
- ۱۶۱۔ صل علی التین (حافظہ لدھیانوی) حافظہ منظر الدین۔ طیب
- ۱۶۲۔ نعتیہ رباعیات (حافظہ لدھیانوی) کو بیابانہ حاسی کرتلی۔ ص ۱۲
- ۱۶۳۔ مہرِ کائنات (حافظہ لدھیانوی) ص ۷۰
- ۱۶۴۔ فروغِ ریحِ عرفانی نمبر (رایح عرفانی) ص ۱۳
- ۱۶۵۔ لہجہ معنی (رایح عرفانی) ص ۱۳

- ۱۶۶۔ صحت برائے راج مرقاتی (ص ۵۱)
 ۱۶۷۔ نعت رنگ شہرہ ۳ (صحت برائے راج مرقاتی) (ص ۲۲۸)
 ۱۶۸۔ میر اعظم (اعظم چشتی) (ص ۲۳)
 ۱۶۹۔ نعت رائے روح (اعظم چشتی) (ص ۲۳)
 ۱۷۰۔ لوح بھی تو قلم بھی تو (زر کا نمیری) (ص ۵۱، ص ۷۲)
 ۱۷۱۔ آفتاب حرام (امیر حسین بن ظہیر لدھیانوی لکھنؤ مرزا محمد منور) (ص ۷۲)
 ۱۷۲۔ گھاگ حرام (زار حرم حیدر علی) (ص ۷۲)
 ۱۷۳۔ برمال (امیر ندیم قاسمی) (ص ۷۱، ص ۲۶، ص ۷۶)
 ۱۷۴۔ اراد میں نعت کوئی (ریاض مجید) (ص ۵۱۸)
 ۱۷۵۔ باب حرم (مکتبہ دارق) (ص ۷۱، ص ۷۶)
 ۱۷۶۔ باب حرم (مکتبہ دارق) (ص ۱۸)
 ۱۷۷۔ نور ازل (مکتبہ دارق) (ص ۷۲)
 ۱۷۸۔ حجت خیر البشر (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۷۹۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲، ص ۷۳)
 ۱۸۰۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۱۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۲۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۳۔ الواح (اکبر و حیدر قریبی) (ص ۱۱، ص ۳۱)
 ۱۸۴۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۵۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۶۔ توصیف خیر البشر (یزدانی جالندھری) (ص ۱۰، ص ۱۳، ص ۲۵)
 ۱۸۷۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۸۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۸۹۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۰۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۱۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۲۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۳۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۴۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)
 ۱۹۵۔ حجت رسول (راقب مراد آبادی) (ص ۷۲)

- ۱۹۶۔ نور کی ندیاں رواں (نیم صدیقی) ص ۱۹، ص ۵۳
- ۱۹۷۔ فکر کو نین (محشر رسول عمری) صفحات متفرق
- ۱۹۸۔ حرفِ شلا (محشر ایوبی) صفحات متفرق
- ۱۹۹۔ دیاضِ نعت (رفیع الدین ذکی قریشی) ص ۱۹
- ۲۰۰۔ عنوانِ تمنا (رفیع الدین ذکی قریشی) ص ۷۳
- ۲۰۱۔ پچھلے نور (عزیز ماسمل پوری) ص ۲۳
- ۲۰۲۔ جمالِ نور (عزیز ماسمل پوری) ص ۳۱
- ۲۰۳۔ تطہیرِ حسین (عزیز ماسمل پوری) ص ۲۱
- ۲۰۴۔ قصہ رنگ (حزین صدیقی) ص ۲۱، ص ۲۲
- ۲۰۵۔ غیر الہام (حنیف اسعدی) ص ۳۱
- ۲۰۶۔ آپ ﷺ (حنیف اسعدی) ص ۹۳
- ۲۰۷۔ نعتِ رنگ (صہبج رحمانی) کوالہ نقدیس ڈاکٹر ابو الخیر مٹھلی۔ ص ۷۸
- ۲۰۸۔ نقدیس (نایش دہلوی) ص ۲۵، ص ۳۳
- ۲۰۹۔ رحمتِ یزداں (طفیل ہوشیار پوری) کرائے احمد ندیم قاسمی۔ ص ۹
- ۲۱۰۔ رحمتِ یزداں (طفیل ہوشیار پوری) کرائے ڈاکٹر وحید قریشی۔ ص ۹
- ۲۱۱۔ رحمتِ یزداں (طفیل ہوشیار پوری) ص ۲۰، ص ۱۱
- ۲۱۲۔ اقر (مسبا اختر) صفحات متفرق
- ۲۱۳۔ کتبِ قوسین (اقبال عظیم) صفحات متفرق
- ۲۱۴۔ شامِ حرکتِ نمبر ۵ (کرائے ڈاکٹر نور سدید) ص ۲۲
- ۲۱۵۔ سنری چابیوں کے سامنے (خالد بی) ص ۱۳، ص ۷
- ۲۱۶۔ سفینہٴ نعت (مسرور کیلی) صفحات متفرق
- ۲۱۷۔ زمزمہٴ درد (امام الاقیازع مسلم) ص ۱۳۹
- ۲۱۸۔ زمزمہٴ اسلام (امام الاقیازع مسلم) ص ۱۰۶
- ۲۱۹۔ اللہ و رسول ﷺ (امام الاقیازع مسلم) ص ۷۳، ص ۱۱۶
- ۲۲۰۔ چراغِ مدت (امجد رحمانی) ص ۱۸، ص ۲۰
- ۲۲۱۔ قدیر و غیر (جنس محمد الیاس) قلیپ ڈاکٹر وحید قریشی
- ۲۲۲۔ شانِ دو کریم (جنس محمد الیاس) ص ۱۳۰
- ۲۲۳۔ قدیر و غیر (جنس محمد الیاس) ص ۱۳۹
- ۲۲۴۔ نقشِ صمد وصال کا (اسلم انصاری) ص ۲۳، ص ۲۶

- ۲۲۵۔ ثنائے محمد ﷺ (ایاز صدیقی) ص ۲۲
 ۲۲۶۔ محمد ﷺ کا سر نذر (اصغر علی شاہ) ص ۱، ص ۳۹
 ۲۲۷۔ ہلالِ حرم (ہلال جعفری) ص ۵۰، ص ۵۱
 ۲۲۸۔ نقدِ نبی (حسین سحر) ص ۲۳، ص ۳۵
 ۲۲۹۔ نولاکِ لبنا (انور جمال) ص ۳۹، ص ۱۱
 ۲۳۰۔ بارانِ نعمت (زادہ سحر علی) ص ۲۲
 ۲۳۱۔ غزواتِ رحمتہ اللعالمین (زادہ سحر علی) ص ۵۳
 ۲۳۲۔ برگِ ثناء (تاج محمد علی) ص ۴۸، ص ۵۷
 ۲۳۳۔ ہلالِ (غوثِ مہر اوی) ص ۳۸
 ۲۳۴۔ مامی (سافر مشہدی) ص ۹
 ۲۳۵۔ خوشبوئے ثناء (میش شجاع آبادی) ص ۱۵، ص ۱۹
 ۲۳۶۔ لمس (سید قمر زیدی) ص ۹، ص ۱۶
 ۲۳۷۔ جادوِ رحمت (مصطفیٰ رحمانی) (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق۔ لایپ
 ۲۳۸۔ جادوِ رحمت (مصطفیٰ رحمانی) حقیقتِ تائب کی رائے۔ ص ۲۹
 ۲۳۹۔ جادوِ رحمت (مصطفیٰ رحمانی) ص ۳۳
 ۲۴۰۔ نعتِ میری زندگی (طاہر سلطان) ص ۳۵، ص ۷۷
 ۲۴۱۔ اللہم صل علی محمد (ڈاکٹر ریاض مجید) ص ۱۲، ص ۱۸، ص ۲۵
 ۲۴۲۔ رنگِ جاں (عاصی کرہلی) رائے عبد المجید سالک۔ ص ۱۱
 ۲۴۳۔ رنگِ جاں (عاصی کرہلی) رائے مہر القادری۔ ص ۱۵
 ۲۴۴۔ نعتِ رنگِ شہرہِ قمر (حقیقہ سب کی رائے دربارہ عاصی کرہلی) ص ۳۰۲
 ۲۴۵۔ مرود میں نعت گوئی (ڈاکٹر ریاض مجید کی رائے دربارہ عاصی کرہلی) ص ۵۱۹
 ۲۴۶۔ مرود کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) مطبوعہ سلام ص ۱۸۹
 ۲۴۷۔ تمام وہ تمام (نہایت) عاصی کرہلی) ص ۵۳، ص ۵۳۸
 ۲۴۸۔ کل میں ہدایت (عرش صدیقی، عادل فقیر کے نام سے) ص ۱۰۳، ص ۱۰۴
 ۲۴۹۔ محفلِ سرکار ﷺ (محمد اسلم جٹا) ص ۹، ص ۲۳
 ۲۵۰۔ حمد و مناجات (مرتب ضیاء محمد نیا) ص ۵۷
 ۲۵۱۔ لوح۔ نعتِ نبیر (مرتب ڈاکٹر آفتاب نقوی) ص ۲۰۱
 ۲۵۲۔ فصیل و پرچم (اقبال ارشد) ص ۱۰، ص ۲۱
 ۲۵۳۔ (الف)۔ از ماہو (ڈاکٹر طاہرہ نسوی)

- ۲۵۳۔ مجلہ نعت نمبر (نعت سہاں) ص ۱۲
- ۲۵۴۔ ذوالکھلالہ الاکرام (حافظہ صیغوی) اے حنیفہ جانب۔ لیب
- ۲۵۵۔ سبحان اللہ العظیم (حافظہ صیغوی) پیشوائی حنیفہ جانب۔ ص ۱۵، ص ۲۰
- ۲۵۶۔ الحمد (مظہر دہلوی) جنتیں (اکثر مہدات)
- ۲۵۷۔ مجلہ کرم (الحق اثر) اے واکرم الخیر شفی۔ ص ۱۰
- ۲۵۸۔ اردو شاعرات کی نعت گوئی (خالد علیم) اللہ مقالہ ص ۱۸۵ ص ۲۵۷
- ۲۵۹۔ جلوۂ حجاب (حجاب عابدی) ص ۱۰، ص ۱۱، ص ۲۱
- ۲۶۰۔ بے صد ارق (نوشاہ زمیں) ص ۹۳
- ۲۶۱۔ صرف خواب میرے ہیں (شریادہائی) ص ۱۳، ص ۹۸
- ۲۶۲۔ نگارہ ان نوب شکرہ نمبر ۱ (مولانا ضیاء الدین اصلائی) اللہ مقالہ ص ۱۸۸ ص ۲۰۵

کتابیات

ص ۵۲۵ تا ص ۵۲۵

قرآن

احادیث

لغات : اردو لغات جامع

اردو جامع انسائیکلو پیڈیا

قاموس مترادفات

کمل لغات القرآن

مکتب اللغات

فرہنگ فارسی عمید

لغت اردو - مرکزی اردو رڈ

فرہنگ آمینہ

موسم الفضا

فرہنگ آموزگار

المعجم

فرہنگ نظام

لغات مشورہ

غیاث اللغات

صراح

نور اللغات

الف

ابوالاعلیٰ مودودی

لبن ضیف مرزا

اسے سی بحث

لبن ہشام

احمد حسن زیات

احمد الاسکندری

ابلی حیدر اللہ

میرزا المرزبانی - لاس

آفتاب احمد نقوی - واکٹر

آل احمد رضوی

لوہب رائے چوری

احمد جام ٹانہہ بیل

امیر خسرو

تفسیر القرآن نول تا ششم

سات دریاؤں کی سر زمین

دنیا کا قدیم ترین ادب

مصر کا قدیم ادب

نیکر ذبح کف و دل و دل

میرزا قاسمی کمال - مرچہ غلام رسول مر

ترجمہ عبد الرحمن طاہر سوہتی

تاریخ ادب عربی

الوسیا - ترجمہ عبد القیوم

محمد بنیر صدیقی

عظیم الشعرا

ابوحسین فہر

اسماء نبوی

مکتبہ اسلامیہ

دعوت

ہدایت سکھ دینی معروف سکھ دینی فسروری

نور الہدایہ القرآن لاہور، ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۸ء

کاروان ادب مکتب، ۱۹۸۸ء

کاروان ادب مکتب، ۱۹۸۸ء

وطن بخش، ۱۹۵۵ء

طیلس پر مکتب پر لیس لاہور، ۱۹۸۸ء

شیخ غلام علی ایڈیٹرز لاہور، ۱۹۹۱ء

اردو پر لیس لاہور، ۱۹۵۵ء

مکتبہ اللہ کی صورت لہران، ۱۹۸۵ء

عامہ جہل پر لیس لاہور، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۳ء

مکتبہ اللہ کی صورت اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

مکتبہ مشورہ آفٹ پر لیس، ۱۹۸۹ء

مکتبہ لیس لاہور، ۱۹۹۱ء

مکتبہ قیصر دہلی، ۱۹۹۱ء

اقبال۔ علامہ محمد اقبال
 اجازت حسین ڈاکٹر
 لوت۔ مرزا محمد یونس
 امام بخش مسیبانی
 آغا محمد سادق

آزاد محمد حسین
 انور محمود خانہ ڈاکٹر
 ابو الحسن ندوی۔ سید
 تن شامی
 افسر امروہوی
 مولیٰ اللیث صدیقی ڈاکٹر
 اکبر الہ آبادی
 اسماعیل میرٹھی
 احمد رضا خان دیوبند

اصغر محمد ندوی
 اکبر وارثی

امجد حیدر آبادی
 آفتاب لکھنوی
 امیر بیگ

افق کاظمی۔ میر
 احمد ملتان
 احسان دانش

کلیات
 کلیات فارسی و اردو
 نذیب شاہری
 مقیاس الاشعار
 مدائق ابدانیت (ترجمہ)
 جوہر عروض
 چشمہ گوثر

آب حیات
 اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ
 کاروان لوب نمبر ۱
 پیو لین
 بیاض مرثی
 لکھنؤ کا داستان شاعری
 کلیات لول دوم
 حیات و کلیات مرتبہ اسلم سیفی
 جہان رضا مرتبہ مرید احمد چشتی
 حدائق عشق

کلیات اصغر
 بارغ کلام اکبر
 شمال و وسط اکبر

ریاض امجد
 کلیات مرتبہ مرتضیٰ فاضل حسین لکھنوی
 دیوان
 صنم خانہ عشق
 عابد خانہ نمینین

قلم مرصع۔ ترتیب راجہ شید محمد
 فروغ محمد
 تحفہ حرم
 دلربین

مطلع نو لکھنؤ ۱۳۸۸ھ
 قلام علی ایضہ سنہ لاہور ۱۳۷۳ھ
 اردو انڈی سنہ کراچی ۱۹۵۵ء
 مطلع بیغفری واقعہ نکاح جدید
 مطلع نو لکھنؤ لکھنؤ
 صدیقیہ پریس ملتان

مکرم ایڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء
 سنگ میل پبلشرز لاہور ۱۹۹۱ء
 اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء
 نذر و احسان لکھنؤ ۱۹۹۳ء
 انجمن ترقی اردو کراچی
 انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۷۳ء
 اردو مرکز لاہور ۱۹۶۶ء
 پنجاب پبلشرز اردو بازار کراچی
 مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۷۳ء
 مرکزی مجلس مدرسہ لاہور راجہ شید
 مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
 مکتبہ شعر و ادب لاہور ۱۹۷۳ء

دکن و لکھنؤ اشاعت ۱۹۶۰ء
 مجلس ترقی ادب لاہور
 مقبول انڈی ۱۹۸۰ء
 مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۳ء
 نو لکھنؤ پریس لکھنؤ

اقبال اردو لاہور ۱۹۸۸ء
 بہار و پرنٹنگ پریس ملتان ۱۳۷۹ھ
 ادارہ روزنامہ شمس۔ ملتان ۱۹۵۳ء
 دانش اکادمی لاہور ۱۹۷۳ء

مکتبہ شہر قوت پریس لاہور، ۱۹۷۷ء	نیر اعظم	اعظم چشتی
مکتبہ نبویہ جنت بخش روڈ لاہور،	نورائے روح	
بیاض لاہور، ۱۹۹۳ء	بنال	احمد مدیم قاسمی
احمد نوری پریس کراچی، ۱۹۸۳ء	قاب قوسین	اقبال عظیم
قوی ادب سوسائٹی نور پور، کراچی، ۱۹۹۶ء	پر ارفع دست	اکھار رحمانی
القمر انٹرپرائزر، لاہور، ۱۹۹۳ء	قدیر و اعتر	الیاس، جنس محمد الیاس
فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۳ء	شان دو کریم	
الحمد پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء	نقش سہ سال کا	اسلم انصاری
روحانی آرٹ پریس لاہور، ۱۹۹۳ء	ثانی محمد عظیم	لیار صدیقی
خان فرہنگ ایران، ملتان، ۱۹۸۵ء	محمد عظیم - بیاض فجر	امیر علی شاہ
منظور پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۹۸۳ء	لولاک لہا	انور جمال
مکتبہ المی قلم ملتان، ۱۹۸۶ء	فیصل و پریم	اقبال ارشد
بہار دہ پریس ملتان، ۱۹۹۲ء	مفضل سرکار	اسلم محمد اسلم جٹا

(ب)

مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۹ء	اسلام اور حیسانیت	بغیر احمد حسینی مولانا
مطبع اسلامیه سنیم پریس لاہور، ۱۹۸۳ء	دیوان	یو علی شاہ قلندر
مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۵ء	روح بیدل تالیف ڈاکٹر عبدالغنی	بیدل - مرزا امجد القادر
مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۴ء	فیض بیدل	
نشرین الملل چاپ مقدم	دیوان بیدل	
کونین بکس کراچی	دیوان بیدل	بید مہارنی
نور شید عالم پریس لاہور	نور العین معروفہ صاحبہ	
سیکس سیکس پبلشرز لاہور، ۱۹۷۷ء	قدیم حرم (مرتبہ ڈاکٹر صفدر حسین)	بیانہ ویدلنی میر علی
ساقی بک ڈپو دہلی	پر ارفع طور	بیرلو لکھنوی

(ت)

نور پرنٹنگ پریس کراچی، ۱۹۸۵ء	تقدیر	چشم دہلوی
قلیل صدیقی ملتان، ۱۹۸۵ء	برگب شاہ	چشم صدیقی
مکتبہ المی قلم ملتان، ۱۹۸۵ء	جلوہ جہاں	چشم عابدی

(ث)

شرانواہمی

صرف خواب میرے ہیں

ایجو ٹیکشنل پریس کراچی، ۱۹۵۹ء

(ج)

ہای

دیوان کامل مرتبہ ہاشم رضی

انتشارات بی بی آر، ۱۹۶۳ء

مثنوی سلسلۃ الادب

سیاحتانہ دورہ مجموعہ بی بی سمعی، ۱۹۶۰ء

مثنوی نعت اور نکت

چاپخانہ مہارت، ۱۹۶۸ء

کلیات

مکتبہ اردو ادب لاہور

نعت

یونیورسٹی پریس لاہور، ۱۹۸۵ء

جگر مراد آبادی

بغیر بلوچ

(ح)

حسن حوی

دیوان

مکتبہ اردو ادب، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۳ء

حافظ شیرازی

دیوان

دکن طویل خطیب رہبر

انتشارات صفا علی شاہ، ۱۹۶۲ء

دیوان

مقبول آؤٹ پریس ملتان

ملعی ہائی مکتبہ، ۱۹۱۹ء

مثنوی میر حسن

پریس رقی ادب لاہور

کلیات

دین محمد پریس لاہور، ۱۹۳۲ء

ذوق نعت

مکتبہ معین ادب لاہور، ۱۹۵۵ء

کلیات

مقبول آؤٹ پریس لاہور

نعت حافظ مرتبہ راجہ شید محمود

مکتبہ فقیر شاہ نیت لاہور، ۱۹۸۵ء

شادنامہ اسلام

مقبول آؤٹ پریس لاہور، ۱۹۵۵ء

اسلم اقلیہ

کتاب گھر مہین، ۱۹۸۹ء

نقد پریس

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۸۶ء

ذوالجلال والا کرام

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۹۰ء

سہان نعت العظیم

جست ادب فیصل آباد

نشیہ مضوری

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۹۰ء

مصل علی التبی

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۹۲ء

نعتیہ رہامیات

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۹۲ء

ممد و کائنات

جست ادب فیصل آباد، ۱۹۹۲ء

قہار کلمہ حرم

ایجو ٹیکشنل پریس کراچی، ۱۹۶۵ء

حمید مدنی دہلی

حقیقہ صدیقی	لاہور	معدنی پبلشرز لاہور، ۱۹۹۲ء
حزین صدیقی	فلسفہ رنگ	مکتبہ صدیق پریس لاہور، ۱۹۸۸ء
ضیف احمدی	خیر الامام رحمہ اللہ	مکتبہ ارباب قلم کراچی، ۱۹۸۳ء
	آپ رحمہ اللہ	اقتصادی نعت کراچی، ۱۹۹۶ء
صمیم علی دمینی	یاد نامہ مومنین مکتبہ شمع و ادب لاہور	ادارہ کل ارشاد اسلامی خراسان، بہار، ۱۳۶۳ھ

(خ)

نعت محمد ربانی	قرآنی ایوان دعائیں	فریڈز پبلی کیشنز، ملتان
خالد شفیق	شامہ سحر - نعت نمبر	اردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۶ء
خانجانی	نعتیہ شعرا قلم	چاپخانہ سیر - شریں، اسلام آباد، ۱۳۳۳ھ
ظہیر صدیقی	گلزار طلیح	آزاد منتر پبلیشرز، ۱۹۶۵ء
خالد - عبدالعزیز	قاری قلیہ	ایوان پبلشرز کراچی، ۱۹۶۳ء
	تختہ	علامہ علی ایڈیٹرز لاہور، ۱۹۶۶ء
	مطایا	مقبول اکادمی لاہور، ۱۹۷۶ء
	ماہنامہ	مضامین اکادمی لاہور، ۱۹۷۹ء
خالد مدنی	عسکری جہانوں کے سامنے	القمر اشرف بازار لاہور، ۱۹۹۳ء

(د)

دولت شاہ سرقدی	نعت کرپا شعرا	خندہ ساگر اکادمی، ۱۹۸۸ء
دانش - صفی ہیدر	تقدیم نور اور دشاہری	مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۴ء
درد - خواجہ میر	دیوان	نیا داروہ لاہور
دراغ دہلوی	آفتاب دراغ	مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۴ء
	ماہنامہ دراغ	

(ذ)

ذکی قریشی رفیع الدین	رباعی نعت	مکتبہ القرآن پبلیش لاہور، ۱۹۹۳ء
	عنوان ترنا	مقبول اکادمی لاہور، ۱۹۹۰ء

(ر)

رفیع الدین اشفاق ڈاکٹر	اردو نعتیہ شاعری	اردو اکادمی خندہ کراچی، ۱۹۷۶ء
رشید محمود راہبا	نعت کائنات	جنگ پبلشرز لاہور، ۱۹۹۳ء

پروفیسر خلیل صدیقی

ریجنس لائبریری شعبہ اردو

رکھنا یونیورسٹی، ملتان

۵۳۰

کلیات مثنوی معنوی

تاریخ ادب اردو

فروع۔ رائج نمبر

تسیم منی

صہب حرا

لوح بھی تو فکر بھی تو

الحکم وصل علی محمد

اردو میں نعت گوئی

خیر البشر

مدح رسول

محمود و خاتم الانبیاء

بدالدینی

حدیث شوق

رومی۔ جلال الدین

راہِ پاکِ سعید

روغِ عرفانی

رازِ کاخِ خبری

ریاضِ مجیدہ و اکثر

راغب مراد آبادی

رشید محمود۔ راجا

(ز)

زبید الاسرار کوثران

(س)

سینت پال روما

سبانی فرغونوی حکیم

سعدی

سودا۔ مرزا محمد رفیع

سیلاب اکبر آبادی

سافر مشدی

(ش)

شبلی نعمانی

فروع ادب الہادی کوثر انوال

مکتبہ نور ادب کوثر انوال ۱۹۸۵ء

مکتبہ نور ادب کوثر انوال ۱۹۸۹ء

محکم الہادی کوثر انوال ۱۹۸۸ء

نعت الہادی فیصل آباد ۱۹۹۳ء

اقبال الہادی پاکستان ۱۹۹۰ء

ایجو کیشنل پریس کراچی ۱۹۸۶ء

ایجو کیشنل پریس کراچی ۱۹۸۳ء

ایجو کیشنل پریس کراچی ۱۹۸۵ء

ایجو کیشنل پریس کراچی ۱۹۸۱ء

سلیم بک سنٹر لاہور ۱۹۸۹ء

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کن ۱۹۲۳ء

ویدک ہند۔ مترجم میہ احمد انصاری

سوسائٹی آف سینت پال روما ۱۹۵۸ء

انتشارات استاد شاہد طہران ۱۹۸۷ء

انتشارات کتاب فروشی موسیٰ علی

انتشارات بنر و مردوم

انتشارات بنر و مردوم

مکتبہ شعرو ادب لاہور

سیلاب الہادی پاکستان کراچی ۱۹۸۲ء

مکتبہ علی قلم مکتان ۱۹۸۵ء

شیخ مبارک علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۴ء

دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱۹۸۵ء

اردو آئینہ سندھ کراچی

کلام مقدس۔ "مراد میر"

حدیث

کلیات۔ اہتمام محمد علی فروغی

گریما

گھٹاس

کلیات ناول دوم

سازِ حجاب

ماہی

شعر الحکم تمام جلدیں

سیرِ قائمیں اول تا ہفتم

کلیات مرتبہ سید سلیمان ندوی

شفیقہ بیوی
شوق لکھنوی
شمسیدیہ کرامت علی
شرقیہ محمد عبدالعزیز

اور معائنہ نعت
مشکوٰۃ
دیوبند
فیوض الحرمین

مرکز علوم اسلامیہ گارڈن کراچی، دہشتہ ۱۹۷۰ء
تخلیق مرکز لاہور، ۱۹۵۷ء
مطبعہ نو شعور، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء
مکتبہ پیام اسلام، ملتان، ۱۹۸۰ء

(ص)

صاحب حمیری
صبحہ علی

دیوبند
نعت رنگ

لغام علی پناشر، لاہور، ۱۹۷۷ء
القلم نعت کراچی، ۱۹۹۹ء
ممتاز پناشر، کراچی، ۱۹۹۳ء
۱۳۵۵ھ

جادو درست
قصہ بہ نظیر مرحب عبد القادر مردوی
اقراء
شامہ حر نعت فہر

مکتبہ ندیم کراچی، ۱۹۸۸ء
کوئٹہ پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۹۹۷ء

صنعتی

صباح خیر
صنعت علی

(ض)

ضیاء الدین اعظمی
ضیاء القادر ریہہ ایوبی
ضیاء محمد ضیا

نعت حضرت رسول اکرم ﷺ
تجلیات نعت
تعداد مباحث

۱۳۵۵ھ
آستانہ نظام کراچی، ۱۹۵۵ء
علمی کتاب خانہ لاہور، ۱۹۸۶ء

(ط)

طالب جوہری ملار

امین اللہ بیت

نثر کرامت پریس لاہور، ۱۹۹۹ء

دو جلدی ترمیم حضور احمد سلیم

مکتبہ مسعود حیدر آباد سندھ، ۱۹۷۴ء

تجلیات

انتشارات ستانی

رحمت جواہر

امین اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۲ء

نعت سہری زندگی

دارالچندستان حمد و نعت کراچی، ۱۹۹۹ء

خزینہ حمد (تالیف)

دارالچندستان حمد و نعت کراچی، ۱۹۹۹ء

ازہر تو

ظاہر قوسوی ڈاکٹر

(ظ)

ظفر علی خاں

بہارستان

اردو اکادمی پنجاب لاہور، ۱۹۷۷ء

پشتان

پناشر ذبیح دین لاہور، ۱۹۹۳ء

خیالستان

کاروان پریس لاہور

(ع)

عبد الماجد دریاداری	تفسیر مابعدی
عبد اللہ عباس ڈاکٹر	عرفی میں نعتیہ کلام
محمد خلیفہ - حکیم	رباعیات
عطار - فرید الدین	منطق المیل
	اسرار نامہ - اہتمام حاج حسن علی اصلانی
	دیوان - اہتمام آتی کھلی
عرفی	کلیات مرتبہ سعید خلیفہ
عبد الرشید فرشتہ	مادہ الرشید نعت نبر
عرفی شیرازی	قصائد عرفی
	دیوان
عبد اللہ سید	تعلیمی لطیفیات
عبد الحق مولوی	اردو کی ادبی انشودن نامیں
	صوفیانے کرام کا قصہ
عارف عبد القیوم	بے مثال
عزیز صاحب پوری	صحیفہ نور
	جمال نور
	تضمین مبین
ع۔ س۔ مسلم جوالا تیار	زمرہ زور
	زمرہ سلام
	اللہ و رسول ﷺ
عیش شجاع آبادی	خوشبوئے ثناء
عاصی کرنالی	رنگ جہاں
	تمام مقام
عرش صدیقی ڈاکٹر	کلی میں بدلت

(غ)

قالب - اسد اللہ	کلیات فارسی
	مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل کھنوی

میرزا ادیب - مکتبہ ایچ بی ونگز کراچی، ۱۹۷۸ء
 نثر فروغ
 فردن علی ایڈ سنز لاہور
 کتابخانہ ملیہ اسلامیہ
 مرکز اشتہارات علمی و فنی، لاہور، ۱۳۳۱ھ
 کتابخانہ سنائی - مہر لاہور، ۱۳۳۸ھ
 مکتبہ رشیدیہ لاہور، ۱۳۱۱ھ
 مطبعہ ذاتی کاندھلوی، ۱۳۲۲ھ
 مطبعہ نو کشور کاندھلوی

المجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۷۶ء

کاروان ادب ملتان، ۱۹۸۸ء
 العدالہ جونیئر، لاہور، ۱۹۸۳ء
 مکتبہ نوحہ ملتان، ۱۹۸۰ء
 امیری کتب خانہ ملتان، ۱۹۸۲ء
 مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء
 مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء
 مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۳ء
 مدینہ ٹرانس ملتان، ۱۹۹۶ء
 مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۵۵ء
 ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۹۹۳ء
 مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۶ء

مجمن ترقی ادب لاہور، ۱۹۹۶ء

فواصی	مثنوی سیف الملوک، بیع الجبال	
فوت مقرر دی	ترتیب سعادت علی رضوی	
فوت میاں	جلاد	ایجو گیشنل پریس کراچی، ۱۹۹۲ء
(ف)	مجلہ نعت لبر	حضرت حسن احمد وقت بک پرنٹ کراچی، ۱۹۹۳ء
فردی ابو القاسم	شاہ نامہ	خطہ قمار الکتاب
فرمان قہر دی ڈاکٹر	اردو کی نعتیہ شاعری	آئینہ کتب لاہور، ۱۹۷۷ء
فیضی	کلیات، مرچہ اسے دی رشید	منہم کمرشل آرٹ پریس لاہور، ۱۹۶۶ء
قانی بہ ایرونی	دیوان	بساط ادب لاہور
(ق)	باقیات قانی	
قریزی سید	لس	ایجو گیشنل پریس کراچی، ۱۹۹۶ء
(ک)		
کافی۔ کفایت علی	ذبیحان فرووس	مطبیعی مثنوی نو لکھنؤ، ۱۹۷۶ء
کرم حیدری	شیم ہنت	مطبیعی مثنوی نو لکھنؤ، ۱۹۷۶ء
	نغم	جامعہ مکتبی لاہور
	انوار	مکتبہ المحمودہ لوہ پٹنڈی، ۱۹۹۳ء
(گ)		
گراہی چاندھری، غلام قادر	کلیات	انتشارات منیکیز لاہور، ۱۹۷۶ء
(ل)		
لادہ صرانی۔ محمد صادق	پادان نعت	لادہ مطبوعات بکیر کراچی، ۱۹۹۴ء
لطیف اثر	غزوات، صحت اللعالمین	لادہ مطبوعات بکیر کراچی، ۱۹۹۹ء
(م)	صید محمد	دکاس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۸ء
محمد خلیل	نقوش رسول لبر	لادہ فروغ لادہ لاہور، ۱۹۸۳ء
مجتوں گورہ پاری	سال نامہ لکھ	۱۹۸۹ء

(اردو شاعری کا فنی ارتقا)

یونور شی یک انجمنی لاہور	ادب نامہ ایران	مقبول یکسبہ عثمانی۔ مرزا
مکتبہ تذکرہ لاہور	شرح اسماء الحسنی	محمد سلیمان منصور پوری۔ قاضی
مکتبہ دارالتراث الکویت ۱۹۹۰ء	دیوان اسماء الحسنی	محمد عبداللہ القوی
مکہ بحس چوک لرو و ہزار لاہور	تذکرہ نعت گو بیان اردو	محمد یونس شاہ پروفیسر
اہتمام صلد کرمانی۔ کتاب خانہ ظہوری	گلشن رات	محمد شمسوری
ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۷۷ء	غیر البشر مکتبہ کے حضور میں	ممتاز حسن
مرتب محی الدین قادری زور	کلیات	محمد علی قطب شاہ
مطبع عزیز دکن	من گھن	محمد عمری
مقتدرہ قوی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۸ء	ماہنامہ میں اردو	محمد شیرانی
سنگ میل پبلشرز لاہور، ۱۹۸۸ء	کلیات	میر تقی میر
بکس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۳ء	کلیات	مومن دہلوی
بشر خان بہادر محمد وجیہ الدین کراچی، ۱۹۷۳ء	گزار معرفت	مساجد کی۔ ادب اللہ قہنوی
مطبع انظر پرئس نکستو، ۱۹۳۳ء	کلیات نعت مرتبہ مولوی نور الحسن	حسن کاکوردی
برام محمد نعت کراچی، ۱۹۹۴ء	چراغ جلی۔ انتخاب اکملیہ الخیر عثمانی	
نقش اکادمی حیدر آباد۔ انتظامی پریس حیدر آباد	ذکر جمیل	ماہر القادری
ادارہ تعمیر ادب کراچی، ۱۹۸۲ء	کلیات ماہر	
۱۹۶۳ء	نفاذ اسلام	محمد پروفیسر
حریم ادب راولپنڈی، ۱۹۷۷ء	جلوہ گاہ	منظر الدین
پلور اپبلشرز لاہور، ۱۹۸۳ء	باب حرم	منظر وارثی
پلور اپبلشرز لاہور، ۱۹۸۳ء	نور ازل	
پلور اپبلشرز لاہور، ۱۹۸۳ء	الحمد علیہ	
ادب اللہ انگریز سارنہور، ۱۹۶۹ء	سکھول	محمد ذوب عزیز الحسن
ڈاک آرٹ پریس لاہور، ۱۹۷۳ء	جان جمنا	محمد افضل فقیر
وطن پبلشرز گوجرانوالہ، ۱۹۸۸ء	عارف عبدالحقین کی نعت گوئی	محمد خالد جذلی
سجاد علی پکیشن کوئٹہ، ۱۹۸۸ء	خمر کونین	محشر رسول مگری
مقبول انجمنی لاہور۔	حرفہ ثا	محشر دایونی
ذکی سنز پرنٹرز کراچی، ۱۹۹۰ء	سفینہ نعت	سرور بکلی
طبعی کتاب خانہ لاہور، ۱۹۸۶ء	محمد مناجات	محمد امین ڈاکٹر

(ن)

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

(و)

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

(۵)

نگار نگاری

(۵)

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

نگار نگاری

ضمیمہ

ص ۵۳۶ تا ص ۶۶۰

۱۹۹۵ء کے ادوار میں تحقیقی مقالہ جمع کر لیا گیا اور اسی سال دسمبر میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی۔ عہدِ نعت کا موضوع اصل میں دو موضوعات ہیں۔ عہدِ نعت کا پس منظر اور اہمیت و مقبولیت کے حوالے سے جانے کو ہیست پھیلاؤ رکھتا ہے۔ پھر عربی، فارسی اور اردو کے اہم شعراء کا تذکرہ خود طوالت کا متقاضی تھا اس واسطے بین اور کثرت شعراء کے سبب بہت سے اہم نام شامل مقالہ ہونے سے روکے۔ اس عرصے میں بے شہرتی نعتیہ تصانیف سامنے آئیں یا شعراء کی کلاسیں متفرق وسائل، جرائد میں یا متعلقہ کتب میں یا بصورتِ انتخاب شائع ہوتی رہیں چنانچہ ایسے تمام نامکندہ شعراء کا ذکر حوالہ دینے کی شکل میں شامل کیا جا رہا ہے اور ہر شاعر کے ذکر کے اختتام پر حوالہ حکام درج کیا جا رہا ہے۔

فہرست اسماء

شاعر لکھنوی۔ مبارک آبادی۔ انعام گو الہاری۔ قابل گادھی۔ راجا عبد اللہ نیاز۔ شہباز دہلوی۔ نیاز فتح پوری۔ ساہو امدی۔ شورش کا شیرازی۔ ظلیق قریشی۔ خادم کھنٹی۔ اقبال معنی پوری۔ جانی بایوٹی۔ حبیب اللہ علوی۔ حسرت حسین حسرت۔ سکندر لکھنوی۔ ڈاکٹر ابو الخیر سٹیلی۔ ڈاکٹر فرہان فتح پوری۔ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی۔ ذوالفقار علی۔ سحر انصاری۔ سر شاد صدیقی۔ لایبہ اسے پوری۔ شبنم دہلوی۔ حیات علی شاعر۔ وحید الحسن ہاشمی۔ صدیقہ امدی۔ نصیر الدین گولڑا شریف۔ شاد انصاری۔ شاد علی۔ محمد علی قصوری۔ امید فاضلی۔ عزیز احسن۔ سلیم ہاشمی۔ ڈاکٹر نور شہر ضوی۔ خالد محمود۔ رشید وارثی۔ امین راحت چنگائی۔ قمر وارثی۔ خاطر غزنوی۔ محسن احسان۔ مہدک مو تقیری۔ نعیم تقوی۔ سر فراز بد۔ ریاض حسین چوہدری۔ ذوقی سقندر محمدی۔ سیف زلی۔ امیر حسین با عزم۔ شوکت ہاشمی۔ سلیم گیلانی۔ عارفہ فیلی۔ عزیز الدین غازی اللہاری۔ اختر الہادی۔ ستار وارثی۔ سعید وارثی۔ شوکت ال آبادی۔ نعیم میرٹھی۔ قمار انصاری۔ اختر لکھنوی۔ نعیم صدیقی۔ سہیل غازی پوری۔ مجید تمنا۔ والی آبی۔ حیرت ال آبادی۔ مسرورہ بایوٹی۔ انصاری پوری۔ ملا نکائی۔ خالد احمد۔ اختر ہوشید پوری۔ گوہر سلیمانی۔ ولی محمد واہد۔ ہلال قریشی۔ علیہ نکائی۔ امین گیلانی۔ سلطان گیلانی۔ شاد وجہ الدین خان۔ نعیم سحر۔ جلالہ اقبال ستار۔ سجاد غنی۔ محمد فیروز شاہ۔ آفتاب کریمی۔ حسین فراقی۔ حسن رضوی۔ شوکت علیہ۔ محمد اکرم رضا۔ خالد شفیق۔ منور بایوٹی۔ نور صدیقی۔ غالب مرخان۔ ہارث قادری۔ پرافیسر محمد اقبال۔ موسیٰ نکائی۔ منصور ملتانوی۔ معراج جانی۔ احمد خیال۔ قاضی کریم۔ مسعود پیشی۔ بسطن شاہجہاں پوری۔ باہر کریم۔ منیر قصوری۔ ریاض احمد قادری۔ قریب الدینی۔ صائم پیشی۔ مشرف حسین انجم۔ اسرار عارفی۔ آثم فردوسی۔ سجاد مرزا اقبال نجفی۔

عمر شاہ وارثی۔ اقبال اتالی۔ لہار کرچہ پوری۔ وقار صدیقی اجیری۔ انبل نقشبندی۔ فیصلہ لکھنوی۔ ساحر شیوی۔ نعیم مبارک پوری۔ محمد کمال اکھر۔ قمر بھائی۔ قمری کاچہ پوری۔ خالد عباس الاسدی۔ علول امیر دہلوی۔ شرف الدین ساحل۔ اختر ہشتوی۔ رحمت اللہ راشد احمد آبادی۔ مکیا سائے فیروز لکھنوی۔

ذہانت علی بی محبوب۔ نجم خان۔ وحیدہ نعیم۔ رحمانہ تبسم فاضلی۔ شہباز صدیقی۔ اللہ عارف

شاعر لکھنوی : اور اک و شعور میں ذہلی ہوئی مہر اور جذبہ و سرور میں ذہلی ہوئی نعت شاعر لکھنوی کی اس نوع کی شاعری کا مفراغ
مقبول ہے۔ چار انکسائی، فنی چٹکی اور افکار و طبائیات کی رفعت کے ساتھ ان کی اثر آفرین مہر و نعت کا نمونہ ہم یہ لکھنا نظر ہے۔

حصہ

خیال تو ہے ، نہیں تو ہے اور مہل تو ہے — شعور جسم ہے تو ، روح تو ہے ، جاں تو ہے
زمین پہ تو ہے ، سر اہل آماں تو ہے — ہے تیری مہر کہ طاق دو جہاں تو ہے

انتخاب مہر تہ فوٹ مہاں م ۲۸۰ ، مطبوعہ ۱۹۹۵ء

نعت

نہی کے در پر پہنچ کے لوگوں کو مل کر کرتی ہیں میری آنکھیں — کمال رمت کو دیکھتی ہیں ، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں
سلام کتنی ہیں خاموشی میں ، دور درختی ہیں آنسوؤں میں — کسے سلیقے سے گوشہ عرض حل کرتی ہیں میری آنکھیں
مہی کے دیدار کا تو صدیوں میں جا کے مٹا ہے ایک لمحہ — اس ایک لمحے میں عمر بھر کے سوال کرتی ہیں میری آنکھیں

نعت رنگ شادہ (۱) ص ۲۵۰ ، مطبوعہ اپریل ۱۹۹۵ء

صبا اکبر آبادی : یہ ایک چار انکسائی شاعر ہیں۔ انہیں زبان و بیان کی طاقتوں اور رنگوں کا چارہ افران ہے وہ اپنے ہی انداز کو ان لطائف و
رموز سے سجاتے ہیں اور کلام میں بے چارہ حسن پیدا کرتے ہیں۔ فنی طور معنوی محاسن فن کے یہاں جاحظ کے کلمات کی آئینہ دہی کرتے ہیں۔ انہوں
نے بہت سی اصناف شعری میں کلام کیا۔ مروجہ دھری لہجہ کا خاص میدان ہے۔ لہجہ کی مہر و نعت بھی خاص کی چیز ہے جس میں وہ صفات پوری نقالی کا
تذکار اس طرح کرتے ہیں کہ قاری کی توحید آشنائی میں معاون ہوتی ہے۔ حضور رسالت مآب میں ان کا جذبہ شعور فن کر ان کی نعتوں کو ہمارے
قلوب و لبان کا حصہ بنا رہا ہے۔

حصہ

اے ساقی الطاف طو اللہ ہو اللہ ہو — ہاں دریا جام و سمہ اللہ ہو اللہ ہو
یہ پھول ، یہ شاخ و ثمر ، یہ دہن بھرے پیٹھے ثمر — مٹی میں یہ خوشی نمود اللہ ہو اللہ ہو
سانسوں میں تیرا نام ہے ، ہر وقت تجھ سے کام ہے — ہر دم ہے تیری گفتگو اللہ ہو اللہ ہو

فریاد مہر صوفی نمبر ۳۴۰ ، مروجہ طاہر سلطان مطبوعہ ۱۹۹۵ء

نعت

وعدت ذات کی پہنچ سراپا تم ہو — بس کی ہر سر ہے توحید وہ دریا تم ہو
کوئی جانی ہے تمہارا نہ خدا کا ہے شریک — پیسے بکتا ہے خدا ویسے ہی بکتا تم ہو
گروہ قوم و مینے نے تیردی کی ہے — اتنے معصوم رسولوں کی تمنا تم ہو
تم نے انسان کو انسان کی عظمت مٹی — مہر کے لئے انعام خدا کا تم ہو

نعت رنگ شادہ ۳ ص ۲۵۸ ، مطبوعہ جنوری ۱۹۹۵ء

انعام گوالیاری : انعام گوالیاری نعت گوئی کے تمام تر آداب سے شناسا ہیں۔ وہ اس صنف کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کے کٹھ شناس اور روح آشنا ہیں۔ وہ عرفی مقاب کے احساس سے پوری طرح مملو ہیں اور نہایت عزم و اعتیاد، مجز و انکسار اور اعتدال و سلامتہ وی کے ساتھ اس روح میں قدم رکھتے ہیں جن کی نعت زبان و بیان کی سادگی اور مد جسکی اور اسلوب کی طر فلی اور نہ رت سے بالابل ہے۔ وہ خالصتہ سچ ہندے سے شعر کہتے ہیں اور اسی ہندے کے حسن میں گھر کا جمال شامل کر کے اسے وہ آئندہ بنا دیتے ہیں۔ جب ان کی نعت میں گھر اپنے پر کھولتی ہے اور گھر اپنی نفاذ پیدا کر رہا ہے وہاں میرت محمدی آدم گری کا فرض ادا کرتی اور تبلیغ و دعوت کے طور پر ابھرتی ہے۔

حمد

شامل حال جو رحمت تری سولا ہو جائے — سرخرو دونوں جہاں میں ترا بنا ہو جائے
مجھ پہ چہ جائے تری دولت کے گر نور کا نکس — مجھ و دل میں اجالا ہی اجالا ہو جائے

صفحہ نمبر ۳۳

نعت

اے نسیم سر مہینے کی — تو ضمانت ہے میرے مہینے کی
اس لئے آرزو ہے مہینے کی — ہو زیادت مجھے مہینے کی
جو خیال حضور میں گزروے — زندگی ہے وہی قرینے کی
کیا خبر بادہ نوش بھلا کو — صبح کی شام کی مہینے کی
لے لہوے کی سوئے حرم انعام — شدت آرزو مہینے کی

سب اہمائیں جسے۔ بار اول ۱۹۹۹ء، ہزار عمان علیحدہ کر رہی

علامہ سید قابل مگلاوٹھوی : ہمارے عہد کی ایک اہم علمی و ادبی شخصیت، جامع العلوم، جامع السلفات، ادیب، شاعر، صحافی اور کئی جہتوں کی حامل، علامہ قابل، قصبہ گلاوٹھی ضلع بلوچ شہر (پوٹلی) کے ایک معزز سادات گھرانے میں ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کر کے ۱۹۳۳ء میں لاہور پہنچے۔ زندگی میں مختلف شہروں میں قیام رہا جن میں مہمان، محلہ پور، کراچی، پشاور اور ولایت شامل ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ولایت میں انتقال کیا۔ علامہ کو کھام حیدر آباد کی جانب سے ملک انکلام اور شیخ العصر کے خطابات ملے تھے۔ عیشیت شاعر علامہ نے ہمہ امتیاز شعری میں اشعار کہے۔ آپ پر گو، زود گو، بدیدہ گو شاعر تھے اور کثرت اشعار کا یہ عالم تھا کہ اشعار کی تعداد بلحاظ مبالغہ لاکھوں تک پہنچ گئی۔ کوئی ستر سو دولت نظم و نثر مشرقی پاکستان کے ہنگامہ دار و گیر میں ضائع ہو گئے۔ علامہ کے بہادر خور و سید منصور عاقل نے ستر کلام کے دستیاب اجزاء کو یکجا کیا اور ”دوستان قابل“ کے نام سے شائع کر ادیب اس دیوان میں بھی دس ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔

علامہ چیلوی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ سید منصور عاقل علامہ کی غزل گوئی کے بارے میں رقم طراز ہیں :

”وہ چیلوی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان تمام لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں جن سے غزل کی روایتی ہیئت ترتیب پاتی ہے وہ ان تمام علامتوں اور محاکات کا بھی استعمال کرتے ہیں جن سے غزل کا لہر تھا عہدت ہے۔ ان کی شاعری کا جائزہ لیتے وقت جو بات سب سے زیادہ واضح ہو کر آتی ہے وہ ان کی ذہنی آفاقیت ہے جس کے شعرات نے ان کے استعمال میں آنے والے الفاظ کے معانی کو دور سے کر دیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ ہمارے انکسار کا ہر انداز ان کے

جلی فرما ہے۔ شاید یہی "مفہ" ہے جسے قادر الکلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دہستان کابل میں ایک سرمد و نعت کا بھی ہے جو ص ۵۱ سے ص ۱۲۳ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ۱۱، حمد میں ۱۰۱، نعتیں ہیں۔ عربی زبان کی غزلیات میں بھی چاہا حمد و نعت کے اشعار ملتے ہیں جو ان کے دینی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ لیکن حمد و نعت کا کتباً مطالعہ یہ حقیقت ہمارے سامنے لاتا ہے کہ انہوں نے غزل کے مزاج اور مابیت کو برقرار رکھتے ہوئے حمد یہ اور نعتیہ اشعار کے لیے کو قنزل کی لطافت، شائستگی اور تہذیب کی خوشبو سے محض کیا ہے۔ یہ ان کی طہارت فکر کی آئینہ دار ہے۔

ان کی نعت میں جذبہ و احساس کی شینگی اور دو خاکساروں کا فخر ہے جو کائنات کی شخصیت عظمیٰ سے نسبت کا عطیہ ہے۔ علامہ کی حمد و نعت میں وہ تمام لوازم و عناصر اور مضامین و موضوعات ہیں جو ان اصناف کا امتیاز ہے اور زبان و بیان کی سلاست، لطافت اور قدرت کلام نے ان کی حمد و نعت کو ایک قابل قدر سرمایہ بنا کر پیش کیا ہے۔

حمد

قرآن قلب و جاں ہے حمد باری — مری روح و رواں ہے حمد باری
سرور و جہاں ہے حمد باری — محبت کا میاں ہے حمد باری
سپاس دل کی آئینہ نما ہے — تفکر کی زباں ہے حمد باری
مسافر کے لئے زاد سفر ہے — سحر کارواں ہے حمد باری
زبان برگ گل پر ہے یہ نغمہ — صفت گلستاں ہے حمد باری
اسی سے کھلتے ہیں اسرار ہستی — کہ شرب کن فلاں ہے حمد باری
سینوں کو جو غصہ رو ہے قابل — وہ اک سوچ رواں ہے حمد باری

ص ۵۵

نعت

ذکر محبوب رب کرے کوئی — حم حق کا لوب کرے کوئی
ہم ہیں مستند جمال حضور — ہم کو دیوانہ اب کرے کوئی
پہلے طرف نگاہ کو پرکے — سرستہ وہ جب کرے کوئی
کس طرح کوئی ہوش میں آئے — اپنا دیوانہ جب کرے کوئی
دشمن طبع کی لگ بھگ ہے ہوا — ذکر جنت نہ لب کرے کوئی
جو خالق میں تر زباں کرے — مدح ممدوح رب کرے کوئی

دہستان کابل، مرتبہ سید منصور ماعقل۔ سال طبع فروری ۱۳۰۰ء، ناشر مکتبہ اتحاد المصنفین، اسلام آباد۔ ص ۸۰

راجا محمد عبداللہ نیاز : راجا صاحب کی نعتیہ تصنیف "یہ ہیں کارہے رسول خدا کے" کے بارے میں جعفر بلوچ کے ایک معلوماتی اور تجویزی مضمون کا مختصر پیش کیا جاتا ہے:

اسے غالب کے فن کا من اعتراف ہی کہا جاسکتا ہے۔ غزل کی زمین پر نعت کہنا گو یا شاعری کو نفعائے تغزل سے نکال کر نعت و نثا کے ماحول میں لانا ہے۔ اس روئی و شور میں نعت و نثا کے مسافریں ہی جانتے ہیں۔ غالب کی سخن روئیوں یا روئیں و قوافی کہا ہی ربط خاصا لائق ہے۔ نعت میں اسی نظام کا لاجزائی کھن گور و گھٹ گھانوں سے گزر رہا ہے لیکن اہل عزیت اس جد و آوار کو بھی طے کر لیتے ہیں۔

ساجد امجدی نے تمام غزلیات غالب پر جن کی تعداد ۲۳۴ ہے، کا سیاب نعتیں کہی ہیں ان کی زبان و مہاں سلیس اور دلکش ہے اور عشق رسولؐ کے گدازے فن کے اس عمل میں تاثیر پیدا کی ہے۔ ساجد امجدی کے یہاں یہ سہی غالب ہے کہ وہ قریب قریب نعت و نثا کے تمام مروجہ و متداول موضوعات پر مد و شعر کہتے ہیں۔

نعت

ہے نور شمع رسالت سے زندگانی شمع — جو وہ نہ ہوتا نہ ہوتی یہ صوفیانی شمع
چراغ طور کو تھی وہ خوشی نصیب کہاں — کی کے روئے پہ ہے چہ شادمانی شمع
یہ چاہتی ہے کہ پروان بن کے اڑ جائے — مہینے جانے کی خاطر ہے پر لعلی شمع

ص ۲۴

سرکار وہ عالم کا ہے اسود مرے آگے — اللہ سے ملنے کا ہے رست مرے آگے
دنائے تصور میں ہے کیا کیا مرے آگے — کعبہ مرے آگے ہے مدینہ مرے آگے
مجھ کو تو بے امید کے دن سے بھی ہے وہ دن — جب ہو گا نبی کا مرے روضہ مرے آگے

ص ۵۴، پیاسہ مغفرت، سال طبع ۱۹۷۷ء، ناشر: ماحباب امجدی، کراچی

شورش کاشمیری : شورش کاشمیری کی نعت کا کیوں بہت دست اور کثیر الجہات ہے۔ اس کی نعتیہ شاعری کو مسلمانوں کے ایک خاص عہد کے اختلافی ادبی، تمدنی اور سیاسی حالات میں دیکھنا چاہئے۔ یہ عہد قادیانہ صغیر میں مسلح اسلام کا عہد تقاضا کی اور فرنگی عہد حکومت کا چہرہ نہ، امتحانی اور اسلام دشمن عہد۔ تقاضا کے باوجود سال نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں شدید رد عمل پیدا کیا اور دین، لوب، تعلیم اور سیاست کے محاذ پر کئی تحریکیں اُبھریں جن کا مقصد اس جہر بنی آشوب میں مسلمانوں کے فکرو عمل کی اصلاح، ان کے دین و ایمان کا تحفظ اور دوبارہ ان کا سیاسی اور جہر بنی طلب تھا۔ اس عہد میں فرنگی اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے سبب کئی اور فتنے پیدا ہوئے جن کا اندلود استیصال، مسلمان مفکرین کا مقصد امر اور نہی۔

اصلاح افکار و اعمال کا فکری محاذ حالی، شبلی، اکبر اور اقبال سے جو سارہ افکار علی بن نان تک پہنچا، فخر علی خان کے دستان فکر سے وحدۃ افراد کی مسلک کے فروغ اور ترویج میں منہمک ہو گئے جو اس عہد کا تقاضا و مشاغل ملت کے ان ہاشور، مفکر اور صالح افراد نے اپنی نثر و قلم، اپنی تقریر و خطبات، اپنے لوب و صحافت سے مسلح فتنے کے بیڑوں میں جمع کر دیا۔ اور شعر و نثر کی ہر صنف میں اپنے افکار کو عامۃ المسلمین تک پہنچا کر تقاضا کے عہد میں حریت کے جذبات باندھ کر دیئے۔ اس عہد میں جو موضوعات اور شعرا کے اندر قلم تھے وہ تھے، اپنے اسلامی تشخص کی بحالی، اپنے علوم و فنون کا تحفظ، تنقید مغربی اور افکار فرنگی کے خلاف جہاد، اشتراکیت کا رد، لفظ عقائد و رسوم کی اصلاح، عقیدہ اہم نبوت کی پاسداری، مسلمانوں میں ذاتی جہاد و حریت کے جذبات کا فروغ اور ان کے انداز کے بنیادی موضوعات و مسائل۔ اس کے لئے اس عہد کے اہل فکرو قلم نے غزل کے مقابلے میں قلم کو اختیار کیا کہ اس میں موضوع کی تفصیل، خیالات کی انکاسی اور تسلسل اور وحدت تاثر کے عناصر موجود ہیں۔

نیز شعرا نے وسیلہ اکھبر کے طور پر نعت کو ایک قوی اور مؤثر صنف کے طور پر اختیار کیا تاکہ مرکوز رسالت سے انہی کی تبلیغ ہو سکے اور حسب رسول اور انصاف رسول کے جذبات کو عام کیا جاسکے۔ نیز سیرت حبیب اور تعلیمات مقدسہ کے ذریعے ملت کی اہم نو فکری و عملی شراذہ صحت کی جاتے۔

شورش کا شیرازی کی نعت جو نظم کی صفت میں ہے اسی مقصد و مثلاً کے اعلان کا وسیلہ ہے۔

شورش کی نعت میں مقتدر رسول، حضور کی قسم المرسلین کا پریم بندہ، کھنے کی آرزو، آپ کی حرمت پر کٹ مرنے کی ترنا، امت مسلمہ کو قرون لونی کے سعید مسلمانوں کی سیرتہ کردار کے سانچے میں اچالنے کی ترپ، اسلامی تعلیمات کو آفاقی سطح پر عام کرنے کا جذبہ، سما نظر آتا ہے۔ شورش نے ان جذبات و افکار کو نئے نئے پیرایوں، نوپ نوالفاظ و تراکیب اور معنی فخر و تہنیت و استعارات سے کام لے کر بیان کیا اور چاہا دو قی تخلیق و ایجاد کے ثبوت فراہم کیا۔

شورش کی کلیات میں نت نئے اہم منوات کے ساتھ مؤثر منظومات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اہل انصاف میں ان کی یہ نصیحتیں نہایت لائق استفادہ

ہیں:

عہد مقدس ص ۹۳۱، عہد میلاد النبی نے سوز پر ص ۹۰۸	عہد میلاد النبی پر توسیع انصاف ص ۹۵۶
آخری آرزو، ص ۱۵۹۲	اطمان کر چاہوں، ص ۱۶۱۷
رسول خدا سے مدد، ص ۱۲۹۷	تکون نہوں، ص ۱۲۴۵، ۱۲۶
عرض کر چاہوں، ص ۱۵۸۰	نسل نو سے خطاب، ص ۱۷۰۳
بادہ عرفان، ص ۱۷۶۳	مدینہ حبیب، ص ۱۷۴۸

ہم یہاں ان کی ایک نظم ”نسل نو سے خطاب“ درج کرتے ہیں:

محمد کا پاپم آوازے چلا جا — رسالت کا زلکا جھانے چلا جا
اگر اپنی عشق کی خواہش ہے شورش — جنہیں ان کے در پر جھکائے چلا جا
ترے پاس اس کے سوا اور کیا ہے — پیام محمدؐ سائے چلا جا
ترا آخرت میں وثیقہ یہی ہے — خدا کے لئے سر کٹائے چلا جا
خدا کے لئے سر کٹانے کا مطلب — نبی کا پھر برا آوازے چلا جا
رسالت کی چوکھٹ پہ شام ام کو — پکارے چلا جا، بلانے چلا جا
فقا وجل ہے قدیانی ثبوت — یہ حرف لفظ ہے مٹائے چلا جا
جو سہاس ہیں حیرے سر مقابل — نقاب حق کے رخ سے اٹھائے چلا جا

ص ۱۷۰۳، از کلیت شورش کا شیرازی، سال جنوری ۱۹۹۶ء، مطبوعات جنم لاهور

خلیق قریشی: ہر گ سدرہ، نعت گوئی میں خلیق قریشی کا حوالہ دیتا ہے۔ ان کی نعت ہائے شوق کا مرکزی نقطہ ”مدینہ منورہ“ سے زبیرہ نصیب ہوا ہجری کیلیات اور قرونوں دیار حبیب سے متعلق ہیں یا مدینہ سے آنکھ کر وہاں کی حاضری اور حضوری کے مشاہدات و واردات کا اکھبر، مدینہ میں یا مدینہ سے

مراہمت کے بعد دیدار کی خواہش کر رہے ہیں۔ نفیس باعوم غزلہ ویت میں ہیں لیکن جب مہینے کے کسی مقام یا منظر کو تسلسل کے ساتھ لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو خلیق قریشی نظم کا یہ اہم اختیار کرتے ہیں۔ اس اسلوب کی نعتوں میں ایک ماحققانہ سر مستی، ایک جذباتی و المانہ پن اور روح کی ایک سرشاری کا عالم ہوتا ہے لیکن ظلیق صاحب اس سرشاری میں دلمان و لب و احترام کو ہاتھ سے نہیں نکلتے دیتے۔ اسی دائرہ جذبہ و خیال میں وہ خروج سے بھی کام لیتے ہیں اور حضور سے متعلق تمام نعتیہ علامات، علامات فن اور علامات موضوعات مضامین بھی شامل شعر کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے برگ سدرہ پر ایک جامع تبصرہ کیا ہے جو شامل کتاب ہے اس کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:

”ظلیق قریشی کی نعت کوئی کو دور واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ ان کے سفر حجاز سے قبل کے نعتیہ جذباتہ افکار پر اور دوسرا سفر حجاز کے دوران اور بعد کے احوال و تاثرات پر مشتمل ہے“

”ان کی سفر حجاز سے قبل کی زیادہ تر نعتیں عقیدت کے ایک ایسے اظہار سے عبارت ہیں جس کے معنوی پس منظر کی فضا روایت دوستی، رسم، مطالعہ و شہیدہ سے عبارت ہے جبکہ بعد کی نعتوں میں روایت دوستی ایک جبلی ضرورت فنی محسوس ہوتی ہے۔ اظہار رسم، حقیقی تخلیق، مطالعہ مشاہدہ اور شہیدہ و جدہ کا اعتبار اور درجہ حاصل کر لیتا ہے۔۔۔۔۔۔ حقیقی نعت گوئی کی یہی خولی خلیق قریشی کے دوسرے دور نعت کا نمایاں وصف ہے“

”سفر ہند کے حوالے سے خلیق کی نعتوں کا ایک نمایاں پسوانہ کی مجلسی شخصیت اور ان کے ملی رچ کر وار کا آئینہ دار ہے یہ بلاشبہ ان کی نعت نگاری کا ایسا منفرد پسوانہ ہے جس کی مثال اور نعت میں کم ملے گی۔“

”روضہ رسول اکرم پر حاضری کے تاثرات خلیق قریشی کی نعت نگاری کا نقطہ عروج ہیں۔ یہاں انہوں نے فنی کمال دکھانے کی بجائے سادگی اور جذبہ مستی سے عبارت ایک ایسا لہجہ اختیار کیا ہے جو پُر سوز، دلہیز اور رقت انگیز ہے“

ص ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱

مولانا شاعر کی حیثیت سے خصوصی امتیاز کے حامل تھے۔ مختلف اصناف شعری پر قلم اٹھاتے تھے لیکن عموماً رسولِ مہن کے عزیز کوپ کا سب سے تماماک موقی ہے۔ ان کی نعتوں میں دل کا گداز اور عشق کی تہذیب موجود ہے۔ پہلی، ظلم، اطاعت اور دعا کے اجزاء سے تخلیق ہونے والی ان کی نعتیں مدد و چہرہ پر تاثیر ہیں جو فراق کی تڑپ اور حضوری، حاضری کے عاجزائے نیاز سے مدد ہیں۔ مولانا نے عروہ بھی کیا اور دیباہ و رسالت میں حاضری بھی دی۔ مشاہدات نے ان کی نعت و شائیں ایک نئی کیفیت بخود دی۔ خدا نے آپ کو کفن سے بھی نوازا تھا۔ جب اپنی کوئی نعت خوش نوازی سے پڑھتے تو یہ صحت کی کیفیت مناظر مجسم ہو جاتے اور سامعین و حاضرین پر محبوب رقت یا سرخوشی کا عالم طاری ہوتا۔ مولانا نے کتان میں ۱۹ جون ۱۹۹۱ء کو انتقال فرمایا۔

نعت

شمیع انوار رسالت جب فروزاں ہو گئی — اک جلی مسکرا کر بزمِ خاراں ہو گئی
جانِ رحمت حیرتی ہستی تھی کہ فیضانِ بہار — تیرے دم سے ہر نئی جان کستاں ہو گئی
تو نے دُروں کو ستاروں کی فضیلت بخش دی — ایک مشعلِ خاک جب چلی تو انساں ہو گئی
پردوش گاوِ جمالت تھی عرب کی سرزمین — تیری تقدسِ نظر سے ارضِ قرآن آ گئی
چرخِ گلِ عن کر سرِ خدام پہ چکا آفتاب — دھوپِ محشر کی تری رحمت کا داناں ہو گئی

ص ۱۸۱

تم نے جس دُورے کو غمِ حسی ستارا ہو گیا — تم نے جس ہارے کو دیکھا، ما پارا ہو گیا
آپ کی الفت نے وہ سوزِ دروں ہٹا بھیجے — جو بھی آنسو آکھ سے نکلا شررا ہو گیا
آپ جب تشریف لائے نور نے پیا ظہور — وہ جو تھا پردوں میں پنہاں، آشکارا ہو گیا
اس سے مدد کر لور کیا ہوتی ہے رحمت کی دلیل — مسکرائے اور شطاعت کا اٹھرا ہو گیا
تم نے موجوں کی طرف دیکھا سفیدِ عن نہیں — تم نے طوفان پہ نظر ڈال، کنڈرا ہو گیا

اس نویدِ جاں فزا پر میرے جان و دل لڑ

میں وہ یہ کہہ دیں کہ تو خدامِ ہمارا ہو گیا

رسالہ قنوان، سلور، جولائی ۱۹۹۶ء، سالِ اشاعت ۱۹۹۶ء، شاعر پر فیضِ طاہر فاروقی۔ پرنسپل گورنمنٹ ملٹ کالج، کتان

اقبال صفی پوری : فزل کے ایک ممتاز شاعر، جنہوں نے "رحمتِ لب" جیسی نعتیہ تصنیف کے وسیلے سے اپنی نعت کوئی کی دکلائی ہے۔ اسی اہلِ دوق اور اہلِ مشق کے لئے سامانِ حیرت پیدا کیا ہے۔ انہوں نے نعت میں غزل کا اسلوبِ رت کر اس صحتِ جمیل کو بھی قمارِ جمالیاتی سراپا
حاصل کیا۔ نعتوں میں دل کی تڑپ اور وارِ فقی کے ساتھ ساتھ زبانِ بیان کی وہ سلاست بھی موجود ہے جو لطافت سے عروہ ہو جاتی ہے۔ جذبِ جنوں کے والہانہ پن کو ان کی سلاست و دی اور فرازا کی سنبھالے رکھتی ہے اور شاعر آدابِ شعور کے ساتھ اپنے بے ساختہ جذبوں کا اظہار کرتا ہے۔ ہوا لکیرِ مٹلی کے بول

"سرورِ صرف اس ذات ہے ہوتا کو ذیابا ہے اور سجدہ فہم و مومن اسی کے لئے مخصوص ہے، لیکن حضور ﷺ کے قرب اور دیباہ میں جیسے سر میں ایک سجدہ پہننے لگتا ہے اور الحمد للہ کہ فرازا کی، توحید اور شریعت کے آداب اس سجدہ پہنے تاب کی ادائیگی کو روک کر اس جذبہ کو بھاری شطاعت

ہوتے ہیں۔" (مقدمہ ص ۱۰)

"رحمتِ قلب" سے نمونہ محروفت

حمد

یا رب تو عطا جو آپ کردے — فنا شک کو بھی محاب کردے
مد کیا ہے ترے کرم کی معبود — تو ذرے کو آلاب کردے

ص ۱۳

نعت

یہ محب معاملہ ہے یہ محب پیروگی ہے — میں کسی طرف بھی جاؤں مرے ساتھ روشنی ہے
مرے دل سے کوئی پوچھے جو ہے طبعِ یارِ سرور — غمِ تفتشی سے بڑھ کر مجھے کیسے تفتشی ہے
مری صبح آرزو کیا ، مری شام آرزو کیا — ترے در سے لوگنی تھی ، ترے در سے لوگنی ہے
ص ۲۲ ، رحمتِ قلب ، طبعِ ازل ۱۹۸۸ء ، مطبعِ نوید پریس ، کراچی ، ناشر : مرکزِ نعت ، ناظم آباد کراچی

مولانا جامی بدایونی : مولانا جامی بدایونی کا شمار اکابرِ علم و ادب میں ہوتا ہے۔ ان کی روحانی عظمت اور شعری و ادبی اعتبار ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ وہ عرفی و قاری کے عالم ، جرحِ اسلام کے مفکر اور موزداسر اور قرآنی کے رمز شناس تھے۔ شریعت و طریقت کی یکساں پاسداری اور اسرار و معارف سے ان کے ذہنی و فکری رابطے نے ان کی شاعری میں ایک خاص کیفیت گہا پیدا کر دی ہے۔ علی الخصوص ان کی مد و نعت کے اشعار میں ان کی روحانیت و وجدان اور ان کے عشق و عرفان کا رنگ و خوشبو حرفِ حرف سے آشکارا ہے۔

ان کا نعتیہ مجموعہ زلمہ آخرت ، ان کی قدرتِ لفظ ، لطافتِ زبان و بیانیہ ، نہایت خوب کے علاوہ فنی اور معنوی تنوعات سے معمور ہے۔ اس مجموعے میں حمد اور نعت و منقبت کا ذخیرہ ہے اور غزل ، قصیدہ ، غزل ، نظم اور رباعی کی صورت و ہیئت میں اشعار کے مجھے ہیں۔ ان کی نعتوں میں حضور کی سیرتِ طیبہ اور تعلیماتِ مقدسہ کی جاہا جلوہ آفرینیاں نظر آتی ہیں اور اہلِ ذوق کے قلوب پر ایک خاص اثر مرتب ہوتا ہے۔

چند آراء ملاحظہ کیے جئے

ڈاکٹر فریدان علی پوری : "..... لیکن اس اہمکار میں محبت کی جو ترب ، روح کی جو بے پیمانی دل و نغز کی جو دلور فکری ، طبیعت کی جو عاجزی و قنوت کی ، جسم ہاں کی جو پیروی ، احساسِ ذات کی جو آشد کی اور لب و لہجہ کی جو شائستگی اور پاکیزگی نظر آتی ہے وہ ان کی ایسی انفرادیت ہے جو حضور کی ذاتِ مگرانی سے و اہماتِ خشتی و توفیقِ الہی کے بغیر آدمی کو میسر نہیں آتی۔"

ڈاکٹر ابو الخیر کشفی : "اس شاعری میں زندگی ان کے دلِ زندہ سے پیدا ہوئی ہے اور عشقِ سرور کا نکات سے ان کا دل بوں و حرک رہا ہے کہ اس کی دھڑکن دوسروں کے دلوں کو زندہ تر کر رہی ہے۔"

حمد

کوئی الم نہیں مجھے حالِ سقیم کا — کندہ ہے دل پہ نقشِ الف لام ہیم کا

نقش ہے دل میں رحمت رب کریم کا — اظہار کر رہا ہوں ریاض الصمیم کا
ایسا ہے لاشریک اور ذات و صفات میں — مشرک ہے جس کو وہ ہم بھی گزرتے ہم کا
جس کی نہ لہذا نہ کوئی حد و انتہا — وہ عظم ہے ہمید و نصیر و علیم کا

ص ۹۷، زلو آفرت

نعت

دل مشتاق پہ برات، تجھے دیدار ہو جائے — تصور بھی جو آ جائے نظر بیدار ہو جائے
جو ان کے عشق کا ساغر بنے، میدار ہو جائے — کھلے چشم حقیقت، محرم اسرار ہو جائے
بہال ایسا نہ لیں وحشی سے بدلہ خون باحق کا — بددل ایسا کہ گیزی باتھ میں گنوار ہو جائے
بیت بڑاں ہے جاتی مژدہ لا لفظوا من کر — تیس ایسا نہ ہو مست سے پندار ہو جائے

ص ۱۱۰، زلو آفرت، صبح ۱۹۵۵ء، ہفت روزہ (مرتب) نعت بر صوفی

صوفی حبیب اللہ حاوی : صوفی حبیب اللہ حاوی کی نعت کوئی ان کے صوفیانہ احساسات و واردات کا آئینہ دار ان کی قلبی کلیات کا منظر ہے۔ وہ جذب و کیف سے سرشار نور باد و صبا کی سے کیف اندوز ہیں۔ گماستر مجموعہ ان کے آئینہ قلب کے محسوس و نقوش کا تصور ہے۔ انہیں دور و بخت مال مست گناہا ہے اور ان کی نعت و ثنا کو ان کے سار جہاں کے عز سے سمجھنا چاہیے۔

فان کا مجموعہ جمال حسن و رحمت حمد، نعت نور مناجات و لایو صوفیہا مشتعل ہے۔ دل سے نکلنے والی آواز اور است و انوں میں جاتی ہے اور گہری یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ میکہ و عشق و معرفت کے جام پر جام نوش کر رہا ہے اور نشو وے خودی کی کلیات مسلسل سے گزر رہا ہے۔ کرم میدری "ایک نظر" کے عنوان سے رقم طراز ہیں۔

"برائستاد رحمت، حقیقت، محبت، جذب و شوق، ایمان، ایقان، سلوک و عرفان کا ایک سہ اہمہ بخش ہے۔ جس طرح ہر مسلمان کو آنکھوں میں سے زیادہ عزیز ہیں، اسی طرح آپ کا شرمہ بندہ بھی ہر مسلمان کو دنیا کے باقی تمام شہروں اور استیلا سے عزیز ہو جائے اور ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے کہ میں مدینے و یمنوں اور آنکھوں کی بارگاہ و اقدس میں حاضری دوں۔ بچہ ممکن ہو سکے تو ہر عزیز و ہر ہمسرہ کروں۔ انہیں گلیہ و حاضری کا موقع مل چکا ہے مگر بہار کی حاضری سے بھی اس عشق کو تسکین کمال سے حاصل ہو سکتی ہے، جو جذبہ عشق کی فرمائش سے ہر لمحہ زیادہ ہی ہوتی جلی جاتی ہے۔

ص ۱۲، برائستاد رحمت

نعت

اے محمد، حق کی سورت آپ پر ہے مد ۱۱۱ — اے مجسم میں رحمت آپ پر ہے مد ۱۱۱
نہج بلام نبوت آپ پر ہے مد ۱۱۱ — رائق ایوان وحدت آپ پر ہے مد ۱۱۱
ہر بلا نکل جاتی ہے مد ۱۱۱ پاک سے — آپ ہیں ہر اکھ میں وحدت آپ پر ہے مد ۱۱۱
قرش و انوں کے نبی اور عرش و انوں کے نبی — یہ فضیلت پر فضیلت آپ پر ہے مد ۱۱۱

کرائے مجھ کو نہایت ندا مہینے کی --- ہے نوروزوں کی راحت بوا مہینے کی
 نظر کو کھینچ رہے ہیں ہمیں میں منظر --- ”و غریب ہے زیب دنیا مہینے کی
 تجلیں ” و دیوار پر دیکھی ہیں --- کئی ہے نور ندا سے نقا مہینے کی
 لکائے آنکھوں میں جلوئی اسے ہمہ ثواب
 جو کولی خاک ہی لادے ذرا مہینے کی

س ۹۰، شادستان رحمت، سال اشاعت ۱۹۹۲ء، شرکت پرٹنگ پریس لاہور

حسرت حسین حسرت : پروفیسر حفیظ صاحب نے ”حسرت حسین حسرت اور ان کا فنِ نعت گوئی“ کے عنوان سے نعت رنگ
 کراچی شمارہ میں ایک قلمی تنقیدی مضمون رقم کیا ہے۔ ہم ان کے مضمون سے پید و چید و سطر نقل کرتے ہیں جن سے ہم حسرت کی نعتیہ شاعری کی
 فہم کر سکیں گے۔

”وہ اساتذہ فن میں سے تھے لیکن معری شعور کا بھی انہیں وافر حصہ خالق مگر کی فدا دینی تھی۔ حسرت کے والد بزرگوار
 حضرت بزرگاش گورکھپوری کے مرید تھے۔ حضرت بزرگاش کے والد بزرگوار حضرت آسی گورکھپوری صاحب دیوان شاعر تھے اور ان کا مجموعہ
 غزلیات میں المداہ کے نام سے جماعت حسرت نے حضرت بزرگاش کے دست حق پرست پر جوتے کی رو اپنی تمام غزلیوں کا رشتہ
 حضرت رسالت مآبؐ کے فیوض و کائنات سے جڑتے تھے۔ پاکستان میں نعت گوئی جب تحریر کی گئی تو وہ اس تحریک میں پورے جوش و
 جذبہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور نعت نگاری کو یہ متنوع مضامین اور انفرادی لب و لہجہ سے مالا مال کیا۔ چنانچہ وطن پاک کی محبت اور سماجی مقصد ان
 کی نعت کا خاص موضوع ہے۔ وہ پاکستان کو دین کی خوشبو سے مستعد کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ وحدت کو تمام عالم اسلام پر عید ہونے کی قضا کی ہیں۔

یہ وطن ہم نے کیا حاصل نبی کے ہم پر --- اس وطن کو شکر تک رکھے خدا آراستہ
 پر دیا رشتہ وحدت میں ملک و ملت کو --- زمین پاک وطن ہو کہ خاک و لوی نیکل

اسرا و معراج کے بارے میں ہر دور کے شعراء امت نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے لیکن حسرت نے اس واقعے کو کئی زوایوں اور
 حوالوں سے لکھا ہے۔ اس کی تفصیلات و مضمرات پر غور کیا ہے

شب معراج سب اہل قلم ششدر نظر آئے --- جب انساں سرحد کو نہیں سے باہر نظر آیا

میر تقی حسرت حسین حسرت کی نعتیہ شاعری کا وسیع و وسیع موضوع ہے جس کو انہوں نے بے شمار نگوں میں پیش کیا ہے۔
 آپ کی رسالت کے فیوض و کائنات کی نعت میں انگلیب کی مشیت رکھتے ہیں۔ قسم نبوت اور احرام نبوت کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔
 حفیظ صاحب نے حسرت کی نعتیہ شاعری کو مختلف موضوعات کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے اس کے چند نفوس و معنوی نکات لکھے ہیں۔
 حنا کاں، معدن و مرکز انوار اور جوائع القلم۔ ہجرت۔

تعلیمات و فیوض و کائنات رسالت محمدیہ۔ تکلیف اول و قسم نبوت۔ احرام نبوت۔ قرآن و عرفان رسالت۔ مصداق حاضری اور غزلی حضور۔
 حسرت حاضری۔ لبو حضور۔ لبو حاضری۔

آخر میں حفیظ صاحب کہتے ہیں ”حسرت کی نعت میں روحِ مصیبت نمایاں ہے جس کی بنیاد اُلیٰ کرب اور آشوبِ ملتِ اسلامیہ ہے

نمونہ کلام:-

آقا تو ہو حرم کو تصور میں دیکھ لوں — اے کاروان فکر مہینے روند ہو
حسرت ہو کاش میری مہینے میں حاضری — تقدیر میں وہاں کا مری آب و دلت ہو

ہو ذکر پاس مہینے میں کس لئے اے دل — تجھے خبر ہے کہ تو کس کی بارگاہ میں ہے
میں روضہ شہ کوئین دیکھ آیا ہوں — میں جانتا ہوں جلی جو سراہا میں ہے

اس لکھب آخر پہ کرم ہو مرے آقا — اب اس پہ زمیں ٹھک ہے زنداں سے زیادہ
تذیب ہے علاج تری عیہ مری کی — دل چاک ہے اب چاک گریباں سے زیادہ
لمت کہ جسے قوت وحدت پہ یقین ہے — ہے مستتر نورانی پریشاں سے زیادہ

ماہوذا: تحریر حفیظ صاحب از ۲۲۵ تا ۲۳۶، نعت رنگ ۲، طبع مئی ۱۹۹۰ء، ہاشم القاسم نعت کراچی

سکندر لکھنوی : سکندر لکھنوی "گلستان شاہ" کے آغاز میں بطور قوال کہتے ہیں:

"میرے گزشتہ مجموعوں کا مجموعہ ہے جو میں نے اپنے اس نعتیہ مجموعوں سے منتخب کر کے یکجا کیا ہے میرے دس ہفتے نعتوں کے مجموعے اور
دو ہفتے گانہ دین کی مجلسوں کے مجموعے شامل ہو چکے ہیں۔ اس مجموعے میں ان نعتوں کو جمع کیا گیا ہے جو سکرت سے میلاد شریف کی محافل اور
بورگان دین کے عرس کی مجلسوں میں نعت خواں حضرات پڑھتے ہیں۔ اس گلدستے میں دو نعتیں بھی شامل ہیں جو نعت خواں حضرات اور قوال صاحبان
ریح نور علی دہلوی پراکٹر پڑھتے رہے ہیں"

شیخ محمد امین شاہ "تقریظ" میں کہتے ہیں "حضرت قبلہ شاعر اہل سنت سکندر لکھنوی کا شمار ملک کے مشہور و معروف نعت گو حضرات میں
ہوتا ہے اور یہ بارگاہ رسالت کے مقبول نعت خواہوں میں شامل ہیں" ص ۶

سکندر لکھنوی نعت خواں بھی ہیں اور نعت گو بھی۔ پھر انہوں نے زیادہ تر نعتیں محافل و مجالس کے نقطہ نظر سے لکھی ہیں۔ ایسی نعتیں اپنی
نہایت بیان اور اپنے پیرایہ انکسار میں ایک خاص فضا کو پیش نگاہ رکھ کر کھل کی باتیں ہیں۔ ایسی نعتوں میں مخاطب و تکلم اور غنائی نظم کا خاص خیال رکھا جاتا
ہے اور ایسے مضامین لائے جاتے ہیں جو مجلس ماحول میں ایک خاص تاثر کے حامل ہیں۔ یہ نعتیں فن کے دقیق نکات، فکر و انکسار کی اشکال پسندی اور
تفکر و فلسفیت کی جائے سیدھے سادے انداز میں نرم و نازک جذبات اور عام محسوسات کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ان میں دلگدازی اور بے ساختہ پن کے
لوازم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ لاشعور اوقات و توجہوں کی شدت اور بے اختیاری کے سبب سامعین محفل خود نعت خواں شاعر کے ہموا ہو جاتے ہیں
اور وقت، اضطراب اور اشتیاق کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے سکندر لکھنوی کی مجلس آراء محفل افروز نعتیں خصوصاً مطالعے کی متقاضی ہیں۔
یہ نعت گوئی ہادی ہنس "روایت" سے منسلک ہے جس میں اجتماعی آئینہ کی جائے ذاتی اور شخصی کیفیات کے انکسار کا پس منظر غالب رہتا ہے۔ اس کے باوجود
کبھی کبھی ملت کے اجتماعی مسائل و احوال پر بھی جزو انکسار خیال ہو جاتا ہے۔

نعت

”خیر ہے دل ، آنکھ نہیں ہے — کہ جس دل میں شوقیہ مہینہ نہیں ہے

نہیں جس میں محفوظ یاد دہینہ — وہ سینہ مسلماں کا سینہ نہیں ہے
جو جاتا ہے ، چٹا ہے جامِ محبت — وہ کیا جائے گا جس کو چٹا نہیں ہے
خدا کے خزانے میں واللہ سکندر — محمد سے بہتر گنبد نہیں ہے

۲۲ ص

فضلِ ربِ اعلیٰ اور کیا چاہئے — میں مجھے مصطفیٰ اور کیا چاہئے
وامن مصطفیٰ جس کے ہاتھوں میں ہو — اس کو روزِ جزا اور کیا چاہئے
ان کے دربار میں حاضری ہو گئی — مل گیا دعا اور کیا چاہئے
کنیز ہیز خوں میں آنے لگا — حاضری کا صلہ اور کیا چاہئے
جالیوں سے ہے نسِ سینہٴ نڈِ خطا — دردِ دل کی دوا اور کیا چاہئے
ہے سکندر شاہِ خوانِ شاہِ ام — عزت و مرتبہ اور کیا چاہئے

ص ۲۶۰ ، گلستان شاہ ، طبع ازل اپریل ۱۹۵۸ء ، پشاور فلیٹ بک ڈپ کراچی

ڈاکٹر ابو الخیر کشفی : عصر حاضر کے ممتاز ادیب ، شاعر ، نقاد اور محقق ابو الخیر کشفی کا قلم فیضِ ر قلم نثر و نظم کی مختلف اصناف میں دانشِ ادبی کی شمعِ گلِ فضاں ہے اور نقدِ نظر کے صحیفوں پر جلوہ طراز ہے۔ حمد و نعت میں بھی انہوں نے بصیرتِ افروز سرمایہ جمع کیا ہے اور ہمارے لئے فیضِ واقادہ کا سامان فراہم کیا ہے۔

ابو الخیر کشفی کے یہاں حمد ، ایک ایسے عہدِ صادق کا سرمایہٴ نیاز ہے جو اللہ کی وحدت ، قدرت اور حکمت کے تاثر میں حیات و کائنات کا مطالعہ کرتا ہے اور تمام مظاہر و مناظر میں اسی کی فعالیت و بخاری کے اعجاز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کشفی کی نعت و شطحائے خود ایک زحرِ مہمّیہ و عقیدت و نیاز ہے جو ایک طرف تو ان کے ذاتی اور داخلی محسوسات کا مکمل اظہار نامہ ہے اور دوسری جانب ان کی نعت کے حوالے سے سید الانبیاء اور سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اللہ میں اور صفاتِ جلیل کی عظمتوں کا بظاہر توفیقِ مطالعہ و مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ حضورِ ہی کی رحمت و شفاعت پر اقتدارِ کامل ، انہی کی کرامِ کرم سے محمدؐ کو اور اجتماعی آئینہ کی صورت میں انہی سے فریاد و استغاثہ ، عقیدت ، صداقت ، دلگدازی اور محاکاتِ زبان و بیانی سے نند یہ شاعری ایک چشمہٴ فیضان ہے جس سے ذوقِ سیراب ہوتا ہے اور قلب و نظر شاداب۔

حمد (ایک آزاد نظم سے اقتباساً)

آوازِ حیرتِ روح میں
آوازِ حیرتِ ذہن میں
نغمہٴ ترا آفاق میں
پرچمِ ترے الفاظ پر
سارے ملکِ نورِ خوں
سارے شجر ، سارے حجر

افلاک کے سارے نجوم
یہ قمر روشن چاند کا
سورج کا زریں چرخ
تیری صفات دکر
برخے سے پیدا ہیں یہاں

ہر حق کی توحید ہے
تیرے نبی پیام "حق"
لہذا ہم تیرے دوست ہیں
موکئی کے کانوں نے سنی
تیری صدائے جلاوٹی
مینی تراکلمہ ہے
تیری رفاقت کا نشانی
ذات محمد مصطفیٰ
جو عالم و محمود ہیں
تیری شان میں پر تمام
ان پر درود مان پر سلام

نہایت ص ۱۰۱ تا ص ۱۱

نعت

میری پلکوں کا مگر آپ سے ولہ ہے — میرا ہر دم نظر آپ سے ولہ ہے
وقت کے جبر سے بالا ہوں رسول اکرم — میری ہر شام و سحر آپ سے ولہ ہے
تاہج کسرتی کو سر رلہ بکھل ڈالا تھا — فکر مومن کا شر آپ سے ولہ ہے
یہ نور و مال جہاں میرا حوالہ ہی نہیں — میرا انداز نظر آپ سے ولہ ہے
آپ نے اتنا دیا خواہش دنیا نہ رہی — بے نیازی کا ہنر آپ سے ولہ ہے
سارے اصنام و روایات کا جلاوٹو — حسن تقدیم ہنر آپ سے ولہ ہے
اپنے کشتی پہ نظر سید و آقائے جہاں — ان دعاؤں کا اثر آپ سے ولہ ہے

نہایت ص ۱۹، سید ابوالخیر کشتی، اشاعت اول ۱۹۹۹ء، ہنر انجم نعت کراچی

ڈاکٹر فرمان فتح پوری : ہمارے عہد کی ایک جہد روزگار شخصیت، جامع کمالات، کثیر القیاسات، ملہر علوم و ادبیات، بلند پایہ ادیب و شاعر، نقاد، محقق، معانی، استاد الاساتذہ، تشکیح طلب کے لئے پشمرہ فیضانِ کرم، متنوع موضوعات پر کوئی پچاس تصنیفات و تالیفات اُن کے مظہر فیض، موقرہ، واقع، تاریخ ساز اور تندیب آفریں رسالہ نگار کے۔ یہ۔ وہ نگار جس کے کئی اہم نمبر (تقریباً ۳۵، ۳۶، ۳۷) منصفہ شہود پر آچکے ہیں اور اہل علم و فضل کے لئے موجب استفادہ ہیں۔

قومی اعزاز : ستارہ امتیاز، لوفی اعزاز، لوفی لوفی ایوارڈ اور انٹرنیشنل گنڈ، فیض احمد فیض ایوارڈ، نعت اکیڈمی ایوارڈ (وغیرہ)

جن کی شخصیت اور مظاہر و کمالات شخصیت کے بارے میں بے شمار کتابیں منصفہ شہود پر آچکی ہیں اور یہ سلسلہ حسن اعتراف جاری ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے علم و فضل کی کثیر جہتوں میں ایک جہت اُن کی "نعت شناسی" ہے۔ "اردو کی نعتیہ شاعری"۔ نعت کے موضوع پر کئی ایک کتابت ذی قدر تصنیف ہے جو پہلی بار ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ آج نعت پر تحقیقی اور تحقیقی کام خوب ہو رہا ہے اور متعدد کتب موجود ہیں اور وجود پا رہی ہیں۔ لیکن ہر نئی اور تحقیقی تصنیف کی جس قدرت پر نظر ڈالیے اُس کی حیثیت ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتب ازل "اردو کی نعتیہ شاعری" ہے۔ نقد و تحقیق میں بہت سا ذخیرہ ہمارے سامنے ہے لیکن اس المال کی کتاب ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نعت شناسی کی خود ایک مستحکم اساس اُن کا خود نعت گو اور ناکر ہونا ہے یعنی ڈاکٹر صاحب نے خاصہ تحقیقی سلیح پر نقد و تحقیق قلبند کی ہے۔ نعت کی استعداد اُن کے خیر و ضمیر میں اور اُن کے طرہ و ذوق میں خلاق ازل نے پیدا کی۔ وہ خود اپنی غلاقانہ بصیرت کے ساتھ نعت گوئی کی روحانی، عرفانی، وجدانی اور نورانی کیفیات سے معمور ہوتے ہیں اور ان عرفانیات کو حوالہ قرطاس و قلم کرتے ہیں۔ نعت گوئی کے لئے جس سچائی، والہانہ عشق، جس دلگدازی اور جس جذباتی عقیدت کے ملازمات درکار ہیں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا وجود اس سے سرشار ہے اور جب یہی نعت گو نعت کی تنقید و تحقیق کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو نعت کے حقیقی، روز سے آشنا ہو کر۔ یقیناً یہی سبب ہے کہ "اردو کی نعتیہ شاعری" تصنیف اس موضوع پر پہلی کتاب ہونے کے باوجود اپنی قطعیت اور جامعیت کے اعتبار سے ہمیشہ حریف آخری رہے گی۔

آخر میں اس صاحب بصیرت اور صاحب عشق مداح رسول کی ایک نعت کے چند اشعار بدیہ نظر ہیں:

نعت

قادران کی پوئی پر چکا نور ہو رہا رسالت کیا کہا
ایمان کی کرنوں سے بجلی ہر سمت حرارت کیا کہا
وہ عین جمالِ حسنِ ازل کھرا ہے مصلحِ معمم و صل
دشمن ہیں عرب کے دشت و جبل، یہ نور کی کثرت کیا کہا
وہ عالم نو، جلوں میں نمود، فیلوں میں سم، ہر تے میں نمود
خیم سے کیا جاتا ہے دمنو یہ بارشِ رحمت کیا کہا
جلوؤں نے یہ کس کے پائی جھلک، مجھ سے میں گرے سب جن و ملک
شہاں ہے زمیں، حیراں ہے فلک انسان کی قسمت کیا کہا
وہ صبح نور و صدق و وفا، وہ مخزنِ لطف و جود و عطا
جنتی ہے جہاں ہر صبح، مسما ایمان کی دولت کیا کہا

وہ نور ہرئی ، محبوب خدا ، حق بنی پہ خدا ، جو حق پہ خدا
وہ قتل جز و حسن و ادا وہ گرمی الفت کیا کہتا

اے کاش کس فرماں میں رکھ پائے وہ مولا یہ جہیں
پھر نعت کی کثرت کیا کہتا ، اشعار کی لذت کیا کہتا

میں ۱۹۳۳ء کو دو کی نعتیہ شاعری ”بار ازل سے آہ“ ، آمین کوپ ، چونک بیدار کی لاہور

ڈاکٹر محمد اسلم فرخی : ڈاکٹر محمد اسلم فرخی کا شمار نامور اہل عقد و تحقیق میں ہوتا ہے۔ ان کی نعتیں جموں ہند و سرور کا منظر ہیں۔ وہیں
سلامت دہی و احتیاط اور شعور مندی کی آئینہ دار بھی ہیں۔ ان کے یہاں شعری محسوسات اور ذہنی کیفیات کے ساتھ ساتھ ملی اور اجتماعی مسائل و احوال
کا ذکر بھی ہے۔ ان کی نعتوں میں فنی کمال بھی ہے اور معنوی جمال بھی اور اہم موضوعات و مضامین کا احاطہ بھی۔

نعت

اے روحِ خدایہ قدم اے سرورِ کونین — اے معطر سوزِ حرم اے سرورِ کونین
قاہر جبری سہمت کے لئے غورِ اقرا — اے ہزشت لوح و قلم اے سرورِ کونین
حالات و مگرگوں ہوئے اے سپہ والا — انتہا نہیں ہمارا اہم اے سرورِ کونین
عروم جلی سے ہوئی دلدلی سینا — بہلا ہے طریقِ حرم اے سرورِ کونین
شعبہ بھی سوزاں ہے ، لفظیں بھی سوزاں — بہان ہے زہرِ حسم اے سرورِ کونین
آقا ہمیں پھر دیدہ و بیدار عطا ہو — پھر دیکھیں عروجِ حرم اے سرورِ کونین

لہذا کہ دیا ، انتہا کہ دیا — سب ہی کچھ کہ دیا مصطفیٰ کہ دیا
ہم لینے ہی قتلِ سعادت کھلے — سوچنا ہوں زبان سے یہ کیا کہ دیا
اور کچھ عرض کرنا مناسب نہ تھا — سر جھکا کر غلام آپ کا کہ دیا

میں ۱۸۲، ۱۸۱، گوشت ڈاکٹر محمد اسلم فرخی ، نعت رنگ شہادہ ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء ، ناشر اقلیم نعت کراچی

فدا خالیدی دہلوی : عصر حاضر کے اکھڑ شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل شوق ان سے کسب فیض کرتے ہیں۔ حمد و نعت میں ممتاز مرتبے پر
مخصوص مقام کے سر پر آوروں شاعر ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں م۔ م کے ہم سے کراچی سے ان کا نعتیہ مجموعہ اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ فدا خالیدی دہلوی ہیں،
دہلوی شاعری کی روایت میں لفظی زبان اور بین و اعجاز کی بے ساختگی پر توجہ رہتی ہے۔ جب محاسن زبان و دیاں کے ساتھ ہندے کی صداقت اور علو
خیال شامل ہو جائے تو شعر اعجاز میں جاتا ہے اور دل میں چٹکیاں لینے لگتا ہے۔ مولیٰ غالب

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا — میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

فدا خالیدی کی حمد گوئی میں عبدیت کے جذبات صادق اور معبودِ حقیقی کی صفات کا اندازہ اچھا نہ پائی کے ساتھ ہوتا ہے۔ کائنات اور انسان کے
حوالے سے اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی اور قدرت و عظمت کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ فدا خالیدی کی نعت گوئی میں حبِ نبی کا غلبہ ہے اور تصور کو مشاہدے کا مقام

حاصل ہے جس کے وسیلے سے دوحہ و مجوری میں بھی ایسے حضوری سے سرشار رہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی کیفیات کو، جو ان کے ذہن پر وارد ہوتی ہیں، نئے نئے زاویوں سے بیان کرتے ہیں۔ انہی کی ذات قدسی صفات کو کائنات انسانی کی تلاش، امن اور سلامتی کا ضامن سمجھتے ہیں۔ فدائے خاندی کی دلچسپی اور اثر آفریں حمد و نعت پڑھنے اور اپنے ذوقی ادب اور ذوقی عقیدت کو آسودگی پہنچاتے۔

حمد

سب کے دل میں قیام ہے تمہرا — لب پہ دنیا کے نام ہے تمہرا
کون ہے سب کا پالنے والا — میرے مولا یہ کام ہے تمہرا
دونوں عالم سما دیئے تو نے — کیا حسین اہتمام ہے تمہرا
روشنی جو شعور کو طے — وہ منور کلام ہے تمہرا
آکھرا ہے اسے فدا وہ تو — ذوقی نظارہ خام ہے تمہرا

میں ۱۳۹۲ء، خزینہ محمد، مرتبہ طاہر سلطان، اشاعت: مئی ۱۹۹۳ء، ناشر لورڈ ہمنستان حمد و نعت کراچی

نعت

نوازا اس قدر حب نبی نے — جب آنکھیں بند کیں، پہنچے مدینے
نگام شاہ دیں وجہ سکون ہے — اسی ساحل پہ نکلتے ہیں مہینے
خدا رکھے غم عشق نبی کو — محبت کے سکھاء ہے قریبے
نگام ساقی کوڑ ہے مجھ پر — کہاں پہنچا دیا ہے تھکلی نے
فدا ج کر گزر جاتی ہے عظمت — ہمیں اپنا لیا ہے روشنی نے

میں ۱۳۳۰ء، ایوان نعت، مرتبہ مسیح رحمانی، دسمبر ۱۹۹۳ء، ناشر ممتاز پبلشرز اردو بازار کراچی

ہر دین کی طلب میں زندگی محسوس ہوتی ہے — جہاں تک دیکھتا ہوں، روشنی محسوس ہوتی ہے
ابھی لوٹا نہیں ہے سلسلہ ان کی توجہ کا — ابھی تو میری آنکھوں میں نبی محسوس ہوتی ہے
پچھلے سے لگا رکھا تھا میں نے غم ہر دین کا — کہ اس غم میں حیات دائمی محسوس ہوتی ہے
یہ کس مہل میں لے آیا مرا ذوقی طلب مجھ کو — یہاں تو زندگی ہی زندگی محسوس ہوتی ہے
یہاں تک رہاں آئی ہے محبت سرور دین کی — فدا آنسو بہا کر بھی خوشی محسوس ہوتی ہے

میں ۱۹۸۶ء، لوح نعت نمبر جلد دوم ۱۹۹۲ء - ۱۹۹۳ء، مرتبہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، گورنمنٹ کالج شاہد روڈ لاہور

سحر انصاری: ڈاکٹر سحر انصاری کی حمد و نعت میں حسن روایت کی پاسداری اور عصر جدید کے فنی مہکھیاں اور معاشرتی افکار و مسائل ملتے ہیں۔ ان کے جذبے کی اساس صداقت پر اور فکر کی جیاد شعور و بصیرت پر ہوتی ہے۔ وہ شخص کیفیات و محسوسات اور اجتماعی افکار کو ایسے حسن اظہار کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ ان کے کلام میں دلکشائی اور دلربائی کا انداز پیدا ہو جاتا ہے۔

حصہ

میں اک ذرہ تھا

یادِ استِ ذرہ کا کوئی حصہ

مگر یہ مس ہوئے جنبش

مرے چاروں طرف یارِ گل و کُشال کا نقشِ حکیم تھا

بتا سب کچھ نہ تھا یارِ گل میں لورِ زرے میں

مسلل خاکِ دل ہی خاکِ دل تھا ہر تھی میری

عاصری حیلان کشش زنجیر تھی میری

مگر تو نے

میں اک "کن" کے اشارے سے

مرے دل کو دھڑکنے

دہن کو سوچنے کے زوایے طے

شعورِ عقل دے کر تو نے اک بے دلفِ ذرے کو

نکھانِ جہانِ آفریدہ کر دیا بکھر

نکسے خالقِ قدرت

نکسے خالقِ قدرت

نعت رنگ شہدہ ۱، ص ۹

نعت

دل سے ہم رمتِ عالم کے ہیں قائل ایسے — کہ شاکل ہیں کسی کے نہ انشاکل ایسے

کوئی سن لے تو کسی جائے نہ امتِ خائے تک — آپ کے پاس ہیں کبے کے دانائے ایسے

کیا ہوا تم بھی اگر آگے روئے پہ تھر — آتے ہی رہتے ہیں اس در پہ تو سائے ایسے

(گوشہ سحرِ انصاری) ص ۱۵۹، نعت رنگ شہدہ ۳، مئی ۱۹۹۲ء

سرشار صدیقی : معروف شاعر، ادیب، ناقد اور ہمارے عہد کی ایسی شخصیت جن کی علمی و ادبی کاوشوں کا اثر قبول کیا گیا ہے۔ ان کا

مجموعہ نعت اسماں ہے جس کے بارے میں پروفیسرِ داصل مثالی رقم طراز ہیں

”سرشار صدیقی نے صرف عقیدت اور اپنی شاعرانہ قابلیت و ریاضت کے بل بوتے پر نعتیں نہیں لکھیں بلکہ سرشارِ شوق اور بے انتہا محنت کی

کیفیت کو ادب و احترام کے صحائف سے گزرا ہے“

از مضمون: مفرد علیہ کائنات گو شاعر، سرشار صدیقی، مشمول نعت رنگ شہدہ ۵، ص ۲۸۲

سرشار کی نعتیہ شاعری میں مضمون آفرینی نہیں۔ خیال آرائی نہیں۔ بعد اب وہ اپنے چنے ہوئے لہجوں کو اور آئے والے لہجوں کو اپنے لفظوں کے آئینے میں دیکھ رہا ہے اور دکھا رہا ہے اور اس میں اس کا کوئی کمال فن نہیں۔ رب محمد نے اسے ایسی اقام طبع، ایدہ ذہن، ایسی نظر اور ایسا منصب عطا کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے حوالے سے جنب خیال اور خیال جنبہ بن جاتا ہے۔
پیش قدمہ الخیر کشتی، ص ۲۱، اساس

حمد

نئے لہجے میں بعد محروم خدمت لکھوں — صرف انھوں کی زبان میں تری مدحت لکھوں
دل و حزن کا ہے تو آتی ہے صدائے بیک — میں اسے رون کی تصدیق محبت لکھوں
سوہیہ دل اپنی جہیں ایک سبک سر کی طرح — اور اس بھڑے کو صدیوں کی امانت لکھوں

۲۹ ص

نعت

اچالے ذہن میں ہیں روشنی ضمیر میں ہے — کہ خاک کوئے مدین سرے خیر میں ہے
یہ دل ہے یاد رسالت سآب سے معمور — محتاج کون و مکاں کار فقیر میں ہے
مدینے پختوں کا، یاد ضرور پختوں کا — کہ یہ ستر تو سرے ہاتھ کی لکیر میں ہے
اساس، طاعت ۱۹۹۰ء، ناشر طاہرہ کشنی بیوریل سوسائٹی کوئٹہ

ادیب رائے پوری: دنیائے ادب کی ایک نامور شخصیت جن کا کام فنی، تنقیدی اور تحقیقی سطحوں پر نہایت گراں قدر، مرقعہ اور جس سے علاوہ طلبائے علم و دونوں استفادہ کرتے ہیں اور اپنے علم، خبر، دانش و ادبی اور تحریر و فکر کو بھلا جھٹتے ہیں۔ نعت کے سلسلے میں فن کی تبلیغی صحت کثیر الجمات ہیں اور فردی ادب کے لئے ان کے کارنامے بے مثال اور سب کے لئے لائق التہاد و تھیلہ ہیں۔ نعت کے لحاظ و تریل اور فردی ادب اور ثقافت کے سلسلے میں انہوں نے ۱۹۸۰ء میں گراہی سے ماہنامہ نوائے نعت جاری کیا۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے پاکستان نعت گو نسل کی بیدار رکھی جس کے زہر اہتمام یادگار تقریبات منعقد ہوئیں۔ ۱۹۸۰ء میں پاکستان نعت اکادمی کی تشکیل کی۔ اس کے تحت پہلی عالمی نعت کانفرنس ۱۹۸۲ء میں منعقد ہوئی۔ اسی کے زہر اہتمام دوسرے سماں میں بھی نعت کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں مسطور جوبلی ایوارڈ کے تحت پہلی نعتیہ ایوارڈ کی تقریب کا اہتمام ہوا جس میں مختلف شعبہ جات کے برائے ۱۰۰۰ ایوارڈ تقسیم کئے گئے۔ ادیب رائے پوری کا یہ تمام حسن عمل فردی نعت کیلئے وقف تھا۔

اب ان کے فروعیت قلمی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”اس قدم کے نشاں“ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ دوسری نعتیہ تصنیف ”تصویر کمال محبت“ ۱۹۷۰ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ ادیب رائے پوری کے دو اہم تحقیقی نعوش ہیں۔ جب دو تنقیدی و تحقیقی کے میدان میں آئے تو مدارج محبت اور مشکوٰۃ العت ایسی زندہ و پایدار آسائش و جوہر میں آئیں جو اردو نعتیہ ادب میں اپنے موضوعات کے اعتبار سے اولیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ مدارج محبت (۱۹۸۹ء) میں حضرت آدم سے صحر حاشر تک نعت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اس کے پہلا و کاغذ اور اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس میں قرآن اور دیگر کتب ہادی کے حوالوں کے علاوہ عبرانی اور یونانی زبان کے باب نمونے بھی محفوظ کر دیئے گئے ہیں اور نعت گوئی و نعت خوانی کے محازات و مشغلات کو بھی سمیٹا گیا ہے۔ مشکوٰۃ العت (۱۹۹۳ء) عربی کی نعتیہ شاعری کا برجی و تحقیقی جائزہ ہے۔ اس عظیم و ضخیم مقالے کا دامن بھی نہایت وسیع ہے اور اسے زمانہ جاہلیت کے دور کی عربی شاعری سے حتیٰ چاہیں کی شاعری تک مع صہیات و مشغلات نہایت مکمل تحقیقی اسلوب کے

ساتھ قلبہ کیا گیا ہے۔

مقصود کائنات (۱۹۹۵ء) کو شہزاد احمد نے مرتب کیا ہے اس میں نئی نعتیہ تخلیق کے علاوہ پہلے کے دو نعتیہ مجموعے، تماشہ کلام کے ساتھ شامل کر دیے گئے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ ادیب رائے پوری کی تمام تر نعتیہ شاعری کو یکجا پڑھا جاسکتا ہے۔

مقصود کائنات

چار سو صفحات پر محیط ہے اس میں آراء، تاثرات اور تبصروں کے بعد آئندہ محمد میں ہیں اور ان کے بعد نعتوں کا سلسلہ ہے۔ نعتیں مومناغزیہ و سنت میں ہیں۔ ان کے علاوہ مشکل مسدس نعتیں، بہ صورت منظومات نعتیں، غیر منقوطہ نعتیں، فارسی نعتیں، قطعات، پھر سلسلہ مناقب اور آخر میں درود و سلام پر مشتمل نعتیں شامل ہیں۔ بعض معروف نعتوں پر تخصیص بھی موجود ہیں۔ ادیب رائے پوری خود نوشت پیش لفظ میں ایک نہایت اہم نکتہ بیان کرتے ہیں:-

”نعتیہ ادب زندہ کی کا وہ واحد شعبہ ہے جس میں جہادی عنصر مشق ہے۔ ادیب کا نعتیہ کلام ہو یا کسی اور کا، حال کا شاعر ہو یا ماضی کا، نوجوان اور نوا موز ہو یا کزنہ مشق اور بزرگ، اس کے کلام کو پڑھتے جانچتے اور تولد کیلئے نقاد یا تبصرہ نگاری میں خود اس میں کتنے جذبے کی ضرورت ہے جس کی خوشبو شاعر کے وجود میں رہتی ہوگی ہے“

ادیب رائے پوری کی نعتیہ شاعری پر چند آراء سے اقتباس:-

جاش دہلوی:- ادیب رائے پوری ان لوگوں میں ہیں جنہیں رسول اللہ سے والہانہ محبت کا شرف حاصل ہے اور اسی شرف کی بدولت نعت گوئی میں ان کا نام ایک معتبر نام ہے۔

حنیف اسدی:- ادیب رائے پوری صاحب دل بزرگ ہیں۔ ان کے اشعار میں فصاحت کے ساتھ ان کا سواد و دل بھی شامل ہے“

حکیم محمد سعید:- ادیب رائے پوری صرف نعت نگار اور نعتیہ شاعری کے محقق ہی نہیں بلکہ قوی تفسیر میں اس کی مہم کر دہر کا بھی

مکرم اشعور رکھتے ہیں“

ڈاکٹر فرید فتح پوری:- ”صرف میں نہیں کہ وہ ایک بلند پایہ نعت گو شاعر ہیں بلکہ ایک ممتاز سیرت نگار بھی ہیں“

ادیب رائے پوری کی نعت میں، نعتیں بھی ہیں، استعین بھی، ایک گھٹان تخلیق ہے جو خوشنما، جہاں فزا اور سدائیدہ بھولوں سے معطر و منور ہے۔ ان کی نعت کی اساس مشق رسول ہے اور ان کا مینا مقصود مہیات مقدسہ، تعلیمات شریفہ اور سیرت طیبہ کے وسیلے سے فرد اور اجتماع امت کی کردار سازی، نیز ایک ایسے اسلامی معاشرے کی تعمیر جو اقدار خیر سے آراستہ ہو اور امن، عدل، محبت اور سلامتی کی معاد توں سے بہرہ وانداز ہو۔

حصہ

ترے	ذکر	سے	مری	آہ	—	تری	شان	جل	جہان
تو	مرے	کلام	کا	رنگ	—	تری	شان	جل	جہان
جو	چنگ	کے	فقط	کئے	—	ترا	ی	دلف	کرے
ہے	میں	میں	تری	مکمل	—	تری	شان	جل	جہان

یہ ادب ادیب میں تھا کہاں — تری شان کرتا جو یوں بیلاں
ہے ترے کرم سے یہ سرخروہ — تری شان چل جلاں

ص ۳۹

نعت

ہے ذکر سرور عالم سدا جہاں میں رہتی — یہی رہا ہے ہر اک مشکل امتوں میں رہتی
اگر حضور نہ ہوتے تو ہم غریبوں کا — نہ اس جہاں میں کوئی فائدہ اس جہاں میں رہتی
ہمیں تو حشر میں خورشید نے بھی ٹھنک دی — کہ تھی رسول کی رحمت جو درمہاں میں رہتی
کہاں کہاں سرے آقا نے گھر ملایا تھا — رہے وہ ن کے ہر اک قلب دشمنان میں رہتی
نہور ہو، موج ہو، طوفان ہو، پھر بھی ذکر نہی — فہم و الم کے رہا ہر صراں میں رہتی

ص ۵۸، مقصود کائنات، سال طبع اکتوبر ۱۹۹۵ء، ناشر مدحت پبلشرز کراچی

شبنم رومانی: بحر کی اساس نظر پر اور نعت کی بیاد ہند ہے پر، لیکن نظر میں جذب ایسے جیسے پھول میں خوشبو اور جذبے میں شکر کا یہ انداز جیسے
پھول میں خوش رہی — اس استراحت جذب و فکر نے شبنم رومانی کی حمد و نعت کو شعریت کے فنی اور معنوی محاسن سے نہایت آراستہ کیا ہے۔
زبان کی لطافت جس میں لفظیات کا اپنا جمال ہے اور اسلوب کی اچھا بیانی جس میں دلکشی کا قبل ہے، شبنم کی شاعری کو نعت و وسعت اور
حق سے دلہا بہنالی ہے۔

نعت

جو تو نہ ملے تو دل ہاک ہاک ہو جائیں — جو تو نہ دم کرے ہم ہاک ہو جائیں
کریں جو ذکر ترا، تیرے شرق و غرب میں ہم — ہمارے شام و سحر جھٹاک ہو جائیں
غزینہ محمد، مرحومہ طاہر سلطان، ص ۳۲۶، مطبوعہ ۱۹۹۹ء

نعت

ہم ن کہ جو جزہاں نہیں ہے — سمجھو کہ کہیں لہاں نہیں ہے
سرکار کا جو نہیں ہے کاری — قرآن کا کتبہ وہاں نہیں ہے
دعوت کی ہے محو و محو — اک لمحہ بھی راہگاہ نہیں ہے
کریں نذرت سرکار کی دعا نہیں ہم — مگر وہ ہاتھ وہ آنکھیں کہاں سے لائیں ہم
ہم اک لہاں ہمارا، لہاں محقق رسول — زلوں کے ساتھ ہولتے نہیں قبا نہیں ہم
ہم ایک راہ ہاری، صراطِ مصطفیٰ — کبھی کبھک کے نہ ہائیں گے دائیں بائیں ہم

گوشہ شبنم رومانی، نعت دیکھ ۲، ص ۱۸۳، ۱۸۵، مطبوعہ جنوری ۱۹۹۹ء

حمایت علی شاعر : عصر حاضر کی ایک نمائندہ آواز اور ہر صنف ادب کی ایک اہم اور معتبر شخصیت، جن کی فنی ریاضت اور فنی تحقیق کا سفر دسویں صدی کے نصف آخر پر محیط ہے۔ شاعری کی جملہ اصناف پر قادر اور ان سب کا حق ادا کرنے والے شاعر۔ جدید دور کے تقاضوں اور مطالعوں کو اپنی تخلیقات میں سمونے والے صاحب فن۔ اب تک علامہ صورت میں حمد و نعت کو کچھ نہیں کیا۔ البتہ ان کی مختلف کتب میں یہ نکشائیں بھری ہوئی ہے۔

نعت

وہ ذات شر ظلم تو ہم طالبانِ علم — ہم اوروہ ہائے خاک ہیں وہ آسمانِ علم
ہم کیا ہیں ایک لفظ، معانی سے بے خبر — ہم کیا مجھ سیکس کے رموزِ جہانِ علم
اسرارِ کائنات کا عقدہ کشا دی — وہ رازِ دان و معنی کون و مکانِ علم
نعت رنگ شہرہ ۱۳، ص ۲۹۹، طباعت جمبر ۱۹۹۲ء

اک شخص کائنات کا محور کہیں ہے — بدو ہے ایک بندہ اکبر کہیں ہے
جن کی نہیں سے میرے خدا نے سخن کیا — اُمی وہ آدوئے سخنور کہیں ہے
اک آدمی کہ خاک نہیں اور فلک مقام — اک روشنی کہ ذاتِ ویر کہیں ہے
بہارِ نعت، مرتبہ حفیظ تاجب، ص ۸۳، طباعت ۱۹۹۰ء

وحید الحسن ہاشمی : سید وحید الحسن ہاشمی ہمارے عہد کا ایک بزرگ نام ہے۔ وہ جدید مرحلے کے بانس اور اس صنف کو فروغ دینے والوں میں شامل ہیں۔ نثر اور شعری کئی اصناف میں ان کا تحقیقی، تنقیدی اور تحقیقی کام ہمارے ادب کا قریب سرمایہ ہے۔

وہ کموشس چالیس کنوں اور رسائل و جرائد کے مصنف ہیں اور مختلف اہم موضوعات پر ان کی تحریریں افی ذوق کے لئے موجب استفادہ ہیں۔ خود فن کی شخصیت اور فن کے بارے میں کئی کتب اور رسائل کے خصوصاً شہرے آپکے ہیں۔

شاعری میں ان کا ایک تہذیبی مزاج ہے اس مزاج کو کربلا کی نسبت سے مصفا اور عطا کیا ہے۔ جب دور ثانی شاعری کے دائرے سے ہٹ کر نظم و غزل کہتے ہیں جب بھی کربلا ایک استعارے کے طور پر ان کے اشعار میں تو یہ تصویر پیدا کرتی ہے۔ ان کی مجموعی شاعری زبان و بیان کی سلفی نظاستوں اور تہذیبی طاقتوں میں داخل ہوئی ہے۔

ان کی رہائی شاعری خصوصاً صوفیوں کے بعض نثریے حمدیہ اور نعتیہ ہیں لیکن اس سلسلے میں ان کی مستقل تصنیف یا ستن ہے۔ نعتوں پر مشتمل ہاشمی صاحب کا یہ تحقیقی کارنامہ ایسا ہے جسے محتاط سے محتاط لفظوں میں "اجاز" ہی کہا جاسکتا ہے۔ سادگی جو کمالات حسن سے معمور ہے، بے ساختہ پن جس میں دلربائی کی اوائیں ہیں، مترنم جریں، سادہ سادہ مصرعے، بیان کا یہ بے گھٹانا انداز جیسے باتیں کر رہے ہوں۔ نعت کے ہر شعر میں جذبہ یا خیال کی حمیلیت، قدرت کلام اور معجز بیانی جب دل کی سچائی میں آمیز ہوتی ہے تو قاری کے قلب میں بدران نور کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ سید وحید الحسن ہاشمی کے یہاں نعت شعور اور ہوش مندی کی فضا میں آنکھ کھلتی ہے۔ عمل اعتدال و احتیاط، نعت کے ادب و مصحفیات کا پوری طرح احساس ان کے نعتیہ اشعار ہمارے وجدان اور شعور، دونوں کے مطالبات پورے کرتے ہیں۔ اور مصرعہ جدید کے ان تمام مسائل و افکار کا احاطہ کرتے ہیں جو آج کے تلازمات ہیں۔ روایت کی خوب صورتی اور جدت کے جمال سے آراستہ نعتیہ ادب میں ایک معتبر اضافہ ہے۔

ڈاکٹر خورشید رضوی کے بقول ”مقیدے کا رخ اور شعور کی بہت اچھی صاحب کی نعت کے لمباں عناصر ہیں اور نعت گوئی فن کی نظر میں ہلوان ذات سے بھوننے والے ایک روحانی تجربے سے عبارت ہے“
 یاسین کے آغاز میں مصنف کا ایک لمبا مثال ”فن نعت نگاری پر ہے جس میں آغاز سے صبر حاضر تک کی نعت کا نہایت محققانہ ہار و لیا گیا ہے۔ یہ مثالہ ساخو صفحات پر محیط ہے اور نہ صرف طالبان علم و فن بلکہ مطالعہ ادب کے لئے بھی اس کا مطالعہ اطمینانزا ہے۔ نعتوں کی تعداد ۸۷ ہے جو غزلیہ و سبت میں کمی مگنی ہیں۔

نعت

محبت شاد حید کا صلہ کیا مانگتے — درد میں ملنے کی لذت ، دوا کیا مانگتے
 فن کے در پر تپتے تھی نغموں میں ساری کائنات — دعا تو مانگے تھا دعا کیا مانگتے
 فن کو فن سے مانگ کر سمجھے کہ سب کچھ مل گیا — مگر اک لمحہ تھی اک لمحے میں کیا کیا مانگتے
 فن کے در پر جا کے بھی کھولے نہ ہم نے اپنے لب — مانگنے کا جب سلسلہ ہی نہ تھا کیا مانگتے

ص ۷۰

فکر انسان میں تازگی آئی — آپ آئے کہ روشنی آئی
 ملتت دو داور ہوئے ہیں ضرور — درد کیوں درد میں کی آئی
 کھج کر اپنا شاہکار ازل — لب قدرت پہ بھی ہنسی آئی
 آپ آئے تو عرش سے رحمت — آپ کی رلا دھڑکتی آئی

ص ۱۰۳، یاسین ، سال طبع ۱۹۹۵ء ، المصنف علیہ السلام لاہور

حصہ برادری : حصہ برادری کی شخصیت دینی، اولیٰ اور علمی ماحول میں پائی گئی۔ فن کے دور ان طالب علمی میں برادری کے مختلف شعروں میں جو شعری و ادبی محفلیں منعقد ہوتی تھیں فن میں اظہار عن وقت شرکت کرتے رہتے تھے۔ اس طرح حصہ برادری کے ادبی ذوق نے ترویج پائی۔ انہیں نعت گوئی سے فطری رغبت تھی مولانا ضیاء اللہ درنی بدایونی کے حلقہ تلمذ سے وابستہ ہوئے۔ حضرت عارف اکبر آبادی اور پروفیسر قمر مجاہد سے بھی رونا ہوائی پائی۔ فردوس مقیدت (۱۹۵۸ء) اور جام طسور (۱۹۷۹ء) فن کی دو انتہی تصانیف ہیں جو ادبی ذوق کی نظروں میں اظہار رکھتی ہیں اور قارئین کو روحانی مسرتوں سے مالا مال کرتی ہیں۔

حصہ برادری کے یہاں محبت رسول کا گداز تھی اور روحانی کیفیات کی دنگداز تاخیر شعر شعر سے یہاں ہے۔ حضرت الرسول میں حاضری کی تمنا ہے جب ان کی انتہی شاعری کا مرکز و محور ہے۔ فن کی فطرت میں مضمونی احوال و ولادت کا لمس ہیں، وہ ہیں حضور کی سیرت اقدس کے ذکر اور حضور کے ارشادات و ہدایات کے ابلاغ کی آمیزہ و رنگیں۔ جذب و فکر کی صداقتیں، زبان و بیان کی لطافتیں اور اسلوب و انداز کی دلکش صورتیں ان کی نعتوں کو گہری کے ذہن و قلب کا حصہ بنا دیتی ہیں۔

نعت

دینے کی زمیں ہاں کو جو بلایا نہیں کرتے — جلدات حتمی حسیوں کی وہ پلا میں کرتے

جو کہ کے در پہ جاتے ہیں، نہ اویں دل کی پاتے ہیں — مرے آقا بھی مایوس ہو گیا نہیں کرتے
 جہاں کے راج والے تیج والے آپ کے در پہ — فیہ و سر رہا کرتے ہیں اتر گیا نہیں کرتے
 تر و تازہ ہی رہتے ہیں درود پاک پڑھ کر — ہمارے باغ دل کے پھول سر جھلایا نہیں کرتے
 انہی کی مدح گوئی سے ہے رفعت ہم کو اسے صلہ — طبیعت دوسرے کاموں میں بھلایا نہیں کرتے

جام شہور (۱۸۷۸ء)، ص ۱۸۱

مر کون حضوری ہو، مگر طیب مگر جاؤں — صد ہاک جگر جاؤں، با دیدہ تر جاؤں
 اے عشق دینے میں یوں خاک بہ سر جاؤں — دیوانہ کے آن کا تعلق، جہر جاؤں
 جہاں حق سمجھانے طیب میں بلایا ہے — ہر گام پہ جی انہوں، ہر گام پہ سر جاؤں
 ہو چشم کرم و کی محشر میں جو اسے صلہ — لاریب سر منزل میں جاؤں سے گزر جاؤں

ص ۱۲۸، ایوان نعت، مرتبہ صفی رحمانی، دسمبر ۱۹۹۳ء، ممتاز پبلشرز کراچی

سید نصیر الدین نصیر گیلانی : سید نصیر الدین نصیر گیلانی کو لڑھکے شریف ہمارے دین و شریعت، تصوف و طریقت، علوم و معارف اور شعر و ادب کی ایک نہایت مقدور و محترم شخصیت ہیں۔ آپ جس سلسلہ کلمات سے اہل اور سبب منسلک ہیں وہ فروع کا سرچشمہ ہے اور اور ہی اور شاہ کے مقام پر قائم ہے۔ شاہ صاحب کے اسلاف و اجداد اولیاءات خود اور جائے خود مشق و فکر اور علم و فکر کی اہم شخصیات ہیں اور اپنے ارشادات عالیہ، موصوفہ حسن اور تصانیف و تحقیقات مقدسہ سے سلسلہ اسلام کے لوہوں و قلوب کے تزکیہ و تعمیر میں مصروف رہی ہیں۔ شاہ صاحب نے اسی گود و عرفاں میں آنکھ کھولی۔ اسی لوہوں معرفت میں پران جن سے اور اسی جگہ و دین و معرفت کا ایک غیر تباہ کن کر اس روشنی کو اصل طلب اور ارباب فکر تک پہنچا ہے ہیں۔ شاہ صاحب جہاں وہی فروع سے معمور ہیں وہیں اکتالی کمالات و محاسن کا بھی سرچشمہ ہیں۔ آپ کا ذوق تصور عام معانی میں غافلانہ نہیں ہے بلکہ اس سر کو شریعت و طریقت سے آپ تصنیف انسانی کی مشاہد اور معاشرہ اسلامی کی زیبائی میں مصروف ہیں اور اس تصور کو عام کر رہے ہیں جو فرد کا تزکیہ نفسی اور تعمیر باطنی کر کے اس کی شخصیت آرائی اور کردار آفرینی کرتا ہے، اسے جہاد عقل کے لوازمات سے آراستہ کرتا ہے اور معاشرے میں فکری و عملی انتساب کے اجتماعی عمل میں حصہ دار بناتا ہے۔ شاہ صاحب بہت سی زبانوں اور فن کی ادبیات پر عبور رکھتے ہیں۔ نہایت بے تکلفی کے ساتھ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، پراچی اور سرائیکی زبانوں میں صورت لکھ، مثنیٰ لکھتے ہیں اور فاضلات و عالمانہ اسلوب میں اپنی تحقیقات کے وسیلے سے ہمارے دینی اور دنیوی سرمایے میں وقیع اضافہ کرتے ہیں۔ آپ قریب قریب ہر صنف شعری میں حق شعر ادا کرتے ہیں اور قدیم و جدیدہ مختلف بیانات شعری کے ذریعے اپنے فروع کو قاری و سامع تک پہنچاتے ہیں۔

کیونکہ کئی زبانوں اور فن کے علوم و ادبیات میں درک رکھتے ہیں اس لئے شاہ صاحب کا اسلوب شعری عالمانہ ہے۔ اس علمی اسلوب میں فصاحت و بلاغت کا اثر لیا ہے اور تعلیم و تربیل کے ہر پارہ و سہارے موجود ہیں۔ آپ کی غزلوں میں فارسی زبان و ادب کا تذکرہ بھی رہا اور طالعہ زبان و ادب میں ہے۔ آپ کے قصائد و مناقب میں ایسی صحت عقلی ہے جو معنوی رفعت کی حامل ہے۔

کئی تصانیف لب تک مقرر عام پر آئیں ہیں جن میں شعر کے حوالے سے آغوش حیرت (فارسی رباعیات)، بیان شب (اردو غزلیات) دیں ہر دوست (عربی، فارسی، اردو، پنجابی نظمیں)، طبع ہو چکی ہیں۔ نظم طبع کتب میں بعض نسبت (عربی، فارسی، اردو، پنجابی مناقب) اور مرثیہ ہزار

(فارسی، اردو، پوربی، پنجابی، سرائیکی مذاقب) ہیں۔

شاہ صاحب کی حمد و نعت میں صوفیانہ جذبہ کیف کا رچاؤ، فلسفیانہ تحقیق و شعور کا امتزاج، عارفانہ سرمستی و شکاری، عاشقانہ سوز و گداز اور ایک ایسی غلافانہ استعداد کی گرفت ہے جو لوہان و قلوب پر فاتحانہ غلبہ کرتی ہے اور جسے میں ایک ایسا اومانہ پن، جہاں فزائی اور دلربائی ہے کہ قاری اور سامع شاہ صاحب کے اشعار پڑھ کر لور سن کر آغوش کا ہو جاتا ہے!

ہم حیران کی ایک فارسی حمد درج کرتے ہیں:-

بعضوان حمد ایزدی

بدھ زمانہ شہادتے کہ خدائے ارض و سما توئی — خن از عطاے توی رود کہ بہ درد و فم ہمد را توئی
ہمد راست لطف تو دلورس، چمن و طرلوت و خار و خس — لب خود کشود بہ ہر نفس کہ خدا توئی، خدا توئی
بہ کمال باز آمدی بہ صد بہتر از در آمدی — بہ فہم ہمت گل توئی، بہ فرام موج صبا توئی
من و جرم کوئی ہے بہ پے، تو پرودہ پوشی و مہدم — بہ صبر نکتہ خطائیم، بہ سریر لطف و عطا توئی
کرمت پناہ شہسختی، دم تست سرم حشمت — کہ عزیز جان حزیں توئی، اثر آفرین دما توئی
جلال و جہک شاہدا فان استقر مکانہ — بہ کلیم بحر خن توئی، سر طور جلوہ نرا توئی
دل و دیدہ کردہ ہمد تو، بہ درت نشت نصیر تو
ہمدے کہ دافع مشکلی، نظرے کہ مقدمہ کفا توئی

مس ۵۵، ۵۶ (دین ہمد لوست)

نعت (اردو)

لب سب سبھی دلاں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ — ہیں آج وہ مانگ پہ عطا اور بھی کچھ مانگ
وہ ہیں متوجہ تو دعا اور بھی کچھ مانگ — جو کچھ تجھے مانا تھا ملا اور بھی کچھ مانگ
ہر چہرہ کہ مولا نے بھرا ہے زانکھول — کم حرف نہ بن، ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ
چھو کر ابھی آئی ہے سر زلف محمدؐ — کیا چاہئے اے بار صبا اور بھی کچھ مانگ
با سرور دیں، شاہ عرب، روضہ عالم — دے کر تہ دل سے یہ صدا اور بھی کچھ مانگ
جن لوگوں کو یہ شک ہے کرم ان کا ہے محدود — ان لوگوں کی باتوں پہ نہ ہا اور بھی کچھ مانگ
سلطان مدینہ کی زیارت کی دعا کر — جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ
پہنچا ہے جو اس دور پہ تو رو رو کے نصیر آج — آواز پہ آواز لگا اور بھی کچھ مانگ

مس ۲۱۳، ۲۱۵، دین ہمد لوست، بار اول اپریل ۱۹۸۷ء، النور پرنٹنگ پریس، سول لائسنس جملہ

حضرت شاہ انصار اللہ آبادی: شاہ صاحب نے تصوف کے ماحول میں آنکھ کھولی اور شریعت، طریقت اور معرفت کی فضاؤں میں پروان چڑھے۔ آپ کو مشائخ کبار کی صحبت حاصل رہی اور خود آپ کی ذات گرامی کے فیوض سے ملنے لائق اور اہل طلب نے میر کو افر لیا۔ آپ کے والد گرامی

حضرت مولانا سید مشرف حسین ایک بلند پایہ صاحب معرفت و درگ تھے جو حضرت سید امیر سکندر علی رحمانی الہ آبادی کے سہارہ نہیں تھے۔ آپ نے تمام تر تعلیمات اور روحانی تربیت و درگاہ سید صاحب کے دینی، علمی اور ادبی ماحول میں پائی۔ آپ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد درگاہ سید صاحب کے سہارہ نہیں مقرر ہوئے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ چودہ سلسلہ عقلم سے صاحب اعزازت و خلافت رسیدہ درگ تھے۔ یہ سارے انوار و تجلیات شاہ صاحب کی ذات میں متخل ہوئے۔

آپ سادات گمراہ کے چشم و چراغ ہیں اور یہ نسبی فضیلت بھی آپ کی سعادتوں کا ایک جزو اعظم ہے۔ آپ گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنے لگے۔ آپ کے ادبی اساتذہ میں مولانا نصر فلیق گجراتی، فصاحت جنگ، طیل باغی، ری، نور علما، شفیق قادری شانی ہیں۔ آپ کیونکہ صوفیائے عقلم کے سلسلہ نور سے وابستہ ہیں اس لئے آپ کی حمد و نعت بھی اسی ذوقی تقویٰ اور اسلوب عرفانیت کا مظہر ہے۔ آپ کی شاعری دل کی شاعری ہے جو کچھ قلب پر تھلی ہوتا ہے وہی حمد و نعت کے سانچے میں داخل کر دیتے قرعاس ہو جاتا ہے۔ ترکیب انفس، تلخیص باطن اور صفائے قلب کی شاعری میں صداقت اور عشق و عقیدت کی جو روحانی کیفیات ہوتی ہیں ان کے محسوس و نغوش آپ کی نعتیہ شاعری میں جلوہ جلد ہوتے ہیں۔

عزیز احسن نے شاہ صاحب کی حمد و نعت کو کبیت حضوری کی شاعری قرار دیا ہے۔ دیکھتے ہیں۔

”نعت لکھنے والے ہر شاعر کو کبیت حضوری کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔ قادر الکلامی کی بدولت نعتیہ شاعری تو وجود میں آسکتی ہے لیکن قال کو حاصل کرنے کے عمل سے ہر شاعر نہیں گزر سکتا۔“ شاہ انصاری الہ آبادی کے دو مجموعے سران السالکین اور مصلوۃ السلام پڑھ کر یہ احساس ہو گا کہ جس طرح ہر کلمے میں کچھ مستثنیات ہوتے ہیں اسی طرح مہر حاضر کی نعتیہ شاعری کا بھی تمام شعری سرمایہ قال کی تخلیق نہیں ہے بلکہ اس حمد میں شاہ صاحب جیسے سامان مال بھی موجود ہیں۔“

م ۳۰۳، م ۳۰۵، نعت رنگ شہداء، اپریل ۱۹۹۵ء، ناشر: اقلیم نعت کراچی

حصہ

ہے نیازِ این و آن ہے شانِ رب العالی — یعنی ہر بے جاں کی جاں ہے شانِ رب العالی
اس کا سمیت معرفت محسوس ہو تو کس طرح — بے زمین و بے زماں ہے شانِ رب العالی
کچھ نہ کہنے پر بھی ہو جاتا ہے سب کچھ ملام سے — شرح باب کن نکاح ہے شانِ رب العالی

م ۳۱، سران السالکین

نعت

جب دینے کی یاد آتی ہے — دوح کو نہیں مسکراتی ہے
دم لبوں پر، نگر میں محبہ ہیز — کس عقیدت سے جان جاتی ہے
کہاں دیکھوں کہاں نہ دیکھوں میں — ہر کوا آن کی دل بھاتی ہے
ہے ارادہ درود پاک کے ساتھ — میری ہر سانس آتی جاتی ہے
سرخو کیوں نہ ہو وہ حسرت پاک — اپنے خوں میں جو ذوق جاتی ہے

م ۷۷، سران السالکین، سال اشاعت ۱۹۹۳ء، ناشر: حدیقہ مصلوۃ السلام، کراچی

محمد علی ظہوری : حضور پاک ﷺ سے ایمان و عقیدت جب عشق و محبت کے سانچے میں ڈھل جائے تو انسان کا چاروں وجود مدح پر دوڑے اور شاعر اذہب جاتا ہے۔ تب اس کی زبان سے جو شعر ادا ہوتا ہے وہ اس کے سوز و قلب کا مظہر ہوتا ہے اور جب ایسا شعر خوش نوائی کا قالب اختیار کرتا ہے تو وہ ساز دل کا نغمہ مقدس بن کر ابھر جاتا ہے۔

محمد علی ظہوری اعلیٰ پائے کے نعت گو اور بلند مرتبہ نعت خواں ہیں۔ اگر نعت گو خود نعت سرا ہو تو وہ اپنے اشعار میں لفظی اور معنوی طور پر طراوت اور فن و ترقی کے تمام تر لوازمات کا خیال رکھے گا۔ اسی طرح اگر نعت سرا لائق الہی نعت گو ہو تو فن کے محاسن اور جذبہ و خیال کی لطافتیں اس کی مدحت سے جلوہ گر ہوں گی۔

محمد علی ظہوری جب اپنا گہا ہوا اپنا نعتیہ کلام خوش نوا بناتی ہے تو بارہی را معین کے دلوں کے تار چھیڑتے ہیں اور عشق و عقیدت کے وہ لہائی افکار و جذبات کی رو میں حاضرین کو بہا لے جاتے ہیں۔ ہر عاشق و سول سمجھتا ہے کہ یہ میرے اپنے محسوسات و کیفیات ہیں جو زبان شاعر سے ادا ہو رہے ہیں۔

نوائے ظہوری محمد علی ظہوری کا نعتیہ مجموعہ ہے جس کے بارے میں احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں :
 "ظہوری صاحب کو میں نے جب بھی نعت پڑھتے سنا ہے یوں محسوس ہوا ہے جیسے ان کا سارا وجود صوت و صدا میں بدل گیا اور وہ مجسم خطاب کر رہے ہیں۔"

نعت

ہر نکتہ ہے رحمت کی برسات مہینے میں --- فیضانِ محمد ہے دن رات دہینے میں
 ہلکوں پہ سہاؤں کا تیر خاک مہینے کی --- لے جائیں اگر مجھ کو حالات مہینے میں
 کچھ ہمارے دردوں کے ہے زخم سحر میرا --- لے جاؤں گا اشکوں کی سومات مہینے میں
 فرشتے بھی سوائی ہیں ، فرشتے بھی سوائی ہیں --- ملتی ہے شفاعت کی خیرات مہینے میں
 درپردہ سے کوئی بھی نا کام نہیں بھرتا --- سنتے ہیں وہ سائل کی ہر بات مہینے میں
 جس وقت کی رحمت سے ہے جام ظہوری کا --- ہے جلوہ نما ہر سو وہ ذات مہینے میں

ص ۵۱ ، نوائے ظہوری ، سال شاعت ہمارا اول ۱۳۹۱ء ، ناشر : مہیر پبلشرز لاہور

امید فاضلی : رہائی شاعری کی ممتاز شخصیت جو نظم و غزل اور حمد و نعت بھی یکساں طور پر لکھائی سے کہتے ہیں۔ لیکن کی شاعری میں زبان و بیان کے محاسن اور اسلوب کا خاص امتیاز نظر آتا ہے نعت میں انہوں نے زیادہ تر غزل کی ہیئت کو اختیار کیا ہے لیکن نظم اور اس کی مختلف متنوع ہیئتوں میں بھی حمد و شاعری تخلیقات کی ہیں۔ لیکن کی تحریف "میرے آقا پانچ حمدوں ، چھتیس تزیین و ہیئت کی مدح ، سول اور سولہ حکومات پر مشتمل ہے۔ لیکن کی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر نذیر احمد رقمطراز ہیں :

"امید فاضلی نے اپنی مدح نبی میں دشمنوں سے محبت کی ہی بات کہی ہے اور اس طرح انہوں نے جدید ذہن کی نمائندگی بھی کی ہے اور رجحان کی بھی۔"

پروفیسر بختی حسن کی رائے میں : "امید فاضلی نعت گوئی کے مقالات احرام سے باخبر ہیں۔ ان کے یہاں ہر یک وقت جذبہ دروں کی ہی سوز

آواز اور "قد و خموشی" کا گہرا شعور ملتا ہے۔

(پس ورق)

اکثر فرماں فرماتے ہیں۔ "اگر ان کو کسی مخصوص صنف کے حوالے سے دیکھنا ہی پڑے تو وہ غزل اور صرف غزل کے شاعر نظر آئیں گے۔ اس لئے کہ غزلیت جس کا دوسرا نام شعریت ہے ان کی شاعری کا جزو اعظم ہے۔ غزل ہی کا فیضان ہے کہ ان کے نعتیہ کام نے ہماری شاعری کو فکر و احساس کی نئی جست سے روشناس کیا ہے۔"

(پس ورق)

حصہ

ہم کی محنت کو قلم تحریر کر سکتا نہیں --- حرف موج نور کو زنجیر کر سکتا نہیں
 ذہن و دل کا مرکز و محور نہ ہو جب تک وہ ذات --- کوئی اپنی ذات کی تعمیر کر سکتا نہیں
 لا سے الا اللہ تک گر لو نہ دے ان کا جہاں --- منزلوں کا فیصلہ برعبر کر سکتا نہیں
 ہر عمل منسوب ہو جس کا خدا کے ہم سے --- کوئی اس انسان کو تسخیر کر سکتا نہیں

میں "مرے آقا

نعت

ہم اہل دل ہیں ہمارا ہی مقید ہے --- ہمیر عشق نبی دین ہے نہ دنیا ہے
 خود سے کہہ دو کہ حب رسول ہے پہلے --- نگو میں آئے سکے گا کہ گہرا کیا ہے
 ہر مقدوت ہو تو بارو چلو دینے چلیں --- انہیں کو دیکھیں، خدا کو تو کس لئے دیکھا ہے
 حرم یقین کی منزل ہے اور دینے میں --- اسی یقین کو حسن یقین ملتا ہے
 نظر کو حسن، غم کو شعور، دل کو سکون --- بھر ظرف اسی آستان سے ملتا ہے

(۲۵)، مرے آقا، سال طبع ۱۹۸۳ء، سیپ پبلی کیشنز کراچی

عزیز احسن: عزیز احسن، شاعر ہیں، ادیب ہیں، محقق ہیں اور نغمہ ہیں۔ تنقید و تحقیق کے حوالے سے ان کے بہت سے دلچسپ مضامین نظر سے گزرے۔ وہ بہت اچھی عمدہ اور نعت بھی کہتے ہیں۔ تا حال ان کی کوئی علاحدہ عمدہ یا نعتیہ تصنیف نظر سے نہیں گزری۔ لہذا رسالوں و جرائد میں ان کی حمدیں اور تحسینیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مضامین اور صفات و قہلیات کے حوالے سے خدا کی ذات کا عرفان ان کی حمدوں کا انحصار ہے۔ عزیز احسن کی تحسین شعور و عقیدت سے گندھی ہوئی ہیں اور ایک عالمانہ اور عارفانہ اساس رکھتی ہیں۔ ان کے نظم و نثر میں شائستگی و سادگی کا انداز اور سوز و جفا محسوس ہوتا ہے۔ ان کی نعتوں کو ہم بہت بکری کے سلیطے میں شلک کر سکتے ہیں۔

حصہ

جہرے گولہ ہیں بھی شام و سحر، شجر، نجر --- جہرے ہی ذکر میں تھن، ہرگ ہوں، پھول یا شجر
 مہ کو جبری چاہئے ایک حیات جلاواں --- اور مری حیات ہے لہوں کی طرح مختصر
 وہ جہاں دکھا مجھے میری اسی حیات میں --- میری نرپ کے آب و رنگ، میری دعاؤں کا اثر

مجھ کو بھی ہوں نصیب کچھ تیرے جمال کی، معنیں تیرے ہی کو سہر ہیں، تیرے ہی سب یہ جہاں
نعت رنگہ، نمبر شمار ۷، اگست ۱۹۹۵ء، ص ۲۶۵

نعت

نہ تو لوح کا تھا کس کوئی، نہ قلم ادات کا سلسلہ ترے نور کا یہ غفلت ہے کہ چلا حیات کا سلسلہ
یہ نیاہوں کا شعور بھی اسی مدد سے ہی تو دینا ہے در مصطفیٰ کی زکوٰۃ ہے یہ شعور ذات کا سلسلہ
خیر دوزخا نگہ گرم مجھے پھر ستانے لگے الم تجھے پھر دارالے لگا ہے اب نئی مشکلات کا سلسلہ
نیں عجز نہعت نبی نکھوں، تو امید ہے کہ پہنچ سکے مرنے ذات تک بھی جزا کے دن گرم و نہجات کا سلسلہ
نعت رنگہ، شمار (۱)، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۲۵۹

علیم ہاضری : علیم ہاضری ہمارے عہد کے ایک اہم نگار اور نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر وحید قریشی کی یہ رائے ہمیں
حیرت زدہ اور مسرت آفریں احساس عطا کرتی ہے

”مفسر حاضر میں اردو نعت گوئی میں اب تک دو نام بہت اہم تھے۔ فقط آج اب نور احمد نے پھر قادی۔ اب اس میں علیم ہاضری بھی شامل ہیں۔
انہوں نے جو کچھ کہا ہے، دل سے کہا ہے اور دل کی آواز نے ان کی شاعری میں ایک نیا رنگ شامل کر دیا ہے۔“

علیم (مطلع البدر علیہ)

ممن ہے کہ محترم ڈاکٹر وحید قریشی کی اس مدد سے کسی کو کمال التفیق نہ ہو لیکن اس دائرے میں علیم ہاضری کی شرکت پر یقیناً سب متفق
ہوں گے۔

علیم صدیقی نے اس کتاب کے طویل ویبے میں نہایت عالمانہ اور فاضلانہ باتیں نہایت صداقت اور جرأت و جرات سے بیان کی ہیں۔ جو
ہمیں دعوت فکری دیتی ہیں۔ انہوں نے علیم ہاضری کے بارے میں لکھا ہے۔

”موصوف نے میر اور نعت دونوں ہی ایمان و فکری جواں کا ہوں میں جو نایاں دکھائی ہیں۔ ایک طرف عہدیت کی اگساریاں ہیں اور دوسری
طرف فدائیت کی جاں نثاریاں۔ علیم ہاضری نے جو نیاں استعمال کی ہے وہ تو بہت پر شکوہ ہے کہ آج کل کے قارئین کے دل بجاوے اور
نہ اسے ایک خاص خطہ اعتدال کی حیثیت سے پہنچتی میں جانے دیا ہے۔“

ص ۱۵ و ۱۸

”مطلع البدر علیہ“ پر قاضی نور عزیز احسن نے نعت رنگہ میں جو تبصرہ کیا ہے وہ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور ہر پہلو سے قابل قدر اور
لائق استفادہ ہے۔ اس سے چند سطور:

”علیم ہاضری نعت شعرا میں سے ایک ہیں جنہیں مبداء فیض سے شعر گوئی کی اعلیٰ صلاحیت عطا ہوئی ہے اور انہیں اپنے ہاتھ میں کارج ہونے
تھار ہونے کی متفاوت بھی ملی ہے وہ اس دیار مقدس میں استیلا کا کام کے گھرے شعور اور محاسن کا کام کے پھر پور اور الگ کے ساتھ داخل ہوئے ہیں
ان کی شاعری میں سب سے زیادہ علامہ اقبال کے فکری اور شعری سبب کا پر تو نمایاں ہے۔ قصیدہ گوئی کی طرف جب ان کی طبیعت مائل
ہوتی ہے تو ان کے قصائد پر محسن کا کردار اور عبدالمعز خالدی جو لائی طبع کا اثر محسوس ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مقصد قصعی نہیں کہ وہ محسن اقبال، ممن

کا کو روئی اور عبدالعزیز خالد کے مقلد ہیں۔

میں ۱۸۸۱ء، نعت، رنگ شاد، مارچ ۱۹۰۰ء، شاعرانہ نعت کراچی

طلع الہدٰی علیہ حصوں پر مشتمل ہے ایک حصے میں حمد یہ اشعار ہیں اور دوسرے میں نعت۔ آغاز میں دس حمدیں ہیں، پھر دو قصائد حمد و نعت ہیں۔ اس کے بعد پانچ نعتیں قصائد، آخر میں کوئی ۵۵ اور دو نعتیں اور ۳ فارسی نعتیں۔

مندرجہ بالا آواز سے عظیم ہامری کی حمد و نعت کوئی کی خصوصیت امتیاز کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فن اصناف مبارکہ میں نہایت عرفان و ادراک اور بے حد شعور و بصیرت کے ساتھ اشعار کہے ہیں۔ ان کی شاعری کی فنی اعلیٰ حد پر معیار رکھتی ہے اور اس میں معنوی جمالیات اور فنی و جذباتی حسن بکثرت نظر آتے ہیں۔ عظیم ہامری ہمارے عہد میں ہمارے عہد کی حمد و نعت کہتے ہیں۔ قدیم روایت کا تعطر اور مصرعہ جدید کا ناظر فن کی تخلیقات کو عظمت و رفعت سے ہمکنار کرتا ہے۔ ایک نہایت دلکش قطعے سے انہوں نے آغاز کلام کیا ہے

نعت کہنے کی مجھے اللہ نے توفیق دی
شکر ہے عشق کا میری کچھ تو سامان ہو گیا
ایک مدت سے میرے پہلو میں جو ایشیا تھا
مجھ سے حمد و نعت من من کر مسلمان ہو گیا

حمد

خدائے زندہ کا پیغام ہے سدا زندہ — دو ذلت پاک کہ ہے عالم آفرینہ
کریم و مدد نواز و رحیم و عذیاں پوش — جزا دہندہ و بے چارہاں کا حمیدہ
زمین کا کوئی سدا نہ آہیں کا ستوں — جب ہے مصعب دو کون آفرینہ
تاگر اس کے ہیں جن و بحر، دوش و طہور — ترانہ سچ ہے قری تو سرو سازندہ
نوا و نعل و قلم مدح حق سے قاصر ہیں — بحر ہوں یا بول ملائک شاہکارندہ
لوا نہ مجھ سے ہوا شکر اک بھی نعت کا — حیم اپنے قلم پر ہوں مدح شرمندہ

میں ۱۳۰

نعت

دانشوروں کی عقل ہے اس مسئلے میں دیکھ — اک شخص نے بدل دیا سارے جہاں کا رنگ
دعہ آشنائے حکمت و عرفان ہوئی حیات — درد آشنا ہوا یہ جہان سفال و سنگ
آدم دونوں کو سیرت آدم گری ملی — اور دایمان امن سے خوگران جنگ
جو غول رلو تھے وہی لھرے پرانہ رلو — اور پاسبان زر سے کیت جو رنگ
آنکھیں حیا کے نور سے معمور ہو گئیں — سینوں سے دھل گیا بھی کبر و ریا کا رنگ

میں ۱۳۰، طلع الہدٰی علیہ، اشاعت جولائی ۱۹۵۹ء، شاعرانہ نعت، مکتبہ قدوسیہ لاہور

ڈاکٹر خورشید رخصوی : ڈاکٹر خورشید رخصوی شعر و ادب اور تحقیق و تنقید کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ ان کی تحریریں ان کے ہر جہت مطالعے اور ہمہ پہلو مشاہدے کی آئینہ دار ہیں اور اپنی معنویت اور افادیت کے اعتبار سے فکر انگیز اور بصیرت افروز ہیں۔
 حمد و نعت کے میدان میں انہوں نے نہایت جزم و احتیاط، سلاستی اور توازن کے ساتھ قدم رکھا ہے وہ اولیٰ حمد و نعت سے علمی سطح پر آئے ہیں اسی لئے ان کے یہاں انہیں دیباچہ اور اسلوب میں ایک عالمانہ متانت اور باقاعدہ شعور جلو فرما ہے۔
 وہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں زیادہ تر مہاجرات کا رخ اختیار کرتے ہیں اور سراں، بحر و نیاز کے ساتھ ان مراحل و منازل کو طے کرتے ہیں۔ انہیں قرب الہی کی گزند کے ساتھ ساتھ اپنی ہر سائی کا احساس بھی ہے اور جب شدت گزند کے ساتھ احساس ہر سائی آمیز ہوتا ہے تو جب کیفیت کے مطابق پیدا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی نعت میں بھی تنقید جذبات و فکر کی تمام تر شائستگی نظر آتی ہے اور وہ "نفس گم کردہ می آید" کی کیفیتوں کے ساتھ یہ سطر طے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے یہاں نعت میں بے حد تنوع ہے۔
 مقام نبوت، مقام جنت نبوی، تعلیمات و ارشادات محمدی کا پودہ ان کی نعتوں میں ہے۔ ان کے یہاں نعتیہ رسولی سیرت طیبہ کے جلال و مقام کا ایک محکم اور ہمہ گیر وسیلہ ہے۔

مناجات

کبریائی کی روا عرش میں پر رکھ کر
 ہے نیازی کی لہر صرف کرم گوشت ہوئے
 لیتہ زینت بھی لاہوت کی رفعت سے اتر
 دمعہ غمہ کوئیں سے نکلتے ہوئے
 ہوں مرے دل کی جرات میں سمت آ چھو
 چھوے ، غمہو کسی فہم میں سمت آتی ہے
 ہے مرے عرف سے باہر تری عظمت کا قندار
 چھوڑ دے میرے لئے اپنے عروج کا جہاز
 ایک ہی رنگ میں یکجہ دو مرے پاس نصیر
 ہوں تو تو کون سے مہر میں نہیں ہے لیکن
 میری دو ماندہ سی ، محدود سی ، محبوب سی آنکھ
 بس اسی ایک در پہ میں تجھے مانگتی ہے

تیسرا شعر مجموعہ ، صفحہ ۱۳-۱۴ ، الحمد للہ دہلی پبلشرز لاہور ، ۱۹۹۹ء

نعت

میر وہ نعت میں قدم رکھا — ہر دم سچ ، حق رکھا
 حلقہ عالمیوں کی بات چلی — سر صیلاں لوب سے لم رکھا

صانع کائنات کی نعمت مقصود — جس کی خاطر یہ کیف و گم رہا
 دستِ مہربانی صحتی کے لئے — دل میں سوز اور غم میں گم رہا
 ہاں ہی آخر میں گم کے لئے — رہا سستی میں نہ رہا و ہم رہا
 تیری سستی نے فرق امت پر — نہج سرچنی ام رہا
 ہر ایک خدا زبانی ہے — سب ناموں کو جان سم رہا

نعت رجب شہر ۲۰، مئی ۱۹۷۷ء، ص ۵۷

خالد محمود خالد : خالد محمود خالد کی نعت گوئی بہت سے محسن و موصوف کا مجموعہ ہے لیکن ہمارے نزدیک ان کی بیاد و صفت و حسن میں کی سادہ پائی ہے۔ دلکشی آمیز سادہ پائی جس کے سبب خواہم و خواہم سب پر دوا تازہ و نئی ہے اور اسی سادہ خالد کو محاسن میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ خالد نعت خواہ بھی رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ نعت خوانی اور نعت سرائی کے لئے نعت کہنے کے مطالبات اور منکبات کیا ہوتے ہیں۔ وہ انہیں نہایت سلیقہ شعاری اور فریے سے رستے ہیں۔ وہ اکثر عریل اور میں نعت کہتے ہیں جو کہ نوازش الہان جہد نعتی حسن کے ساتھ ان نعتوں کو لوگوں کے چھوٹی ہروں کی فطرت بھی اسی سامان جمال سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے سیکڑوں نعتیں کہیں ہیں اور غزلیہ و نعت روار بھی ہے جس کا جملہ و فقط "محسن" کے حلازمات کو پورا کرتا ہے۔

خالد نے صرف اور صرف حمد و نعت کہی ہیں اور اپنے ذہن و فکر کو اسی جادو و تصویر پر رومہ دکھایا ہے۔ ان کے یہاں مثنوی اور ملی و چنگی اس قدر ہے کہ ممکنہ قوالی کو صرف کرتے ہوئے بحرِ اشعار بلا تھکن کہتے چلے جاتے ہیں۔ جب وہ نعت مسلسل کہتے ہیں تو اس کمالی میں بے چلو چڑیہ ہو جاتا ہے۔

پروفیسر منظور حسین بھٹی چوہدری کے قول "انسان و بیان کی پاکیزگی اور عفت و طہارت اور ان کی رعیت اور نہ رست، مضامین کا حسن اور الفاظ و تراکیب کی شوکت و شہ شہ کی چستی اور عشیات و استعارات کی جدت۔ لفظی و معنوی جمال کے ساتھ مسائل و ادب کا استعمال، لفظی و علمی و تمدنی ہر لحاظ سے بے مثال"

حفظہ صاحب "فاشوائی" میں رقم طراز ہیں۔ "خالد محمود کی نعت کا گہری مضامین نسبت درمست خیر الایام ہے جسے دورِ نیا کرتی کی عزت و قہر کا ضامن قرار دیتے ہوئے کئی دہائیوں میں باندھتے چلے جاتے ہیں"

ص ۲۰، حسن نزل

خالد محمود کی نعتوں میں بے شمار مضامین و موضوعات نظر آتے ہیں۔ ان کی نعت مخلص بہ بات و واردات کا اظہار بھی ہے اور ملت کی اجتماعی حالت و کیفیت کا مظہر نامہ بھی۔ ہر شعر سوز و گمہ از کی کہنی میں تپ کر وجود میں آتا، نعرہ تار و سوز تار ہے۔ ان کی نعتوں کا ایک منشا کردار سازی اور افکار و اعمال کی تربیت بھی ہے۔ وہ مقلد تصوف کے آدمی ہیں اور اس رنگ نے ان کی نعتوں کو محبوب سا لچے میں ڈھالا ہے۔ انہیں اہل فطرت سے نسبت ہے اور وہ خود صاحبِ فیض و ارشاد ہیں۔

وہ ہر صدیقی کے دوا تازہ و صفا میں ہیں اور اپنے سرمایہ نعت کو استرا کا فیضان نظر قرار دیتے ہیں۔ خالد محمود کے نامہ اعمال میں مجموعے ہیں۔ قرار چاہیں (۱۹۷۲) محسن نزل (۱۹۷۷) اور قدم قدم سے (۱۹۷۸)۔ قرار چاہیں پاپ ہو گیا فاس لئے ان مجموعے کی فطرت قدم قدم سے ہم سے ہم شامل کر دی گئی ہیں۔

حصہ

کیا محمد کریم کی میری نہیں تھی — میری نشانیاں ہیں اسے ہے نشان تیری
کون و مکان کی ہر شے ایک کلمہ رہی ہے — ہر ست کوئی ہے ہم لائن تیری
تیری رحمت کی آغوش ہے کشادہ — ہر امن کی امن ہے ہے قلب امن تیری
خالہ کو زندگی کا احساس تو نے عطا — چاہی ہے امتحانات اسے مستحق تیری

میں ۲۵، قدم قدم مجھے

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا، نہ زندگی میری زندگی ہے — یہ سب قہر اکرم ہے آقا کہ بات اب تک ہی ہوئی ہے
کسی کا ایمان کیوں افراس، کسی کو عبادت کیوں بتائیں — حق سے مانگیں گے تم ہی دو گے، قہر اسے دوسری کوئی ہے
قیصوں کے گھیل تم ہو، سزاؤں قلب قلیل تم ہو — عداوتی روشن دلیل تم ہو، یہ سب قہر ہی روشنی ہے
عمل کی میرے سانس کیا ہے جز ندامت کے پاس کیا ہے — ہے سلامت قہر ہی نسبت، مرا تو اک آسمانی ہے
عطا کیا مجھ کو درد الفت، کہاں حق یہ مد خطا کی قسمت — میں اس کرم کے کہاں تھا قہر، حضور کی مدد پروری ہے
میں ہے خالہ اساس رحمت، کیا ہے خالہ سائے عظمت — نبی کا عرفان زندگی ہے، نبی کا عرفان زندگی ہے

میں ۲۶، قدم قدم مجھے

کر انجام بھی ایمان کی روشنی کے لئے — اور شرط ہے اکرم محمدی کے لئے
حق ہوا ہے کرم بند پروری کے لئے — کشادہ دامن رحمت ہے ہر کسی کے لئے
میں ہے حسن عمل پاس آنسوؤں کے سوا — چلا ہوں لے کے یہ موتی در نی کے لئے
مرے تو آپ ہی سب یکہ ہیں رحمت عالم — میں ہی رہا ہوں نہانے میں آپ ہی کے لئے
قہر ہی نعت سائے، سنے، پڑھے، لکھے — ہر شرف ہے یہ خالق کی زندگی کے لئے

میں ۱۸۳، قدم قدم مجھے، سال طبع ۱۳۹۵ء، ہجر ۱۴۱۷ء، ہجر ۱۴۱۸ء

رشید وارثی: رشید وارثی سرور و محبوب اور تحفہ و تحفہ کا ایک مستتر ہم ہے۔ ان کی تحفہ کی حقیقی تحریریں ملی مگرانی، توہن، استعداد اور
تعلیم کی آئینہ دار ہیں۔ ان کے متنوع موضوعات پر مقالات کو الہامی تحریر قہر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے یہاں محمد و نعت نگاری کی اساس عجیبہ
شعور پر ہے جس میں کیفیات عشق کا استخراج ہوتا ہے۔ نہ انکی تخلیق، قدرت، حکمت اور وسعت رحمت کے مطابق ان کی محمد کا خاصہ ہیں۔ ان کی
نعتوں میں چندہ کی مدافعت، لہر کی مدافعت اور ایک ماحققہ سرستی کا سلیقہ زندہ اکبر چاہا جھلکا ہے۔ ان کی محمد و نعت کا مطالعہ قارئین کیسے عشق افزا
ہی ہے اور میرات افراد بھی۔

حصہ

مقرر وقت، ہا نہ ہر میں تو — جلوہ شان میں تو، ہوا کردار میں تو
محمد کرتی ہے تری دانوں جہاں کی مخلوق — خدا ہے معروف مگر مدح سرکار میں تو

عقب مومن ہے ترا عرض . یہ رحمت ہے تری --- لب ما سکتا ہے دہرین کے انظار میں تو
کشتیوں سب کی کنارے سے لگا دیتا ہے --- جہاں رحمت کے بھلا دیتا ہے منہ خدا میں تو
ص ۱۸۳ ، جہاں نمبر ۱۰ ، ستمبر ۱۹۹۱ء ، ناشر : جہاں محمد پبلی کیشنز کراچی

نعت

محض شام دین میں کھلی ہیں آنکھیں --- ترجموں دل کی بیش سے رہی ہیں آنکھیں
کسی پتھر کی تراشیدہ نظر آتی ہیں --- ان طرح کلمہ فطرا پہ مبنی ہیں آنکھیں
ہم سرکار پہ آنسو امند آتے ہیں رشید --- اپنے ابد لو کی آنکھوں پہ مبنی ہیں آنکھیں
ص ۵۲ ، اعلان نعت مرتبہ مسیح ربانی ، دسمبر ۱۹۹۳ء ، ناشر : مسیح پبلشرز کراچی

امین راحت چغتائی : تمام تر ذہن و صورت قریبوں اور بلیقہ و تہذیب کے ساتھ حمد و نعت کہنے والے شاعر ، حمد میں صفات و تجلیات کے حوالے سے ذات الہی کا عرفان ، مجرہ و بدیت کے ساتھ اپنے مہر و عقل سے ربط ، اس کی قدرت و حکمت کے مضامین اور تخلیق و نظم کائنات کے آئینے میں اس کے مظاہر قدرت دیکھنے کا اسلوب۔

نعت میں عقیدت کی سرشاری اور شعور و ادب کا سوز ، اہدے اور فکر کی خوش راہی سے گھانے دھونے کا عمل ، حضور پروردی جب عقیدت اور اطاعت و تخلیق کا رنگ ، فضائل محمدی کے آئینے میں مظاہر نبوت و رسالت کی آئینہ داری و عکاسی۔ مدینہ و رسول میں حاضری کی تمنا سے دھڑکے۔ یہ تمام شاعری حسہ بیان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی اور ریاضت و قدرت فن کی دلیل ، ابوالخیر کشتی ان کی نعت کو یوں خراجِ حسین ادا کرتے ہیں۔

"لنکوں کو صرف کرنے کا بلیقہ انہوں نے اللہ سے اسی لئے طلب کیا کہ مدح سرکار کی راہیں سل ہو سکیں۔ کہ وہ حق انہوں نے شعرو و غن کی دہری میں زندگی کے پچاس سال گزارے ہیں۔ اس طویل مدت میں انہوں نے الفاظ کو مسخر کیا۔ اپنے لہجے کو تراشا، موضوع اور اسلوب کو ہم آہنگ کر کے اہل اللہ و دہریوں کو مدح سرکار مدینہ کا حق ادا کرنے کے لئے مملی اور فنی طور پر مسرف رہے۔"

ص ۲۲۹ ، نعت رنگ شہرہ ۱۰۰ ، اپریل ۲۰۰۲ء ، مقالہ امین راحت چغتائی کی نعت گوئی از ڈاکٹر ابوالخیر کشتی

حد (جوہر آئینہ)

میں آئینہ تو ہوں لیکن
جگہ میں میں تیری ہے
کہ آئینہ بھی آخر میں سے باہر نہیں کچھ بھی
جو صورت اس میں جلوہ گر ہے وہ میری ہو یا تیری
وہی نقش حقیقت ہے ، وہی نقاشی فطرت ہے
کہ نقش ذات ، نقش بین و خلاق ازل کے ماسوا کیا ہے
مگر کچھ ماسوا بھی ہے

کہ قلعہ معاشرہ کا نکتہ رنگ ۵۰ میں وہ جلاکب تھی
جو ہر ملہامیرت پر مقامات مقلد کو منعکس کرتی
بکی پیغام مٹی اور بکی پیغام مٹی
یہی اکہ ہلاک مٹتے تہ جو آخر و جلاکب، اٹلی کی صورت
ہو گیا ناظر

اسی سے حیرے انور و جمال ہاں فزائی و مہم عالم میں
مگر یہ جوہر آئینہ بھی حیرا کر م ہے، آئینہ کیا ہے
ترائی نور ہے لب شادہ مشورہ کچھ کہ لیں
اسی سے روشنی جیسیم کے سرور اچھے
ہی سے مشیت خاک ہے ہر آئینہ کھلا ہے

ص ۳۱۹، انتخاب مہر و نعت، جولائی ۱۹۹۰ء، ناشر: حضرت حسان مہر و نعت، ایک ورک پاکستان کراچی

نعت

نواب میں جب بھی کبھی حضرت انور و نیکوں — اپنے بیکر کو سر لوج شیا و نیکوں
حیرے قدموں کے ہیں دولت ہی آئینہ بہ ست — کاش اس آئینے میں اپنا سراپا و نیکوں
یہ آئے ترے دلان کرم کی دست — چاندنی رات میں جب دامن صبرا و نیکوں
جب بھی اندوہ کے لہروں میں پھروں چھو کو — غلبہ شب سے نمودار سویرا و نیکوں
میرا بڑی، مرا مولا دو رسول رحمت — جس کے انور میں راحت و رکب و نیکوں
ص ۳۱۹، میرا نعت، ترتیب حفیظ صاحب، سال مئی ۱۹۹۰ء، پاکستان رائٹرز گلڈ، لاہور

قرروارثی : کراچی میں امتنان وارثیہ ایک ایسا ادارہ ہے جو فروغ مہر و نعت کے سلسلے میں تاریخ ساز کردار ادا کر رہا ہے۔ ان امتیازات مہارنگ
میں تحقیقی، تنقیدی اور تحقیقی سطحوں پر اس ادارے سے دھڑا افرانے و قیام کام کیا ہے۔ قرروارثی اس کے عالم اعلیٰ ہیں۔ ایک نیا کام، جیت ہم نعت کے
نوب نوامکات کے دائرے میں تیار کرتے ہیں یہ ہو رہا ہے کہ امتنان وارثیہ نے نعت کے ایسے طرزی مشاعروں کا آغاز کیا ہے جس میں صرف رو نہیں
متعین کی جاتی ہیں اور شریک شعر اخذ و رد قوائی کا انتخاب کرتے ہیں۔ سال کے بارہ مہینوں کے بارہ مشاعروں میں پڑھی گئی ایسی نعتوں کو کتبلی شکل
دے دی جاتی ہے۔ یہ مشاعرے ملک کے مختلف شہروں میں ہوتے ہیں ہر ملک سے باہر بھی انہوں نے رونگ کیا ہے۔ ایک سال کے بارہ مہر یہ مشاعرے
بھی نکھار کر دیئے گئے ہیں۔

اب ملک کے نعتیہ مشاعروں پر مشتمل کتب کے نام خوشبو سے آسمان تک، جلوے، حیات، آراستہ، آب و تاب و رنگ و نور، بنال اندر بنال
اور مہر کا حرف حرف ہیں اور مہر یہ کتاب کا نام مہارنگ لڑیں ہوا ہے۔ مہر و نعت کی توسیع و فروغ کے اس عمل خیر میں قرروارثی کی کوششیں نمایاں
لہجہ اور لائق تحسین ہیں۔

قرواری خود بھی اعلیٰ درجے کے نعت گو ہیں اور جن بزرگوں سے ان کو فیسی تعلق اور معنوی نسبت ہے، ان کے فیوض کی جلی بھی ان کے کلام پر عکس رہا ہے۔ اب تک ان کے دو مجموعے شمس الضحیٰ اور کشف الوری طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی نعت گوئی کے بارے میں چند آراء: رئیس امر وہی: "ان کا رجحان تغزل جدید احساسات اور طرز فکر کی نمائندگی کرتا ہے۔ سب سے زیادہ ہمد لطف نکتہ یہ ہے کہ نعت کے آہنگ کے پس منظر میں بھی تغزل کی لطیف و دل پذیر غنائیت اور جمالیاتی تخیل کی لطیف گونج موجود ہے۔"

"شمس الضحیٰ" ص ۱۰

اختر کھنوی: "عشق رسول ہی کا اعجاز ہے کہ ان کی شخصیت میں بھی شائستگی ہے اور ان کے فن میں بھی نکھار اور دل تو بڑی ہے ان کی سوچ کا وسیلہ و دل ہے جس میں سرکار کی محبت ہے اور محسوس کرنے کا وسیلہ وہ دماغ ہے جو حضور کی سیرت مبارکہ کی خوشبو سے معطر ہے۔"

ص ۳۸، شمس الضحیٰ، اشاعت اقول سنہ ۱۴۱۷ھ، ناشر: مہتاب احباب خن پاکستان کراچی

حنیف صاحب: "انہوں نے نعتوں کی زمینوں کو نوپ نور دینوں سے آراستہ کر کے بہت پرکشش بنادیا ہے۔ بحر طویل روٹیوں کو مہمانے میں انہوں نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ نئی زمینوں نے انہیں نئے نئے مضامین بھی عطا کئے ہیں اور اس طرح ان کی نعت قنار، جنتوں، نسبت، حقیقت، نیاز، گداز اور انکسار ایک ایسی دھنک بن گئی ہے جس کے رنگ نظر کو نشاط اور دل کو کیف و سرور عطا کرتے ہیں۔"

کشف الوری (کلیپ)

ڈاکٹر بلال خیر کشلی: "آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ قرواری کی شاعری دل کی شاعری ہے مگر اس میں فکر اور غور و تجزیہ بھی شامل ہے۔"

ص ۸، کشف الوری

قرواری کی نعت گوئی کی بنیاد شعور پر ہے۔ ایسا شعور جو تیز روشنی بن کر قدم بہ قدم ان کو راہ دکھاتا ہے اور انہیں سربلست و مستقیم پر رکھ کر منزل مقصود و محمود کو ان پر چہرہ کشا کرتا ہے۔ اس شعور کے سبب قرواری آداب نعت گوئی کے رموز و نکات کا عرفان کامل رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں اسی شعور کی برکت سے احتیاط، اعتدال، توازن اور سلیقہ مندی موجود ہے۔ نیز قرواری کم مائیگی اور بیچ مقداری اور غر فن کا بھی مکمل احساس ہے۔ اسی احساس نے انہیں شعور سے ہمراہ منہ کیا ہے۔

حمد

کیا مجھ کو جلدت ہو تری حمد و ثانی --- تو مالک و مختار ہے میں ذرہ خاکی
سب کچھ ہے ترے ایک اشارے کی بدولت --- دریا کی روانی ہو کہ جنبش ہو ہوا کی
رکھ جھوٹی لٹا سے مجھے محفوظ بیٹ --- توفیق عطا کر مجھے حلیم و رضا کی
ص ۳۴، شمس الضحیٰ

نعت

جب سے دیکھا ہے فضا کے کوچہ طیب کا رنگ --- گفتگو کرتا ہے مجھ سے عالم بالا کا رنگ
روشنی اس کا مقدر، آگہی اس پر خدا --- جس کو حاصل ہے ہم عشقِ حب والا کا رنگ
جس کو آجائے شعور اتباعِ مصطفیٰ --- تاکہ دیتا ہے رخ امروز میں فردا کا رنگ
جل اٹھے ہیں مرے حق میں بھی ضروری کے دیئے --- کتنا روشن ہے مآل مدحت آقا کا رنگ

اے قمر انرا جو بحر اسودا سرکار میں — — — — — تیرا کیا ہستی سے اس کی ، طبع لہو کا رنگ
ص ۳۰ ، کتب النوری ، پتوری ۱۹۹۹ء ، ناشر: پاکستان وارثیہ کراچی

خاطر غزنوی : معروف و ممتاز ادیب و شاعر ، صاحب تحقیق ، کئی زبانوں اور ان کی ادبیات تک رسا ، حمد و نعت میں ایک منفرد مقام کے حامل اور
اس صنف کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے ساتھ ساتھ نئے تجربات سے دلان حمد و نعت کو معیور کرنے والے ، نور علی آفاق کی جستجو میں گرم
سفر جذبات و محوسات کی شدت و کثرت اور ان کے اظہار میں قادر الکلامی ، ان کی مدوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے محدود
اظہار کا اظہار اور نعتوں میں جذبہ سرشاری کے ساتھ ساتھ شعور و سلامت روی ، ان کی طبعی ابتداء پسندی زمینوں اور جازہ حطامین کی تلاش میں رہتی
ہے۔ ذاتی جذبات کے اظہار سے لے کر اجتماعی مسائل و افکار کی فضا سے ان کی فحشیں بد ہیں۔ انہوں نے حمد و نعت نگاری میں ایک توسیع یہ کی ہے کہ پشتو
شعر اور پاکستان کے دوسرے صوفی شعرائے شاعری کے منظوم تراجم مصرعہ کے لسانی و لونی تقاضوں کے مطابق کر کے آفاق حمد و نعت کو وسعت
فراہم کی ہے اور ہمارے مہر کے نعت نگاروں کو نئی تہی و کھائی ہیں۔ ”سلسلہ انوار کا“ سن کی حمد و نعت کا ایک دل آویز اور اثر آفریں مجموعہ ہے۔

حمد

مرث کے وال کچھ تو ہماری بھی سن گن لے — — — — — آ اور آرزوئیں کے آنسو موئی جن لے
ہمارے رنگ دنوں کے الجھے الجھے دھاکے ہیں — — — — — تانے بانے کو سلجھا دل چلور بن لے
دل پر تیرے پیاسے پٹھے ہیں آس لگائے — — — — — سب کی دہائیں ایک سی مولا سب کی سن لے

ص ۳۱

موسیقی کے آئینے میں

بھی سروں کا چندن تو — — — — — مرے حواس کی جھانجھن تو
ما رے گا ، پا دھانی — — — — — کوں تیر کا دھن تو
سرم سات سروں کی ہے — — — — — شہ میں سر ، سپورن تو
اپنے پیٹے لٹا دین — — — — — ان سب کا ہے کارن تو

ص ۳۲

اے خدا میرے خدا دائم و موجود خدا — — — — — جو تیرے ہی قائم ہے وجود دنیا
دوسرا کوئی بھی معبود نہیں تیرے سوا — — — — — اب کسی اور کو معبود مانت میرا

(لو جمال خان ٹنگ) ص ۳۰

نعت

محمد کو نہ کرتا مگر خدا پیدا — — — — — تو دنیا کو بھی پھر پیدا نہ کرتا
ہوئے خاتم نبوت کے محمد — — — — — نبی کوئی بھی اب پیدا نہ ہوگا
اسی کا نور چھلکا تھا جہاں پر — — — — — جہاں میں جب کہ تھے آدم نہ حوا

محمدؐ چارہاں ہے — محمدؐ آسرا ہے ہر دہلی کا
 در احمدؑ کا بیوں چاروب کش میں — نہ دور اس دور سے کہ میرے خدایا
 ص ۳۲ ، سلسلہ انوار کا ، سال اشاعت ۱۹۹۱ء ، پشاور سنڈیکٹ آف پبلشرز ، پشاور

حسن احسان : حسن احسان کے نعتیہ مجموعہ "امس و اکمل" پر چھ انوار

"حضور کے ساتھ حسن احسان کی محبت و عقیدت پوری طرزاً ادب سے وابستہ ہے۔"

احمد ندیم قاسمی ، ص ۹

"حسن احسان کی نعت کا امتیاز و اختصاص ان کے معجزانہ قلب و لہجہ میں ہے جو ادب آشنا ہو کر ذات و صفات حضور ﷺ پر مرکوز ہوا ہے۔ حسن احسان کی نعت کا موضوع و فکری انقلاب ہے جس نے زندگی کے تمام شعبوں اور افراد کے سبھی طبقوں پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔"

حفیظ تائب ، ص ۱۲ ، ص ۱۵

کتاب کے آغاز میں چار محمدیں ہیں پھر غزلیہ بیعت میں کم و بیش پالیس نعتیں ہیں۔ درمیان نعتیہ کادھیں بھی ہیں۔ جیسے "نہایت العظمیٰ علی ہما" زائرین کیلئے ایک نظم، حضور سرور کو نمین، ایک فریاد۔

حسن احسان کے یہاں نعت اپنے جدید معنیات و مسائل اور موضوعات و افکار کے ساتھ آتی ہے اسوں نے روایت سے بیعت اور دوسرے فنی تلازمات ضرور لئے ہیں لیکن اس فریم میں نوبہ نو تخلیقی کوششوں کو نہایت سلیقہ مندی کے ساتھ زریعہ قسطاں کیا ہے۔ ہذب کی صداقت اور باطنی و اعلیٰ محسوسات و کیفیات کو قالب نعت و ثنائی میں ڈھالا ہے۔ قدرت کلام، اندرت فکر و خیال اور جدت اسلوب ہر شعر سے جلوہ آتا ہے۔ حسن احسان کے یہاں نعت جہاں ہذب کا انعکاس ہے وہیں تفکر افزا بھی ہے۔ وہ سیرت طیبہ کے اجاگر کو آشوب امت کے مسائل کا حل اور عالم انسانی کے لئے نوید امن و آسودگی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

حمد

سر الملائک ہے وہ نور تہ دریا " ہے — ازوہ خاک سے ہر آن ہو یا " وہ ہے
 پہڑیاں جتنی ہیں جب خشک زمیں کے لب پہ — رختیں ان کے گھاٹوں سے نہ سنا " وہ ہے
 سینہ " سنگ میں کرک کہ بھی دے رازِ مہم — یہ حقیقت ہے کہ ہر ذات کا داتا " وہ ہے

ص ۲۵

نعت

فہر وہ کو شمسائے نو بید کیا — غریب شر تو ہوا نے شریہ کیا
 محبتوں کے سبھی حرف لونا دل پہ لکھے — شامتوں کو معافی سے بیکار کیا
 ازل لبہ کی صدیں بے گناہ آن کے لئے — خدا نے جس کا سر عرش انتقاد کیا
 " آفتاب حقیقت " آفتاب صفات — اسی نے علم کو منشور اقتدار کیا

ص ۳۲ ، ص ۳۳ ، امس و اکمل ، سال اشاعت ۱۹۹۱ء ، پشاور احکام اسلام فاؤنڈیشن

مہارک موگیری : نعتیہ تصنیف کا نام "ذکر ارفع" ہے جو تین صدیوں میں چند نعتیہ نگاروں، ۳۵ نعتوں اور آخر میں قطعات و رباعیات و مناقب پر مشتمل ہے۔

آرا:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری: "مہارک موگیری نے حضور اکرمؐ کے اوصاف مہارک کی مدد رکھی وہ ہر جہتی کو اپنے دامن خیال میں سمیٹنے سے نئے شعری بیوتوں کے سارے دروازے کھول دیے ہیں۔"

۸ ص

بظہار پوری: "نعتیہ نظم کے علاوہ انہوں نے غزل کی حیثیت میں بھی بہت سی مسین و جمیل نعتیں کہی ہیں جو صہب رسولؐ کی کیفیتوں اور سرشاریوں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔"

۱۰ ص

احمد ندیم قاسمی: "مہارک موگیری کا رنگ سخن توقدیم ہے مگر موضوع سخن اس لحاظ سے جدید ہے کہ وہ قوم و ملت کے مسائل کو بھی نعت کا حصہ بنا دیتے ہیں اور حضورؐ کی تعلیمات سے فن مسائل کا حل اُصولاً لاتے ہیں۔"

(فیپ)

مہارک موگیری اگرچہ روایت کے پابند ہیں لیکن روایت کو بھی انہوں نے نئی سیاق و سباق سے مدد ہے اور روایت کی انہی خصوصیات و علامات کو اختیار کیا ہے جو عصر حاضر میں قابل قبول ہیں۔ ان کے یہاں صہب رسولؐ، عقیدت کے رنگ اور شعور و احتیاط کی خوشبو میں آمیز ہو کر نمایاں اثر آفریں ہو جاتی ہے۔ نعت میں ان کے یہاں سب موضوعات ہیں جو نعت کے دامن کو نگہل اور مطمئن دیتے ہیں۔

حصہ

لکھا ہر جگہ تمرا ہے ، منزل ہمارا سحری — تجھے میں نے وہیں پلا جوں کی جہتو میری
یہ قدی ، جہادی ہا اپنی جگہ سولا — امید افزا ہے لیکن آئے لافعلو سحری

۱۵ ص

نعت

وہ فخر ہوئی شہر نگر ہے — کام شوق کا جہتو میں سر ہے
خدا کے بعد ہم آتا ہے ان کا — نصیحت کا یہ قصہ مختصر ہے
یہ کہتی ہے شہر اللہ بھی — روائے مغرب امت کے سر ہے

۵ ص ، ذکر ارفع ، طبع ۱۹۵۵ء ، مہارک موگیری میموریل انڈی کرانی

فہیم تقوی : سید ابوالخیر کھنکھل کے پیش لفظ کے اقتباسات سے فہیم تقوی کے ذکر کا آغاز کیا جاتا ہے۔ مہمیت کی نعتوں میں کی اسلوب نظر آتے ہیں۔ کہیں ہندی الفاظ کا جہاد چلایا ہے اور جوں محسن کا کوہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ کہیں غزل کے تمام بلاغور، موزون نعت گوئی کے لئے عقائد انداز میں صرف کیا ہے۔ اپنے اہم گرامی حضرت ضیاء امتدادی اعلیٰ اللہ مقادیر کے ذمہ اثر جناب تقوی نے شاعری کے کھانگی حامن اور معیار کو

پوری طرح سمجھا لورہ تا ہے اور ایک باشعور زندہ فرد کی حیثیت سے اپنے ہمہ کے عزیزین حاضر ادب کو اپنی شاعری کا جزد دیتا ہے۔

ص ۹، ص ۱۱

ہجرت کے آغاز میں ایک حمد ہے پھر نعتیہ قصائد، جن کے منونات یہ ہیں: ظہور مقدس، مدح فیہ ایشان، سبحان اللہ فی امرئ، کاب قوسین، نور یزدانی، آخر میں فزادہ نعت کی نعتیں ہیں۔ نعیم تقویٰ نے اس حمد میں جبکہ قصیدہ، تقریباً متروک ہو چکا ہے، اس منصف کو دیارِ زندہ کیا ہے۔ یہی بات یہ ہے کہ کوئی صحت شعری قصیدے کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ اس میں کسی موضوع پر انحصار خیال اور دہلاؤ تسلسل معنوی وحدت وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے اور بات ایک منطقی کیفیت پر تمام ہو جاتی ہے۔ آخر قصیدہ نگاری کو ہمارے حمد میں اس کے روایتی اجزاء کے تحلف سے آڑ لکھ دیا جائے اور اس کے اشعار میں اعتدال اختیار کیا جائے تو اس کا انبیاء و نعت کی امتزاج میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ نعیم تقویٰ نے اپنے قصائد میں انہی حلازمت کو دیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کے قصائد لائق مطالعہ ہیں۔ نعیم تقویٰ کی نعتیں بھی کلاسیکی روایت کی پامنداری اور جدید تحفظوں کے حلازے کے سبب اہل ذوق کے لئے کیف اندوزی کا باعث ہیں۔

حمد

پلے حمد خدا لوں پر ہے --- میرا محبوب رب اکبر ہے
ہے حمد، ہے مثل تو کتنا ہے --- مدحت کی حمد سے بالا ہے
وہ ہے موت و حیات کا خالق --- اس ہمیں کائنات کا خالق
انہی بھی ہیں اس کے در کے غلام --- میں گدا لولیا ہوں یا ہوں غلام
کیا ہو تعریف اس کی رحمت کی --- انہی کھج کر ہدایت کی
میرے آقا محبوب یزدانی ہیں --- جان اسلام و روح ایمان ہیں
ایسی تخلیق ذوالجلال نہیں --- میرے سرکار کی مثال نہیں

ص ۲۰

نعت

غائب در محبوب سے چرے ہوئے ہیں --- چرخ و قمر ہم سے ضیا مانگ رہے ہیں
آ سکتی نہیں پاس کبھی دھوپ اہل کی --- ہم قبلہ ہم زبیت کے سایے میں پلے ہیں
تقویٰ ہے میرا ہمیں دلان دبیر --- ہم فن سے ہیں مشغوب رہے ہیں کہ بھلے ہیں

ص ۳۴، ہجرت، سال ۱۳۵۷ء، نشر مجلس انکار اسلامی کراچی

سر فراز لید: سلام، منقبت اور مرثیہ نگاری، سر فراز لید کی شناخت بھی سے اور امتیاز بھی۔ ان کی روایتی تخلیقات ان کے جذبہ عقیدت و ان کے علم و خبر و ان کے فنی و معنوی کمالات و محاسن کا مظہر ہیں۔ ان کی روایتی شاعری میں جزوی طور پر حمد اور نعت کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ عظیم و صورت میں بھی انہوں نے نعتیں کہی ہیں اور ان میں بھی اپنی استعداد اور مصداقیت کے جوہر دکھائے ہیں۔
سر فراز لید کی نعت گوئی میں جذبات عقیدت و فیثلی، منور سے قلبی محبت اور سیرت پاک کی اعانت و مستحکات کے مضامین جزد و انحصار کے

ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ان کے دل و نگاہ کا غلط کرنا غلط ہے جس کی نسبت سے شوقِ حاضر اور ذوقِ حضوری کے خیالات ان کے یہاں چھلکے جاتے ہیں۔ حضور پاک پیغامِ انسانیت ہیں اور انہی کی تعلیمات و تہذیب پر عمل کر ملتِ اسلام اور اقوامِ مسلمہ کو سلامتی اور نہایت درخشندگی کی معاد قیام اور کائنات میں آسپنا ہے۔

سرفرازانہ کے یہاں زبانِ بیان کی لطافتیں اور اسلوبِ اظہار کی نہر تھیں۔ رجبِ جمال و کمال پائی جاتی ہیں۔

نعت

یہ نور بات کبھی سامنا ہوا بھی نہیں — دلِ ان کی بار سے غافل مگر رہا بھی نہیں
 کرم اور ایسا کرم جس کی انتہا بھی نہیں — وہ مل گیا مری نقدِ ہر میں جو تھا بھی نہیں
 مطالبہ کبھی ان سے کوئی کیا بھی نہیں — ملا وہ حسبِ ضرورت جو سوچنا بھی نہیں
 خدا ہے مرہاں دیوانہ "موت" پر — دوا کا ہوش تو کیا فرسبِ دوا بھی نہیں
 مثلِ کن کی نہ اوصافِ بحر کے پردے میں — نہ اب ہے ان سانہ ہو گا کبھی ہوا بھی نہیں
 کرم یہ ان کا کہ میری طرف ہے دستِ عطا — مرا یہ حال مرا کوئی دے گا بھی نہیں
 جہاں کی راہ کا رہبر بناؤ عشقِ رسول — آہ کچھ اس کے سوا اور راستہ بھی نہیں

انتخابِ نعت "زمرتِ قلم" ص ۳۷، طبع کائنات نیشنل آئٹم پریس، کراچی۔

سال اشاعت: دسمبر ۱۹۸۸ء، بشر: x ملوب، نیشنل بک آف پاکستان

ریاض حسین چوہدری : ریاض حسین چوہدری کی نعت میں وہ تمام لمبی اور معنوی مخازنات ہمیں نظر آتے ہیں جو روایت سے جدت کی طرف سفر کرتے ہوئے عصری نعت میں ہونے چاہئیں۔ آج کی نعت جملہ روایت کے اجزائے مختلف سے پر دامن ہے وہیں امت کے اجتماعی احوال و مسائل کی عکاس اور ترجمان بھی ہے۔ یعنی عصر حاضر میں نعتِ ذات اور انجمنیت، دونوں پہلوؤں اور جہتوں کی تلاش کی گئی ہے اور اس مجاہدِ خدا اور مہرِ کائنات کی شانِ محبوبیت اور مراتبِ ہر حیت کی مضاف ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں فلسفہ عمل و انتخاب اور باطنی انسانیت کے طور پر بھی پیش کر دی ہے۔ حضور کے اسوۂ حسنہ اور میرتِ کاملہ کی متوجہ لوگوں کے مضامین انصاف و انصاف ہیں تاکہ آشوب میں جھکاؤ اور آلام میں گھری ہوئی انسانیت قرطبہ پاک کے نورِ مرضِ میرت، امن، عدل اور آسودگی کا گواہ بن سکے۔ ریاض حسین چوہدری کے یہاں زبان و بیان کی خلعت، جذبہ کا نقوش، خیال کی لطافت، متوجہ مضامین، تیز اسلوب، پاسداریِ آداب و مہرِ شاعرانہ، عصری احوال و مسائل کی آئینہ دہری اور میرتِ طیبہ کی تخلیق و بیان، ان مخازنات کے حوالے سے ان کی تصانیف ذمہ معترف اور ذوقِ چکا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

حلیہ حبیب کے قول: "ریاض کی نعت دراصل تحریکِ عشقِ مصطفیٰ کے لئے کاروں کا وہ پرچم ہے جو طیفانِ حق کو گولہ باز و عطا کرتا ہے

اور جسے دیکھ کر حریفانِ حق پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔" (حلیہ)

حلیہ اسعدی کی رائے میں: "ریاض حسین اعلیٰ درجے کے شاعر تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ وہ قلبِ گداز اور درد مند دل کے بھی مالک ہیں انہوں نے گدازِ قلب کو سرورِ کائنات کی مدح و ثناء میں صرف کیا ہے اور دردِ مندی نسبتِ گدازی کی زبوں حالی اور پستیِ فکر کے لئے وقف کر دی ہے۔ حق کے کام کا دھڑکا اسی جذبہ کے اظہار کیلئے وقف ہے۔"

ص ۲۰۱، نعت رنگ شہد، نمبر ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء

حمد

شبِ ظلم میں مدد نہ ہو، دستار گر دینا — اہلا ہر طرف کردوں وہ خود فیہ ہنر دینا
 بیداروں میں نمود کی ہنر نہ بننے والے — سرے دامن کو بھی مسکی ہوئی کلیوں سے ہنر دینا
 محروم سے پر ترے کشتی سمندر میں ابھری ہے — تو ہر موج بلا کو ساحلِ امید کر دینا
 نئی ہر چہرے پہ لکھ دوں روشنی سے دن کی تصویریں — میرے کزور سے ہاتھوں میں بھی ایسا ہنر دینا

ص ۲۵

نعت

محبِ دو رسول مری چشم تر میں ہے — آباد آنکوں کا سمندرِ نظر میں ہے
 قدموں کی دھول سر پہ سہانے کے واسطے — خوشبو چراغِ لے کے ازل سے سفر میں ہے
 طیبہ کی ست آفتاب رہوں گا تمام مر — وہ سب ذوق و شوق مرے بال و پر میں ہے
 نورِ وحی صبحِ غارِ حرا سے بلند ہو — توہم کی نسلِ ظلمتِ شب کے اثر میں ہے
 آقا سلامتی کی منادی ہو شر میں — اک خوفِ اندام کا دھارہ در میں ہے

ص ۴۳، رزق ٹا، بار ازل جون ۱۹۹۹ء، ناشر خزینہِ علم و ادب، اردو بازار لاہور

ذوقِ مظفر نگری : حافظِ قرآن، قرأت و تجرید سے آگاہ، زندگیِ مدریس و تعلیم میں صرف ہوئی، شاعری کی کئی اصناف کا حق ادا کیا، مجموعہ ہائے غزلیات، غنیمتِ فن اور توحیدِ ادب کے نام سے شائع ہوئے۔ حمد و نعت کے دو جہلی قدر مجموعے نظم بحر اور دہم فردوس کے ہم سے اہل ذوق اور ادیبِ عشق کیلئے باعثِ استفادہ ہیں۔ فن کی نعت کا ایک نہایت اہم موضوع مسرہد میں نفاذِ اسلام اور اتحادِ عالم اسلام ہے۔ دو صاحبِ مسئلہ کو توحید و رسالت کے مرکز سے دھت اور مرعوب دیکھنا چاہیے ہیں اور ان میں فکر و عمل کی وحدت کے آرزو مند ہیں تاکہ یہ امت اس سعادت سے مشرف ہو کر اقوامِ عالم میں ممتاز اور غالب حیثیت سے اُھرے۔ صاحبِ علم و دانش ہیں، اس لئے حمد و نعت میں شعور و ہیرت لگی رہے جو اولیٰ عشق کے ساتھ ساتھ تنقید و انش کا تقاضا بھی ہے۔ فن کی شاعری فنی و معنوی محاسن کے اعلیٰ معیار کی مثال ہے۔ یہ عشق اور علم دونوں اوصاف کا اظہار نامہ ہے۔ ذوقِ مظفر نگری کی تعلیم و تربیت قرآن و سنت کی روشنی میں ہوئی۔ کثیر لکھت مطالعے کا فطری ذوق تھا۔ جب سیرتِ طیبہ کی کتبِ نظر سے گزریں تو عشقِ رسولِ نعتیہ اشعار کی صورت میں نمود پر ہو اور شعوری طور پر نعت گوئی کے شرف کو اپنالیا۔

ذوقِ مظفر نگری عشقِ رسول کو ایک ایسی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ اپنے مقصدِ نعت گوئی کے حوالے سے دو کہتے ہیں۔ "میں جمالیات و رسولِ اکرم کے ساتھ ساتھ سیرتِ رسول کے حوالے سے عالم اسلام کو اتحاد اور تباہی اور اخلاقِ سنت کی افادیت سے روشناس کرانا چاہتا ہوں۔"

ص ۴۰، قلمی لہ اکرو، جون نمبر ۱، اشاعت ۱۹۹۲ء۔ ۱۹۹۳ء، مگر فہرست کاغذ شاہد زولناہور

حمد

تو سر ہر کمال ہے تو لازوال ہے — لاریبِ حمیری ذاتِ عظیم الشان ہے
 حیرت میں کیوں نہ ادب کے رو جائے ہر نھر — آئینہٴ صفات میں تجرا جمال ہے

ایسے میں اسے کریم کریمات القات --- دشمن مرے فلوں کا بہ بہ فصال ہے
عاشق نہ ہے حضور ہے ، ذوقی پہ ، دم نہ کر --- معذور ہے ، ضعیف ہے ، غم سے نہ حال ہے
ص ۲۱۶ ، انتخاب مودعہ نعت مہاں ، ناشر حضرت مہمان مودعت و نعت - راولپنڈی پاکستان

نعت

جب دلوں میں نور یزداں سے درپے تم گئے --- اکثر کے غلوں میں ایماں کے درپے کھل گئے
فلکتوں کا قتل ثوہ روشنی کی ضرب سے --- تب کدوں میں مگ انداں کے درپے کھل گئے
قید کا موسم کیا ، آتی رہائی کی ہوا --- منت گیا ہے میں ، زنداں کے درپے کھل گئے
ہذا عالمہ انسانیت کا القات --- مر دبا تنقب انسان کے درپے کھل گئے
مکہ قحطاً پہ لب پکوں سے دی ہیں وحش
ویدا ذوقی پہ مرلاں کے درپے کھل گئے

ص ۱۵۴ ، پاکستان کے نعت گو شعرا اہلہ اول ، مرتبہ سید محمد قاسم ،

سال اشاعت ۱۹۹۳ء ، ناشر ادا ان اکیڈمی ، راولپنڈی

سیف زلفی : سیف زلفی جدید لہجے کے شاعر ہیں۔ انہوں نے مرثیہ ، مہم ، منقبت ، قصیدہ ، غزل سبھی کچھ لکھا ہے اور۔ توقیقات انہی محدود نعت کی اصناف میں بھی خوبصورت تخلیقی فن کے نقوش قائم کئے ہیں۔ ان کی زبان ، بیان میں سادگی کے وجود قصیدے کا حفظ اور جوش تخلیقی موجود ہے۔ ان کے لہجے میں ایک ایسی دل کشی ہے جس کی جہاد سچائی اور ہرگز پر ہے۔ ادب نعت گوئی کے پورے شعور کے ساتھ اور موضوعات و مضامین کے عروج کے ساتھ نعت کہتے ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ”روشنی“ شائع ہو چکا ہے جو ایک عمدہ ، چھبیس نعتوں ، ایک تفسیر ، تین نظموں (ذکر عظیم ، حزن حال اور وسیلہ) پر مشتمل ہے۔ ایک مسد کہہ سکتے ہیں اور آخر میں بہت سی رباعیات۔

ان کے بارے میں حیطہ تنجب کہتے ہیں ”سیف زلفی نے نعت اس وقت نئی شروعات کی جب وہ اردو غزل میں اپنا لہجہ باندھتے تھے۔ جو غزل ندریم سر اسرار کا اپنا لہجہ ہے۔ غزل کے اس کھلنے لہجے میں جب قصیدے کا حفظ اور مرثیہ کی سلاست شامل ہو گئی تو سیف زلفی کی نعت تصور میں آئی۔ سیف زلفی کی نعت میں روح عصر سانس نئی نظر آتی ہے۔ سیف زلفی کو فضا کی کٹھنوں اور تاریکیوں کا کھل احساں ہے مگر وہ اپنی خانہ دہنی روشن خمیری کی بدولت خوف زدہ نہیں بلکہ اپنے افکار کے ذریعے اندھیرے کو ہالے میں تبدیل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

ص ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۱، از جدید لہجہ کا شاعر سیف زلفی ،

ناشر : ڈاکٹر شبیر الحسن ، سال ۲۰۰۰ء ، الحسن پبلی کیشنز لاہور

حصہ

مج ازل کے نور میں تو ہے
تمام لہ کے طور میں تو ہے
اللہ اللہ اللہ ہو ہے

چیزوں کی پہچان میں تو ہے
 پھولوں کی مگر میں تو ہے
 اللہ اللہ اللہ ہو ہے
 وعدت کے اعلان میں تو ہے
 احمد کے فرمان میں تو ہے
 حضرتؐ کی پہچان میں تو ہے
 صبر کی ہر شان میں تو ہے
 کریم کے سپرد میں تو ہے
 دلگی کے دمعان میں تو ہے
 اللہ اللہ اللہ ہو ہے

ص ۱۳

نعت

ہے فرم وادہ اسی گھر کی روشنی — جس گھر میں موج زن ہو پیہر کی روشنی
 صورت بھی آئینہ ہے تو سیرت بھی آئینہ — وہ چاند بانٹا ہے اندام کی روشنی
 میں نے تو اس پاں کے ماتھے میں چراغ — اتری ہے آہں سے مرے گھر کی روشنی
 میں جب بھی کمری کی گھڑوں میں آکر — سجلی سی جاگ اٹھی مرے اندر کی روشنی

ص ۲۵

رباعی

درد بھی ستاروں پہ سفر کرنے کا — جو کار ملک تھا سفر کرنے کا
 یہ ہے تری معراج کا اعجاز کہ آج — انسان بھی منجرب کو سر کرنے کا

ص ۱۲۶، روشنی، سال ۱۹۷۵ء، ماہر صدقہ ملی قلم لاہور

بشیر حسین ناظم : ”جمال جہاں فرد“ ہمسرہ حسین ہاشم کی نعتیہ تصنیف ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ یہ پورے دماغ ان غالب کی غزلوں پر کئی مئی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ۲۲۵ غزلوں کی زمینوں پر ہاشم نے نعتیہ نکل کاری کی ہیں۔ ان کے نعتیہ اسلوب کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ زبان اردو میں فارسی اور خصوصاً عربی کے الفاظ، تراکیب لفظی اور اصطلاحات کو شعوری سمجھ پر داخل کر کے انہیں اردو کے شعری مزاج کا حصہ بنا رہے ہیں۔ ان کا یہ لفظی لحاظ اصل میں زبان اردو کا لسانیاتی توسیعی منصوبہ ہے جس کے واسطے سے وہ عربی اور فارسی بھی اہم زبانوں کو ہمارے دینی اور فنی ماحول میں استعمال کر رہے ہیں۔ ہمسرہ حسین ہاشم کے نعتیہ اسلوب میں اردو کے ساتھ ساتھ عربی الفاظ و تراکیب کی کثرت دو امور ہے لیکن ان کا سلیقہ شعری اسلوب کا ہے کہ دونوں حصے تینوں زبانوں کے الفاظ ان کے مزاج شعری میں پوری طرح مروج ہو جاتے ہیں۔ ان کے فن اور فن کے

فرد خیال کی احساس محسوس ہے اور ان کے یہاں اہل سے آخر تک مائیک شعور کی سلسلہ ہوتی اسلوب کا سارا۔ مگر ہے۔ بالعموم ان کے متنوع موضوعات یہ ہیں۔ نعت گوئی کے حرکات، توفیقات اور ثمرات کا ذکر۔ شعور سے جمال سورنی کا تذکرہ، سوؤ سنے کی جمال تواریاں، اسوہ طیبہ کی تحفہ، عشق حضور، محبوبی و مشاقی سے حاضری حضور کی تک کی کیفیات، نگارنگ، عقل زہانت و نیکی حالت اور حضور قدسی کے بعد ذہنی، فکری اور عملی انتساب کا منظر نامہ، معراج انبی کا بیان، حضور سے شکلات فی استدعا، اچھا استعا، سلووا مرام کی تلقین۔

عمر حسین باغمی کی نعت محمدر، عشق سے عبارت ہے۔ علم کے وسیع سے ادنیٰ صورت اور معنوی محاسن کا کھرچر خیال رکھتے ہیں۔ قرآن، حدیث، سیر، تاریخ کے علم سے اللہ کرد و شعور و صبر سے کوشش میں رہتے ہیں۔ سان احمدی کے رسوز اذکات کی آشنائی کو اور عربی لغت کی شہسائی کو اور وہابی کی توسیع و رفع میں صرف کرتے ہیں۔ نعت کے وسیع سے انکسار تعلیمات قرآنی بل شادانہ، سلامت، سیرت مقدسہ اور سوؤ سنے کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور پیغمبر انسانیت کے منشور امن و عدل کو عالم شہر کی کیلئے اہوار، محبت اقصیٰ کرتے ہیں۔ علم کے علاوہ عشق حق کی نعت کا دور سرالام اماسی رہ گئی ہے۔ یہ عشق جنوں وہ خودی سے پاک اور ادب و احترام کا آئینہ دار ہے۔

باغمی کی نعت میں جب بحر اور ادب و طبع کا اگر تو ہے لیکن اس میں راز مانی، کریم مانی اور اشک افشانی نہیں ہے۔ یہ بحر شادانہ و ادنیٰ اور سرور و مانی میں لپٹا ہوا ہے اور آواز سے نکلنا سہا ہے۔

حمد

جسم و جاں میں منقش جلوہ تری نور کا — کیا حکم ہوئے جس سے اس قدر کا
میرا حلقہ کے لئے اسے سستی و لب تری — نہ نہ باغیچہ الہی ہے جوئے شہر کا
تیری طاقت شان نور و طلائع و مافیت — نہ اراک پاک بامت محبت و توحہ کا
ہم سے علم و دانش جوئے نصیب خاص سے — ن گیا مظهر و ناصر دین مائیکہ کا

میں

نعت

ہم سلطان ام میں بغض کا رخت کھلا — سے تو اس کے لئے مجھنے کوہر کھلا
مرثیہ طیبہ کے افق پر نور کا مھر کھلا — معصیت کا وہ مبارک رختوں کا در کھلا
ہے فرقہ رمضہ حق کا وہائے مصطفیٰ — موت کو ایمان والو گنج سیم و در کھلا
لڑش فردوس زمیں پر زینہ ہلاک ہے — رختوں کا اک بخش ہے کلمہ اختر کھلا
نہی غلام ساقی کوڑیوں باغمی اس لئے — میری نھروں میں ہے بابہ دلجو دور کھلا

میں ۲۹، جمال جلی فروز، سال طبع ۱۹۵۱ء، ناشر فریدیہ پرنٹنگ پریس کراچی

شوکت باغی : شوکت باغی کی نعتیہ سب اہل میں ان کے ادبی شعور کی کیفیات ہیں۔ انکرو و حضرت حسین حرمین شریعتی کی مقدسہ، منور فطرت میں سعادت اندوزی تقریب کے عالم میں مکی مکی ہیں۔ گوہر اور است انوار و قہیات کا نزول و جلال و جلال شہر پر نور ہے اور یہی نور لوہ، نور نعتوں میں اہل رہا ہے۔ نعتوں میں قوافی اور ردیف کی تازہ کاری اور شگفتگی، خوب صورت اور کاچنڈا زبان و بیان کے لطیف حاضرات کا رویہ، ایک ایسا

والہان اسلوب جس میں عشق کی سرمستی اور شہری بھی ہے اور علم و شعور کی اہلیا پسندی اور اعتدال پذیری بھی۔ شوکت باغی - ہندیہ جس میں لئے بعض نعتوں میں یہ نسی طرز میں جڑ بھی ہے اور اپنا اہیت کاڑ بھی، نعت میں محب محب ہماریں دکھلاتا ہے۔ شوکت باغی کی نعت میں فردی باغی کیفیات سے لے کر اجتماع امت کے احوال و مسائل کے قریب قریب دوسرا رخ ہیں جو مصرعہ ہدیہ کی نعت گوئی کا خاصہ بھی ہیں اور سجادہ بھی۔ احمد عظیم قاسمی: "شاخ نور" کی تمام نعتیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کہی گئی ہیں اور شاعر کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی ہے کہ اس نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر جو نعتیں کہی ہیں ان میں سے بعض نعتیں حضور اقدس کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ ان نعتوں میں جذبات عقیدت کا فور دیدہ ہے۔

(غلیب)

حقیقہ صاحب: "شوکت باغی کے جذبات پاکیزہ اور گھر سے نکلے ہیں۔ اسلوب میں دور و کاری، تاثیر و دل فریبی اور شینگی و شائستگی ہے۔ مصرعی قاضوں کا انیس بھر بار شعور ہے۔"

ص ۱۶، شاخ نور

حافظ لدھیانوی: اس نعتیہ روح ان میں بعض نعتوں کا اندازہ مائیہ اور اچھا ہے۔ احمد ادیب اور دعائیہ انداز مصرعہ حاضر کی نعت میں ملو کر نظر آتا ہے۔

ص ۳۹، شاخ نور

اشفاق احمد: انہوں نے زیادہ تر نعتیں مکہ اور مدینہ کی پر اور فضائوں میں کہی ہیں۔ شاید اسی لئے ان میں ایک خاص حرارت ہے جو ان میں پھیلے ہوئے اندھیروں کو نور کے قافلے سے روشناس کراتی ہے۔"

اشفاق احمد، پس ورق، شاخ نور، حوالہ جات از شاخ نور ۱۹۹۳ء، الحمد بلی ٹیشنز، لاہور

کہہ آرا فیضانِ رحمت کہ بارے میں:

اسرار پوری: "الحاج شوکت باغی کی ایمانی نسبتیں کتنی روح پرورد اور دل تویر ہیں کہ وہ مولائے گل کی رحمت سرائی میں اور اجازت ست نبوی ہی میں دعویٰ اور اخروی فلاح کی راہ تلاش کرتے ہیں۔"

اسرار پوری، بی (غلیب)

ڈاکٹر آفتاب نقوی: الحان شوکت باغی کی نعت اہل علم کیلئے بھی ہے اور اہل حال کے لئے تو سامان کیف کے لئے نئے نئے افق کھولتی ہے۔"

ص ۱۳، فیضانِ رحمت، ۱۹۹۹ء (الحمد بلی ٹیشنز لاہور)

سارے حرفِ گلاب کے بارے میں: (طبع شدہ ۱۹۹۵ء)

"ان نعتوں میں وہ حسرت بھری تپ نہیں ہے جو عروسیوں کا نتیجہ ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ مدینے کا مسافر مدینے پہنچ جاتا ہے۔ یہاں عروسی اور حسرت کی تصحیح نہیں ہے، حضور کی سیرانی ہے۔"

عاصم مطالعہ شفیق الدین شادق، ص ۲۳۹، نعت رجبہ شدہ ۲۰۰۳ء، ستمبر ۱۹۹۵ء

حمدیہ

میں جب حق کی رضا مانگوں، میں جب حق سے دعا مانگوں — نام مصطفیٰ مانگوں، — میں مصطفیٰ مانگوں
حق سرکار کے در پر مجھے پہنچا ادا تو نے — میرے اللہ اب تجھ سے بھلا میں اور کیا مانگوں

یہ انداز گریبی ہے سرے دونوں گریبوں کا — سرے دونوں گریبوں نے مجھے شہادت کیا۔ ہاتھوں
ص ۱۰۰۔ فیضانِ رحمت

نعت

انوارِ فہم سلاویں گے ۛۛ حضور کو — گزشتہ ہے جو باتوں کا ۛۛ حضور کو
چارہ گر اہم سرے ۛۛ حضور ہیں — راتِ اہم و گھاؤں کا ۛۛ حضور کو
ۛۛ کہ مجھ کو خواہش یہ ہے بہت — شہادت میں دیکھ پاؤں کا ۛۛ حضور کو
ص ۱۰۰۔ شمعِ نور

مانسوں میں درودوں کی ازاں فی علیٰ صحت — روشن ہے مرا عجزِ جاں فی علیٰ صحت
اچھا ہے حق کی کرمِ آہرِ نغمہ کا — میں اور مری طبعِ روی فی علیٰ صحت
اک ذکر کہ حضورِ حق ہے دل میں — اک نعت کہ ہے لہجہ جاں فی علیٰ صحت
ص ۱۰۰۔ فیضانِ رحمت

سلیم گیلانی : بہت خوب صورت نعتیہ شاعری کرنے والے سلیم گیلانی کا نعتیہ مجموعہ "سیدہ" حق کی قدرتِ کلام، حق کے ہدایت کی
مددِ اہل حق کی، رعبِ خیال و فکر اور روایت و جدت کے استراحت سے فصیح و بلیغ مت کوئی کا ایک آمیزہ کمال ہے۔ ان کی کئی نعتیں ماضی و حضور کی
کیفیات و مشاہدات اور مناظر کی عکاس ہیں۔ زبان و بیان میں سلاست کا حسن و اسلوب میں دلربائی و دلنشینی کا پیرایہ اور اس سب کی آسان و دوستانہ
عقیدت و محنت کی بے پناہی جس کا مجموعہ انھیں شعرِ شہر سے نمایاں ہے۔ سیدہ کے بارے میں اہل نقد و نثر نے بہت وقیع رائے دی ہیں۔
احمد عظیم قاسمی : "سلیم گیلانی نے اتنے متعدد اور نئے سے حضور ﷺ کے قد و سون میں سر رکھا ہے جو ہر اس اہلِ عارف و عارفی سے نظر کیا ہے
کہ اردو نعت نگاری کے آفاق امکانات کی آخری حدود تک پہنچتے محسوس ہوتے ہیں۔"

سیدہ (آواز میں)

پروفیسر منور : "حق کی نعتوں میں نغمی ہے۔ کلمات کا اور وسعت و فطانت، لہجہ میں پیرہنی، خطاب میں شیطانی، انجمن میں بلبلہ اور دعا میں خوب
ہے۔"

سیدہ (آواز میں)

ڈاکٹر وحید قریشی : "سلیم گیلانی اہلِ عقاب کی سلاحتوں میں موسیقی، فنون، قصہ، برکاری اور جذبہ کی شدت کو اس طرح آمیز کرتے ہیں کہ حق کی
شاعری جدت اور شدت کے سبب ہمارے نعتیہ سرمایے میں ایک اہم اضافہ ہے۔"

سیدہ (آواز میں)

جنس ڈاکٹر جاوید اقبال : "اس مجموعے کی تمام نعتوں میں انہوں نے مشق، سلیقے کے انکسار کا جو پیرایہ اختیار کیا، سو وہ کم از کم جذبہ و مستی
سے عبارت ہے۔"

سیدہ (آواز میں)

حجۃ حجب: "سلیم گیلانی کے یہاں حاضری اور حضور کی بیان میں بلاغت کا یہ اہتمام ہے کہ پیش لفظ مضمون کے ساتھ ساتھ ان محنت و کوشش کی کیلیات بھی پس الفاظ نعتوں کی فضائیں ایک حسین تاظر کی طرح جھلساتی ہوئی دیکھی جاسکتی ہیں۔" (سیدہ، پیشوائی (آغا میں) سلیم گیلانی خود کہتے ہیں: اگر مجھ سے کسی ایک نعت کی نشان دہی کرنے کے لئے کہا جائے تو میں مندرجہ ذیل نعت منتخب کروں گا جو اس مجموعے کی پہلی نعت ہے۔"

نعت

حیرے آستان سے پہلے کوئی آستان نہیں تھا — دو زمیں تھا میں کہ جس کا کوئی آستان نہیں تھا
مگر ما سے پہلے، ترے نقش پا سے پہلے — یہ تبسم کو اکب سر کھکشاں نہیں تھا
نہ خود کی روشنی تھی، نہ ہنوں کی آگہی تھی — تری رہبری سے پہلے یہ جہاں نہیں تھا
کئی آئینوں کے قلم ترے در پہ یہ چمکے ہیں — فہم دل کا تھو سے پہلے کوئی راز داں نہیں تھا
وہ شب و رات دینہ، میں نوائے: رسیدہ — تری رحمتوں سے پہلے کوئی درمیان نہیں تھا
تو جواز دو جہاں ہے، تو ہی راز گن فکاں ہے — تو کہاں کہاں نہیں ہے، تو کہاں کہاں نہیں تھا
ترے شر کی ہوا سے دل و ہاں سک رہے ہیں
مجھے منت جو سا پر کبھی یہ گماں نہیں تھا

میں ۳۴، سیدہ، عشق اول ۱۹۹۷ء، پشاور دار الفنون پاکستان

علاقہ شبلی: معروف کوئی میں معروف ہیں اور ان اصناف کو شعور و ہیر سے اور عرفان و ادراک کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے یہاں فکر و فن کے تقاضوں پر مگر نظر رہتی ہے۔ فنی قدرت، خیال کی قدرت، لفظ کو شعر میں، سنے کا اعلیٰ قرین، صوتی آہنگ، شعری تنانیت، کہنتی اشکات اور رجز و کنایہ کا ستارہ۔ عموماً مبالغہ ہے۔ محو و پاؤت، نہایت جزم و اختیار اور پساداری ادب، محو میں مجز و رنگ اور عبودیت کے تقاضے، نعت میں ہر مرحلے پر ملامت و روی، مضامین کا تنوع۔

ان کی شاعری میں اسلامی اساطیر اور روایات کا اثر بھی ہے اور حالات حاضرہ کا چہرہ بھی۔ "زاد و فر" ان کی مدیہ اور نعتیہ رہنمائی کا ایک دل چاہیہ مجموعہ ہے جس کے بارے میں "زاد و فر کا ایک مطالعہ" کے عنوان سے ڈاکٹر عبد المنان (کلکتہ، ہمدان) ان کے محاسن شعری بیان کرتے ہوئے ایک اہم خصوصیت کا ذکر کرتے ہیں۔

"دلی لکھنؤ مولد و رکھال میں ایسے شعر انگریز ہیں جو نعتیہ کلام میں انفرادی شان رکھتے ہیں۔ کلیم مسرانی کا خیال ہے کہ علاقہ شبلی صاحب نے اس روایت کے چرچا جلائے رکھنے میں اپنی فنی ہیرت کے علاوہ کمال کی روایت کا بھی خیال رکھا ہے۔"

میں ۳۵، نعت رجمہ، ۶، کراچی

مدیہ رباعیات

وحررتی ہوئی سیدہ، سندور جاگا
تحلیق کے گزار کا منظر جاگا

تھا نیند کی آغوش میں ذرہ ذرہ
تو نے برو کی "جگ" تو مقدر چاک
دوراک کو آئینہ دکھایا اُس نے
امساں کو انکار دکھایا اُس نے
قدرت کے بھی ہیں اس کی کرشمے کیا کیا
ایک اک دل میں بجایا اُس نے

نعتیہ رباعیات

ہیں آپ ، تو انسان بھی ، انسان مگر بھی
منظر ہی تمہیں ، آپ ہیں جس منظر بھی
ذات آپ کی ہے فہم بحر سے بالا
ہیں آدمی بھی اور ہیں غنیمت بھی

رمنائی "انکار کے مقدر میں آپ
دقیقی "انکار کے بحر میں آپ
ہے ذات گرامی سے محاسن کا وجود
شادابی "تخلیل کے مصدر میں آپ

ص ۳۵۱۳۳۵۲ . نعت رنگ شمارہ ۶ ، ستمبر ۱۹۹۹ء ، ناشر اہم نعت کراچی

عزیز الدین خاکی القادری : عزیز الدین خاکی القادری ، اُس مقصدی گروہ کے ایک ممتاز فرد ہیں جو فروغِ مہ و نعت کے نئے نئے پہلو
اور رخ تلاش کرتا ہے اور سنی خیر میں مٹا حصہ لیتا ہے۔ ۱۹۹۹ء میں "حبیبی یا رسول اللہ" کے نام سے انہوں نے پارسل اللہ کی روایت میں کئی نئی
نعتوں کا ضخیم انتخاب شائع کیا ہے جس میں عربی ، فارسی ، ترکی ، سندھی ، پنجابی ، بلوچی ، پشتو ، سرائیکی اور انگریزی کے چند اہم نعت گو شعرا کے علاوہ
بے شمار اردو شعرا کی نعتیں اس روایت کے التزام سے یکجا کی ہیں۔ مزید برآں شاعرات اور غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام بھی زینت کتاب کیا گیا ہے۔ یہ سنی
مہ نظروں سے اچھائی نعتوں کا انتخاب کیا جائے۔ خاکی صاحب کی اس اہم نعت گو شش فروغ نعت کا ایک اہم ذریعہ ہے اس سے قبل اردو نعتیہ انتخاب
بھی ترحیب دے چکے ہیں۔ انوار مدینہ (۱۹۸۸ء) اور نور الہدی (۱۹۹۱ء)۔

خاکی ایک خوش آواز نعت خواں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز اور نامور نعت گو بھی ہیں۔ ان کے تین نعتیہ مجموعے ذکرِ خیر پوری (۱۹۹۰ء) ،
ذکرِ صل ملی (۱۹۹۲ء) اور نغماتِ طیبات (۱۹۹۹ء) میں شائع ہوئے ہیں۔

خاکی کے یہاں روایت کا بہت سلیقہ مند رکھ رکھاؤ ہے۔ جو عموماً مختصر اور مترنم ہوتی ہیں۔ لفظ سے خیال تک کہیں بھی اوجھل پسندی نہ
کے یہاں نظر نہیں آتی۔ بس حسبِ رسول کے دل نشیں نغمے ہیں اور خاکی کی دلکش نعتیہ شاعری۔
ان کے بارے میں چند قیہ افرادِ ج کی جاتی ہیں کہ شاعر کا تعارف اور شاعری کی توصیف سامنے آسکے۔

ڈاکٹر فرید فتح پوری: "عزیز الدین خاکی القادری کی نعتیہ شاعری ان کے ادبی آبجیکٹ کی ترجمان و غماز ہے۔"
 حفیظ چب: "اوجوں جوں اعلیٰ کوئی میں اوستے جائیں گے۔" اس باب میں قابل قدر اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔"
 اویس رائے پوری: "خاکی اپنے ادبی انصاف کو نہایت سادگی سے بیان کر دیتے ہیں۔"
 ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی: "شاعری کے یہاں محبت رسولؐ کا مستند موجد ہے۔"
 نور احمد میر خٹک: "بعض شعروں میں سب سے نفیس غزلیہ سوجھ بوجھ کرتی ہے۔"

آرہ سہ ماہی ۱۰۰، لغات حیات (۱۹۹۵ء)، پائپر، کلیم ایچ، ورنلٹ کراچی

حمد

ذرو درد خود ہے تیری شان الٰہی العالین — شان سے بھرنا ہے ہر آن الٰہی العالین
 تیرا چرچا کو جو تیری حکومت چارو — جو بھی ہے سب ہے ترا فیضان الٰہی العالین
 تو ہی رب ہے، تو ہی محسن، تو ہی رحمان و رحیم — ہم ہیں ترا امت الٰہی العالین

س ۵۰

نعت

نہیں ملی ہے مجھے مدحت نبیؐ کے لئے — میں تو نعتِ معلّمیؐ ہے زندگی کے لئے
 حبیب شان ہے کن کہ کے رب تعالیٰ نے — جہاں محفلِ کوئین آپ ہی کے لئے
 نہ روئے کی نہیں تیرگی زمانے میں — نبیؐ کا ہم ہی کافی ہے رہائی کے لئے

ص ۱۰۰، لغات حیات (۱۹۹۵ء)، پائپر، کلیم ایچ، ورنلٹ کراچی

اختر الہامی: اختر الہامی کو ذوقِ شاعری اپنے لائق و فائق اسلاف سے روایت ہو اور ان کی طبعی اور ذہنی اور فطری لئے اس میں فروغ و کمال حاصل کیا۔ آپ نے علامہ بیہلہ اعلیٰ اور ان کی وفات کے بعد ضیاء القادریہ بہ اعلیٰ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ نعتیہ شاعری میں ان کا وہ ایک معتبر حوالہ ہے۔ ان کے مجموعہ "کلام کاہم" نعتِ محل ہے۔ انمول نے قریب قریب ہر صاحبِ شاعری میں نعت کہی۔ نوال، نظم، نظم کی مختلف مروجہ ہیئتیں اور صورتیں، نیز مثنوی وغیرہ، ان کے یہاں سادگی زبان و بیان بھی ہے اور صنایعِ کلام کا بھی۔ نوال کا یہ محل اور خوب صورت تلازمہ بھی۔ موزون، تہجیسات، استعارات، تلمیحات اور اصطلاحات سے بھی وہ اپنے نعتِ محل کی تازین و آرائش کا کام لیتے ہیں، جس سے ان کی فنی استعداد اور نقد و معنی پان کی دستگاہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسروں کی نعت و نثر پر تفسیریں لکھ کر بھی ان کے شعری فن میں شامل ہے۔ نجات قرآنی اور احادیث رسولؐ کے حوالوں سے بھی وہ اپنے اشعار کے نقطہ میں تہجیر و تہجیر کرتے ہیں۔

اختر الہامی کے یہاں بڑا ہی معظّمی کے مظاہر کا بیان بھی نہایت حیرت انگیز اور آفریں ہے خصوصاً سائر اپانکاری میں ان کے اشعار کا پایہ نہایت بلند ہے۔ ان کی نعتوں میں اسلام اور میر تقی میر کے واقعات اور قصصِ سادہ و پیچیدہ بھی نثر سے گزرتے ہیں۔ ولادتِ معجزات سے وصالِ مہرک تک کی قطعیات ان کے کلام میں مضمر ہیں۔ واقعہ امر، معجزات، فرائض، فضائل و محامد، میر تقی میر کے انوار سے کام لے رہے۔ اختر الہامی کی نعت کا مرکز و محور محبت رسولؐ ہے۔ اسی آفتابِ محبت سے جو کرنیں پھوٹی ہیں، ان میں بیانِ محبوبی، مستغنی، غرضِ تمنا، مدینے میں حاضر کی اور کعبہ حضورؐ کی غیر و شامل ہیں۔ الختمِ صورت و سیرتِ حبیبؐ کی بہادری سے ان کا گلستانِ نعت نمک اور مسک رہا ہے۔

نعت

یوں زوئی وہ رخ محبوب مہمانِ حیات — تسو آتسو یی میہ شمعِ فردا زانِ حیات
میری جانب بھی تھیں کھٹ اسے جانِ حیات — دو دکا جی ، جو بدل دیتی ہیں عنوانِ حیات
تم نے اگر سوزنِ رنمت سے کی علیہ گری — پردہ پارہ نہ پکا تھا ورنہ ایمانِ حیات
زندگی کے آپ نے سمجھائے اسرار و رموز — آپ سے پہلے کسے حاصل تھا عرفانِ حیات

سراپانگاری (آنکھوں کی شعلہ)

۱۳۰۰ء میں ششم کرم ترمین ، ص ۱۳

آنکھیں ہیں گہ نور کے کورے — سہائے طور کے کورے
جس جام سے سرور کے — روشن ہیں چراغِ نور کے
دل دانا یہ دھندلی بجلی کے — دھول ہیں خندہ ان کنول کے
کس درجہ لطیف ہے سیاحتی — پر نور حسین بچیوں کی
گیتا ہے یہ صاف رنگِ اسود — چمکیں ہیں لطفِ مقب اسود

ص ۸۰ ، انکاروانِ نعت کے صدی نوواں از محمد اکرم مرزا ، سال اشاعت ۱۹۸۹ء ، ناشر فرداغ لوب لادوی گوبرانوال

جناب ستار وارثی : ایک صاحبِ حال بزرگ جو اپنے قلب پر گزرتی لطیف کیفیتوں کو بحرِ نعت کا تیل چھٹے تھے۔ قلب کی حضوری کے شاعر اور ہر وقت حضور کے خیال و تصور میں خود شاد کام رہنے والے اور عشق کی برہے جلی اور دل کی ہر دھڑکن کو جہانِ شعر و دینے والے نعت گو۔ جن کے دو اہم مجموعے معطر معطر اور حرفِ معتبر نعت کی تاریخ میں واقع مقام و منزلت رکھتے ہیں۔ انہوں نے قصودِ صافِ حرفِ معتبر میں حضور پر نور کے اسمائے مقدسہ سے نعتوں کو معنون کر کے ان لطیف و طاہرہ مومنوں کے اسرار و رموز کو آشکار کر کے کاروانِ نعت کے لئے ایک راہِ نو متعین کی ہے۔

جناب ستار وارثی کی نعت کوئی پر چند تو ابد یہ نظر ہیں۔

سلیم جمالی : ”صوفیائے گروہ کا ایک اندر ہی اندر چمکنے والا عاشق جسے ہر حالِ خوب کے جمال اور خیال کی حضوری میسر ہو مگر ظاہر و دوس کو اس کی راضی نہیں نہ محسوس ہو، یہ اخفائے حال کا کمال معطر معطر کے شاعر جناب ستار وارثی کے پاس ہر قدم پر ملتا ہے۔“

ص ۳ ، سلیم جمالی (معطر معطر) ۱۹۸۷ء ، ناشر ندیہ پبلشنگ کمپنی کراچی

ڈاکٹر سید اویس علی : ”ادبی سلسلے کے اضطرابِ محبت اور دلچسپی کے امین اور رزقِ حلال کی نعمتوں سے ہمہ دورہ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے ان کا رشتہ محض حال تک محدود نہ تھا بلکہ ان کے اندر ازیت میں بھی نمایاں تھا۔“

حرفِ محبت (قیف)

ڈاکٹر فرید الحق پوری : ”حضرت ستار وارثی تو وہ ملائے عاشق رسول تھے اور تہہ کر و صیب اللہ ان کی زندگی کا غلیظ خاص تھا۔ ان کی نعمتیں اللہ و معنی دونوں کی سطح پر ادا کئے گئے تھے زیادہ عاشق رسول میں ان کی سرشاری و مستی، فیضِ دل و دلچسپی اور گدازِ قلب و خود پسندی کی مظہر ہیں۔“

اس نعتیہ شاعری کے مجموعے میں یہ احترام و اہتمام کیا گیا ہے کہ مشہور اکرم کے بعد مطافِ اسمائے گرامی کو متواں و مونسوں کا تراشہ رکھے گئے ہیں۔ یعنی ہر نام کے ساتھ ایک نعت معنون کرا دی گئی ہے۔ اور ہر نام کے معنوی و موزون نکات کی روشنی میں اشعار رکھے گئے ہیں اور اس طرح ہر مطاف نام کو بیکر نعت دیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ نعت عام طرز کا مجموعہ نعت نہیں بلکہ اردو کی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں اس کا بالکل پہلا نمونہ و آئینہ کار ہے۔ یہ مجموعہ نعت سے آگے بڑھ کر نئی انجمن کے اہلے گرامی کا سہ فرشتہ بھی ہے۔ مضاف کے ناموں کی مسلسل تاریخ بھی ہے۔ نام کے حوالے سے ان کی سیرت سے مختلف پہلوؤں کی تفسیر بھی ہے اور اللہ و رسول کے ناموں کے درمیان واسطہ و قرمت کی پیمائش کے لئے ایک سنگ میل بھی ہے۔

ص ۷۸-۷۹-۸۰ حرف معبر

حصہ

یقین تیرے کرم کا ہے اس قدر مولا --- ہے حرف حرف سرا حرف معبر مولا
یہ نام کن کی بھاریں ، یہ زندگی ، یہ وجود --- ہیں تیری عطا کی ہے سر سر مولا
رجم و قاتل و دھماکا و خالق و رزاق --- تیری عطیات کا ایک عکس منظر مولا
خیال و رسم عظیم منہا کھروں پر --- قیوں کی دھوپ میں ہے سایہ شجر مولا
میں اب تو چشمِ حق کو معبر کردے --- رک گلو سے بھی نزدیک ہے اُتر مولا
غلبہ رخ نہ انت دے جنون شوق سرا --- کہ اذوق دیدہ وری ہے عرواق پر مولا

ص ۲۲

نعت "جمیل"

جمال ذات الہی کا تیرے قلم ہو --- سراپا معنی "الطیفر" و "الضحیٰ" قلم ہو
ہیں شرعِ آپ "الطیفر" تیرے خطیں --- عجب لفظ و کرم شاد و سرا قلم ہو
نہ دیکھا قلم سا ہمیں کوئی بھی زمانے میں --- اُڑوں دیدہ و بال ، حسن و لکنا قلم ہو
نہ تحت و جان کی حسرت ، نہ مال و زور کی بوس --- خدا کا شکر کہ میں میرا دعا قلم ہو
تسلی قلم کرم کا ہے منتظر ستار --- کہ اس غریب کا سرکار سرا قلم ہو

ص ۵۳ ، حرف معبر ، سال طبع نومبر ۱۹۹۵ء ، پشاور ، نیشنل وارثی ، صدر ادارہ مرکز نوجوان

سعید وارثی : سعید وارثی صاحبِ حال "رگِ جناب ستار وارثی" مرحوم کے فرزند سعید ہیں۔ ان کی شاعری میں جہاں وراثت کی خوشبو ہے۔ وہیں اکتساب کی خوشبو بھی ہے۔ انیس قلمی نصیحت کے لئے جو روحانی و مادی فدا نصیب ہوئی ہے، اس میں ان کے ذوقِ نعت کو پایہ کی کامیابی و نصیب ہوا ہے۔ سعید وارثی کے یہاں اسلوب کی تازہ کاری بھی ہے۔ دورِ وراثت میں بدعت و عادت کو تیز کر کے خود صورتِ شاعری کرتے ہیں۔ ان کی نعتیں عشق و عقیدت کے حسین اظہار اور طرزِ نوکیلی سائنس سے مہارت ہیں۔ ان کے بارے میں چند اقرا

ڈاکٹر وحید قریشی: "مید وادی کی شاعری وہ پہلوؤں سے الگ شناخت کرتی ہے۔ کہ اس میں نئے شعری میلانات کے ساتھ ساتھ عقیدت کی انتہا بھی ہے۔"

ص ۱۳، دور ۵

احمد محمد قاسمی: "انہوں نے غزل کے فریم میں نئے نئے گزلیں و سحر سے آگاہ کیا ہے۔"

ص ۱۴، دور ۵

ڈاکٹر اظہار انبی: "اس کی شاعری غزلی ہو، غزل سے ہر وہ نکتہ سے ہدیہ عینیت کی حامل ہے اور اس کی "سری کو مت منت کی فدا۔"

ص ۱۳، دور ۵

حمد

محبت شاہ وہ عالم کا بلبل وہ دے ہر سے مالک تجھے جبریل کا لہجہ دے دے
خاکِ رادہ شہ کو نہیں مٹا کر مجھ کو اپنے الطاف و محبت کا خزانہ دے دے
خاکِ لعل کعبہ پائے نمی چاہتا ہوں تجھ کو ہستی سے اٹھا اور یہ رجبہ دے دے

ص ۲۶، دور ۵

نعت

من بملہ الطاف و عطا مانگ رہا ہوں سرکار کی خاک کعبہ پا مانگ رہا ہوں
ہوں طالب دنیا کہ نظر میں ہے مدینہ حیران فرشتے ہیں کہ کیا مانگ رہا ہوں
اس درجہ یقیں رکھتا ہوں میں ان کے کرم پر نوازش ہے وہا کی نہ دما مانگ رہا ہوں
منگی ہوئی زلموں کا جسے قرب ملا ہے ہولناکی وہی خوشبو کا مہا مانگ رہا ہوں

مطلوب ہے خوشنودی سرکار مدینہ

ہے خوفِ سرا کا نہ مانگ رہا ہوں

ص ۳۵، دور ۵، سال طبع ۱۹۸۸ء، ناشر: مہارث کرچی

شوکت الہ آبادی: محمد زبیر قادری ہم، شوکت مجلس، کبلی، تنقیدی اور تحقیقی کام کے حوالے سے پکڑے جاتے ہیں۔ محسن جرنیل، محمد نوروں و مدنی اور محسن کام میں کی اہم اور نکتہ مطالعہ تصانیف ہیں۔ ممتاز شاعر ہیں دوسری اصناف کے علاوہ حمد و نعت کا میدان بھی طے کیا ہے۔ چراغِ حرا میں کی نعتیہ تصنیف ہے جو محمدوں کے علاوہ نعتوں کا بھی مجموعہ ہے۔

چراغِ حرا میں مثنوی، غزل اور قطعوں کی دہشت میں اشعار نثر آتے ہیں۔ ہم میں مناجات کا رنگ غالب ہے۔ یقیں ان کے سوزِ قلب کا آئینہ ہیں اور اپنے اندر اثر آفرینی کا عنصر رکھتی ہیں۔ قدوتِ کام نوروں "مثنوی محسن کے جوہر ان کی شاعری میں موجود ہیں۔ نعتوں میں حب و لطافت کے سچے ہندوں کا اظہار ہے۔

ڈاکٹر فرہان فتح پوری کے طرز: "شوکت الہ آبادی ایک قادر الکلام شاعر ہیں اور ہر صنف شاعری میں انہوں نے بہت کامیاب طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی قادر الکلامی کی معرکہ یہ ہے کہ انہوں نے دینی نقطہ نظر سے ہرگز ترین مصعب عن یعنی نعت کوئی میں بھی اپنی صراحت جانہ کا اظہار کیا ہے۔

مہارت تمام اس لئے کہ وہ ماہرین کہ انہوں نے جو نعتیں غیر منقوطہ الفاظ کے التزام کے ساتھ کہی ہیں وہ بھی عظیم شعری سے خالی نہیں ہیں۔
ص ۹، چرغ چرا

حمد (یا اللہ)

رحم تیرا ہے دلچ آواز — ہر طرف تیری بادشاہ انعام
بھری سب کی تو ہی مانتا ہے — تو ہی آتا ہے بے کسوں کے کام
میری بھری مانتا سرے مولا — دین و دنیا مری ہو ایک انجام
فیض انا کا مجھ کو حاصل ہو — درد کرتا رہوں میں تیرا ہم
تجھ کو جس ہم سے بکاہوں میں — امم اعظم ہے ترا ہر اک نام

ص ۱۰، چرغ چرا

نعت

مہینے میں ایہیں کی دولت ملی ہے — مجھے دو جہاں سے فراغت ملی ہے
مجر کی عطش کا عالم نہ پا چھو — مجھے آنسوؤں کی بھی قیمت ملی ہے
بائیں قفا میں اپنی تر دامنی پر — مہینے میں مجھ کو حرارت ملی ہے

ص ۱۰، چرغ چرا

غیر منقوط

محمد سرور و سرور عالم — محمد صلح و صلح عالم
محمد حاصل آگاہی و ہر — محمد طالع اسرار عالم

ص ۱۰، چرغ چرا، جامعۃ اسلامیہ، ناشر ایجوکیشنل پریس کراچی

فیض میر بخشی : فیض میر خمی کے یہاں عشق و عقیدت کی سلیقہ مندی، یہاں ایہاں کی سادگی و سادست اور اثر آفرینی کی ایک سرشار کیفیت ان کی نعت گوئی میں ہر مقام پر رہتی ہے۔ دو نعت کے دو تمام مضامین و موضوعات زبرد ختم لاتے ہیں جو نعت کی کھانگی شاعری کی پاسداری سے بھی مہارت ہیں اور مصرعہ جدید کے احوال و مسائل سے بھی فن کا لہر جلا موجود ہے۔ انہوں نے نعتوں میں غزل کا ہر ایہ اختیار کیا ہے اور اپنے فنون کو جذبات کی صداقت اور اللہ کے جلو سے معمور کر دیا ہے۔

انہیں حرف حرف پر یہ احساس ہے کہ وہ کس رفیع المرتبت شخصیت کے حضور گھسائے عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ یہی احساس ان کی نعتوں کو فکر و فن کی لرفع خصوصیات سے پر دامن کرتا ہے۔ ان کی نعت و منقبت پر مشتمل تصنیف کا ہم "حرف جامد" ہے۔ ان کے بارے میں چند وقیع آرا یہ ہیں۔

ڈاکٹر فرہان فتح پوری: "انہوں نے جو کچھ کہا ہے، عاشقان جذہاں میں ادب گر کہتے اور شخصیت کے مراتب و مقام کے امتیازات کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس امتیاز نے فیض میر خمی کی شاعری میں ایسا توازن پیدا کر دیا ہے جو ان کی ہفتگی فکر و فن پر دلالت کرتا ہے۔"

جائش دہلوی: "نیم میرٹھی کا بیان نہایت سادہ ہے اور انداز بیان کی اسی سادگی نے تاثیر اور تاثر کی ہر پارہ فضا پیدا کی ہے جو زبان اول کو دہرے تک سرشار رکھتی ہے۔"

۱۹

ڈاکٹر اسلم فرغی: "فن کی شاعری میں بھی ان کی شخصیت کا سیلہ پوری طرح نمودار ہے۔ اسی سیلے کو میں ان کی انفرادیت سے تعبیر کرتا ہوں۔"

حصہ

مضمون تخلیق ہم پر کیا کھلا — خلق وہ رنی الہی کھلا
میری پریشانی کے ہر لمحے میں ہے — مہم دور سعید کا رشتہ کھلا
جب بھی دیکھا ازل سے جا رہا — غلط کن کا ایک اک تختہ کھلا

۲۲

نعت

ہر نفس ذکر خیر البشر ہا ہے — جو جو مجھے معتبر ہا ہے
راہ حیب میں پاؤں کی ساتھ ہے — اس سفر کے لئے ہم سفر ہا ہے
غلہ نثار ہے جلوہ کام نیا — ہر قدم احتیاط نثر ہا ہے
آئے آئے خاک حیب ملی — اور کیا جہد کو اس عزم تر ہا ہے

ص ۳۹، حرف حمد، طاعت ۱۹۹۳ء

پیشکش: نکل پاکستان ملحق کوپ کراچی

خمار انصاری: خمار انصاری کی تصنیف "نعت" کی ایک عمر، چند نعتوں اور منتخب آلہ رسول پر مشتمل ہے۔ نعتیں غزلیہ صیغہ میں ہیں اور پہلی فن کی آئینہ دار ہیں۔ خمار انصاری کے اشعار میں مجرہ عقیدت کا رنگ نمایاں ہے اور عشق و اطاعت کی خوشبو اشعار میں آئینہ ہے۔ امید حاصل کی رائے میں "دور زندگی کی نازک جھینٹوں کو شعری سانچے میں ڈھالنے اور گروہ جذبہ کو ہم آہنگ کرنے کا ہنر جانتے ہیں اس مجموعے میں جذبہ و فکر، عشق و عقل اور عقیدت و مودت کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے کہ جہاں شعر بر اور است دل پر اثر انداز ہو جاتا ہے وہیں عشق کی روشنی میں عقل کی غبار اچھل کر اترتا ہے۔"

ص ۲۱، حمد کی

حصہ

رب کریم، رب جوں، رب ذوالجلال — تو جلوہ دوام، تری ذات لازوال
تو ہی نزل ہے، تو ہی اب، تو ہی کاکات — تیرے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا
تیرے کرم سے عقل بستی لگی ہوئی — ہر چیز قسم و ضبط کی حد میں داخلی ہوئی
جس وقت نوبت جانی سے ہر آن، ہر امید — ملتی ہے اس گزری تری رحمت کی اک نوب

لوتے ہوئے دنوں کا سدا ہے تیرا نام — لوگوں کی شورشوں میں کنارا ہے تیرا نام
میں ۱۰۲۵ء تک

نعت

ہر ایک بات خرد کی چلی مدینے سے — فی حیات کو ہر آگنی مدینے سے
زمین کی گود میں لاکھوں ایک اچھے نور شہ — مہرب کی خاک بھی کیا ہو گئی مدینے سے
نفس نفس نے مدینے سے کسب نور کیا — نظر نظر کو ملی روشنی مدینے سے

میں ۱۰۲۷ء تک، سال حیات ۱۹۹۵ء

مترجم تخلیق ادب پاکستان، کراچی

اختر لکھنوی : اختر لکھنوی محمد نعت نہایت شغف کے ساتھ کہتے ہیں۔ وہ سب رسول سے سرشار ہیں اور نہایت سادگی اور سچائی کے ساتھ
حسن لطافت کے تراز سے شعور کہتے ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ”آقا نور“ حضورؐ کے عنوانات سے شائع ہو چکے ہیں۔ ”غفور“ ۱۹۸۸ء میں
کراچی سے شائع ہوا۔

لوح شہر و نبرہ کے قلمی مذاکرہ میں ان کے اعداد خیال سے ان کے فکر، فن پر روشنی پڑتی ہے۔ کم مری میں دو محلے کے گھر، دل میں ہونے
والی محال میلاد میں نعت پڑھتے تھے۔ ان کی شاعری کی ابتدا بھی نعت سے ہوئی۔ اختر لکھنوی کے نزدیک نعت مصعب
خن بھی ہے اور عبادت بھی۔ وہ نعت گوئی کے آداب کے بارے میں کہتے ہیں کہ نعت گو شعر اکو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ سرکارِ دو عالم اللہ کے بندے
ہیں۔ محبت عقیدت میں ایسے خیالات نظم نہیں کرنے چاہئیں جو شرک کی حدود میں داخل ہو جائیں۔ قدیم اور جدید نعت کے بارے میں ان کا خیال
ہے کہ قدیم نعت میں سرکار کے جمال اور قد و گیسو کے تذکرے ہیں جبکہ جدید نعت میں سیرت پر توجہ دینی جاری ہے۔ اختر لکھنوی نعت گوئی میں
بیمبوں کے تجربے کے حق میں ہیں کیونکہ یہ سب اعداد کا رعبہ ہیں۔

وہ اپنے شرفِ حاضری کا ذکر کرتے ہیں کہ سرکار کے دربار میں حاضر ہو کر وہ ایک نامعلوم کیفیت کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ وہ جو کچھ مدینہ
منورہ میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں ان کی لغتیں اسی کا اعداد ہوتی ہیں۔ اختر لکھنوی اپنے ”مذاکرے“ کے آخر میں کہتے ہیں:
”نسل نو کے لئے میں یہی کہوں گا کہ نعت گوئی یا نعت خوانی مزاجوں سے کھرور اپنی ختم کر دیتی ہے بیٹے کا حلیقہ سلطانی ہے اور زندگی کو شائستہ
باتی ہے۔“

میں ۵۷۸-۵۷۹ء۔ لوح شہر و نبرہ، جلد اول ۹۲-۹۳ء، گورنمنٹ کالج شاہد رولہانور

حمد

یہ آب و ہوا، ارض و سما کچھ بھی نہیں ہے — اس قادم مطلق کے سوا کچھ بھی نہیں ہے
شمال نہ ہو نور اس کا تو ہے معنی و بے نام — یہ چاند یہ سورج یہ دیا کچھ بھی نہیں ہے
وہ راو سے بھکا نہ بھی جس نے یہ سوا — سب اس پہ مایاں اس سے چھپا کچھ بھی نہیں ہے
مجھ کو وہ سرکار پہ پہنچا دیا نہیں نے — کسی نے کما بہرہاں کا صلہ کچھ بھی نہیں ہے

مرد اس کی ، ڈ اس کی یہاں کیجئے اختر ۔۔۔ اپنی کا اثر اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے
 سن ۱۳۹۰ء ، عزیز احمد ، مرتبہ طابع سلاطی ، سال انتہا ۱۹۹۹ء
 ہاشم اور چشتین محمد ، نعت نرسہ ترویش

نعت

کیا ہے مرثی سے اختر کلام ہم نے بھی ۔۔۔ اور نیچے چاہا ہے سلام ہم نے بھی
 جہاں سے جاتا ہے ہر رات خدا کی طرف ۔۔۔ خوشا کہ دیکھی لیا وہ مقام ہم نے بھی
 قریب پائے مبارک ہوت کئے مجھ سے ۔۔۔ کیا ہے دل کو بہت وہ کام ہم نے بھی
 ترے وجود میں جس نام سے ابلا ہے ۔۔۔ نہالے کچھ لیا دل پر وہ نام ہم نے بھی
 دہر اور تھا ، مجھ سے تھے لازمی اختر ۔۔۔ جیسے سے کام لیا کام کام ہم نے بھی
 سن ۲۰۰۰ء ، نعت ، مرتبہ فیضیہ ، بازار اڈا ملکی ۱۹۹۹ء ، ہاشم رشید میر ، صومانی سکرپٹری ، گلہ ہاؤس ، لاہور

نعیم صدیقی : نعیم صدیقی مقصدی نعت نگاروں کے آس قصبہ سے تعلق رکھتے ہیں جو نعت کو ، موت و تیغ کیلئے صرف کرتا ہے اور جس کے
 دینے سے قرن ، صدیوں ، سیرت مبارکہ ، ارشادات و تعلیمات نبویؐ کے لہذا سے فرد کا تزکیہ نفس ، اسلامی معاشرے کی اجتماعی اصلاح و ترقی و
 عالم انسانیت کی مجموعی بہتری کی مساعی عمل میں آتی جاسکتی ہیں۔ حضورؐ کی "موت" کے وقت خصوصاً عرب اور مومنانہا جس وحی ، اخلاقی ، معاشرتی
 اور تمدنی زوال سے دوچار تھی۔ حضورؐ نے اس ماحول میں اپنی فکر اور عملی انقلاب برپا کیا آج بھی حضورؐ کی سیرت مبارکہ اور تعلیمات مقدسہ کے
 لہذا کو تبلیغ و فروغ سے لڑنے کی حالت شیعہ ماحول میں ہے اور نعت کوئی اس مشن کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

نعیم صدیقی اپنی نعتیہ تصنیف "نور کی نہاں دہان" کے خود نوشتہ بابچے میں نعت نگاری کے یہی خطوط متعین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:
 میرے سامنے تین نکتے ہیں۔ اہل بیتؑ کی موت ، انقلاب کا اظہار ، اس انقلاب کی روح کو کار فرما کرنے کے لئے نعت کے
 ذریعوں میں سے انسانی تجربہ کرنا (حتیٰ کہ اسلامیات اور الفاظ و تراکیب کے ، انہوں میں ایہاں کرنا) اور فی اور لسانی مشن کی حساب آسانیز کر
 حالوں کا حقد کر رہے ہوں کو نشوونما دینا۔

نعیم صدیقی کے یہاں اسی مقصدیت کا شبہ ہے تاہم جہاں تک ابلاغ مقاصد میں فی ذمہ داریوں کا تعلق ہے وہ حتیٰ الامکان ان کا خیال رکھتے

ہیں۔

یہ نعتیہ تصنیف ایک ۲۵۰۰ غزلیہ بیت کی لغتوں اور نوٹس سرنگار کے تاثرات کے عنوان کے تحت ۱۱۰ غزلوں ، نیز آخر میں تین طویل
 نعتیہ غزلوں پر مشتمل ہے:

نصونہ کلام حمد : (پہلا اور آخری بند)

دو دن دل سے کوئی کہہ گیا رہا ہے مجھے
 جیسے کے حوصلے ہمارے دلا رہا ہے مجھے
 کلام رحمت کی بھر ڈال رہا ہے مجھے

ہلا رہا ہے ، لہ سے اٹھا رہا ہے مجھے
 نبھانے کون کہیں سے ہلا رہا ہے مجھے
 یہ ہے خدا کا پیغام اُس پہ والہندہ افسوں
 لٹکانا سے کہ یہ اسوبہ عاشقانہ افسوں
 دشامیں دُوب کے ہے ہزارا یہ زمانہ افسوں
 کہ جیسے وعدہ کوئی یاد آ رہا ہے مجھے
 نبھانے کون کہیں سے ہلا رہا ہے مجھے

س ۱۹ ص ۲۱

نعت (بالا اختصار)

عالم خاک میں اک حشر اٹھانے والے — موت کی نیند سے مردوں کو جگانے والے
 قوی زور و نمودوں سے بھری دنیا میں — آب و گل سے نیا انسان بنانے والے
 نظم و نظم وہ صدق میں سنے والے — بیوت پر بیوت وہ حلق میں کھانے والے
 تو نبوت کے قصیدے کا مقدس مقطع — اہل کی حکمتیں کا پیغام سنانے والے
 سب کو تہذیب کا رخ دیا ہے تو نے — ہر مادی کے آگے سے بنانے والے
 بیویاں کات کے ، دلچیزوں کو نکلنے کر کے — روح انسان کو آزاد کرانے والے
 میں فطرت کے تقاضوں پہ ہے جس کی جہم — زندگی کا وہ کلام اُس کے چلانے والے
 پھر خستہ لہر کرم کی ہے یہ کھیتی پیری — پھر ترستے ہیں تجھے میرے زمانے والے

(ادارہ معارف اسلامی لاہور) ، صفحات ۵۹ تا ۶۳ ، نور کی نہ پاں رواں ۔

طبع اول نومبر ۱۹۸۷ء (میلو پر نثر لاہور)

سبیل غازی پوری : سبیل غازی پوری ایک ممتاز ادیب و شاعر اور جانتے پہچانتے دانشور ہیں۔ مختلف موضوعات پر ان کی تصانیف نظم و نثر
 اہل ذوق کی نظر میں اعتبار رکھتی ہیں۔ دو نعت بھی ایک زمانے سے کہہ رہے ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں شہر علم کے نام سے ان کا ایک نعتیہ مجموعہ طبع ہو چکا
 ہے۔ انہی دونوں میں حمد و نعت کے نام سے ان کا دوسرا مجموعہ آیا ہے جو غزلیہ بیوت میں کئی نوٹی ۱۹ امدوں اور ۵۹ نعتوں پر مشتمل ہے۔ ان کے
 یہاں سادہ دینی بھی ہے اور مشکل پسندی بھی۔ سادہ دینی وہاں ، جب وہ آزادوں ، شعر کہتے ہیں اور مشکل پسندی ان مقامات پر جب وہ خود کو ”طرح کاپاہرہ
 کر لیتے ہیں۔ دستانہ اور نیر کرچی کے تحت طرعی نعتوں کے لئے صرف ”ترویل“ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جیسے لڑیں ۲۰ ، قلب و نظر ، سر سر ، آواز ،
 قدم قدم ، آب و تاب ، رنگ و نور ، مرض و سما ، غم و غم ، چنانچہ ان روایتوں ہی کے اہتمام سے مضمون آفرینی کرتی پڑتی ہے۔ بلاشبہ روایت کے تعین
 سے ہر نعت کوئی کو فکر و انداز کی نئی راہیں ملی ہیں اور امکانات کے نئے ورہے سامنے آئے ہیں۔ لیکن اس تعین و تہذیب نے طبع آزاد کو تکلف باز و نجری بھی
 دکھایا ہے۔ تاہم سبیل غازی پوری نے اس پائے کی بلوغت و انجی نعتیں کئی ہیں اور ہر طرح زمینوں میں فکر کے شے رواں گئے ہیں۔ سبیل کے یہاں لفظ

وہیں کی سلیقہ مندی کے ساتھ ساتھ ایک تروتازہ اور خوش گواری کے ساتھ ساتھ بھی ہے۔ کسی بھی خیال کو اس ذہنک سے بیان کرتے ہیں کہ قاری کے دل و دماغ تک کاٹھنٹے ہیں اور روح کو بہتر اور انبساط دیتا ہے۔

شیف احمدی اپنے جائزے میں رقم خزانہ ہیں۔ "مذہب کی گہری واپسی نے ان کے عہد بہ اشعار اور نعتیہ شاعری میں حقیقت اور آمد کا رنگ بھر دیا ہے۔ اسی سبب سے ان کے اس قبیل کے کلام میں دو مذہب اثر پڑا ہوتا ہے جو صرف اور صرف سچائی کی روشنی سے بھونکا ہے اور دل و دماغ کے ساتھ ساتھ روح کو بھی تازگی اور بالیدگی دیتا ہے۔"

۱۰

نعت

اگر ہی ہیں سدا کہت میں محمد کی، جو کی بالیاں — عزم خدا سے ایک دن دنیا بھر سے گی ہو یاں
عزم خدایا آگئی ہوتا ہوں تیرے ہم سے — مولا ترو تیرا رہیں میرے ہنر کی کھیتیں
دب کا قصور جب کیا، ہر ایک راتیں لوزہ کر — نور میں اصل گئیں قلب و فکر کی بھیاں
لوگوں سے اللہ کا یہ بھی گرم ہے باغ ہ — اوز سے دھنک کی چادر میں اتنی بھرے ہیں تھلیاں
پروردگار افس و بیاں یہ بھی تو تیری شان ہے — قلم گداز، زم میں بھر دی ہیں تو نے جھلیاں

۵۲

نعت

جو لوگ کہ لوٹے ہیں سینے کے سفر سے — کیا کیا نہ اٹھائے ہیں سرکار کے در سے
اک دن تو یقیناً اسے سرکار پڑھیں گے — جو نعت لکھی جائے گی جبریل کے ہا سے
حزول تو وہی ایک ہند ہے سبھی کی — پائیں گے وہیں لوگ، پائیں گے ہر دم سے
جب لب پہنچتے ہیں دروں کے گشتاں — کیا کام ہمیں اور کسی رشتہ سفر سے

۶۲

جب سے پلا ہے سراپا رنگ و نور — دل میں چلتے ہیں پرداہ رنگ و نور
چم کر ان کی مٹی کی خاک کو — آسمان ہا ہے دماغ رنگ و نور
محمّد ملحق قصور کے قریب — ہم نے دیکھے ہیں پرداہ رنگ و نور
رات دن بھانڈا سرکار سے — بچے رہے ہیں پرداہ رنگ و نور

"محمد و نعت" سال اشاعت ۱۳۷۰ھ، شہری دارہ کراچی

عبدالحمید قمنشا: عبدالحمید قمنشا کثیر الجمالات شاعر ہیں۔ وہ نظم و غزل اور دوسری شعری اصناف میں یکساں قدرت اظہار رکھتے ہیں۔ تفویضات الہی نے ان کے سرمایہ کافی میں دینی شاعری کا بھی اضافہ کیا ہے۔ وہ سماجی طور پر سیرت نگار ہیں اور اپنے آئینہ نقی کو بحالی میر تقی میر سے روشنی رکھتے ہیں۔ عبدالحمید قمنشا کے یہاں غزل کا اظہار اس صورت میں ملتا ہے کہ وہ نعت گوئی کی فضاؤں میں اپنی بہ بل و پری کا ذکر کرتے ہیں۔ حضور ہی سے

تولین نعت اور حوصلہ تحریر مانگتے ہیں اور انہی سے قبولیت کی استدعا کرتے ہیں۔ اس قدر انکارش نے ان کی نعتوں کو سچائی اور ول گہرائی سے معمور کر دیا ہے۔ عہد انجید قننا کا بیلاوی عقیدہ یہ ہے کہ ہماری دنیوی اور اخروی زندگی کی تمام تر بھلائی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم حضور کی سیرت و تعلیمات سے روشنی حاصل کریں اور من حیث القوم ہم سے غریب و فقیر علی اور ہاشمی راہنما کا ہاتھ صرف سیرت طیبہ ہونی چاہئے۔ حضور کے ساتھ اولیٰ عالم میں کوئی شخصیت ایسی نہیں جو راہبر ہی کے لئے موزوں ہو۔ ہمیں اقوام غیر کا جتن ٹیس کرنا چاہئے۔ وہاں تیرگی خود کے سوا کچھ دھندلے آئے گا۔ ہر علم و آگہی ہر فکر و عمل اور ہر کمال و ترقی کا دار و مدار اس امر میں مضمر ہے کہ ہم حضور کی ذات سے کسب فیض کریں۔ عہد انجید قننا کا اسلوب فکرش یہی ہے کہ وہاں شادانیت نبوت کو اعمال مہر کے حوالے سے پیش کرتے فرد اور جماعت کی شخصیت سازی اور کردار آفرینی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

عہد انجید قننا نعت گوئی کے آداب سے کوئی شائبہ نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ حضور کی بارگاہ میں کس معیار کی نعت پیش کرنی چاہئے۔ اس سلیقہ مندی نے ان کی نعتوں کو فنی اور معنوی معیار سنبھالے۔ فن کے یہاں جذبہ عقیدت، حقیقت زبان و بیان، اسلوب کی ندرت اور تاثیر کی شدت و گیرائی نظر آتی ہے۔

نعت

یہاں بھی محترم رکھنا وہاں بھی محترم رکھنا	تقی اللہ بھی دور بڑا میرا بھرم رکھنا
مرے بڑے ہیں تو لاج سلطان اہم رکھنا	تو ہے آپ کی گھر سے سندھ میں غم رکھنا
قائے دین و ملت کا سدا سناں بزم رکھنا	سدا زخمو روایات رسول محترم رکھنا
شہادت کا وہ اہلب وقہ میں سر کو غم رکھنا	شہل کر دلائی عشق محمد میں قدم رکھنا
نبی کا زندگی کے کارزاروں میں قدم رکھنا	سو سے خود کاروں میں بنائے معلوم رکھنا
اُمّیں لا قسطوانے لے لیا آخرت رحمت میں	پند آقا علیکاروں کا لہجہ کرم رکھنا
اٹن دم لکھے کو ہے صدقہ رحمت و ہر کا	در اوپر پدم دین کو دم ہر دم میں دم رکھنا
یہ دوستی ہوں والے نہ جانے کس کے جہ و جہ	نبی نے تو نہیں پہچان بھی اہم و اہم رکھنا
نہ شک نہ امت کو ہر عشق میں اہل دل	نظر میں رحمت عالم کا امان کرم رکھنا
گرائیں تاک میں دھنسی ہوائیں گھات میں اس کی	خدا را بگفتن ملت کا شیرازہ بزم رکھنا
قننا منزل لاج بزم میں ہائے گی تم کو	انوار میں شمع مزاج کے عشق قدم رکھنا

نواسہ وقت (ملی ایڈیشن) ۲۰۰۷ء فروری ۱۹۹۹ء

والی آسی : عقیدت میں ڈولی ہوئی نعیتیں، لہجہ و نثر کی خوشبو میں سی ہونی مد و ثناء، امتیاز ادب کے رنگ سے خوش رنگ، محسوس اور حسی، علم اور تاریخ کے غبار میں گندمی ہوئی، محسوس والی آسی کا حقیقی امتیاز ہے۔ فرال اور لہجہ کی حیثیت میں دو بچے جہاں کا افسار کرتے ہیں ان کے یہاں فضائل و محاسن عمری کا پائے، فن کی رحمت کرم کے جلوں کی چھائی کا ذکر اور انسانیت کی ہدایت، امن اور سلامتی کے لئے حضور کی شخصیت و سیرت کا ابلاغ و صورت شعری و فکر میں جلی بدل ہوتا ہے۔ دلی آسی ایک نامور اور عظیم المرتبت شخص مولانا عہد الہاری آسی کے فرزند حبیبہ اور ان کی طبیعت و فنی روایات کو آگے بڑھانے والے ہیں۔

حمد

کعبہ دل میں ہے ایمان فرداں تیرا — ہب سے بے سے لگا رکھا ہے قرآن تیرا
تیری توصیف تو کرتا ہوں مگر رب جلیل — تجھ کو میں سمجھوں ، سمجھتا نہیں آساں تیرا
میرا اللہ تو موجود ہے شہ رگ کے قریب — اب لکھا کہاں ہوگا لم دوراں تیرا

ص ۳۸

نعت

نہ دم نعت سہا اپنی دل کشی کے لئے — کہ ذکر پاک ہے اللہ کی خوشی کے لئے
نظام مصطفیٰ کی سحر تو ہونے دو — تجھے چرخ بھی لو دیں گے روشنی کے لئے
مقام سدرہ پ جہرل رگ کے یہ لالے — لب اس کے آگے ہے جو بھی وہ آپ ہی کے لئے
شائع مشرق میں ، ایمان ہے مرا حیرت
منصور ، بیست عشق ہیں امتی کے لئے

ص ۷۳ ، منظرہ نور ، طبع ۱۹۸۹ء ، ناشر بزم مہرت کراچی

مسرور بدایونی : مسرور بدایونی کی نعتوں میں جبر کا ذکر اور حاضری کی آرزو کے مضامین ملتے ہیں۔ زیادہ تر ان کے اشعار مخلصی اتحاد فریاد سے معمور ہیں جن میں مدیۃ النبیؐ پر حاضری سے شرف یاب ہونے کے جذبات نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ حضورؐ کے لفظی و سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کا تذکرہ ہے۔ اجتماعی احوال کا مضر بھی کہیں کہیں جھلکتا ہے۔ ان کی نعتیں زیادہ تر نزل کی اہست میں ہیں۔ انہیں روایت کی پاسداری کا کامل احساس رہتا ہے۔

ان کا مجموعہ "نعت" "آیہ رحمت" ایک و مانیہ اور التجائیہ حمد کے علاوہ کوئی ذخیرہ سو نعتوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں ہجائی، خسرو، قدسی اور مرثیہ بیانی کی نعتوں پر تقصیم کا عمل ہے۔ ان کی تصنیفوں میں قدرت کا کام کا انکسار ہوتا ہے۔

نمونہ کلام : حمد

کر عطا یا رب مجھے جبر و قرار — ختم کر دے میرے دل کا انتظار
یا الہی دے سکوں دل کو مرے — یہ جہاں میرے لئے کر سازگار
یا الہی تیرے لطف خاص کی — رحمتیں مجھ پر ہوں بے حد و شمار
یا الہ العالیٰ مسرور کا — یک ہو جو بھی ہو دنیا میں شعور

ص ۷۷ ، آیہ رحمت

نعت

حالت یہ عطا ہو مجھے سرکارِ مدینہ — دیکھوں بھی آنکھوں سے میں گلزارِ مدینہ
آنکھوں میں ہر وقت پھرے نور محمد — ہر دم ہو نبی پر مری گفتارِ مدینہ

مردود تنہا ہے کہ نعتوں کے لئے ہر — پنچوں بھی میں بھی سر دربار میں
ص ۴۶، آیہ رحمت، ۱۹۸۳ء، نعت لکادی فیصل آباد

افسردہ پوری : افسردہ پوری کی مدد کوئی کا نقطہ مرکزی اللہ تعالیٰ کے بخوبی نظام کی حکمت کے بیان سے اس کا لوراک ہے لورن کی نعت کوئی کے
ناصر و لوازم میں حضور سے عشق و عقیدت ان کے اسوۂ حسنہ کی تقلید اور اس پر عمل۔ یعنی محبت اور اطاعت، کیونکہ یہی حلازمات رسالت کے دینے
سے توحید آسمانی کا سبب ہیں۔ فن کی تصنیف ”طور سے حرائک“ حمدیات اور غزلیہ بیت کی نعتوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے فن دونوں اصناف شعری کا
مفر تقصیب فکر کے ساتھ طے کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد الخیر کشکی کی رائے میں: ”نعت فرد کا نقطہ تخیلی اور استقامتی شخصیت ہی ہے اور ایک مسلم معاشرے میں اجتماعی سرگرمیوں اور تقریبات
کی بنیاد اور اساس بھی ہے۔ ان کی شاعری کا سب سے نمایاں پہلو سرور کائنات سے فن کا ذاتی تعلق اور اس کا انعکاس ہے۔“
ص ۱۵، ۱۴، (طور سے حرائک)

حمد

ایمن در ایمن ہے جلوہ آرائی تری — ہم بھی سودائی ترے، دنیا بھی سودائی تری
تیری حکمت کا مرقع یہ جہان رنگ و بو — پتے پتے پر ہویدا غامد فرسائی تری
برور، کود، کمر، برگ، و شجر، شمس و قمر — کتنے جلوں کی ہے منظر جلوہ آرائی تری

ص ۴۲

نعت

ہم سے ہمارے خواب کی تعمیر ملتی ہے — غلامی کی حمد، ایمان کی زنجیر ملتی ہے
نبی کے نقش پا کی ہر طرف تحریر ملتی ہے — کہیں وحدت، کہیں حکمت، کہیں تقدیر ملتی ہے
اگر عشق نبی، خوف خدا، اخلاص نیت ہو — تو پھر یاد کر گئے تقدیر سے تقدیر ملتی ہے
خون میں آپ کے، قرآن کے منہوم ملتے ہیں — عمل میں آپ کے قرآن کی تعمیر ملتی ہے
ص ۷۷، ص ۷۸، طور سے حرائک، سال ۱۹۹۶ء

شاعر: افسردہ پوری میو ریل گاڑی، کراچی

بقا نظامی عظیم آبادی : حضرت بقا نظامی صوفی ہیں اور بابت حقیقت و طریقت سے سرشار۔ ان کو بہت سے خاصان قد اور صوفیانے مقام سے
اکتساب فیض کا شرف حاصل ہے۔ خود فن کی ذات چشمہٴ لغو و بدکات ہے۔ فن کی مدد و نعت کا نقطہ مرکزی ”عشق“ ہے۔ یہی عشق ان کی اطاعت خدا لا
رسول، ان کے واردات باطنی اور فن کے محسوسات روحانی کا منبع ہے۔ فن کے شعروں میں سوز و گداز ہی تزکیہٴ قلب اور تصفیہٴ باطن کی مطالبہ ہے۔ ان کے
شعری مجموعوں میں لوائے حمد (۱۹۸۸ء) اور شہر جبریل (۱۹۹۱ء) صاحبان عشق اور المہر اوقی کے لئے مسلمانانِ کلمہ سرشاری ہیں۔

اُن کے بارے میں چند آراء:

مشرقیہ اعلیٰ: "ہاتھ لکھی صاحب کا تعلق محمود مرغان و ایس کا مرنے سے"

صاحب شہر جریں

رہیں امر وہی: "حضرت ملا لکھائی نے حضرت شیخ عبدالعزیز دمشقی سے فیضانِ معنوی حاصل کیا ہے یکنادہ ہے کہ ان کا کلام مرغان فصاحت کے رنگ سے منور اور معرفت حق کی خوشبو سے معطر ہے۔"

ص ۲۰، شہر جریں

تاجیہ بلوی: "پہلی ذات میں مثنوی، سول کی پنجگاری لہو میں ہو کر پہلے کلام کو مد سوزگائی سے اور روح کو آسودگی بخشی ہے۔"

ص ۱۱، شہر جریں

حصہ

تو ہی شش بہت میں ہے ہلوہ گر، تیری شان اجل جلاں --- ترا ہوا پھر بھی ہے ہر نظر، تری شان اجل جلاں
یہ ہے کس میں تاب گرے حذر تری ہر گاہ نیاز سے --- کہ بجھے ہوئے ہیں مقام سر، تری شان اجل جلاں
ترے آسوں پہ جو آگیا ات ایسا رجب عطا ہوا --- کہ ما دو حاکم ہر اہل، تری شان اجل جلاں
ص ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷

ایک لمبائی خصوصیت ان قصائد میں یہ ہے کہ قصائد کی سرودھ لکھی جو، سب سے پہلے مختصر ترین حور استعمال کی ہیں۔ جن میں تین چار الفاظ سے زیادہ ہائی نہیں ہے تین یا ششور، اور تین شاعر نے نئی کوزوں میں اور یہ کہ، یہ تین اور تیس سے لائے مضمون کو چند لفظوں میں نہایت بھرپوری کے ساتھ نوآکر دیا ہے۔ پھر کون سا ایسا مضمون یہ مضمون یا جذبہ و فکر خیال ہے جو ان قصائد میں مذکور نہیں ہو اور اس اسلوب کو، دھارنی میں تحول کا رنگ بھی ہے، نظم کی امداد بھی ہے۔ لہذا یہ مختصر لکھی بھی ہے۔ مختلف مقامات، سوال اور کیفیات کے منظر بھی بیان ہوئے ہیں۔ فنا کی ذکر بھی ہے۔ تعلیمات، ناول، نغمہ، اور بھی ہے، انوار، ہر ت کی بلور و پاشیں بھی ہیں، جزو و مفیدت کے جلوے بھی ہیں۔ دعا و استغاثہ کے اجزا بھی ہیں۔ گویا نظریاتی کی پیرائی کا ہر سامان موجود ہے۔

ان تین قصائد میں پہلا قصیدہ و نوا یہ ہے جو سوسو اشعار پر مشتمل ہے۔ دوسرا قصیدہ و نوا یہ ہے جس میں تین سو سے زائد اشعار ہیں۔ تیسرا نوا یہ قصیدہ و قدر ہے مختصر ہے۔ ان قصائد میں فنی، ہنر، ہندی، ہر جگہ موجود ہے۔ اسی طرح خالد احمد نے عربی، فارسی اور ہندی کے ذخیرہ الفاظ سے بھی کام لیا ہے۔ مختصر یہ کہ تنقید کو نعت گوئی کی ہر جگہ تنقید میں لکھی خصوصیات کے جب ایک امتیاز خاص حاصل ہے۔ ہے گا۔

نمونہ کلام:

اے ہر جان
خمس امکان
اے تجسیمِ انوار
اے میں "ایمان"
اے رازِ صمد
فصلِ ایمان، امکان
اے انکوں کے نور
اے انکوں کی جان
تجہ سے ہاتھ میں ہے
۱۰ ۱۰ ۱۰
جس کی قوموں میں
جموں میں آئندہ جہان
ساتوں یوم قرے
کن قیومِ زمان
تجہ سے نور سے ہیں
روشن ساتِ زمان
آقا اے آقا
اے شاہ شہان

حرف و ردود ، مطلع قرآن ، نوائے شوق — کیا کچھ ملا ہے ذہنت کو تیری ثنا کے بعد
عالم تمام حلقہ "فتح الرسل" ہوا — فطرت ست گئی ہے شب انبیا کے بعد
میں ۲۵، برگ سبز ، سال طبع ۱۹۸۵ء
ماڈرن بک ڈپو، اسلام آباد

گوہر ملیانی : گوہر ملیانی فروغِ نعت کے سلسلے میں مختلف پیرایوں اور ذویوں سے سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے "عصر حاضر کے نعت گو" کے نام سے ایک تنقیدی اور تحقیقی کتاب ۱۹۸۳ء میں مرتب کی جو اہل ذوق کے لئے ایک علمی اور ادبی ذخیرہ ہے۔ اس کے حصہ اول میں نعت کے مسائل و نکات کے بارے میں علمی مباحثہ قلمبند کئے ہیں اور عربی، فارسی، اردو کی نعت گوئی کے سفر کی ارتقائی تاریخ نہایت محققانہ انداز میں تحریر کی ہے۔ دوسرے اور تیسرے حصوں میں عصر حاضر کے ۲۵ شعرا کا ذکر کیا ہے ان کی شخصیت اور نعت گوئی کا تعارف اور ان کا نمونہ کلام انتخاب درج ہے۔ نہایت اعلیٰ درجے کی تنقید و تحقیق کا منظر ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ طلبائے علم اور اہل علم دونوں کے لئے افادیت کا حامل ہے۔
"منظر نور" گوہر ملیانی کا مجموعہ نعت ہے جو تین حمدوں کے علاوہ بہت سی عمدہ نعتوں پر مشتمل ہے۔ عجم صدیقی کی رائے میں: "گوہر ملیانی نے حضور کی محبت میں زخمِ ہجر ابھو کر اپنے جذبہ و حمیت کا خراج اُس صلیا پاش اور نور افروز ہستی کی خدمت پر پیش کیا ہے۔ دنیائے شوق یقیقہ "منظر نور" کا خیر مقدم کرے گی۔"

(کلیپ)

گوہر ملیانی کی نعتیں جہاں ان کے جذبہ عقیدت و اطاعت کا منظر ہیں۔ وہیں مقام نبوت، مقاصد نبوت، فضائل نبوت کے مہارک و مقدس مقامات سے معمور ہیں۔ گوہر ملیانی نے حضور کو تمام کائنات بحرِ نبی کی ہدایت و اور نبی کے طور پر پیش کیا ہے اور حضور کی تعلیمات مقدسہ اور سیرت طیبہ کے انوار سے اپنے لائق نعت کو منور کیا ہے۔

حصہ

خدا کی ذات کا جلوہ سرا سر دیکھتا ہوں میں — مسکین و جاں فزا ہر ایک منظر دیکھتا ہوں میں
ستارے فضا میں رات کی تاریک چاند میں — نیائے ہجر کا پر کیف منظر دیکھتا ہوں میں
فضائے دہر میں سیارے ہر سو عجیب گردش ہیں — دلیل حکمت خلاق اکبر دیکھتا ہوں میں
میں ۱۳، منظر نور

نعت

اس صاحبِ طیبہ سے ملتے ہیں قرینے کیا — اخلاق کی دولت کے ملتے ہیں عزیزینے کیا
ہر آنکھ میں جلوے ہیں اس مہربانیت کے — عرفان کی دولت سے معمور ہیں سینے کیا
اک فقر کی دولت تو مومن کا اٹھ ہے — انسان کو حشی ہے معراج نبی نے کیا
میں ۳۰، منظر نور ، سال ۱۹۸۴ء ، گوہر لوپ جلی کیشن، صادق آباد

ولی محمد و احمد : ان محمد و احمد نے سب سے پہلے نعت گوئی کی جیلوی شرط پڑی تھی ہے اور وہ ہے دل کی تمام تر صداقت کے ساتھ مدح و سائت کا شرف حاصل کرنا۔ نعت و صنف ہے جس میں زبان سے نکلتا ہے اور قلب کی ایک ایک حرکت سے شعر تخلیق ہوتے ہیں۔ محمد و نعت وہ حقیقت ہے جس کا مفہوم سر پندر صدق ہے۔ جب نعت کی اس میں صداقت نصیری تو پھر باقی سارے اصول و شرائط اور ضوابط خود خود اسی سیاق میں مرتب و منظم ہوتے پہلے جائیں گے۔ مجروح و افسردہ، لوبہ و احترام، عزم و اقیانوس، سلیقہ و مندی و شعور، فنی حسن اور معنوی جمال، مضامین کا ترفع اور جذبات و افکار کی فہمیت اسی بحر صداقت کے گل و شراب میں۔ ہم ولی محمد و احمد کی نعت میں وہ تمام اوصاف و محاسن پاتے ہیں جن کی توقع ہمیں ایسے شاعر سے ہونی چاہئے جو عاشق رسول ہو، صاحب علم و آگہی ہو، اکابر و فراسات سے بہرہ ور ہو اور نعت کو ایک دینی فریضہ سمجھنے کے ساتھ ساتھ ایک علمی و ادبی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اسے نہایت ریاضت و استعداد اور صلاحیت کے ساتھ ادا کرتا ہو۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ خود وہ فنی اعتبار ہو یا معنوی جمال، خود وہ موضوعات کی وسعت ہو یا مضامین کا تنوع، ولی محمد و احمد کے آئینہ خاندان نعت میں یہ سب محسوس و نقوش جلوہ دار ہیں۔ داخلی جذبات کی تصویر کے ساتھ کائناتی افکار و مسائل کی شہدائیں بھی وہ محمد کے یہاں جگہ کر رہی ہیں۔

ان کا نتیجہ مجموعہ واصلی ہے جو دو حمد و دل اور ستر غزلیہ نیت کی نعت و ثناء پر مشتمل ہے۔

حمد

کوئی محبوب ہو کہ ہو معقوب — رہ کعبہ علی سب کا ہے مطلوب
خالق اللیل ، خالق الاصبح — ہے وہی راحت و سکون قلوب
ہم اس کا ہے میرے دل کا قرار — روح کو بھی یسٰی لہذا مرغوب
ظاہر و باطن ، دل و آخر — دل پہ روشن ہے ، آنکھ سے محبوب
میری ہر سانس اے میرے مالک — اپنے ہی آئینوں سے رکھ منسوب
لہ الحمد کہ دیا وادہ — کیا کھل ہے محمد کا اسلوب

ص ۷۷

نعت

اُسی کے سامنے دست سوال رکھا ہے — کرم نے جس کے زمانے کو پال رکھا ہے
مرے کریم ترا اسم اسم اعظم ہے — اسی نے ساری بلاؤں کو ہل رکھا ہے
مجھے حوائث دنیا سے نہیں بچتے — تیرے ہاتھ کے دست کرم نے سنبھال رکھا ہے
تو میں ترے اے شوق نعت صل ملی — کہ دل سے خوف آیات لال رکھا ہے
دل نہیں ہو مرا، ان کا دست شفقت ہو — اہل کے سامنے اس اک سوال رکھا ہے

دونوں کے خوف کا دریا ہے وہ قلوب وادہ

کہ جس میں جلوہ سوز جمال رکھا ہے

ص ۷۸ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۴ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۹۸ ، ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۰۴ ، ۱۰۵ ، ۱۰۶ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ۱۱۵ ، ۱۱۶ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۱۲۲ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ ، ۱۳۱ ، ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۳۸ ، ۱۳۹ ، ۱۴۰ ، ۱۴۱ ، ۱۴۲ ، ۱۴۳ ، ۱۴۴ ، ۱۴۵ ، ۱۴۶ ، ۱۴۷ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱ ، ۱۵۲ ، ۱۵۳ ، ۱۵۴ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴ ، ۱۸۵ ، ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۴۳ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۲۶۷ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۲۷۵ ، ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۵ ، ۲۸۶ ، ۲۸۷ ، ۲۸۸ ، ۲۸۹ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ، ۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۵ ، ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴ ، ۳۱۵ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۵ ، ۳۲۶ ، ۳۲۷ ، ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۳۳۰ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰ ، ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۴ ، ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۴۷ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۳۷۴ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ، ۳۷۸ ، ۳۷۹ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۲ ، ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۸۵ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۳۸۸ ، ۳۸۹ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱ ، ۳۹۲ ، ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۳۹۵ ، ۳۹۶ ، ۳۹۷ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۵ ، ۴۰۶ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲ ، ۴۱۳ ، ۴۱۴ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶ ، ۴۱۷ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۲۰ ، ۴۲۱ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴ ، ۴۲۵ ، ۴۲۶ ، ۴۲۷ ، ۴۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، ۴۳۲ ، ۴۳۳ ، ۴۳۴ ، ۴۳۵ ، ۴۳۶ ، ۴۳۷ ، ۴۳۸ ، ۴۳۹ ، ۴۴۰ ، ۴۴۱ ، ۴۴۲ ، ۴۴۳ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ ، ۴۴۶ ، ۴۴۷ ، ۴۴۸ ، ۴۴۹ ، ۴۵۰ ، ۴۵۱ ، ۴۵۲ ، ۴۵۳ ، ۴۵۴ ، ۴۵۵ ، ۴۵۶ ، ۴۵۷ ، ۴۵۸ ، ۴۵۹ ، ۴۶۰ ، ۴۶۱ ، ۴۶۲ ، ۴۶۳ ، ۴۶۴ ، ۴۶۵ ، ۴۶۶ ، ۴۶۷ ، ۴۶۸ ، ۴۶۹ ، ۴۷۰ ، ۴۷۱ ، ۴۷۲ ، ۴۷۳ ، ۴۷۴ ، ۴۷۵ ، ۴۷۶ ، ۴۷۷ ، ۴۷۸ ، ۴۷۹ ، ۴۸۰ ، ۴۸۱ ، ۴۸۲ ، ۴۸۳ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ ، ۴۸۶ ، ۴۸۷ ، ۴۸۸ ، ۴۸۹ ، ۴۹۰ ، ۴۹۱ ، ۴۹۲ ، ۴۹۳ ، ۴۹۴ ، ۴۹۵ ، ۴۹۶ ، ۴۹۷ ، ۴۹۸ ، ۴۹۹ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۰۵ ، ۵۰۶ ، ۵۰۷ ، ۵۰۸ ، ۵۰۹ ، ۵۱۰ ، ۵۱۱ ، ۵۱۲ ، ۵۱۳ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ، ۵۱۸ ، ۵۱۹ ، ۵۲۰ ، ۵۲۱ ، ۵۲۲ ، ۵۲۳ ، ۵۲۴ ، ۵۲۵ ، ۵۲۶ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ۵۳۰ ، ۵۳۱ ، ۵۳۲ ، ۵۳۳ ، ۵۳۴ ، ۵۳۵ ، ۵۳۶ ، ۵۳۷ ، ۵۳۸ ، ۵۳۹ ، ۵۴۰ ، ۵۴۱ ، ۵۴۲ ، ۵۴۳ ، ۵۴۴ ، ۵۴۵ ، ۵۴۶ ، ۵۴۷ ، ۵۴۸ ، ۵۴۹ ، ۵۵۰ ، ۵۵۱ ، ۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۴ ، ۵۵۵ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸ ، ۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۵۶۳ ، ۵۶۴ ، ۵۶۵ ، ۵۶۶ ، ۵۶۷ ، ۵۶۸ ، ۵۶۹ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱ ، ۵۷۲ ، ۵۷۳ ، ۵۷۴ ، ۵۷۵ ، ۵۷۶ ، ۵۷۷ ، ۵۷۸ ، ۵۷۹ ، ۵۸۰ ، ۵۸۱ ، ۵۸۲ ، ۵۸۳ ، ۵۸۴ ، ۵۸۵ ، ۵۸۶ ، ۵۸۷ ، ۵۸۸ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰ ، ۵۹۱ ، ۵۹۲ ، ۵۹۳ ، ۵۹۴ ، ۵۹۵ ، ۵۹۶ ، ۵۹۷ ، ۵۹۸ ، ۵۹۹ ، ۶۰۰ ، ۶۰۱ ، ۶۰۲ ، ۶۰۳ ، ۶۰۴ ، ۶۰۵ ، ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۶۰۸ ، ۶۰۹ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵ ، ۶۱۶ ، ۶۱۷ ، ۶۱۸ ، ۶۱۹ ، ۶۲۰ ، ۶۲۱ ، ۶۲۲ ، ۶۲۳ ، ۶۲۴ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶ ، ۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۲۹ ، ۶۳۰ ، ۶۳۱ ، ۶۳۲ ، ۶۳۳ ، ۶۳۴ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ، ۶۳۸ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۶۴۲ ، ۶۴۳ ، ۶۴۴ ، ۶۴۵ ، ۶۴۶ ، ۶۴۷ ، ۶۴۸ ، ۶۴۹ ، ۶۵۰ ، ۶۵۱ ، ۶۵۲ ، ۶۵۳ ، ۶۵۴ ، ۶۵۵ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۶۵۸ ، ۶۵۹ ، ۶۶۰ ، ۶۶۱ ، ۶۶۲ ، ۶۶۳ ، ۶۶۴ ، ۶۶۵ ، ۶۶۶ ، ۶۶۷ ، ۶۶۸ ، ۶۶۹ ، ۶۷۰ ، ۶۷۱ ، ۶۷۲ ، ۶۷۳ ، ۶۷۴ ، ۶۷۵ ، ۶۷۶ ، ۶۷۷ ، ۶۷۸ ، ۶۷۹ ، ۶۸۰ ، ۶۸۱ ، ۶۸۲ ، ۶۸۳ ، ۶۸۴ ، ۶۸۵ ، ۶۸۶ ، ۶۸۷ ، ۶۸۸ ، ۶۸۹ ، ۶۹۰ ، ۶۹۱ ، ۶۹۲ ، ۶۹۳ ، ۶۹۴ ، ۶۹۵ ، ۶۹۶ ، ۶۹۷ ، ۶۹۸ ، ۶۹۹ ، ۷۰۰ ، ۷۰۱ ، ۷۰۲ ، ۷۰۳ ، ۷۰۴ ، ۷۰۵ ، ۷۰۶ ، ۷۰۷ ، ۷۰۸ ، ۷۰۹ ، ۷۱۰ ، ۷۱۱ ، ۷۱۲ ، ۷۱۳ ، ۷۱۴ ، ۷۱۵ ، ۷۱۶ ، ۷۱۷ ، ۷۱۸ ، ۷۱۹ ، ۷۲۰ ، ۷۲۱ ، ۷۲۲ ، ۷۲۳ ، ۷۲۴ ، ۷۲۵ ، ۷۲۶ ، ۷۲۷ ، ۷۲۸ ، ۷۲۹ ، ۷۳۰ ، ۷۳۱ ، ۷۳۲ ، ۷۳۳ ، ۷۳۴ ، ۷۳۵ ، ۷۳۶ ، ۷۳۷ ، ۷۳۸ ، ۷۳۹ ، ۷۴۰ ، ۷۴۱ ، ۷۴۲ ، ۷۴۳ ، ۷۴۴ ، ۷۴۵ ، ۷۴۶ ، ۷۴۷ ، ۷۴۸ ، ۷۴۹ ، ۷۵۰ ، ۷۵۱ ، ۷۵۲ ، ۷۵۳ ، ۷۵۴ ، ۷۵۵ ، ۷۵۶ ، ۷۵۷ ، ۷۵۸ ، ۷۵۹ ، ۷۶۰ ، ۷۶۱ ، ۷۶۲ ، ۷۶۳ ، ۷۶۴ ، ۷۶۵ ، ۷۶۶ ، ۷۶۷ ، ۷۶۸ ، ۷۶۹ ، ۷۷۰ ، ۷۷۱ ، ۷۷۲ ، ۷۷۳ ، ۷۷۴ ، ۷۷۵ ، ۷۷۶ ، ۷۷۷ ، ۷۷۸ ، ۷۷۹ ، ۷۸۰ ، ۷۸۱ ، ۷۸۲ ، ۷۸۳ ، ۷۸۴ ، ۷۸۵ ، ۷۸۶ ، ۷۸۷ ، ۷۸۸ ، ۷۸۹ ، ۷۹۰ ، ۷۹۱ ، ۷۹۲ ، ۷۹۳ ، ۷۹۴ ، ۷۹۵ ، ۷۹۶ ، ۷۹۷ ، ۷۹۸ ، ۷۹۹ ، ۸۰۰ ، ۸۰۱ ، ۸۰۲ ، ۸۰۳ ، ۸۰۴ ، ۸۰۵ ، ۸۰۶ ، ۸۰۷ ، ۸۰۸ ، ۸۰۹ ، ۸۱۰ ، ۸۱۱ ، ۸۱۲ ، ۸۱۳ ، ۸۱۴ ، ۸۱۵ ، ۸۱۶ ، ۸۱۷ ، ۸۱۸ ، ۸۱۹ ، ۸۲۰ ، ۸۲۱ ، ۸۲۲ ، ۸۲۳ ، ۸۲۴ ، ۸۲۵ ، ۸۲۶ ، ۸۲۷ ، ۸۲۸ ، ۸۲۹ ، ۸۳۰ ، ۸۳۱ ، ۸۳۲ ، ۸۳۳ ، ۸۳۴ ، ۸۳۵ ، ۸۳۶ ، ۸۳۷ ، ۸۳۸ ، ۸۳۹ ، ۸۴۰ ، ۸۴۱ ، ۸۴۲ ، ۸۴۳ ، ۸۴۴ ، ۸۴۵ ، ۸۴۶ ، ۸۴۷ ، ۸۴۸ ، ۸۴۹ ، ۸۵۰ ، ۸۵۱ ، ۸۵۲ ، ۸۵۳ ، ۸۵۴ ، ۸۵۵ ، ۸۵۶ ، ۸۵۷ ، ۸۵۸ ، ۸۵۹ ، ۸۶۰ ، ۸۶۱ ، ۸۶۲ ، ۸۶۳ ، ۸۶۴ ، ۸۶۵ ، ۸۶۶ ، ۸۶۷ ، ۸۶۸ ، ۸۶۹ ، ۸۷۰ ، ۸۷۱ ، ۸۷۲ ، ۸۷۳ ، ۸۷۴ ، ۸۷۵ ، ۸۷۶ ، ۸۷۷ ، ۸۷۸ ، ۸۷۹ ، ۸۸۰ ، ۸۸۱ ، ۸۸۲ ، ۸۸۳ ، ۸۸۴ ، ۸۸۵ ، ۸۸۶ ، ۸۸۷ ، ۸۸۸ ، ۸۸۹ ، ۸۹۰ ، ۸۹۱ ، ۸۹۲ ، ۸۹۳ ، ۸۹۴ ، ۸۹۵ ، ۸۹۶ ، ۸۹۷ ، ۸۹۸ ، ۸۹۹ ، ۹۰۰ ، ۹۰۱ ، ۹۰۲ ، ۹۰۳ ، ۹۰۴ ، ۹۰۵ ، ۹۰۶ ، ۹۰۷ ، ۹۰۸ ، ۹۰۹ ، ۹۱۰ ، ۹۱۱ ، ۹۱۲ ، ۹۱۳ ، ۹۱۴ ، ۹۱۵ ، ۹۱۶ ، ۹۱۷ ، ۹۱۸ ، ۹۱۹ ، ۹۲۰ ، ۹۲۱ ، ۹۲۲ ، ۹۲۳ ، ۹۲۴ ، ۹۲۵ ، ۹۲۶ ، ۹۲۷ ، ۹۲۸ ، ۹۲۹ ، ۹۳۰ ، ۹۳۱ ، ۹۳۲ ، ۹۳۳ ، ۹۳۴ ، ۹۳۵ ، ۹۳۶ ، ۹۳۷ ، ۹۳۸ ، ۹۳۹ ، ۹۴۰ ، ۹۴۱ ، ۹۴۲ ، ۹۴۳ ، ۹۴۴ ، ۹۴۵ ، ۹۴۶ ، ۹۴۷ ، ۹۴۸ ، ۹۴۹ ، ۹۵۰ ، ۹۵۱ ، ۹۵۲ ، ۹۵۳ ، ۹۵۴ ، ۹۵۵ ، ۹۵۶ ، ۹۵۷ ، ۹۵۸ ، ۹۵۹ ، ۹۶۰ ، ۹۶۱ ، ۹۶۲ ، ۹۶۳ ، ۹۶۴ ، ۹۶۵ ، ۹۶۶ ، ۹۶۷ ، ۹۶۸ ، ۹۶۹ ، ۹۷۰ ، ۹۷۱ ، ۹۷۲ ، ۹۷۳ ، ۹۷۴ ، ۹۷۵ ، ۹۷۶ ، ۹۷۷ ، ۹۷۸ ، ۹۷۹ ، ۹۸۰ ، ۹۸۱ ، ۹۸۲ ، ۹۸۳ ، ۹۸۴ ، ۹۸۵ ، ۹۸۶ ، ۹۸۷ ، ۹۸۸ ، ۹۸۹ ، ۹۹۰ ، ۹۹۱ ، ۹۹۲ ، ۹۹۳ ، ۹۹۴ ، ۹۹۵ ، ۹۹۶ ، ۹۹۷ ، ۹۹۸ ، ۹۹۹ ، ۱۰۰۰ ، ۱۰۰۱ ، ۱۰۰۲ ، ۱۰۰۳ ، ۱۰۰۴ ، ۱۰۰۵ ، ۱۰۰۶ ، ۱۰۰۷ ، ۱۰۰۸ ، ۱۰۰۹ ، ۱۰۱۰ ، ۱۰۱۱ ، ۱۰۱۲ ، ۱۰۱۳ ، ۱۰۱۴ ، ۱۰۱۵ ، ۱۰۱۶ ، ۱۰۱۷ ، ۱۰۱۸ ، ۱۰۱۹ ، ۱۰۲۰ ، ۱۰۲۱ ، ۱۰۲۲ ، ۱۰۲۳ ، ۱۰۲۴ ، ۱۰۲۵ ، ۱۰۲۶ ، ۱۰۲۷ ، ۱۰۲۸ ، ۱۰۲۹ ، ۱۰۳۰ ، ۱۰۳۱ ، ۱۰۳۲ ، ۱۰۳۳ ، ۱۰۳۴ ، ۱۰۳۵ ، ۱۰۳۶ ، ۱۰۳۷ ، ۱۰۳۸ ، ۱۰۳۹ ، ۱۰۴۰ ، ۱۰۴۱ ، ۱۰۴۲ ، ۱۰۴۳ ، ۱۰۴۴ ، ۱۰۴۵ ، ۱۰۴۶ ، ۱۰۴۷ ، ۱۰۴۸ ، ۱۰۴۹ ، ۱۰۵۰ ، ۱۰۵۱ ، ۱۰۵۲ ، ۱۰۵۳ ، ۱۰۵۴ ، ۱۰۵۵ ، ۱۰۵۶ ، ۱۰۵۷ ، ۱۰۵۸ ، ۱۰۵۹ ، ۱۰۶۰ ، ۱۰۶۱ ، ۱۰۶۲ ، ۱۰۶۳ ، ۱۰۶۴ ، ۱۰۶۵ ، ۱۰۶۶ ، ۱۰۶۷ ، ۱۰۶۸ ، ۱۰۶۹ ، ۱۰۷۰ ، ۱۰۷۱ ، ۱۰۷۲ ، ۱۰۷۳ ، ۱۰۷۴ ، ۱۰۷۵ ، ۱۰۷۶ ، ۱۰۷۷ ، ۱۰۷۸ ، ۱۰۷۹ ، ۱۰۸۰ ، ۱۰۸۱ ، ۱۰۸۲ ، ۱۰۸۳ ، ۱۰۸۴ ، ۱۰۸۵ ، ۱۰۸۶ ، ۱۰۸۷ ، ۱۰۸۸ ، ۱۰۸۹ ، ۱۰۹۰ ، ۱۰۹۱ ، ۱۰۹۲ ، ۱۰۹۳ ، ۱۰۹۴ ، ۱۰۹۵ ، ۱۰۹۶ ، ۱۰۹۷ ، ۱۰۹۸ ، ۱۰۹۹ ، ۱۱۰۰ ، ۱۱۰۱ ، ۱۱۰۲ ، ۱۱۰۳ ، ۱۱۰۴ ، ۱۱۰۵ ، ۱۱۰۶ ، ۱۱۰۷ ، ۱۱۰۸ ، ۱۱۰۹ ، ۱۱۱۰ ، ۱۱۱۱ ، ۱۱۱۲ ، ۱۱۱۳ ، ۱۱۱۴ ، ۱۱۱۵ ، ۱۱۱۶ ، ۱۱۱۷ ، ۱۱۱۸ ، ۱۱۱۹ ، ۱۱۲۰ ، ۱۱۲۱ ، ۱۱۲۲ ، ۱۱۲۳ ، ۱۱۲۴ ، ۱۱۲۵ ، ۱۱۲۶ ، ۱۱۲۷ ، ۱۱۲۸ ، ۱۱۲۹ ، ۱۱۳۰ ، ۱۱۳۱ ، ۱۱۳۲ ، ۱۱۳۳ ، ۱۱۳۴ ، ۱۱۳۵ ، ۱۱۳۶ ، ۱۱۳۷ ، ۱۱۳۸ ، ۱۱۳۹ ، ۱۱۴۰ ، ۱۱۴۱ ، ۱۱۴۲ ، ۱۱۴۳ ، ۱۱۴۴ ، ۱۱۴۵ ، ۱۱۴۶ ، ۱۱۴۷ ، ۱۱۴۸ ، ۱۱۴۹ ، ۱۱۵۰ ، ۱۱۵۱ ، ۱۱۵۲ ، ۱۱۵۳ ، ۱۱۵۴ ، ۱۱۵۵ ، ۱۱۵۶ ، ۱۱۵۷ ، ۱۱۵۸ ، ۱۱۵۹ ، ۱۱۶۰ ، ۱۱۶۱ ، ۱۱۶۲ ، ۱۱۶۳ ، ۱۱۶۴ ، ۱۱۶۵ ، ۱۱۶۶ ، ۱۱۶۷ ، ۱۱۶۸ ، ۱۱۶۹ ، ۱۱۷۰ ، ۱۱۷۱ ، ۱۱۷۲ ، ۱۱۷۳ ، ۱۱۷۴ ، ۱۱۷۵ ، ۱۱۷۶ ، ۱۱۷۷ ، ۱۱۷۸ ، ۱۱۷۹ ، ۱۱۸۰ ، ۱۱۸۱ ، ۱۱۸۲ ، ۱۱۸۳ ، ۱۱۸۴ ، ۱۱۸۵ ، ۱۱۸۶ ، ۱۱۸۷ ، ۱۱۸۸ ، ۱۱۸۹ ، ۱۱۹۰ ، ۱۱۹۱ ، ۱۱۹۲ ، ۱۱۹۳ ، ۱۱۹۴ ، ۱۱۹۵ ، ۱۱۹۶ ، ۱۱۹۷ ، ۱۱۹۸ ، ۱۱۹۹ ، ۱۲۰۰ ، ۱۲۰۱ ، ۱۲۰۲ ، ۱۲۰۳ ، ۱۲۰۴ ، ۱۲۰۵ ، ۱۲۰۶ ، ۱۲۰۷ ، ۱۲۰۸ ، ۱۲۰۹ ، ۱۲۱۰ ، ۱۲۱۱ ، ۱۲۱۲ ، ۱۲۱۳ ، ۱۲۱۴ ، ۱۲۱۵ ، ۱۲۱۶ ، ۱۲۱۷ ، ۱۲۱۸ ، ۱۲۱۹ ، ۱۲۲۰ ، ۱۲۲۱ ، ۱۲۲۲ ، ۱۲۲۳ ، ۱۲۲۴ ، ۱۲۲۵ ، ۱۲۲۶ ، ۱۲۲۷ ، ۱۲۲۸ ، ۱۲۲۹ ، ۱۲۳۰ ، ۱۲۳۱ ، ۱۲۳۲ ، ۱۲۳۳ ، ۱۲۳۴ ، ۱۲۳۵ ، ۱۲۳۶ ، ۱۲۳۷ ، ۱۲۳۸ ، ۱۲۳۹ ، ۱۲۴۰ ، ۱۲۴۱ ، ۱۲۴۲ ، ۱۲۴۳ ، ۱۲۴۴ ، ۱۲۴۵ ، ۱۲۴۶ ، ۱۲۴۷ ، ۱۲۴۸ ، ۱۲۴۹ ، ۱۲۵۰ ، ۱۲۵۱ ، ۱۲۵۲ ، ۱۲۵۳ ، ۱۲۵۴ ، ۱۲۵۵ ، ۱۲۵۶ ، ۱۲۵۷ ، ۱۲۵۸ ، ۱۲۵۹ ، ۱۲۶۰ ، ۱۲۶۱ ، ۱۲۶۲ ، ۱۲۶۳ ، ۱۲۶۴ ، ۱۲۶۵ ، ۱۲۶۶ ، ۱۲۶۷ ، ۱۲۶۸ ، ۱۲۶۹ ، ۱۲۷۰ ، ۱۲۷۱ ، ۱۲۷۲ ، ۱۲۷۳ ، ۱۲۷۴ ، ۱۲۷۵ ، ۱۲۷۶ ، ۱۲۷۷ ، ۱۲۷۸ ، ۱۲۷۹ ، ۱۲۸۰ ، ۱۲۸۱ ، ۱۲۸۲ ، ۱۲۸۳ ، ۱۲۸۴ ، ۱۲۸۵ ، ۱۲۸۶ ، ۱۲۸۷ ، ۱۲۸۸ ، ۱۲۸۹ ، ۱۲۹۰ ، ۱۲۹۱ ، ۱۲۹۲ ، ۱۲۹۳ ، ۱۲۹۴ ، ۱۲۹۵ ، ۱۲۹۶ ، ۱۲۹۷ ، ۱۲۹۸ ، ۱۲۹۹ ، ۱۳۰۰ ، ۱۳۰۱ ، ۱۳۰۲ ، ۱۳۰۳ ، ۱۳۰۴ ، ۱۳۰۵ ، ۱۳۰۶ ، ۱۳۰۷ ، ۱۳۰۸ ، ۱۳۰۹ ، ۱۳۱۰ ، ۱۳۱۱ ، ۱۳۱۲ ، ۱۳۱۳ ، ۱۳۱۴ ، ۱۳۱۵ ، ۱۳۱۶ ، ۱۳۱۷ ، ۱۳۱۸ ، ۱۳۱۹ ، ۱۳۲۰ ، ۱۳۲۱ ، ۱۳۲۲ ، ۱۳۲۳ ، ۱۳۲۴ ، ۱۳۲۵ ، ۱۳۲۶ ، ۱۳۲۷ ، ۱۳۲۸ ، ۱۳۲۹ ، ۱۳۳۰ ، ۱۳۳۱ ، ۱۳۳۲ ، ۱۳۳۳ ، ۱۳۳۴ ، ۱۳۳۵ ، ۱۳۳۶ ، ۱۳۳۷ ، ۱۳۳۸ ، ۱۳۳۹ ، ۱۳۴۰ ، ۱۳۴۱ ، ۱۳۴۲ ، ۱۳۴۳ ، ۱۳۴۴ ، ۱۳۴۵ ، ۱۳۴۶ ، ۱۳۴۷ ، ۱۳۴۸ ، ۱۳۴۹ ، ۱۳۵۰ ، ۱۳۵۱ ، ۱۳۵۲ ، ۱۳۵۳ ، ۱۳۵۴ ، ۱۳۵۵ ، ۱۳۵۶ ، ۱۳۵۷ ، ۱۳۵۸ ، ۱۳۵۹ ، ۱۳۶۰ ، ۱۳۶۱ ، ۱۳۶۲ ، ۱۳۶۳ ، ۱۳۶۴ ، ۱۳۶۵ ، ۱۳۶۶ ، ۱۳۶۷ ، ۱۳۶۸ ، ۱۳۶۹ ، ۱۳۷۰ ، ۱۳۷۱ ، ۱۳۷۲ ، ۱۳۷۳ ، ۱۳۷۴ ، ۱۳۷۵ ، ۱۳۷۶ ، ۱۳۷۷ ، ۱۳۷۸ ، ۱۳۷۹ ، ۱۳۸۰ ، ۱۳۸۱ ، ۱۳۸۲ ، ۱۳۸۳ ، ۱۳۸۴ ، ۱۳۸۵ ، ۱۳۸

جاذب قریشی : جلاب قریشی کی نعت میں ہمارے مذہبی مصری حیات پائی جاتی ہے۔ ان کا اسلوب قدیم اسلوب نعت سے قطعاً مختلف ہے۔ وہ الفاظ کو نئی معنوی جہتوں کے کنارے کے ساتھ دہاتے ہیں اور طرزِ انشاد میں نہایت سادگی پر نظر رکھتے ہیں۔ نعت کو سببِ حاضر میں جن سماجیات کا حامل اور مستقبل میں جن معنوی، فکری اور اسلوبیاتی امکانات کا مظہر بنوایا ہے۔ ان کی نعت میں یہ تمام سنگدلیات نکل آتے ہیں۔

جلاب قریشی کے یہاں فکری سطح بہت بلند ہے اور فکری کو ایک ترقی کا احساس ہو رہا ہے۔ مستند علامہ عزیز الرحمن کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں ”جلاب قریشی کی شاعری اپنے فکری معنی اور اپنے نئے اور نیا نیا نظریاتی دور سے بھرپور شعریت سے غالی نہیں ہے۔ اس لئے یہ دہانے بھر نہیں رہا جاسکتا کہ جلاب شعر کو فکری آئینہ دینے اور فکری جگر پرنے کا شکر جانتے ہیں۔ میں نے وہ دہانوس لکھائی دور رس کی بات کی ہے تو یہ بھی اسی لئے محسوس ہوتی ہے کہ جلاب قریشی کی شاعری روایتی طرزِ احساس اور لکھنے سے اسلوبِ انشاد کی شاعری قلمی نہیں ہے، جس کے لئے اعلیٰ اعلیٰ سانچے موجود ہوں۔ علامتی طرزِ انشاد کو ہاتھ دینے والی انشاد کی اعلیٰ ترین شکل تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ راستہ بہت تنگ ہے۔ جلاب طبعاً وقت پسند اور جدت پسند واقعہ دہانے ہیں اس لئے انہوں نے اس راستے کو اختیار کیا ہے۔“

س ۱۹۷۰ء اور نعت اور جدت پسند اسلوب طرزِ انشاد
سال ۱۹۷۰ء، ہفت روزہ نئی سزا، کراچی

نعت

مٹی آئے ہیں آئے نورِ رحمت کے --- کہ سداً جس ابدالوں کے ہیں، سب چرے محبت کے
فہر جاں کو ابھی موسموں کے رنگ پٹانے --- تم نے ستارے ہی بدل ڈالے بھڑکات کے
مر عام مرا دو ایک پیرو اس طرح بڑا --- کہ اپنے پاؤں پر نوا گر پڑے آوازِ جمالت کے
خدا اور قوی دونوں انہیں آواز دیتے تھے --- زمین سے آسمان تک تھے سفرِ حق کی سماعت کے
حکم امکان یہاں تک وہی اذل وہی آخر --- کہ نال و خد کہیں، دیکھے جسیں حق کی شہادت کے
خیال و خواب کے حلقوں میں رہتا ہے چراغاں ما --- جب موسم میں گئے سے دہیتے کی مسافت کے
مجھے اس شہر کے رستوں میں گم جانے کی خواہش ہے --- کہ میں گمائیوں کے درمیان امکانِ شہرت کے
سزا کی دھوپ میں جب بچاں کا صحرا دکھتا ہے
تو بھر بال برس جاتے ہیں بچہ پر ان کی رحمت کے

س ۲۳۹، نعت رنگ شاد، ۲۰ دسمبر ۱۹۹۰ء، ہفت روزہ نجم نعت کراچی

خواجہ عابد نظامی : مولانا و عرفا سے فکری، ادبی، معرفت سے نسبت، مولانا کی قدر کا فیضانِ فکر، اعلیٰ فکر سے مصاحبت، اس فضا میں خواجہ عابد نظامی کی تربیت ہوئی۔ علوم، ادبیات کے مطالعے سے فطری لگاؤ۔ اس طرح وجدان بھی فکر اور شعور نے بھی چلا پائی اور خواجہ صاحب نے ان تمام فنی کیفیات اور ادبی ادوات کو مد و نعت کی گفتگو میں احساس کے طور پر دہانے۔
ان کی نعت نگاری پر اعلیٰ دانش کی آرا ملا حلقہ کیجئے :-

حفظِ صاحب : ”انہیں نعت کے موضوع کی نزاکت و عظمت کا بھرپور احساس ہے۔ اسی لئے انہوں نے نعت میں محض خیال آفرینی کی جانے

قرآن پاک، اعادہ مہار کہ اور سیرت الطہر سے استفادہ کیا ہے۔ فن کی نعت میں وہ ہر رنگ ہے جو مہر موجود کی نعتیہ شاعری میں در آیا ہے۔"

(ہیپ) رؤف درجیم

حافظہ حیا نوری: "شاعر ہر مقام پر لوہ کا دامن تھامے ہے اور محمدیہ و نعتیہ کلام کو انعام الہی اور ٹھوس صحت کرم تصور کرتا ہے۔ یہی مجز و انکسار نعت کو نڈاشتاتا ہے۔"

میں ۱۰ رؤف درجیم

احمد نعیم قاسمی: "عابد کھائی کی نعت اس اعتبار سے مختلف اور منفرد ہے کہ حضور کی ذات و الامتات پر دل و دلو فریفتگی اس کا سرمایہ حیات بھی ہے اور سرمایہ فن بھی۔"

(ہیپ) (ہیپ درجیم)

حصہ

ذکر خدا زبان پہ دن رات چاہئے — کچھ زیست میں سخاوت چاہئے
ہوا نہیں جو سرا زمانہ خلاف ہے — ساری خدائے پاک کی اک ذات چاہئے
عاجت روا نہیں کوئی اللہ کے سوا — بس اس سے ہی تدارک آفات چاہئے
عابد چاہے کہ اس کا کرم ہے بہانہ جو — ہم میں بھی لیکن ایسی کوئی بات چاہئے

میں ۳۱

نعت

پڑھا تھا میں نے جب اللہ سے پہلا حرف نبیہ کا — حمد اللہ اُسی دن سے نکالوں ہوں محمد کا
نور رحمت و رافت ملی ہر اک سمجھنے سے — ہر نبی تھا سرور عالم کی آمد کا
رسول اللہ کا احسان ہے کس درجہ انساں پر — بتاؤ آپ ہی نے فرق اس کو نیک اور بد کا
حرم قلب رکھتا ہوں درود پاک سے روشن — و بخند ہے یہی تمام و سر میرے لب و دہد کا
اسی لمحے اجالت بہر استقبال آئی — وسیلہ جب بھی نصیر یا دعاؤں میں محمد کا
ہٹا اسی اُس نے و کوئیں کا عابد
ہے لازم ہم پہ شکر اللہ کے اس لعل ہے حد کا

میں ۶۹ . رؤف درجیم . سال اشاعت (ہمار قول) جنوری ۱۹۹۱ء

کتبہ تعمیر انسانیت لاہور

سید امین گیلانی: اللہ نے خوش ٹھوڑی اور خوش الحانی مٹھی دین میں میرانی نے اسے نعت سرائی میں صرف کیا۔ استعداد شعری کی نعت کی

تو بعد رسول کہنے اور کھن سے ادا کرنے لگے۔ سوز عشق ساز دل پر ادا ہو کر مل سماعت کے دلوں کے ہر پیر نے لگا۔ تھیں نعت میں عر کا ترلم
خوش لہجہ الفاظ اور ترنم ریز اسلوب خود خود شامل ہو گیا۔ امین گیلانی کی اکثر نعتیں ایسے ہی دل نشیں اور دل کشا مزے ہیں۔ کھن کی نعتیں بچے بڑوں

شاعری ہے۔ ان کے قلم سے عشق و محبت کے مضامین نہایت بے ساختگی اور دلانگیزی سے لکھتے ہیں۔ ہر شعر ان کی بچی عقیدت کا اظہار نامہ ہے۔ ان کا نعتیہ مجموعہ سرمایہ اور ایش ہے جو ایک عمدہ اور فزنیہ نیت کی نعتوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں چند نکمیں مسئلہ فتنہ نبوت سے متعلق ہیں جو شاعری حسیہ و سولہ غیرت ایمانی کی دیکھیں۔

حصہ

حیرے ما سارا کون — تجھ کو اور ہمارا کون
تو ہی تو آک داتا ہے — تجھ کو کرے مگر ہمارا کون
حسن ہی حسن ہے حیرتی ذات — تجھ سے بد کر پیدا کون
جج کی اسی نے دی توفیق — گیلانی ہے ہمارا کون

ص ۱۷

نعت

رہتا ہے مرے لب پہ ترا ہمیشہ — یوں ہوتا ہے آساں مرا ہر کام ہمیشہ
میں کیسے بھلا دوں ترے عارض ترے گیسو — یاد ان کی دلائیں سحر و شام ہمیشہ
وہ کرنے لگی تھی مرے دل سے تری یاد — باہم رہا کر دیشی ایام ہمیشہ
دم نکلے گا حیرتی ہی محبت میں امیں کا — ہوتا ہے ہر آغاز کا انجام ہمیشہ

ص ۵۵، سرمایہ اور ایش، طبع اول ۱۹۹۳ء، ناشر: ادارہ السادات شیعہ، روہ

سید سلمان گیلانی: سید سلمان گیلانی کی نعتیہ تصنیف کا ہم عہد دور ہوا ہے۔ سید سلمان گیلانی، محترم سید امین گیلانی کے فرزند سعادت مند ہیں۔ ایک تو سلمان کو ان کا یقینان نظر حاصل ہے دوسرے خود قسام ازل نے ان کو جوہر استدراست نوازا ہے۔ سلمان نعت کے دیکھنے سے متنوع کیفیات محسوسات کو صلی قریاں پر منتقل کرتے ہیں۔ ان کے یہاں شعور اور وہ ان کا استراحت ہے۔ وہ نہ ان میں دلائل پیداکرتا ہے اور شعور ان کی سلامت روی پر نظر رکھتا ہے۔ سلمان کی نعتوں میں اس جذبے کی ترپ بھی ہے کہ پہلے خود اس امت کو اپنے افکار و اعمال کی اصلاح کرنی چاہئے جس پر نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکہ یہ امت کتاب و سنت کی پیروی سے شرف یاب ہو کر دھندلی کافرینہ لڑا کر سکے۔

حقیقہً صاحب کہتے ہیں: "سید سلمان گیلانی کی نعت زیادہ تر نفوش خسوری سے مزین ہے۔" — اسلوب مختصر و دل کو بڑے جس سے وہ

نعت میں رنگ و بھر کی لماندگی کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔"

(کیپ پشور دق)

حصہ (پہ شکر دعا)

اٹھی تو مسلمانوں پہ غاس اپنا گرم کردے — ہلا کر دنیا حق پر پھر عزیز و محترم کردے
اٹھی فرقہ بندی نے ہمیں بددہ کر ڈالا — تو اپنے دین واحد میں مسلمانوں کو ضم کر دے
وہ امت دے قیادت پہ کریں پھر سارے عالم کی — عطا پھر ان کو تو اپنی خلافت کا علم کر دے

ص ۱۸

نعت

پائند کا حسن بہ ہنگام کمال اچھا ہے — اس سے اسے آواز فی فی ترا بال اچھا ہے
 فائز پائے ف ویریں سے بھلا کیا نسبت — اسے ملک مان آیا ترا بال اچھا ہے
 کیونکہ حاسنی ہے اسے ان کی عادی کا شرف — جو ، نکھر ، دوارا سے بال اچھا ہے
 آج ہی دیتے تھے خیال آگے زمانے مھر کے — اس دن دیتے ہے اسے ان کا خیال اچھا ہے
 ان یہ سب کہو مرا قربان کہ ان کے آگے — موت انہی ہے نہ جان انہی نہ مال اچھا ہے
 دل و جان دیتے ہیں بے چین اب ان کی خاطر — ملک الحمد کہ سلوک کا مال اچھا ہے

مس ۳۹ از عید دور سال ، سال طبع ۱۵۹۵ء ، دوارا و اسادات ، شیخ جورو

مولانا شاہ وجیہ الدین احمد خاں : نعتوں میں مولانا مرقی اور ، دہائی بیلیات کا اظہار ہے۔ یہ قصی سوز و گداز اور باطنی واردات کی شاعری ہے۔ محمد مگر اللہ علیہ وسلم ، امپور کے مول

”نعتیہ کلام میں دل کی توار ، عقیدت و محبت کی نمونہ ، عشق ، مول کی تپ اور اور نقل پائی جاتی ہے۔“

مس ۵

”جذبات و ہیبت“ ان کی تصنیف ہے جس میں آواز میں ایک مہر ، ہر ایک عربی نعت پر تصنیف ہے۔ ہر نعتوں کا سلسلہ ہے۔ اس کے بعد مدح قرآن کا باب ہے جس میں سات مہر میں قرآن سے متعلق ہیں۔ آخر میں تھیں اٹھ مہر۔ تھیں اور غزلیہ نعت میں ہیں۔

نصونہ کلام

مر رسول باطنی دیکھیں پریشانی مری — اور ہو جائے اسی آشتی سامانی مری
 قرب حق کی منزلیں زائد سے زائد ہیں کھن — آپ کے قبضے سے کپ بار ہے آسانی مری
 مصطفیٰ و نبی ، شاد و گدا کے بیٹا — شائع روز جزا کے نکھائی مری

مس ۱۳

محمد مرقی کا نہ پوچھو جہ و جہاں — لہا کا نور ، رسالت کے صبر ، ہر بیٹا
 وہاں پاک میں اندھ ہیں موتیوں کی لڑی — وہاں پاک سے بھرتے ہیں ذر صدق مقال

مس ۳۰ ، از جذبات و ہیبت ، بار اول ۱۵۸۳ء ، ماسٹر مکتبہ دہریہ ، امپور ، یوپی

نصیم سحر : نصیم حر ایک پائے عشق اور غم کو تمام ہیں اور ان کی اصناف شاعری میں اور ان سے ہے۔ محمد و نعت میں بھی وہ اپنی ایک خاص عظمت اور امتیاز رکھتے ہیں اور ان کی صنفوں اور چوں میں اپنی قیمتی کوششوں سے محمدیہ و نعتیہ ادب میں معتبر اضافہ کر رہے ہیں۔
 یہ جو سلسلے ہیں کلام کے ”نہن کا محمدیہ و نعتیہ کلام ہے۔ آواز میں لہ ہے۔ ہر نعت و اسٹی ایوب محسن اور محسن احسان کے تحفہ دی مدح میں ہیں۔ شروع میں نو مہر ہیں ، پھر لکھن نصیم ، آخر میں چندا ہے اور ہانگو ہیں۔

مول محمد اسحاق "ضمیمہ تحریر تحت کاغذ فنی سرایت سرور کائنات کی اسی محبت کی الٹا ہے جو دلوں میں گہرا ڈھنوں میں روشنی کو
جذروں میں پہلی ہر دیتی ہے۔ نعت کوئی سے لئے مشکل کی جس سرشتوں سرایت کی جس ہو شہدائی کی ضرورت ہے۔ اس سے پتھر
ہیں۔"

ص ۹۰ ص ۷۲

نعت

وہ ہے جو پہلے محبت اور پھر مدینے پہلو — جس اب نہ دیکھو اور اور نوہر مدینے پہلو
وہو نہ یوں بھی مدعا تیرگی کی گراں میں — "حر سے مرکز جس و قمر مدینے پہلو
کسی طرف کا نہ ہو، انور کا حیان کرو — کسی عرف ہو قہر، سطر مدینے پہلو
اب اور راست کوئی نہیں سمجھ کر — جو اب نہ ہو سمجھ کر مدینے پہلو

ص ۴۳ ص ۴۴

نعتیہ ماہیا

رستہ مدینے کا

ہر ایک قدم مجھ کو

پیام ہے جینے کا

ص ۱۰۸

نعتیہ ہانیکو

یوں روں میں تری ہے ترے ہم کی خوشبو

جیسے کسی جگہ میں مسکنی ملی جائے

برسات کی آگ بھی ہوئی شام کی خوشبو

ص ۱۱ "یہ جو سلسلے ہیں کلام کے"، بار اول ۱۹۹۹ء، انجم و لکھنؤ شامت، اسلام آباد

جاوید اقبال ستار : ان کی مدد نعت کے ہر ایسے میں جاہد کاری ہے اور ہمدردی کی دل کشی ہے۔ کسی بھی جذبہ یا خیال کو نہایت جان

کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور بات کو خوب صورت بھڑکتے ہیں۔ قدری جہاں ان کے عقیدت گہرے جذبات سے سرشار ہوتا ہے وہیں ہے

ہے سانگلی اور جیسے ہن سے آسودگی کو دل محسوس کرتا ہے۔

نرم صبر ہے کراں چہرہ جوں، نعتوں، قطعات اور ماقبہ پر مشتمل ہے۔

حصہ (قادر مطلق)

فلک شب کو مٹانے کے لئے ہر مدد میں

تیرگی کی مٹانے میں تمام کما دیتا ہے تو

راست برحق ہے تو اک سورت کا دیتا ہے تو

ص ۱۸

ایک سوال
جن تو لیتے ہیں بھی
لیکن
بھی سوچائیں
سیدیں امیروں کی
سامل پہ لانا کون ہے

ص ۲۰

نعت

ہدم ، ساجھی ، دوست امارا حیرا ہم — ہم کو اپنی جان سے پیدا حیرا ہم
نہا ، دریا ، بہتا امارا حیرا ہم — مانجھی ، کشنی اور کنارا حیرا ہم
روشن روشن حرفوں میں ہے کس ترا — سورج ، چاند ، ستارا حیرا ہم
شرف سے فونے ہوگے ہیں ہم اور تیرا ہوا — دنیا میں ہے ایک سارا حیرا ہم
س ۵۷ ، رمت پتراں ، طبع ۱۹۹۹ء ، سال پریس کراچی

سجاد سخن : سجاد سخن نے پہلے مختلف شعری اصناف میں دلو سخن دی۔ پھر نعت گوئی کی جانب مائل ہوئے اور اسی مہار کو جبرک
مصعب سخن سے دھست ہو کر رہ گئے۔ سجاد سخن کے یہی نعت گوئی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ زبان کی سلاست ، لہجہ کی لطافت ، نقطہ جتنے کا بیقہ اور
جذہ و خیال سے مٹی آفرینی کا گہلا روپ ان کے یہاں پایا جاتا ہے۔ حضور کی محبت ان کے دھڑکے میں رہتی تھی ہے اور سیرت کی تقلید و اطاعت ان کی
نعتوں کا مقصد ہے۔ دیار نبی کی حاضری اور کچھ شعر کی زیادت سے قلب و نظر کی اسودگی کا جذبہ ان کے اشعار سے چھٹکا پڑتا ہے۔ نعت گوئی کو سجاد سخن
معارف و ادب کا موجب سمجھتے ہیں اور خصوصاً اس فن کی کوتاہی کا قوت قرار دیتے ہیں۔

ان کی نعتیہ تصنیف ”رنگ ، روشنی ، خوشبو“ ایک عمدہ ، ایک سہاجت اور غزلیہ جہت میں کسی مکتبی ۶۷ نعتوں پر مشتمل ہے۔ ان کے
یہاں محمد کے مضامین کے آئینے سے نعت منعکس ہوتی ہے اور ان کی بعض اشعار رسول کے واسطے سے اشعار خد کوئی کی ترغیب کا منظر ہیں
شیخ الدین شادق نے اس مجموعے کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے۔

”رسول اکرم کی صفات مہار کے رنگ ، آپ کی حیات طیبہ کی روشنی اور آپ کی ذات طیبہ کی خوشبو انسانی زندگی کے کون سے شعبے میں
نہیں۔ پھر ان کی خصوصیات کی بے شمار جہتیں جس زلزلہ سے انکھو ، انہوں سے انہیں ترہوتی پٹی جاتی ہیں۔ یہ رنگ ، یہ روشنی اور یہ خوشبو جب
شاعری میں نعت کا انداز اختیار کر لیتی ہیں تو قرعاس و قلم کا اعتبار منہوتا ہو جاتا ہے۔“

نعت رنگ ، روشنی ، خوشبو ، ص ۲۴۶

حصہ

مولا ترا عرفان ہے عرفان محمد — ہے حیرے لئے خلق کا عرفان محمد

ہم جیسے گنگاروں کو اسے ولور محشر — ہے تیری مٹا سب دکان محمد
یہ سب ترائیفان ہے اسے قادر مطلق — موضوع سخن تو ہے جوان محمد

۲۰۰

نعت

ہم کو ہے کافی خدا کا اور نبی کا اعتبار — ہائے اب ہم نہیں کرتے کسی کا اعتبار
مال و زر بے وقعت و بے قدر شان خسروی — کالی کھلی نے «علیا مطلق» کا اعتبار
آپ سے پہلے اہلے سے ادا کرتے تھے لوگ — آپ جب آئے تو کیا روشنی کا اعتبار
جب عناق عالم کا شرف حیا گیا — ان کی نسبت سے «صا» ہے آدمی کا اعتبار
کاش مجھ کو بھی سخن حسن و چابی کی طرح — نعت گوئی سے عطا ہو شاعری کا اعتبار

ص ۱۱۳، رنگ روشنی خوشبو، من اشاعت ۱۹۹۵ء، مطبعہ ایس اے اے پرنٹرز، کراچی

محمد فیروز شاہ : محمد فیروز شاہ ایک ممتاز شاعر اور نثر نگار ہیں اور کئی اصناف شعر و نثر میں لکھتے ہیں۔ ان کے قلمی دو دائر بہت ہیں اور ہر دائرے میں دو
لاکن افلاک تخلیقی عمل میں سرگرم ہیں۔ ان کی تمام نگارشات میں مصرعہ کے لسانی، قلمی اور لونی روپے نہایت حسن و جمال کے ساتھ نظر آتے ہیں۔
اسلوب کی انظر لایت حیرت افزا اور سرت آفریں ہے۔ ہر خیال با جذبہ کو قدرت انکسار کے ساتھ بیان کرنے پر چری قدرت رکھتے ہیں۔
ممد و نعت میں بھی قلمی و مثنوی بیانیات، مصرعی مساک و احوال اور مستقبل کے امکانات یکجا دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی ممد و نعت شاعری
دور کے بہتر اور قلمی و ہدائی و کیف کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ عہدیت کا استحکام اور خود کو اس کے احکام کے سانچے میں احوال انکسار کی مددکاری کا نمایاں پہلو ہے۔
نعت ان کے یہاں قلب کی اہمات کیفیتوں اور فکر و تخیل کی تمام تر بوش بندی کے استخراج سے پیدا ہوتی ہے۔ حضور کی شریعت اور میرات
انسانیت کے لئے ایک ہدی مشورہ ہدایت ہے۔ سب مسئلہ اور اقوام عالم کے امن و آسودگی اور فلاح و نجات کے تمام اصول و خطوط انہی (شریعت و
میرات) سے ظہور کرتے ہیں۔ فیروز شاہ کی نعت انعام و انت اور انعام کے مسائل و انکار کا منظر ہمارے ہے۔

حصہ

روشنی، خوشبو کے خالق، مالک مرض و صا — تیری ہستی کی ملک تقسیم کرتی ہے صا
کائنات حسن میں جلوہ لگن تیری صیا — سب منور ساتوں کا گھس ہے تیری عطا
تو ہدایت دے تو آنکھوں میں بھرت ہاگ اٹھے — جو ہوئے محروم ان کی زندگانی ہے سزا
دل سمندر، تختہ لب صحراؤں جیسے ہو گئے — اب کوئی بھر کرم اے حق جود و سخا
رحمتوں کا لکس مانگے ہر زما ہر اک گزری — یہ جہان رنگ و عافیت ہے دست دعا

”خدا اے محمد“، مرتبہ گل شاہی، اشاعت ستمبر ۱۹۹۵ء، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

اسمِ محبت

یہ نام ہی ایسا ہے

جو تلوں سے اور اہو جب

دیتی ہے زہل و سر

اور اسمِ محبت کی تاثیر گہریتی ہے

ص ۱۷۱، مجلہ فنون لاہور، شمارہ ۱۱۰، اپریل جولائی ۱۹۹۹ء، میاں جمیر زلالپور

نعت

تری طلب کے منیر جذبے نظر نظر میں چل رہے ہیں
 دلوں میں شوقِ وصال کے سیپ کتنی صدیوں سے چل رہے ہیں
 افق سے آفاق تک رقم کر کے مغفرت کے گنی بھینے
 نرے کرم ہیں جو میرے خاص انوں کی قسمت بدل رہے ہیں
 جہنمِ شب پر جو کشتیاں لٹکتی تھیں گئی رتوں میں
 ہماری بے نور ساعتوں میں چراغِ حق کر دو چل رہے ہیں
 بھارتوں کو بھرتوں کی کمک ملنا کر کے میرے آقا
 ہم ایک اندھے کنویں کی ہالہ بادی ہی تجاری سے چل رہے ہیں
 ہمیں بھی کوئی کرم کا لمحہ صبا کی صورت ملے کہ اب تو
 دلوں کے موسمِ اپنا خونوں کے زور سانچوں میں اگل رہے ہیں
 میں بھی حیرتِ شمر گئی سے بھارتیں جہادوں رتوں کی
 کہ ہاتھ سر سر کے، مگر کھٹن میں پھول کھیں مسل رہے ہیں

ص ۲۰، مجلہ فنون، شمارہ ۱۱۶، جون جولائی ۱۹۸۱ء، مدبر احمد ندیم قاسمی

آفتابِ کریمی : آفتابِ کریمی کی تصنیف "آفتابِ بقی سکھول" مدونیت کا مجموعہ ہے جس میں ۱۲ امدیں اور بے شمار نعتیں ہیں۔ درمیان بھی حمد و
 مناجات درج ہیں اور چند دوسرے حمدیہ، نعتیہ اور دینی موضوعات پر بھی اشعار موجود ہیں۔ زیادہ تر غزلیہ ہیئت اختیار کی ہے۔ کہیں کہیں منظومات
 (نہ درج) ہیں۔

آفتابِ کریمی کی یہ تصنیف لطیف و معانی بہت بلند ہے اور کیفیت کے اعتبار سے یہ شاعری روح کے تار چھیڑتی ہے۔
 چل دہلوی کہتے ہیں: "آفتابِ کریمی نے اللہ اور رسول کی محبت کے اظہار میں اپنی زبان اور اپنے اسلوبِ اظہار کو منفرد کر رکھا ہے۔ ان کی زبان سادہ و
 سنجیدہ ہے پاک اور نہ تاثیر ہے۔"

(سرودق)

حقیقت صاحب کی رائے میں: "آفتاب کریمی صاحب حال" دیکھ میں نور ان کا مدیہ و ختمیہ کلام آگھنی شکل ان کی واردات فکری کا آئینہ دار ہے۔"

(سرور قی)

ڈاکٹر محمد الخیر شفیق کے بقول: "کریمی صاحب مد نکاری اور نعت نکاری کو ایمان کی ایک نشانی اور علامت سمجھ کر ہم ان مد و نعت میں داخل ہوئے ہیں۔ ان پر نور ان کی سر مستی و نوازنی پر رشک آتا ہے۔ یہ آواز دوست کہاں سے آرہی ہے۔ جس طرح چراغ کی لو کی کوئی سمت نہیں ہوتی، اسی طرح ہر جہت اسی آواز کی جہت ہے۔ دل، دماغ، آنکھیں، کان سب نغمہ سرائی میں مسرور ہیں۔ یہ شاعری وجود کا سارینہ (نارنگسٹرا) ہے۔"

ص ۱۳، آگھنی شکل

مصحف معانی یوں رقم طراز ہیں: "انہوں نے خالق ربانی نور کیفیات روحانی کو جہت، "مشق رسول" کی سرشاری کے ساتھ امیر کر کے لفظوں کا حسین پیکر عطا کیا ہے۔" مشق کے ساتھ مہکن دھندے کے ساتھ فکر نور سرشاری کے ساتھ نیاز مندی کا احترام ان کے کلام کے نمایاں پہلو ہیں۔"

فلپ پرائے

حمد

قرت کا چکر لیا مزا اس کو نگاہ کے — میں تو اسی کا ہو گیا اس کو نگاہ کے
وعدت اسی کی شان ہے، عظمت اسی کی شان — دیکھی ہے شان کبریٰ اس کو نگاہ کے
وہ شان کبریٰ سے بنتا ہے اچھا — دیکھا ہے ہم نے بارہا اس کو نگاہ کے
آواب کی خبر نہ تھی، توہ کا تھا خیال — سر کو جھکا کے رو دیا ان کو نگاہ کے
ص ۱۲

نعت

گزاریں گے بل سراپا سے لے کر نبی کا ہم — ہوگا ہمارا مونس و یار نبی کا ہم
آتی ہے جب بھی گردش لیم سامنے — آتا ہے بے گھلا لعل پر نبی کا ہم
میں ایسے خوش نصیب فقیروں کا ہوں غلام — تجھے ہیں جو نھر سے دلوں پر نبی کا ہم
۱۰۳، آگھنی شکل از آفتاب کریمی، ناشر: تعمیر نعت گراہی

تحسین فراقی: اللہ کی رحمت اس کی قدرت و حاکمیت اور اس کے حکیمانہ حکام حیات و کائنات کے احساس میں رہتی ہی ہمیں نور ان کے رسول ﷺ کی نبوت کے محکم جلیلہ اور تعلیمات و ارشاد اہل نظیر کی کیفیات سے منور و معطر نہیں فقیہ فراقی کے طرز فکر و انداز کی عکاس ہیں۔

حمد

محال و طاقت و تاب غن کہاں ہے ہم — کہ جب خالق ہر دوسرا ہو مجھ سے رقم
وہ ہمارے تصور و تصور و کون و قند — مثال فوں ہے عروقی جہاں میں مالو دم
وہی ہے جن، جنیں، و جلا کا خالق — وہی ہے مہدی کون و مکاں و عرش و ارم
تمام ہر اگر روشنی میں اصل جائیں — فہر قرم سہل ہوں مگر چ لوع و علم

کہیں ہے پھر بھی مجالِ اعلاؔ توصافؔ — کہ اک کرشمہ بھی اس ذاتِ پاک کا ہو، رقم
 م ۱۳۶-۱۳۷، انتخابِ محمد (مرتبہ فوت میاں)،
 طبع ۱۹۹۵ء، ہاشم حضرت حسان محمد ولایت و تک کراچی

نعت

نمانے کی جہیں پر جب بھی مگرانی کا بل آیا — فراتِ عرش سے نورِ ہدایت کا کنول آیا
 بھی قارس کی آگ اور قصرِ کسریٰ میں غلغل آیا — وہ آیا اور اس مغل میں کیسا درخشاں آیا
 ہزاروں مردہ قمیص میں اچھیں اچھیں سے اس کے — نبوت کا سہیل آیا، رسالت کا کنول آیا
 نعت رنگ شمار ۳، م ۳۰۶، طبع اول جنبر ۱۹۹۳ء

حسن رضوی: مجروحِ نیاز اور مشقِ اطاعت کا مودبانہ اور شائستہ اظہارِ حسن، ضحوی کی نعتوں کا مایہ افکار ہے۔ فن کے نعتیہ افکار شخصیت کیلیات اور
 اچھی محوسات کا اظہار نامہ ہیں۔ ہادی انسانیت کی شخصیت عقلی اور حضور کے ارشادات، تعلیمات کو وہ صرف لبِ مسلمہ کی ملان و فلاح کا ذریعہ
 قرار دیتے ہیں بلکہ عام انسانیت کی مجموعی بھلائی کا وسیلہ بھی سمجھتے ہیں۔ اس طرزِ احساس کے سبب حسن رضوی کی نعتیہ شاعری سیرتِ نزاری کا فریضہ
 احسن قرار کرتی ہے۔

نعت

سارے ناموں میں فقط نام ہے اعلیٰ اس کا — روشنیِ فن کے انھرتا ہے حوالہ اس کا
 ایک آواز کہ دریا بھی امنڈ آتے تھے — کیسا اندازِ محبت تھا ترالا اس کا
 اس اندھیرے میں حسن اس کو پکارو تو سہی — تم جہاں ہو گے وہیں ہو گا اہالا اس کا
 جمال احمد مرسل، م ۶۷-۶۸، اشاعت ۱۹۹۳ء، گور اپہ بشر ذراہور

شوکت عابد: شوکت عابد کے مطالعہ مکالم سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ قلبی اور ذہنی طور پر اسی بارگشتِ فضا میں سانس لیتے ہیں۔ فن کے
 نزدیک کائنات کی ہر شے اپنے ہر ایہ گفتگو اور اپنی لوائے سکوت سے برابر ہم گزرا ہے اور ایک ذرا بھی اطاعتِ خداوندی اور اس کے اظہار سے بے تعلق
 نہیں۔

نعت میں فن کا واضح نعر یہ ہے کہ عشقِ رسول کے بغیر تہذیبی زندگی تمام ہے۔ یہی عشقِ مہربان نعت ہے اور ای عشق کی بدولت ہم میں
 اطاعتِ وحی و رسول کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ یہی عشقِ مصطفیٰ ہے جو اللہ تک رسائی کا وسیلہ ہے۔ اسی پر ہماری سعادت و اربین کا مدار ہے۔ گوشت
 شوکت عابد میں بلور کی جانب سے فن کی فزائیہ جست میں کہی گئی نعتوں کے بارے میں صفحہ ۷۴ پر یہ رائے درج ہے
 "شوکت عابد کی نعتیں پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوا کہ فن کے ہاتھوں میں کتنے ہی آئینے ہیں اور ہر آئینے میں اسم محمد ﷺ بھی ہے اور صفات
 محمدی ﷺ بھی۔ یہی غزل کے قارم کا کمال ہے۔"

حمد

سازِ دل بھی محمد ہے، سوزِ نساں بھی محمد ہے — دل ہے گر زندہ تو پھر تو وہ فغاں بھی محمد ہے

مہم میں مشغول ہے سارا جہان آپ و گل --- شہر دریا اور سکوت آسمان بھی مہم ہے
دین اور دنیا کی منزل ایک ہو جائے اگر --- کار دل بھی مہم اور کار جہاں بھی مہم ہے

نعت

ذیبت ہے تھی تمام عشق رسول کے بلبر --- کتنے نہیں ہیں صبح و شام عشق رسول کے بلبر
کس کو ملی ہیں ، ستیں کس کو ملی ہیں ، رفعتیں --- کون ہوا ہے ذی مقام عشق رسول کے بلبر
گھٹتے تو دل سے ہیں بھی نعت رسول کبریا --- سہل نہیں مگر یہ کام عشق رسول کے بلبر
گوشت شوکت علیہ ، نعت رنگ شہزادہ ، مطلوبہ (۱۹۹۵ء) ، ص ۱۷۵-۱۷۶

محمد اکرم رضا : فروغ نعت میں کئی پہلوؤں سے سرگرم عمل ہیں۔ محافل نعت اور جلسہ ہائے سیرت کا انعقاد ، سرائیں و چراغ میں اس
موضوع پر سلسلہ مضامین ، کئی ادبی اجتماعوں سے وابستگی ، ان کی ایک نثری تصنیف شہزادان نعت کے صدی ٹولوں ہے جس میں چند نعت گو شعرا پر ان
کے مضامین ہیں۔

اپنے محرکات نعت کے بارے میں کہتے ہیں۔ ”مگر کا ماحول نہ بنی اور انفریاتی تھا۔ گھر میں ایسی مجالس کا انعقاد کیا جاتا جن میں
نعت ٹولوں ہائے جاتے اور دیر تک مصطفیٰ کے ذکر سے گونجتے رہتے۔ اسی طرح میں لاشعوری طور پر ایک ایسی فضا اور ماحول کا حصہ بن گیا
جس میں نعت مصطفیٰ اور حب رسول کی نو شہرہ جی ہوئی تھی۔“

قلبی نہ اکرو ، لوح نعت گو (۱) ، ص ۶۱۸

اس نہ اکروے میں نعت کا تعارف و مقاصد پر یوں کہتے ہیں۔ ”حضور کی حبشہ قدسی کا اصل مقصد تکمیل اخلاق اور تعمیر سیرت تھا۔ آپ
کے جمال جہاں نور الہ میرت لازوال نے خلقت کو دل کو منور کر کے کاروان انسانیت کو انتہائی سر بلند یوں کی جانب گامزن کر دیا۔ اس لئے نعت گو کو
نعت سے تبلیغ سیرت اور اشاعت دین کا کام لینا چاہئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کے جمال اور آپ کی امن ترین صورت زیبا کو موضوع
شاعری نہ بنایا جائے۔ نعت کا سب سے بڑا نفع قرآن حکیم ہے۔ کیونکہ حضور ہی اکرم کا سب سے بڑا موصاف خود خدا ہے کریم ہے۔ اس لئے نعت گو کو
قرآن حکیم کا قلب و ہاں کی کمرائیوں سے مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ قرآن مجید کے متن سے پھونکنے والی وہ فہمی اس کی رہنمائی کر سکے۔“

ص ۶۲۰ ، لوح نعت نبیہ (۱) ، ص ۶۱۹-۶۲۰ ، شہزادہ شہزادہ شہزادہ

اکرم رضا کی نعت میں فیضانِ حبشہ کی سہلی جس میں دلکشی کی کھات ہے۔ ذاتی محسوسات اور باطنی کیفیات سوز و جزر اور تڑپ و حاضری و
عصری سرائیں و معاملات اور امت کے اجتماعی احوال کی آئینہ دار نظر آتی ہے۔ اسی طرح ان کی مہم بھی ایک عہد حقیقی کے سچے ہندوں اور اپنے خالق و
مالک کے حضور میں خالص عقیدہ تول کا اظہار نامہ ہے:

نعت

لفظ کریم ہے خود خوب دو عالم لطف کر --- تیرے در پہ ہے جینوں زندگی خم لطف کر
رحمت عالم محمد مصطفیٰ کے ہم ہا --- اے خدا تو ہم حنکاروں پہ حکیم لطف کر
ہیں مسلمان نعت و ابواب کا حکیم و کار --- قلب و جاں معلوم ہیں اور آگہ پر ہم لطف کر

ہے رقتا تیرا ، اسے نورِ چہانت سے نواز — اہل ایمان کو عطا ہو جذبِ ہایم لطف کر
ص ۱۳۰ ، شامِ حلاوت نمبر ۶

نعت

دمت مصطفیٰ یم بہ یم جو بہ جو — ذکر صل علی ہر گھڑی چار سو
دمت مصطفیٰ کی سعادت ملے — ہر دم کو نین کی تہ یمنی آرزو
آمنی باد محبوب رب العلی — سب خیالات جین مشکو مشکو
آپ گویا ہوئے یوں بھرنے لگے — شرح قرآن ہے آپ کی مشکو
اسم احمد لہوں پر ہوا نہو لہیں — چشم ہد لم ہوئی پھر سے ہر دہنو
ہو میسر اسے یہ شمر نما — ہے رقتا کی بھلا نور کیا آرزو

ص ۵۳ ، شامِ سحر ، نعت ۶ ، ذفری ، فردی ۱۹۸۱ء

ہاشم شاہ صند علی ، مطبعہ کو نور پرنٹنگ پریس لاہور

خالد شفیق : ہمارے عہد کے ایک نامور نعت گو اور فردغ نعت میں فعال شخص ہیں۔ انہوں نے ماہنامہ شام و سحر لاہور کے چھ نعت نمبر
ترمیم دیئے جو مطالعہ نعت کے سلسلے میں بہت دقیق و متنازع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تکنیکی سطح پر وہ ایک ایسے نعت نگار بھی ہیں۔ ان کا نعتیہ مجموعہ
”عالم افروز“ کے نام سے شہرت پذیر ہو چکا ہے جو سولہ حمدوں اور اکثر نعتوں پر مشتمل ہے۔ نعتیں غزلیہ و رباعیہ میں ہیں۔ چند قطععات اور چند منظومات
بھی ہیں جو مشاہداتی معاشرہ کی آئینہ دار ہیں۔ کتاب کے قریب پر حقیقت یہ ہے کہ ان کی نعت گوئی کے بارے میں کہتے ہیں ”ان کی نعت داسکی کی عمدہ مثال ہے
جو قال تک محمد و فیما بعد ان کے حال میں اصل مٹی ہے۔ ان کی نعت میں ملتہمین کا شعور اور اسلوب کا جھل ہے۔“

(عالم افروز کا قریب)

حصہ

مرے لفظوں کو جو ان کا دیتا ہے اللہ ہے — تمہوں میں جو مجھے حرف و عا دیتا ہے اللہ ہے
کرم سے اپنے سب کی بھولیاں بھرتے نہیں تھکتا — نہروں سے بھی جو سب کو سوا دیتا ہے اللہ ہے
جہان جبر میں بھی زندگی کا حوصلہ دے کر — دھکی لھوں میں جو جبر ہوا دیتا ہے اللہ ہے

نعت

”و جانیع الصفات ہیں ” معلمت ہر — تسکینِ قلب و جان ہیں ”و رلاست ہر
دنیا کی غفلتوں میں اجالے بھر گئے — کھڑی نگر سے آپ کی عاں سیرت ہر
کردار لا الہ کے سانچے میں اصل گئے — اس طرح کی حضور نے توحید ہر

عالم افروز ، ہاشم شاہ صند علی لاہور ، ص ۳۳ ، ص ۴۳

سال اشاعت ۱۹۹۶ء ، مطبعہ شہادت اسلام پریس لاہور

منورہ بدایونی : منورہ بدایونی کے یہاں خیال سے افسانہ کے اور فکر سے نثر سے نہایت جاہلیت و کلتی اور اثر آفرینی پائی جاتی ہے۔ ان کے یہاں زبان و بیان کی لطافتیں اور الفاظ کا شعری تنظیم میں دروست بہت خلافت ہے۔ ان کے اشعار، جذبات کی پہلی اور طرزِ انوار کے والمانہ پن کے سبب مقبول خاص و عام ہیں۔ وہ ہمیں معرفت الہی کے مضامین نہایت عاشقانہ سرمستی کے ساتھ اور نعت میں عشق و عقیدت کے انکار ال گدازی اور جذبہ سرور کے عالم میں دیا کرتے ہیں۔ "منورہ کی نعتیں" ان کی خوبصورت نعتیہ تصنیف ہے۔

حصہ

نہ آیا آنکھ سے جب تو نعر تو دل سے پہچانے — تری پہچان مشکل تھی ، ای مشکل سے پہچانے
کسی کی آنکھ روشن ہے ، کسی کا دل منور ہے — کسی نے آنکھ سے دیکھا کسی نے دل سے پہچانے

۸۷

نعت

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کوئی قریب کی بات ہے — ہے چاہے اس کو نواز دے یہ دور صیب کی بات ہے
ہے ۱۱ دور پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا دیا لیا — یہ ۱۱ کرم کے ہیں فیصلے ، یہ ۱۱ صیب کی بات ہے
وہ خدا نہیں خدا نہیں وہ مگر خدا سے جدا نہیں — وہ ہیں کیا مگر وہ ہیں کیا نہیں یہ محبت صیب کی بات ہے

۸۸

نعت محبوب و نور سند ہوگی — فرد صیب میری مستند ہوگی
بھو سا عاصی بھی آغوشِ رحمت میں ہے — یہ تو بد و بولہ کی حد ہوگی
مگر بھر میں نے دنیا میں نعتیں لکھیں — میری عشق میں مستند ہوگی

۸۹ ، منورہ نعتیں ، ۱۹۶۳ء ، مطبوعہ اقبال جگہ پوسٹ گراہی

نور صابری : نور صابری کی نعت سے اسکی خلق ہے۔ انہوں نے اس کا ردِ عادت کی ابتداء نعت خوانی سے کی پھر ان کے جوہر مستند ہو گئے۔ نعت کوئی پرماں نہیں کیا۔ نور صابری نے سب سے تعلق شاعر کا آغاز کیا اور نعت میں ان کا جوہر اسی شرف سے دلہند رہا۔ نعت خوانی سے تعلق سے یہ مدت کن پر مایہ لگن رہی کہ پردہ ہاں پر جو نئے پیدا ہوئے، سازِ دل پر جو عزت اٹھائے، سب شاعر سے خود کو ابھارتے۔ ان طے مراحل کا یہ اثر بھی ہوا کہ خوش الحانی کے سبب ان کی نعتوں میں ایک لڑائی بھام پیدا ہو گیا۔ حرم اور ، بلکہ چھلکے اور ترنم و لفظ اور ایک دھند آفریں اسلوب۔
نور صابری کی نعت ان کے جذبہ عشق و عقیدت کی مظہر ہے۔ وہ پہلی طور پر جبر و فراق کے شاعر ہیں اس عالم فراق میں وہ بھی ہن و نالک کو اپنا سفیر بناتے ہیں کبھی ہام صبا کو قصہ مقرر کرتے ہیں اور کبھی خیالِ قصور کے حائر سے نامہ بردی کا کام لیتے ہیں۔ ان کا فراق کبھی التجائے طلب بتاتے کبھی لانِ حاضری کی التجاس — حاضری کی صورت میں خاک و در و سول بن جانے کی آرزو اور مراتب کی صورت میں دیدارِ مکرر کی خواہش ان کی نعتوں کا مرکزی موضوع ہے۔ نور صابری کے یہاں جمالِ محمدی کی توصیف، میرتِ حبیب کی تحسین اور مقاصد و تعلیماتِ نبوت کی تبلیغ بھی ملتی ہے۔
ان کے دو مجموعے صبح نور ۱۹۶۲ء اور نوائے نور ۱۹۶۴ء شائع ہو چکے ہیں۔

حصہ

معبود تیری سر جمال دل و دماغ — ہے تیرا اسم پاک مری روح کا چراغ
تھا کہیں یہ عقل کبھی پاسکی تجھے — تیرا کرم ہوا تو ملا ہے ترا سراغ
روشن ہیں تیرے نور سے اذہان اور قلوب — تو نے لکھ کو طے نہ دھر کے لیاغ
اے نور جب حق کی یہ برکت ملی تجھے — ہر قدر ہے سو کا بدن میں یا چراغ

ص ۲۵

نعت

قلام کی مون مون نے لکھا ہے یا نبی — تحفہ اس کی کرتی ہے سورج کی روشنی
تیرے نقوش پا کی طلب میں ہے مضرب — بے کیف تو نہیں ہے یہ سحر کی زندگی
لکھا ہے برگ گل پہ ترا اسم صبح دم — شبنم بدست کی ہے جبا نے بنیا گری
تو دم دو جہاں میں ہے وہ نور منفرد — ممکن نہیں کہ کوئی کرے تیری ہم سری

ص ۵۳، نوائے نور، بار اول اکتوبر ۱۹۹۲ء، ناشر المنار بک سینٹر لاہور

قالب عرفان : نعتیہ تصنیف ”م“ ہے۔

نعت گوئی کے مختلف ادوار و احوال کا جائزہ لیا جائے تو نعت گو شعرائی اور موضوعاتی تقسیم کے پابند ہو کر نعتیں کہتے رہے ہیں۔ آج کل نعت گوئی میں یہ رویہ ابھر رہا ہے کہ ایک ہی نعت میں ہمیں موضوعات و مضامین کا تنوع مل جاتا ہے۔ غالب عرفان کی نعت گوئی میں بھی یہی رویہ ملتا ہے۔ ان کے یہاں ایک عالم میں کئی عوالم اور ایک منظر میں کئی مظاہر کا رنگ و نور جاتا ہے۔ غالب عرفان کی یہ نعتیں فزلیہ ویت میں ہیں۔ انہوں نے ہر قسم کی تجرروت سے شعوری طور پر گریز کیا ہے۔ نہ نئی اور غریب و نیا نوس میٹھیں ایچہ کی ہیں نہ مروجہ عور پر ترسیم و تحریف اور امنف و ایچہ کی شریں لگائی ہیں۔ نہ لسانی تحصیلات کے عجائب و غرائب میں الجھے ہیں۔ انہوں نے روایت کو تمام تر لطافتوں کے ساتھ لیا ہے اور جذبات و افکار کی تازگی اور اسلوب کی رافعت و امتیاز کے ساتھ اس میں جاں فزا پھول کھلائے ہیں۔ فزلیہ ویت میں نعت کہتے وقت دور واتی تغزل کے لوازمات سے بلند ہو کر اس کے تمام فنی آداب اور مصنوعی تصدیق کو اختیار کرتے ہیں جو نعت کا مایہ اصلی ہے۔ وہ سیرت طیبہ کے ذکر جمیل کے حوالے سے ہمیں حضور ﷺ سے ”وہ دست سے اجراع کی تعلیم دیتے ہیں اور تمام عالم انسانیت کے امن و سلامتی اور فوز و فلاح کی اساس اسی اجراع کو قرار دیتے ہیں اس اعتبار سے غالب عرفان کی نعت گوئی سیرت بھاری کی تحریف میں آتی ہے۔

حصہ

خیال تیرا ہے خوب رواں بھی تیرا ہے — شعور و فکر کا حاصل جہاں بھی تیرا ہے
جو اس آئے کسی کو کبھی غلوں و ضو — ناز تیری ہے وقت ازاں بھی تیرا ہے
یہ جسم و جاں کا تسلسل و وجود منی کا — یہاں بھی تیرا نکلاں ہے وہاں بھی تیرا ہے
مرے خدا ترا عرفان رکھنے والا تک — ہے جس کی چھاؤں میں وہ سائباں بھی تیرا ہے

ص ۲۴

نعت

حیات طیب کے نور سے سرشار ہوتا ہے — اہل زندگی کو جب بھی درکار ہو ہے
 حوالوں کے لئے اوراقِ برت کے اٹتے ہیں — تمام مسئلوں سے جب بھی دوچار ہو ہے
 فرداں شمعِ عرفان سے شعاعیں جب بھرتی ہیں — تو امنِ حیرگی میں ہلواؤ انوار ہو ہے
 ص ۳۷

خدا سے ہے وہی رشتہ نبی کا — ہے جیسا روشنی سے روشنی کا
 اگر رحمت نہ ہوتی مصطفیٰ کی — بہت مشکل تھا چہ آدمی کا
 جہاں ملتی ہیں ساری شانیں — وہ راست ہے مدینے کی گلی کا
 کہاں نہیں اور کہاں عرفانِ رحمت — تسلسل ہے حصولِ آگہی کا
 ص ۳۹، "م"، سالِ مبعوثی ۱۹۹۹ء، مہینہ نومبر، قلمی ادب پاکستان، کراچی

محمد حنیف نازش قادری : نازش قادری کے یہاں نعت محض ایک صحتِ شاعری ہی نہیں بلکہ ایک دینی حکماء کا ایک اسلامی فریضہ
 اور اوقافِ دہان کا ایک منظر نامہ بن کر وجود میں آتی ہے۔ وہ اسے قدرتِ کلام اور مشائخِ امن کا سیلابِ انکساری نہیں بلکہ اپنی صدائے باطنی اور اپنے یقین
 ایمان کا حسنِ عمل بھی قلم رویتے ہیں ان کی نعتوں میں مددِ الرسول کی ماضی کو کلیدی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی نعت ایک طرف تو فرد
 کے باطنی ہندوں کا آئینہ ہے، دوسری جانب امت کے اجتماعی احوال و مسائل کے چائن سے بھی پر ہے۔ حضور سے استقامت، حضور سے طلبِ رحمت اور
 حضور سے فطرتِ جلی جیسے اہم موضوعات ان کے یہاں ملنے لگے ہیں۔

ان کی نعتیہ تصنیف غنِ سخن خوشبو کے ہارے میں حنیفِ اسدی فرماتے ہیں:
 "دو خوش نصیب ہیں کہ دیارِ نبی اور بارگاہِ کعبہ کے آئے ہیں اور اپنے سینہٴ خفا کی کو نعتِ محمدی سے پر نور کر لائے ہیں۔ ماضی و حضور
 کا سایہ جمال ان کے کلام سے بہا نظر آتا ہے۔"

ص ۳۳۱، نعت رنگ شہرہ، ستمبر ۱۹۹۹ء

حمد

اے خدایہ جہاں پروردگار ہمارے — تمہارا چہا سو ہے، ذکرِ ترا کو بہ کو
 ششِ جہت میں دیکھتا ہوں تیری قدرت کے نقش — بچے بچے فکرے فکرے دے دے میں ہے تو
 گھر کے آئے ہیں تری رحمت کے بادل اے کریم — جب گھوں ہوتا ہے دل، جب آنکھ کرتی ہے دسو
 ص ۳۳

نعت

بچے طیب میں ہم نور کیا چاہئے — ہو رہا ہے کرم اور کیا چاہئے

تو نے مانگا عین سو دو سو کیا اے طلب اب تو ختم اور کیا جانے
 اے نظر تیری موت لٹکانے لگی اٹھ کے گھبرا پہ جم اور کیا جانے
 ان کی چشم کرم کی توجہ ہوئی منت مئے سارے غم اور کیا جانے
 اس سے علاہ کر نہیں بات ہاتھ کوئی لکھے جیب میں دم اور کیا جانے
 ص ۱۲، سخن خوشبو، اکتوبر ۱۹۹۱ء، اہتمام نعت اہدی، فیصل آباد

شیخ محمد اقبال : شیخ محمد اقبال کا فلسفہ مجموعہ "خلاوت دل" ہے۔ اقبال نے اپنی توفیقات کے مطابق ادب نعت گوئی کی تمام تر نزاکتوں کو طوطا خاطر رکھا ہے اس جگہ احرام و ادب سے کہیں بھی سر مو انحراف نہیں کیا۔ ان کی نعتیں ان کی باطنی سچائی کا آئینہ مصداق ہیں۔ نعت و دعا کے جتنے ممکن موضوعات ہو سکتے ہیں وہ ان کے یہاں موجود ہیں۔ اقبال کے یہاں ہر فرق کا موضوع بھی ہے اور معاصر و حضوری کے مضامین بھی۔ مدینے کا تصور اور وہاں شرف معاصر ان کا چیلوی موضوع ہے۔ ان کے یہاں ہر فن کا اہلہ بھی ملتا ہے۔ نعت کہنے میں اپنی کوتاہیوں کا ادراک اور حضور سے توفیق نعت گوئی اور اس کے علاوہ نعت کی دیگر کات مسلسل کا ذکر، حضور سے مستند اور امت کے اجتماعی آئوب کا بیان اور استغاثہ، حضور کی سیرت اقدس سے مثالیں اور اسودہ صحت پر چلنے کی تبلیغ، نظام مصلحتی کے خلاف و قیام کی اہمیت، ارشادات و تعلیمات نبوت اور حضور کے جمال صورت و سیرت کی فلیا پائیں خلاوت دل میں موجود ہیں۔ اقبال کے یہاں زبان و بیان کی لطافتیں بھی ہیں وہ بہت سلیقہ مندی سے ایسے اشعار کہتے ہیں جن میں زبان و بیان کا حسن بھی ہے اور جذب و فکر کا جمال بھی۔ حافظہ لدھیانوی رقم طراز ہیں: "میں نے محسوس کیا کہ ہمسات کی عروسی نے جو کور ہیرت پیدا کیا ہے وہ بہت قیمتی ہے، زور و لہو غنی ہے، غرض کا زورید ہے اور لہجہ انفرادی کا مڑا وہ ہے۔" ان کا سب سے اہم زور اور نعت ہے جسے وہ اشکوں کی روشنی سے ترسیم دیتے ہیں۔ پروفیسر شیخ محمد اقبال نے دل کے زور سے یہ آیات نعت مکمل کی ہیں یہ ان کی قلبی واردات کا پسلا مجموعہ ہے۔"

ص ۱۴، ۱۵، (خلاوت دل)

نعت

ہو انوں پہ رو گیا ہے تمام اے خدا میں مگرتا جادو ہوں مجھے قسم اے خدا
 ان کو نکال آپ سکونت پذیر ہو دل تیرا گھر، مقیم ہیں آلام اے خدا
 بر صبح تیرے اور سے بھرتی ہیں بھولیاں خراج تیرے مسن کی ہر شام اے خدا
 میں نے تو اپنے آپ کا آئنا کر دیا اب تیرے ہاتھ ہے مرا انجام اے خدا

ص ۲

نعت

پھر مجھے ہونے کا احساس دلا دیتی ہے یاد حضرت مجھے منے سے چھا دیتی ہے
 شاخ احساس پر جب کھلتی ہے رحمت کی لگی سیرے اللہ کو گلزار بنا دیتی ہے
 جب بھی ہوتا ہے مرے دل میں عین روشن نکشائ زینت نگاہوں میں کھا دیتی ہے
 جب اترتا ہے خیال فہم بھلا دل پر اس سولی ہوئی تقدیر بگا دیتی ہے

اپنی دنیا میں کسی طور ہمارے آقا — میری دنیا مجھے معلوم ہے کیا دیتی ہے
سن ۵۰۰، شہادتِ دل، سالِ صبح ۱۹۵۵ء، طالعِ اُٹالی پر بس سرگودھا

موسیٰ نظامی: 'نور کوئین' ان کی نعتیہ شاعری مجموعہ ہے جس کے آخر میں مناقب بھی شامل ہیں۔ نعت گوئی کی بنیاد عشقِ رسول کے جذبہٴ صادق پر ہے۔ اسی سے دل میں گداز، حرف میں حرارت اور بات میں تاثیر پیدا ہوتی ہے کلیم صاحب کا دل اس جذبہٴ صادق سے معمور ہے۔ اس احساس کے بعد جو شے نعت کی تعمیر میں خشک اول سے آخری بند ہی تک مسالے کی طرح صرف ہوتی ہے وہ علم ہے۔ یہ علم وہ شعور پیدا کرتا ہے جو نعت گوئی کی جیادوی شرفِ ظہار میں ہے۔ کلیم صاحب کے یہاں یہ روشنی بھی جلوہٴ نقاش ہے۔

لہٰذا نعتوں میں روایت کی انتہائی پاسداری اور استحکام ہے۔ ہماری روایتی نعت گوئی میں زیادہ تر فردی کی دلدلوات، عشق و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے لیکن ایسی نعتوں میں کیس کیس فرد اجتماعی تر روزں کی بھی نمائندگی کر جاتا ہے۔ کلیم صاحب کے یہاں یہ دونوں رنگ موجود ہیں کلیم صاحب نعت گوئی کو اپنے فن کی حیرت آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ہیرا یہ لہٰذا میں مضامین نعت ادا کرتے ہیں۔

حمد

تمہیں پر بھی تو ہے ستاروں میں تو — بادِ سماں کے رنگیں نظاروں میں تو
گوہرِ ابرو میں تو ہے بہاروں میں تو — ہر طرف تیری قدرت کا ہے رنگ و آ

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

تیرے جود و سخا کی کوئی حد نہیں — رزق پہنچاتا ہے سب کو تو بالقیس
وہ سمندر کی تہ میں ہو یا نہ کہیں — سب کو راقی ہے ہر دم خری جنتو

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

ص ۱۵

نعت

آپ کی رحمتیں ہیں لا محدود — آپ امت کے گھرِ مقصود
آپ کے نورِ پاک کے صدقے — "جہاں پر ہے روشنی کا درود"
آپ کا عشق ۱۵ قرآن — آپ کی ذات میں خدا موجود
آپ کی رحمتیں ہیں عالم پر — نورِ لطف و کرم ہیں لا محدود
حق تعالیٰ نے عرضِ اعظم سے — لکھ دی ہیں آپ پر سلام و درود
نعت گوئی کا یہ صلہ ہے کلیم — درودِ مفضل میں کیا تھا اچھا وجود

ص ۲۲، نور کوئین، سالِ شام ۱۹۵۵ء

ناشر: علی عمر بلی کیشنز، لاہور

منصور ملتانی : حمد و نعت کے فروغ کے سلسلے میں کئی جتوں سے کام میں مصروف ہیں جن میں تیسرہ و تنقید و تالیف و انتخاب ترجمہ نیز مختلف حمدیہ و نعتیہ تنظیموں سے وابستہ رہ کر اس کار خیر میں اشتہار کے ساتھ ساتھ دو تحقیقی عمل میں بھی سرگرم ہیں۔ ان کا ایک حمدیہ و نعتیہ مجموعہ "نورِ سل" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے "ہامہ الہی اور انہام النبی ﷺ کو منظوم کیا ہے۔ ۱۹۹۱ء الٹی ہیں اور ۱۹۹۲ء الٹیں۔ اساتذہ اعلیٰ کو نظم کرنے کا تجربہ نیا نہیں۔ عرفی، فارسی اور اردو میں اس کی نظیریں موجود ہیں لیکن ایک بات منصور کے عمل کو ممتاز کرتی ہے کہ دوسروں کے یہاں بالعموم اساتذہ طیب کو صرف یکجا کرنے کا رجحان غالب ہے۔ کوئی ایک عرض متعین کر کے اس میں ان ہاموں کو تنقید و ان لوہہ شریعت، جہاں مکتبائیں دیکھی، نظم کر دیا۔ ایک ہی شعر میں آٹھ دس نام یکجا کر دیئے۔ مقصد صرف یہ رہا ہے کہ تمام اساتذہ اقدس تبرکاً ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ کہیں کہیں اس سے ہٹ کر بھی ہوا ہے اور اس کو اس طرح استعمال کیا گیا ہے کہ ان کی معنویت و برکت لمباں ہو سکے، منصور کا کلام ہر لگانہ ہے۔ ایک تو انہوں نے قطعات مسلسل کی لڑیوں میں موزنی پر دیئے ہیں۔ دوسرے، صرف ایک اسم کے لئے ایک قطعہ مختص کیا ہے اور قطعات میں موزنی جریں استعمال کی ہیں۔ پھر وہ اسم کو اس طرح لائے ہیں کہ اس کا مکمل معنوی ابلاغ ہو جائے۔ ان کا یہ مقصد بھی ہے کہ یہ اساتذہ مضافی ہم پر واضح ہو کر بہتر سے فکر و عمل کا حصہ بن سکیں۔ ایک التزام یہ رہتا ہے کہ ہر اسم الٹی کی برکات و اثرات قطعے کے آغاز میں لکھ کر اس کے اور اردو مخاطف کی ترکیب و درج کی ہے۔ اسی طرح منصور ملتانی نے نعتیہ قطعات کے حوالے سے حضور اکرم کا مقصد بعثت، حضور کے فضائل و بکارم اخلاق، حضور کے کردار و میراث مقدسہ کی لوازمات، حضور کی دعوت و ہدایت اور عالم انسانی کے لئے حضور کی اہم شریعت کے عظیم پیغام نمایاں کئے ہیں اس طرح یہ قطعات میراث نگاری کی تعریف میں آتے ہیں۔

منصور ملتانی کی حمد و نعت گوئی میں گہرا قلب، جذبہ عقیدت، سلیقہ و ہوش مندی اور اعتماد و سلاست روی کار چاہا ملتا ہے۔ زبان و بیان کی سلاست و لطافت، موزوں الفاظ کا چناؤ اور اسلوب کا بے ساختہ پن ان قطعات کا حسن ہے۔ منصور ملتانی نے فن و عقیدت کے چراغ روشن کئے ہیں جو جہاد حمد و نعت پر چلنے والے کاروان شعر و ادب کو روک کھاتے رہیں گے۔ نمونہ کلام

حمد (المصور)

سوچ سے بھی ماورا ہیں اس کے فنی دائرے
کر نہیں سکتیں یہاں مل کر بھی تحریریں تمام
حسن و صفا ایک تخیلی فن صورت مری
المصور ہم اس کا لوح تصویریں تمام

نعت (منیر)

وہ کامل نور ہیں ان سے ہوئی ہے زندگی روشن
حقیقت میں اگر پوچھو ہے ان سے روشنی روشن
کئی چارک گوشتے فطرت انہیں میں مٹتی تھی
منیر نے کئے ہیں ظاہر و باطن بھی روشن

منیر، ارم، ۷۷، از سرسل و سرسل، طبع اول ۱۹۹۵ء، ناشر ڈائنامک پبلی کیشنز کراچی

منصور مہتانی نے "نید البشر" کے نام سے ۱۳ سانیٹ کئے ہیں جن میں مصور کی اعلیٰ و ظہور قدسی سے وصال تک کے تمام نمایاں واقعات کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اور پوری تحقیق و استناد کے ساتھ نظم کیا ہے۔ التزام یہ رہا ہے کہ ایک صفحے پر کوئی واقعہ صورت میں نہ لکھا ہے بلکہ مقابل صفحے پر اسے سانیٹ کی صورت میں قلب نظم میں ڈھالا ہے۔

ایک سانیٹ

ستم کا ہو گیا آغاز سارے اہل ایمان پر
مگر غیروں سے کیا ہوا کہ اپنے بھی نہ تھے اپنے
عزم کا عہد کا اور سائب کا ساتھ ہی تو گھر
یہ ہمسائے نبی کے گھر تلاوت پھیلک دیتے تھے

مجھے قاسم تو بحر پائے ابو القاسم نے عہد اللہ
رضاعت میں ہوئے یہ بچہ بھی اللہ کو پیارے
سا جب یہ تو دوڑا سائب سب کو خبر دینے
کہ اجر ہو گئے دیکھو محمدؐ من عہد اللہ

ہوئے جب غزوہ رب کے نبیؐ تو دمی بحر آئی
حمیں کثرت سے حلا خیر ہم نے صورت کوڑ
کرد اللہ کی خاطر عبادت اور قربانی
یقین رکھو تمہارے سارے دشمن ہو گئے اجر

جو دی اللہ نے ڈھارس نیا عزم و یقین پٹا
نیا اک ولولہ لے کر اٹھے اور دیں گو پھیلاؤ

۲۵ اگست ۲۰۰۰ء کو لکھی

معراج جامی : اپنے عہد کے ایک نمایاں شاعر جو کئی اصناف شعر میں کہتے ہیں۔ حمد و نعت کا کوئی مجموعہ سر دست شائع نہیں ہوا لیکن موقر چراغ و درساں میں ان کا حمدیہ اور نعتیہ کلام چھپا رہا ہے۔ حمد و نعت میں مرثیہ بیتوں کے علاوہ نئی بیتوں میں بھی تجربے کئے ہیں۔ خصوصاً ننگو میں حمدیہ اور نعتیہ مضامین نہایت خوبی اور عمدگی سے لاتے ہیں۔

ان کی حمد میں اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت اور اس کی قدرت و حکمت کے اظہار کے ساتھ ساتھ عبودیت کے معجزہ نیاز سے مدد ہوتی ہیں۔ نعتوں میں فضائل نبویؐ کا ذکر، حضورؐ کے رشد و ہدایت کی ہر کات کا تذکرہ، ان کی محبت و اطاعت سے وابستگی کا اظہار اور ان کی فرد و فرد انسانی معاشروں پر غیور افواج و اور کت و سعادت کے مضامین موجود ہیں۔ نیت کا اخلاص، عمل کا صدق جب زبان و بیان کی سادگی اور لطافت میں آمیز ہو کر شعر کے قالب میں اچلتا ہے تو گہرا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور جاری ان اشعار کو اپنے دلی جذبات کا آئینہ سمجھتا ہے۔

اہل تو ہے اتنا تو ہے — جو ہے باقی وہ اے خدا تو ہے
 تو جاتا ہے ، مارتا تو ہے — تو ہی سستا ہے دیکھتا تو ہے
 سب دھڑکتے دلوں کی دھڑکن کو — ساری آنکھوں سے بھانکتا تو ہے
 ہر عیاں شے بھی ہم سے ہے اوجھل — ہر نماں شے کو دیکھتا تو ہے
 اپنے جاتی پہ اک نگاہ کرم — اس کے ہر درد کی دوا تو ہے

ص ۲۱۹ ، خزینہ محمد ، مرتبہ طاہر سلطانی۔

سال اشاعت مئی ۱۹۹۹ء ، ناشر ادارہ ہشتان مدونعت کراچی

حذیہ بانیکو

کیا مایہ کیا دھوپ
 دھرتی پر جو بھی شے ہے
 سب میں تیرا دھوپ

دن ہو یا رات

میری رون میں لگتی ہے

میرے دھوپ کی ذات

شکر کو کم مت کر

بس تو آں لگا دھوپ سے

تم کا غم مت کر

نعت نمبر ۶۰ ، نمبر ۱۹۹۹ء ، ناشر القلم نعت کراچی

نعت

جب یارش الم سے پریشان ہو گیا — زار تہی سکون کا سامان ہو گیا
 قربت ملی حضور کی ، پہنچا خدا کے پاس — خود جس کو اپنی ذات کا عرفان ہو گیا
 پھر تہ ہوں دل میں درد جہاں کا لئے ہوئے — لبس رسول پاک سے انسان ہو گیا
 المام ان کے قلب کی جنبش کا نام ہے — جو لفظ مد سے نکلا وہ قرآن ہو گیا
 جاتی کیا ہے درد نہاں جب سے ان کا نام
 ہر کام میرے واسطے آسان ہو گیا

ص ۳۲۰ ، نعت نمبر ۳۰ ، نمبر ۱۹۹۹ء ، ناشر القلم نعت کراچی

احمد خیال : "میں جیادی طور پر غزل کا شاعر ہوں لیکن نعت میں وہ کیف و سرور اور روحانی لذت ملی ہے کہ اب نعت کے علاوہ کچھ لکھنے کو چاہی نہیں چاہتا۔"

احمد خیال نے اپنے نعتیہ مجموعے "نفسِ خوشبو" میں "عرفِ نیاز" کے عنوان سے اپنے بارے میں یہ احساسِ قلبیہ کیا ہے۔ یہ مجموعہ ایک عمدہ بہت سی غزلیہ بیت کی نعتوں اور چند سناقب پر مشتمل ہے۔

احمد خیال جذبِ عقیدت اور سوز و رونا کے ساتھ شعر کہتے ہیں اور فن کی نزاکتیں بھی مدِ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے اشعار میں وہ تاثیر ہے جس کا سرچشمہ گن کی صداقت قلبی ہے۔ ان کا دل محبتِ رسول کی فراوانی سے سرشار ہے اور وہ ہجر کے عالم میں بھی بے غصہ حضوری میں رہتے ہیں۔ مدینہ ان کا مرکز خیال بھی ہے اور مرکزِ نگاہ بھی۔ بہت سی نعتیں مدینے کے محاذ سے لکھی گئی ہیں ساتھ رقم کی ہیں سادہ لفظوں میں بہت مضامین اور بے ساختہ لہجہ ان کے اشعار کو کیفیات سے معمور کر دیتا ہے۔

حمد

عطا ہو دینِ رسا خدایا کہ لکھوں تیری ثنا خدایا
ہر ایک شے کو ہی ہے لیکن تجھی کو سے بس بنا خدایا
دلوں کی دھڑکن میں تیرا چہا . نظر کی چٹن میں تیرا جلوہ
ہر ایک دل میں ہر اک نعر میں ترا ہی جلوہ چھپا خدایا
خیال کی بس یہ آرزو ہے ، وہ طلب میں یہ جستجو ہے
ہی دہے دل میں یاد تیری ، نہاں پہ ہر دم ثنا خدایا

ص ۱۵

نعت

جہاں کا دردِ معتبر ہے — حنن میں وہی اک وہ محزون ہے
وہاں کی روشنی تو روشنی ہے — وہاں کی شام بھی رشکِ سحر ہے
وہاں پہلے بچا لگی ہیں — نگاہوں میں وہی رحمتِ سحر ہے
ہر اک نگارِ کعبہ پا ہے منور — مدینے کا سفر بھی کیا سفر ہے
میں ہنسوں گا خیال اک دن مدینے — نبی کا عشق میرا راہبر ہے

ص ۶۱ ، نفسِ خوشبو ، سالِ اشاعت ۱۹۹۳ء ، ناشر : ادارہ ۴۴ خیال کراچی

عافیل کربالی : عافیل کربالی کا شعری مجموعہ "تغییلِ حرم" عمدہ سناجات اور نعت و منقبت کے علاوہ دینی، اخلاقی ملی اور وطنی نظموں پر مشتمل ہے۔ عافیل کربالی ان نعت گو شعرا میں ہیں جن کا دل مشقِ محمدی سے سرشار اور جن کی زبان ذکرِ نبی سے تر ہے۔ وہ فکر و تغزل سے زیادہ جذبے کے شاعر ہیں۔ جذبے کی صداقت اور زبانِ ایمان کی سادگی سے ان کی نعتیں زندہ ہیں۔ سادہ بیانی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں انہوں نے لفظی تراکیب کی ضرورت کا درجہ بھی کام لیا ہے۔ دور و بیابان کا چاند بھی ممدات سے کرتے ہیں جن کے ساتھ خوشگوار قوافی کا کر نعت گوئی کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کی نعتوں

میں نوپ نو مضامین کی خوش رنگی موجود ہے۔

حصہ

کہاں شعاع کمر سے پکارتا ہوں تجھے — کہہ ہوں دیدار سے پکارتا ہوں تجھے
تری سحاش مری زندگی کا مقصد ہے — ہر اک مقام خبر سے پکارتا ہوں تجھے
خود کی حیر و شمی کا علاج کرتا ہوں — بنوں کی رلو گزر سے پکارتا ہوں تجھے
اکھرتا ہوں فضاؤں میں صحتیں ناقص — سہر ہوں گل تر سے پکارتا ہوں تجھے

ص ۱۰

نعت

ہوں کیوں نہ ہو شائے محمدؐ — ہے دونوں عالم برائے محمدؐ
اُسے حق نے سب کچھ عطا کر دیا ہے — جسے حق مہجی ہے دلوائے محمدؐ
دو عالم میں کوئی سوائے خدا کے — نہیں ہانتا احتیاجے محمدؐ
کوئی اور خواہش نہیں میرے دل میں — سوائے محمدؐ ، سوائے محمدؐ
کہ لیاں علیؑ کو کیا فکر ناقص
کہ ہے عام جوہر ، سوائے محمدؐ

ص ۲۴ ، قدیم حرم ، ۱۹۷۲ء ، ناشر: علمی کتب خانہ مظفر گڑھ

مسعود چشتی : مسعود چشتی کا ولید نعتیہ مجموعہ (تسکین قلب) مطبوعہ نومبر ۱۹۹۵ء ، عالم نوجوانی میں فن کی استقامت، حال، سلامت، روی، فکر و فکر کی راستی اور حقیقت و عمل کی ہم آہنگی کا ثبوت ہے۔ اس مجموعے کا مطالعہ فن کے افکار آئندہ کی ارتقاء پروری کی جانب واضح اشارہ کرتا ہے۔ فن کی موجودہ نعتوں میں دوسرے کچھ نظر آتا ہے جو نعت کا تصور اور مطالبہ ہے۔

حبیب رسول اور امام حسینؑ کے صادق جذبات، نعت کوئی میں بحر و انوار کا رویہ، حضورؐ کی فضیلتوں کا ذکر اقدس، حضورؐ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ، حضورؐ کے مقاصد نبوت، مدینہ منورہ میں حاضری کی تڑپ، العرض ذاتی اور اجتماعی جذبات کی ترجمانی فن کے اشعار نعت سے عیاں ہے۔
"تسکین قلب" کے آغاز میں کوئی دس ایکس اوپا اکابر شعر و ادب کے تائزات شامل ہیں بعد میں ایک عمدہ اور بے شمار نعتیں ہیں جن میں غزل کی یکصدہائی ہے۔

صرف دو آئینہ درج ہیں :

حقیقہ حجب : "کسی نوجوان کا نعت شریف کی طرف مائل ہونا اور پھر اسے شعاع مایہ نامیرے نزدیک بہت خوش کن، خوش اثر اور خوش آئند ہوتا ہے کہ اسی سے فن کردار کا سفر شروع ہوتا ہے — مسعود چشتی کی نعت میں قریب قریب بھی رنگ اور خوشبو نہیں موجود ہیں جو ان کے اچھے نعت گو ہونے کی توثیق ہیں۔"

ص ۱۰ ، (تسکین قلب)

سحر انصاری: ”مسعود ہشتی نے نبی کریم سے روایت کے مطابق من سب ہندوں کا اہلکار کیا ہے جو مام نعت کو شعر کا خامر ہے۔ لیکن ان کی نگاہ گرد و پیش کی دنیا اور اس میں زندگی بسر کرنے والی اس آمت پر بھی ہے جو شفاعت کی امید اور دامن ماری تو ابائی صرف کر رہی ہے۔ اس کے حالات پر جب نظر پڑتی ہے تو مسعود ہشتی کا لفظ دراصل بالحق جاتا ہے۔“

ص ۱۱، تسکین قلب

حصہ

اللہ نے حیات کو آسان کر دیا — — — عشق نبی کو حاصل ایمان کر دیا
کعبے کے ساتھ ساتھ عین عطا کیا — — — کتنا عظیم ہم پہ یہ ایمان کر دیا
اللہ کی رضا ہی نبی کی رضا بنی — — — جاری مرے خدا نے یہ فرمان کر دیا

ص ۱۲

نعت

ہائے ، طیبہ نگر کو ہائے — — — اور وہاں ہمارے وہاں آئیے
زندگی ہے رنگ ہے یہ کیف ہے — — — یا رسول اللہ کرم فرمائیے
یہ تمنا ہے دل نہ دور کی — — — ان کے دور کی خاک ہی ہو ہائے
آپ کے مسعود کی خواہش ہے یہ — — — رافت المہر پہ اب ہوائیے

ص ۲۰، تسکین قلب، طبع نومبر ۱۹۹۵ء، ہفت روزہ الطیب مراد آبادی اکیڈمی، کراچی

محمد بسطین شاہ جہاں پوری: آپ حضرت صوفی محبوب اللہ مدنی کے حلقہ دو مریدین کے حلقے میں شامل ہیں۔ مدنی کا نعتیہ مجموعہ ”بھلائی رحمت“ کے نام سے اہل ذوق کی روحانی مسرت اور قلبی سرشاری کا موجب ہے۔ بسطین کو اسی تروت کا وہ سے فیض حاصل کرنے کے مواقع فراہم ہوئے اس لئے ان کا مزاج بھی ایسی ہمدانی اور روحانی نعمتیں اصل تیار ہوئے نہ نعت کوئی میں موفیانہ طرز اظہار نے فروغ پایا۔ اس لئے بسطین کی نعتوں میں ہمیں باطنی کیفیات اور قلبی واردات کا لہجہ نظر آئے گا۔ جذبہ ”عشق“ میں اصل کرفن کے یہاں زیادہ تر ذہنی احوال کا اظہار ملتا ہے۔ لیکن وہ صاحب عشق ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب علم و شعور بھی ہیں اس لئے ان کے اشعار میں نثران و آہنی کی لطافتیں بھی موجود ہیں۔ عشق اور علم کے استخراج سے ان کی نعتوں میں نوب و احترام کے تمام تر محاذات موجود ہیں۔ اجماع سنت اور تاکید سیرت طیبہ کے مضامین ان کے یہاں اکثر و بیشتر نظر آئیں گے اور ذاتی رنگ کے علاوہ انسانی مسائل کے غور و فکر بھی ان کی نعتوں میں مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں۔

نعت

ہم میں تا حشر رہے ایسی جماعت آقا — — — مام کرتی رہے جو آپ کی سنت آقا
سر القدس سے ہمیں جان رسالت کی بھین — — — آپ کے دم سے سچا مکتب رسالت آقا
مجزوہ آپ کے دربار کرم بار کا رنگ — — — نہ لکھیں آپ کے در سے ہے کرامت آقا
آپ کا عشق حقیقت میں ہے معراج حیات — — — آپ کا ذکر ہے دراصل عبادت آقا

سپلا آفات و بلیات سروں سے گزرا — اپنی کیا کیا نہ ہوئی خواری و ذات آقا
استقامت مرا دربار عطا میں ہو قبول — از رو بندہ نوازی ہو عنایت آقا
بکے سلیمن کریمین کے صدقے میں کرم
کب سے منہ خدا میں ہے کشتی امت آقا

ص ۱۸۳، بہار نعت، مرتبہ حفیظ تاج، سال اشاعت ۱۹۹۹ء

ناشر ارشد میر صوبائی سکرٹری، گلڈ ہاؤس لاہور، طابع نقوش پریس لاہور

ماہر کرہائی : ہر مسلمان شاعر کا دل، عشق نبی سے معمور اور پر نور ہے۔ اس لئے نعت اُس کے سدا دل کا نغمہ ہے۔ وہ قصور کے عشق میں مشغول اور اُن کی یاد اور قصور میں غور ہوتا ہے۔ ایسا جذبہ تصور اور خیال نعت کے مختلف حیران کن اثرات ہے اور شاعر اپنی گونا گوں کیفیات کو رقم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر اسے مجوز بہارت کی سعادت حاصل ہو جائے تو پھر مشاہدہ بھی شامل نعت ہو جاتا ہے اور جذبے کی صداقت میں مقامات، مناظر اور کیفیات کی واقعیت بھی شریک عمل ہو جاتی ہے۔ ماہر کرہائی کی آرزوئے حاضری پوری ہوتی نہیں مگر کی سعادت نصیب ہوئی اور اُن کی نعتوں میں کیفیات شہود بھی شامل ہو گئیں۔ ماہر کرہائی کی وضاحتیں ایسی صورت حال کی آئینہ دار ہیں اور باقی مضامین موضوعات نعت بھی سادگی اور بلیقہ مندی سے بیان ہوئے ہیں۔ اُن کا نعتیہ مجموعہ متر کون و مکاں ہے۔ جو زیادہ تر غزلیہ بیعت میں ہے

قاضی حسین احمد، امیر جماعت اسلامی فرماتے ہیں ”آپ کا نعتیہ کلام دُور عشق رسول ﷺ کے انہی جذبات سے معمور ہے جو حبیب احمد بھٹی کا لفظاً ہے اور یہ کلام اُسی انداز خلوص اور صادق جذبے سے عبارت ہے جس سے ہماری مشرقی زبانوں خصوصاً عربی، فارسی اور اردو کی پوری نعت گوئی کی تاریخ شرمناک ہے۔“

ص ۵

حمد

اے خدایہ جہاں، اے خالق کون و مکاں — تیری قدرت کے کرشمے ہیں زمین و آسمان
بر و بر، ارض و سما، تحت الطوفان، عرش علی — کون سی ایسی جگہ ہے تو نہیں حاضر جہاں
تیری یکمائی کا شاہد ہے یہ دنیا کا نظام — ہے یکتا ذات تیری، تو ہے یکتا ہے مکاں

ص ۲۳

نعت

دیار گلِ فشاں تک آ گیا ہوں — میں اُن کے آستان تک آ گیا ہوں
ہے جلوہ سائے صحنِ حرم کا — کہیں سے میں کہاں تک آ گیا ہوں
کرے گی گردشِ دوراں سرا کیا — درِ حفظ و امان تک آ گیا ہوں
ہے ہم اُن کے ثنا خوانوں میں میرا — اُسے قسمت یہاں تک آ گیا ہوں

متر کون و مکاں، ص ۳۳، جولائی ۱۹۹۹ء، البدر پبلی کیشنز، لاہور

نور خدا برستا ہے سارے جہاں میں --- اس کا ہے سب تصور زمین آسمان میں
لاریب میری روح بھی اللہ کا حکم ہے --- بے شک خدا ہی رہتا ہے تن کے مکان میں
ہر لمحہ اہل کی عظمت و قدرت کا ہے گواہ --- جبروت اس کا ثبت ہے ہر ایک آن میں

۳۳ ص

مردہ دل کو ملتی ہے زندگی مدینے میں --- بے سکون کو ملتی ہے تازگی مدینے میں
دل میں جھگڑاتی ہے سب جہاں سجاتی ہے --- آسمان سے آتی ہے روشنی مدینے میں
نعت سننے والے ہوں ، نعت کہنے والے ہوں --- ہم بھی رہنے والے ہوں دائمی مدینے میں
حال دل سنا پائیں ، قسمیں دے پائیں --- اسے خدا پہنچ جائیں آج ہی مدینے میں

۵۲ ص ، نعت ، سال طبع نومبر ۱۹۹۹ء ، ماہر نعت چلی کیشنر فیصل آباد

قریب دہانی : قریب دہانی کے یہاں نعت گوئی جہاں ایک اسلامی علامہ ہے ، ہیں اخلاقی فریضہ بھی پورہ ہیں فنی ذمہ داری بھی ۔ وہ نعت کو ہر پہلو سے ہر جہت سے دیکھا ، سنو کر ، اس کے حسن و جمال کو نکھار کر نور اسے ایک لائق فکر تخلیق پارے کی صورت میں وجود میں لاتے ہیں ۔ ان کا قرآن و حدیث کا مطالعہ ، تاریخ و سیر پر ان کی نظر اور علم و آگہی سے ان کا ذہنی واسطہ ان کی نعت کو ایک بلند سطح عطا کرتا ہے ۔ وہ تخلیق کے پھولوں کو عقیدت کی خوشبو پور شعور کے رنگ میں آمیز کر کے دلان قرطاس پر آراستہ کرتے ہیں ۔ ان کے یہاں نوبہ نو مضامین اور اہم موضوعات ان کی نعت کو مصر و رواں سے ہم رنگ و ہم آہنگ کرتے ہیں ۔ اس سے قبل ان کی نعت و مشقبت کے چھوٹے بڑے چار مجموعے چھپ چکے ہیں ۔ بادۂ عرفان ، جلوۂ معراج ، اور سخاں محبت اور فحان محمدؐ

مہر درخشان کا مجموعہ نعت ہمارے پیش نظر ہے ۔

قریب دہانی نعت کے بارے میں کہتے ہیں ”نعت ایک ہرک صحت فن ہے جس کے غرضوں سے مدد و آہونے کے لئے بیان کی صداقت ، جذبہ کی گہرائی ، احساس کی نزاکت ، فکر کی وسعت ، فکر و خیال کی پاکیزگی اور شعور کی بیداری کے علاوہ مقام توحید اور تواب رسالت سے صحیح آشنائی کی بھی اشد ضرورت ہے۔“

پیرایہ آغاز ، ۱۳ ص

قریب دہانی نے اپنی نعت گوئی میں انہی جیاری اصول و شرائط کو ملحوظ رکھا ہے ۔ ان کے بارے میں ان کے استاد عابر شادانی فرماتے ہیں : ”ہمارے قمر صاحب عبدالب کو لگاؤ میں رکھتے ہوئے جب نعت کے جلی زار میں قدم رکھتے ہیں تو آنحضرت کے شانک و نقائل بیان کرتے ہوئے اس لطیف و ہرک موضوع کی حدود سے تہاؤ نہیں کرتے۔“

تقریب ، ۲۳ ص

حلیہ چپ : ”قریب دہانی نے نعت کے بہت سے مضامین قرآن حکیم سے لئے ہیں ۔ انہوں نے الفاظ قرآنی سے بھی اپنے اشعار کو حیرن کیا ہے

دوسرے عالم کے ذکر خیر کو گردشِ روزگار کا ملان اور آپ کے پیغامِ انصاف کو کوسِ رحمتیں کا روضہ سمجھتے ہیں۔

ص ۲۹، ۲۸

قریبِ ذاتی نے ممبر درخشاں کو خلفِ اباب میں تقسیم کیا ہے۔ آیہ انگری (محمد)، عیدِ میلادِ خیر المرسلین، جلوہ معراجِ شمسوارِ معظم، از حرمہ
نعتِ شہرِ سل و فیرو

حمد

معا کی زندگی ہر جہے کو رب علی تو نے --- ہائے دو جہاں اسے خالقِ ارض و سما تو نے
انگاہوں کو مولا کی دولتِ شرم و حیا تو نے --- تو مولا ہے دلوں کو جذبہٴ سر و دقا تو نے
نکامِ شوق کو احساس ہو کیوں بارسائی کا --- ہمیں دی ہے نویدِ فنِ اقرب اسے خدا تو نے
ص ۳۳

نعت

ٹائے خواجہٴ درواںِ مدام کی میں نے --- تمام عمر اسی میں گزار دی میں نے
طلب نہیں ہے زمانے میں سروری کی مجھے --- صیبِ پاک کی کرنی ہے چاکری میں نے
جز ٹائے محمد سکونِ دل نہ ملا --- اسی میں پنا ہے اک صیبتِ سرمدی میں نے
زبے یہ عز و وقار گدائے شام و صبح --- فیدہ سر پہاں دیکھی ہے خواجگی میں نے
قریبِ فیض ہے مدحِ خیرِ دو عالم کا --- کہ روح و قلب میں پائی ہے سرخوشی میں نے
ص ۸۰، ۷۹، ممبر درخشاں، سالِ اشاعت ۱۹۸۷ء، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ

صائمِ چشتی : اور دو نورِ مغربی میں فطین کہتے ہیں۔ محمد و نعت کے علاوہ مناقب بھی بیان کا میدانِ قلم ہے۔ صائم کے دل میں جو جذبات ہوتے ہیں
انہیں نصایتِ سادگی اور سلاست سے بیان کرتے ہیں اور خیال سے الفاظِ نیک کوئی تلفظ روا نہیں کرتے۔ سادگی، روانی اور بے تکلفی کے سبب فن کا کام
و لچکی سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ فن کا ایک نمونہ نعت "روحِ کائنات" ہے اور دوسرا محمد خان مدینہ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ میں طبع ہوا۔ نورِ مجسمے
بھی ہیں۔ صائم چشتی کی روشِ نعت کوئی میں سمجھاؤ دیکھیری، کم ہاشمی اور محمد ادریس پسنو نیلیاں ہیں۔

حمد

گردشِ حالات کا ہمارا ہوا --- زندگی کی دور میں ہمارا ہوا
غزوہٴ بے کار و وحشتِ ہوا --- اب نہ کوئی بھی کہیں ہمارا ہوا
آگرا ہوں تجھ --- یا خدا
میں کر بر محمد مصطفیٰ

ص ۱۱

مرا محبوب ہے سب سے نرالا — کیا کوئیں میں جس نے اپنا
مرے محبوب نے حسنِ کرم سے — ستم کو عیار کے سانچے میں ڈھالا
گرایا فکروں نے جب بھی مجھ کو — کرم ان کا بڑھا . بڑھ کر سلجھلا
انہی کا نور ہے عس و قمر میں — اہالے کو انہی آقا نے اہلا
کروں تشریف کیا ان کی میں صائم — ہے جن کا نعت کو خود حق تعالیٰ

ص ۳۱ ، ارمغانِ مدینہ ، سال طاعت ازل ہجری الثانی ۱۴۰۵ھ ، ہاشمی کتب خانہ ، فیصل آباد

مشرف حسین انجم : انجم کی نعتیہ شاعری میں زیادہ تر جذبات و محسوسات کی جیاد معیت پر ہے۔ اس معیت نے ان کے قلب کو عشقِ رسول سے معمور کیا ہے اور وہ یہ سنو رو کی حاضری اور زیارتِ حرم نبوی کی آرزو سے سرشار رہتے ہیں۔
ان کے ہاشمی اشعار ان کی اسی آرزو کا انعکاس ہیں اور ایک حد تک ان کی ذات اور ان کی داخلیت کا مظہر ہیں۔ نبوت کے محاذ و فضائل اور عالمِ انسانی پر ان کی کات کا ذکر بھی ان کے یہاں ملتا ہے۔
حقیقت جب کے بھول : "شاعر حضور اکرمؐ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کی نعیں مری رہ چکی کی آئینہ دار ہیں۔"

پس ورق (بزرگنہ کے خیالوں میں)
محکم علی غلوری کی رائے میں : "انجم صاحب کی نعیں کیفیات کی سرشاری سے قرأت میں جو دماغ کے ساتھ روح کو بھی متور کرتی ہیں۔ انہیں
بڑھتے ہوئے اعلیٰ محبت و شہادت پر آپ کو بزرگنہ کے خیالوں میں ہی نہیں بلکہ اس کے سایہ میں محسوس کریں گے۔"

پس ورق (بزرگنہ کے خیالوں میں)
بزرگنہ کے خیالوں میں ان کے نعتیہ کلام کا پہلا مجموعہ ہے جو ایک نمونہ اور غزلیہ بیت کی نعمتوں پر مشتمل ہے اور یہ سلسلہ نعت ان کے
در خیال مستقبل کا نمونہ ہے۔

تجربے ہی ذکر کی خوشبو سے معطر مرا من ہے — تجھے انور سے روشنہ ستاروں کا چمن ہے
اپنی رحمت سے مرے قلب کو تو حش وے قوت — میں ہوں عاجز ترے دربار میں لڑائی یہ ہونا ہے
مجھ لطف و کرم اس پہ بھی ہو جائے کہ انجم — تیری مخلوق ہے اور بعد آقا نے امن ہے
ص ۱۶

مجھے اک حق زندگی مل گئی — ان آنکھوں کو پیسے کی مل گئی
جو خاکِ مدینہ پڑی آنکھ میں — مری آنکھ کو روشنی مل گئی
حیات کی آقا نے ذلی نظر — مجھے لذتِ بہ گئی مل گئی

ہنچ ہی گیا ان کے دربار میں — مجھے پھانسی مگیا مگنی م مچی
 م ۸۵ ، سز گنہ کے خیا لوں میں ، شیع اؤل ۱۹۹۰ء ، ناشر : عبید بنشرد ، لاہور

اسرار عارفی : اسرار عارفی کا ایک مختصر نعتیہ مجموعہ ہادی حق کے نام سے ہے۔ ان کا پیش سحافت تھا۔ وہ صحافت میں محنت اور دیانت کے حامل تھے۔ ادبی شعر تھا جب نعت گوئی کا رخ کیا تو عقیدت سے بھرے اشعار کہے۔ انہیں موت نے زیادہ فرصت نہ دی کہ جھنجکی لعل کو چادی رکھتے اور انہی نعتوں میں تعداد کا اضافہ کرتے۔

ہادی حق دومدوں اور نعتوں کی ایک مختصر تعداد پر مشتمل ہے۔ شاعر حضمہ کے ہندو عشق سے سرشار ہے۔ لریضہ دینہ اور کبیدہ شعر کے دیدار کے لئے تڑپتا ہے۔ اس کی نعتوں میں فضائل محمدی کے جلوے ہیں اور سیرت مقدسہ کے انوار کی روشنی۔ سادہ زبان و بیان میں دل کے ہندوں کو لباس اظہار پہنانے کی صلاحیت سے وہ مالا مال ہے :

حمد

خلائق کائنات ، رب کریم — خالق جسم و جان و عقل سلیم
 تو نے پیدا کئے ہیں ارض و سما — تیرے ہاتھوں میں ہے فنا و بقا
 ن کے ہونے ہوں یا مہن کے پھول — تیری محبت میں ہیں سدا مشغول
 روشنی سب کو مر و مہ کی لٹ — سب پر لبر کرم ترا دے

م ۱۳

نعت

آپ کے در کا جو غلام ہوا — میرے آقا وہی نام ہوا
 مشکیں اس کی سب ہوئیں آساں — جو بھی جوا ہوا تھا کام ہوا
 اپنی پستی سے وہ نکل آیا — اس کا لوناچا بہت مقام ہوا
 اس کی پروانہ عرش بند پائی — جو بھی آقا کے زہر دام ہوا

م ۲۲ ، ہادی حق ، سال اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

مطبع منہ ح آفٹ پر سوز ، کراچی ، نعت نما ، کندن اسٹریٹ کراچی

آشتم فردوسی : شاعر نے کوئی کی جانب اپنے میدان نور و نمان کے بارے میں یوں اظہار کرتا ہے :

”میری طبیعت غزل ہی کی طرف مائل تھی لیکن خدائے بزرگ وہ ترے میرے حال پر بطور غامد محبت فرماتے ہوئے اپنے حبیب پاک کے صدقے میں میرا لقب و ذہن یکبارگی مہر و سول مقبول کی جانب متوجہ کر دیا اور یہ کیفیت ہوئی کہ میرے ذہن اور سوچ سے غزل نیکر منظور ہو گئی۔“

صفحہ ۱۱ ، صہان مطلی

اپنے نعتیہ مجموعے 'سمان' مغلّی کے نام کے بارے میں شاعر کا بیان ہے۔ "رسول پاک کی معراج مغلّی کا اقد میر سے نزدیک اہم ترین ہے اس معجز اور عالی شان حوالے کے پیش نظر اور آتے جہ لہری عظمت و عظمت کا حوالہ خاطر رکھتے ہوئے میں نے اس مجموعہ کو نعت کا نام سمان مغلّی تجویز کیا۔"

اس نام سے ممکن یہ گزرتا ہے کہ شاید یہ کتاب کوئی معراج نہ ہو۔ لیکن معراج پر کوئی اظم اس مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ البتہ نعتوں میں کہیں کہیں معراج کا ذکر ملتا ہے۔ کیونکہ اظم فردوسی کے تین مجموعے اس سے قبل غزلیات کے آچکے تھے اس لئے غزل کی فارم (جن میں پہلی تھی تھی۔ چنانچہ تمام نعتیں غزلیہ نعت ہی میں کہی گئی ہیں۔ آغاز میں چار نمبر ہیں جن میں صفات و تجلیات کے حوالے سے ذات الہی کے اور اکرام و عرا کا نام کاروبہ ملتا ہے۔

نعتیں سادہ و گور و گلشن ہیں اور تاثیر سے معمور ہیں۔ مومن نعتوں کے مرویہ موضوعات و مضامین سے نڈھیر۔ مظہر اربتی تعداد فی طور میں کہتے ہیں "کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جو بحمد رسول سے مالا مال بھی ہو اور یہ سچے مونی پیر الیہ اکرام میں بھی پروانگے۔ حضرت رسول کا شرف تو سب الہی ہے۔ اظم فردوسی نے صرف اللہ کا نیک بندہ ہے چند سنت کا پیر و کار بھی۔ اللہ بھی اس سے راضی، محمد بھی اس سے راضی، معراج رضا پر فائز ہونا کوئی معمولی بات تو نہیں۔"

ذوے ادرے میں ترے اور کا ہنر و دیکھوں — دونوں عالم میں تری ذات کو یکساں دیکھوں
جر و دہر، دست و ذیل، حس و قمر، شام و صبح — جا جا میں تری قدرت کا حوالہ دیکھوں
سارے موسم ہیں تری قدرت کامل کی دلیل — میں ہر رنگ ترا جلوہ دنیا دیکھوں

نعت

سلسلہ دل کا دھینے سے مٹا رکھا ہے — میں نے اک دیپ عقیدت کا جلا رکھا ہے
خود کو پاتا ہوں میں بھی کے کھلی کوچوں میں — شر آقا کا نگاہوں میں بسا رکھا ہے
میں تو کہتا ہوں کہ خالق نے یہ سارا گلشن — اپنے محبوب کے صدقے میں سجا رکھا ہے
جس میں شامل نہ ہو آقا کی محبت اظم — ایسے بیٹے میں جز عار کے، کیا رکھا ہے

ص ۶۰، سمان مغلّی، سال اشاعت ۱۹۹۳ء، ناشر مکتہ کروف انچاپ، لاہور

سجاد مرزا: سجاد مرزا کی نعتیہ تصنیف کیف و دہم کے بارے میں طیفیہ تائب، رقم طراز ہیں "سجاد مرزا ایک جانتے پہچانے شاعر ہیں اور ان کے معراج کی سادگی اور طبیعت کی عاجزی کو ان کی نعت گوئی میں اس اسی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ بلا سیدھے سادے انداز میں حضورؐ کو نور ﷺ کے فیضانِ رحمت کا انکشاف کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی نعت نے ادب و عقیدت کی فضا میں پرورش پائی ہے۔ رسالت مآب ﷺ کی ذات و صفات سے انہوں نے اپنے لکھنے لکھنے کو منور و معجز کیا ہے۔ وہ خود بتاتے ہیں کہ فن کی رون پر وہ دو لفظ سرکار کے اسم گرامی کا اظہار ہے۔ وہ آشوبِ زمانہ کی عجز و حوصپ میں حضور اکرم ﷺ کے سایہ دیاار کے طلبگار ہیں۔"

پیش رو: کیف و دہم

سجدہ و التواضع سادگی سے دل کی بات کہہ جاتے ہیں اور بزرگوں و نیاز کے لیے میں مددگار اور نواز فرما سکتے ہیں۔ فن کی نعمتوں میں ذاتی احوال کی عکاسی بھی ہے اور سب مسئلہ کے آشوب کا اکر بھی۔ انہوں نے معلمِ معریت اور ہادیِ انسانیت، مصلحِ اعظم اور بہرِ کاف کی سیرتِ نوری کے وسیلے سے ہماری تھیں گے کردار کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔

کیفِ دوام میں چند عمریں ہیں اور عموماً غزل کی ہیئت پر نعین کئی گئی ہیں۔

حصہ

ہم خطا کار ہیں بلاے سائیں — ہم گنہگار ہیں بلاے سائیں
کوئی نیکی نہیں ہے دامن میں — ہم خطاوار ہیں بلاے سائیں
عاجزی کے سوا نہیں کچھ بھی — ہم نکموں سار ہیں بلاے سائیں

۲۸ ص

نعت

دنیا کی فکر ہم رسالت پہ مٹتی ہے — اسے رحمتِ عالم تری رحمت ہی جاتی ہے
سجڑے جہاں آپ کی عظمت کو ازل سے — دامن میں سمیٹے ہوئے حیرانِ کھڑی ہے
تھیں میں ہر آپ کے ہیں نقشِ کعبہ پا — گو چاند ستروں سے سری آگہ لڑی ہے
اس دور میں ہر شخص ہے مجبور و پریشان — اللہ جب آپ کی نصرت پہ پڑی ہے

ص ۳۵، کیفِ دوام، سالِ طبع ۱۹۸۵ء، فروغِ محبوبِ نوری، کوثرِ انوار

محمد اقبال نجفی : مجھ کی نعتیہ تصنیف کا ہم نعتیہ بانگ ہے۔ کوئی بھی مصنف محبوب جب کسی زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوتی ہے تو نئی زبان کے مضامین اور اپنے محبوب و فن کا مزاج سمجھ کر اس پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس طرح وہ ایک نئے سانچے میں داخل کر دے مختلف ہو جاتی ہے۔ جب بانگجو چاہتی مصنفِ سخن ہے، اردو زبان میں کئی جہانے لگی تو اس میں بھی نئے، فنی اور معنوی طرائف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مثلاً مقررہ الفاظ کی پابندی سے کر بڑھتے مضامین کی شمولیت، ساتھ چاہتی الفاظ و مضامین سے انحراف، نئے نوزوں میں بانگجو کہنے کا تجربہ — اب بانگجو ایک طرح سے پاکستانی شغف کے ساتھ ابھر رہی ہے۔ مجھ نے دوسرے شعرا کی طرح نعتیہ بانگجو کی اور نعت کے الفاظ و مضامین کو بانگجو کے وسیلے سے بیان کیا۔ مجھ نے اپنے مضامین کے حوالے سے جہاں تو مصنفِ جمال محمدی کی ہے وہیں زیادہ تر حضور کی سیرتِ طیبہ کا ذکر جمیل کرتے ہوئے تبلیغِ سیرت کا فریضہ انجام دیا ہے اور اجماعِ رسالت کو کارِ دہرین اور عالمِ انسانیت کے لئے امن و سلامتی کی اساس قرار دیا ہے۔

نعتیہ بانگجو

ہر نصیحت کا فیض تم سے ہے
ہر سعادت کا تویٰ تم سے ہے
تمرا دنیا پہ وسیع رحمت ہے

۲۹ ص

اک اسی انتظار میں اب تو
 صبح کرتا ہوں ، شام کرتا ہوں
 بارگاہِ لوب میں ہا پہنچوں

۲۹ ص

حیرے آنے سے تمہوں نے
 زندگی کا لباس پہنا ہے
 تازگی کی ہمدرد رکھی ہے

۳۱ ص

آپ نے وہ نصاب چننا ہے
 جو کہ ہر دور کی ضرورت ہے
 جو کہ سب کو وقار دینا ہے

۳۰ ص

سختی صدیاں گزر گئیں لیکن
 حیرتی جانب ہی دیکھنا پڑا
 آدمیت کو ارتقا کے لئے

۳۶ ص ، نعتیہ ہائیکو ، سال اشاعت ۱۹۹۰ء ، فردوسِ لوب اکادمی ، گوجرانوالہ

غزیر شاہ وارثی : ان کے کلام پر تصوف کا رنگ غالب ہے۔ صوفیانہ اندازِ نظر سے الوہیت کے مضامین لاتے ہیں۔ جن میں کیف و سرشاری کا عالم ہوتا ہے اور ذاتی و قلبی عموومات کا رچا پڑایا جاتا ہے۔ نعت میں یکن باطنی کیفیات جلوہ طراز ہیں لیکن فضائل نبوی اور ارشادات و تعلیمات رسالت کے پہلو بھی موجود ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ”الغرض حوائث“ ہے۔

حد

دورے دورے سے میں جلوہ بیکتا حیرا — — — قعرے قعرے میں نہاں حسنِ محلی حیرا
 ملک و خالق کل ارض و مملکت ہے تو — — — از ازل تا — — — بعدِ عجم ہے پختا حیرا
 ہے زنی ذاتِ عظیمہ ”و چوں ربِ قدر — — — لا شریک لہ“ ہے خلق میں طہرا حیرا

۹ ص

نعت

عروضِ جاہل ، صحبتِ قرآنِ سیدہ ، محمدؐ — — — صورتِ انیس جلوہ بیزاں سیدہ ، محمدؐ

لوح جہیں پر نور رسالت ، مشعل ایمان ، شمع ہدایت — وحدت و کثرت رخ سے نمایاں سیدہ ، محمد
آئے خدا کے دن کے پیاں ، بحرئی لاکھوں ، لاکھوں سزای — عالم دنیا ، دین کے سلطان سیدہ ، محمد
ص ۱۵ ، العشق صوانہ ، سال ہجرت ۱۹۹۰ء ، ہاشم : مولانا محمد اکبر دارالافتاء کراچی

کلیں آسانی : عموماً بحر، انشراح اور فرادہ سناہات کا رنگ ، مشق اٹھی کے جذبے کی لطافت ، لطافت کا رنگ اور لہجے میں تکیہ کا کدوا ، نہایت
میں وہ انداز بن چکے شعور کے ساتھ ، زیادہ تر ماضی کی حضوری کی کیفیات ، دانشی کے ہم سے نعتیہ کام طباعت پر رہ چکا ہے۔

مناجات

دور خاک در روی ، روزی کردے — دے مجھے علم ، میں مولا نمازی کردے
کردے سرکار دو عالم کی محبت کا شہید — نیک کو بیت لوں کردار کا عازی کردے
ص ۲۰

نعت

غن میں کوچہ ، خیر بہتر منکے جا — ہادی جو نعت مرا کمر کا مگر منکے کا
قصورت میں تو کس منہ نغرا — کملی جو آٹھ شور نظر منکے کا
ہر ایک سانس چلی سبب ، انعام کے ساتھ — سوئے حبیب جو شوق ستر منکے کا
ص ۱۸۱ ، دانشی ، سال ہجرت ۱۹۹۰ء ، ہاشم : ڈاکٹر صوفیہ جیس ، ہاشم پور دہلوت

اگر لوگ کرت پوری : ”دردناک ذکر“ ان کا مجموعہ کلام ہے۔ جس کے قلیب پر خور سعیدی کی رائے سے اقتباس درج کیا جاتا ہے۔
”مہر لوگ کرت پوری کا کلام روح میں بالیدگی پیدا کرنے والا ہے اور یہ پیغام دیتے والا بھی کہ مادی زندگی میں بھی حیات کا سرچشمہ خدا اور رسول کی ذات اور
ان کے فرمودات کے سوا کہیں تلاش کرنا ہی ناممکن ہے۔“

قلیب ، خور سعیدی

کلام میں عقلی ، بیان میں لطافت اور جذبہ و خیال میں علو ، اگر کرت پوری کے محمدیہ نعتیہ کلام کی خصوصیات میں ہے۔ عظمت گہرائی اور
فضائل نبوی کے مضامین سے ان کے اشعار معمور ہیں۔

حصہ

ارض سے تا بہ سموات ہے قدرت تیری — ہر جہی صبح کے مہر میں ہے صفت تیری
دین انہی کی صورت نہ جسے سوچ سکے — اس مہاں تک مرے خالق ہے حکومت تیری
یہ حقیقت ہے ، بلا تھ سے نہیں ہے کوئی — ارفع و اعلیٰ ! ہر اک شے پہ ہے بہت تیری
ص ۵۰ ، ص ۵۱

نعت

”حق پند تھا ، حق کی صفات لایا تھا — صدائق کی محب کائنات لایا تھا
 طے کا فیض لانے کو دشر تک جس سے — نہیں کتاب ، نویہ حیات لایا تھا
 ہے ” دہر کامل جو اس کے ساتھ چلے — ” کامیاب نظام حیات لایا تھا
 ص ۸۸، ۸۷، درمناک ذکرک ، سال طباعت ۱۹۵۸ء ، دشر مرکز علم و دانش ، نئی دہلی

و قار صدیقی اجیری : دشر صدیقی اجیری کے یہی نم میں ایک صوفیانہ اور مفکرانہ اسلوب ہے ” مشابہ کائنات اور تذکرہ صفات و
 تجلیات کے حوالے سے عرفان خداوندی تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ ان کی نعیں ان کے والدہ عشق و عقیدت کے ذریعے جس اور ان کے ساتھ
 قلب کی دل نشیں نوائیں ہیں۔ ان کی شاعری میں غنی و لسانی حماس ، لفظی دروست ، انحصار میں کی ہے پتہ قوت اور لونی جمالیات کی خوش رنگی ہے۔
 ” حرف خوشبو “ ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

نعت

تواضع ہے تو صمد ہے ، قادر و قیوم ہے — غائب ہر ہستی معلوم ، نامعلوم ہے
 پروردگار جملہ مخلوقات ستاری تری — صمد کا درپائے ہے پایا ہے غفاری تری
 تیرے ہی دست و تصرف میں حاضر کی نظام — تیرے ہی قبضے میں ہے کونین کا راج نظام

ص ۸۸، ۸۷

نعت

لکھتا ہے خدا خود ہی ، قلم یکو نہیں لکھتے — سرکار کی توصیف میں ہم یکو نہیں لکھتے
 دیکھو تو سب کی بخشش کتبہ پائے محمد — یہ بات غلط ہے کہ قدم یکو نہیں لکھتے
 بخدا ہیں ہم تذکرہ عشق نبی میں — ہے مشورہ دیدہ ہم یکو نہیں لکھتے

ص ۷۴، ۷۵، حرف خوشبو ، سال طباعت ۱۹۵۸ء ، دشر مرکز علم و دانش ، نئی دہلی

اجمل نقشبندی : نعتیہ مجموعہ ” حرف خوشبو “ ہے۔ جس میں غزلیہ و سنیات میں نعیں شامل ہیں۔ ان کی تعداد چوبیس ہے۔
 ص ۷۴، ۷۵

مولانا عبدالمبین نعمانی قادری قلیپ میں لکھتے ہیں:

” اصل صاحب کی فکر نعت فن کا از ملا جملوں کے انحصار سے زیادہ ان کی تعداد و روحانی اور عشق رسالت پرانی کا ایک بیکر محسوس ہے جس
 کے ایک ایک جزو سے عشق و عرفان کی خوشبو صاف محسوس کی جاتی ہے۔ “

نعت

عشق سرکار حبیب تو جینے میں ہے — نسیم ہے گو بریں ، دل دینے میں ہے

ساحر شیوی : وسیلہ نہایت ان کا شعری مجموعہ ہے جس میں حمد و نعت ، سلام اور منقبت شامل ہیں۔ نعتیں غزلیہ بیت میں ہیں۔ ساحر شیوی نے مختلف بیتوں میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور دوسری اصناف میں بھی اشعار کہے ہیں۔ رباعیات و قطعات کے علاوہ ان کے یہاں حمدیہ بانگ و نعتیہ بانگ اور مایہ کی صورت میں حمد و نعت کا سرمایہ موجود ہے۔ مقام حیرت ہے کہ ان کی اپنی زبان اردو نہیں ہے لیکن انہوں نے اپنی کار حریفان اور لطافت آشنا ہو کر اس زبان کو دیا ہے اور غزل کی شیرینی، لطافت اور جمال سے اپنے کلام کو آراستہ کیا ہے۔ ان کی نعت مقصدی نعت گوئی کی روایت کا حصہ ہے۔ ان کے ہارے میں ڈاکٹر عبدالغفار عزم صدر اور دو تحریک ، پرائیویٹ پبلیشرز لندن رقم طراز ہیں۔ ”ساحر شیوی کی فارسی زبان اردو میں ہے جس کو کئی مرتبہ لکھا ہے۔ لیکن جتنی اچھی زبان وہ لکھتے ہیں اور جس کمال کی شاعری کرتے ہیں وہ ان کیلئے کھلم رٹک ہے۔ غزل کا چارہ اچھے ان کی نعتوں میں جاری و ساری پایا جاتا ہے۔ نعتیہ انداز میں ان میں غزل سا ادبی رنگ ملتا ہے۔ مسرت اور روانی نعتیہ نعتوں کو بھی غزل نما بنا دیتی ہے۔ جس میں غزلیہ اور روانی قافیوں اور ردیفوں کی پرکاری غزل کا جمالیاتی رنگ پیدا کرتی ہے۔ تاہم غزل سے ”عمور نعتوں میں مقصدیت کی فرمولائی اقبال سے متاثر ہونے کا امکان اجاگر کرتی ہے۔ ان کا نعتیہ کلام ان کے لہجہ و بھارت کی عکاسی کرتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالغفار عزم ، ص ۲۲، ۲۱

حد

پانی میں تو ، ہون میں تو اسے رب کائنات — صحرا میں ، بانگ ، فن میں تو اسے رب کائنات
بہار میں ، دامن میں تو اسے رب کائنات — کتاب کے دن میں تو اسے رب کائنات

ص ۲۰

نعت

عام ہے ، روشنی عم کی — بچنے ، بڑی عم کی
مشرک ہم بھلا نہیں سکتے — خلق سے دوستی عم کی
دشت میں جیسے پھول کھل اٹھے — یوں ولادت ہوئی عم کی

ص ۲۵

نعتیہ ہائیکو

حسن ہو شمع عشر
شفاعت کی امیدیں بھی حسن سے
حسن ہو چرخ دلوں

ص ۱۵۲

نعتیہ مایہ

یا ایک کرشمہ ہے
ہستی رسول اللہ
مرقان کا دریا ہے

ص ۱۵۰ ، وسیلہ نہایت ، پبلیشرز ، دریا ، نئی دہلی ، سال ۱۹۹۰ء

علیم مہاروی کی : علیم مہاروی کی شاعری مجموعہ نور السموات اور زبان دلاپ میں نعتیہ سائیت کا پہلا مجموعہ ہے جو جنوری ۱۹۹۰ء میں طبع ہوا انہوں نے کثیف نوزان میں ۳۸ سائیت لکھے ہیں۔ جن میں بعض سے قلم کے احوال، پھر نعت کی برکات کا تذکرہ ہے۔ استغاثہ و فریاد ہے۔ امت کی زواریں مانی کا منظر ہے۔ یہ سب کچھ آسان زبان و بیان میں رقم کیا ہے۔ مصرع مصرع سے قدرت کلام، فن کی پختگی اور عقیدت و شعور مندی کا احساس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر میاں چند مین، سینئر یونیورسٹی چیئر مین، اس مجموعے کی توصیف میں یوں رقم لڑتے ہیں "اس مجموعے کی ہر نظم ایسی پختہ کاری اور شعری خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ باج اعتراض طلب کرتی ہے۔ بیسارفع موضوع ہے شاعر نے اسے اس کے نمایاں شان طریقے سے نبایا ہے۔ ان نظموں کو پڑھ کر ہر شخص کے آئینہ قلب سے رنگ دور ہونے لگے گا۔"

شیپ ڈاکٹر میاں چند مین

ڈاکٹر سید سجاد حسین (مدیر) "علیم مہاروی کی کائنات نعت گوئی کے عنوان سے نعت رنگ شہدہ (۸) میں جو رائے رکھتے ہیں اس کے اختصارات دیکھئے۔

"دو شعر دلاپ کے میدان میں عقیدہ پرستی کا قائل نہیں۔ دو انفرادیت کا حامل، ہدیہ بیت کا علم بردار، نئی جہتوں کا متکاشی اور نعت سے تجربیات کو شعر دلاپ میں رد رکھنے والا عظیم فن کار ہے۔"

"..... اور چند خبر سوں کے اندر یکے بعد دیگرے کئی نعتیہ شاعری کے مجموعے شائع کروائے۔ ترتیبیہ، نظموں اور نعتیہ ہائیکوں کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۶ء، شعاع شرق، خالص نعتیہ ہائیکوں کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۷ء، مراد انوار، نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۸ء، نور السموات اور زبان دلاپ میں نعتیہ سائیت کا پہلا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۹۰ء، "فن" نعتیہ کلام کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۹۰ء۔

نور السموات کے نعتیہ سائیتوں میں علیم مہاروی نے اپنے تخلیقی جوہر اور فن کارانہ صلاحیتوں کو بڑی خوبی سے نبھایا۔ سائیت اس کی منہ بولی تصویر ہیں جن میں اغلام و عاجزی کی صفات انتہائی عروج پر ہیں۔ اس نے ایک نعت گو شاعر ہونے کی حیثیت سے خاصہ خاصانہ رسل کی مدد سرائی غلوں، محو بیت اور جذبہ ایمانی کے ساتھ کی ہے۔"

ص ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۵، نعت رنگ شہدہ ۸، کراچی

نفسونہ کلام

دل گل تصور کا حجاب تھا

زلم کا سینے پر دم رنج تھا

آوینت اور تک پائید نمی

ظلمتوں کی ہر طرف تشدید نمی

رو نماک آخر شہر ہوا

گھر قیاب اک پید ہوا

اپنی امت کی حفاظت کے لئے

دین کے جلوں کی وسعت کے لئے

ہر طرف محبت کی درساتیں ہوئیں
 کفر کے موسم کا چہرہ جل گیا
 رنجش و کلفت کا نقشہ جل گیا
 دفنِ قلم و علم کی کھاتیں ہوئیں
 نور میں ڈوبے زمین و آسمان
 جلوہ فرما دیں ہوئے شاہ و مال

میں ۲۳، ۲۴، نور السموات، طبع جنوری ۱۹۹۰ء، ناشر: علیم سہالوی، مونت روز، مدراس نمبر ۲

محمد کمال انظر: محمد کمال انظر کے یہاں نعت جہاں عقیدت مہرے ہندوں کی لماندہ ہے وہیں سیرتِ طیبہ کی لولہوں کی آئینہ دار بھی ہے۔ ان کے یہاں سب سے اہم موضوعات ملتے ہیں اور اسلامی عقائد و افعال کی تبلیغ بھی۔ ان کا نعتیہ مجموعہ جذباتِ عقیدت کے ہم سے طبع ہو چکا ہے۔ آٹھارہ سو دو سو ہیں پھر ۳۰ نعتیں اور آخر میں قطعات درج ہیں۔ نعتیں غزلیہ بیت میں ہیں۔ عظیم صدیقی کے لہول "میں نے یہ محسوس کیا کہ محبت و رسالت کی خوشبو ہر نعت سے اُفتی ہے اور کیس کیس تو وہ خوشبو نور کی کرنوں میں بدل جاتی ہے۔"

پندرہ ورق قلیپ، عظیم صدیقی

حمد

وادی وادی قریہ قریہ --- ہر مکمل میں تیرا چرچا
 مشکل میں ہم کس کو پھریں --- تیرے سوا ہے کون دھرا

نعت

مون زن جب سے مہینے کی قمر دیکھی --- پھر نہ مہینے کا خیال آیا نہ دنیا دیکھی
 سرِ قدس کی صدا سن کے اسی دیا نے --- شرک اور کفر کی دنیا تیرے دیا دیکھی

از جذباتِ عقیدت، طبع ۱۹۹۰ء، جوائنر بک ڈپ، اردو بازار لاہور

عزیز بہر اپنچی: عزیز بہر اپنچی ایک دینی، تہذیبی اور علمی خاندان کے فردِ مسید ہیں۔ ان کے وہم و گہرا ای جناب جمیل احمد مرحوم اور ولید مرحوم کے بڑے و مرشد جناب سید سردار احمد فضل اہلِ ممانی مرحوم ہیں۔ اپنے عظیم بزرگوں کے فیضانِ نظر کے واسطے ان کی فکر، نظری تریب ہوئی اور ایک مخصوص مقدس فضا کے زیر اثر عزیز بہر اپنچی نے اپنی شاعری کا آغاز لودھی کے نعتیہ گیتوں سے کیا۔ ان کے اسلاف کہہ نعتیہ محافل کا انعقاد کرتے رہے جو عزیز بہر اپنچی کے شعر و ادب کے لئے تحریک کا سبب بنی ہیں۔

عزیز بہر اپنچی نے تعلیماتِ نظریہ کی نظر کے آغاز میں خود ایک فاضلانہ دیباچہ تحریر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے رزمیہ کی تعریف، تفصیل اور تجزیہ مختلف مفسرین و علماء کے حوالوں اور اساتذہ کے ساتھ کیا ہے اور مختلف زبانوں میں لکھے ہوئے رزمیوں کا جائزہ لیا ہے۔ نیز رزمیہ کا تھیل دوسری اصنافِ شعری و ادبی سے کیا ہے۔ انہوں نے اپنی پہلی رزمیہ تخلیق "مہما مہتمن من" لکھ کر بھی کیا ہے اور موجودہ رزمیہ کے بارے میں واضح طور پر اظہار کیا ہے کہ انہوں نے اپنی پہلی اور موجودہ تخلیق میں عالمی سطح پر قبول کئے گئے رزمیہ کے عناصر کو رستے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس نظم کی

ظاہری حیثیت کے لئے قصیدہ اور غزل کے ظاہری عناصر کی آمیزش کی ہے لیکن اس کے اڑاسے ترکیبی کے لئے منسکرت کے رزمیہ سے مدد لی ہے۔
اس نظم میں اعلانِ ہوت سے قطعاً کلمہ کے واقعات کا اعلاہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ مصنف کے بقول "حیات طیبہ کا یہ حصہ آپ کی عظیم ترین
تجلی و درت بھرا ہوا ہے۔" اس تصنیف میں جس عظیم ترین شخصیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ذاتِ اقدس نے صرف نہ نبیِ رسول ہی عطا
نہیں کئے بلکہ حیاتِ انسانی کے لئے ایک مکمل اور ہمہ جہت منشور بھی عطا کیا جس کی افادیت اور اہمیت کل بھی قبی، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ص ۲۳، ۲۴ (دیباچہ)

"لم یأتِ تظہیرک فی ظہر" مختلف منوات میں منقسم ہے۔ حرا، مطلعِ انوار، کوہِ صفا، عام الحزن، اہمرا، ہجرت، موانع، معنیات، یوم
الفرقان، قرآن السعد بن، اعد، دایک، عین، شہید ان، وفاء، فتح مکہ۔

تمام نظم میں ایک حرا استعمال کی گئی ہے۔ مناطن مناطن مناطن، مناطن۔ لیکن جامعاً تو انی اور رانیوں کا احترام یہ ثابت ہے۔ بعض حصے
غیر مرتب ہیں۔ اہمرا میں نہایت دل نشیں اور وجد آفرین شہریت ہے۔ واقعات کے استہلال کے انتہام کے ساتھ ساتھ شہری ہدایات کا کھر پور
خیال رکھا گیا ہے۔ ہر حصہ نظم کے بیان کے لئے مناسب مناظر و واقعات اسلوب کی دل کشی کے سبب نیز فنی اور معنوی تلازمات کے سبب ذہن قاری پر مصدود
ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مطالعے کے دوران نگاہِ دل کو کئی کئی جاں فرار اور ایمان افروز فضا میں بھرتی ہیں۔ دوسری طرف رزمیہ کے مرکزی کردار،
حیات و کائنات کی شخصیت کبریٰ کی سیرت و فعل کے منور نقوش و لوں کو روشنیوں سے جھلکا دیتے ہیں۔

یقیناً یہ رزمیہ ایک بے مثال شاہکار ہے اور اس انداز و معیار اور اسلوب و انداز و سرار رزمیہ ہمارے ادب میں نہیں ملتا۔

نمونہ کلام (حرا)

مشام جاں میں بس گئی ہیں مونگرے کی ڈالیاں	—	حہ نگاہ تک شہیم جز ہر وادیاں
سحاب رنگ و نور ملف بہ ملف بہک خرام ہیں	—	سبا کے زم زموں پہ گھٹھلا رہی ہیں جہلیاں
تصویرات کی دھنک پکڑ رہی ہے ذہن میں	—	قدم قدم ہر ایک سمت ہیں شفق فضا میں
مکھ کی ساری دستیں بھرتوں میں آئیں	—	ہر قول میں جلوہ ہائے لا مکھ کی شوقیں
نظر نے دفعتاً یہ کون راہ اختیار کی	—	جہ حر کی لمیں ہر ایک جا پہ سرخ آندھیں
ہر اک طرح کے جور و ظلم دہر میں ہوتے رہا	—	جہ درگ و باد سے جہی شرافتوں کی ڈالیاں
زنان گل سرشت ہر کی شہر جس طرح	—	دل میں الجھ گئی ہوں کینوزے کی بالیاں
دو پتروں کے مت احر کے ہاتھ سے گھڑے ہوئے	—	خواس آدمی پہ کر رہے ہیں عکراں
ترپ اٹھے گی اب نہ کیوں نکام طبعِ ابدی	—	کہ عرش کو بھگو چلیں زمیں کی انگلیاں
وہ دیکھے مرپ میں ہیں مناسبت نور جلوہ گر	—	حرا کی غلوٹوں میں عین ذات کی تجلیاں

ص ۲۷، ۲۸، لم یأتِ تظہیرک فی ظہر، سالِ حیات ۱۹۵۹ء، پبلشر ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ

قصری کا پوری : بان کا تعلق مجموعہ "نورِ ازل" ہے۔ جس میں فنون کے علاوہ تعلقہ مسدس بھی ہے اور فقہیات بھی۔ قصری کی فنون

میں مہر حاضر کے حالات و مسافری کی عکاسی ہے اور ان کا خوب صورت لہجہ اور مومنات کا خوب نعت کے آئندہ امکانات کی نشاندہی کرتا ہے۔

شاعر گھنوی کی رائے میں "ان سب میں پاکیزگی فکر اور صدقہ انکار کے لئے ڈاڑھے ہمارے سامنے آتے ہیں۔"

صفحہ ۱۳

ڈاکٹر ابوالخیر کھٹلی کے بقول۔ "کوئی چرخ کے تناظر میں بات کی جائے تو یہ مرض کروں گا کہ اس سندس کو صحت نفس کی توانائی اور امکانات کی مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔"

صفحہ ۱۴

نعت

دیوانگی میں ہوش کے آہر آگئے — جب سے مرے خیال میں سرکار آئے
طوقاں میں مصطفیٰ کو پکارا تو غیب سے — ہاتھوں میں خود خود مرے چہرہ آگئے

صفحہ ۳۰

مسنس

گفتار میں آیات مقدس کی دمک ہے — کردار میں احکام الہی کی ہنک ہے
طور میں الطاف و محبت کی جھلک ہے — سرکار میں رحمت کے نکاحوں کی چلک ہے

وہ رمضہ عالم ہیں ، کرم عام ہے جن کا

اور عامہ "خامان" رسل ہم ہے جن کا

صفحہ ۵۰ ، لورالزل ، طبع اول ۱۳۹۵ھ ، مہاشیہ نعتیہ آرت پرپس کراچی

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی : شرف حاضری نور مصطفیٰ کی سعادتوں سے معمور ، عرس دراز سے یاد لور و تصور حدیث منورہ میں مقیم ، نگاہیں یاد سے شرف یاب ، دل نعمت تقرب سے شاد کام ، اس شرف و سعادت کی یہ تاثیرات و کائنات یقینی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے کام میں ایک ہیہ انتہا پس اندیشہ پایا جائے جو اس لورانی ، روحانی لورہ جدائی فضا کا ثمر ہو۔ یناچہ فن کی نعمتوں کو اس پس منظر میں پڑھنے سے قدر نہیں ایک نئی کیفیت سے سرشار ہوں گے۔

"دور مصطفیٰ کی صدائے" کے مضمون سے ڈاکٹر صاحب نے ایک مزیت دلکش لور روح پرور مضمون عالم سرشاری میں لکھا ہے۔ اس کی چند طور دیکھئے۔ "حدیث منورہ میں قیام لور سرکار دو عالم کے درجہ سلام قسم میرے دو ایسے اعزاز ہیں جن پر میری دیانت بعد ممات بھی اترائے گی۔ دامن زندگی سایہ کرم لور افکار ، حرم کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ قلب "مطمئن" کے ساتھ ساتھ قسم قسم میں گندہ فضا ، جس جسم بخت زندگی کو سرسبز و شاداب کئے ہوئے ہے۔ فضا کے کرم میں ہر سالس مظهر ، معبر ہے۔ قلب و نظری کی یہی متاع مراد میرا ہے جس میں اپنی آنکھ و سنوں کو منتقل کر دیا جاتا ہوں۔"

صفحہ ۵۱

حفیظہ تائب "بیٹھوائی" میں رقم طراز ہیں۔ "حرم نبوی سے ہائے لور رہائے میں اس کے غشیہ الہام کی نشوونما اور رہی ہے۔ وہ تمام اہل کرب و لہجہ میں بہت نفیس نعت گستا ہے لور نیزہ و گداز سے معمور نظم سے اسے اوکر کے وادہ حبیب میں اہل ایمان کے انوں کی آبیاری کرتے ہوئے نعت کی فضا مہر ہے۔ اس کی کردہ میں اپنی ذوات تک مجھ دو نہیں۔ اس نے اپنی ہجرتوں میں اپنے اہل و عیال لور مطلق ہائیوں کو بھی شامل کیا ہے دوسرے

مسعود اور حسن حق کی نصرت اور سرمدی کا کردار مند ہے۔ اور ان کا مستقبل تباہ و برباد ہے۔ دو تمام انسانوں کے لئے عرفان و آگہی کی خبر استقامت
 ہے۔ اذکر نامہ عباس الاسدانی نے قت کو نہ تم اہل سین کے فساد میں، فساد و شہا کی کے ساتھ ساتھ نقوش میرت سے مزین کیا ہے
 آشوب مصر و دست مسعودی بد حال کو پروردیجے میں بیان کر کے طلب۔ تمہ کی ہے۔
 ص ۲۵۵ (پیشوالی)

نعت

سلام روضہ "قدس" پہ کر رہا ہوں میں — — — نگر کے جام کو دم دم سے پھر رہا ہوں میں
 کرم ہے صاحب کوثر کا اس قدر مجھ پر — — — کہ وقت روح کو سیراب کر رہا ہوں میں
 سترے بپ رہے ہیں مسافیں میری — — — یہ کس مقام سے یارب گزر رہا ہوں میں
 گلے بے تن پہ مرے خاک شبیہ الکی — — — کہ دارے دارے کی ضو میں گھر رہا ہوں میں
 قدم حشر کے چھو کر ظلم کے ذبے سے — — — انہی کے شہر والا میں اتر رہا ہوں میں

ص ۳۲

ساری امت کو درپیش حیران ہے — — — تم میں ڈوبا ہوا ہر مسلمان ہے
 ہے ہمد کے تصرف میں اپنی جگہ — — — موت سے پیسے مرنے کا امکان ہے
 قہر دن فضا میں ہیں جہاں — — — سبھی سبھی افسانے کھستان ہے
 حال اسلام میں ہوں میں لود گر — — — گریب کی داستان میرا دیوان ہے
 اب تو پھر مجھ کوئی دکھائیے — — — اب تو لرزید و لرزید ایمان ہے

ص ۱۱۸، بارگاہ عرب میں، سال طبع ۱۹۹۶ء

پیش شیخ امام محمدی لاون میووریل اکیڈمی، اسلام آباد

عادل اسیر دہلوی : ان کا لہجہ مجموعہ "نکد سہ نعت" ہے جو ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ غزلیہ جیت اختیار کی ہے۔ ایک حمد ہے اور ۲۰
 نعتیں ہیں۔ ہر نعت کا عنوان مقرر کیا ہے۔ مخاطب شیعہ، غیب، شام الخوار، اللہ کا منہ، سرور عالم، تہجد رسول، مدینے کی گھیاں، چاند شق ہو گیا، قرآن کی
 تفسیر، انصاف کی محنت، حسن فعل، معراج مصطفیٰ، پیار کا سند میر و غیرہ، عنوانات کے قہین کے سبب کہیں کہیں غزلیہ جیت کے حزان میں نظیر
 کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آسان زبان اختیار کی ہے۔ "تعدنی منہون" میں پرو فیسر منون چشتی، جامعہ مدینہ اسلامیہ کہتے ہیں
 "عادل اسیر کی نعتوں کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے وہی معلومات اور پاکیزہ جذبات کے ساتھ نعتیں کہی ہیں۔"

نمونہ کلام (قرآن کی تفسیر)

کہا خوب گزرتے تھے دن رات نبی تی کے — — — تفسیر تھے قرآن کی، حالات نبی جی کے
 موجود حدیثوں میں ہر مسئلے کا حل ہے — — — تم سامنے لے جاؤ ہر بات نبی کی کے
 دنیا میں بھی عزت ہے، غنی میں بھی راحت ہے — — — سب ہاتھ میں آئے وہ گے تم ہاتھ نبی جی کے

از نکد سہ نعت، طبع ۱۹۹۶ء، جیلانی پبلی کیشنز، کئی دہلی

شرف الدین ساحل : ساحل کی نظیر نعیش اور قویہ حینت میں کئی کئی سو سالوں میں دل کے جذبات عقیدت، روح کی سرشاری اور شعور، اور اک اور علم و خبر کا رہا ہے۔ ان کی شاعری جذبات انگیز بھی ہے اور نظر آفریں بھی۔ موت کے فضا میں اور تعلیمات و مرثیات و سیرت طیبہ کی برکات کا شکر و ان کی نعمتوں کا معنوی سرمایہ ہے۔

حرابی و حسی ان کی تصنیف ہے۔ آواز میں نظیر نعیش ہیں جن میں زیادہ تر نظم نزل کی روش اپنائی ہے۔ نظموں کے عنوان نہیں ہیں۔

مثلاً

وہ بھی کیہ دور تھا
 اہل کا آئینہ گرد آلود تھا
 روح انسانیت ہو چکی تھی فنا
 سے کٹی تھی ہر ذرا معتبر
 سر سے تندیب کے گر چکی تھی رہا شرم و اخلاص کی
 سرچکا تھا تن بھی تاریخ کا
 اور ذوق ہوئی تھی رگ ارتقا

ایسے ماحول میں
 غیرت حق کو حرکت ہوئی دلوں کا
 اُس نے بھیجا میں پر جو قہر نئی
 جس کی تخلیق تھی بہت کن دکھ، مہار اسے ملک
 یعنی دور انکی حق جو دراصل تھا
 مقبل مقبل، سرور عرشیں بدلی اُس وہاں
 ابر فیض و کرم، اقلب ہم
 ابد، انتظار جو دوسرا، مٹھ کر کیا

۲۲

نعت

تیری آم سے ہم عالم میں روح تندیب مکرانی ہے
 پھر وہی جس طرف نظر اپنی اس طرف جلوہ گر نہائی ہے
 فخر محبوب ہے تجھے اتنا تجھے گھر میں فقط چھائی ہے
 ایک مٹھیزو، تو کے کچھ دانے کوئی منہ نہ چارپائی ہے

تجربہ شریعت کیا کرے۔ ساقی — تو کہ میں مہتمم خدائی ہے
 م ۱۰۸، حراکی روشنی، سال طباعت ۱۹۹۰ء، ناشر طلیم پبلشنگ ہاؤس، مومل پورہ، لاہور

اختر مستوی : ڈاکٹر مہدائیم عزیزی (بھارت) نے ڈاکٹر اختر مستوی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ایک اہم مقالہ تحریر کیا ہے جو نعت و نغمہ
 میں چھپا ہے۔ اس کے پیروندہ و جملہ یہاں درج کئے جاتے ہیں

”ڈاکٹر اختر مستوی مصر حاضر کے مشاہیر شعراء اور محققین، پروفیسر اور اساتذہ میں ایک ہیں۔ انہوں نے غزل، نظم اور قصیدہ وغیرہ اصناف
 کے دو اشہر و شہرت میں بھی اپنی تخلیقی اور شعری استعداد کا جوہر دکھایا ہے۔ ڈاکٹر اختر مستوی کی نعتیں غزل اور نظم کی پابندی و نیت میں ہیں۔
 ڈاکٹر اختر مستوی کی نعتیہ غزلوں میں منصور بنی امی کی کھینچنے کے حسن و جمال کا بیان نہیں کیا ہے بلکہ ان سے اپنی محبت کا اعلان اظہار لیا ہے۔ البتہ نبی کریم کی
 سیرت مقدسہ کو انہوں نے اپنی نعتیہ غزلوں کا موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر اختر مستوی کے یہاں نعت و منقبت کا حسین امتزاج بھی موجود
 ہے۔ انہوں نے غزل کی موجودہ صورت کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ ان کی نعتیہ نظمیں موضوعاتی ہیں مثلاً انسان کا دل، بدشاہ، مہم
 کرم، اہم مرسل کا پیغام، معراج، مشعل و لبرہ۔“
 انسان کامل پانچ بندوں پر مشتمل ہے۔ آخری بند پوری نظم کا خلاصہ اور مگر ہے۔

سوچ سکتا ہے کوئی انسان کی جتنی لمبیاں — سب کھل کر سے تھیں اس کی سیرت میں نمایاں
 دو حرقت جس کی ف پائے نہ دنیا میں مثال — دو مروت و حسنہ جس کا مقابل ہو مجال
 دو صداقت و شریک جس کا نہ ہو کوئی جواب — دو عدالت و ہمسری جس کی ہو دہائے کا خواب
 دو اخوت جس کے قہقہے ہوں سدا شاہ و فقیر — دو محبت و رقی دنیا تک رہے ہو بے نگر
 یوں سمجھئے ہر دو ٹوٹی ہو جو انسانی صفت — اس کی سیرت میں سما کر پا لگی تھی بھیت
 دہر میں اختر نہ آیا ہے نہ آئے گا فکر
 اہم مرسل کے بیسا کوئی بھی کامل بحر

فصل مقالہ : م ۱۰۸، ۲۸۳۵۲، ڈاکٹر مہدائیم عزیزی، نعت و نغمہ شمارہ ۶، ستمبر ۱۹۹۰ء، کراچی

رحمت اللہ راشد احمد آبادی : خزانہ نور کے نام سے کتاب شائع ہوئی ہے ان کے انداز شاعری کے بارے میں پروفیسر ہدیم علی
 (ڈاکٹر) نے یہ لکھا کہ ”تم طرز ہیں“

”جناب رحمت اللہ راشد احمد آبادی نے سب رسول میں فرق ہو کر یہ نعتیہ مجموعہ پیش کیا ہے۔ فن کے اندرون میں محاسن کا دورہ اور واقعی محبت
 اور صداقت پر ہوتا ہے۔ شاعر نے شعور کو بیدار رکھا ہے تاکہ صاحب لولاک کی مدد سے اولیٰ اور گستاخی نہ سرزد ہو۔ یہی وجہ ہے کہ پورا کلام
 صرف صدق و محبت رسول ہی سے معمور ہے بلکہ ادب و احترام مشن رسول صداقت کے ساتھ اشعار میں پیش پیش ہے۔“ م ۱۵، ۱۱۳

آکھڑ میں ایک حمد ہے بحر غزلیہ نیت میں نعتیں ہیں۔ نعتوں کے معجزین مقرر کئے ہیں مثلاً اوصیاء اہل بیت، عظیم صلیت، نور مجسم، امیر المومنین،
 عجائب نظم و نثر، اہم، نصاب علم، قنائے ولی و دعائے خیر، کوثر اقصیٰ، سید، نور الہدی، شمع رسالت، گنبد حضرت آیت کے آئین میں، حقد و غلہ
 وغیرہ۔

نمونہ کلام (چشم عنایت)

یا رب مری ہستی کا شیرازہ سنو جاے --- میری ہو مہینے میں اک رات گزر جائے
پہچائے دروہوں کا تھوڑی جالبہ سے --- سرکار کے کوپے میں جب بار سحر جائے
مات سے میں اہل راشتہ کے بھی دل میں ہے --- سرکار کے قدموں میں یہ سحر گزرا جائے

مصنافے خیر

میرؔ ہے پتھروں کو موم تم نے پیار سے --- عجب اسلام پیچھا داری آئینہ سے
ہمنوں کے حق میں بھی مانگیں اعلیٰ خیر ہم --- یہ ہستی ہم کو خلا کوئین کے سردار سے
کی رہا ہوں کسی اسی امید پر راشتہ --- میں لپٹ جاؤں گا اک دن روئے انوار سے

ص ۱۷۰ ، مخزن نور ، اشاعت ۱۹۹۹ء ، شاہد پبلیشرز ، سنٹرل اینڈو، لاہور
چندون صدقہ شرافت اردو اکادمی

گڑگڑ سائے تمیز لکھنوی : تمیز لکھنوی غیر مسلم شعرائں ایک نمایاں نام ہے۔ لیکن مذکورے ان کے احوال کی اطلاع میں ہماری کوئی مدد نہیں کرے۔ شفقت رضوی کا جنس و تحقیق قابلِ تحسین ہے کہ انہوں نے گلدستہ سلسلہ نجات کا سرائے لکھا اس گلدستے کا جہاز ہمدانی الاول ۳۰۹ھ مطابق جنوری ۱۸۹۹ء کو ہوا۔ بعضی سے شائع ہوا تھا اس کے اہمائی ۱۳۰۱ھ شہرے شفقت رضوی کی نظر سے گزرے آخری شمارہ ہمدانی الاول ۳۰۹ھ کا ہے۔ اس گلدستے میں تمیز لکھنوی کا نعتیہ کلام مسلسل ہر ماہ شائع ہوتا رہا۔

تمیز لکھنوی کے نعتیہ کلام کے مطالعے سے ان کی حضور پاک کی ذات سے بے پناہ محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ تمیزؔ سردار کوئین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت گہرائی سے غامض ہدائی دہا سکی رکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ کرم کے غالب ہیں ان کے روئے کی خاک کو سر نہی حرج آنکھوں میں لگانے کے آرزو مند ہیں۔ حضورؐ کے تمام فضائل و محاسن کے مدحت گزار ہیں اور ہر گھڑی ان کی مدحت گزار ہی میں خور ہٹے سے شوق سے ”مصور ہیں۔“

شفقت رضوی نے نعت دہک شمارہ ۵ میں ”چند بابا بے نقیص“ کے عنوان سے گڑگڑ سائے تمیز لکھنوی کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے ان کی پابلیشنگس درج کی ہیں۔ جو تمام تر طرعی مسر محوں پر کمی مکی ہیں۔

نعت دہک شمارہ ۵ ، ص ۱۷۰

نمونہ نعت

ہر دم تصور شد والا جناب ہو --- لب پر بیٹھ ذکر رسالت مآب ہو
بھٹ پت کہیں دماغے سحر مستجاب ہو --- یا رب حصول عشق رسالت مآب ہو
جانی شمارا دونوں جہاں میں کوئی نہیں --- آپ اپنی بنی تکبیر ہو ، خود ہی جواب ہو
رویت ہو فن کی عالم رویا میں ہو نصیب --- یہ لاری سے بڑھا ہوا اپنا وہ خواب ہو

عاقی ہو جس کا روزِ اول سے عیب حق — کیا خوف پھر تجیز آئے روزِ حساب ہو
نعت رنگہ شہدوں، ص ۱۷۱

جس نے دیکھی اور کبھی سیرِ گلستانِ رسول — ان کی آنکھوں میں ہلکا خاک سماتے بنت
میرا دل غیبِ مکاں چھوڑ کے دو جائے کلاں — جس کو حاصل ہو دہیے میں فحائے بنت
ص ۱۷۳، نعت رنگہ شہدوں، فروری ۱۹۹۷ء، انجمن نعت کراچی

زیارتِ علی بن ابی طالبؑ :

نوٹ - مقام میں ۵۱۴ پر محبوب کے بارے میں صرف یہ اور ہے
محبوب، دیوانِ گلشنِ نعت، ۱۳۸۸ء

نعت

روزِ زیور اور لعل و گھر کو کیا سمجھتی ہوں — کہ نورِ گلِ حبِ گلے کا ہار ہے نہ ا
(یہاں قدرے تفصیل سے ذکر کیا جا رہا ہے)

محبوب کو یہ شرف حاصل ہے کہ اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو کا پہلا لغتِ مجموعہ "گلشنِ نعت" ان کی تصنیف ہے۔ گویا اس سلسلے میں
انہیں اولیت حاصل ہے۔

ہم پروفیسر عمر الصمدی کے تحقیقی مضمون سے استفادہ کرتے ہوئے یہ معلومات درج کرتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کے ذاتی کتب خانے
میں گلشنِ نعت کا نسخہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی موجود ہے۔ اسی کی حیا پر انہوں نے اپنا ماسل تحقیق پیش کیا ہے
اس نسخے کے سرورق پر یہ عبارت مرقوم ہے

"مصحفِ حبِ حضرت پناہ صلت دستگاہِ صادق رسول مقبول ربیع الثانی ۱۳۸۸ء۔ محبوب سے مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب انور
اس قلم کار کا راہپور"

۳۳ صفحات پر مشتمل ایک مناجات، ۳۱۰ فقرات، ۱۰۰۰ مصرعیں، ایک دعا و دعا کے واسطے والی راہپور، دو قطعاتِ محبوب شامل ہیں۔
پروفیسر عمر الصمدی کے قول و اندامی غزلیات و اشعار کا شوق رکھتی تھیں۔ ۱۱۰۰ سال کی عمر سے ایک ملکِ مرض میں مبتلا تھیں۔ اسی
انہیں انیس رسول خدا اور دیگر چند انبیاء کی زیارتِ خواب میں نصیب ہوئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا: محبوب کچھ سنا۔ محبوب نے حالتِ خواب میں رو کر
نعت سنائی۔ آگے کھلی تو چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اسی روز سے نعت کوئی کا شوق پھر اور پندرہ دن میں یہ مجموعہ مرتب ہو گیا۔ گلشنِ نعت کا تاریخی نام
تختِ خروار ہے اس سے منسوب ہے ۱۳۸۸ء لکھا ہے۔

پروفیسر عمر الصمدی محبوب کے کلام پر اسے کہتے ہیں

"محبوب کی نعتوں میں عقیدت، احترام اور حضورِ سرورِ کائنات کے اور ہر حاضر کی ویسی ہی غزل ہے جو عام طور پر تعذیبِ اشعار میں ملتی ہے۔
تاہم کہیں کہیں جذبہ سر مستی میں ایسے مقامات بھی نوآفر جاتی ہیں جن میں مہمانی پہلو بھی در آتے ہیں۔ جس طرح میر لہائی کے مجھوں لڑائیوں میں
کرنی مہمانی کا ایک مہمانی رہا ہے۔ اسی طرح محبوب نے تعذیبِ اشعار میں بھی شیعہ لہجہ اپنی تہذیب کی عکاسی کرتی ہے۔ اس دہلی سے بھی گلشنِ نعت کا

مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔"

افتخار استفادہ و المضمون ، پروفسر سحر انصاری ، ص ۱۲۱ ، نعت رنگ شمارہ ۲ ، مہر ۱۹۹۵ء ، النہر نعت گراچی

نعت

ترا دامن بکڑ کر رونم محشر حق تعالیٰ کو — گوں گی میں بھی رو رو کر کی دلدل ہے نہ
 در و زبور در ، لعل و سحر کو کیا سمجھتی ہوں — کہ نور کلمہ چپ نگے کا ہار ہے نہ
 دیکھ کر جوہر لعل لب دندان نبی — ہیں خلیں مگوہر و پاقت و حنین نبی
 گردیا ہے مجھ کو تیرے درد نے افسردہ حال — ہاں پہ لب ہوں ، اب مجھے طاقت نہیں گفتار کی
 درن ایسی نعت میں لکھتی کہ ہوتی جا جا — بندہ اور بچاب میں شہرت مرے اشعار کی

اشاعت اول ۱۹۸۳ء ، ص ۸۲ ، تذکرہ نعت گو شاعرات

از انگریز سلطان شاہ جہاں پوری ، اوراد تصنیف و تحقیق پاکستان گراچی

نجمہ خان : نجمہ خان لویہ ، شاعرہ اور نقاد ہیں۔ ادبی حلقوں میں خاص امتیاز و تعریف رکھتی ہیں۔ "نجم" ان کے تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جس سے ان کے شعور و بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاعری ان کا اختصاص ہے۔ نظم، غزل، قطعہ، رباعی اور مثنوی میں قدرت و مہارت رکھتی ہیں اور جدید تقاضوں میں شعر کہتی ہیں۔

حمزہ نعت گوئی کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ ان کی نعتوں میں زبان و بیان کی سلاست اور بے ساختہ پن ان کے سنائی بچے سے مروی ہو کر اسلوب کی دلکشی کا موجب بنتا ہے۔ نعتوں میں مجزوء عقیدت اور محبت و اعطامت کا بڑا ہی غالب ہے۔ ان کے یہاں نعت جہاں ذاتی محسوسات کے طور پر ابھرتی ہے وہیں اجتماعی افکار و مسائل کی ترجمان بھی ہے۔

نعتیہ کلام

چلی جو سوئے مدینہ نعر کے رنگ تھے اور — میں کیا بتاؤں مری رجزہ کے رنگ تھے اور
 جو آسمان کا گزرا جھکا تھا روئے پر — اس آسمان پہ شمس و قمر کے رنگ تھے اور
 فضا مدینے کی اتنی حسین و دلکش تھی — مجھے لگا کہ مری چشم تر کے رنگ تھے اور
 حضور آپ کے روئے پہ یہ ہوا محسوس — دعائے نیم شبی میں اڑ کے رنگ تھے اور
 سحر حسین نظر آئی جب بھی دیکھا ہے — در حضور پہ لیکن سحر کے رنگ تھے اور
 حضور آپ کی جب نعت لکھ رہی تھی میں — جہنم نور تھا اور بام و در کے رنگ تھے اور
 میں طائران چمن میں تھی مدح خوان نبی — اڑی تو چاہا مرے بال و پر کے رنگ تھے اور
 میں واپس آئی دیار نبی سے جب لہجہ — تو میں نے دیکھا مرے اپنے گھر کے رنگ تھے اور

ص ۳۷۳ ، ماہنامہ نعت لاہور

عطا کا لہجہ (نظم)

مرے اطراف یہ کیسا احساہ نور ہے

نظامیں کیف اور ہیں

ہوا کھور ہے

تھوہر تک وہ کا ایک عالم ہے

زمیں پر قلع کی شب جس طرف بھی دیکھتے

جنت کا موسم ہے

ورق پامانی کا ہے یہ سائے میرے

کہ یہ اک صوفی ترطاس ہے

یہ قیہ سمجھو زبیر و شہنائی ہے

سجڑے سے اترتے آ رہے ہیں میرے لشکروں میں

کوئی توجہ دہشتی ہے

رگب ہوں سے بھی جو زونیک تر ہے

مرے انھاس سے ہنوس ہی تو شوگر و قی ہے

میں اس سے پاؤں تک ذوقی ہوئی ہوں سرخوئی کی کیفیت میں

نور مجھے محسوس ہوتا ہے

یہی لمحہ ہے

جو نصیب ششہام و عالم کے

عطا ہونے کا لمحہ ہے

ص ۳۷۳ • ماہنامہ نعت لاہور • خواتین کی نعت گوئی (اشاعت خصوصی)۔

تاریخ طباعت: جولائی ۱۹۹۵ء • مدیر: راجہ شہید محمود

وحیدہ نسیم : نہایت آسان اور سادہ زبان و بیان کے ساتھ نعت و سلام، جن کی قسم قاری پر مسل ہو اور ایسا محسوس ہو جیسے کم عمر اور سادہ زبان و
 صحت رکھنے والے بچوں کے لئے کہے گئے ہوں، وحیدہ نسیم کی نعت گوئی کی خصوصیت ہے۔ ان کی مختصر نعتیہ تصنیف 'نعت و سلام' ایسے ہی اسلوب کی
 شاعری کا نمونہ ہے۔ مختصر وزن و بحر کا استعمال، سادگی میں دل نشینی پیدا کرنے کا موجب ہے۔ زیادہ تر نظم کی صورت میں لکھی ہے جس میں چھ مصرعی یا
 مصرعوں کی صورت نظر آتی ہے۔ بہت کم غزلیہ بیت کا استعمال ہوا ہے۔ بحر مختصر اور مترنم ہیں۔ یوں گمان گزرتا ہے جیسے نعت خوان کی ضروریات کے
 پیش نظر لکھی گئی کا احساس مد نظر رہا ہو۔ ہر نعت و سلام کا عنوان قائم کیا گیا ہے مثلاً: یاد و محبت، انوارِ مدینہ، من کے اچال چھائے محمد، وغیرہ۔ دوسرے آئے، لال
 یہ نعت مہارک ہو، لاکھوں سلام تم پر، ساقی خوش کوثر، لاکھوں سلام۔ بعض نعتوں میں ولادت، اسعادت کے مضامین ہیں۔ اکثر مقامات پر جانسری
 کی تمنا کا اظہار غالب ہے۔ حضور کی رحمتوں، فیض و سائیں اور کائنات پر ان کے فضل و کرم کے ہندوں کے اظہار سے سلام ہند ہیں۔ لہذا بالعموم بیباک و

کیا ہے کہ محافل و مجالس میں نعتیں اور مقام پر سے جائیں۔ آواز میں پانچ مدیں انہی خصوصیات کی حامل ہیں اور محبت و اخلاص انہی کے مضامین سے معمور ہیں۔

حصہ

ازل ہے نور جمال حیرا — اے ہے رنگہ جلال حیرا
ہر ایک دل میں خیال حیرا — یا سدا عالم کمال حیرا
خوشیوں میں پیہم حیرا — اے گلوں میں کھم حیرا
لوں کی نشت ہے ہم حیرا — ہے ذکر ہر صبح و شام حیرا

ص ۶

ہاتھ میں حیرے کائنات — سب پہ میل حیرتی ذات
میری زبانی سے اے خدا — کیا ہوں وہاں تری صفات
وعدہ لا شریک تو
وعدہ لا شریک تو

ص ۱۵

نعت

نور خدا جلوہ ترا — اے تاجدار انبیا
اے قلب آدم کی نیا — کوئی نہیں ہمسر ترا
یٰ مصطفیٰ صل علی
یٰ مصطفیٰ صل علی

ص ۲۸

سلام

ختم ہوئی سیاہ رات — پھیلا دو نور کائنات
ہو گئی ظلماتوں کو مات — گرجتے ہیں لات اور منات
صل علی محمد صل علی میرا
صل علی محمد صل علی میرا

ص ۶۲ ، از نعت و سلام ، ۱۹۷۹ء ، فاضلہ اکیڈمی پاکستان ، کراچی

ریحانہ تبسم فاضلی : مکتبہ حرف اور خطیب الامم ریحانہ تبسم فاضلی کے نعتیہ مجموعے ہیں۔ دونوں کی طباعت میں دو سال کا وقفہ ہے۔ ریحانہ خطیب الامم کے خود نوشت تعارف نامے میں اپنی نعتیہ شاعری کے بارے میں رقمطراز ہیں ”میں نے اس نعتیہ مجموعے کو صرف حمد و نعت

تک محدود رکھا ہے۔ مجھے اس بات کا بھی شدت سے احساس ہے کہ میں نے اپنا منصب فرائض میدان میں دوڑا ہے جو دنیا کی سبکدوش، شخص اور دشوار گزار ہے۔ یوں بھی اس سلسلے میں مجھے کوئی خوش قسمتی نہیں ہے۔ اس امر کی بھی وضاحت کرنا میں ضروری سمجھتی ہوں کہ جہاں تک ہو سکے، مرصع سازی سے اجتناب۔ کام کی باتیں سادہ اور عام فہم زبان میں ہوں۔"

۱۶

امجد الدینی نے اپنے جائزے میں "مد و شریعت کی شاعر و" کے عنوان سے کہا ہے
 "انہوں نے خود کو صرف مد و نعت لکھنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ مد و نعت گوئی میں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ شریعت کا دامن حق کے ہاتھ سے کسی طرح بھی ہانے نہ پائے۔"

۱۷

تاج الدہلوی لایب (پس ورق) میں فرماتے ہیں۔ "مد و نعت کے اس مجموعے میں انہی مد کی کا اعتبار اور رسول خدا ﷺ سے اپنے وجود کی تمام توانائیوں کے ساتھ محبت کا بیان، جذبات کی پاکیزگی اور روح کی پائیدگی کا نمایاں مضر ہے۔ یہ مد کی اور مودت کی زبان نہایت سادہ مگر و تہنیں ہے۔"
 ربیعہ کی کتاب خطیب الامم میں پانچ مہمیں، مد یہ قطعات اور افہام نعتیں غزلیہ و سبک میں شامل ہیں۔ آخر میں نعتیہ قطعات ہیں۔
 ربیعہ کے یہاں زبان و بیان واقعی سادہ اور عام فہم ہیں لیکن شعریت میں ڈوبے ہوئے، و نقش اور اثر آخر میں ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ اس ادب، احتیاط، شائستگی اور اعتدال و توازن کو ملحوظ رکھا ہے جو نعت کے ادب و شرف کا لکھنا ہے۔ فن کی عقیقہ عقیدت و مودت کے بے جذبات کا آئینہ ہیں۔ دہلوی شاعری بھی ہے اور معاشرے کی اجتماعی صورت حال کی عکاس بھی۔ دوسرا پارہ ہو کر بارگاہِ مد و نعت کی اور دربارِ مصطفوی میں محبت و اطاعت اور اہل و استقامت کے موثر مضامین لیا کرتی ہیں۔ فن کی نعتوں میں مصرعہ حاضر کے ملاحظوں کے مطابق موضوعات و مضامین کی رنگارنگی ہے۔ فن کے آئینہ و نعتیہ مجموعوں میں فنی ملاحظات و محاسن پر ان کی نظر زیادہ مرکوز ہوگی۔

حمد

قرے مگر کی زیادت کر رہی ہوں — میں ہر لمحہ مہارت کر رہی ہوں
 وہی احکام جو تو نے دیے ہیں — انہی کی میں اطاعت کر رہی ہوں
 طواف خانہ "قدس کے صدقے — ادا قرض عقیدت کر رہی ہوں
 طوف و ذکر و فکر و سجدہ رہی — یہ ایمان شریعت کر رہی ہوں

۱۸

نعت

روئے پہ میں حضور کے چہرے کی ایک دن — یہ نعت اپنی فن کو سناؤں گی ایک دن
 فرقوں میں جتنے جاتے ہیں اسلامیانِ ابر — سرکار کو یہ بات بتاؤں گی ایک دن
 وہ دور ہے کہ دست و گریبیں ہیں اتنی — طیبہ کو ہانکی تو پیچوں گی ایک دن
 جو بیس حرف حق کی نئی کر رہے ہیں لوگ — انوال یہ بھی فن کو سنوں گی ایک دن

ص ۵۸، از خطیب الامم، ستمبر ۱۹۵۵ء، ناشر: قاضی بلی کیشن کر اپنی

شیبا حیدری کی مہارت پر مشتمل تصنیف کا نام مدحہ ہے۔ شیبہ کے یہاں مسیحی روایت کی پاسداری کا احساس ہے اور وہ روایت کی مکمل میں تحقیقی تجربوں سے پوری آگاہی ہیں۔ انہوں نے ایک خاص فکری تہذیب کے ساتھ اعلاست و عبودیت کا یہ شرط لگایا ہے۔ ان کے یہاں کسی بھی علم میں تسلسل کے ساتھ ساتھ "مذہبی و معنوی وسعت پذیری کی لحد بھی ہے جس میں وہ متنوع مضامین کو لکھتی ہیں۔ وہ سادہ لفظوں کے ساتھ ساتھ متشدد لفظوں سے لائق دور غریب قوال کو نہایت سادہ سادگی سے استعمال کرتی ہیں اور شعری لہجہ میں تفصیلی حسن کو قرار دھکتی ہیں۔ انہوں نے مدحہ کوئی میں چاہا ہر تہ طرز کی اور ادبی ایہاد سے کام لیا ہے۔ کتاب کو چار حصوں میں تقسیمات و فصل تقسیم کیا ہے۔

نور اول : یہ حصہ بارہ مدحہ منظومات پر مشتمل ہے۔

نور دوم : ایک طویل سہ سہ ترنجز مدحہ میں ۷۷ سے ۹۷ تک پھیلا ہوا ہے اور ان کی جنتوں سے مدحہ کوئی کا حق قرار کیا ہے۔

نور سوم : اللہ تعالیٰ کے اسمائے مقدسہ کا نظم کیا ہے

نور چہارم : اللہ کے اسم ذات اور اسمائے صفاتی کو ۱۰۴ قطعات میں منظم کیا ہے۔ ہر ایک ایک اس خوبی سے نظم ہوا ہے کہ اس کی توحید معانی اور پائی ہے اور قاری پر اس کا مضمون اور مقصدیت و العادیت واضح ہو جاتی ہے۔

نور ہفتم : مقدمہ کتاب میں کہتے ہیں "شیبا نے مدحہ کا عنوان لکھا ہی کر دیا ہے۔ اس میں وہ بے پیل کی خاموشی ہے۔ زمانے کے مختلف موسموں کا اثر بھی ہے۔ انسانی سماج کی "حقیقت، سیاست، الحاحیات اور تعلقات کے نئے نئے لشکرے بھی ہیں جن میں ہمیں ہر ایک عظیم درجہ انصافیت ہے۔"

نور چہارم سے دو قطعات بطور نمونہ کلام:

الخالق

جن اُن کے یہ مغرب و مشرق
خلق پر مہربان اور شفیق
سب کو ہی پیدا کرنے والا ہے
اس لئے اس کا نام ہے "خالق"

الملک

ہر جگہ جگہ میں ہے قیام اس کا
منتخب ہے یہاں نظام اس کا
پوششی آبی کو دنیا سے
"ملک" بھی ہے ایک نام اس کا

ہر افسانہ و خیال مدہنی

لیکھنے والی : شیبہ حیدری، شاعرہ و ادیبہ
راولپنڈی، پاکستان

پہلا : شیبہ حیدری، شاعرہ و ادیبہ

راولپنڈی، پاکستان

۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء، سال طاعت، ستمبر ۱۹۸۱ء،
ڈاکٹر فیصل الرحمن حیدری، ڈیڑھ جرم ایس این ایلی کیشن کراچی

افتخار عارف :- افتخار عارف دنیا نے ادب کی ایک معجزہ اور معروف شخصیت ہیں جو کئی جتوں سے محروم کے طوفان میں سرگرم قلم ہیں اور اس سلسلے میں ایک اتفاقی تعارف و امتیاز رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری جہاں روایت کے حسن کا تسلسل ہے وہیں جدید مصریت کے تقاضوں کا مظہر ہے۔ ان کے یہاں تہذیب لکھنؤ کا ایک شائستہ اظہار ملتا ہے۔ اور ان کی شاعری کے مجموعی قلم سے ان کے اسلوب کی انفرادیت اور لیے کا امتیاز متجلی ہے۔ انہیں ان کے مطالعہ شاعری کے دور ان یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ایک تازہ بیمار اور بیوش بیمار گھٹن کی سیر و مشاہدہ میں مصروف ہیں۔ موضوعات و مضامین کا تنوع اور ان کا ہر مسئلہ کی ہر جہت اور اپنی مصرعی کلیات و بیانات کو اس طرح پیش کرنا کہ اس روشنی کی چھوٹ اعضاء آئندہ تک پڑے۔ ان کا شعری قصص ہے۔ ان کی حمد و نعت کی کوئی الگ تصنیف اچھی مثلاً شہد پر نہیں آئی۔ ان کی دو شعری تصنیفات مہر و نیم اور حرف پارہ میں (۱۷۷۱) مہر اور نعت نظر آتی۔ افتخار عارف کے یہاں مہر یہ تنازعات میں اتنے تعالیٰ کی روایت، تھقیق، قدرت اور کنوئی حکام میں اس کی نعمت و دولت فلسفیانہ اور مظہر انداز میں ہے۔ ان کی نعت میں حضرت محمد ﷺ کے مضامین و ماحول کا ذکر، ان کی نبوت کی دوانی برکات، است مسد اور کائنات انسانی کے لئے ان کی سیرت طیبہ میں ہدایت و راہی کے پہلو اور نبی اکرم کی بارگاہ میں استقامت و مستندہ اور کارش نمایاں ہے۔ افتخار عارف کی مجموعی شاعری کے بارے میں چند اکابر ادب کی آرا :-

سرور جعفری :- "افتخار عارف جس روایت کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں، اس میں آج کے صدیقی عظیم شاعری کے سارے اعانات چھیدہ ہیں۔"

کلیفی اعظمی :- "افتخار عارف نے ہر حالت میں اپنے لیے کے بائین کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ ان کے احساس کی شدت، جذبے کے للوٹوں اور شعور کی حدت نے اس پر نئی اوجھار کھادی ہے۔"

گوپی چند ہارنگ :- "پھر جدید مضامین و مطالب کی ادائیگی میں روایت کے خزانے سے یوں کسب فیض کیا ہے کہ بھیج کو علامت اور علامت کو استعارے کا روپ دے کر نظم اور قول دونوں کے لئے جز و مکنا یہ کاماں بینہ الیہ۔"

م ۵ . ۱۰ پیش نامہ فیض احمد فیض، مہر و نیم ایک زمین ہمارے وجود سے باہر ہے اور ایک ہمارے دل کے اندر ہے۔ زندگی کی اہستہ اور اس کے جبر سے مقابلہ کرنے کے لئے سیاسی نظم و مستندہ کو کے خلاف جبر و آئندہ بننے کے لئے بار بار دل کی زمین کی طرف لوٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ انسان جتنا نہیں ماننا باطن میں جھانکتا ہے، اتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس کا ایمان جڑ ہو جاتا ہے اور زندگی کے دکھ اور اوجھار جو اسے بچو لڑانے کی تاب مستحکم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(ان کی تحانیوں کا رد و منہ شاعر از گوپی چند ہارنگ م ۳۱)

نوٹ :- اس کے بعد گوپی چند ہارنگ نے نظم مکالمہ کا حوالہ دیا ہے۔

(حوالہ لاہور، مہر و نیم، اشاعت تجر حویں بار (پاکستان) ۱۹۹۹ء، مکتبہ ادبیات، کراچی)

مجتہد مفتی :- "اس کی شخصیت کے دو پہلو نمایاں ہیں۔ وہ سادہ میں روایتی چھری مضامین، جس سے چھپتے اترتے رہتے ہیں اور مخلص کو ہنسوتے ہیں اور کلام کی انفرادیت۔ اس کی فنیت روایت اور انفرادیت کا حیران کن عزم ہے لیکن خوشگوار۔"

(تلیپ حرقہ بیاب)

مشتاق احمد جاسنی :- "ان کے لیے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یوں کا اپنا منظر و لوازمہ اچھا لہو ہے۔ ان کے کینوس کے نئے رنگ، تازہ رنگ ہیں۔"

آج بقی عمل کا شرمیں جس سے وہ ان اس برسوں میں (کچھ) سے گزروے ہیں۔" (پس ورق، حرف باریاب، از حرف باریاب، پاکستان) ۱۹۹۰ء، ناشر مکتبہ انبال، کراچی

(مکالمہ)

ہوا کے پردے میں کون ہے جو چراغ کی بو سے حقیقت
کوئی تو ہوگا

جو طلعتِ انتساب پہنا کے وقت کی رو سے کھلتا ہے
کوئی تو ہوگا

عجب کورمز نور کتا ہے
کوئی تو ہوگا

"کوئی نہیں ہے
کیس نہیں ہے

یہ خوش بقیوں کے، خوش گمانوں کے واسطے ہیں جو ہر سوالی سے دعوتِ اعتبار لیتے ہیں
اس کو اندر سے مار دیتے ہیں"

"تو کون ہے وہ جو لوحِ آب رواں پہ سورج کو شہد کرتا ہے اور بادل اچھا لتا ہے
جو بادلوں کو سمندروں پر کشید کرتا ہے اور طعنِ صدف میں خورشید ڈھالتا ہے

وہ سنگ میں آگ، آگ میں رنگ، رنگ میں روشنی کے امکان رکھنے والا
وہ خاک میں صوت، صوت میں حرف، حرف میں زندگی کے سامان رکھنے والا

نہیں کوئی ہے
کیس کوئی ہے

کوئی تو ہوگا"

ص ۳۶

ہر شرف کہ تو مجھے جوازِ افتخار دے — شہرِ شہر علم ہوں، زکوٰۃِ اعتبار دے
میں جیسے نیسے ٹولے پھولے لفظ گھر کے آگیا — کہ اب یہ تیرا کام ہے بگاڑ دے سنوار دے
ترے کرم کی بادشوں سے مارے باغِ کھل اٹھیں — ہوائے صبر، نفرتوں کا سارا زہر مار دے
قیامتیں گزر رہی ہیں کوئی شمسوار بھیج — وہ شمسوار جو لوگوں میں روشنی اجار دے
وہ آفتاب بھیج، جس کی تابشیں لہ تلک — میں دارِ خواہِ ابر ہوں، جزائے انتظار دے

ص ۳۸، سہم دوم

نعت

اپنے آقا کے مدینے کی طرف دیکھتے ہیں — دل الجھتا ہے تو سینے کی طرف دیکھتے ہیں

اب یہ دنیا جسے چاہے اسے دیکھے سر سبز ہم تو بس ایک سفینے کی طرف دیکھتے ہیں
 عہدِ آسودگیٰ ہاں ہو کہ دورِ ابد اسی رحمت کے خزانے کی طرف دیکھتے ہیں
 بہرِ تصدیق شد نامہٴ نسبتِ عشاق ہر فاقہ کے بھینے کی طرف دیکھتے ہیں
 دیکھنے والوں نے دیکھے ہیں وہ آفتِ مزاج جو حرم سے بھی مہیے کی طرف دیکھتے ہیں

ص ۴۰، حرفِ باریاب

پروفیسر خلیل صدیقی
ریاست انجمن اہل تشیع اردو
زکریا پور، ضلع ملتان

تشکر

سید فخرزیدی کی بہکراں عنایات و توجہات کا نہایت شکریہ
لیکن

’کبا حرف تشکر سے ان کی محنتوں کا اعتراف و اظہار ممکن ہے‘



جناب صبیح رحمانی نے بعض ضروری کتب کی ترسیل مشاورت اور
مراحل طاعت و اشاعت میں جو بھرپور اعانت فرمائی ہے
اس پر ذلی اظہار معنویت



جناب سرفراز آند کی ذاتی توجہ لگاتار محنت اور اعلیٰ مہارت
اس مقالے کے حرف حرف سے نمایاں ہے
کس منہ سے شکر کہجیے اس لطف خاص کا

ڈاکٹر عاصی کرنالی